

صدیوں کا سنا

جاسوسی ڈائجسٹ



WWW.PAKSOCIETY.COM



صدیوں پر محیط ایک ناقابل فراموش داستان

صدیوں کا بیٹا

(چوتھا حصہ)

ایم۔ اے۔ راحت

پیش لفظ

دوستوں کی دیرینہ فرمائش تھی کہ "صدیوں کا بیٹا" کتابی شکل میں شائع ہو۔ جاسوسی ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی اس سلسلے وار کہانی کی اپنی تاریخ بھی بہت دلچسپ ہے۔ اس کی زندگی میں خود بھی بہت انوکھے ادوار آئے ہیں۔ اس داستان کا بنیادی مقصد تاریخ انسانی جیسے خشک موضوع کو دلچسپ پیرائے میں بیان کرنا تھا اور اس داستان کا دور ہماری کامیابی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آج بھی ایم اے راحت کا نام سن کر لوگ پوچھتے ہیں کہ "صدیوں کا بیٹا" وسیع و عریض ہندوستان کے طول و عرض میں اس کہانی کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ وہاں کے ڈائجسٹ نے اسے کسی غیر ملکی زبان کی کتاب کی حیثیت سے چھاپنا شروع کر دیا۔ وہ لکھتے تھے۔ تحریر ایم اے آرتر جرنل نور احمد۔ اب ان نور احمد کو کیا کہا جائے۔ خدا کے فضل سے یہ ایک طبع زاد تحریر تھی۔ پاکستان میں بھی ایک بوجھ بھنگر دور کی کوڑی لائے اور انہوں نے چند صفحات کی ایک کتاب تلاش کر کے دعویٰ کیا کہ صدیوں کا بیٹا اس سے ماخوذ ہے لیکن افسوس۔ تین قسطوں میں دو کتاب شائع کر کے وہ بھی بیٹھ گئے اور اس کے بعد صدیوں کا بیٹا مزید پانچ سال تک لکھی جاتی رہی۔ ایک اور پاکستانی ڈائجسٹ نے اس کہانی کے اختتام پر عوام کی پسند سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کسی سے یہ داستان لکھوائی اور اس انداز میں لکھوائی کہ صدیوں کا بیٹا کی پرانی قسطوں سے جو کچھ لے سکے اسے نیا کر کے پیش کرنے کی کوشش کی۔ یہی نہیں انہوں نے اس نئی بیٹے کو کتابی شکل میں بھی شائع کر دیا۔ میرے بہت سے دوستوں نے اس بات پر مجھ سے استفسار کیا۔ غرض ہے کہ میرا اس نقلی کتاب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس سلسلے کا سارا حساب کتاب ان حضرات کے سر ہے۔ ان کا ہوا آپ کو معلوم ہوگا۔ بہر حال "صدیوں کا بیٹا" کتابی شکل میں پیش خدمت ہے آپ کے لئے۔

ایم اے راحت

☆☆.....☆☆.....☆☆

شکایا کے جہازوں کی آمد تشریحات تک تھی۔ اس وقت ہم اس پوزیشن میں نہ تھے کہ شکایا والوں سے جنگ کریں۔ ابھی نہ تو ہمارے پاس زیادہ افراد تھے اور نہ ہی ضروری انتظامات کئے گئے تھے۔ آٹھ جہازوں کا بیڑہ تھا جن کے پاس پورے جنگی ہتھیار بھی نہیں تھے۔ لڑنے والے افراد بھی زیادہ نہ تھے اور سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ سکاٹی میں رہنے والے زرد زوا بھی ہمارے قبضے میں نہیں آئے تھے۔ اگر ہم ان لوگوں پر قابو پا چکے ہوتے تو شاید اتنی تشریحات نہ ہوتی لیکن اب دو طرفہ خطرہ تھا۔ اگر سامنے جہازوں سے جنگ کی جاتی تو عقب سے حملے کا خطرہ تھا۔

دوسری طرف شکایا کے جہاز جس تیزی سے آرہے تھے اس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ جلد سے جلد ساحل تک پہنچ جائیں گے اور اتنی دیر میں کئی ایسا کام کر لینا نہایت مشکل بات تھی جس سے ہم ان سے مؤثر مقابلہ کر سکتے۔ میری بات دوسری تھی۔

لیکن فوما اور زاما کے چہرے پریشانی کی تصویریں بن گئی تھیں۔ حکیم باکو، فوما اور چند دوسرے افراد کلکڑی کے بیٹار سے شکایا کے جہازوں کو دیکھ رہے تھے جو تیزی سے آرہے تھے۔ وہ سب جہازوں کی اس تیز رفتاری پر ششدر تھے۔

میں بھی ان کے ساتھ بیٹار پر موجود تھا لیکن اس وقت وہ شاید مجھے بھول گئے تھے اور پھر فوما کو ہی میرا خیال آیا اور اس نے بے ساختہ کہا۔

”اوہ سبوتا۔“

”کیا بات ہے فوما؟“ میں نے پوچھا۔

”تو کیوں خاموش ہے سبوتا۔؟“

”اس لئے فوما کہ میرے بولنے کا وقت نہیں آیا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں سبوتا۔ تیرا بولنا ضروری ہے۔ تیری رہنمائی کی ضرورت ہے۔ تو ان حالات کو بہتر طور پر سمجھتا ہوگا۔ ہم ابھی کسی بھی جنگ کے لئے تیار نہیں ہیں۔ شکایا کے جہازوں کی آمد کا مقصد تیری سمجھ میں نہیں آیا۔ ممکن ہے سکاٹی کے ان زرد زوا لوگوں نے وہاں یہ اطلاع دے دی ہو کہ سکاٹی میں پراسرار سرگرمیاں جاری ہیں اور شبلا نے اپنے جہاز ان سرگرمیوں کی روک تھام یا ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے بھیجے ہوں۔ یقیناً ان جہازوں میں جنگجو ہوں گے جو سکاٹی آکر یہاں پر اپنا قبضہ جمائیں گے اور اس کے بعد اس سلسلے میں چھان بین کریں گے کہ مختلف علاقوں کے سردار سکاٹی کیوں آئے ہیں۔ یہ آٹھ جہاز جن کا ہم نے بیڑہ تیار کیا ہے ان کے لئے اور بھی تشریحات ہوں گے چنانچہ وہ یہاں سے پورنی پوری معلومات حاصل کئے بغیر نہیں جائیں گے اور بہر حال نہ تو ابھی ہم لوگ اور نہ ہی سکاٹی کے باشندے اس بات پر تیار ہیں کہ کوئی بھاری جنگ لڑی جائے۔“

مجھے اندازہ ہے سبوتا ابھی ہم خطرے سے دوچار ہیں اور فی الوقت ہم ان سے بے آسانی جنگ نہیں کر سکتے کیونکہ دو طرفہ خطرہ موجود ہے اور

یہ بات میں بخوبی جانتا ہوں کہ تو نے اس بات کا کوئی حل ضرور سوچا ہوگا۔ کیا اس وقت ہماری رہنمائی نہیں کرے گا؟“

”اوہ فوما۔ میرے دوست۔ اگر تجھے میری رہنمائی کی ضرورت ہے تو مجھے کب انکار ہے۔“ میں نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ضرورت.. حکیم باکو بولا.. "تو یقین کر سبوتا ہم تجھے خوش کرنے کے لئے یہ بات نہیں کہہ رہے، تیرا موجود ہونا ہمارے لئے تقویت کا باعث ہے۔ ہم سب اس بات کا اعتراف کر چکے ہیں کہ تو آسمانی قوتوں کا مالک ہے۔ تو اگر اسے تسلیم نہ کرے تو تیری مرضی، ہم ایسا کہنے کے لئے تجھے مجبور نہیں کر سکتے۔ بہر صورت تیری رائے ہمارے لئے اطمینان کا باعث ہوتی ہے۔ ہماری رہنمائی کر سبوتا.. ہمیں تیری ذہنی قوتوں پر مکمل اعتماد ہے۔ ہم تیری مدد چاہتے ہیں اور اس یقین کے ساتھ کہ تو جو کچھ کہے گا وہ ہمارے لئے مکمل اطمینان کا باعث ہوگا۔"

"تو میرے دوست فوفا، حکیم باکو اور دوسرے تمام لوگوں.. اگر تم لوگ میری رائے کو اس قدر اہمیت دے رہے ہو تو پھر شکایا کے جہازوں کو آنے دو۔"

"لیکن سبوتا جس رفتار سے وہ ساحل کی طرف بڑھ رہے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہماری کسی کوشش سے پہلے ہی وہ ساحل تک پہنچ جائیں گے اور ہم کسی بھی مقابلے میں ناکام رہیں گے۔"

"ظاہر ہے دوستوں.. وہ شکایا سے اس مقصد کے تخت آئے ہیں کہ سکاٹی کے بارے میں چھان بین کریں اور آنے والے کبھی کمزور نہیں ہوا کرتے۔" حکیم باکو نے جواب دیا۔

"با اکل ٹھیک ہے میرے دوست لیکن بہر حال اب جبکہ بات ہم لوگ سبوتا پر چھوڑ چکے ہیں تو اس کا فیصلہ سبوتا ہی کو کرنا چاہئے۔" فوفا مسکرا کر بولا۔

"شکر یہ فوفا.. اب جبکہ بات تم میرے اوپر چھوڑ چکے ہو تو میرے فیصلے کے مطابق انہیں آنے دو اور ہاں سنو، اس بات کو غور سے سنو کہ جو کچھ میں کہوں اور کروں، اگر تمہیں پسند نہ آئے اور تمہارے خیال میں وہ مناسب نہ ہو تب بھی براؤ کر م خاموشی اختیار کرنا، مجھے میری مرضی کے مطابق عمل کرنے کی اجازت ہونی چاہیے۔"

"سبوتا.. ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تیرے کسی مسئلے میں دخل نہ دیں گے۔" فوفا نے اپنے دوسرے ساتھیوں کی تائیدی نگاہوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"حکیم باکو، ممکن ہے میرے کسی اقدام سے تم سچو کہ میں نادانی کر گیا ہوں لیکن براؤ کر تم مجھے ابھی کچھ کرنے دینا جو میں کروں۔ کوئی شخص پر جوش نہ ہو اور اس سلسلے میں کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا جائے۔"

"ایسا ہی ہوگا سبوتا... لیکن جو کچھ تو کرنے والا ہے کیا ہمیں اس سے لاعلم ہی رکھے گا؟" حکیم باکو نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"کیوں سبوتا؟"

"اس لئے کہ ابھی خود میرے ذہن میں یہ بات واضح نہیں ہے کہ مجھے ان کے خوف کیا کارروائی کرنی چاہئے.. اس کے علاوہ جب وہ آجائیں گے تب ہم انہیں دیکھیں گے۔ ان سے معلوم کریں گے کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ اگر ان کے ارادے جارحانہ ہوں تو پھر ہم ان سے بست لیس گے.. میں نے کہا اور فوفا اور حکیم گردن ہلانے لگے..

پھر فو ما آہستہ سے بولا۔

”بہر صورت کچھ بھی ہو مجھے تیرے اوپر اعتماد ہے۔ یوں بھی ہم اس بات کو صرف تیرے اوپر نہیں چھوڑیں گے ہمیں خود بھی اس بات کا احساس ہے کہ ہم شکاریا کے ان جہازوں کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ ہماری ہر کوشش ناکام ہوگی۔ ہم اس ناکامی کا ذمہ دار تجھے نہیں ٹھہرائیں گے سبوتا لیکن ہم خود بھی اس کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ حالات اس قدر عجیب طور سے رونما ہوئے ہیں کہ اس سے قبل ہم سنبھلتے، شکاریا کے جہاز یہاں تک آ پہنچے ہیں۔“ فو مانے سنجیدگی و پریشانی سے کہا۔

”میں تمہیں آخری بار کہہ رہا ہوں فو ما کہ اس سلسلے میں کوئی ٹرنز نہ کرو اور حکیم ہا کو۔“ میں نے حکیم ہا کو کو پکارا جو کسی گہری سوچ میں مستغرق تھا۔

حکیم ہا کو ہڑبڑا کر سیدھا ہو گیا اور بولا۔ ”کیا کہہ رہے تھے سبوتا؟“

”مجھے تمہاری اس سنجیدگی پر فخری آ رہی ہے حکیم ہا کو۔ مسائل یوں حل نہیں ہوا کرتے۔ خود کو پریشان کرنے کی بجائے بہتر ہو گا کہ تم تہ پیر

سے کام اور اپنی ذہنی قوتوں کو استعمال میں آؤ۔“

”مٹ ٹھیک کہہ رہے ہو سبوتا۔ میں اب ہوش میں رہوں گا۔“ حکیم ہا کو نے کہا۔

”تو میں کہہ رہا تھا حکیم ہا کو فو ما بھی۔ کائی ہستی پر ظاہر نہیں ہوا ہے۔ لوگوں کو ابھی اس کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ہیں اس لئے میں

تمہیں یہ بتا رہا ہوں کہ تم بھی ہر ممکن کوشش کرنا کہ یہ بات جب تک ہم نہ چاہیں، راز تہی رہے۔ جن چند لوگوں تک یہ ساری باتیں محدود ہیں انہیں تک اس راز کو محدود رہنا چاہئے اور اب سختی سے اس راز کی حفاظت ہونی چاہئے۔“

”بہتر سبوتا۔ میں اس راز کی حفاظت کروں گا۔“

”اور ہاں۔ ان تمام بدانتوں پر عمل کرنے کے بعد، دو لوگ جو اس راز کو جانتے ہیں وہ اس مسئلے پر خاموشی اختیار کر لیں اور ان لوگوں کی

آمد کا انتظار کریں اور ہاں یہاں چند لوگوں کو تعینات کر لیا جائے تاکہ وہ شکاریا کے لوگوں کی نقل و حرکت پر پوری نگاہ رکھ سکیں۔“ میں نے کہا۔

”بہت بہتر۔“ حکیم ہا کو نے جواب دیا۔

”اور ہاں جہازوں کے بارے میں کیا حکم ہے سبوتا؟“ فو مانے سوال کیا۔

”جہازوں کو ساحل پر اس طرح سے لنگر انداز کرو کہ ان لوگوں کو دور سے یہ اندازہ ہو جائے کہ یہ جہاز مقابلے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔

ہم چاہتے ہیں ان جہازوں کی بھرپور حفاظت ہو اور اس کے علاوہ حکیم ہا کو، اگر تم نے میری ہدایات پر کھل طور سے عمل کیا تو میں تمہیں بہت کچھ دوں گا۔“ میں نے حکیم ہا کو کو مخاطب کیا۔

”تیری ہدایات پر لفظ بہ لفظ عمل کیا جائے گا سبوتا۔ ہم نے سارے معاملات تیرے اوپر چھوڑ دیئے ہیں۔ اب تو جانے تیرا کام جانے۔

ہم تو صرف تیرے احکامات کی پابندی کریں گے اور حقیقت فو ما کی حیثیت اس وقت وہ نہیں ہے جو ہونی چاہئے۔“ حکیم ہا کو نے کہا اور فو ما خوش دلی سے مسکرا پڑا۔

"سبوتا۔ میں خوش دلی سے تجھے اس کی اجازت دیتا ہوں کہ تو میری جگہ کام کر۔" فوما مسکرائے ہوئے بولا۔

"اور نہیں فوما میرے دوست.. یہ کہنے کا شکر یہ لیکن تو جانتا ہے کہ میں ان تمام چیزوں سے مبرا ہوں۔ میں کسی بھی قسم کی رعایت نہیں چاہتا۔ بس یہ بھی تیری ضرورت ہے اس لئے میں اسے پورا کرنے کو تیار ہوں۔" میں نے کہا۔

اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم لوگ لکڑی کے اس بلند مینار سے نیچے اتر آئے۔ چند افراد کو مینار پر تعینات کر دیا گیا تھا اور انہیں ہدایات جاری کر دی گئی تھیں کہ انہیں مختلف حالات میں کیا کرنا ہے۔

اس سلسلے میں سمندر کے کنارے بنا ہوا مکان بھی خالی کر دیا گیا تھا اور اب غوما وہاں موجود نہیں تھا۔

کیونکہ اور مکان خاصی حد تک غیر محفوظ تھا البتہ اس کے لئے حکیم ہاکو کا مکان ہی بہترین تھا چنانچہ فوما کو حکیم ہاکو کے مکان میں منتقل کر دیا گیا اور اس کے بعد ہم سب نہایت بے چینی سے شکایا کے جہازوں کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔

ہمارا خیال درست ہی نکلا.. شکایا کے جہاز اس قدر تیزی سے ساحل کے قریب آ رہے تھے کہ آن کی آن میں وہ نزدیک پہنچ رہے تھے۔ غالباً ان کے ذہن میں یہ خیال تھا کہ جب سکانی والے انہیں دیکھیں تو ان سے مقابلے کی کوئی تیاری نہ کر سکیں اور وہ ساحل پر پہنچ جائیں۔

سکانی کے ساحل پر بہت سے لوگ شکایا کے جہازوں کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ ان میں زیادہ تر عوام ہی تھے..

جہاز آن کی آن میں ساحل تک پہنچ گئے۔ اس وقت سورج ڈھل چکا تھا اور چاروں طرف ایک خوشگوار سی ٹھنڈک پھیلی ہوئی تھی۔ تب جہاز گہرے سمندر میں ایک جگہ رک گئے.. اس جگہ پر جہاں پر وہ آ سکتے تھے.. اس کے بعد چند کشتیاں جہازوں سے اتریں۔ کشتیوں پر مسلح زورور موجود تھے۔ ان زوروروں میں کہیں کہیں مقامی بھی نظر آ رہے تھے لیکن ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی..

حکیم ہاکو اور میں ایک ایسی جگہ کھڑے ہوئے تھے جہاں سے وہ لوگ ہمیں براہ راست نہ دیکھ سکتے تھے.. البتہ ہم انہیں دیکھ سکتے تھے۔ سو میں اور حکیم ہاکو جہازوں کو دیکھنے کے ساتھ ساتھ اس پر تہمید بھی کر رہے تھے۔

"تم کشتی کے لوگوں کو دیکھ رہے ہو سبوتا؟" حکیم ہاکو نے کہا۔

"ہاں۔ کیا تم مجھے کسی خاص بات کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہو؟" میں نے بغور کشتی کو دیکھا۔

"ہاں.. تم دیکھ رہے ہو کہ آنے والوں میں زوروروں کی تعداد کتنی ہے اور ان میں مقامی لوگ کس قدر کم نظر آ رہے ہیں؟"

"ہاں۔ نہ ہونے کے برابر ہیں۔" میں نے کہا۔

"کیا اس بات سے تم اندازہ نہیں لگا سکتے کہ آنے والوں کے ارادے بہتر نہیں ہیں؟" حکیم ہاکو نے مجھ سے سوال کیا۔

"ہاں حکیم ہاکو۔ یقیناً" میں نے جواب دیا۔

"جتنی تعداد ان کی یہاں آ رہی ہے وہ بہت کافی ہے اور تم دیکھ رہے ہو کہ وہ مسلح بھی ہیں۔"

"یقیناً۔ میں نے محسوس کیا ہے حکیم ہاکو.."

”اگر انہوں نے سکائی کے ساحل پر آتے ہی جنگ شروع کر دی تو کیا ہوگا؟“

”میرا خیال ہے وہ جنگ کے ارادے سے نہیں آئے ہوں گے۔ پہلے ان کا مافی الضمیر معلوم ہونا چاہئے۔“ میں نے کہا۔

اور حکیم ہاگو گردن ہلانے لگا۔ تب میرے ہی ذہن میں ایک بات آئی اور میں نے حکیم ہاگو سے کہا۔

”ایک بات میری سمجھ میں آ رہی ہے حکیم ہاگو۔“

”وہ کیا؟“

”میرے خیال میں ممکن ہے یہ وہ لوگ ہوں جو میری تلاش میں سرگرداں ہیں۔ میرا مقصد مانگا جزیرے کے لوگ جو شکا یا سے مدد لے کر آئے ہیں“

”اور۔۔۔ یہ بھی ممکن ہے سبوتا لیکن ایسی صورت میں۔۔۔“

”میں نے کہا نا حکیم ہاگو تم صرف وہ کرو گے جو میں چاہتا ہوں۔ جو بھی صورتحال ہوگی میں اس کے بارے میں تمہیں ہدایات جاری کر دوں گا۔ ہاں میرا خیال ہے میرے لئے بہتر یہ بات ہے کہ میں لکڑی کی اس عمارت پر سے ان کا جائزہ لوں۔“

”ٹھیک ہے۔“ حکیم ہاگو نے کہا۔

”ہاں حکیم ہاگو۔ تم ان لوگوں سے جو بھی گفتگو کرو گے، اس عمارت کے قریب رہ کر کرو گے تاکہ میں تمہاری گفتگو سن سکوں۔“

”مناسب۔ اگر ان لوگوں نے گفتگو کی کوشش کی تو میں یہیں آ کر کروں گا۔“

”تو اب مجھے اجازت دو حکیم ہاگو۔“ اور حکیم ہاگو نے گردن ہلا دی۔ میں لکڑی کی عمارت پر پہنچ گیا اور اس کی بلند جگہ پر جہاں اور بھی دوسرے لوگ موجود تھے، کھڑے ہو کر جائزہ لینے لگا۔ میں نے جہازوں پر بھی نگاہ دوڑائی تھی۔ بلاشبہ یہ جنگی جہاز تھے اور اچھی نیت سے نہیں آئے تھے۔ ان جہازوں پر موجود افراد کا میں نے جائزہ لیا اور تجزیہ کیا کہ ہر صورت وہ سکائی کے لئے بہت زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتے تھے۔

جہازوں پر موجود افراد کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ سب کے سب مسلح تھے اور جہازوں پر ہمت کر رہے تھے۔ جتنے لوگ کشتیوں کے ذریعے ساحل تک آئے تھے ان کی تعداد بھی بہت کافی تھی۔ اگر یہ لوگ ساحل پر پہنچ کر جنگ شروع کر دیتے تو ہر صورت خود کو اتنی دیر تک سنبھال سکتے تھے کہ ساحل پر جہازوں سے اتر کر دوسرے لوگ بھی آجاتے۔

صورتحال خاصی نازک تھی۔ ہر صورت میں اس صورتحال کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔

ساحل پر کھڑے ہوئے لوگ کشتیوں کا انتظار کرتے رہے اور تھوڑی دیر کے بعد کشتیاں ساحل سے آگئیں۔ نیچے اترنے والے پورے طور پر ہتھیاروں سے لیس تھے اور ان کے ارادے اچھے نہیں معلوم ہوتے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے ساحل پر ذرا بھی مداخلت کی گئی تو پہلے وہ مداخلت کرنے والوں کو ختم کریں گے اور اس کے بعد جو ان کے ذہن میں ہے، اس پر عمل کریں گے۔

ایک بھاری جسامت کا آدمی جو شاید اس مہم کا سربراہ تھا، چند افراد کے ساتھ آگے بڑھا اور صحیح کر بولا۔

”سکائی کے رہنے والوں، میرا نام واریکا ہے اور میں شکایا سے آیا ہوں۔ سردار شہالا نے مجھے اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے اور مجھ سے کہا ہے کہ جو کچھ میں کہوں وہ سکائی والوں کو تسلیم کر لینا چاہئے۔ اس نے کہا ہے کہ میں سکائی کے لوگوں کو بتا دوں کہ میں شہالا کا نائب ہوں اور شہالا کے نائب کی بات نہ ماننا موت کے مترادف ہے۔ میں ہر اس شخص کو قتل کروں گا جو مجھ سے نافرمانی کی کوشش کرے گا۔“

تین اس کے ساتھ ہی میں تمہیں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ میں یہاں ایسا کوئی ارادہ لے کر نہیں آیا جو کسی بھی صورت کسی کے لئے تکلیف دہ ہو۔ میں صرف ایک پیغام لے کر آیا ہوں اور اس پیغام جگہ جگہ پھیلاؤں گا۔ اب یہ تمہارا فرض ہے کہ مجھ سے تعاون کرو۔ ”وہ چند ساعت کے لئے خاموش ہوا اور پھر بولا۔“

”سکائی کے باشندے، میں چاہتا ہوں کہ وہ شخص جو یہاں تمہاری نمائندگی کر سکتا ہے یا جسے تم بزرگ سمجھتے ہو اسے کہو کہ وہ یہاں تک آئے اور مجھ سے بات کرے۔ میں اس کا سہانہ بنا پسند نہیں کروں گا۔ ہاں ہم لوگ اپنا کام انجام دیں گے اور واپس جہازوں پر چلے جائیں گے لیکن اگر ہم سے تعاون نہ کیا گیا تو... تو سکائی والوں اس کا اندازہ کر لو کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہر حالت میں تم لوگوں سے اپنے ادکامات منوائیں۔ اب تم اس شخص کو بھیجو جو مجھ سے گفتگو کا خواہشمند ہو اور جسے تم لوگ اپنے لئے بہتر سمجھتے ہو۔“

سکائی کے باشندے ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے اور پھر ان سب کی نگاہیں حکیم باکو کی طرف اٹھ گئیں۔

تین چار افراد حکیم باکو کے پاس پہنچے اور انہوں نے اس سے کہا۔

”بزرگ و بزرگ شخص، قابل احترام انسان بلاشبہ سکائی کے لوگ تیرنی فراسٹ کے قاتل ہیں۔ تیری ذہانت کو تسلیم کرتے ہیں۔ تجھے مانتے ہیں، تجھ پر بھروسہ کرتے ہیں چنانچہ آنے والوں سے ہماری جانب سے گفتگو کر لو۔ ہم سب مشترکہ طور پر تجھے اپنا نمائندہ قرار دیتے ہیں۔ تو ان سے پوچھ کہ یہاں کیوں آئے ہیں اور کس لئے آئے ہیں؟ ان کا مقصد کیا ہے اور انہوں نے جو جھمکی آمیز الفاظ کہے ہیں ان کا مقصد کیا ہے؟ شہالا قتل طور پر اس علاقے کا سردار بن گیا ہے لیکن اس کے یہ ادکامات ہم لوگوں کے لئے بہت سخت ہیں۔ سکائی کے لوگ مرنا جانتے ہیں اور وہ موت سے کبھی نہیں گھبرائے۔ چنانچہ اسے بزرگ تو اس شخص کو بتاؤ کہ اگر وہ سکائی کے خلاف کچھ برے ارادے لے کر آیا ہے، یہاں سکائی والوں کے خلاف کوئی ایسی حرکت کرنا چاہتا ہے جو ہمارے خلاف ہو... تو بہر صورت انہیں اس کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑے گی۔“ ایک نوجوان نے کہا۔

حکیم باکو نے سکائی کے پر جوش نوجوانوں کو دیکھا۔ ان کا عزم، ان کا حوصلہ ان کے دیکھتے چہروں سے مترشح تھا۔ حکیم باکو کا سینہ فخر سے پھول گیا۔ یہ جھکنے والے لوگ نہیں تھے۔

خوش نصیب فوٹا کو ایسے بہادر ساتھیوں کا قرب حاصل تھا جو بہر صورت مرنا جانتے تھے۔

حکیم باکو پر ان لوگوں کے الفاظ کا اتنا اثر ہوا کہ وہ خوشی سے تمنا اٹھا اور پھر وہ پروتار انداز میں آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور ہماری لہجہ میں بولا۔ ”آنے والے سردار، اگر تو سکائی والوں کے خلاف برے ارادے لے کر نہیں آیا تو ہم تجھے خوش آمدید کہتے ہیں۔ بے شک شہالا نے جس شخص کو اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے وہ اس صورت میں ہمارے لئے قابل احترام ہے کہ ان کی بستیوں کا انتظام حالات نے شہالا کے ہاتھوں میں دے دیا ہے اور

اس وقت تک جب تک کہ شبالا کی حیثیت کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ شبالا کے احکامات کی پابندی کی جانی چاہئے چنانچہ ہم تجھے شبالا کے قاصد کی حیثیت سے خوش آمدید کہتے ہیں۔ اگر تو چاہے تو ہم تیری مہمانداری بھی کریں گے لیکن شبالا کے مقرر نائب کیا تجھے معلوم ہے کہ ان علاقے کے لوگوں کو کسی سخت بات سے جھکا یا نہیں جاسکتا۔ شبالا کے نائب اگر تو نے ان پر اپنی کوئی حیثیت مسلط کرنے کی کوشش کی تو تجھے اس میں بہت دقتیں پیش آئیں گی۔ ہم نہیں چاہتے کہ سکاٹی روایت کے خلاف آنے والوں کے ساتھ کوئی ایسا سلوک کیا جائے جو تاریخ میں ایک بدناما حیثیت سے سامنے آئے۔ چنانچہ اگر تو دوست کی حیثیت سے گفتگو کرنا چاہتا ہے تو میں سکاٹی کے قاصد کی حیثیت سے تجھ سے بات کرنے کو تیار ہوں لیکن اگر اس کے برعکس تو سکاٹی کے نوجوانوں کو دھمکیاں دیتا ہے تو سن ہم سب مرنا جانتے ہیں اور ہر لمحے مرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ تجھے اپنے ان الفاظ کی اور اپنی کسی بھی کوشش کی بھاری قیمت ادا کرنا ہوگی۔"

سردار داریکا کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ وہ چند ساعت حکیم ہاکو کو دیکھتا رہا اور پھر رات میں کرولا۔

"بوزھے شخص، میں ان الفاظ کو برداشت کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ تیری کمزور شخصیت کو دیکھ کر مجھے تم بھی آتا ہے لیکن تیرے الفاظ سن کر خیال آتا ہے کہ تیری گردن اپنی تلوار کی نوک پر ناگ دوں۔ کاش مجھے اس کی اجازت ہوتی لیکن سردار شبالا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنا مقصد لے کر وہاں جاؤں اور اسے پورا کروں۔ اور اگر اس مقصد میں کوئی مداخلت کی جائے تب میں اپنی تلوار کا استعمال کروں۔ میں تیری ان ساری باتوں کو نظر انداز کر کے تجھے اپنی آمد کا مقصد بتانا چاہتا ہوں اور بوزھے آدمی اس بات کو ذہن میں رکھ کہ اگر میری مقصد براری نہ ہوئی تو سکاٹی کے لوگوں کو بہت بھاری سزا دیا کرنا ہوگا۔" سردار داریکا بھوکے شیر کی طرح غرار ہاتھا۔

"میں صرف تیرا مقصد جاننا چاہتا ہوں سردار داریکا۔" حکیم ہاکو نے سخت لہجے میں کہا۔

"اب سے کچھ عرصہ پہلے یہاں زیور اس آیا تھا۔ شکایا کا سردار زیور اس۔ جسے باغی سردار کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ وہ آج تک نوما کے نام کی زنجیر ہمارا ہے حالانکہ اس زنجیر کی کڑیاں چاروں طرف بکھر چکی ہیں۔ تو چاہتا ہے کہ نوما کا وجود نہیں ہے چنانچہ سردار شبالا سے بغاوت کا خواب دیکھنے والا زیور اس یہاں کس مقصد کے تحت آیا۔ اس بات کا نہ ہمیں علم ہے اور نہ ہم اس بات کو جاننا چاہتے ہیں۔ ہمیں اس علاقے میں ہونے والی تمام سازشوں کی کوئی پروا کوئی فکر نہیں ہے کیونکہ جب ہم ان سروں کو ابھرتے دیکھیں گے تو ان سروں کو سطح سمندر کے اندر ڈبو دینا ہمارے لئے بہت آسان ہوگا۔ یہ الفاظ شبالا کے نائب کی حیثیت سے کہہ رہا ہوں اور ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن اس وقت میں جس مقصد سے آیا ہوں وہ تجھے بتانا چاہتا ہوں۔" شبالا کا نائب داریکا بولا۔

"وقت کیوں ضائع کر رہا ہے داریکا۔ جو بولنا ہے جلد ہی بول، جو کہنا چاہ رہا ہے صاف کہہ۔" حکیم ہاکو نے کہا۔

"زیور اس کا جہاز یہاں آیا، یہاں سے واپس پلانا، ہم نے اس کی مکمل معلومات حاصل کیں۔ زیور اس خود کہاں ہے، کس مقصد کے تحت یہاں آیا یہاں سے کہیں چلا گیا، اس کے بارے میں ہمیں کوئی معلومات حاصل نہیں ہیں، البتہ یہاں سے جاتے وقت زیور اس کا جہاز ماڈرن جزیرے تک پہنچ گیا تھا۔ وہاں شاید سے ضروریات کی چیزیں حاصل کرنی تھیں لیکن وہاں پہنچ کر زیور اس کے جہاز پر موجود لوگوں نے لوٹ مار اور قتل و غارت

گرمی کا بازار گرم کر دیا۔ انہوں نے مانگا ہستی کے سردار تارس کو قتل کر دیا اور ساحل کے نزدیک بہت سے مکانوں کو آگ لگائی پھر وہاں سے چل دیئے۔ زیور اس کے جہاز کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ مانگا ہستی میں لوٹ مار اور قتل و غارت گرمی کا بازار گرم کرنے کے بعد شکایا پہنچا اور شکایا پہنچنے کے بعد وہ پھر وہاں سے چل پڑا اور ہم خود دیکھ رہے تھے کہ زیور اس کا جہاز ساحل پر موجود ہے۔

ہم یہ بھی جاننا نہیں چاہتے کہ مختلف علاقوں سے آنے والے یہ جہاز جو سکائی کے ساحل پر گئے ہوئے ہیں، کس مقصد کے تحت یہاں آئے ہیں اور کیا کرتا چاہتے ہیں؟ ہم ان کی کوئی پروا نہیں کرتے کیونکہ سردار شبالا اتنی چھوٹی موٹی چیزوں کو کوئی حیثیت دینے کا قائل نہیں ہے۔ وہ خود دلیر انسان ہے اسے اپنی حیثیت برقرار رکھنے کے لئے بہت بڑا تعاون حاصل ہے اور وہ کسی بھی سازش سے خوفزدہ نہیں ہے۔ بہر صورت میں جس مقصد کے تحت آبا ہوں، وہ یہ ہے کہ سردار زیور اس اور اس اجنبی شخص کو اس عورت کے ساتھ اور جہاز کے پورے عملے کو جو ہمارے علاقے میں تباہی مچانے کا ذمہ دار ہے اسے ہمارے سپرد کر دیا جائے۔ ہم انہیں تارس کا قاتل اور شبالا کا قیدی بنا کر یہاں سے لے جائیں گے۔ ہم ان لوگوں کو لے کر شکایا جائیں گے۔ راستے میں ہم ان کی حفاظت کی ذمہ داری لیتے ہیں۔ انہیں اس وقت تک کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا جب تک کہ ان کا فیصلہ شبالا نہ کر دے۔ چنانچہ قیدیوں کو ہمارے حوالے کر کے شبالا کی اطاعت کا اعلان کیا جائے۔ ہم صرف اسی مقصد کے تحت آئے ہیں۔"

"ہوں۔" حکیم ہاکو نے گردن ہلائی پھر وہ توہنس سے بولا۔ "سردار داریکا۔ بے شک زیور اس کا جہاز یہاں سے گیا تھا اور وہاں بھی آچکا ہے۔ اس میں موجود لوگ بھی یہاں تک پہنچ چکے ہیں لیکن ہمیں نہیں معلوم کہ راستے میں انہوں نے کیا کیا اور نہ ہی ہمیں انہوں نے اس بات کا کوئی جواب دیا۔ رہی ان کے یہاں آنے کی بات تو علاقے کے جہاز آسانی سے ہر جگہ آ اور جا سکتے ہیں۔ تم لوگوں نے جو پابندیاں لگائی ہیں وہ انتہائی احمقانہ ہیں کیونکہ علاقے کے باشندے ایک دوسرے سے رونا پنا رکھنے کے خواہشمند ہوتے ہیں۔"

رہی زیور اس اور جہاز کے عملے کی گرفتاری کی بات تو اس سلسلے میں، میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے مہلت دے۔ میں اپنی ہستی کے چند سر کر وہ افراد سے گفتگو کر لوں۔ انہیں تیرے آنے کا مقصد بتاؤں۔۔۔۔۔ اور ان لوگوں سے جنہیں تو نے طلب کیا ہے، اس بارے میں معلوم کروں کہ آیا مانگا ہستی میں انہوں نے وہی سب کچھ کیا جو ان پر الزام لگایا گیا ہے یا صرف الزام ہے، یا شبالا صرف زیور اس کی مقبولیت سے خوفزدہ ہو کر کوئی ایسی کارروائی کرنا چاہتا ہے جس کا تو نے ذکر کیا ہے اور جہاز کے دوسرے عملے کو تیرے حوالے کر دوں گا لیکن اگر ہستی والوں نے اس کو نہ مانا تو پہلے میں تجھے اس کی اطلاع دوں گا اس کے بعد تو جو کارروائی بھی مناسب سمجھے کر سکتا ہے۔"

سردار داریکا جو حکیم ہاکو کی باتیں سن کر اور زیادہ برہم ہو گیا تھا۔ شاید طیش میں کچھ اور کہتا لیکن اس کے نزدیک کھڑے ہوئے ایک ہوشیہ شخص نے جو خود بھی زور و تھا، اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

اور داریکا مرکز اس کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر وہ دونوں آہستہ آہستہ سرگوشیوں میں کچھ باتیں کرتے رہے۔ تب حکیم ہاکو نے محسوس کیا کہ داریکا کے چہرے پر نرمی کے آثار ہیں۔ تب اس نے آہستہ سے گردن ہلائی اور کہنے لگا۔

"ہوں۔ سکائی ہستی کے مالک، سکائی کے نمائندے تیرا نام کیا ہے؟" داریکا نرم لہجے میں بولا۔

”میں حکیم ہا کو ہوں۔“

”تو سن حکیم ہا کو۔ لگنا یوں ہے کہ تو یہاں کا وانا شخص ہے اور شاید زبور اس کی طرح شہالا کا باغی بھی، جس کا اندازہ تیرے الفاظ سے ہوتا ہے۔“

”ہاں۔ اس میں شک نہیں ہے دار بکا۔ میں نہ صرف شہالا کا باغی ہوں بلکہ زبور اس کے حامیوں میں سے ہوں۔“

”بہر صورت حکیم ہا کو یہ تیرا اپنا فعل ہے۔ بہر حال شہالا نے اس سلسلے میں کوئی حکم نہیں دیا اور نہ میں تجھے بھی گرفتار کر کے شہالا کی خدمت

میں لے جاتا اور اسے تیرے گستاخانہ الفاظ کے بارے میں بتاتا۔ میں اس بات پر توجہ نہ دوں گا۔۔۔ لیکن آخری بار یہ الفاظ کہہ رہا ہوں کہ سکائی کے

باشندوں کو میرا پیغام پہنچا دے کہ اگر وہ شہالا سے بغاوت کریں گے تو زندگی نہیں پاسکیں گے۔ ہمیں ہر قیمت پر زبور اس چاہیے۔ ہم اسے یہاں سے

لے کر جائیں گے کہ ہمیں اسی لئے یہاں بھیجا گیا ہے۔ رتی مشورے کی بات تو میرا خیال ہے اس کے لئے ایک رات کافی ہوگی۔ ساری رات میں تو

سکائی بستی کے لوگوں کو جمع کر لے اور ان سے پوچھ کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ سورج نکلنے کے بعد ہم اسی ساحل پر تیرا انتظار کریں گے اس کے بعد دوسری

کارروائی کا آغاز۔“

”نہیک ہے۔ میں پھر ڈیٹس کس کرنا ہوں کہ اگر تم چاہو تو سکائی کے مہمانوں کی حیثیت سے رات بسر کرو۔“

”نہیں۔ ہم تمہارے دوست نہیں ہیں حکیم ہا کو۔ اس لئے مہمان بن کر نہیں رہ سکتے اور نہ ہی تیری پیش کش قبول کریں گے۔ ہم جا رہے

ہیں۔“ اس شخص نے کہا اور پھر اپنے ساتھیوں کو دونوں ہاتھوں سے اشارہ کر کے واپس پلٹ پڑا۔ ان کا رخ ساحل پر نکلنا انداز جہاز کی طرف تھا۔

حکیم ہا کو اور دوسرے لوگ جانے والوں کو دیکھ رہے تھے۔ میں لکڑی کے مینار سے ان لوگوں کی گفتگو پہ آسانی سے رہا تھا اور ہا کو کی گفتگو

سے کافی حد تک مطمئن بھی تھا۔ بہر صورت میں اندازہ لگا چکا تھا کہ ایک خطرناک صورتحال پیدا ہو چکی ہے اور اس کے لئے میرے ذہن نے تیزی

سے کام کرنا بھی شروع کر دیا تھا۔

میں سکائی والوں کو بہترین موقع فراہم کرنا چاہتا تھا اور اس کے لئے میں نے اپنے ذہن میں ایک بہترین منصوبہ ترتیب دے لیا تھا۔

چنانچہ جب کشتیاں واپس جہازوں تک پہنچ گئیں تو میں نیچے اتر آیا۔ سکائی کے لوگ منتشر ہو چکے تھے۔ لیکن لکڑی کے مینار پر پہرا اور سخت

کردیا گیا تھا۔ میں نے انہیں ہدایت کی تھی کہ وہ رات کی تاریکی میں بھی ان لوگوں پر پورے ہوش و حواس کے ساتھ نگاہ رکھیں۔ میں حکیم ہا کو کے پاس

چل دیا۔ ہا کو نے زبور اس اور میری موجودگی تسلیم کر کے عقل مندی کا ثبوت دیا تھا۔ ظاہر ہے اس بات سے انحراف کوئی عقل کی بات نہ تھی جبکہ جہاز کو

ساحل پر صاف دیکھا جاسکتا تھا۔

تب ہم سب حکیم ہا کو کے مکان پر پہنچ گئے۔ سکائی کے پر جوش نوجوان میرے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور انھ سے سوالات کر رہے تھے۔

میں نے حکیم ہا کو کو کچھ مشورے دیئے اور حکیم ہا کو رک گیا۔ تب اس نے چند نوجوانوں کو طلب کیا اور آہستہ سے بولا۔

”نوجوانوں! تم نے دیکھا کہ زورہ ہمارے بارے میں کیا ارادہ لے کر آئے ہیں؟“

”ہاں۔ ہم نے دیکھا بھی ہے اور محسوس بھی کیا ہے۔“

”تو پھر تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا ہم شہاؤ کی برتری تسلیم کر کے فوٹا کو نظر انداز کر دیں؟“ حکیم ہاکو نے پوچھا۔
 ”ہرگز نہیں۔“ نوجوان پر جوش لہجے میں چلائے۔

”تو پھر تم ان لوگوں سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو؟“

”ہاں۔ ہم سب اپنا خون بہانے کے لئے تیار ہیں۔“

”لیکن میں نہیں چاہتا کہ تم لوگ صرف خون بہاؤ۔ تم صرف اپنا خون نہیں بہاؤ گے بلکہ آنے والوں کو ان کے خون میں نہلاؤ گے۔“
 ”ہاں۔ ہم عہد کرتے ہیں۔“ نوجوان پر جوش لہجے میں بولے۔

”تو پھر نوجوانو! حکیم ہاکو اعلان کرتا ہے کہ اپنے اپنے گھروں میں جاؤ اور اپنے اپنے ہتھیار لے کر واپس آؤ۔ ہم جنگ کریں گے۔“
 ”ہاں ہم جنگ کریں گے۔“ نوجوان چلائے۔

”آج اگر ہم نے زیور اس کو ان کے حوالے کر دیا تو وہ دوبارہ کسی بھی شخص کو طلب کر کے ہماری بے عزتی کر سکتے ہیں۔“ حکیم ہاکو نے کہا۔
 ”حکیم ہاکو ہم تیرے احکامات کی پابندی کریں گے۔ ہم تیرا پیغام بستی بستی کے گھر گھر میں پہنچائیں گے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تیرے سامنے ایک بہترین فون بن کر آئیں گے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ دشمنوں کے لئے ہم خوفناک فوج ثابت ہوں گے اور کل صبح ہم ان لوگوں کو ان کے سخت الفاظ کا مزہ چکھائیں گے۔“

”تو ٹھیک ہے نوجوانو۔ تم ساری رات مصروف رہو کل صبح تمہیں ایک بہترین فون کی طرح تیار رہنا چاہئے۔“

”ایسا ہی، گا حکیم ہاکو ایسا ہی ہوگا۔“ جوانوں نے کہا اور پھر وہ واپس چل پڑے۔ ٹھوڈی دیر کے بعد ہم چند باخیزت لوگوں کے ساتھ فوٹا کے پاس موجود تھے۔

فوٹا تشریٹاک ڈنگا ہوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے سنجیدگی سے مجھے دیکھا اور آہستہ سے بولا۔
 ”کیا ہا سہوتا؟“

”خطرناک بات ہے فوٹا۔“

”معلوم ہوا کہ وہ لوگ کیوں آئے ہیں؟ ان کا مقصد کیا ہے؟“

”ہاں۔ ان کا مقصد زیور اس اور مجھے گرفتار کر کے شکا یا لے جانا ہے۔“ میں نے کہا۔

”اود۔“ فوٹا کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اس نے میری طرف گہری نگاہوں سے دیکھا اور بولا۔

”کیا خیال ہے سہوتا؟ اب تیرا ذہن کیا کہتا ہے؟“

”میں نے کہا تھا فوٹا کہ اگر تم معاملات کو صرف میرے اوپر چھوڑ دو گے تو میں خود ان لوگوں سے نمٹ لوں گا۔ باقی اگر کسی اور کے ذہن

میں کوئی بہتر تجویز ہو اور وہ کوئی مناسب رائے دے سکے تو میں اس کا خوش دلی کے ساتھ خیر مقدم کروں گا۔“

"اور سبوتا.. ایسی بات نہیں ہے.. میرا اپنا خیال ہے کہ میں مکمل طور پر تیرے اد پر بھروسہ کرتا ہوں.. اگر تو کسی مسئلے کو حل کرنے کے لئے اپنی خدمات پیش کر دیتا ہے تو میرا خیال ہے اس کے بعد اس سے بہتر صورت حال کوئی اور نہیں... کہ ہم سب تجھ پر بھروسہ کریں.. میں ایک بار پھر تجھ پر اعتماد کرتے ہوئے یہ بات کہتا ہوں کہ تو اس مسئلے کو جس طرح چاہے نمٹا.. ہم سب تیرے معاون تو ہوں گے لیکن کسی بھی سلسلے میں تیرے کام میں مداخلت نہیں کریں گے.. تیرے منصوبوں میں رکاوٹ نہیں ڈالیں گے.. فونما نے کہا..

"شکر یہ فونما.. میں نے فونما کے اس بھروسے کا احترام کیا.. حالانکہ اس میں میرا ذاتی مفاد کچھ نہ تھا لیکن بہر صورت میں جو کچھ بھی کر رہا تھا فونما کے لئے کر رہا تھا.. اور پردیس، جب فونما نے کوئی بات کہہ دی تو کس کی مجال تھی کہ کوئی فونما کی بات پر اپنی بات حاوی کرنے کی کوشش کرتا..

میں نے جو کچھ سوچا تھا اس کا اظہار کرنا مناسب ہی کیا تھا.. یہ سوچ کر میں نے حکیم ہاکو کو مخاطب کیا..

"کہو سبوتا.. کیا کہنا چاہتے ہو تم؟" حکیم ہاکو نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا..

"حکیم ہاکو وہ لوگ جیسے زیور اس اور اس جہاز کے عملے کو ہی طلب کر رہے ہیں نا؟"

"ہاں.. حکیم ہاکو نے جواب دیا..

"زیور اس کا جہاز ہمارے پاس موجود ہے.."

"ہاں ہے.."

"لیکن جتنے لوگ واپس جا چکے ہیں ان کے بارے میں ہمیں اس شخص کو بتانا ہوگا جس کا نام داریکا ہے.. ہم اسے کھلی چھٹی دیں گے کہ وہ اگر چاہے تو ہستی میں ان لوگوں کو تلاش کرے، اس کے ساتھ غلط بیانی سے کام نہ لیا جائے گا اور پھر حکیم ہاکو ہمیں ان لوگوں کے حوالے کر دیا جائے.."

"کیا مطلب سبوتا؟" حکیم ہاکو مضطرب انداز میں اٹھ کھڑا ہوا تھا.. لوگوں کے منہ تجب سے کھل گئے تھے.. خود فونما کی حالت عجیب سی ہو گئی تھی.. تب اس نے مضطرب انداز میں کہا..

"انسوس، انسوس، ہم وعدہ کر چکے ہیں سبوتا.. تیرے کسی معاملے میں دخل نہ دیں گے لیکن ہمیں یہ تو ہتا کہ یہ کیسی تیرے ہے.. اس سے کیا ہوگا اور کیا یہ ہمارے لئے ایک ذہنی صبر آزمائے امتحان نہیں ہے؟ ہم اپنے دشمن کو اپنے دشمن کے حوالے کر دیں.. سبوتا تو ہمیں بتا یہ کیسی آزمائش میں ہمیں ڈال رہا ہے.."

"فونما.. میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ اگر تو میرے معاملات میں مداخلت نہیں کرو گے تو فائدے میں رہو گے.. میں اس سلسلے میں تمہیں کوئی بات بتانے سے قاصر ہوں لیکن میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس پر اسی انداز سے عمل کیا جائے جس طرح میں کہہ رہا ہوں.. میں تمہیں اس بات کا یقین دلانا ہوں کہ ان لوگوں کو عبرتناک شکست دی جائے گی اور ممکن ہے ہماری جنگ کی ابتدا اسی طریقے سے ہو.. میں نے کہا اور ان کے چہرے چمک اٹھے..

"اور.. اس کا مطلب ہے تیرے ذہن میں کوئی خاص منصوبہ ہے؟" فونما نے کسی تدر پر امید لہجے میں کہا..

"ہاں فونما.. ظاہر ہے میں خود کو دشمنوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر تم لوگوں کی جاں بخشی نہیں چاہتا.. میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ سب

ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔ تب فومانے کہا۔

”نھیک ہے حکیم ہاکو۔ سیونا کے ادکامات کی تفصیل کی جائے۔“

”صبح کو! میں نے کہا۔“

حکیم ہاکو گردن ہلانے لگا تھا پھر میں نے کہا۔

”صبح کو تم داریکا سے ملاقات کرو گے حکیم ہاکو اور اسے بتاؤ گے کہ تم اس کی شرائط ماننے کو تیار ہو۔ دوسری طرف رات بھر کے جاگے ہوئے

اور جوش میں ڈوبے ہوئے سکائی کے باشندوں کو ٹھنڈا کرنا مقصود ہے۔ ان سے کہا جائے کہ جنگ ضرور ہوگی لیکن اس کے لئے انہیں چند ساعت

انتظار کرنا ہوگا۔ انہیں تابو میں کرنا بہت ضروری ہے حکیم ہاکو ورنہ صورت حال بگڑ بھی سکتی ہے۔ میں نے حکیم ہاکو کو ہدایت کی۔

”ہاں بے شک یہ مشکل کام ہے۔ وہ لوگ جس انداز میں پھرے ہوئے نظر آ رہے تھے اس سے احساس ہوتا تھا کہ وہ ہر قیمت پر جنگ

چاہتے ہیں لیکن بہر صورت میرا خیال ہے میں انہیں سنبھال لوں گا۔ اس کے لئے ہمیں چند لوگوں سے کام لینا ہوگا۔“

”چند لوگوں سے تمہاری مراد کیا ہے حکیم ہاکو؟“ میں نے پوچھا۔

”میں تمہیں بتا رہا تھا سہوتا، مقصد میرا یہ تھا کہ اگر داریکا تیار ہو جائے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر وہ تم لوگوں کو گرفتار کرے تو پھر ہمیں کیا کرنا

چاہئے؟ اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے سیونا؟“ حکیم ہاکو نے پوچھا۔

”جتنے لوگ یہاں موجود ہیں حکیم ہاکو، بشک کی شمولیت کے ساتھ، میرا مقصد ان افراد سے ہے جو یہاں موجود ہیں ان میں بشک بھی

شامل ہے۔ تو ان لوگوں کو اور مجھے داریکا کے حوالے کر دیا جائے۔“

”اور نھیک ہے۔ بشک کی بیوی کے بارے میں کیا خیال ہے؟“

”ہرگز نہیں۔ بولا کہ بہر صورت محفوظ رکھا جائے۔“

”شمانہ۔ وہ اس لڑکی کا بھی مطالبہ کر رہے ہیں۔“

”شمانہ۔ ہاں وہ میرے ساتھ جانے گی۔ میں نے جواب دیا۔“

”نھیک ہے جیسی تمہاری مرضی لیکن ہم انتہائی تشویش میں مبتلا ہیں گے۔“ حکیم ہاکو نے کہا۔

”میں اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا حکیم ہاکو۔“ میں نے کسی قدر درشت لہجے میں کہا۔

بلادجہ یہ لوگ فضول باتیں کر کے میرا ذہن بھی پراگندہ کر رہے تھے۔ بہر صورت فومانے دوسرے لوگوں کو اشارہ کیا اور سب خاموش ہو

گئے۔ تب ہم اپنی رہائش گاہ کی طرف چل پڑے۔ رات کو شمانہ نے مجھ سے اس بارے میں سوال کیا۔ وہ خود بھی خاصی تشویش زد نظر آ رہی تھی۔ اس

نے مجھے بتایا۔

”بہستی کا گشت کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ نوجوان بری طرح جوش و خروش میں مبتلا ہیں۔ اور سب کے سب اپنے ہتھیار تیار کر رہے ہیں اور

آنے والوں سے مقابلہ کرنے کے لئے پورے طور سے تیار ہیں۔"

"ہاں شانہ ان لوگوں کو جنگ کرنا ہے۔"

"لیکن تم نے کیا طے کیا؟ صبح کو داریکا سے کیا بات طے کی جائیگی؟"

"ہم لوگوں کو داریکا کے حوالے کر دیا جائے گا۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟" شانہ تعجب سے بولی۔

"ہاں شانہ۔ ہم سب خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر رہے ہیں جس میں تو بھی شامل ہوگی۔"

"اودھوتانا۔ تو جو بات کہے اس کے بارے میں ہانت کرنے کا مجھے کوئی حق نہیں اور نہ ہی کوئی سوال کرنا چاہتی ہوں کیونکہ مجھے اس سلسلے

میں کوئی تشویش نہیں لیکن اگر میں تجھ سے یہ پوچھوں کہ کیا اس بارے میں حیران کوئی خاص منصوبہ ہے تو کیا مجھے اس بات کو پوچھنے کا حق ہے؟" شانہ سہجے ہوئے پر دقار لہجے میں بولی۔

"ہاں کیوں نہیں شانہ۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تو پھر مجھے بتا۔"

"کس بارے میں شانہ؟ کیا تیرا مقصد داریکا کی منتقلی کی غیر ضروری باتوں سے بے یا گرفتاری ہے؟"

"میرا مقصد گرفتاری کے بارے میں ہے سہوتا۔ ہم خود کو گرفتاری کے لئے کیوں پیش کر رہے ہیں؟"

"شانہ۔ ہمیں انتہائی ذہانت سے یہ سب کچھ کرنا ہے۔ اگر ہم ساحل پر کھڑے ہوئے جہازوں سے یہ محاسمت مول لے لیتے ہیں تو سکاٹی

کے معصوم باشندوں کو کافی تکالیف سے دوچار ہونا ہوگا۔ انہیں کافی نقصانات اٹھانا پڑیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان لوگوں پر کوئی ایسی ضرب لگاؤں جو ان کی توقع کے خلاف ہو اور اس کے لئے میں سکاٹی والوں کو تیار ہونے کا پورا پورا موقع دینا چاہتا ہوں۔ ایک رات ان لوگوں کی تیاری کے لئے کافی نہیں ہے۔"

"ہاں سہوتا۔ ایک رات میں جنگی فوجوں کو تیار کرنا بڑا مشکل کام ہے۔"

"اسی لئے شانہ میں چاہتا ہوں کہ انہیں اچھا خاصا وقت مل جائے تاکہ وہ اپنا قیمتی وقت تیاریوں میں صرف کر سکیں۔ اس کے بعد ہم ان

لوگوں سے جنگ کریں گے۔ میں جنگ میں ذرا سی تبدیلی چاہتا ہوں اور یہ کھیل اسی لئے چاہتا ہوں۔"

"تو بہت ذہین ہے سہوتا۔" شانہ خوشی سے بولی اور پھر اس نے آگے بڑھ کر اپنے نرم اور خون کی طرح سرخ اور گرم ہونٹ میرے ماتھے پر

رکھ دیئے اور میں ہونٹوں کی اس لذت کو محسوس کرنے لگا۔ "لیکن یہ سب کچھ ہوگا کیسے؟" وہ پیار سے میرے شانے پر اپنا سارا ابو جھڈا اتتی ہوئی بولی۔

"تم دیکھتی رہو شانہ یہ سب کچھ کیسے ہوگا۔"

"ویسے تو مجھے یقین ہے سہوتا کہ تو جو کچھ سوچے گا بہترین سوچے گا۔ جو کچھ کرے گا نہایت ذہانت سے کرے گا بس یونہی ذہن میں

تسویش تھی۔ ہم جیسے اس بات کی کوئی پردہ نہیں ہے میں خود کو گرفتاری کے لئے پیش کرنے کو تیار ہوں۔۔۔
 "مجھے یقین ہے شانہ۔ ایسی بھی کیا بات ہے۔۔۔ میں نے تمہاری موجودگی کے بغیر حکیم باکو سے کہہ دیا تھا کہ میرے ساتھ شانہ بھی خود کو گرفتاری کے لئے پیش کرنے گی۔ ہاں ایک بات میں تم سے کہوں گا۔۔۔"
 "کیا سہو؟"

"کیا تو خود کو جنگ کے لئے تیار پاتی ہے؟"

"اورد۔ سہو۔ اگر تو ساتھ ہوگا تو میں دشمنوں کو قتل کرنے میں کتنی پھرتی اور مہارت کا ثبوت دیتی ہوں۔"
 "مجھے یقین ہے شانہ۔ جب میں تیرا دشمن تھا تو تو نے میرے سلسلے میں بھی بہت کچھ دکھایا تھا۔ وہ تو میری خوش قسمتی تھی کہ میں بچ گیا۔۔۔ میں نے کہا اور شانہ نے اپنا سر میرے سینے پر رکھ دیا۔ میرے دونوں ہاتھوں نے اس کی کمر کے گرد بالہ بنا لیا تھا۔"
 "مجھے بار بار وہ منہوں لمحات یاد آتے ہیں۔ مجھے شرم آتی ہے اور افسوس بھی ہوتا ہے۔"
 "اس میں افسوس کی کیا بات ہے شانہ۔ جب تک میں تمہارا دشمن تھا تمہاری کارروائیاں درست تھیں۔ میں نے شانہ کو چڑایا۔"
 "نہیں سہو تائیں۔ ایسی بات نہیں ہے۔ تمہیں پتہ ہے میں نہایت دکھ بھرے انداز میں سوچتی ہوں۔ اگر میرا خنجر تمہیں خردش بھی پہنچاتا تو میں شاید یہ احساس ہونے کے بعد زندگی بھر خود کو معاف نہ کر سکتی۔"

دوسری صبح سورج نکلا ہی تھا کہ جہازوں سے کشتیاں چل پڑیں۔ ہم سب جاگ رہے تھے۔ میں نے حکیم باکو کو قریب بلا۔ نوامات میں رخصت ہو کر آیا تھا۔ نوامات کو اس بارے میں کوئی تفصیل نہیں بتائی گئی تھی۔ تب حکیم باکو سے میں نے کہا۔۔۔
 "حکیم باکو میں تمہیں صرف چند چیزیں بتاؤں گا بعد میں حالات تم خود دیکھ لینا۔ راصل میں ایسے حالات پیدا کرنا نہیں چاہتا کہ تم سب تجسس میں رہو البتہ میں نے جو تفصیل تمہیں نہیں بتائی ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ حالات کے بارے میں مجھے خود بھی اندازہ نہیں ہے کہ وہ کون سا رخ اختیار کریں گے۔"

بہر صورت میں خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر رہا ہوں۔ میرے ساتھ جو لوگ ہیں وہ بھی تیرے منصوبے میں شریک ہوں گے۔ میں بہت جلد واپس آؤں گا اس دوران۔ کائی کے باشندوں کو جنگ کے لئے تیار کرنا تمہارا کام ہوگا۔ انہیں جنگ کے لئے مکمل طور سے تیار کر لو اور اس کے بعد یہ جو جہاز کھڑے ہوئے ہیں میری مردان جہازوں سے ہے جو ہارنی ملکیت ہیں، انہیں پوری طرح لیس کر لو۔ میں کوشش کروں گا کہ تقریباً ایک یا دو دن میں انہیں خود میں الجھائے رکھو اور پھر جب میں واپس آ جاؤں تو مجھے تیار یا مکمل ملنی چاہئیں۔ بعد کے حالات جو کچھ بھی ہوں گے اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ ان کے لئے پہلے سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے بہر صورت میرا خیال ہے تم مطمئن ہو گئے ہو گے؟"
 "اورد سہو۔ تیرے ذہن میں کوئی عظیم منصوبہ کام کر رہا ہے جسے میں سمجھ رہا ہوں لیکن میرے عزیز دوست اگر صورت حال تیرے قابو میں نہ آسکی تو۔۔۔"

”حکیم ہاکو تم، کچھ چلے ہو جس صورت حال پر میں عمل کرنے کا تہیہ کر لیتا ہوں، وہ بہر صورت میرے قابو میں ہوتی ہے۔ اس وقت بھی میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ جو کچھ کہہ رہا ہوں وہی ہوگا۔ اس سے ایک بھی چیز مختلف نہ ہوگی۔“

”تیرے لہجے کی صداقت اس بات کا یقین دلا رہی ہے سوتا کہ تو جو کچھ کہہ رہا ہے وہی کرنے گا۔“ حکیم ہاکو نے کہا۔

”ہاں حکیم ہاکو۔ میں ان لوگوں کو عبرتناک شکست دینا چاہتا ہوں۔ یہ جہاز ہمارے قبضے میں ہوں گے اور اس کے بعد... اس کے بعد تم دیکھو گے حکیم ہاکو، سردار داریکا اور اس کے تمام پیشروں کے سارے منصوبے دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔ میں اپنے منصوبے پر عمل کرنے کا پورا پورا ارادہ رکھتا ہوں۔ تم داریکا کے آنے پر مجھے لے کر چلو اور اس کے سامنے پیش کرو۔“

”ان کی کشنیاں جہازوں سے چل پڑی ہیں۔“ حکیم ہاکو نے کہا۔

”ہاں۔ وہ تھوڑی دیر کے بعد ساحل پر پہنچ جائیں گے۔ تب تم مجھے اس کے سامنے پیش کر سکتے ہو۔“

”ٹھیک ہے۔“ حکیم ہاکو نے کہہ کر ہلائی۔ اس کی آنکھوں میں اضطراب کے آثار تھے لیکن میں نے اب اس کی طرف توجہ دینا چھوڑ دی

تھی۔ میں اپنا کام بہر صورت اپنی مرضی کے مطابق کرنا چاہتا تھا اور پروفیسر، جذبات کو اتنا نازک بھی نہیں ہونا چاہئے۔ کم از کم میرا تو یہی خیال تھا۔ بہر صورت کشنیاں ساحل پر پہنچ گئیں۔ سردار، داریکا اور دوسرے افراد جن کی تعداد کسی طور پچاس بچپن سے کم نہ ہوگی، مسلح ساحل پر آئے اور پھر سردار داریکا انہیں نین آدیوں کے ساتھ آگے بڑھا جن کے ساتھ پچھلی شام اس نے ہم لوگوں سے گفتگو کی تھی۔ حکیم ہاکو داریکا کی پیشوائی کے لئے موجود تھا۔

نو جوانوں کو روکنے کے لئے باقاعدہ انتظام کیا گیا تھا۔ یہ سب کچھ حکیم ہاکو کی کارروائی تھی۔ نہ جانے اس بے چارے نے کن کن مشکلات سے یہ سب کچھ کیا تھا اور اس وقت ساحل پر ہم چند افراد کے سوا کوئی نہ تھا۔ نو جوان پر جوش ہونے ہیں جذباتی ہو سکتے ہیں اس لئے انہیں ساحل سے دور ہی رکھا گیا تھا۔ تب داریکا سینے تانے آگے بڑھا اور حکیم ہاکو کے مقابل پہنچ گیا۔

”سکائی کے مدبر، مجھے یقین ہے کہ تم نے تدبیرت کام لیا ہوگا اور کوئی بہتر بات سوچی ہوگی۔“ وہ بلند آواز میں بولا۔

”ہاں میں نے جو کچھ سوچنا تھا سوچ چکا ہوں۔“ حکیم ہاکو نے جواب دیا۔

”ہاں تو میں اس کے سننے کا منتظر ہوں کہ کیا جواب ہے تیرا جو میں شبالا کو دوں۔“

”شبالا۔“ حکیم ہاکو نے بھاری آواز میں کہا۔ ”بہر صورت وہ جس طرح بھی بنا ہماری قسمتوں کا مالک بن چکا ہے۔ ہم اس سے بغاوت کا

کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ ہم اسے دل سے پسند نہیں کرتے۔ چونکہ وہ تم زردروزی کی تخلیق ہے۔

بہر صورت اس سے تعاون کرتے ہوئے اور تم سے تعاون کرتے ہوئے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ان لوگوں کو تمہارے حوالے کر دیں جو اس

وقت زیور اس کے جہاز میں موجود تھے جب تاریں پر حملہ کیا گیا۔“

”خود زیور اس کہاں ہے؟“

"زیور اس شکایہ! لیکن جا چکا ہے۔" حکیم ہا کو نے جواب دیا۔

"ناممکن..... یہ غلط ہے۔"

"بالکل ممکن ہے۔ ذرا بھی غلط نہیں ہے۔ تم جس وقت شکایہ! لیں جاؤ تو زیور اس کے بارے میں معلوم کر سکتے ہو۔ اگر وہ وہاں نہ ہو تو تم دو بار دوایں! کر ہم سے اس کا مطالبہ کر سکتے ہو۔" حکیم ہا کو نے کہا۔

"لیکن زیور اس کا جہاز تو یہاں موجود ہے۔"

"ہاں۔ زیور اس اپنا جہاز یہاں چھوڑ گیا ہے۔ دو دوسرے لوگوں کے ساتھ گیا ہے۔ غالباً وہ اس کا کوئی کام ہوگا جس کے بارے میں ہمیں قطعی کوئی علم نہیں ہے۔"

"اوہ۔ لیکن میں اس انوکھے شخص کو چاہتا ہوں جس کے بارے میں سنا گیا ہے کہ وہ بے حد طاقتور ہے اور اس کا بدن سنبھلے رکھتے کی مانند چمکتا ہے۔ اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی جو بے حد خوبصورت تھی اور اس لڑکی نے ہمارے سردار تارس کو قتل کیا تھا۔"

"ہاں۔ دونوں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ زیور اس کے وہ پانچ آدمی بھی جو اس وقت جہاز میں موجود تھے، جب جہاز مانگا جزیرے پر پہنچا تھا۔"

"ہوں۔ لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے حکیم ہا کو کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو درست کہہ رہے ہو؟ ممکن ہے تم نے چند لوگوں کو ہمارے حوالے کرنے کا ارادہ کیا ہو اور باقی لوگوں کو پوشیدہ رکھنا چاہتے ہو۔"

"دیکھو داریکا۔ سکائی ہستی کے نوجوان پر جوش ہیں لیکن جو شیے نوجوانوں کے جوش کو ٹھنڈا کرنے میں بزرگوں کا تدبیر کام آتا ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ ان نوجوانوں کو تمہارے مقابلہ نہ آنے دوں کیونکہ یہ فعل بغاوت کے مترادف ہوگا اور میں نہیں چاہتا کہ سکائی کے نوجوان شہلا کے تیر کا شکار ہوں، چنانچہ میں نے تم سے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل درست ہے۔ اگر میں تم سے فریب کرنا چاہتا تو ان لوگوں کو بھی پوشیدہ رکھ سکتا تھا لیکن میں خلوص دل کے ساتھ انہیں تمہارے حوالے کر رہا ہوں۔ اگر انہوں نے شہلا سے کوئی غداری کی ہے تو ان کا اور شہلا کا معاملہ ہے۔ یہ لوگ خود کو گرفتاری کے لئے پیش کرنے پر تیار نہیں تھے۔ یہاں ان کے چند ساتھی بھی موجود تھے جو ان کا ساتھ دینا چاہتے تھے اور ان کا ساتھ دیتے ہوئے میری مخالفت پر اتر آئے تھے۔ لیکن میں نے نوجوانوں کو ٹھنڈا کیا، تھوڑا سا دبا دبا کر حاصل کرنے کے لئے میں نے ان لوگوں کو قربان کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔" اور پروفیسر میں حکیم ہا کو کی چالاکی پر مسکرا پڑا۔ کانی اچھا انداز تھا اس کا۔ کوئی بھی شبہ نہیں کر سکتا تھا اس پر۔

حکیم ہا کو کچھ اور بھی کہہ رہا تھا۔ سو میں نے اپنا ذہن پھر اس کی طرف لگا دیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"بہر صورت وہ تمہارے قیدی ہیں، تم انہیں لے جا سکتے ہو۔ ہاں اگر تمہیں میری بات کا یقین نہ ہو تو پھر اپنے ذرائع سے کام لیتے ہوئے پوری ہستی کھجال ڈالو۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ جس طرح چاہو معلومات حاصل کرو کہ کیا میری بات غلط ہے۔ اگر تو میری بات درست ثابت ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ تم جو چاہو کرنے کے حقدار ہو۔ البتہ میں تمہیں صرف اتنا بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر اس تلاش کے دوران کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آجائے تو اس کی ذمہ داری پوری ہستی پر نہیں ہوگی۔"

داریکا پر خیال انداز میں ٹھوڑی کھانے لگا۔ جو کام آسانی سے ہو رہا تھا اس کے لئے مشکلات میں پڑنا کیا معنی رکھتا ہے۔ بلاشبہ وہ خطرناک شخص تھا، شبالا کا پروردہ۔ وہ چاہتا تھا کہ سکاٹی کے لوگوں کو نقصان پہنچانے لیکن بہر صورت وہ احکامات سے بھی مجبور تھا اور پھر یہ بات بھی تھی کہ اگر اس کے آدمی سکاٹی کے لوگوں کے مقابلے پر آتے تو اتنا ضرور ہوتا کہ کچھ افراد سکاٹی کے قتل ہوتے تو کچھ اس کے بھی قتل ہوتے اور اس قسم کی کوئی جنگ نہیں چاہتا تھا۔ وہ اس جنگ سے جان بچانا چاہ رہا تھا چنانچہ ٹھوڑی: بر کے بعد بولا۔

”ٹھیک ہے بزرگ شخص، میں تیری بزرگی کا احترام کرتے ہوئے تیری بات تسلیم کرتا ہوں۔ لاوا لوگ کہاں ہیں، انہیں میرے حوالے کر دے۔“

”قیدیوں کو لایا جائے۔“ حکیم ہاکو نے کہا اور ہٹک، اس کے چار آدمی، میں اور شانہ داریکا کے سامنے پہنچ گئے۔

داریکانے ان لوگوں پر ایک نگاہ ڈالی اور ایک بوڑھا شخص اس کے سامنے جھک گیا۔

وہ داریکا کو ہمارے بارے میں بتا رہا تھا۔ تب داریکانے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا: ”ہوں۔ یہی وہ شخص ہے اور اس کی ساتھی لڑکی بھی وہی ہے اور تم۔“ اس نے ہٹک کی طرف دیکھا۔

”اس وقت تم شاید اس جہاز کے نگران تھے۔“ اور میں حیران رہ گیا کہ اس شخص کو یہ باتیں کیسے معلوم... لیکن پھر ایک شخص نے آگے نکل کر کہا: ”ہاں۔ اس وقت زیور اس جہاز پر موجود تھا۔ میں نے خود ان سب کو دیکھا تھا۔“

میری سمجھ میں بات آگئی۔ وہ بوڑھا شخص ہم لوگوں کو پہچانتا تھا۔ بہر صورت ہمیں اس سے کوئی غرض نہ تھی، ہم تو خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر چکے تھے اور اب آسانی سے گرفتار ہو جانا چاہتے تھے۔

”دیکھو، ان لوگوں کے پاس کوئی ہتھیار وغیرہ تو نہیں ہے۔“ داریکانے اپنے آدمیوں سے کہا اور وہ چند آدمی ہمارے نزدیک پہنچ گئے۔ انہوں نے ہمارے بدن نولے۔

ہمارے پاس کچھ تمنا ہی نہیں جس پر ان لوگوں کو اعتراض ہوتا چنانچہ ہمارے ہاتھوں میں رسیاں ڈال دی گئیں۔

سوئی رسیوں سے میرے اور شانہ اور دوسرے افراد کے ہاتھ باندھ دیے گئے تھے۔ ہاکو کے چہرے پر شدید اضطراب کے آثار تھے۔ ہٹک بھی پریشان لگا ہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا لیکن بہر صورت کچھ بولا نہیں۔ وہ سب میری ہدایات پر عمل کر رہے تھے۔

تب ہمیں کشتیوں کی طرف لے جایا گیا۔ داریکا حکیم ہاکو کی طرف رخ کر کے بولا۔

”ٹھیک ہے اے مدبر شخص، تیرا فیصلہ نہایت مناسب ہے اور میں تیرے اس تعاون کی اطلاع بھی شبالا کو دوں گا۔ میں خوش ہوں۔“

ہاکو نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ میں صرف ایک بات کا اندازہ کر رہا تھا اور مجھے خوشی ہوئی یہ دیکھ کر کہ ہم سب کو ایک ہی کشتی میں سوار کیا گیا اور یقیناً یہ کشتی ایک ہی جہاز سے لگنے والی تھی۔

اگر وہ ہمیں منتشر کر دیتے اور مختلف جہازوں میں منتقل کر دیتے تو شاید مجھے اپنے کام میں بے حد دشواری پیش آتی۔

لیکن اس وقت خوش بختی نے ساتھ دیا تھا سو ہم سب کو ایک ہی جہاز پر منتقل کیا گیا۔ رسیوں کی میزھی جہاز سے لگی اور ہم کشتیوں سے جہاز

میں نے کہا: "میں اندازہ لگا چاہتا ہوں شانہ کہ اس جہاز پر کتنے افراد موجود ہیں۔ کیا تم اس بارے میں اندازہ لگا سکتی ہو؟"

"ہاں ہاں، کیوں نہیں۔"

"تو پھر بتاؤ؟"

شانہ بھی خاموش نکا ہوں سے میری طرح جہاز پر دیکھنے لگی جو افراد کام کر رہے تھے اور جو لوگ گھوم پھر رہے تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ان کے علاوہ اور لوگ موجود نہیں ہیں۔ ہوتے تو کسی نہ کسی طرح سامنے آتے۔

داریکا اس جہاز پر موجود نہیں تھا۔ اس کا جہاز دوسرا تھا۔ وہ اپنی کشتی سے دوسرے جہاز میں چلا گیا تھا۔

بہر حال یہ بھی ہمارے لئے فائدہ مند بات تھی کہ وہ سردار تھا اور ٹیمینی طور پر در سے ادگوں کو کنٹرول کرتا تھا۔ بہر صورت اس کا یہاں نہ ہونا ہی بہتر تھا اور نہ ظاہر ہے ہمارا واسطہ کسی سمجھ بھرا آدمی سے ہوتا۔ ممکن ہے داریکا اس سلسلے میں ذہانت سے کام لے جاتا اور ہمیں اس میں مشکلات پیش آتیں۔ بہر حال اب تک جو کچھ ہو رہا تھا بہتر ہی تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد شانہ نے اندازہ لگاتے ہوئے کہا: "میرا خیال ہے سبوتا اس جہاز پر تقریباً پچاس افراد ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے شانہ۔ میرا بھی یہی اندازہ تھا۔ اس طرح گویا ان تمام جہازوں پر جن کی تعداد سات ہے تقریباً ساڑھے تین سو افراد ہیں۔"

"ہاں۔"

"بہت آسان بات ہے، ہم بہ آسانی ان لوگوں کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔"

"کس طرح سبوتا؟"

"نہم دیکھتی رہو شانہ ابھی ہمیں کچھ دقت کی ضرورت ہے۔ ہاں ان لوگوں کو دیکھو کس طرح منہ لکائے بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہیں تو یہی یقین

ہوگا کہ یہ گرفتار ہو چکے ہیں۔" میں نے ہلکے ابران کے ساتھیوں کو دیکھتے ہوئے کہا جو نہایت خاموش نظر آ رہے تھے۔

"گرفتاری کا احساس بلاشبہ بہت اذیت ناک ہوتا ہے۔" شانہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہیں بھی ایسا ہی محسوس ہوتا ہے؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"اس لئے کہ تم میرے ساتھ ہو سبوتا۔ اور جس جگہ تم ہو وہ قبر بھی ہو تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"اور شانہ.. میں بھی تجھے پر اتنا ہی بھروسہ ارا تا ہی اعتماد کرتا ہوں.. یقین کر مجھے بھی تیری ذات سے اتنی ہی محبت ہے۔"

"مجھے یقین ہے سبوتا۔ اس میں شک اشہ کی کوئی بات نہیں ہے۔" شانہ نے پیار بھری نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا اور پھر ہم دونوں

خاموش ہو گئے۔

شان نے مجھے سوچنے کا پورا پورا موقع دیا تھا اور میں یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ ان افراد کی کیا حیثیت ہے جو جہاز پر موجود تھے۔ وہ سب مسلح تھے لیکن جہاز پر آنے کے بعد اور ہمیں قیدی بنانے کے بعد شاید انہوں نے کسی بھی جنگ کا خیال ذہن سے نکال دیا تھا۔ انہوں نے اپنے جسموں سے ہتھیار کھول کر رکھ دیئے تھے اور میں نے بخوبی جائزہ لیا تھا اس بات کا کہ ہتھیار کہاں رکھے گئے ہیں۔ اور یہ میرا کام تھا۔

ہم دن کی سختیاں بھیلنے رہے اور رات کی سردی بھی برداشت کرتے رہے۔ میرے لئے تو پرو فیسر یہ باتیں کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں، میں تو آگ میں غسل کرنے کا بھی عادی تھا اور سمندر کے ٹھنڈے پانی میں سونے کا بھی عادی۔۔۔ لیکن شانہ اور باقی لوگ پریشاں ہو رہے تھے۔ بشک غیر معمولی طور پر خاموش تھا۔ غالباً اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں، اسے جو حکم دیا گیا تھا، اس نے آنکھیں بند کر کے اس پر عمل کیا تھا۔ ظاہر ہے وہ فوٹا کا حکم تھا اور بشک ان لوگوں میں شامل تھا جنہیں فوٹا کی زندگی اور میری کارکردگی کے بارے میں اطلاع مل چکی تھی۔ سو وہ مجھ سے انحراف نہیں کر سکتے تھے۔

دھوپ پورے جہاز پر پھیلنے لگی تھی۔ لوگ عام طور سے سایہ دار جگہوں پر منتقل ہو چکے تھے۔ ہمارے بارے میں ابھی تک کوئی بات نہیں سوچی گئی تھی نہ ہمیں پانی پلایا گیا تھا اور نہ ہمیں کھانے کے لئے پوچھا گیا تھا۔

میں اس صورت حال سے کسی قدر بے چین ہو گیا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ لوگ اس قدر کیہ فطرت ثابت ہو سکتے ہیں کہ ہمارے آرام کا خیال بھی نہ کر بس گئے۔ ظاہر ہے ہم شبالا کے قیدی تھے، ان کے نہیں، ہمیں سزا دینے والا شبالا تھا یہ لوگ نہیں۔۔۔۔۔ لیکن یہ لوگ ہمارے ساتھ جو سلوک کر رہے تھے یہ تو کسی طور جائز نہیں تھا۔

ممکن ہے شام کو یہ ہمارے بارے میں سوچیں۔ بہر صورت دن کا اذیت ناک وقت گزرا نا بے حد مشکل ہو گیا۔ خاص طور سے شانہ۔۔۔ میں شانہ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ وہ بہر صورت عورت تھی۔ ٹھیک ہے طاقتور تھی۔ نوانا تھی لیکن بہر صورت عورت تھی جس کا مجھے پورا پورا احساس تھا۔ بشک اور اس کے ساتھیوں کی حالت بھی زیادہ اچھی نہیں تھی لیکن وہ صابر اور خاموش تھے۔ دو پہر چلنے لگی سورج کی تمازت اب کسی قدر کم ہو گئی تھی تب بشک نے گہری سانس لی اور پشت سے ٹکٹے کی کوشش کی۔

میں نے مسکرا کر بشک کی طرف دیکھا اور بشک کے ہونٹوں پر پھلکی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کے ہونٹ خشک تھے اور شاید وہ فکاہت محسوس کر رہا تھا۔ میں آہستہ سے کسک اور اس کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا بات ہے بشک۔ تم پر مردہ نظر آرہے ہو؟"

"سبوتا۔ کاش میں تیری مانند ہوتا۔" بشک نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"تیرے چہرے کی تہہ تازگی دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ سورج تجھ پر قطعی اثر انداز نہیں ہوتا۔"

"ہاں یہ حقیقت ہے، میں تو تازہ ہوں۔"

"حالانکہ تیرنی سانسٹی شانہ مر جھاگئی ہے۔"

"ہاں۔ مجھے شانہ کا بہت افسوس ہے۔"

"تو نے اسے ساتھ کیوں لیا سبوتا۔ ہم تنہا ہی مشکلات جھیلنے تو بہتر تھا جبکہ تو نے دو لاکھ کو ساتھ نہیں لیا۔"

"اور ہشک۔ دو لاکھ ان حالات میں نہیں رد سکتی تھی، بہر صورت خود تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟"

"میرا۔ ہشک نے افسردگی سے کہا۔"

"ہاں، کیوں؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں، مجھے تو جو حکم دیا گیا میں اس پر آکھیں بند کر کے تیار ہو گیا اور اگر مجھے اس طرح بیٹھے بیٹھے موت بھی آجائے تب بھی

مجھے کوئی افسوس نہ ہوگا کیونکہ میں نو ما کے احکامات کی پابندی کر رہا ہوں۔"

"بے شک تو ایک وفادار شخص ہے ہشک۔"

"تیرا شکر یہ سبوتا۔ ہشک سنجیدہ لہجے میں بولا۔"

"لیکن میں تجھے حالات سے لایطم نہیں رکھوں گا۔ سن یہ بات نہ میں نے فوما کو بتائی ہے نہ ہاکو کو اور نہ ہی کسی تیسرے شخص کو۔ تو میرا پہلا

رازدار ہے اور اس لئے میں نے تجھے اپنا ساتھی چنا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ تو ایک دلیر اور جرنی آدمی ہے۔"

"میں ایک بار پھر تیرا شکر یہ ادا کرتا ہوں سبوتا کہ تو نے مجھے اس قابل سمجھا۔ ہشک نے جواب دیا۔"

"ہاں بے شک تو اس قابل ہے ہشک۔ تو سن ہم ایک دن اور ایک رات کا سفر کریں گے۔ یہ رات گزارنے کے بعد جب صبح ہوگی تو میں تم

سب کو تازہ کر دوں گا۔ میں نے اسلحہ خانہ دیکھ لیا ہے، ہم سب اس کی طرف جائیں گے۔ اور یہ کام ہم اس وقت کریں گے جب ہمیں یقین ہوگا کہ

جہاز پر موجود تمام لوگ سو رہے ہیں اور پھر ہم گہری نیند سونے والوں کی نیند اور گہری کر دیں گے۔ اتنی گہری کہ پھر وہ کبھی آنکھیں نہ کھول سکیں۔ اس

کے بعد ہم اس جہاز کو واپس سکائی کی طرف لے جائیں گے۔ تو نے نور کیا اس بات پر کہ ہمیں اس سے کیا فائدہ ہوگا؟"

"او۔ میں نہیں سمجھا؟" ہشک کے چہرے پر اچانک رونق آگئی تھی۔

"ہشک۔ اگر ہم آج صبح ان سے یہ بات کہہ دیتے کہ قیدیوں کو ان کے حوالے نہیں کیا جائے گا تو ساحل پر جنگ شروع ہو جاتی۔ کیا تجھے

یقین ہے کہ سکائی کے نا تجربہ کار نوجوان اس جنگ کے لئے تیار ہوتے۔ ہمارے تعداد اتنی زیادہ نہیں ہے کہ ان کا مقابلہ کرتے لیکن ایک دن اور ایک

رات سکائی کے نوجوانوں کے لئے کافی ہے۔"

اور اس کے بعد وہ جنگ کریں گے تو پھر پھر پورا انداز میں کریں گے۔ میں ان لوگوں کو اسی لئے سمندر میں دوڑ تک لے آیا ہوں کہ یہ لوگ

واپسی کا سفر کریں اور اس کے بعد جب یہ واپس سکائی کے ساحل پر پہنچیں گے تو سکائی کے جوان انہیں جنگ کے لئے تیار ملیں گے۔"

"اودہ.. اودہ.. دیوتاؤں کی قسم سہوتا... دیوتاؤں کی قسم.. اس سے عمدہ ترکیب، اس سے شاندار ذہانت اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ اودہ سہوتا، تو... تو کیا ہے... تو نے تو... ہم لوگوں کو لافانی بنا دیا ہے۔ تیری ذہانت تو ایسے ایسے گل کھلا رہی ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔" بشک میرنی تجویز سے حیران رہ گیا تھا۔ وہ کافی دیر میرے گن کاٹا رہا۔

تین بجھا اپنی تعریف سننے کا کوئی شوق نہیں تھا۔ یہ شوق تو صدیوں سے پورا ہوتا چلا آ رہا تھا۔ میں تو صرف عمل چاہتا تھا اور میرنی خواہش تھی کہ جیسا میں نے سوچا ہے اسی کے مطابق کام ہو۔

بشک چند ساعت تک حیران رہا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بالکل بدل گئے تھے۔ غالباً گرفتاری کے احساس اور شکایا پہنچ کر ملنے والی سزا کے احساس نے اسے ڈنڈہ کر کے پشورہ کر دیا تھا لیکن اب جب اس نے میری تجویز سنی تو اسے احساس ہو گیا کہ اس کے ساتھ ایک ناقابل تفسیر طاقت شامل ہے اور اس کے بعد کوئی دشواری راہ میں حائل نہیں ہو سکتی تھی لیکن یقینی بات ہے کہ اس کے ذہن میں بہت سارے سوالات ابھر رہے ہوں گے، چنانچہ اس نے کہا۔

"لیکن سہوتا.. ہم آزاد کس طرح ہوں گے؟"

"اودہ۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے بشک۔ تم دیکھو گے میں کس آسانی سے تمہیں آزاد کر دیتا ہوں۔"

"ہاں سہوتا۔ تیرا نظم ناقابل اہم ہے لیکن میں سخت حیران ہوں، اگر تو جازت دے تو میں اپنے ساتھیوں کو بھی اس کے بارے میں کچھ بتا دوں۔ دوپہر کی دھوپ اور اس وقت کی ٹھنڈک نے انہیں نڈھال کر دیا ہے لیکن جیسا کہ خود میرنی کیفیت تھی اور جس کے بارے میں، میں اندازہ کر سکتا ہوں وہ بھی میرنی طرح اس مایوسی کا شکار ہوں گے کہ اب انہیں شبلا کے سامنے پیش ہو کر موت کی سزا بھگتنی ہوگی۔ تو شبلا کو نہیں جانتا سہوتا۔ وہ زرد روؤں کے ہاتھوں میں کھیلنے والا شخص ہے اور وہ دنی کچھ کرے گا جو زرد رو چاہئیں گے جبکہ ہم نے ان کے دوست اور مددگار تارس کو قتل کیا ہے چنانچہ یہ لوگ بھی اسی مایوسی کا شکار ہوں گے۔ اگر تو اجازت دے تو میں انہیں اس مایوسی سے نکال لوں۔" بشک نے پوچھا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے بشک، لیکن ہم اپنے کام انتہائی ہوشیاری سے کرنا چاہتے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ ہم لوگوں کے پر رونق چہرے دیکھ کر جہاز والوں کو کوئی شبہ ہو اور وہ ہم پر اپنی نگرانی کڑی کریں۔ چنانچہ بہتر یہی ہوگا کہ رات گزرنے دو اور جب رات کا آخری پہر بھی گزر جائے تو تم ان لوگوں کو سب کچھ بتا دینا۔ تب تک انہیں سختیاں بھیلنے دو۔"

"جو تیرا حکم سہوتا۔ میں وہی کروں گا جو تو نے کہا ہے۔" بشک نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔

رات کا آخری پہر بھی گزر چکا تھا۔ ان لوگوں کی ذلیل فطرت ہمارے سامنے تھی۔ انہوں نے دن بھر ہمیں بھوکا پیاس رکھا تھا اور رات کو بھی ہمارے لئے کوئی انتظام نہیں کیا گیا تھا چنانچہ ان لوگوں کے چہرے بھی بھوک سے نڈھال تھے۔ شانہ بھی نڈھال ہو چکی تھی۔ میں اگر چاہتا تو ان میں سے کسی بھی آدمی کا خون تک نچوڑ کر شانہ کے حوالے کر سکتا تھا، اس کا گوشت شانہ کو کھانے کے لئے دے سکتا تھا لیکن صرف طاقت کی نزاکت، جس کا مجھے پورا پورا احساس تھا اور یہی بات میں نے شانہ سے کی۔

”میں محسوس کر رہا ہوں شانہ کہ تم نڈھال ہوتی جا رہی ہو۔“

”دیکھو سبوتا یہ نظری امر ہے۔ مجھے کھانے پینے کو کچھ نہیں ملا ہے اس لئے مجھے نڈھال تو ہونا ہی چاہئے ورنہ نم یقین کرو میں ذہنی طور پر بالکل مطمئن اور پرسکون ہوں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے تم اگر مجھے نڈھال دیکھ رہے ہو تو یہ صرف بیرونی اثرات ہیں البتہ اس سے قطع نظر میں بالکل پرسکون ہوں۔ ہم جو کچھ کرنے جا رہے ہیں وہ انتہائی کارآمد بات ہے۔“

”اور شانہ، درحقیقت تم اپنی جگہ بہت بلند نظرت کی مالک ہو۔“ میں نے شانہ سے کہا۔

”بس بس سبوتا۔ رہنے دو ان باتوں کو، جو کچھ بھی ہوں تیرنی غلام ہوں اور مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں تیری پسندیدہ شخصیت ہوں۔“

”ہاں شانہ، تم واقعی میری پسندیدہ شخصیت ہو۔“ میں نے جواب دیا اور شانہ مسکرانے لگی۔ ہم نے محسوس کیا تھا کہ ہمیں گرفتار کر کے لانے والے کافی حد تک اب ہم سے لاپرواہ ہو چکے ہیں۔ یوں بھی خالی ایک ہی جہاز کی بات کی جاتی تو ان کی تعداد پچاس تھی اور ہم پانچ چھ آدمیوں کے لئے وہ سب بہت کافی تھے اور ہم کوئی حرکت کرنے کی کوشش کرتے بھی تو اس کا نتیجہ ان کے خیال میں موت کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

سمندر میں کودنے کی کوشش کی جاتی تو جہاز اتنی دور تک نکل آتا تھا کہ زندہ مسائل تک پہنچنا ناممکنات میں شامل تھا اور اگر کوئی اور حرکت کی جاتی تو یہ سب ہمیں بہ آسانی نقل کر سکتے تھے۔ کم از کم ان کے ذہنوں میں یہی خیال ہو گا اور اسی لئے وہ ہماری طرف سے مطمئن ہو گئے تھے اور ان کا یہ اطمینان ہمارے لئے بہر حال فائدہ بخش تھا۔

میں نے کچھ لوگوں کو خیند میں جھولتے دیکھا البتہ بھٹک بالکل ہوشیار تھا اور میری ساتھی شانہ بھی اس طرح جاتی وچو بند نظر آ رہی تھی جیسے رات گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے بدن کی توانائی بھی بڑھتی چلی جا رہی ہو۔

میں خوش اور مطمئن تھا۔ ہم میں سے کوئی سونا بھی نہیں چاہتا تھا کیونکہ سونے سے بہت سے نقصانات ہو سکتے تھے۔ حالانکہ میں نے شانہ اور بٹک کو یہ پیش کش بھی کی کہ اگر وہ چاہیں تو سو سکتے ہیں۔ میں یہ ذمہ داری لیتا ہوں کہ انہیں مقررہ وقت پر جگا دوں گا۔

لیکن انہوں نے اس بات سے انکار کر دیا اور شانہ نے کہا تھا۔

”نہیں سبوتا۔ صورت حال اتنی نازک ہے کہ ہم سے کسی کو غافل نہیں ہونا چاہئے۔ جس طرح ہم نے ایک دن تکلیف کا گزارا ہے، ایک رات بھی پریشانیوں میں گزار سکتے ہیں۔ یہ رات ہمیں فائدہ ہی فائدہ دے گی۔“

”ہاں یہ درست ہے۔“ میں نے جواب دیا اور بٹک مسکرا پڑا۔ پروفیسر زندگی کی امید نے اس کے چہرے کو روشنی کی چمک بخش دی تھی۔

اب وہ کافی حد تک مطمئن اور پرسکون نظر آ رہا تھا۔ میں نے شانہ کی طرف دیکھا اور اچانک شانہ میرے کان کی طرف جھک آئی۔

اس نے میرے کان میں آہستہ سے کہا تھا۔ ”یہ کم بخت بٹک سوتا بھی نہیں ہے۔“ وہ اپنے چہرے کو مذاق سے بگاڑتی ہوئی بولی۔

”کیوں شانہ؟“ میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

”بس میں چاہتی ہوں یہ سو جائے۔“

"کیوں سو جائے؟ تم بھی تو جاگ رہی ہو۔" میں نے پھر مسکرا کر کہا۔

"اور سہوتا۔ دراصل دن بھر کی کٹھن، تکلیف و دشقت دور کرنے کا ایک بہترین طریقہ تھا کہ تمہارے سینے پر سر رکھ کر لیٹ جاتی لیکن اس کے سامنے یہ سب کچھ ممکن نہیں ہے۔" شمانہ نے کہا۔ اس کی آنکھیں جھک رہی تھیں۔

"کیوں شمانہ؟"

"بس میں اس کے سامنے یہ سب کچھ نہیں کر سکتی۔" اور میں عورت کی فطری شرم پر غور کرنے لگا۔

اور پروفیسر مسکرا پڑا۔ عورت دور جدید کی ہو یا دور قدیم کی، اولاد جنونی کے پودے کی شرم، دونوں کو ودیعت کی گئی۔ عورت کی دنیا... اور پروفیسر کافی دیر میں اس بات پر غور کرتا رہا۔

بہر حال وقت گزرتا رہا۔ ہشک بھی جاگتا رہا اور شمانہ بھی۔ شمانہ البتہ میری گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی تھی البتہ وہ جاگ ضرور رہی تھی۔ میری خواہش تھی کہ وہ سو جائے اور میں اپنے دوست ستاروں سے کچھ گفتگو کروں جو میرے سر پر چمک رہے تھے۔ لیکن شمانہ جاگ رہی تھی اور مجھے موقع نہ مل سکا۔ بہت عرصے کے بعد اس طرح سے کھلا آسمان نصیب ہوا تھا اس لئے میری آنکھیں کبھی کبھی ستاروں میں کچھ تلاش کرنے لگی تھیں لیکن جو کچھ میں چاہتا تھا اس کا موقع مجھے نہ مل سکا لیکن بہر حال مجھے کوئی افسوس بھی نہیں تھا۔

رات آہستہ آہستہ بتتی رہی، پہلا سپر، دوسرا سپر اور پھر تیسرا سپر بھی گزر گیا اور ہمارے کام کا وقت آ گیا۔

رات مقررہ پر میں نے اپنے ہاتھوں میں بندھی رسیوں کو دیکھا اور جہاز پر موجود لوگوں کو، جہاز کا تمام منظر سوراہا تھا۔ مجھے ایسا کوئی بھی شخص نظر نہیں آیا جو جاگ رہا، وہاں صرف وہ جو جہاز کو چلانے کے ذمہ دار تھے لیکن وہ بھی اونگھ رہے تھے اور ہوا اپنا کام کر رہی تھی۔ گویا اس وقت جہاز صرف ہواؤں کے رقم و کرم پر تھا۔

چنانچہ میں نے چاروں طرف سے مطمئن ہونے کے بعد اپنے ہاتھوں میں بندھی ہوئی مولی رسیوں کو ہلکا سا جھکا دیا اور رسیوں کی تزاخ کافی اونچی تھی۔ شمانہ نے میری طرف دیکھا اور پھر نونتی ہوئی رسیوں کو۔ وہ حیران رہ گئی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے عجیب سے تاثرات پیدا ہوئے لیکن دوسرے لمحے اس نے ہنک کر میری دونوں کلائیوں کو چوم لیا۔

"میں جانتی ہوں سہوتا کہ یہ کام تمہارے لئے مشکل نہ ہوگا لیکن ہشک ضرور حیران ہوگا۔" اس نے سرگوشی کی۔

اور میں اس کی کلائیوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ تب میں نے شمانہ کے نازک ہاتھوں کو ان رسیوں سے آزاد کر دیا۔

میرا تیسرا عمل ہشک کے ساتھ تھا۔ ہشک نے میرے کپلے ہاتھ دیکھے تو حیران رہ گیا۔ اس وقت شاید اسے بھی جھونک آگئی تھی۔

"ارے سہوتا... تو... ترے... تیرے ہاتھوں کی رسیاں... وہ ہکلاتی ہوئی زبان بول رہا تھا۔

"ہاں ہشک۔ میں نے کہا تھا نا آزادی کا وقت آ گیا۔" میں نے کہا اور ہشک نے اپنے دونوں ہاتھ میرے سامنے کر دیئے۔

ہشک کے ہاتھوں کی رسیاں کھولنا کون سا مشکل کام تھا پھر ہشک نے اپنے چاروں ہاتھوں کی رسیاں پھرتی سے کھولنا شروع کر دیں۔

بشک نے انہیں جگایا، جھنجھوز اور انہیں خاموش رہنے کی تلقین کی۔ چاروں حیرانی سے اسے دیکھنے لگے۔

"تم کیا سمجھتے ہو، ہمارے ساتھ سہوتا ہے۔ ہم جہاز پر قید نہیں رہ سکتے بلکہ ہم ایک منسو بے کے تحت جہاز پر آئے ہیں۔" بشک نے ان کی

حیرانی کو مدنگا اور رکھتے ہوئے کہا۔

"ہم نہیں سمجھے جناب؟"

"ٹھہرو پہلے میں تمہیں آزاد کر دوں، اس کے بعد باقی باتیں سمجھاؤں گا۔" بشک نے کہا۔

بشک ان کی رسیاں کھولنے لگا۔ میں بھی ان کی مدد کر رہا تھا۔ شانہ بھی.. چند ساعت کے بعد ہم سب آزاد تھے۔

بشک کے ساتھی اپنی کاپیاں مسلنے لگے تھے، تب بشک نے میری طرف رخ کر کے کہا۔

"اب کیا ارادہ ہے سہوتا؟"

"تم لوگ اگر چاہو تو اسی طرح یہاں بیٹھے رہو جیسے بندھے بیٹھے تھے.. میں تم لوگوں کے لئے اسلحہ لے کر آتا ہوں۔"

"اوہ سہوتا۔ ہم لوگ بھی کیوں نہ ساتھ چلیں؟"

"اس کی ضرورت نہیں ہے، بشک۔ میں نہیں چاہتا کہ انہیں کسی قسم کی پانچل کا اندازہ ہو اور وہ وقت سے پہلے جاگ جائیں۔ میں پہلی ہی

کوشش میں ان میں سے بہت سے لوگوں کو ہلاک کر دینا چاہتا ہوں اور اس کے لئے ضروری ہے کہ ہمارے پاس ہتھیار انتہائی خاموشی سے پہنچ جائیں۔" میں نے کہا۔

"جو تیرا حکم سہوتا... لیکن....."

"کچھ نہیں، بشک.. بس تم آرام سے بیٹھو.. میں نے کہا اور اپنی جگہ سے آگے بڑھ گیا۔

شانہ خاموشی سے مجھے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی.. اس کی آنکھیں اس وقت بھی محبت سے بھر پور تھیں.. بہر حال اس وقت سارے

خیالات کو ذہن سے جھٹک کر میں اپنے اگلے اقدام کے بارے میں غور کرنے لگا۔

میں دن کی روشنی میں دیکھ چکا تھا کہ اسلحہ خانہ کس جگہ ہے اور اس کے داخلے کا راستہ کس طرف ہے۔ بہر حال میں خاموشی سے وہاں پہنچ

گیا۔ اسلحہ خانے کے دروازے پر مجھے ایک آدمی سوتا ہوا ملا تھا اور پھر شاید اسے حسرت ہی رہ گئی کہ وہ جاگ سکتا.. میرے آہنی ہاتھوں کے ٹکرنے

اس کی گردن؛ بادی تھی۔ اس کی آنکھیں ابل پڑی تھیں اور زبان باہر نکل آئی تھی۔ اس نے ہاتھ پاؤں ہلانے کی کوشش کی تھی لیکن بے سود۔

ظاہر ہے میرے ہاتھوں موت اس کا مقدر بن چکی تھی۔

اس آدمی کو مارنے کے بعد میں نے اسلحہ خانے کا دروازہ کھولا اور اطمینان سے اندر داخل ہو گیا۔

بڑی بڑی عمدہ چیزیں موجود تھیں۔ میری پسند کا کھانا انہی موجود تھا۔ خاصا دزنی تھا۔ ویسے کھانڈے عام طور پر دزنی بن ہوا کرتے ہیں، وہ

میرے معیار کا تو نہیں تھا لیکن اتنا ضرور تھا کہ وقت ضرورت کام آسکتا تھا۔

چنانچہ میں نے دو کھانڈوں کا انتخاب کیا، باقی لوگوں کے لئے تلواریں اور وہاں لے لیں۔ شانہ کے لئے ایک نیزہ بھی لے لیا اور ایک نخر بھی۔ شانہ نخر کا استعمال بہت اچھی طرح جانتی تھی اور اس کے بعد میں یہ تمام چیزیں لے کر نہایت خاموشی سے پلٹ پڑا۔

میں نے اپنے ساتھیوں کے قریب پہنچ کر یہ چیزیں ان میں تقسیم کر دیں اور ہم نے آخری بار ان جہازوں کی جانب دیکھا جو ہمارے جہاز کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے لیکن ان کا فاصلہ کم از کم اتنا ضرور تھا کہ ایک جہاز سے دوسرے جہاز کو بے آسانی نہیں دیکھا جاسکتا تھا۔ ظاہر ہے یہ فاصلہ اڑی تھا کیونکہ اگر جہاز قریب چلتے تو ہواؤں کا رخ انہیں آپس میں ٹکرا بھی سکتا تھا، ان جہازوں کی طرف سے ویسے بھی مجھے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ صرف بادیاؤں کا رخ موڑنا اور اس کے بعد چہر چلانا..... یہ ہمیں کرنا تھا اور اس کے بعد ہم سکائی کے ساحل پر ہوتے۔

بہر صورت اب سب سے اہم مرحلہ شروع ہو گیا تھا۔ چنانچہ ہم نے تلواریں اٹھالیں۔ میں نے اپنے دونوں کھانڈے اپنے ہاتھوں میں لئے، شانہ نے نخر اور نیزہ سنبھال لیا۔

سات افراد کا یہ گروہ انسانوں کی تلاش میں چل پڑا۔ وہ انسان جو سوائے ہوئے تھے۔

ہم نے سب سے پہلے حملے میں ان پانچ افراد کو ہاک کر دیا جو سب سے پہلے ہمارے سامنے آئے تھے۔ ان کی چیخیں بلند ہوئی تھیں لیکن اس سے کوئی فرق نہیں جا کا تھا۔ اور ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے، طے یہ کیا گیا تھا کہ ایک ہی جگہ میں رہیں گے اور مل کر لڑیں گے کیونکہ ہماری تعداد کم ہے۔ اس طرح اگر ہم منتشر ہو گئے تو ہمیں بہت سے آدمی مل کر مار سکتے ہیں۔

دس یا بارہ افراد کو ہم نے قتل کیا تھا کہ جہاز پر ہماری کوششوں کی خبر ہو گئی اور سوائے ہوئے لوگ وحشت زدہ انداز میں بڑبڑا کر اٹھ گئے۔

انہوں نے اپنے اسلحہ خانہ کی طرف رخ کیا لیکن ہم نے ایسا راستہ روک رکھا تھا کہ کوئی بھی اسلحہ خانے میں داخل نہ ہو سکتا تھا۔

بہر صورت اسلحہ خانے میں سارا اسلحہ رکھ دینا ان لوگوں کی حماقت تھی، جس سے انہوں نے نقصان اٹھایا۔

ہم لوگ بھی مسلح تھے اور چاقو و چو بند بھی۔ ہمارے برعکس وہ لوگ خینڈ میں ڈوبے ہوئے تھے جس کی وجہ سے ان کے حواس کام نہیں کر رہے تھے اور نتیجے بھی۔

چنانچہ نتیجے افراد خواہ کتنے بھی ہوتے، جب ہم سب لوگ اس طرح سے ان کے سامنے تھے تو ان کی ایک نہ چلتی۔ سو ہم لوگ نہیں تلاش

کر کر کے قتل کرنے لگے۔ دوپورے جہاز میں بھاگ رہے تھے اور اپنی جانیں بچانے کی فکر میں تھے۔ جس کے ہاتھ میں جو چیز لگی تھی وہ اسے لے کر

جنگ کر رہا تھا۔ ہاں میرا کھانڈ اپنی تباہ کاری دکھا رہا تھا۔ میرے دونوں ہاتھ چل رہے تھے اور جس طرف بھی میرے ہاتھ اٹھ جاتے وہاں کئے ہوئے

جسموں کے سوا کچھ نہ رہتا۔ جہاز پر پچاس آدمی تھے جنہیں قتل کرنے میں ہمیں زیادہ دیر نہ لگی۔

ہم نے جہاز کے ملے کے ایک ایک فرد کو چن چن کر قتل کر دیا تھا سوائے ان چند افراد کے جنہوں نے سمندر میں کود کر جان دینے کی کوشش

کی تھی۔ غالباً ان کا خیال یہ ہو گا کہ اگر زندگی ہے تو کسی جہاز پر پہنچ جائیں گے ورنہ موت تو ان کا مقدر بن ہی چکی تھی۔

اس طرح ہم نے جہاز ان لوگوں سے پاک کر لیا جو شکایا کے زور پر تھے۔ شہالا کے دل پست دوست۔

ہمارا منصوبہ اس قدر کامیاب رہا تھا کہ نیند اور بھوک سے بے حال لوگوں کے بدن بھی خواوا بن گئے تھے۔ ہمارے ساتھی بے حد خوش تھے اور پھر ہم نے انتہائی کوشش کر کے جہاز کے بادبانوں کو پلٹ ڈالا۔

بادبانوں نے رخ بدلاتو چند ساعت کے بعد ہمارا جہاز پیچھے کی سمت واپس اونے لگا۔ جب کہ دوسرے تمام جہاز تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہے تھے۔ غالباً ان کے ملاح بھی سو رہے تھے اور صرف ہوائیں اپنا کام کر رہی تھیں۔

غالباً اسی لئے کسی کو اندازہ نہیں ہوسکا کہ ان کے بیڑے میں ایک جہاز کتنا پیچھے رہ گیا ہے۔ نہ صرف پیچھے رہ گیا ہے بلکہ پیچھے کی سمت واپس جا رہا ہے اور ہمارا جہاز برق رفتاری سے سکائی کے ساحل کی جانب سفر کرنے لگا۔

خوشی کا یہ سفر بڑا صبر آزما تھا۔ ہم جلد از جلد سکائی کے ساحل پر پہنچ جانا چاہتے تھے اور ہماری بیوی خواہش تھی کہ جہاز کی رفتار تیز سے تیز تر ہو جائے چنانچہ چند افراد نے چوچلانے کی کوشش بھی کی تھی لیکن تیز ہوائیں سکائی کے ساحل پر رواں دواں تھی جس کی وجہ سے چوچلانا بیکار ثابت ہو رہا تھا۔ ظاہر ہے جہاز کی رفتار اس سے زیادہ نہیں بڑھ سکتی تھی چنانچہ میں نے ان لوگوں کو منع کر دیا جو چوچلانے کی انتہائی کوششیں کر رہے تھے۔ ظاہر ہے چار افراد کی بساط ہی کیا تھی ورنہ اتنے بڑے جہاز میں چند افراد کا چوچلانا حماقت کے سوا ہونسی کیا سکتا تھا۔

بہر صورت انہوں نے میرے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے چوچلانا بند کر دیا تھا اور ہم سب سمندر کے ایک حصے کی طرف دیکھنے لگے۔ جہاں دور جاتے ہوئے جہاز ہم سے اتنی دور نکل چکے تھے کہ اب ان بادبانوں کی سفیدی بھی ہمیں نظر آرہی تھی۔ ظاہر ہے ان لوگوں کو ابھی تک ہماری واپسی کی خبر نہیں ہوئی تھی۔ خبر ہو جاتی تو ان میں تہلکہ مچ جاتا..... لیکن اس وقت تک ہم سکائی کے ساحل پر پہنچ چکے ہوتے۔

اور کچھ خوش قسمتی بھی تھی اور ہواؤں کا تعاون بھی کہ جو سفر ہم نے طویل عرصے میں کیا تھا۔ وہ ہم نے صرف اس وقت اس حصے میں طے کر لیا جسے اس وقت کا آدمی وقت کہا جاسکتا ہے۔

یعنی جب سورج سروں سے بلند ہو کر آسمان کے درمیان پہنچا اور پھر وہاں سے اس نے اُٹھان کی طرف کا رخ کیا تو ہمیں دور سے سکائی کا ساحل نظر آنے لگا اور پھر جب سورج بادلوں میں غروب ہونے لگا تو ہم سکائی کے ساحل پر پہنچ چکے تھے۔

سکائی کا ساحل بے شمار افراد سے بھرا ہوا تھا۔ وہ ہمارے استقبال کے لئے تیار تھے۔ وہ سب خوشی سے ہاتھ بٹا رہے تھے۔ غالباً حکیم ہاکو نے انہیں پورنی طرح اس بات سے آگاہ کر دیا تھا کہ ہم کیا کرنے والے ہیں۔

سکائی کے نوجوان جوش و خروش سے ساحل پر امنڈے چلے آ رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ہتھیار بھی تھے اور وہ بہت زیادہ خوش نظر آ رہے تھے۔ ہاں میں ان کے بارے میں سوچ رہا تھا جو سکائی کے انتہائی سرے پر آباد تھے اور ہمارے دشمن کہلاتے تھے۔

ہم کامیاب و کامران واپس سکائی کے ساحل کی طرف بڑھ چکے تھے اور وہاں کے لوگوں کا جوش و کیر ہے تھے۔

حکیم ہاکو اور دوسرے چند لوگ بھی کنارے پر موجود تھے اور نمایاں نظر آ رہے تھے۔ بالآخر ہمارا جہاز ساحل سے لگ گیا اور ہم چھوٹی کشتیوں سے گہرے پانی میں سے ساحل کی طرف جانے لگے۔

استقبال کرنے والے ہماری طرف دوڑ پڑے تھے اور پھر ہماری کشتی کو ساحل پر کھینچ لیا گیا۔ لوگوں نے ہمیں اٹھا کر کندھوں پر بٹھالیا۔ خود میرے ساتھ بھی بیٹھی کیا گیا۔ غالباً حکیم ہاکو سکائی کے نوجوانوں کو میرے بارے میں کچھ نہ کچھ بتا چکا تھا اور انہیں بھی پتہ چل گیا تھا کہ ان کا مددگار ان کی خاطر کیا کر رہا ہے اور یہ سب کچھ اسی نے کیا تھا۔

مجھے حکیم ہاکو سے بھی نہ ملنے دیا گیا۔ لوگوں نے مجھے کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا۔ وہ لوگ خوشی سے ناقار رہے تھے اور بہر حال یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی جسے میں اچھا نہ سمجھتا۔ میں بھی ان کے درمیان اسی طرح خوش نظر آ رہا تھا جیسے یہ سب میرے ساتھی ہوں۔ اور یہ حقیقت بھی تھی۔ میں جس طرح ان لوگوں کے لئے کام کر رہا تھا میرا خیال ہے سیکائی کا کوئی اور شخص بھی ان کے لئے اس طرح کام نہیں کر سکتا تھا۔

بشکل تمام مجھے، شانہ، ہشک اور ہشک کے ساتھیوں کو ان لوگوں سے رہائی ملی۔ حکیم ہاکو نے ان سے درخواست کی تھی کہ جوش و خروش کا یہ مظاہرہ ختم کر دیا جائے اور چند لمحات کے بعد انہیں ایک خطرناک جنگ سے دوچار ہونا پڑے گا۔

ساحل پر موجود لوگ جوش و خروش سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ سب جنگ کرنے کے لئے مکمل طور پر تیار تھے۔ کسی کے چہرے پر جنگ کا خوف نظر نہیں آ رہا تھا۔ تب حکیم ہاکو میری طرف بڑھ آیا۔ اس نے مجھے اپنے ساتھ چھٹا لیا تھا۔

"سہوتا! ہم سب تیرے احسان مند ہیں۔ تو عظیم ہے، تو ہمیں پریشانیوں سے نجات دلاتا ہے۔ تو ہم لوگوں کا نجات دہندہ ہے۔ سہوتا۔ آہ عظیم سہوتا۔ تیری جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔" حکیم ہاکو نے کہا۔

بہر حال چند لمحات کے بعد مجھے نوما کے پاس لے جایا گیا۔ نوما میری کامیابی سے بے پناہ خوش تھا۔ اس نے مجھے گلے لگاتے ہوئے کہا تھا۔

"سہوتا۔ ہم تو اب اس قابل بھی نہیں رہے کہ تیری ان معنائوں کا شکر یہ ادا کریں۔"

"یہی بہتر بھی ہے نوما۔ تم کچھ نہ کہو، صرف کامیابیاں حاصل کرتے رہو۔ میں اسی میں خوش ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو عظیم ہے، بے حد عظیم۔ بہت ہی مہربان۔" نوما نے گردن جھکاتے ہوئے کہا اور پھر حکیم ہاکو کی طرف دیکھ کر بولا۔

"حکیم ہاکو، مجھے بتاؤ، کیا یہ ہمارے لئے آسمان کی برکت نہیں ہے؟"

"یقیناً نوما، یقیناً۔ میں تو اس شخص کی ذہانت پر حیران ہوں۔" حکیم ہاکو نے کہا۔ وہ بھی مجھے عقیدت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"دوستو۔ میری ذہانت کی تعریفیں بعد میں کر لینا، پہلے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر تو غور کرو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور شانہ بھی مسکرانے لگی۔

"کہو سہوتا۔ جلدی کہہ، ہم تیری ہدایت کے منتظر ہیں۔"

"مجھے چند باتیں بتاؤ؟"

"پوچھو سہوتا۔" نوما نے مسکرا کر کہا۔

"کیا تجھے سکائی والوں پر ظاہر کر دیا گیا ہے؟"

"ہاں۔ ظاہر ہے سکائی کے لوگوں کو یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ فو ما زندہ ہے۔" حکیم ہاکو نے کہا۔

"بڑا جوش و خروش ہے ان لوگوں میں۔" شانہ نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ یقیناً ہونا بھی چاہئے۔"

"بہر صورت اب کیا ارادے ہیں؟"

"اور سہوتا۔ تو نے ایک کامیاب مہم سرانجام دی ہے اور میں نے اس مہم کے بارے میں فو ما کو بتایا تو وہ جگ رہ گیا۔"

"ہاں سہوتا۔ میں تیری عظمتی پر حیران رہ گیا تھا۔ بلاشبہ اس سے بہتر کوئی ترکیب نہیں ہو سکتی تھی۔ جو کچھ تو نے کیا اس پر کوئی دوسرا عمل بھی

تو نہیں کر سکتا تھا۔"

"شکر یہ فو ما۔ میں نے جو کچھ کیا تیری ہمدردی اور محبت میں کیا ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"بہر صورت سہوتا، ہم صرف اس بات کے خواہش مند ہیں کہ تو ہماری رہنمائی کر۔ ہم نہیں چاہتے کہ کوئی بھی کام تیری مرضی کے خلاف کیا

جائے۔ تو ہمیں ہدایت دے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔"

"ہوں۔" میں نے کرن ہلاتے ہوئے کہا۔ "تو معزز فو ما اور اس کے وفاداروں! بہت تھوڑا سا وقت رہ گیا ہے۔ فو ما کو اس کی حیثیت واپس

لٹنے دہی ہے۔ چنانچہ اس کی ابتداء کے لئے سکائی کو منتخب کیا گیا ہے۔ ہاں، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سکائی پر مکمل طور پر قبضہ کر لیں۔ سکائی

ہمارے لئے بہترین ثابت ہوگا کیونکہ جنگ کرنے کے لئے بھی ضروری ہے کہ ہمارے پاس کوئی مخصوص جگہ ہو۔" میں نے کہا۔

"بے شک، ہم سب اس بات پر متفق ہیں۔" فو ما نے جواب دیا۔

"تب پھر سکائی کے آزمودہ کارنو جوانوں کو اور ان تجربہ کار لوگوں کو جہازوں پر پہنچا دیا جائے جو سمندری جنگ کے ماہر ہیں۔ ان کی

رہنمائی ہشک اور کچھ دوسرے لوگ کریں گے۔ ہشک کو بیڑے کا سردار بنایا جائے گا۔"

"بہتر سہوتا۔" حکیم ہاکو نے جواب دیا اور میں ہشک کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"ہشک۔ تم ان لوگوں سے بحری جنگ کرو گے۔ جہازوں پر تمام تیاریاں مکمل کر دو۔ حکیم ہاکو، یہ کام چند گھنٹوں کے اندر اندر مکمل ہو جانا

چاہئے۔ کیونکہ جب ان کی روشنی میں ان لوگوں کو معلوم ہوا ہوگا کہ وہ جہاز ان لوگوں کو جو شہالا کے قیدی تھے، لے کر جا رہا تھا، واپس سکائی جا چکا ہے تو

وہ آندھی اور طوفان کی طرح چلیں گے اور ان کے چہرے جوش اور غصے سے سرخ ہوں گے۔ ان کے جذبات برا بھانتے ہوں گے اور وہ یہاں آتے ہی

حملہ کر دیں گے۔ چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ انہیں ساحل سے دور سمندر ہی میں روکنا کہ وہ سکائی کی زمین پر قدم نہ رکھ سکیں۔"

"نہایت مناسب، سہوتا، اس کے علاوہ اور کیا حکم ہے؟"

"سکائی کے جوانوں کا ایک بہت بڑا گروہ نیٹنگی کے راستے سے، میرا مطلب ہے اپنی سمت سے ان لوگوں کی طرف روانہ کرو یا جائے جو

سکائی کے دوسرے حصے پر آباد ہیں۔"

"تمہارا مقصد زرد روؤں سے ہے سہوتا؟" فومانے پوچھا۔

"ہاں فوما۔ میرا مقصد زرد روؤں سے ہی ہے۔ یہ گردہ صرف انتظار کرے اور اس وقت حملہ کرے جب ہم جہازوں کو مکمل طور پر مفلوج کر

دیں۔" میں نے کہا۔

"بہت خوب۔" فومانے کہا۔

"جہازوں کو مفلوج کرنے کے بعد ہم سمندر کی جانب سے زرد روؤں کی ہستی کی طرف بڑھیں گے اور اس طرح ہمارا حملہ دو طرفہ ہو جائے

گا۔ تب ہم نہایت آسانی سے انہیں ختم کر سکیں گے۔"

"بہت اسی مناسب سہوتا۔ ہم کہتے تھے تا تیری دلچسپی پر جو کچھ تو مناسب سمجھے گا کرے گا ہم میں سے کوئی بھی تیرے برابر جنگلی مہارت نہیں

رکھتا۔ یوں لگتا ہے جیسے تو نے ساری زندگی ایسی جنگوں میں گزار دی ہو۔ بلاشبہ تیری مدد ہمارے لئے، ہماری قوم کے لئے بہت ہی حیرت انگیز ہے۔"

فومانے جواب دیا۔

اور پھر وہ لوگ، سکاٹی ہستی کے ہونے والے حکمران، میری ہدایت پر عمل کرنے لگے۔ مجھے شانہ، بشک اور دوسرے لوگوں کو آرام کرنے کا

مشورہ دیا گیا۔ میری تو خیر کوئی بات نہیں تھی لیکن میں چاہتا تھا کہ وہ لوگ جو دن بھر اور رات بھر کی تھکن میں مبتلا رہے ہیں، انہوں نے جو کھن وقت

گزارا ہے انہیں بہتر سہولیات فراہم ہوں۔ چنانچہ میں نے یہ تجویز قبول کر لی اور ہم سب آرام کرنے کے لئے چل پڑے۔

دوسری جانب حکیم ہا کو اور دوسرے بہت سارے لوگ سکاٹی کے نوجوانوں کو اس مرحلے سے منٹنے کے لئے تیار کرنے لگے اور رات ہونے

سے پہلے بہت سارے انتظامات مکمل کر لئے گئے تھے۔ ہمارا خیال تھا کہ شاید رات ہی کے کسی حصے میں شکایا کے جہاز یہاں تک واپس پہنچ جائیں

گے چنانچہ لکڑی کے بلند مینار پر بھی لوگوں کو تعینات کر دیا گیا تھا تاکہ وہ سمندر پر دور دور تک نگاہ رکھیں۔

دوسری جانب جہازوں کی تمام تر کارروائی مکمل ہو چکی تھی۔ ہماری پتھر پھینکنے والی مشینیں نصب کر دی گئی تھیں اور دوسرے بڑے ہتھیار،

جن سے جہازوں پر حملہ کیا جا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ میں نے کچھ اور ہدایات بھی جاری کیں جو حکیم ہا کو نے سکاٹی کے نوجوانوں تک پہنچا دی تھیں اور

وہ ان پر عمل کر رہے تھے۔

رات کو میں اور شانہ حسب معمول یک جا تھے۔ شانہ بے حد اچھے موڈ میں تھی اور بے پناہ خوش نظر آ رہی تھی۔ دن بھر وہ خوب سوئی تھی۔ کمانا

پینا بھی کافی ہو چکا تھا اس لئے وہ کافی بلبلاش محسوس ہو رہی تھی۔

مجھے اپنے پاس پا کر وہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

"سہوتا۔ جب یہ لوگ تمہاری تعریفیں کرتے ہیں تو میرا سید خوشی اور سرت سے پھول جاتا ہے۔"

"اوہ شانہ، ہاں میں نے محسوس کیا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور شانہ میری شرارت سمجھ کر مسکرا دی۔

"سہوتا، تم بہت ہی عجیب ہو، بہت ہی انوکھے، مجھے تم سے بے پناہ پیار ہو گیا ہے۔ اتنا کہ بس میں تمہیں اس کے بارے میں نہیں بتا سکتی۔"

لا محدود۔" وہ پر جذبات انداز میں بولی۔

"ہاں شان۔ مجھے یقین ہے۔" میں نے ان کے ہونٹوں کو چومتے ہوئے کہا۔

"اور سہونا۔ تم عجیب بھی تو کتنے ہو۔ کتنے انوکھے ہو۔" وہ پھر بولی۔

"ہاں شان، درست ہے لیکن یہ بات تم کتنی بار کہ چکی ہو۔"

"دل نہیں بھرتا سہونا۔ بس تمہاری تعریفیں کرنے کو دل چاہتا ہے۔" اس نے میری پیشانی چومتے ہوئے کہا۔

"اچھا اچھا بس۔ میری زیادہ تعریفیں مت کرو ورنہ میں بہت زیادہ خوش ہو کر تم پر حملہ کروں گا۔" میں نے پھر شرارت بھرے لہجے میں کہا

اور شانہ کھسیا گئی لیکن اس کے باوجود وہ خاموش نہیں ہوئی تھی۔

"میری ولی خواہش ہے سہونا کہ تم ہمیشہ بہت زیادہ خوش رہو۔ میری زندگی کا مقصد اب تمہاری خوشی کے سوا کچھ نہیں۔"

"بہت خوب شان۔ تم تو بڑی خوبصورت باتیں کرنا سیکھ گئی ہو۔"

"ہاں سہونا۔ یہ سب تیرے قرب کا نتیجہ ہے ورنہ اس سے پہلے میں جس قدر شک تھی، ان کے بارے میں بھی تم اچھی طرح جانتے ہو۔"

"نہ صرف شک بلکہ خونخوار بھی۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور شانہ شرمناک میرے سینے پر سر رکھ کر لیت گئی۔

رات آہستہ آہستہ گزر رہی تھی۔ میں اور شانہ ودیعت کی گئی آسانی لذتوں سے لطف اٹھا رہے تھے۔ یہ لڑکی میرے جذبات کی بھرپور ساتھی

تھی۔ بہترین معاون، شاید میری زندگی میں آنے والی چند خوبصورت ترین لڑکیوں میں سے ایک ساتھی... اور پروفیسر، بس جب بھی میں اس کے

پاس ہونا تھا یہ مجھے ہمیشہ نئی محسوس ہوتی تھی۔ اس کی خوبصورتی ہمیشہ انوکھی ہوتی تھی۔ بہر حال اس وقت بھی رات کافی گزر چکی تھی جب میں نے شان

سے کہا۔

"سو جاؤ شان۔ رات کافی گزر چکی ہے۔" میں نے اس سے کہا اور وہ اپنا سر میرے بازو پر رکھ رکھے آرام سے سوئی۔

رات کا تقریباً آخری پہر تھا لیکن سیکائی کے نوجوانوں کے جوش و خروش کی آوازیں ابھی تک میرے کانوں میں پہنچ رہی تھیں۔ یوں محسوس

ہو رہا تھا جیسے کالی میں کوئی بہت بڑا جشن منایا جا رہا ہو۔

نوجوان طبقہ جوش و خروش سے کام کر رہا تھا اور وہ بڑی تندی سے کاموں میں مصروف تھے۔ شانہ بھی تقریباً نیند لے کر اٹھ چکی تھی۔ جب

میں نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور بولا۔

"تم سو کر اٹھ گئیں شانہ؟"

"ہاں سہونا۔"

"سیکائی کے نوجوان تو جشن منا رہے ہیں۔"

"ہاں، میں ان کی آوازیں سن رہی ہوں۔ تم یقین کرو سہونا۔ فوما کی زندگی کی خبر نے ان لوگوں کی مردہ رحوں میں زندگی دوڑائی ہے۔ یہ

لوگ، میں نہ صرف رکائی ہستی کی بات کر رہی ہوں بلکہ فو ما کے اتنے وفادار ہیں کہ اس کے نام پر انہوں نے اس کا یادگار مجسمہ نصب کیا تھا۔ ذکر تم مجھے کی تعمیر میں ان کا جوش و خروش دیکھتے تو تمہیں اس وقت ان کے جوش و خروش پر حیرت نہ ہوتی، اس وقت انہیں فو ما کی زندگی کی..... خبر ملی ہے اور فو ما کی زندگی کی خوشی میں مجھے یقین ہے کہ وہ آئے والے جہازوں کو ایسی بدترین شکست دیں گے کہ زرد رو انہیں ہمیشہ ہمیشہ یاد رکھیں گے۔" شانہ نہایت عقیدت سے یہ سب کچھ بتا رہی تھی۔

"لیکن شانہ ہستی کے ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو ہستی کے پہلے سرے پر آباد ہیں، جو رکائی کے باشندے ہی کہلاتے ہیں۔"

"تم زرد روؤں کی بات کر رہے ہو؟"

"ہاں۔"

"میرا خیال ہے وہ خوفزدہ ہوں گے۔ اور شاید بہت ہی زیادہ۔"

"اور شاید کسی پیش آنے والے خطرے کے لئے تیار بھی۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں ممکن ہے۔ ظاہر ہے وہ لوگ بھی ذہن رکھتے ہیں بلکہ بہت اچھا ذہن رکھتے ہیں لیکن ہم ان کی تیاریوں کے جواب کے لئے کیا کر

رہے ہیں سہوتا؟"

"میں نے ہدایات دے دی ہیں شانہ۔ میرا خیال ہے وہ لوگ اتنے مشکل ثابت نہیں ہوں گے۔ تم نے زرد روؤں کی ہستی تو بخوبی دیکھی

ہے۔ تمہیں ان کی آبادی اور ان کی طاقت کا بھی اندازہ ہوگا۔" میں نے پوچھا۔

"اور سہوتا۔ میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتی۔ اس زمانے میں مجھے ان ساری باتوں کا تجربہ نہیں تھا۔ میں محسوس کر رہی ہوں کہ تیری آمد نے اور

تیری قربت نے میرے ذہن کے بہت سے خانے روشن کر دیئے ہیں جن سے پہلے میں نے کبھی کام نہیں لیا تھا۔"

"تو کیا شانہ تجھے زرد روؤں کی طاقت کا اندازہ نہیں ہے؟"

"اس حد تک نہیں ہے سہوتا، اس اتنا جانتی ہوں کہ وہ کالی زمین ہیں۔"

"بہر صورت ان کی طاقت کے بارے میں تمہیں بتا دوں گا شانہ کہ وہ لوگ رکائی کے سادہ دل نوجوانوں سے کہیں زیادہ چالاک ہیں اور

چالاک آدمی ہمیشہ ذہانت سے جنگ کرنا ہے چنانچہ اس سلسلے میں انہیں معمولی چیز نہیں سمجھنا چاہئے۔ تاہم ان کے لئے ہم کوئی مناسب کارروائی کریں

گے۔ ان کے لئے نگر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"ہاں سہوتا۔ جب ذہانت کی بات آئی گئی ہے تو ہمارے پاس اس سے زیادہ ذہین شخص موجود ہے جو چند افراد کے ساتھ ایک پورے جنگی

جہاز کو شکست دے سکتا ہے۔" شانہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

پھر میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولی۔ "سہوتا۔ ایک بات پوچھوں؟"

"پوچھو شانہ۔"

”کیا تیرے ذہن میں کبھی پوسٹیا نہیں آئی؟“

”اور... کیا مطلب؟“ میں نے چونک کر اسے دیکھا۔

”تو بتاؤ تو سہی سہوتا۔“

”لیکن وہ تجھے اس وقت کیسے یاد آئی شانہ؟“

”بس یونہی سہوتا۔ تم اس کی حیثیت سے انکار تو نہیں کر سکتے اور نہ ہی میں اسے بھول سکتی ہوں جو ایک دور میں مجھ پر فوقیت رکھتی تھی۔“

”ہاں شانہ۔ اگر تم اس بات کو برا محسوس نہ کرو تو میں ایک بات ضرور کہوں گا کہ وہ بہر صورت بری لڑکی نہیں تھی... اور تم لوگوں کے لئے

دل میں وہ جذبہ بات بھی نہیں رکھتی تھی جو دوسرے زرد رو دکھتے ہیں۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ زرد رو دوں کے اس مشن کے خلاف ہے جو مقامی لوگوں کو ان

کی جائیدادوں سے بے دخل کر کے خود حکمران بن بیٹھتے ہیں۔ وہ اپنے لوگوں کے مفاد میں صرف اتنا چاہتی تھی کہ انہیں بھی اس سرزمین پر آباؤ ہونے

کی اجازت دی جائے اور وہ بھی یہاں کے باشندوں سے گھل مل کر رہ سکیں اور اس طرح بیکجا ہو جائیں کہ مقامی، غیر مقامی باشندوں کا فرق مٹ

جائے۔ یہ نظریہ رکھنے والی لڑکی بری نہیں ہو سکتی شانہ اور بہر صورت میں وہ ہارو کہوں گا کہ وہ ایک اچھی لڑکی ہے۔“

”ہاں سہوتا۔ یہ نظریہ برا نہیں تھا۔“ شانہ نے جواب دیا۔

”ہاں شانہ۔ میں بھی اس حد تک قائل ہوں۔ اس سلسلے میں، میں نے نوما سے بھی گفتگو کی تھی۔“

”تو نوما نے کیا جواب دیا تھا؟“ شانہ نے جلدی سے پوچھا۔

”نوما نے کہا تھا کہ اگر اس نے اپنی بستیاں واپس لے لیں اور وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا تو وہ ان کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرے گا

جسے درندگی سے تشبیہ دی جائے۔ وہ ہر اس شخص کو گرفتار کرے گا جو جنگ کرنے کے قائل ہو اور پھر انہیں قید کر دے گا۔ قید کرنے کے بعد وہ انہیں پیش

کش کرے گا کہ وہ دونوں میں سے کون سی قبول کرتے ہیں۔ موت یا پر امن زندگی۔ جن لوگوں نے پر امن زندگی تسلیم کر لی انہیں معاف کر دیا جائے گا۔“

”اور۔۔۔ یہ نوما کا اچھا اقدام ہوگا۔ بہر صورت سہوتا صورت حال کچھ ایسی ہو گئی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ہمیں زرد رو دوں سے بھی جنگ کرنا پڑے۔“

ایسی صورت میں اگر جنگ کرنے والوں میں پوسٹیا بھی شامل ہوئی تو.....؟“

”یہ ممکن نہیں ہے شانہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پوسٹیا مجھے ان لڑکیوں میں نظر نہیں آتی جو جنگ کرنے کے لئے میدان میں ڈھکیں ہیں۔ اس کی

نظرت میں تمہاری جیسی کیفیت نہیں ہے۔ میرا خیال ہے وہ صرف عورتوں کے ساتھ رہے گی۔“

”شاید.....؟“ شانہ کچھ سوچتی رہی۔ پھر بولی۔ ”ایک بات اور بتاؤ گے سہوتا۔“ اس کے لہجے کی کیفیت عجیب سی تھی۔

”ہاں پوچھو شانہ۔“ میں مسکراتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔ ”تمہارے ذہن میں بہت سے دوسرے جاگ اٹھے ہیں شانہ۔ پوچھو میں سب

تجھ بتانے کے لئے تیار ہوں۔“

”اگر پوسٹیا پھر تمہارے پاس آجائے سہوتا۔ تمہاری پناہ میں آجائے تو تم اس کے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟“

"شمانہ۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میں اس کے ساتھ کیا سلوک کروں گا لیکن یہ بات تمہیں تسلیم کرنا پڑے گی کہ میں اس کے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کروں گا۔ بہر صورت اگر تم اپنا اور اس کا موازنہ کر رہی ہو تو اس بارے میں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ میں تمہارے لئے اس تک پہنچا تھا اور یہ بات میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں۔ تم جب تک میرے پاس نہیں تمہیں شمانہ جیسے دوسری طرف متوجہ ہونا پڑتا تھا۔ اب جبکہ تم میری زندگی میں برابر کی شریک ہو میرے ذہن میں کوئی دوسرا تصور نہیں ابھرتا اور میرے خیال میں یہ تصور پوہیتا کے لئے بھی ابھر نہیں سکتا۔"

"میں مطمئن ہو گئی ہوں سہوتا۔ تو یقین کر مجھے تیرے اوپر بے پناہ اعتماد ہے لیکن میں اپنی محبت سے مجبور ہوں۔" شمانہ نے کہا اور پھر وہ دوبارہ سونے کی کوشش کرنے لگی۔ شاید اس خیز آ رہی تھی۔

سورج کی پہلی کرن پوری طرح نمودار بھی نہیں ہوئی تھی کہ حکیم ہاکو اور چند دوسرے افراد ہماری قیام گاہ کے قریب پہنچ گئے۔ حکیم ہاکو نے زور زور سے دستک دی تھی اور پھر باہر بیٹھ گیا تھا۔ "سہوتا۔ دکھایا کے جہاز واپس آ گئے ہیں۔ مینار کی بلند یوں سے انہیں دیکھ لیا گیا ہے۔ وہ انتہائی برق رفتاری سے سکائی کے ساحل کی طرف بڑھ رہے ہیں۔"

"میں آ رہا ہوں حکیم ہاکو۔" میں نے جواب دیا اور پھر چند ساعت کے بعد تیار ہو کر حکیم ہاکو کے پاس پہنچ گیا۔

"ان کا فاصلہ سکائی کے ساحل سے کتنا ہے؟"

"اتنا کہ سورج اپنے سفر کا آٹھواں حصہ بھی طے نہیں کر سکے گا اور وہ سکائی کے ساحل پر پہنچ جائیں گے۔" حکیم ہاکو نے جواب دیا۔

"اور۔۔۔ سکائی کے آٹھ جہازوں کا کیا حال ہے، کیا وہ تیار ہیں؟"

"ہاں۔ مکمل طور پر۔۔۔ سکائی کے نو جوان بڑے جوش و خروش سے ان جہازوں پر نوٹ پڑنے کے لئے تیار ہیں۔"

"ایک بار پھر میں سوال کروں گا حکیم ہاکو کیا تم ان لوگوں سے مطمئن ہو جو جہازوں پر ہیں اور کیا وہ بحری جنگ آرام سے لڑ سکتے ہیں؟"

"یقیناً سہوتا۔ ہم نے ہر کام انتہائی محنت سے کیا ہے۔ ہم نے پورے سکائی میں ان لوگوں کو تلاش کیا ہے جو بحری جنگوں کے ماہر ہیں۔ جنگ لڑ چکے ہیں یا کم از کم جنگ سے پورے طور سے واقف ہیں۔ چنانچہ آفریبا پانچ سو جوان ایسے ہیں جو بخوشی اس جنگ میں حصہ لینا چاہتے ہیں اور ہم نے انہیں بحری بیڑے پر پہنچا دیا ہے۔ بلکہ ان کی طرف سے مکمل طور پر مطمئن ہے اور اس نے ہدایات جاری کر دی ہیں۔" حکیم ہاکو نے بتایا۔

"ہوں۔ اس بارے میں فو ما کیا کہتا ہے؟"

"بس فو ما تمہارا انتظار ہے۔ تم جو کچھ کہو فو ما اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہے۔" حکیم ہاکو نے جواب دیا۔

"او حکیم ہاکو۔ یہ مناسب نہیں ہے۔ فو ما کو اپنے طور پر احکامات جاری کرنے چاہئیں۔" میں نے کہا۔

"بہشہ فو ما سکائی کے نو جوانوں کو احکامات دے گا لیکن تم فو ما کو احکامات دو گے۔" حکیم ہاکو نے کہا۔

"کیا یہ فو ما کی مرضی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں سہوتا۔ فو ما کا یہی کہنا ہے۔" حکیم ہاکو نے جواب دیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ بچھل گئی۔ بہر صورت مجھے ان لوگوں سے ہمیشہ

ہی دلچسپی رہی تھی جنہوں نے مکمل طور پر مجھ پر بھروسہ کیا ہے۔ فوما جس انداز میں میری مرضی کے مطابق کام کر رہا تھا اس سے مجھے بھی خوشی تھی۔ چنانچہ میں فوما کی قیام گاہ کی طرف بڑھ گیا۔

فوما شدت سے میرا انتظار کر رہا تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر جلدی سے آگے بڑھا آیا اور ہوا۔

"اود سہوتا۔ شکایا کے جہاز تیزی سے اس طرف آرہے ہیں لیکن میں تیرے حکم کے بغیر ان لوگوں کو آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔"

"فوما۔ ان لوگوں کو آگے بڑھنے کی اجازت دے دو۔ ان سے کہو کہ وہ بھی پوری رفتار سے پھیل کر شکایا کے جہازوں کی طرف جائیں اور

محلے میں پہل شروع کر دیں۔"

"بہت بہتر۔" فوما نے کہا اور ہم لوگ تیزی سے ساحل کی طرف بڑھنے لگے۔ لوگوں کا اثر دہام تھا اور اس اثر دہام میں فوما پہلی بار سکائی

کے ساحل پر پہنچا۔

ساحل پر لوگوں کا انبوہ عظیم فوما کو دیکھ کر ٹھنوں کے بل جھک گیا۔ وہ برنی طرح چیخ رہے تھے، چلا رہے تھے۔ یہ ان کا فوما تھا۔

وہی فوما عظیم فوما جسے وہ مردہ تصور کر چکے تھے۔ جس کے مردہ ہونے کے بعد تصور نے انہیں غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا تھا لیکن اب وہ

زندہ حالت میں ان کے سامنے موجود تھا، سکائی کے لوگوں کے لئے اس سے زیادہ خوشی کی اور کیا بات ہو سکتی تھی کہ مردہ زندہ ہو گیا تھا، ان کا وہ پوتا

جسے وہ دل و جان سے پوجتے تھے۔ آج ان کے درمیان ہدایات دینے کے لئے موجود تھا۔

اور آج یہ اثر دہام فوما کی مرضی سے جنگ کرنے جا رہا تھا۔ فوما کے دشمنوں سے، اس علاقے کے دشمنوں سے، اپنے علاقے کے

دشمنوں سے۔ فوما کو دیکھ کر لوگ بے پناہ خوش تھے اور فوما نے دونوں ہاتھ اٹھا کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

میں ان کی عقیدت و محبت دیکھ رہا تھا۔ فوما نے ہاتھ اٹھائے اور وہ فوما کا مقصد سمجھ گئے اور اس ایک لمحے میں اس قدر خاموشی چھا گئی کہ

سوانے سمندر کے شور کے علاوہ کوئی دوسری آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

تب فوما نے کہا۔

"میرے دوستو، میرے جان نثارو۔ تمہارے جذبات کا مجھے پورا پورا احساس ہے، تمہارے ذہن میں میرے لئے بہت سے سوالات

ہوں گے لیکن میرے ساتھیوں یہ جواب دینے کا وقت نہیں ہے۔ میں تمہارے تمام سوالات کے جواب ضرور دوں گا۔ میں تم سے گفتگو کروں گا تم سے

مکمل طور پر اور تمہاری خوشی میں برابر کا شریک ہو جاؤں گا۔ لیکن اس وقت جب ہم اس سلسلے کا پہلا قدم اٹھا چکے ہوں گے۔

جان نثارو۔ شبانہ وہ غائب ہے جو اقتدار کے لئے زردروؤں کا غلام بن گیا ہے۔ ہر طرح ان کی مرضی پر عمل کر رہا ہے۔ میرے عظیم

دوست سہوتا جسے تم نے دیکھا اور جس کے بارے میں تمہیں وقتاً فوقتاً بتا سکتا ہوں کہ تمہارے فوما کو نئی زندگی دینے والا سہوتا ہی ہے۔ یہ ہمارا اتنا بڑا محسن

ہے کہ ہم اس کا احسان زندگی بھر ادا نہیں کر سکتے۔ سہوتا کا کہنا ہے کہ پہلے شکایا کے جہازوں کو روکا جائے ان پر حملہ کیا جائے۔ ہماری جنگی حکمت عملی

سہوتا ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ جس کے بارے میں تمہیں بھی معلوم ہے۔ باقی تفصیلات میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔

میرے ساتھیوں تم اس وقت تیار ہو جاؤ اور شکا با کے جہازوں کو سکا کی کے ساحل سے بہت دور رک کر عبرتاً ک ٹکست دو۔ ہاں تمہیں ہر طرح کی آزاہی ہے کہ اگر چاہو تو انہیں نیست و نابود کر دو، کیونکہ ان میں زیادہ تعداد زوروؤں کی ہے۔ جو غاصب اور کینہ پرور ہیں۔ ہم زوروؤں کو اپنی سرزمین پر دیکھنا نہیں چاہتے ہاں وہ اس شکل میں..... برداشت کئے جاسکتے ہیں کہ وہ ہمارے غلام رہیں اور اس طرح ہم لوگوں کے لوگوں سے عمل مل کر رہیں جیسے باقی باشندے رہتے ہیں۔ چنانچہ میری ہدایت ہے کہ تم پوری مہارت سے کام لے کر ان جنگی جہازوں کو ٹکست دو۔ جاؤ میں تمہاری فتح کا انتظار کروں گا۔" نوٹا نے کہا اور جہازوں پر جنگی نعرے گونجنے لگے۔

یہ سب نوٹا کی مدد سے سرائی کر رہے تھے۔ تب جہازوں نے اننگر اٹھائے۔ باو بانوں کے رخ موڑے گئے اور جہاز بہت ہی تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھنے لگے۔ گویا جنگ کا آغاز ہو چکا تھا۔

میں واپس فوٹا کی طرف پلٹا اور پھر ہم سب ایک جگہ جمع ہو گئے۔

"حکیم ہا کو کیا میرنی دوسرنی ہدایت پر عمل کیا گیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یعنی زوروؤں کی ہستی کی جانب جو انوں کو بھیجنے والی بات؟"

"ہاں۔"

"سب کچھ تیرنی مرضی کے مطابق کیا گیا ہے سہوتا۔" حکیم ہا کو نے جواب دیا۔ جو انوں کے جتھے کے جتھے اس طرف روانہ ہو چکے ہیں۔

وہ پوری طرح جنگجو تھیروں سے لیس ہیں اور ان کی قیادت تجربہ کار لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔"

"تو نے انہیں کیا ہدایت کی ہے حکیم ہا کو؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے ان سے کہا ہے سہوتا کہ وہ زوروؤں کی ہستی سے تھوڑے فاصلے پر ان پہاڑی چٹانوں کی آڑ میں قیام کریں جو ہستی سے زیادہ

دور نہیں لیکن محفوظ ترین ہیں۔ اور وہاں رک کر وہ ہمارے نئے احکامات کا انتظار کریں۔ ہاں انہیں ہدایت بھی کر دی گئی ہے کہ اگر زوروں میں موقع پر

خاکہ اٹھاتے ہوئے اس ہستی کی طرف کوچ کرنے کی کوشش کریں تو پھر انہیں اس کا منہ توڑ جواب دیا جائے اور انہیں واپس ان کی ہستی کی طرف دیکھلے

دیا جائے۔" حکیم ہا کو نے جواب دیا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"نھیک ہے حکیم ہا کو۔" میں نے جواب دیا۔

"کہیں میری ہدایات میں کوئی ایسی خامی تو نہیں رہ گئی سہوتا۔ جو تجھے نا پسند ہو۔" حکیم ہا کو نے پوچھا۔

"اور نہیں حکیم ہا کو۔ میں کہہ چکا ہوں کہ تو نے بالکل درست ہدایات دی ہیں۔ میں تیری ہدایات سے پوری طرح مطمئن ہوں۔ تو نے یہ

سب کچھ میری مرضی کے مطابق کیا ہے۔ بس میں تو صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ جن لوگوں کو اس گردہ کی قیادت سپرد کی گئی ہے کیا وہ مکمل طور سے قابل

بھروسہ ہیں؟"

"ہاں۔ وہ سب ماہر فن حرب ہیں اور جنگی چالیں بخوبی سمجھتے ہیں۔" حکیم ہا کو نے جواب دیا۔

"میرا مقصد ان لوگوں کی وفاداریوں سے ہے حکیم ہاکو۔"

"اور سہونا۔ تو بہت گہرائی میں جاتا ہے۔ ویسے یقین رکھو وہ سب ہمارے فوٹا کے وفاداروں میں سے ہیں۔"

"تو پھر نمیک ہے حکیم ہاکو۔ اگر زبردروؤں کی ہستی سے کوئی کارروائی نہیں ہوتی تو ہم انتظار کریں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں نے فوٹا کی طرف دیکھا اور پھر مسکراتے ہوئے بولا۔" فوٹا۔ کیا تم لکڑی کے اس بلند مینار سے اس عجیب و غریب جنگ کا جائزہ نہیں لو گے؟"

"ارو۔ ہاں سہونا۔ ضرور ضرور۔" اور فوٹا حکیم ہاکو کی طرف متوجہ ہو گیا اور بولا۔ "حکیم ہاکو کیا تم اس مینار پر نہیں چلو گے؟"

"کیوں نہیں فوٹا۔ ضرور۔"

اور ہم تینوں مینار کی جانب بڑھنے لگے۔ تب فوٹا نے حکیم ہاکو کی طرف رخ کر کے کہا۔

"کیا تم اب بھی اس شخص کو عام انسان کہو گے حکیم ہاکو؟"

"میں نہیں سمجھا عظیم فوٹا۔"

"لکڑی کا یہ بلند مینار کس کس کام آئے گا؟" فوٹا نے تعریفی انداز میں میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں یقیناً۔ یوں لگتا ہے جیسے تمام کارروائی اس شخص کے ذہن میں ہو اور اس نے ہر عمل اسی طرح کیا ہو۔ ورنہ لکڑی کے اس مینار کی وجہ کیا

ہو سکتی ہے۔۔۔ لیکن آج یہ جس کام آ رہا ہے وہ حیرت انگیز ہے۔"

"ہاں حکیم ہاکو۔" فوٹا نے عقیدت سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اس مینار کی افادیت سے نہ صرف ہم شکایا

اور سکاکی کے درمیان ہونے والی جنگ کو دیکھ سکتے ہیں۔ بلکہ یہاں سے ہم ان لوگوں پر بھی نگاہ رکھ سکتے ہیں جو سکاکی کے دوسرے جانب آباد ہیں۔"

"بلاشبہ ہم ان پر بھی نگاہ رکھ سکتے ہیں۔" فوٹا تعریفی لہجے میں بولا۔ "میں اس دوران خاموش رہا۔"

تب ہم لکڑی کے اس مینار کی بلند یوں پر چڑھتے گئے اور آخری سرے تک پہنچ گئے۔ مینار سکاکی وسیع تھا اور یہاں سے ہم بہت دور تک

سمندر میں دیکھ سکتے تھے۔

سکاکی سے روانہ ہونے والے جہاز یوں لگتا تھا جیسے بہت ہی قریب ہوں۔ لیکن ساحل سے ان کا فاصلہ دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ انہوں نے

اپنی رفتار بہت تیز رکھی ہے اور اگر وہ اسی رفتاری سے چلتے رہے تو زیادہ وقت نہیں لگے گا جب وہ شکایا کے جہازوں تک پہنچ جائیں گے۔ جن کے

بادبان اب صاف نظر آنے لگے تھے۔

ہم سب انتظار کرتے رہے۔ اصل کھیل تو اس وقت شروع ہونا تھا جب سکاکی کے جہاز شکایا کے جہازوں تک پہنچ جاتے اور جوں جوں

سورج بلند ہو رہا تھا۔ ہم اس وقت کے شدت سے منتظر تھے۔

ہماری تیاریاں مکمل تھیں۔ اس لئے ہم سب کھیل شروع ہونے کے منتظر تھے۔ سکاکی کے جہاز جنہیں ہدایت کی گئی تھی کہ ادوشن کے حملے

کا انتظار نہ کریں برق رفتاری سے آگے بڑھتے ہوئے اس طرح پھیل رہے تھے کہ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے شکایا کے جہازوں کو گھیرنے میں لینے کی

کوشش کر رہے ہیں، جن کی تعداد اچھی خاصی تھی۔

اور پھر جنگ شروع ہو گئی۔ کائی والوں نے فوما کے نام کا نعرہ لگایا۔ اور شاید یہ ہی نعرہ شکایا والوں کے لئے حیرت انگیز تھا۔ بہر صورت کائی کے جہازوں پر سے برقی رفتار سے تیر اندازی اور پتھر بازی شروع ہو گئی۔ اور چند ہی ساعت کے بعد دوسری جانب سے بھی اس کا جواب ملنے لگا۔ لیکن کائی کے تازہ دم لوگ اس لئے بھی بہت زیادہ خوش اور جولاہی میں تھے کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے اپنے فوما کو دیکھ لیا تھا اور اس وقت انہیں اندازہ تھا کہ وہ فوما کے نام کے اقتدار کو بچانے کے لئے یہاں تک پہنچے ہیں۔ چنانچہ ان کے جذبات شدید تھے۔

جذبات کی اس شدت نے ہی انہیں اس بات پر مجبور کیا تھا کہ وہ بے خوف و خطر ہو کر شکایا کے جہازوں کا مقابلہ کریں۔ اور اسی محبت نے انہیں جان فروشی پر آمادہ کیا تھا۔ چنانچہ پہلے ہی حملے میں کائی کے جہازوں پر اپنی برتری ثابت کر دی۔

اور شکایا کے جہازوں کو شدید ترین نقصان پہنچنے لگا۔ میں فوما اور حکیم باکو جہازوں کی جنگ سے بہت مطمئن تھے۔

جس انداز میں ہمارے جہازوں نے حملہ کیا تھا وہ بے حد شاندار تھا۔ شکایا کے جہازوں کو شدید حیرت کا سامنا کرنا پڑا تھا وہ بھی ہر قسم کے اسلحے اور جنگی ضروریات سے لیس تھے لیکن انہیں یہ توقع نہیں تھی کہ کسی ایک جگہ انہیں اتنی شدت سے مدافعت کرنا ہوگی۔

بہر صورت جنگ باقاعدگی سے جاری رہی اور پھر بے انتہا شدت اختیار کر گئی۔ دونوں طرف سے شدید حملے ہو رہے تھے لیکن کائی والوں کا پلہ شروع ہی سے بھاری تھا اور شکایا والے وہ بے نظر آ رہے تھے۔

شاید ان میں کوئی شخص زہین بھی تھا جس نے صورت حال کی نزاکت کو محسوس کر لیا اور پھر ہم نے دیکھا کہ ان کے ہاؤ بانوں کا رخ بدل گیا ہے۔ وہ جزیرے کے اس حصے کی جانب جا رہے تھے جہاں زرد روآباد تھے۔ اس طرح کو یا وہ پشت سے ساحل چاہتے تھے۔

یہ بہر صورت ذہانت کی بات تھی لیکن یہاں جو کچھ ہو چکا تھا۔ اس کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کی یہ کوشش بھی ناکام ہی ثابت ہوئی تھی۔ لیکن..... ابھی وہ لوگ اس سے بے خبر تھے۔

کائی کے جہاز ان کا تعاقب کرنے لگے۔ ان کے حوصلے بہت زباؤد بڑھے ہوئے تھے۔ تب میں نے حکیم باکو کی طرف دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

”صورت حال مکمل طور پر ہمارے حق میں ہے حکیم باکو۔ میرا خیال ہے ہمیں اب دوسرے حصے کی خبر لینا چاہیے۔ یہ بات تو طے ہے کہ یہ لوگ اب ساحل کے قریب پہنچ کر کائی کے جہازوں سے جنگ کریں گے۔ کائی کے جہاز ان کو چاہیے۔ اگر وہ تجربہ کار ہیں تو ساحل تک نہ جائیں بلکہ ساحل سے دور رہ کر اپنے حملے جاری رکھیں۔ کم از کم اتنے فاصلے پر کہ وہ ان جہازوں کو اپنے نشانے کی زد میں لے سکیں۔“

”یقیناً۔ ان تک یہ اطلاع پہنچانا تو ناممکن ہے۔“ حکیم باکو نے کہا۔

”ہاں ٹھیک ہے۔ یہ سب ان کی اپنی کارکردگی پر مبنی ہے۔ بہر صورت حکیم باکو اب ہمیں دوسرے حصے کی خبر لینے چاہیے۔“

”ضرور سہوتا۔“

"تو پھر میرا خیال ہے میرے ساتھ آؤ اور نو ماٹر تم پسند کرو تو تم بھی۔"

"واہ سہوتا۔ یہ تو نے کیا کہا؟ میں بجلا جنگ کرنا پسند نہیں کروں گا، میں پوری طرح زردروؤں کے خلاف جنگ کرو چاہتا ہوں۔" نو مانے کہا۔

"تو ٹھیک ہے پھر تیاریاں کرو۔" میں نے کہا۔

چنانچہ ہم تینوں گھوڑوں پر سوار ہوئے اور اس لشکر کی جانب چل دیے جو ابھی تک زردروؤں کی ہستی کے عقبی حصے میں پہاڑوں کے پیچھے

قیام پذیر تھا۔

زردروؤں کو معلوم ہو چکا تھا کہ ایسا کوئی لشکر عقب سے ان کے نزدیک آیا ہے اور وہ سراسیمہ ہو چکے تھے۔

انہوں نے تیاریاں تو کی ہی ہوں گی لیکن دیکھنا صرف یہ تھا کہ وہ کہاں تک تیاریاں کر سکے ہوں گے۔ چنانچہ ہم لوگ تھوڑی ہی دیر میں

اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے اس لشکر کی جانب پلٹ گئے اور نو ما کی آمد پر لشکر نے خوشی کے نعرے لگائے۔

تب نو مانے میری طرف دیکھا اور بولا۔ "کیا حکم ہے سہوتا؟"

"میرا خیال ہے زردروؤں پر حملہ کر دیا جائے۔" میں نے کہا اور نو مانے پر جوش آواز میں اپنے ساتھیوں کو حملے کے لئے اکسایا۔

اور تھوڑی دیر کے بعد لوگ بے تحاشہ زردروؤں کی طرف دوڑ پڑے تھے۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ ان کا جوش و خروش اس قدر بڑھا ہوا

ہے کہ وہ زردروؤں کے مقابلے کے لئے کافی ہیں۔ خواہ دوسری طرف سے کتنی ہی شدت سے مقابلہ کیوں نہ کیا جائے۔

چنانچہ بذات خود ان جنگی معاملات میں حصہ لینے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں صرف ایک تماشائی کی حیثیت سے ان کی کارروائیاں دیکھتے

رہنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں اپنا گھوڑا ایک طرف لے گیا۔ وہ لوگ زردروؤں کی ہستی کی طرف ہلنے چکے تھے اور خوفناک جنگ شروع ہو گئی تھی۔

زردرو گواہدو میں بہت زیادہ نہیں تھے لیکن بہر صورت میں نے یہ بات خاص طور سے محسوس کی تھی کہ وہ ذہین بھی ہیں اور دلیر بھی۔

ذہانت اور دلیری جب یکجا ہو جائے تو بہر صورت وہ ایک خطرناک صورت حال اختیار کر جاتی ہے۔

ذہانت اور دلیری زردروؤں کے پاس تھی۔ جبکہ جنگی ہتھیاروں سے سکاکی کے نوجوان لیس تھے۔ ہاں جذبوں کی شدت بھی تھی وہ شدت

جو نو ما کی وجہ سے انہیں ملی تھی۔ ایسی صورت میں جنگ کا خونناک ہو جانا تو لازمی ہوتی جاتا ہے۔ بس اس وقت بھی ہوا۔

سکاکی کے لوگ بڑے جوش و خروش سے گئے تھے۔ زردروؤں کی ہستی کا ایک ایک مقام مورچہ بنا ہوا تھا۔ وہاں سے اس قدر تیر اندازی اور

شکاری کی گئی کہ سکاکی والوں کے حواس جواب دینے لگے۔ ان کے سامنے کی پوری نظار صاف ہو گئی تھی۔ نو ما بھی زخمی ہوتے ہوتے بچا تھا۔ مشکل

تمام سے پیچھے لایا گیا۔

میں یہ اندازہ لگا چکا تھا کہ زردروؤں سے جنگ جس قدر آسان کبھی گئی ہے۔ اس قدر آسان نہیں ہے۔ سکاکی کے پر جوش نوجوانوں کو

منجھل کر حملہ کرنا چاہیے تھا ورنہ وہ زبردست نقصان اٹھا سکتے ہیں۔

میں نے بھی جنگ کی صورت حال دیکھی تھی اور اندازہ لگا رہا تھا کہ سکاکی والے پورے طور سے اپنی زندگی کی حفاظت کے لئے تیار ہیں۔

لیکن بہر صورت زوروؤں پر فتح حاصل کرنا ضروری تھا۔

چنانچہ میں نے آگے بڑھ کر قیادت کرنے والے سردار کو چند مشورے دیئے۔ میں نے فوما سے بھی کہا۔

”سردار فوما۔ میرا خیال ہے ان لوگوں کو سامنے سے نہیں ہونا چاہیے۔“

”تو پھر تو ہٹانا سہوتا۔ حملہ کا دوسرا انداز کیا اختیار کیا جائے۔ تو نے دیکھا۔ سکانی کے چند پر جو نوجوان اپنی ذرا سی فطرتی سے موت کے منہ

میں جا چکے ہیں۔“

”ہاں فوما۔ میں نے دیکھا ہے۔ اس لئے میرے خیال کے مطابق ایک حصہ سامنے رہے اور باقی دو حصے دو سمتوں میں بٹ جائیں۔ اس

طرح وہ لوگ زوروؤں کی ہستی کو گھیرنے کی کوشش کریں۔ اس طرح زوروؤں کی توجہ بھی بٹائی جاسکتی ہے۔“

”فوما نے میری ہدایت سنیں اور میری ہدایات پر فوری عمل کیا گیا۔ سکانی کے نوجوان تین حصوں میں بٹ گئے تھے اور یہ اسکیم بے حد

کامیاب رہی تھی۔

چنانچہ جب زوروؤں پر تین جانب سے خوفناک حملہ ہوا تو وہ بوکھلا گئے۔ سامنے کی سمت سے تو وہ شدید مدافعت کر رہے تھے لیکن باقی

دوڑوں سمتیں غیر محفوظ تھیں۔ وہاں وہ کوئی بندوبست نہیں کر پائے تھے۔

چنانچہ اس طرف سے بڑھنے والے ہالا خران کے مکانوں تک پہنچ گئے اور پروفیسر جنگ کا پانسہ پلٹ چکا تھا۔

اب تک زورو سکانی والوں کو شدید نقصان پہنچاتے رہے تھے، لیکن اب چونکہ بات ان کے گمروں تک پہنچ گئی تھی اس لئے وہ بھی بدحواس

ہو گئے تھے۔ اور وہ مدافعت نہ کر سکے۔ چنانچہ سکانی والوں کو سامنے سے بھی موقع مل گیا۔

بہت دیر نہیں گزرنی تھی کہ وہ سب زوراؤں پر غلبہ پانے میں کامیاب ہو گئے۔ اب زوروؤں کو بے دریغ قتل کیا جا رہا تھا۔ ہر اس آدمی کو

مارا جا رہا تھا جو ہتھیار لئے سامنے آتا تھا لیکن میری ہدایات بدستور کام کر رہی تھیں۔

فومانے ان لوگوں کو کہہ دیا تھا کہ جو جنگ نہیں کر رہے انہیں صرف گرفتار کر لیا جائے۔ بہر صورت زوروؤں کو اندازہ ہو گیا تھا کہ ان کی

مدافعت بالکل بے کار ثابت ہوگی۔ چنانچہ انہوں نے ہتھیار ڈالنا شروع کر دیئے اور سکانی کے نوجوان انہیں گرفتار کرنے لگے۔

یہاں کی صورت حال دیکھ کر اندازہ ہو گیا تھا کہ یہاں جنگ جیت لی گئی ہے اور پھر ہم اس راستے سے ساحل کی طرف بڑھے۔ صرف

تھوڑے سے افراد کو وہاں پھوڑو یا گیا تھا۔ جو قیدیوں کو ہاندھنے میں مصروف تھے۔ باقی ہم سب اوگ ساحل کی طرف بڑھ گئے اور یہاں سے ہم نے

جو منظر دیکھا وہ بھی خاصا دلچسپ اور دل خوش کن تھا۔ سکانی کے جہاز بڑے شاندار پیمانے پر جنگ کر رہے تھے۔

شکایا کے حملہ آور جہاز اب اتنا پیچھے ہٹ چکے تھے کہ مزید پیچھے ہٹنے کی گنجائش نہیں تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے ان کے قدم اکڑنے والے ہوں۔

اور چند ہی ساعت کے بعد ہم نے یہ تراشا دیکھا جہازوں سے کشتیاں اترنے لگیں اور وہ اوگ بے تحاشا ساحل کی طرف دوڑنے لگے۔

لیکن افسوس، صد افسوس۔ ساحل پر ان کے استقبال کے لئے ہم موجود تھے۔ دست بدست جنگ شروع ہو گئی اور ایک بار پھر جہاز والوں

کو شدید ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ کیونکہ وہ تھکے ہوئے تھے اور ان کے پاس ایسے ہتھیار موجود نہ تھے جو زمینی لڑائی میں کام آتے ہیں۔ چنانچہ انہیں یہاں بھی شدید شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

البتہ شکایا سے آنے والوں کے ساتھ ہم نے کوئی رعایت نہیں برتی تھی۔ ہم انہیں بے دریغ قتل کر رہے تھے اور بالآخر سکائی کی جنگ کا فیصلہ ہو گیا۔ سکائی کی سرزمین کو زبردروؤں سے پاک کر دیا گیا تھا اور نوما کی زندگی کا واضح اعلان ہو چکا تھا۔ یقیناً یہ خبریں زیادہ دیر تک دوسرے علاقوں سے چھپی نہیں رہ سکتی تھیں۔ لہذا ضرورت اس بات کی تھی کہ سکائی کو مضبوط و محفوظ حصہ بنانے کے بعد دوسرے علاقوں کا رخ کیا جائے۔

گرفتار لوگوں کو توجہ کیا جا رہا تھا اور چاروں طرف ایک عجیب سا بنگامہ ہو رہا تھا۔ سکائی کے نوجوانوں کو بدلے لینے کا موقع مل رہا تھا۔ چنانچہ جو بھی زبردرو ذرا بھی سرکشی کی کوشش کرتا۔ اس کی گردن اس کے شانوں پر سے اتار لی جاتی اور مجھے..... میری کیفیت زبا دہا بھی نہیں تھی۔ مجھے یہ سارے منظر زیادہ اچھے نہیں لگ رہے تھے۔ چنانچہ میں کسی حد تک ادا اس سا ہو گیا تھا اور میں نے شانہ کو تلاش کیا۔

شانہ کو ہم نے سکائی ہی میں چھوڑا تھا۔ یہاں آتے وقت میں نے اسے لانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ حالانکہ وہ بے حد ضد کر رہی تھی۔ لیکن بہر صورت میں اسے جنگ میں شریک نہیں کرنا چاہتا تھا اور اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔

نوما کے کہنے پر شانہ رک گئی تھی۔ چنانچہ میرا یہی خیال تھا کہ شانہ سکائی بستی ہی میں ہوگی۔ میں نے وہاں سے پلٹنے کا فیصلہ کر لیا۔ بہر صورت ہا کو کو اس کی اطلاع دینے ضرور دینی تھا۔ اس وقت حکیم ہا کو بھی میرے پاس موجود نہیں تھا۔

نجانے حکیم ہا کو کہاں تھا۔ میں اسے تلاش کرنے لگا۔ میرا گھوڑا سکائی کے نوجوانوں کے درمیان سے گزرتا ہوا حکیم ہا کو کی تلاش میں چل پڑا۔ حکیم ہا کو جلد ہی بیٹھے مل گیا لیکن اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ تمہوڑے قاصدے پر لوگوں کا ایک جھوم نظر آ رہا تھا اور حکیم ہا کو افسردہ سا شاید اسی جھوم کے درمیان سے پلٹا تھا۔ میں تیزی سے اس کے قریب پہنچ گیا۔

”حکیم ہا کو۔“ میں نے اسے آواز دی اور وہ چونک گیا۔

”سبوتا۔ اوہ سبوتا۔ نقصانِ عظیم۔ آہ سبوتا۔ ایک عظیم نقصان۔“ حکیم ہا کو نے منمنکل لہجے میں کہا اور میں گھوڑے سے نیچے کود آیا۔

”کیا ہوا حکیم ہا کو۔ نوما کہاں ہے؟“

”نوما محفوظ ہے لیکن..... لیکن.....“ حکیم ہا کو کی گردن آہستہ آہستہ جھک گئی۔

”کیا بات ہے حکیم ہا کو۔ تم بہت پریشان نظر آ رہے ہو۔“ میں نے پوچھا۔

”سبوتا۔ تیرے لئے ایک بری خبر ہے۔“

”تو پھر بنا حکیم ہا کو۔“ میں نے جلدی سے کہا۔

”شانہ نجانے کس طرح جنگ میں شامل ہو گئی تھی۔ وہ ماری گئی ہے۔“ حکیم ہا کو نے بتایا اور میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

میرے جسم میں سرداہریں دوڑنے لگی تھیں۔ حکیم ہا کو کے ان الفاظ پر مجھے یقین نہیں آیا تھا۔

شانہ مرگئی ہے۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز بات میرے لئے کوئی اور نہیں ہو سکتی تھی۔ بلاشبہ ہونا تو چاہیے تھا کہ میں غم سے ساکت ہو جاتا۔ لیکن پروفیسر میری زندگی تو ان حادثات سے عمارت تھی۔ ایسے ایسے غیر متوقع حادثات ہوئے تھے جنہیں میں کبھی نہیں روک سکتا تھا۔ اور یہاں مجھے اپنی بے بسی کا پورا پورا احساس ہوا تھا۔ شانہ کی موت بھی اس وقت ایسا ہی حادثہ تھی لیکن میں اس موقع سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ چنانچہ چند ساعت میری یہ کیفیت رہی۔ پھر میں نے خود پر قابو پایا۔ میں نے حکیم ہاکو کی طرف دیکھا جو غم سے نڈھالی نظر آ رہا تھا۔ تب میں نے کہا۔

”کہاں ہے وہ؟“

”اس مجمع کی درمیان۔ شاید جنگ کرتی ہوئی ماری گئی ہے۔ اس کے سینے میں نیزہ پیوست ہے۔“ حکیم ہاکو نے جواب دیا۔ اور میں اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی آگے بڑھ گیا۔ میں جھوم کو اپنے دونوں ہاتھوں سے چہرہ تاروا ان کے درمیان پہنچ گیا جہاں شانہ کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ ایک لمبا نیزہ اس کے سینے میں پیوست تھا اور شانہ دم توڑ چکی تھی۔ وہ سیدھی زمین پر پڑی ہوئی تھی۔ اس کے خوبصورت بال ہوا میں اڑ رہے تھے۔ میں اسے اک تک دیکھتا رہا۔ تب عقب میں سے کسی نے کہا۔ ”اس کے باپ نے بھی سکائی کے دو جوانوں کے لئے اسکائی کی زندگی کے لئے آتش فشاں میں کود کر جان دینی تھی اور آج۔“ کائی کی بیٹی نے سکائی کے فو ما کی برتری کے لئے جان دی ہے۔“

میں خاموش نگاہوں سے شانہ کو دیکھ رہا تھا اور میرا اندر عجیب سے طوفان امڈ رہے تھے۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ شانہ مرگئی ہے۔ اس کی ایک ایک بات ایک ایک انداز مجھے یاد آ رہا تھا۔ شانہ تو اسی دن مرگئی تھی جب اس کی شخصیت ختم ہوئی تھی اور وہ میرے تابع ہو گئی تھی۔ حکیم ہاکو افسردہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ میرے اوپر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے۔ میں ذہنی توازن کھو بیٹھوں گا۔ لیکن اس کی وجہ صرف یہی ہو سکتی تھی کہ وہ میری شخصیت سے ناواقف تھے۔ میرے ذہن کو کسی غم کا احساس محدود نہیں کر سکتا۔ میرے سامنے تو صدیاں ختم ہوئیں۔ صدیوں کے وہ کروار جو میرے سامنے بہت نمایاں حیثیت رکھتے تھے میرے سامنے دم توڑتے تھے۔ اگر میں غم منانے پر آتا تو زندہ نہ رہ سکتا تھا۔ اور اگر زندہ رہتا تو مردوں کی مانند۔ چنانچہ شانہ کی موت کا مجھے غم ضرور ہوا تھا لیکن اب وہ مر چکی تھی اسے یاد کرنے سے فائدہ کیا تھا۔ مجھے علم نہیں تھا کہ وہ میدان جنگ میں آئی ہے۔ ورنہ میں اسے روک سکتا تھا۔

حکیم ہاکو نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور آہستہ سے بولا۔ ”میں تیرے غم میں برابر کا شریک ہوں سوتانا۔“

”اور حکیم ہاکو۔ کس کس کے غم میں برابر کے شریک ہو گے۔ بے شمار جوان مارے گئے ہیں۔ ہمیں سب ہی کا افسوس ہے اور پھر جنگ میں تو سب کچھ ہوتا ہے۔“

”اور لیکن شانہ تیرنی محبوبہ تھی۔“

”ہاں۔ جب تک وہ میرا ساتھ دے سکی اس نے دیا۔ اب مرگئی۔ مجھے افسوس ہے۔ لیکن میں نے کہا نا کہ مرنے والے مر جاتے ہیں اور کسی کا انتظار نہیں کرتے۔“

حکیم ہا کو چند ساعت مجھے دیکتا رہا اور پھر گہری سانس لے کر بولا: "تو ہر رنگ میں بچیب ہے سبوتا۔" اور پھر آگے بڑھ گیا۔ میں نے شانہ کی لاش پر آخری نگاہ ڈالی۔ یہ لڑکی مجھ سے رابطہ توڑ چکی تھی۔ اس لئے پروفیسر میں باقی جذبہ باقی باتوں سے گریز کرنا چاہتا تھا۔ ظاہر ہے اس کے قدر دان یہاں موجود تھے۔ وہ اس کی لاش کو نمکانے لگا سکتے تھے۔ میں بے جاں جسم کے لئے پریشان ہو کر کیا کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں بھی آگے بڑھ گیا۔ زردروؤں کو جہاں بھی موقع مل رہا تھا وہ اب بھی سرکشی کر رہے تھے۔ دوسری طرف جہازوں کو مکمل شکست ہو چکی تھی۔ سکاٹی کے جوان ان لوگوں کو گرفتار کر رہے تھے۔ گویا زردروؤں کا سکاٹی پر بالکل خاتمہ ہو چکا تھا۔ اور اب صرف وہ قیدی کی حیثیت رکھتے تھے۔ کائی فاصلے پر میں نے زردروؤں کے سردار پکا شا کو دیکھا۔ سردار پکا شا پوسیتا کا باپ تھا۔

میرے ذہن میں اچانک ہی پوسیتا ابھر آئی تھی اور پروفیسر تم مجھے خود غرض سمجھو یا یوں کہہ لو کہ میں تم لوگوں سے قطعی مختلف ہوں۔ پروفیسر پوسیتا کے تصور کے ساتھ پر اطف لخت نہیں آئے تھے بلکہ بس یونہی خیال آ گیا تھا کہ میں نے اس کے ساتھ زیادتی کی تھی۔ جب سے میں شانہ سے ملا تھا۔ میں نے اسے قطعی نظر انداز کر دیا تھا۔ ایک بار بھی میں نے اس سے کوئی بات نہیں کی تھی اور یہاں تک کہ بالآخر میں نے اس کے خاندان کو ہتہا کر دیا۔ ان وقت مجھے پوسیتا کا خیال صرف پکا شا کی لاش دیکھ کر آیا تھا۔ میں اسے تلاش کرنے لگا۔ کائی کے نو جوان اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ انہوں نے زردروؤں کی ہستی کو صاف کر دیا تھا۔ وہ اپنے دل کا سارا غبار نکال رہے تھے۔ ظاہر ہے ان زردروؤں نے ان کے نو ما کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔

زردروؤں کو بھاگنے کا موقع نہ مل سکا تھا۔ پھر بھی کچھ لوگوں نے بھاگ کر اگر جان بچائی ہوگی تو اس کے بارے میں کچھ کہا نہیں جا سکتا تھا۔ بہر صورت ہر طرف ایک طوفان بدتمیزی پاتا تھا اور اب جب کہ یہ لوگ فاتح... بن چکے تھے۔ میری ان کے درمیان ضرورت نہیں تھی۔ چنانچہ میں واپس ہستی کی جانب چل پڑا اور اپنی رہائش گاہ میں پہنچ گیا۔ اپنے ذہن کو نونوں پر مجھے احساس ہوا کہ بہر صورت اس میں شانہ کی یاد تو ہے۔ لیکن اس میں اتنی شدت نہیں تھی کہ میں خود کو غم زدہ کہہ سکتا اس سارے ہنگامے سے فارغ ہونے کے بعد ایک بچیب سی بے زاری کا احساس ہو رہا تھا۔ لیکن بہر صورت میں انہی نو ما کو نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ ابھی صرف سکاٹی کا علاقہ ہی اس کے قبضے میں آ رہا تھا۔ بہت ساری چیزیں تھیں جن کے لئے کام کرنا تھا۔

دیر تک اپنی رہائش گاہ پر خاموش بیٹھا رہا۔ بہت سے لوگ وہاں موجود تھے۔ میں نے وہاں جانا ضروری نہیں سمجھا اور اپنی رہائش گاہ پر ہی رہا۔ تب حکیم ہا کو نے آ کر آواز دی تھی۔ یہ بوزہا بہر خواہ بخوار ہوتی شکل بنا کر میرے سامنے آ رہا تھا۔ غالباً وہ شانہ کے سلسلے میں تعزیت کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ آہستہ آہستہ میرے قریب پہنچ گیا۔

"سبوتا۔ تو نے شانہ کے غم سے لاپرواہی کا اظہار کیا تھا لیکن دلوں کے درد سے کون واقف نہیں ہوتا۔ میری خواہش ہے کہ تو اسے بھولنے کی کوشش کر۔ اس نے ایک عقلم مقصد کے لئے جان دی ہے۔ وہ ہمیشہ کہتی تھی کہ اس کے باپ نے سکاٹی کے لئے جان ہی ہے اور وہ خود بھی نو ما کے لئے مرجانا چاہتی ہے۔ میرا خیال ہے جب وہ وحشت کے دور میں تھی تو اس نے اگر کسی سے وفا کا اعلان کیا تھا تو وہ صرف نو ما تھا۔ دنیا کے کسی انسان کو

اس نے کچھ نہیں گردانا تھا۔ ایسی صورت میں ہم سب اس کے لئے غمزہ ہیں۔"

"اور حکیم باکو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بے شک شانہ مرچکی ہے لیکن میں کہہ چکا ہوں کہ میں غمزہ نہیں ہو۔ نیک مقاصد کے لئے جان

دینے والوں کے لئے غمزہ نہیں ہونا چاہیے۔ تم وہاں کے حالات سے فارغ ہوتے ہو؟"

"نہیں۔ تم اسے فراغت تو نہیں کہہ سکتے سبوتا ابھی زرد روڈں کو گرفتار کیا جا رہا ہے۔ ہمارے ہاتھ اسلحہ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ لگا ہے۔

زرد روڈں کا زمین دوز اسلحہ خانہ جہاں انہوں نے بے شمار اسلحہ جمع کیا تھا۔ یقیناً وہ اسلحہ ان لوگوں کی ضروریات سے زیادہ تھا۔ گویا وہ لوگ بھی کوئی

سازش کر رہے تھے۔ سبوتا اتنا بڑا ذخیرہ بلاوجہ جمع نہیں ہو سکتا تھا۔ بے شک ان کے ذہن میں کوئی نہ کوئی بات ضرور ہوگی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ وقت

کا انتظار کر رہے ہوں؟"

"ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے۔ ان لوگوں کا پکا شمارا گیا ہے۔ ورنہ اس بارے میں ہم اس سے گفتگو کرتے۔"

"اور۔ اس کا خیال رکھا گیا ہے سبوتا، چند ایسے لوگوں کو گرفتار کیا گیا ہے، جن سے فوٹا معلومات حاصل کرے گا۔"

"یہ اچھا کیا گیا ہے۔ یہ تجویز کس کی تھی؟"

"فرما کی۔"

"بہر صورت وہ اس علاقے کا شہنشاہ ہے اور ذہین انسان بھی۔"

"تو پھر اب تیرا کیا حکم ہے سبوتا۔ فوٹا نے کہا ہے کہ میں تجھے لے کر وہاں پہنچ جاؤں ابھی ہمیں تیری ضرورت ہے۔"

"تمام قیدی گرفتار ہو چکے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"عورتوں کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا؟"

"کچھ نہیں ان کے ساتھ بہتر سلوک کیا جائے گا۔ ہم نے انہیں ایک احاطے میں بند کر دیا ہے۔"

"ہوں۔ کسی عورت کو قتل تو نہیں کیا گیا؟"

"نہیں کسی بھی عورت پر سکائی کے کسی فوجوان نے ہاتھ نہیں اٹھایا۔"

"مجھے خوشی ہے۔ حالانکہ ایسے موقع پر فوجوان بے قابو ہو جاتے ہیں اور کوئی بھی ناخوشگوار واقعہ پیش آ سکتا ہے۔"

"ہاں سبوتا۔ اس لئے ہم نے عورتوں کو قتل کرنے کے بجائے احاطے میں بند کیا ہے۔" حکیم باکو نے کہا۔

"ٹھیک ہے باکو اگر فوٹا کی خواہش ہے تو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔" میں نے کہا اور پھر حکیم باکو کے ساتھ باہر نکل آیا۔

مجھے اب پوسیتا کی تلاش تھی اور میں اس کی تلاش میں احاطے تک گیا جہاں عورتوں کو فید کیا گیا تھا۔ بے شمار عورتیں تھیں جو رو رہی تھیں لیکن

آہستہ آہستہ اپنے رور ہے تھے، چیخ رہے تھے، چلا رہے تھے۔ لیکن میں کیا کر سکتا تھا۔ حالانکہ مجھے افسوس ہوا تھا لیکن بعض اوقات انسان خود اپنی ہی

سازشوں کا شکار ہو کر مصیبتوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

میری نگاہیں پوسیتا کو تلاش کر رہی تھیں۔ فوجان اڑکیوں میں مجھے بڑے بڑے حسین چہرے نظر آئے لیکن ایک کو نے میں مجھے پوسیتا دکھائی دی۔ وہ گھٹنوں میں سر دیئے چپ چاپ بیٹھی تھی۔ میرے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھرائے اور پھر میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا پوسیتا کی طرف بڑھ گیا۔

☆.....☆.....☆

پکاشا کی بیٹی جس حالت میں بیٹھی تھی، مجھے دکھ ہوا تھا۔ میں نے اس کا دورہ دیکھا تھا جب وہ شہزادوں کی طرح رہتی تھی اور بہر صورت میرا اس سے کچھ تعلق بھی رہ چکا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ شانہ کا بھوت مجھ پر کچھ اس طرح سوار تھا کہ میں نے اسے کھیل طور پر نظر انداز کر دیا تھا حالانکہ وہ اس وقت میری معاون ثابت ہوئی تھی جب شانہ سے میری دشمنی چل رہی تھی اور میں نے پوسیتا سے وعدہ کیا تھا کہ میں واپس آؤں گا۔

اور اس کے بعد میں نے نہ صرف اسے نظر انداز کر دیا بلکہ اس کی نسل کو اور اسے تباہ کرنے میں میرا پورا پورا ہاتھ تھا۔

اس وقت اسے اس طرح دیکھ کر میرے ذہن پر کچھ عجیب سے خیالات طاری ہو گئے۔ آخر میں ان کا دشمن کیوں بن گیا تھا...؟

زر روڈوں نے میرا تو کچھ نہیں بگاڑا تھا، یہ ان لوگوں کا اپنا مسئلہ تھا۔ وہ اس علاقے پر اپنا تسلط چاہتے تھے۔ اگر مجھے فوجی کی بجائے پکاشا مل جاتا تو کیا میں اس کی مدد نہیں کرتا۔ فوجی مدد کے لئے میں نے ان لوگوں کے ساتھ جو سلوک کیا تھا وہ کچھ ضرورت سے زیادہ ہی تھا حالانکہ یہ ٹھیک تھا کہ وہ غاصب تھے اور فوج کے علاقے پر قبضہ کرنے کے لئے یہاں آئے تھے۔

لیکن یہ ان کا اپنا مسئلہ تھا۔ یہ ساری باتیں میرے ذہن میں پوسیتا کو دیکھ کر پیدا ہوئی تھیں اور اب میں سوچ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ بہر حال پوسیتا کو میں ان لوگوں کے ساتھ تو نہیں پیوڑ سکتا تھا۔ چنانچہ میں آہستہ آہستہ اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ وہ گھٹنوں میں سر جھکائے بیٹھی۔

”پوسیتا.....“ یوں لگا تھا جیسے اس نے میری آواز سنی ہی نہ ہو۔ میں نے جھک کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور دوبارہ آواز دی۔

”پوسیتا۔“ تب اس نے گردن اٹھائی۔ اس کی آنکھیں گہری سرخ ہو رہی تھیں لیکن ان میں آنسوؤں کی کمی نہیں تھی بلکہ ایک عجیب سا اثر تھا۔ وہ کھوئی کھوئی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی اور پھر جیسے ان آنکھوں کی زندگی واپس لوٹ آئی۔ اس نے مجھے پہچان لیا تھا، تب ان میں نفرت کی آگ سلگ اٹھی۔

”اٹھو پوسیتا۔“ میں نے بھانہ لیجے میں کہا اور اس نے نفرت سے ہونٹ سکونڈ لئے۔

”اؤ۔ تم مجھ سے نفرت کا اظہار کر رہی ہو پوسیتا۔“ میں نے کہا لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔ وہ خاموشی سے نفرت زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔

تب میں نے اس کا بازو پکڑ کر اسے کھڑا کر دیا۔ پوسیتا کی اتنی مجال تو تھی نہیں کہ وہ میری اس کوشش سے بھی کھڑی نہ ہوتی لیکن اس کے انداز میں تعاون نہیں تھا۔ میں جانتا تھا کہ اسے میرے بارے میں مکمل معلوم ہو گا اور وہ جانتی ہو گی کہ میں زر روڈوں کی شاہی کا پورا پورا مددگار ہوں۔

تجھی وہ مجھ سے نفرت کر رہی تھی لیکن پھر بھی اسے قیدی عورتوں کے احاطے سے باہر نکال آیا۔

وہ لڑکھرائی ہوئی میرے ساتھ چل رہی تھی۔ چند ساعت کے بعد ہم قیدی عورتوں کے احاطے سے کافی دور آ گئے اور ایک سنان سی جگہ میں نے اسے ایک پتھر پر بٹھا دیا۔ پوسینا اسی طرح سر جھکانے پتھر پر بیٹھ گئی۔

"تم خاموش کیوں ہو پوسینا؟" میں نے پوچھا۔

اور اس نے ایک بار پھر جلتی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ ان آنکھوں میں بہت سی شکایات اور بہت سے تاثرات تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ زبان کی بجائے آنکھوں کو استعمال کرنا چاہتی ہو اور یہ حقیقت بھی تھی۔ اس کے الفاظ آنکھوں کے راستے میرے ذہن تک پہنچ رہے تھے۔ جب میں نے اس سے کہا۔

"ممکن ہے نم لٹا نہیں کا شکار ہو، چنانچہ مجھ سے یہ رویہ روانہ رکھو تو بہتر ہے۔ میں تم سے گنجائش کی توقع رکھتا ہوں۔"

"ہوں۔ غلط نہیں۔" پوسینا کی غرائی ہوئی آواز ابھری۔

"ہاں پوسینا غلط نہیں۔"

"ٹھیک ہے کچھ لوگ بڑے انوکھے ہوتے ہیں۔ عجیب سی شکل و صورت کے مالک اور اس کے ساتھ ہی ان کا کردار بھی عجیب ہوتا ہے۔ میں تمہارے بارے میں کچھ نہ کہوں گی سبوتا، لیکن تم بھی انوکھے ہی ہو۔"

"جو کہنا چاہتی ہو کھل کر کہو پوسینا تمہارے اوپر پابندی نہیں ہے۔"

"مجھے کچھ بھی نہیں کہنا۔ اگر تم میرا رد نہیں سمجھ سکتے تو زبان سے کہنے سے کیا فائدہ۔ ویسی باتیں تو ان لوگوں سے کہی جاتی ہیں جو حساس ہوتے ہیں اور تم بے حس ہو۔ تم بے حس ہو سبوتا۔ تم نے ان کے لئے، ان کنوں کے لئے ہمیں تباہ و برباد کر دیا، ہماری نسلیں بگاڑ دیں۔ ہمارا تصور کیا تھا سبوتا۔ ہم بھی تو اپنی زندگی گزارنے کے لئے تھوڑی سی زمین چاہتے تھے۔ ہم ان لوگوں کے ساتھ اپنا عیت کا سلوک کر کے زندگی گزارنا چاہتے تھے۔ ہم میں سے سب کے خیالات ایسے نہ تھے کہ ہم مقامی لوگوں کو تباہ و برباد کر کے خود خوش رہتے۔ ہم تو صرف اپنی سانس سکون سے گزارنا چاہتے تھے۔ بتاؤ اس میں ہمارا کیا قصور تھا؟"

اور میں خاموشی سے اس کی باتیں سنتا رہا۔ تب میں نے آہستہ سے کہا۔

"لیکن پوسینا تمہیں معلوم ہے کہ مقامی باشندے ان لوگوں کے ساتھ نہیں رہنا چاہتے تھے۔"

"ٹھیک ہے یہ مقامی باشندوں کا اپنا مسئلہ تھا لیکن تم اس میں کیوں شریک تھے سبوتا؟"

"میری کوئی حیثیت نہیں تھی پوسینا، بس میں نے فرما کر بچایا تھا۔ دو مجھے سمندر میں ڈوبتا ہوا مل گیا تھا اور اس کے بعد میں نے بس اس کی

مدد کی، اس سے زیادہ میرے ذہن میں کچھ نہ تھا۔"

"ٹھیک ہے۔ تم نے ان کی مدد کی اور ہمیں تباہ و برباد کر دیا۔ یہ تمہارا اپنا فعل تھا سبوتا، اب تم مجھ سے ایسے سوالات کیوں کر رہے ہو، اب تم

ہمارے بارے میں کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟ اب کیا رہ گیا ہے میرے پاس تمہیں بتانے کے لئے۔ دیکھو سہوتا، سنو، سارنی دنیا میں اب میرا کوئی نہیں ہے۔ میں فیڈل عورت کی حیثیت سے ان لوگوں کے درمیان ہوں، اب تم یہ بھی دیکھو کہ یہ میرے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔ یقیناً تمہیں خوشی ہوگی۔“ اور نہ جانے کیوں مجھے ایک عجیب سی شرمندگی محسوس ہونے لگی۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں نے واقعی ضرورت سے بڑھ چڑھ کر اقدامات کئے ہوں۔ کم از کم مجھے ان لوگوں کے ساتھ شریک نہیں ہونا چاہئے تھا۔ سبھی کی زندگی یکساں ہوتی ہے اور خاص طور پر اس دقت جبکہ میرا کسی سے براہ راست کوئی تعلق نہ ہوتا۔ کیا شانہ میرے ذہن کو اس طرف لانے کا باعث تھی۔ یہ تو مناسب بات نہیں تھی، شانہ میری اپنی پسند تھی اور اگر اپنی پسند کے لئے انسان دوسروں کو تباہ و برباد کر دے تو یہ انسانیت کا کوئی اچھا معیار نہیں تھا۔ میں چند ساعت سوچتا رہا تھا پھر میں نے کہا۔

”میرا خیال ہے میں کافی شرمندہ ہو چکا ہوں پوسیتا۔ میں نے ان لوگوں کے ساتھ جو کچھ کیا ہے، اس کا واقعی انسوس ہے لیکن بہر حال جو ہونا تھا ہو چکا ہے۔ شانہ بھی مر گئی ہے۔ اب یہ لوگ آگے اقدامات کریں گے۔ ہاں میں تم سے صرف ایک وعدہ کر سکتا ہوں پوسیتا۔“

”کیا وعدہ؟“ پوسیتا نے پوچھا۔

”آئندہ میں ان کے ساتھ کسی بھی سلسلے میں شریک نہیں ہوں گا۔“

”اوہ آئندہ۔ تم مجھے بتاؤ سہوتا، مجھے آئندہ سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ میں تباہ و برباد ہو چکی ہوں۔ میرا ہاپ مارا جا چکا ہے، سارے لوگ مارے گئے ہیں۔۔۔ کائی کا یہ علاقہ ویران اور برباد ہو کر رہ گیا۔ پھر اگر تم آئندہ کی بات کرو تو مجھے اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے سہوتا۔ میں خود بھی تم سے یہ بات کہہ چکی ہوں کہ وہ لوگ جو مقامی باشندوں کو تباہ و برباد کر کے زندگی گزارنا چاہتے ہیں، مجھے خود بھی پسند نہیں ہیں۔ میں تو صرف یہ چاہتی تھی کہ ہم سب یکساں طور سے زندگی گزاریں اور یہی میری خواہش تھی لیکن اب کیا میں اس انداز میں زندگی گزار سکتی ہوں، تم ہی انصاف کر سہوتا۔“

”پوسیتا۔ میں اب تمہارے لئے اور کچھ نہیں کر سکتا سوائے اس کے کہ زندگی کے بقیہ دور میں تمہارا ساتھ دوں۔“

”نہیں سہوتا۔ میں اپنی بقیہ زندگی کا کوئی یقین نہیں کر سکتی۔ زندگی اب باقی بھی کہاں رہ گئی۔ تم کیا سمجھتے ہو، کیا ان لوگوں کے درمیان میں زندہ رہ سکتی ہوں، نہیں سہوتا، نہیں۔ میں ان کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔“

”تم زندہ رہو گی پوسیتا۔ تمہیں بھلا کون نقصان پہنچا سکتا تھا۔ کس کی مجال ہے کہ میری موجودگی میں تمہاری ذات پر کوئی آنچ آئے۔ میں اتنی طاقت رکھتا ہوں پوسیتا کہ تمہاری حفاظت کر سکوں۔“ میں نے کہا۔

”سہوتا۔ براہ کرم میری نظروں سے نہ گردو۔ اس کے باوجود اگر تم میرے قبیلے کے دشمن ہو، میں تمہاری انفرادیت کی قائل ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ تم ایک انوکھے انسان ہوں لیکن ایسی باتیں کر کے تم مجھے فریبی محسوس ہو رہے ہو۔ تم جو کچھ بھی دوسہوتا لیکن براہ کرم تم خود کو فریبی بنا کر پیش نہ کرو ورنہ مجھے انسوس ہوگا۔“

”میں نہیں سمجھا پوسیتا۔“

”بس میں یہی کہنا چاہتی ہوں کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ میں اب زندہ نہیں رہنا چاہتی۔“

"تمہیں زندہ رہنا ہوگا پوسیتا یہ میری خواہش ہے۔"

"ہرگز نہیں۔ تم میرے باپ کے قاتل ہو۔ میں تمہاری خواہش کا احترام کروں گی۔" پوسیتا کی آنکھوں میں دیوانگی ابھرتی تھی۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

میں نے اسے بغور دیکھا اور پھر آہستہ آہستہ گردن ہلانے لگا۔ "ٹھیک ہے پوسیتا۔ تمہیں تمہاری مرضی کے مطابق وقت گزارنے کی اجازت دی جائے گی۔ تم بالکل فکر نہ کرو۔ نشینی طور پر تمہیں تمہاری مرضی کے خلاف کوئی مجبور نہ کر سکے گا۔ آؤ میرے ساتھ آؤ۔" میں نے کہا۔

"کہاں؟" مجھے ان قیدیوں عورتوں کے پاس پہنچا دے سہوتا۔ آخر وہ بھی تو انسان ہیں۔ میری ہستی کی عورتیں ہیں۔ میں انہی کے ساتھ بیٹنا اور مرنا چاہتی ہوں۔ تم اپنے اختیارات سے کام لے کر مجھے یہاں تک لائے ہو سہوتا لیکن میں اپنے اختیارات سے کام لے کر مر تو سکتی ہوں۔" پوسیتا نے کہا اور میں اسے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگا۔

میں اس لڑکی کے لئے کبھی کیا سکتا تھا، اب تو جو ہونا تھا وہ چکا تھا۔ بہر کیف میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں اس کی مدد کرنے کی کوشش ضرور کروں گا اور یہ صحیح بھی ہے۔

فوما اب ایک مخصوص حیثیت میں آ گیا تھا۔ باقی معاملہ اس کا اپنا تھا۔ اگر وہ زبردروؤں سے مقابلہ کر کے انہیں شکست دے دیتا ہے تو درست ہے اور اگر نہیں دے پاتا تب بھی مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں رہتی تھی۔

پوسیتا نے مجھے گہری نیند سے جگا دیا تھا اور میں سوچنے لگا تھا کہ ٹھیک ہے اگر فوما ان کے ساتھ کوئی باعزت معاہدہ کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ مجھے اس سے کیا۔ آخر زبردروؤں کو بھی زندہ رہنے کا حق تھا اور اگر تمام لوگوں کو فوما تباہ و برباد کر دیتا تو مجھے اس سے کیا مل جاتا۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ اس معاملے میں خاموشی ہی رہوں گا اور دراصل پرو فیسر، پوسیتا سے گفتگو کے بعد میں بددل ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں نے پوسیتا کو اعلیٰ میں پہنچا دیا اور خود اپنی قیام گاہ میں واپس آ گیا۔

فوما، حکیم باکو اور دوسرے تمام لوگ جشن منانے لگے۔ میرا نام جگہ جگہ لیا جا رہا تھا لیکن میں اس میں حصہ نہیں لیتا تھا۔

میں اپنی قیام گاہ پر آ کر خاموشی سے بیٹھ گیا اور حالات پر غور کرنے لگا۔ بلاشبہ بعض اوقات میں ایسے معاملات میں الجھ جاتا تھا جن میں مجھے نہیں الجھنا چاہئے تھا۔ کیا فائدہ ہوا مجھے ان لوگوں کو قتل کر کے۔ فوما بھلا مجھے کیا دے گا..... اور پھر کئی بات یہ ہے کہ صرف ایک کو مظلوم سمجھ لینا نامناسب ہے۔ ٹھیک ہے زبردرو یہاں سازشی ذہن لے کر آئے ہیں، وہ ان لوگوں کے خلاف سازش کرنا چاہتے ہیں، فوما کو قتل کرنا چاہتے تھے لیکن اس کے بعد فوما کو زندگی مل گئی اور اگر اب فوما ان سے مقابلہ کر کے انہیں شکست دے دیتا ہے اور اپنی حکومت قائم کر لیتا ہے تو مجھے اس میں کوئی اعتراض نہ تھا اور اگر نہیں کر پاتا تو تب بھی یہ میرا فرض نہیں ہے کہ میں فوما کی بھرپور مدد کروں۔ آخر مجھے کیا ضرورت پڑی تھی۔ میں نے سوچا۔ اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں فوما اب ان معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کروں گا۔ پوسیتا کے الفاظ سے میں شرمندہ ہو گیا تھا جو کچھ ہو چکا تھا اب میں اسے واپس نہیں لاسکتا تھا لیکن پوسیتا کو اس طرح چھوڑ بھی تو نہیں سکتا تھا۔

پھر کیا کرنا چاہئے؟ اور میں کافی دیر تک سوچتا۔ پھر اس وقت چونکا جب حکیم ہاکو میرے پاس پہنچ گیا۔ مجھے دکھ کر اس کے چہرے پر تاسف کے تاثرات ابھرتے۔

”اوسوٹا۔ تم یہاں ہو۔“ اس نے کہا۔

”ہاں حکیم ہاکو۔ کوئی کام ہے مجھ سے؟“

”سکائی کے نوجوان تمہارے نام کے دیوانے ہو گئے ہیں۔ تم ان کے ہر ہمزیز ہیرو ہو۔ سکائی کے بت فروش تمہارے جیسے بنانا چاہتے ہیں اور نوجوان تمہیں خراج عقیدت پیش کرنا چاہتے ہیں۔“

”اور لیکن مجھے ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے حکیم ہاکو۔“ میں نے کسی قدر شگ۔ لہجہ میں کہا۔

”میں جانتا ہوں سوتا لیکن.....“

”کیا جانتے ہو حکیم ہاکو؟“

”تم شانہ کے لئے غمزہ ہو۔ افسوس یہ کوتاہی سہی سے ہوئی۔ اس کی حفاظت ہمارا فرض تھا۔“

”اوسو۔ مرنے والے مر جاتے ہیں حکیم ہاکو۔ کسی کے لئے زیادہ غم نہیں کرنا چاہئے۔“

”میں تم سے متفق ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم بھی ذہن سے اس کی یاد نکال دو۔ سکائی والوں کے لئے تم ایک دیوتا کی حیثیت رکھتے ہو اور

یہاں کی لڑکیاں تمہاری غلامی میں فخر محسوس کریں گی۔ ہاں سوتا جسے تم اپنی ہم چلیسی، خشو اس کا پورا خاندان خود کو خوش نصیب سمجھے گا۔“

”ابھی میں ان معاملات میں نہیں پڑنا چاہتا حکیم ہاکو۔ بہر حال مجھے کچھ نجات کی تباہی درکار ہے۔ کیا تم اس بات کو محسوس کرو گے؟“

”نہیں سوتا۔ میں کہہ دوں گا کہ تو ابھی کسی سے نہیں ملنا چاہتا۔ سکائی کے نوجوانوں کو اپنے ہیرو کا انتظار کرنا ہوگا۔“ حکیم ہاکو نے کہا اور یہ

اچھی بات تھی کہ اسے میرے ذہن کا علم نہیں ہو سکا تھا۔ وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ میں شانہ کے لئے حد سے زیادہ غمزہ ہوں۔ لیکن ہے وہ یہ بھی سوچ رہا ہوگا۔

بہر حال میں ٹھیک ہو جاؤں گا اور اس میں زیادہ عرصہ نہیں لگے گا۔

”تو مجھے اجازت سوتا؟“ اس نے کہا اور اچانک جیسے مجھے کچھ یاد آ گیا۔

”سنو حکیم ہاکو۔“ میں نے اسے آواز دی اور دوڑک گیا۔

”تھم۔“ اس نے کہا۔

”سکائی کے زبردوروں کی عورتوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جانے گا؟“ میں نے پوچھا۔

”اور ابھی تو ان کے بارے میں کچھ نہیں سوچا گیا سوتا۔ قیدیوں میں مرد عورتیں سبھی موجود ہیں۔ فو ما ان کے بارے میں فیصلہ کرے گا۔“

”وہ فیصلہ کیا ہوگا حکیم ہاکو؟“

”تم یقین کر سوتا۔ ابھی اس بارے میں کوئی گفتگو بھی نہیں ہوئی۔“

"خاص طور سے عورتوں کے ساتھ کوئی برا سلوک نہ کیا جائے۔ انہیں قیدیوں کی حیثیت نہ دی جائے اور اس وقت تک جب تک ان کی قسمت کا فیصلہ نہ کیا جائے اور ان کے آرام کا پوری طرح خیال رکھا جائے۔"

"تیری یہ بددلیت میں نو ماٹک پہنچاؤں گا اور یقین دلاتا ہوں کہ اس بددلیت کا پورنی طرح احترام کیا جائے گا۔" ہاکو نے جواب دیا۔ حکیم ہاکو چلا گیا اور میں ان حالات کے بارے میں سوچتا رہا۔ بلاشبہ نو ماٹک کو اب بھر پور حیثیت حاصل ہوگئی تھی۔ اب علاقوں میں اس کے سرداروں کی آواز گونج گئی اور اس علاقے کے لوگ اس کی مدد کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ میں نے جو کچھ کر دیا تھا کافی تھا۔ اس سے زیادہ کچھ کرنا مناسب نہیں تھا۔ چنانچہ کچھ کرنا چاہئے لیکن کیا لا میں سوچتا رہا۔ پوسٹا کے لئے میرا دل دکھ رہا تھا۔ اس نے جو کچھ کہا تھا اس میں حقیقت تھی۔ اب صرف ایک فیصلہ کرنا تھا۔ اس علاقے کو چھوڑنے کا اعلان کیا جائے یا نہیں؟"

بہر حال میں نے اس فیصلے کو تھوڑے دنوں کے لئے ملتوی کر دیا۔ میں اپنی قیام گاہ تک ہی محدود رہا اور باہر کے معاملات میں، میں نے پورا دن کوئی دلچسپی نہیں لی اور اس کے بعد کوئی میرے پاس آیا بھی نہیں۔

لیکن رات کو میں خودی تنہائی سے اکتا گیا اور پھر میں اپنی جگہ سے باہر نکل آیا۔ یہ دیکھ کر مجھے تعجب ہوا کہ رکائی کے دونوں جوان میری قیام گاہ کے باہر تعینات تھے۔ جونہی میں باہر نکلا ان دونوں نے گردن جھکا دی۔

"کیا بات ہے۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"عظیم سہوتا کے خادم ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"ہمیں یہاں تعینات کیا گیا ہے کہ عظیم سہوتا کو اگر کسی بات کی حاجت ہو تو تعمیل کریں۔ ان میں سے ایک نے کہا۔"

"اوہ۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ چاؤ تم آرام کرو۔" میں نے کہا۔

"جو سہوتا کا حکم۔" وہ دونوں چلے گئے اور میں قیدیوں کے احاطے کی طرف چل پڑا۔ رکائی کے نوجوان بے حد خوش تھے۔ جگہ جگہ طرح طرح کے کھیل تماشے ہو رہے تھے۔ میں ان لوگوں کی نظروں سے بچتا ہوا چل رہا تھا۔ ان کی عقیدت کے جو تھے ہاکو نے مجھے سنائے تھے۔ ان کے تحت وہ مجھے پریشان کر سکتے تھے۔ اس وقت میں کسی ایسی تفریح میں شریک نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں قیدی عورتوں کے احاطے کے نزدیک پہنچ گیا۔

بلاشبہ نو ماٹک اور اس کے ساتھی میری بات کو اہمیت دیتے تھے۔ قیدی عورتوں کے لئے میں نے نمایاں مراعات دیکھیں۔ انہیں سونے کے لئے ہسٹریا کئے گئے تھے اور دوسری سہولتیں بھی انہیں فراہم کر دی گئی تھیں۔ ابھی میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا کہ عقب سے ہاکو میرے پاس پہنچ گیا۔

"اوہ سہونا۔ میں نے تیرے حکم کی تعمیل کی ہے۔"

"ہاں ہاکو۔ میں نے دیکھا۔ ویسے ان لوگوں کے لئے کیا کیا جاسکتا ہے؟"

"نورما اس سلسلے میں تیرے ادکامات کی تعمیل کرے گا۔"

"قیدی مردوں کی تعداد کیا ہوگی؟"

"کافی ہیں۔"

"میرا خیال ہے ان لوگوں کو ابھی تو قید میں رکھا جائے اور اس کے بعد ان عورتوں کو ان کے حوالے کر دیا جائے، ان پر کچھ پابندیاں عائد کر دینی جائیں۔ زرد روٹا دکالوٹن ہیں۔ اب جبکہ وہ تمہاری سرزمین میں داخل ہو گئے ہیں تو بلاشبہ یہی ان کا وطن ہے کیونکہ وسیع زمین کسی کی ملکیت نہیں ہوتی۔ ہاں انہوں نے جو سازشیں کیں وہ غیر مناسب تھیں اور ان کی سزا انہیں یقیناً ملنی چاہئے تھی۔ اب نورما پورنی قوت سے اٹھ کھڑا ہوا ہے وہ یقیناً فاتح ہو گا لیکن ایک فاتح کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں۔ مفتوح ہے بس ہوتے ہیں اور فاتح کے ہاتھوں میں کھلونوں کی مانند۔ کھلونے جب چاہیں توڑے جاسکتے ہیں لیکن برتری یہ ہے کہ ان کھلونوں کو توڑنے کی بجائے انہیں حفاظت سے کہیں رکھا جائے۔۔۔ اور ان کی حفاظت کرنی چاہئے کیونکہ وہ محکوم ہوتے ہیں، ان لوگوں کو اتنی مراعات ضرور دی جائیں کہ وہ اپنی مرضی سے زندہ رہ سکیں۔"

ہاں انہیں اس قابل نہ تھوڑا جائے کہ آئندہ یہ سازش کے بارے میں سوچیں اور جب کبھی یہ سازش کے لئے سر اٹھائیں ان کے سر پھل دیئے جائیں۔ باقی رہا ان کی زندگی کا سوال تو وہ لوگ جو شکست کھا چکے ہیں، ایک طرح سے نورما کی رعایا ہیں اور اپنی رعایا کی حفاظت کرنا ہر حاکم کا فرض ہوتا ہے۔" امیں نے کہا۔

"بلاشبہ سبوتا نورما کا بھی یہی مقصد ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ ان لوگوں کو نیست و نابود کر دیا جائے لیکن ہم انہیں اس قابل بھی چھوڑنا نہیں چاہتے جس کی وجہ سے نورما کے خلاف کوئی سازش ہو۔" حکیم ہاکو نے کہا۔

"بالکل۔ اس میں کوئی ہرج نہیں ہے چنانچہ ان عورتوں کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہ کی جائے۔"

"تیری بات ہمارے لئے بڑی حیثیت رکھتی ہے سہو۔ ہم عورتوں کے ساتھ برا سلوک نہ کریں گے۔" حکیم ہاکو نے کہا۔

"سکائی کے نوجوان بھرنے ہوئے ہیں اور جنگ کو آگے تک پھیلانے کے خواہش مند ہیں، وہ بہت سے مطالبات کر رہے تھے جن میں عورتوں کا حصول بھی تھا لیکن نورما نے انہیں منع کر دیا ہے اور ویسے بھی نورما کی بات کو وہ مانتے ہیں۔ ان عورتوں کو ان کے حوالے کر دینا زندگی ہوگی ہاکو۔" میں نے کہا۔

"یقیناً۔" ہاکو نے جواب دیا۔

اور اچانک میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور بولا۔

"حکیم ہاکو سمندر کے کنارے والے مکان میں اب کون ہے؟"

"کوئی نہیں۔ نورما کو اب وہاں رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ ملی الاطمان ہستی میں ہے۔" ہاکو نے جواب دیا۔

"گو یا وہ مکان خالی پڑا ہے؟"

"ہاں۔"

"تب پھر حکیم ہاکو مہرا ایک کام کرو۔"

"کیا سہو؟ مجھے حکم دے۔"

"پکاشا کی لڑکی پوسیتا کو جانتے ہو؟"

"ہاں۔ وہ ان قیدی عورتوں میں شامل ہے۔"

"اسے اس مکان میں میرے پاس بھیج دو۔"

"اود سہوتا۔ کیا وہ بھی تیرنی منظور نظر ہے۔"

"حکیم ہاکو، میں اسے کسی غلط مقصد کے لئے طلب نہیں کر رہا۔ اسے بس تو میرے پاس بھیج دے۔" میں نے تیز لہجے میں کہا۔

"بہتر ہے۔" حکیم ہاکو نے برامانے بغیر کہا اور وہ واپس پلٹ پڑا۔

اور یہی بہتر تھا۔ پوسیتا مجھ سے جس قدر بدظن تھی، اس کو ذہن میں رکھنے ہوئے مناسب نہیں تھا کہ میں دوبارہ اسے بلا کر اس سے کوئی

بات نہیت کرنا چنانچہ میں واپس لکڑی کے مکان کی جانب چل پڑا اور پوسیتا کا انتظار کرنے لگا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد پوسیتا کو میرے پاس پہنچا دیا گیا۔ پوسیتا مکان میں داخل ہوئی۔ اس کے چہرے پر عجیب سی مردنی پھائی ہوئی تھی۔

راشن مکان میں اس نے مجھے دیکھا اور گہری سانس لی اور پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"عظیم سہوتا عظیم تر۔" اس نے گہری ہنسی سے کہا۔ لہجے میں بے پناہ طنز تھا۔ میں نے اس بار بھی اس کے طنز کو نظر انداز کر دیا۔

صرف اس لئے کہ وہ سب کچھ کھوئے ہوئے تھی۔ اس وقت اس کے لہجے میں جس قدر بھی طنز تھا وہ تجب خیز بات نہ تھی۔

"آؤ پوسیتا۔"

"حاضر ہوں، حاضر ہوں سہوتا۔ تیری خدمت میں حاضر ہوں فاتح اعظم، حاضر ہوں سکائی کے مددگار۔" اس نے کہا اور میں اسے دیکھنے

لگا۔ اب مجھے اس لڑکی پر غصہ آنے لگا تھا۔ بلاوجہ طنز کی باتیں کر رہی تھی حالانکہ ان لوگوں کا حشر وہی ہونا تھا جو اٹھالیکن بہر صورت میں نے اسے

برداشت کیا اور اسے اجازت دینے لگا۔ تب وہ آگے بڑھی اور میرے نزدیک پہنچ گئی۔

"کیا حکم ہے آقا۔ لباس اتار دوں کیا؟" اس نے اپنے لباس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"پوسیتا ایک بار پھر تم سے کہہ رہا ہوں کہ ہوش میں آؤ، فضول باتوں سے گریز کرو۔ تم کیا سمجھتی ہو، کیا تمہارے لوگوں نے سکائی کے لوگوں

پر کم مظلوم کئے تھے؟ کیا تمہارے خیال میں سکائی کے لوگ کبھی اس قابل نہیں ہو سکتے تھے کہ تمہارے مظلوم کا جواب دے سکتے؟ تمہارے لوگوں نے

ان کے صدیوں سے آباد علاقوں کو اجازت کر رکھا یا۔ کیا کچھ نہیں کیا گیا ان کے ساتھ؟ اور تمہارا کیا خیال ہے، کیا یہ لوگ تم سے انعام نہیں لے سکتے، کیا

اس میں وہ کوشاں نہ رہتے اور آج اگر وہ تم پر بازی لے گئے ہیں تو تم اس کا قصور مجھے کیوں ٹھہرا رہی ہو؟"

”نہیں میرے مالک، میں تو کسی کو قصور وار نہیں کہہ رہی.. اگر تجھ سے شکوہ ہے تو صرف اتنا کہ تو نے میرے ساتھ وہ سلوک روا نہ رکھا جو میرا حق تھا۔“

”میں نہیں سمجھا، تمہاری مراد کیا ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”میں صرف ان دنوں کا حوالہ دینا چاہتی ہوں جب تو شانہ کی تلاش میں میرے پاس آیا تھا اور اس کے بعد تو نے میرے لئے شانہ کو اٹھا کر پانی میں پھینک دیا تھا۔“

”پوسیتا یہ بات تمہارے علم میں یقیناً ہوگی کہ میں شانہ کو چاہتا تھا، اس سے پیار کرتا تھا لیکن وہ مجھ سے برگشتہ تھی۔ میں اسے اپنے قابو میں لانے کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہا تھا اور تجھ تک بھی میں اسی کے لئے پہنچا تھا، میں براہ راست تیرے پاس نہیں گیا تھا۔ بہر حال شانہ مجھے مل گئی تو مجھے کسی اور چیز کی طلب نہیں رہی.. میں ایک صاف ستھرا انسان ہوں اور میں تجھ سے یہ نہیں کہوں گا کہ میں نے کبھی تجھ سے محبت نہیں کی..... لیکن شانہ محبت میں تجھ سے بازی لے گئی تھی پوسیتا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اور اب جبکہ شانہ تمہاری زندگی سے نکل گئی ہے، وہ مر چکی ہے تو تم مجھ سے دوبارہ تعلقات استوار کرنا چاہتے ہو لیکن تم نے یہ سوچا کہ میں بھی انسان ہوں۔ تم میرے اوپر مکمل طور پر قادر ہو تم چاہو تو میرے جسم کی وجوہیں کبھیر کر فضا میں اڑا سکتے ہو، تم میرے بدن کو نچوڑ سکتے ہو، میری شکل بگاڑ سکتے ہو، مجھے اس جگہ ذلیل کر سکتے ہو لیکن تم میرا دل جیت سکتے ہو؟ بولو کیا تم میرا دل جیت سکتے ہو؟“

”پوسیتا میں تمہارا دل نہیں جیتنا چاہتا۔ سنو، میں رکائی میں الجھی ہوں.. اس علاقے کے لوگوں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے، یہ میں تمہیں بتا چکا ہوں اور آخری بار میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ ان سارے معاملات میں مکمل طور پر میرا دخل نہیں ہے، ان لوگوں کو یہی کرنا تھا جو انہوں نے کیا۔ اب میں نے جو کچھ تم سے کہا ہے وہ صرف ہمدردی کی شکل میں ہے۔ اگر تم چاہو تو میں تمہیں سہارا دے سکتا ہوں، تم چاہو تو میں تمہیں یہاں سے نکال کر لے جاؤں گا، ہم اس جگہ کو چھوڑ دیں گے، مجھے جواب دو، کیا تم میرے ساتھ چلنا پسند کرو گی؟“

”میں... میں... میں... پوسیتا نے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر جذبات کی شدت سے اس کی آواز نہ نکل سکی۔ میں اسے بغور دیکھ رہا تھا۔“

”میں تمہارا جواب چاہتا ہوں پوسیتا۔“

”اس وقت تم نے مجھے کیوں بلایا تھا سہوتا؟“

”میں تم سے یہی معلوم کرنا چاہتا تھا۔“

”اور کوئی حکم میرے لئے؟“

”نہیں پوسیتا۔“

”تم مجھ سے یہ سوال کیوں کر رہے ہو سہوتا۔ تم ان کے لئے قابل احترام ہو گے کیونکہ تم نے ان کے نو ما کی زندگی بچائی ہے، تم نے انہیں

ان کے دشمنوں پر فتح دلانی ہے اور میں ایک قیدی ہوں.. اگر تم خواہش ظاہر کرو گے تو وہ مجھے تمہیں دے دیں گے، میری مرضی کیا ہے..“

میں لڑکی کی بکواس سے تنگ آ گیا تھا۔ چنانچہ میرے رویے میں درہنگی پیدا ہو گئی۔ "بس مجھے تم سے یہی گفتگو کرنی تھی۔ اب تم چاہو میں تمہیں واپس بھیج سکتا ہوں۔"

"میں تو اب کچھ نہیں چاہتی اور جو چاہتی ہوں وہ تم کرو گے نہیں سبوتا۔"

"کیا چاہتی ہو؟"

"میرے خواہش ہے کہ تم مجھے ہلاک کر دو۔"

"اس قسم کے کام میں نہیں کرنا پوہیتا۔ یہ کام تم خود انجام دے سکتی ہو۔" میں نے بیزارگی سے کہا اور پھر مکان کے باہری حصے میں آ گیا۔ یہاں کوئی موجود نہیں تھا لیکن میں نے دور سے گزرتے ہوئے چند لوگوں کو اشارہ کیا اور وہ میرے قریب پہنچ گئے۔

"اس لڑکی کو دوسری لڑکیوں میں پہنچا دو۔" میں نے کہا اور پوہیتا لڑتے قدموں سے باہر نکل آئی۔ میں اسے جاتے دیکھتا رہا تھا۔ پھر جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو میں نے گہری سانس لی۔ پوہیتا پر درحقیقت ظلم ہوا تھا۔ اس کے باپ کی موت کی ذمہ داری میں قبول نہیں کر سکتا تھا کیونکہ بہر حال سکائی والے اس سے خوش نہیں تھے اور یہ کام کسی بھی مناسب وقت پر کیا جا سکتا تھا۔ ہاں میں شانہ سے ملاقات کے بعد اسے قطعی فراموش کر رہا تھا۔ عورت کی حیثیت سے یہ بات اس کے لئے ناقابل برداشت تھی۔

لیکن بس اتنا ہی ٹھیک تھا۔ میں نے اس سے معذرت کی تھی۔ اسے بچانے کی کوشش کی تھی اور اب اگر وہ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ بننے کی کوشش کر رہی تھی تو مجھے بھی اس سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ ظاہر ہے میں اس کے بغیر بھی زندگی گزار سکتا تھا..... اور میرے نزدیک شانہ کی جو حیثیت تھی، پوہیتا اس کی خاک بھی نہ تھی۔ اگر شانہ کے حصول کی راہ میں وہ آگئی تھی تو اس میں میرا تصور نہیں تھا۔ میں نے تو صرف شانہ کو قابو میں کرنے کے لئے تھوڑا سا ساہارا اس کا لیا تھا۔ اس سے زیادہ پوہیتا کی کوئی حیثیت میری نگاہ میں نہ تھی۔ ہاں پکاشا کی بیٹی کی حیثیت سے جو کچھ گفتگو میں نے اس سے کی تھی وہ ایک الگ بات تھی اور میں اس سے متاثر تھا جس کی وجہ سے میں نے یہ کاوش کی تھی کہ پوہیتا کو ان تمام قیدی عورتوں سے ممتاز کر کے یہاں لے آیا تھا لیکن اگر وہ مرنا چاہتی تھی تو مرتی، میں نے تو ان لوگوں سے دشمنیاں پیدا نہ کی تھیں اور رہا ان کی مدد کا سوال تو وہ خود بھی کون سے کم تھے۔

ان دونوں کو ایک دوسرے سے نہروا آزما ہونا ہی تھا اور اس کے بعد نتیجہ تقریباً یہی نکلتا جو اب نکلا تھا۔ تنہا میری ذات تو ان کے لئے فتح کا باعث نہیں بن گئی تھی اور اب اگر پوہیتا ضرورت سے زیادہ اداکاری کر رہی ہے تو وہ جہنم میں جائے لیکن اس کے بعد پھر وہی سوچ کہ کیا اب مجھے ان کے ساتھ ان ہنگاموں میں شامل ہونا چاہیے۔ دل نے کہا کہ حماقت کی بات ہے لیکن سوچ تھی کہ بس ذہن میں جم گئی تھی لیکن اس کے بعد پھر وہی سوچ..... کہ کیا اب مجھے ان کے ساتھ ان ہنگاموں میں شریک ہونا چاہیے۔

لیکن پھر میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں ان جھگڑوں میں زیادہ عرصے تک ملوث نہیں رہوں گا۔ نو ماہ مضبوط ہو چکا تھا، وہ خود اپنا کھویا ہوا وقت راور کھوئے ہوئے علاقے حاصل کر لے گا۔ ضرورتی نہیں ہے کہ میں اس کے ساتھ ساتھ رہوں۔

تب پروفیسر میں نے پوہیتا کو ذہن سے ہٹا دیا۔ سکائی کی دوسری لڑکیاں میری پذیرائی کے لئے منتظر تھیں لیکن نہرواری تو نہیں تھا کہ

میں ہلڑکی کو اپنے نزدیک لانے کی کوشش کروں، آخر میرا پنا بھی کوئی معیار اور پسند تھی۔ میں لڑکیوں کے لئے پاگل تو نہیں تھا۔
چنانچہ میرے ذہن میں نفرت ہی پیدا ہو گئی اور اس دوران میں حکیم ہاکو اور فوما سے بھی نہیں ملا۔

دوسرا دن، تیسرا دن، چوتھا دن، پانچواں دن بھی گزر گیا۔ میں ابھی تک فوما سے نہیں ملا تھا لیکن سنجیدگی سے سچے لگا تھا کہ اب یہاں نہیں رہوں گا۔ دوسری جانب فوما اور ہاکو حیران تھے کہ میں کہاں رہتا ہوں۔ ایک آدھ بار حکیم ہاکو سے ڈبھیڑ ہوئی لیکن میں نے اس سے یہی کہا کہ میں ان دونوں آزاد رہنا چاہتا ہوں، چنانچہ چھ دن فوما اور حکیم ہاکو خود میرے پاس آئے۔ فوما کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

”سہوتا، کیا بات ہے تم ہم سے الگ الگ رہنے لگے ہو۔ کیا کسی مسئلے میں کوئی ہاراضکی تو نہیں ہو گئی؟“

”نہیں فوما ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”پھر تم تیرے مشوروں اور تیری ملاقات سے محروم کیوں ہیں سہوتا؟“ فوما نے پوچھا۔

”بس میں نے سوچا کہ تم مقامی معاملات سلجھا رہے ہو اس لئے میں نے تمہارے درمیان مداخلت نہیں کی۔“

”اس کے باوجود سہوتا تم تجھ سے رہنمائی کے خواہشمند رہتے ہیں۔“

”میرنی تو کچھ اور ہی خواہش تھی؟“ میں نے کہا۔

”کیا سہوتا؟“

”یہی کہ میں نے محسوس کر لیا ہے کہ اب تجھے میری ضرورت نہیں رہتی ہے۔“ میں نے پر خیال انداز میں کہا۔

”اور سہوتا۔ یہ خیال تیرے ذہن میں کیسے آیا؟“

”حالات کے تحت فوما۔ میں دیکھ چکا ہوں کہ تیرے سردار تیرے مشن کی تکمیل کے لئے چاروں طرف پھیل گئے ہیں اور بلاشبہ وہ ایسی

مضبوط قوتیں لے کر سامنے آئیں گے کہ شکایا کے لوگ کوئی مداخلت نہیں کر سکیں گے اور تو آسانی انہیں شکست دے سکے گا۔ اس لئے اب یہاں میری کیا ضرورت ہے؟“ میں نے کہا۔

”میں حیران ہوں سہوتا۔ تجھے دیوتا کی قسم مجھے بتا تجھے کس شخص سے شکایت ہوئی ہے۔ تو نے کیوں یہ بات سوچنی ہے؟“ فوما نے پریشانی

سے کہا۔

”ایسی کوئی بات نہیں فوما۔ میں نے بتایا کہ میں کسی شکایت کے تحت کبھی یہاں سے جانے والا نہیں تھا۔ بس اب میرا دل چاہتا ہے کہ میں

تم لوگوں کا ساتھ چھوڑ کر اپنے لئے دوسرے راستوں کا انتخاب کروں۔“

”آخر کیوں سہوتا۔ آخر کیوں؟“ فوما پریشانی سے بولا۔

”میں کہہ چکا ہوں فوما کہ جو کچھ مجھے تیرے ساتھ کرنا تھا میں نے کیا اور تو اتنا طاقتور ہے کہ اپنے دل پر کچھ کر سکے۔ اس لئے اب میں

یہاں رہنا نہیں چاہتا۔“

"سہوتا۔ سہوتا۔ ایسی بات نہ کہہ۔ میں تو اس بات کا خواہش مند ہوں کہ تو باقی زندگی ہمارے ساتھ ہی گزار۔"

"اور۔ یہ کیسے ممکن ہے فوما۔ تو نے محسوس کیا ہوگا کہ میں نے اتفاقاً طور پر تجھ سے مل کر تیری مدد کی اور نجانے کتنے لوگوں کو اب بھی میری ضرورت ہو۔ چنانچہ میرا خیال ہے کہ تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دے اور تو اپنے اس علاقے پر مکمل قبضہ کرنے کی کوشش کر۔ میرا خیال ہے کہ اس میں تو ناکام نہیں رہے گا۔ مجھے امید ہے کہ تو اپنے سرداروں اور نانبوں سے مل کر ضرور اپنے علاقے واپس لے لے گا۔ چونکہ تیرے ساتھ عوام کی قوت ہے اور یہ بات ہمیشہ میرے سامنے آئی ہے کہ جن حکومتوں کو عوام کا سہارا حاصل ہوتا ہے انہیں ہر طرح سے کامیابی نصیب ہوتی ہے۔۔۔ تجھے مبارک ہو فوما تیری عوام تیرے لئے بہت بڑا سہارا ہیں۔"

"ناممکن سہوتا۔ میں تجھے نہیں جانے دوں گا سہوتا۔ تو مجھے صرف یہ بتا کہ تجھے تکلیف کیا ہے؟" فوما نے بچوں کے سے انداز میں ضد کرتے ہوئے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے حکیم ہاکو کی طرف دیکھا۔

"حکیم ہاکو تم کیوں خاموش ہو؟"

"اس لئے سہوتا کہ میں تیرے جانے کی وجہ سمجھتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"ہاں سہوتا۔ دل جب ویران ہو جاتا ہے تو بستیاں بھی ویران معلوم ہونے لگتی ہیں۔ میں جانتا ہوں تیرا یہاں دل نہ لگتا ہوگا اور مجھے یہ علم ہے کہ تو عورت پرست انسان ہے بلکہ شاید اپنی عورت کو ہمیشہ کے لئے اپنا لینے کا عادی ہے اور شانہ مرچکی ہے۔"

"اور۔ تو یہ بات ہے۔" فوما نے گہرن سانس لے کر کہا اور پھر بولا۔ "سہوتا۔ میں شانہ کو واپس نہیں لاسکتا لیکن خواہ سکاں اور میری ہستی نکالیا کی کوئی بھی لڑکی اگر تیرے ذہن تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائے تو یہ میری خوش بختی ہوگی اور اس لڑکی کی بھی کہ وہ اپنے عظیم شخص کے ساتھ زندگی گزار نیکی اہلیت رکھتی ہے۔ میری دلی خواہش ہے سہوتا کہ تیرا ذہنی خلاء پر جو جائے۔" اور مجھے ہنسی آئی۔ کتنا سادہ تھا یہ شخص جس نے دنیا کی انتہا عورت کو سمجھ لیا تھا۔ بہر حال میں اس کی بات سن لینے میں کوئی عار نہ سمجھتا تھا۔ فوما کہہ رہا تھا۔

"سہوتا۔ میں وعدہ کرتا: دن کے نغمہ کے ساتھ وہ لمحات نہیں گزاروں گا جو تو شانہ کے بغیر گزارے گا۔ میری دلی خواہش ہے کہ تو ہمیشہ ہمارے ساتھ رہے اور میری درخواست ہے کہ تو اپنے آپ کو اس ماحول میں ضم کرنے کی کوشش کر۔"

فوما اور حکیم ہاکو کی گفتگو کرنے کے بعد میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا کہ یہ لوگ مجھے خوشی سے جانے ندریں گے۔ چنانچہ یہی بہتر ہے کہ خاموشی سے یہاں سے چلا جایا جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں چلے گئے اور میں سوچ میں ڈوب گیا۔ کیا کرنا چاہیے۔ کوئی فیصلہ کرنا ہوگا۔

طویل عرصہ گزر چکا تھا یہاں آئے ہوئے۔ خامسے ہنگامے رہے تھے۔ شکایا بھی کیا تھا۔ سفر بھی کیا تھا۔ اب کوئی ایسی تبدیلی آئی چاہیے جس سے نرسز پیدا ہو۔ کوئی نئی بات، کوئی نیا کھیل اور ان دنوں میں اسی سوچ میں گم تھا۔

ایک وفد میں نے سوچا کہ سونے کی تیاریاں کیوں۔ لیکن ذہن پر ایسی تھکاوٹ نہیں تھی کہ سونے سے لطف اندوز ہو سکوں۔ پھر..... یہاں سے نکل جایا جائے۔ اس کے بعد سوچا جائے گا۔ ہاں ان سے کہہ کر جانے میں ٹھنڈی نہیں ہے۔ خاموشی سے روانگی بہتر ہے۔ چنانچہ میں تیاریاں کرنے لگا۔ میں نے ایک کشتی کا انتخاب کیا جو زیادہ بڑی تو نہیں تھی لیکن بہر حال مضبوط تھی اور ایک طویل سفر میں ساتھ دے سکتی تھی۔ میں نے شغل کے طور پر اس کو درست کرنا شروع کر دیا۔ پھر ایک دن میں نے اس کو سمندر میں ڈال دیا اور دوڑ تک لے گیا۔ یہاں میرے مشاغل میں مداحات کرنے والا کوئی نہ تھا کشتی کو ایک لمبا چکر دینے کے بعد میں نے اسے ایک ویران ساحل پر لگا چھوڑا۔ اس بار میں نے سوچا تھا کہ ایک طویل سمندری سفر کروں گا اور اس کے لئے یہی کشتی استعمال کروں گا۔ تھوڑے سے اوزامات بھی ضروری تھے۔ چنانچہ میں نے ان کا بندوبست بھی کیا اور آہستہ آہستہ اپنے کام میں مصروف رہا۔

فوجا اور دوسرے لوگ اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ مجھے کارروائیوں سے باخبر رکھا جاتا تھا اور میں ان میں دلچسپی بھی لیتا تھا۔ چنانچہ فوجا اور حکیم ہاکو نے مجھے بتایا تھا کہ۔ سکانی میں زوروؤں کے خاتمے کی خبر شکار یا اور دوسری ہستیوں کو مل گئی ہے۔ زوروؤں اور مقامی باشندوں میں جا بجا جھڑپیں شروع ہو گئی تھیں۔ کسی جگہ یہ جھڑپیں خطرناک شکل بھی اختیار کر گئی تھیں اور سرداروں نے گوریلا جنگ شروع کر دی تھی۔ بہر حال فوجا کی زندگی کی خبر اور اس کے نام نے لوگوں میں زندگی کی لہر پھونک دی تھی۔ فوجا کے سردار برق رفتاری سے تیاریاں کر رہے تھے۔

اس ساری خبروں سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ فوجا کی تقدیر جاگ اٹھی ہے اور اب اس کا راستہ رکنا زوروؤں کے بس کی بات نہ تھی۔ یہ لوگ میری خوشنودی کے لئے بھی کوشاں تھے اور کئی بار دلچسپ حرکتیں بھی کر چکے تھے جن کا تذکرہ زیادہ دلچسپ نہیں ہے۔ بس یہ سمجھ لو پروفیسر کہ سکانی کی کئی حسبتوں نے شانہ کی جگہ لینے کی کوشش کی تھی اور حکیم ہاکو اور فوجا کے ایما پر میرے نزدیک آئی تھیں لیکن وہ عام عورتیں تھیں اور مجھے صرف عورتیں درکار نہیں تھیں۔ نہ تو اس سلسلے میں پریشان تھا۔ چنانچہ میں نے ان میں سے کسی سے دلچسپی کا اظہار نہیں کیا اور حسب معمول اپنے کام میں مصروف رہا۔

پھر ایک شام جب میں سمندر کے کنارے مکان میں سمندر کی لہروں کو دیکھ رہا تھا کہ کوئی میرے نزدیک پہنچ گیا۔ قدموں کی چاپ پر میں نے پلٹ کر دیکھا تھا اور پوچھا کہ کون ہے؟

"اود پوچھتا۔" میں نے اسے پکارا۔

"ہاں سہتا۔ میں آگئی ہوں۔"

"خیریت ہے پوچھتا؟"

"ہاں ٹھیک ہوں۔ اس دوران تمہارے بارے میں سوچتی اور تمہارا انتظار کرتی رہی ہوں۔"

"انتظار؟"

"ہاں۔ میں نے سوچا شاید جیتی ہوئی کہانیاں نہیں باؤ آئیں اور تم میرے درو کو بھی سمجھاؤ۔"

"کون سا ورد پوسیتا؟"

"میں بھی تو تم سے محبت کرتی تھی۔" اس نے سسکی ہی لے کر کہا۔

"ہاں۔ مجھے اندازہ ہے۔"

"اور ... اور تم نے میرے ساتھ بہت اچھا وقت گزارا تھا۔ تم نے مجھے نظر انداز کر دیا۔ لیکن میں تمہیں نہیں بھلا سکتی۔"

"ٹھیک ہے پوسیتا۔ میں نے خلوص سے کام لے کر تمہیں ساری تفصیل بتادی تھی۔"

"ہاں۔ وہ زندگی میں بھی خوش نصیب تھی اور مرنے کے بعد بھی اور میں ... وہ پچھلے انداز میں نہیں دی۔ میں خاموشی سے اس کی شکل

دیکھ رہا تھا۔" میں اس وقت بھی تمہاری محبت کے حصول میں ناکام رہی تھی اور اب بھی ناکام ہوں۔"

میں اس بار بھی خاموش رہا ظاہر ہے میں اس کی بات کی تردید کرنا نہیں چاہتا تھا۔

"کیوں سہوتا۔ میں نے غلط تو نہیں کہا۔" پوسیتا نے مجھے خاموش پا کر مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"پوسیتا۔ میں بار بار تم سے کہہ چکا ہوں کہ اب شانہ کا ذکر بے کار ہے۔ اب اگر تم اس کی حیثیت کا اندازہ کر لینا چاہتی ہو تو تمہیں اس

بات سے اندازہ لگانا چاہیے کہ میں اس کی تلاش میں تم تک پہنچا تھا اور میں بار بار یہ الفاظ کہہ کر الجھن محسوس کر رہا ہوں۔" میں نے بگڑے ہوئے

لہجے میں کہا۔

"لیکن وہ کون سا وقت تھا سہوتا جب تو نے میری خاطر شانہ کو پانی میں پھینک دیا تھا۔" پوسیتا جذبہ ہمت سے بولی۔

"میں نے کہا نا پوسیتا۔ یہ سب شانہ کی محبت حاصل کرنے کے لئے کیا گیا تھا۔ آج وہ دنیا میں نہیں ہے۔ وہ مر چکی ہے تو میں اس کے لئے

نارک الدنیا بھی نہیں ہوا۔ ہاں میں خاموشی سے یہ بستی چھوڑ رہا ہوں اور میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ یہاں سے کہیں اور چلا جاؤں گا۔"

"اور۔ تو کیا تم اپنے دوستوں کے مشن کی تکمیل میں ان کے سامنے شامل نہ ہو گئے؟" پوسیتا نے پوچھا؟

"نہیں یہ فیصلہ میں نے تم سے گفتگو کے بعد کیا تھا۔" مجھے اس بات کا افسوس تو ہے کہ میں اس معاملے میں جس قدر ملوث ہو گیا ہوں وہ

کچھ زیادہ ہے۔ فوما اس نالتے کا اصل حکمران ہے۔ اسے اس کی بستی واپس مل جائے اور ازراہ انسانیت میں اس بات سے خوش ضرور ہوں گا کیونکہ

تمہاری بستی والوں نے فوما کے لوگوں کو غلام بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ لیکن جو ابی مظالم میں، میں کم از کم فوما کے ساتھ شریک نہیں ہوں گا۔

تمہارا باپ مارا گیا۔ تمہارے ساتھ ظلم ہوا اور اس کا مجھے افسوس ہے۔ چنانچہ میں نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں، پوسیتا دراصل میں

یہاں رہنا نہیں چاہتا۔" میں نے اٹھتے ہوئے انداز میں کہا۔

"اور۔ کیا تم نے اس بات کی اطلاع ان لوگوں کو دے دی ہے۔" پوسیتا نے تیز نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ان لوگوں سے تمہاری کیا مراد ہے کیا فوما؟"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"دیکھو پوسیتا۔ میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ میں ایک آوارہ گرد کی حیثیت سے یہاں تک آکھلا تھا۔ ان لوگوں کے مسائل میں شریک ہونے سے صرف ظلوں کا گل تھا میں کسی کا حکوم نہیں ہوں۔ فوما ہو یا کوئی اور۔۔۔ میں اپنی مرضی کا مالک ہوں۔ جب تک دل چاہتا ہے کرتا ہوں۔۔۔ اور جب میرا دل کہیں رہنے کو نہ چاہے تو پھر مجھے کوئی روک نہیں سکتا۔ میں نے فوما سے تذکرہ کیا تھا لیکن فوما اخلاقی پابندیاں لگانے لگا۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ انہیں اطلاع دینے کی ضرورت بھی کیا ہے؟"

"اور۔۔۔ سہوتا میں شانہ کی جگہ تو نہیں لے سکتی لیکن میں اس کی یاد تو تمہارے ذہن سے بھلانے کی کوشش کروں گی سہوتا میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔ کیا تم مجھے اپنے ساتھ لے چلو گے؟"

"پوسیتا۔۔۔ میں نے سے گہری نظروں سے دیکھا۔۔۔ میں چاہتا تھا کہ تمہیں ساتھ لے چلوں لیکن بہر صورت تو نے جانا پسند نہ کیا۔ تو اپنی مرضی کی حقارتی اب اگر تو اپنی مرضی سے میرے ساتھ چلنا چاہتی ہے تو ٹھیک ہے۔۔۔ شانہ مرہنگی ہے۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ میں اس کی جگہ تجھے دے دوں گا لیکن بہر صورت وہ انوکھی شخصیت کی مالک تھی۔ لیکن وہ مرہنگی ہے اور میں بھول جانے میں زیادہ وقتیں محسوس نہیں کرتا۔ اگر تو میرے ساتھ چلنا چاہتی ہے تو مجھے کوئی اعتراض بھی نہیں ہے۔"

"ہاں سہوتا۔ میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔" پوسیتا جذباتی انداز میں آگے بڑھی اور مجھ سے پست گئی۔

میں نے بھی اسے دھتکارنا مناسب خیال نہ کیا تھا۔ ظاہر ہے اب اس کی ضرورت بھی نہ رہتی تھی۔ اگر وہ میرے ساتھ چلنا چاہتی تھی تو ٹھیک تھا۔ ظاہر ہے وہ میرے لئے نئی عورت ہوتی۔ تب میں نے پوسیتا سے پوچھا۔

"تو کب چلے گی پوسیتا؟"

"بس سہوتا جب تو چاہے۔"

"آج، اب، اب سے تھوڑی دیر بعد۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ چونک پڑی۔

"لیکن چلنے کا ذریعہ کیا ہوگا سہوتا؟"

"یہ تو میرے اوپر چھوڑ دے۔" میں نے جواب دیا۔

"گو یا تیری تیاریاں مکمل ہیں؟"

"ایسا ہی سمجھ لے پوسیتا۔ مجھے کسی بھی سلسلے میں تیاریاں کرنے میں کوئی خاص مشکل پیش نہیں آتی۔"

"تو ٹھیک ہے سہوتا۔ میں تیار ہوں۔" اس نے کہا اور میں اس کو دیکھتے ہوئے مسکرانے لگا۔

اچھا ہے مجھے تنہا سفر نہیں کرنا پڑا تھا۔ ایک ایسا ساتھی مل گیا جس کے ساتھ سفر کی وقتیں کافی حد تک کم ہو سکتی تھیں۔ چنانچہ میں نے ان کے ساتھ اپنا رویہ بدل لیا اور اس کی خوش فوری حاصل کرنے کے لئے اس سے مختلف بانٹیں کرنے لگا۔

ابھی میں دیر سے روانہ ہونا چاہتا تھا۔ علاقوں میں کچھ تھوڑی بہت چہل پہل ہو گئی تھی میں چاہتا تھا کہ خاموشی سے یہ علاقہ چھوڑ دوں۔

چنانچہ جب رات گہری ہو گئی تو میں پوہیتا کا ہاتھ پکڑ کر اس ویران ساحل کی جانب چل پڑا۔ جہاں میری کشتی موجود تھی۔ راستے میں، میں نے اسے پوچھا۔

"ایک بات تو بتا پوہیتا؟"

"پوچھو سہوتا۔" اس نے آوازی سے کہا۔

"تجھے قیدی عورتوں کے ساتھ ہی رکھا گیا تھا؟"

"ہاں سہوتا۔"

"مگر اس وقت تجھے آنے کی اجازت کیسے ملی؟"

"کیا مطلب سہوتا۔ میں نہیں سمجھی؟"

"کیا تو ان لوگوں سے چھپ کر آئی ہے۔ کیا ان لوگوں نے قیدی عورتوں کو اتنی اجازت دی ہے کہ وہ جہاں چاہیں آجائیں؟"

"نہیں سہوتا۔ تجھ سے گفتگو کرنے کے بعد ان لوگوں کی یہ مہربانی بھی میری سمجھ میں آگئی ہے۔"

"کن لوگوں کی؟"

"میرنی مراد حکیم باکو اور انتظامیہ کے ان لوگوں سے ہے جو قیدی عورتوں کے حکمران ہیں۔"

"اور ہو۔ وہ کیا بھد رہی ہے؟"

"بس وہ لوگ میرے پاس آئے اور مجھ سے پوچھا۔ میں سہوتا سے ملنا چاہتی ہوں۔ مجھے تعجب تو ہوا تھا لیکن پھر حکیم باکو نے کہا کہ اگر میں

سہوتا کے پاس جانا چاہوں۔ تو وہ مجھے وہاں پہنچا سکتا ہے اور پھر وہ مجھے قیدی عورتوں کے احاطے میں سے نکال لایا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے کوشش کرنی چاہیے کہ سہوتا نامی بھول جائے اور وہ شہانہ کی ہر بات کو اور ہر یاد کو دل سے نکال دے اور اگر میں اس طرح کوشش کر سکوں تو میں ایک باعزت زندگی حاصل کر سکتی ہوں۔ مجھے سہوتا کی عورت کی حیثیت سے ایک عالی شان محل مہیا کیا جانے گا اور وہاں پر ہر طرح سے پذیرائی ہوگی"

"اور۔ یہ پیشکش تجھے حکیم باکو نے کی تھی؟"

"ہاں سہوتا۔ اس وقت اس کی وجہ میرنی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ آج آگئی کیا تو نے یہاں سے ہزاروں کا اظہار کیا تھا۔ کیا تو نے جانے کی

خواہش ظاہر کی تھی؟"

"ہاں۔ وہ لوگ مجھے یہاں سے نہیں جانے دینا چاہتے۔" میں نے جواب دیا۔

"تو ان کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے سہوتا۔ تو نے خود کو نئی زندگی بخشی تھی اور تیرے ہی مشوروں سے انہوں نے بڑے بڑے معرکے سر کئے۔"

"اور۔ یہ بات تجھے کیسے معلوم پوہیتا۔؟" میں نے پوچھا۔

"میرا باا تمہاری طرف سے تشریح میں مبتلا تھا۔ ہم نے تمہارے بارے میں پوری پوری معلومات حاصل کی تھیں اور ہم پریشان تھے۔"

بابا اکثر کہتا تھا.. یہ جہنی ہمارے لئے خطرہ بن سکتا ہے..

"ہوں.. میں نے گریہ ہلائی.. ہم لوگ کشتی کے نزدیک پہنچ گئے.. سمندر میں چاروں اطراف تاریکی چھائی ہوئی تھی.. موجوں کی سفید سراپھر رہے تھے.. اب رہے تھے.. کشتی ہمارے انتظار میں تھی.. پوہیتا اسے دیکھنے لگی اور پھر اس نے ایک گہری سانس لی..

"کیا سوچ رہی ہو پوہیتا؟"

"اور کچھ نہیں سمجھتا.. اس انسان کا ذہن خیالات کی آماجگاہ ہوتا ہے.. اس زمین پر میں نے بہت سی باتیں سوچی تھیں.. میں نے یہاں زندگی گزارنے کے ان گنت خواب دیکھے تھے لیکن خواب کوئی حقیقت نہیں رکھتے.."

"ہاں.. میں نے مختصراً کہا اور کشتی سمندر میں ڈال دی اور پھر میں نے پوہیتا کو اس میں سوار کرایا اور پھر خود بھی بیٹھ گیا.. میں نے ابھی بادبان نہیں کھولا تھا اور سرے باز کشتی کو سمندر میں دور لے جانے لگے..

پوہیتا خاموش تھی.. میں بھی خاموشی سے اپنے کام میں مصروف تھا.. خود میرا ذہن بھی اس وقت خیالات سے آزاد نہیں تھا.. یوں تو میری زندگی بے شمار حادثات اور واقعات سے عبارت تھی.. بہت سے لوگوں کو میں اس انداز میں چھوڑ چکا تھا.. مجھے یقین تھا کہ میری گمشدگی اور میرے چلے جانے کے خیال سے فوجی دست دہنی جھٹکا لگے گا لیکن اب اس کی تحریک اتنی قوت حاصل کر چکی تھی کہ اسے نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا اور وہ بہر حال جلد باہر اپنا اقتدار حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتا تھا.. رہی میری بات تو میں ہر قسم کی ذمہ داریاں صرف اپنی پسند کے مطابق قبول کرتا تھا.. میرے اندر یک اس وقت تک رہتی جب تک میں چاہتا.. اس کے بعد میں کسی اخلاقی ذمہ داری یا اقتدار کو قبول نہیں کرتا تھا..

اور اس بار بھی یہی کیفیت تھی.. وہ لوگ اپنے معاملات میں شدت سے الجھے ہوئے تھے.. حکیم ہا کو سے بھی اب حصول علم ناممکن تھا کیونکہ ان کی جدوجہد طویل تھی اور جلد ختم ہو جانے والی نہیں تھی.. اس لئے اب یہاں سے چل دیں ہی بہتر تھا.. اور پھر... پوہیتا کی کیفیت دیکھنے کے بعد مجھے یہ اندازہ بھی ہو رہا تھا کہ میں فوجی دستوں میں کچھ لوگوں کا دشمن بن گیا ہوں جبکہ انہیں مجھ سے کوئی پر خاشا نہیں تھی.. اس لئے اب یہی بہتر تھا..

"سوہتا.. پوہیتا کی آواز نے مجھے خیالات سے چونکا دیا..

"ہوں.. میں نے ہوش کی دنیا میں آکر کہا..

"کب تک چھوچھاتے رہو گے؟ بادبان کھول دو.. تمہارے بازو تھک جائیں گے.."

"اور.. ہاں.. میں بادبان کو کھولنا بھولی ہی گیا تھا.. میں نے کہا اور پناہ رکھ دیے اور پھر میں نے بادبان چڑھا کر انہیں ہوا کے رخ پر کر دیا.. ہوائیں کشتی کو ایک مخصوص سمت لے جانے لگیں..

"تم کس گہری سوچ میں تھے سوہتا؟"

"کوئی خاص بات نہیں تھی.. میں نے کہا..

"منزل کے بارے میں سوچ رہے تھے؟"

"منزل۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "نہ کوئی منزل چاہتی ہو؟"

"کیا مطلب؟" پوینتا حیرانی سے بولی۔

"آوارہ گردوں کی کوئی منزل نہیں ہوتی پوینتا۔ میں ایک آوارہ گرد ہوں اور میرا خیال ہے کہ میرے ساتھ شامل ہونے کے بعد تمہارے لئے بھی یہی زندگی بہتر رہے گی۔ ہاں تم اپنی پسند کا تذکرہ ضرور کر سکتی ہو۔ کیا تم چاہتی ہو کہ ہم کسی منزل کا تعین ضرور کریں، کیا تم میری کسی بات سے کوئی غلط مطلب تو نہیں لے رہیں۔" میں نے پوچھا۔

"نہیں سبوتا۔ میں تو ہر طرح سے تیرے ساتھ تعاون کرنے کو تیار ہوں۔" پوینتا نے جواب دیا۔

"میں بھی یہی چاہتا ہوں پوینتا اور تم دیکھو گی کہ میری زندگی غیر دلکش نہیں ہے۔ ہم یقیناً ایک پر لطف زندگی گزار سکتے ہیں۔"

"یقیناً۔" پوینتا نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

کشتی چونکہ اب بادبان اور ہوا کے سہارے چل رہی تھی اس لئے میری مصروفیت ختم ہو گئی تھی۔ تب میں نے پوینتا کی جانب دیکھا اور اپنے بازو پھیلا دیئے۔ پوینتا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "میں تو تیرے بس کو کبھی فراموش نہیں کر سکی سبوتا۔ لیکن تو نے۔" اسوس اب تو مجھے شکایت کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ "پوینتا میرے سینے سے ٹکے لگے بولی۔

"ہاں پوینتا۔ اب تو شکایت نہ کرے تو بہتر ہے۔ مجھے تیری شکایت سے الجھن ہوتی ہے کیونکہ تو مجھے بار بار شانہ کن یاد دلاتی ہے۔ وہ لڑکی۔ تو نہیں سمجھتی پوینتا کہ دو لڑکی کیا تھی، میں اسے واقعی بھول نہیں سکا اور میری بھی خواہش ہے کہ تو واقعی مجھے بار بار یاد دلانے کی کوشش نہ کر، کیا تو میری بات ماننے کی پوینتا۔"

"ہاں میں تیری خواہش کا احترام کروں گی سبوتا۔" اس نے جواب دیا اور میں نے اسے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ کشتی میں اتنی جگہ تو تھی ہی کہ ہم لیت سکتے چنانچہ میں نے اس کا سراپے سینے پر رکھ لیا۔

چاند آہستہ آہستہ ابھر رہا تھا۔ اسی سے نکلنے والا چاند تھا اس لئے جس وقت مکمل طور پر چاند نکلا تو کافی رات ہو گئی تھی۔

پوینتا کی آنکھوں میں نیند تھی اور میں اس نیند کو محسوس کر رہا تھا۔ تب میں نے اسے سو جانے کو کہا اور وہ نہایت خاموشی سے سو گئی۔

میں نے چاند کی روشنی میں اس کا چہرہ دیکھا اور پھر میں نے ایک گہری سانس لی اور آسمان کی جانب دیکھا۔ میری نگاہ اپنے دوست ستاروں پر جا پڑی تھی جو میری جانب اشارہ کر رہے تھے۔ یہ کبھی باز نہ آئے تھے۔ میں نے مسکراتے ہوئے سوچا۔

اور پھر میں پوینتا کو چھوڑ کر اٹھ بیٹھا۔ اب میں ستاروں کا جائزہ لے رہا تھا۔ میرے دوست ستارے۔

بلاشبہ ستارے بہت سی باتیں بتا رہے تھے۔ حال کی، مستقبل کی، گزرنے ہوئے وقت کی اور میں ان سے گفتگو میں اتنا محو تھا کہ مجھے دن کی روشنی کا بھی احساس نہ ہوا۔ میں ستاروں سے باتیں کرتا رہا۔

اور جب ستارے خود ہی دن کے بارے میں سرگوشیاں کرنے لگے تو میں چونکا۔ میں نے گہری سانس لے کر کشتی کے ایک ابھرے ہوئے

کو نے پراپنا سر نکا دیا اور آٹکھیں بند کر لیں اور پھر ہم دونوں اسی وقت جا گئے جب سورج کی کرنوں نے ہمیں دکھایا۔ سورج کافی چڑھ چکا تھا تب پوسیتا نے اپنا حلیہ درست کیا اور مجھے دیکھ کر مسکرائے گی۔

”تمہارے ساتھ گزرنے والے لمحات اتنے انوکھے ہوتے ہیں سوچنا کہ بس ان کی دلکشی کا حساب نہیں کیا جاسکتا۔“

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ تب میں نے تھوڑی دیر خاموشی اختیار کی اور پھر اس سے کہا۔

”پوسیتا۔ میں نے سفر کے لئے کافی بندوبست کیا ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرے ساتھ اور کوئی مسافر بھی ہوگا۔ بہر صورت تم صبح کی

خوراک کا انتظام کرو۔ وہ تمام چیزیں موجود ہیں جنہیں میں نے کشتی میں جمع کر لیا ہے۔“ میں نے ایک جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اور پوسیتا ایک گھریلو عورت کی مانند ایک طرف بڑھ گئی۔ اس نے کشتی میں سے کھانے پینے کی اشیاء نکالیں اور انہیں جس انداز میں تیار کر

سکتی تھی تیار کرنے لگی۔ پھر ہم دونوں نے مل کر ناشتہ کھایا جو کچھ بھی سمجھ لیا جائے مل کر کھایا۔ اور اس کے بعد یہی بیکراں سمندر اور ہماری چھوٹی چھوٹی

باتیں۔ نبھانے سکا کشتی دور رہ گیا تھا۔ میں نے چونکا۔ سکاٹی سے شکایا کا سفر کیا تھا اور مجھے ان راستوں کا اندازہ تھا جن سے ہم گزر گئے تھے اسی لئے

میں نے ان تمام راستوں کو نظر انداز کیا تھا اور اپنی کشتی کا رخ ایک اچھی سمت کی جانب رکھا تھا تاکہ ہم ان جگہوں تک نہ پہنچ سکیں جو فوجا کی ملکیت ہو۔

اور ہماری یہ کوشش کامیاب رہی۔ وہ دن گزرا، رات ہوئی، دوسرا دن دوسری رات اور پھر تیسرا دن بھی شروع ہو گیا۔

کشتی اب اتنا طویل سفر طے کر چکی تھی کہ اس کے بارے میں اندازہ نہیں کیا جاسکتا تھا، وہ کہاں جا رہی ہے۔ پوسیتا ابھی تک دل جمعی سے

میرا ساتھ دے رہی تھی۔ اس کے چہرے پر تردد کی کوئی ٹھکن نہیں تھی اور میں محسوس کر رہا تھا کہ پوسیتا اپنا ماضی بھولتی جا رہی ہے۔ جو کچھ ہوا تھا وہ اسے

فراموش کر چکی تھی۔

لیکن میرے ذہن میں بہت کچھ تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ کسی منزل کی تلاش ضروری ہے۔ ظاہر ہے اس بیکراں دیرانے میں ہم کتنے عرصے

تک بھٹکتے رہیں گے۔ پھر خوراک کا ذخیرہ ٹھیک ہے میرے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا لیکن کم از کم پوسیتا کو مستقل طور پر خوراک کی ضرورت تھی اور

اس لئے ہم سمندر میں سفر جاری نہیں رکھ سکتے تھے۔ میں ان حالات سے نمٹنے کی ترکیب سوچ رہا تھا۔ میری نگاہیں کبھی کبھی سمندر کے آخری کناروں

پر خشکی کی تلاش میں بھٹکتے لگتی تھیں لیکن پوسیتا کو ابھی تک میری اس طلب کا احساس نہ ہوا تھا۔

تب ایک شام اچانک ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ سارا دن پوسیتا خاموش رہی اور مجھ سے اس نے کوئی خاص بات نہ کی لیکن اچانک۔

اس دن میں نے محسوس کیا تھا کہ پوسیتا کچھ فسر رہی ہے۔ میں نے کئی بار اس سے پوچھا لیکن وہ خاموش ہی رہی تھی۔

شام بھگ گئی تھی۔ سورج کا گولہ سمندر کے انتہائی سرے پر پانی میں غرق ہونے جا رہا تھا کہ پوسیتا نے میری طرف دیکھا اور پھر وہ آہستہ

سے بولی: ”سوچتا۔ میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔“

”کیا بات ہے؟“

”میرا خیال ہے زندگی کا وہ مقصد پورا ہو چکا ہے جس کے لئے میں نے اب تک تمہارے ساتھ سفر کیا تھا۔“

"میں نہیں سمجھا پوسیتا۔" میں نے جواب دیا۔

"سبوتا۔ میں نے اس وقت خود کو مرد تصور کر لیا تھا جب تم نے مجھ سے کنارہ کشی اختیار کر کے شانہ کی قربت حاصل کی تھی۔"

"پوسیتا۔" میں نے جھٹا ہٹ سے اسے پکارا۔

"ہاں سبوتا۔ عورت کے لئے اس سے زیادہ اذیت ناک لمحات اور نہیں ہو سکتے جب کوئی مرد اس کی بھرپور محبت کو ٹھکرا کر کسی دوسری عورت

کے التفات کا اظہار کرے۔ تم نے مجھے چاہا تھا، تم ہی نے مجھے بھڑکایا تھا اور تم ہی مجھے اس راستے تک لے آئے تھے حالانکہ میں ان راستوں سے ناواقف تھی۔

پھر تم نے میرے لئے شانہ کی توہین کی اور میں خوشی سے پاگل ہو گئی کیونکہ میں جانتی تھی سبوتا کہ شانہ مجھ پر فوقیت رکھتی تھی۔ وہ پوری ہستی کو ہر دلعزیز تھی لیکن تم نے مجھے اس پر فوقیت دلا دی تھی اور پھر تمہاری محبت میرے دل دو ماغ میں اس قدر سرایت کر گئی کہ میں نے دوسرے لوگوں کے بارے میں سوچنا چھوڑ دیا۔ پھر جب شانہ تمہیں حاصل ہو گئی تو تم نے مجھے یکسر فراموش کر دیا۔

میرا باپ مجھ سے کہتا تھا کہ میں اپنے مشن میں ناکام رہی ہوں۔ میں اس اجنبی کو اپنے لئے مومن نہیں کر سکی جبکہ میرے باپ نے صرف اسی لئے مجھے تمہارے نزدیک آنے کا موقع دیا تھا کہ میں تمہیں اپناؤں اور تم سے سکائی والوں کے راز معلوم کروں۔

میں نے تم سے سب کچھ صاف کہہ دیا تھا۔ میں نے تم سے کہہ دیا تھا کہ سکائی والوں کے خلاف زور دیا کچھ کر رہے ہیں۔ اس طرح یوں سمجھو کہ میں نے اپنے قبیلے سے غداری کی تھی لیکن صرف تمہارے لئے۔ میں جانتی تھی کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو اور میں تم سے کبھی مایوس نہ ہوئی تھی۔ میں جانتی تھی کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔ مجھے چاہتے ہو اس لئے مجھے یقین تھا کہ تم کبھی زور روؤں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرو گے۔

اور پھر جب میرے باپ کو معلوم ہوا کہ قبیلے کی شکست میں سب سے زیادہ ہاتھ اس شخص کا ہے جو میرا محبوب تھا تو اس نے مجھے ملامت کی۔ اس نے مجھے اپنے قبیلے کے لوگوں کا قاتل قرار دیا اور بالآخر وہ خود بھی مارا گیا لیکن اس کے وہ الفاظ جو اس نے مجھ سے کہے، میرے دل دو ماغ پر آج بھی نقش ہیں سبوتا۔

تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا سبوتا اس کی ذمہ دار میں نہ تھی۔ شانہ کی موت کی ذمہ دار میں نہ تھی لیکن ہاں اپنی ہستی کے لوگوں کے قتل کی اور تباہی کی مکمل طور پر میں ذمہ دار تھی۔ میں نے انہیں شکست دوانے کے لئے تم سے تعلقات جوڑے تھے۔ مجھ سے غلطی ہو گئی تھی سبوتا۔ میں نے تم پر اٹھا کر لیا تھا۔"

"لیکن اب تم ان باتوں کو یاد کیوں کر رہی ہو پوسیتا۔"

"پھر کیا کروں۔ کیا یہ خیالات میرا ساتھ چھوڑ سکتے ہیں۔ کیا میں یہ محسوس کر کے زندہ رہ سکتی ہوں کہ مجھے یہ محبت شانہ کی موت کے عوض ملی ہے اور اگر وہ زندہ رہتی تو میری کوئی قیمت نہ ہوتی، میں ان وقت تمہارے پاس نہ ہوتی سبوتا۔"

سبوتا میں نہیں جانتی کہ تمہاری زندگی میں عورتوں کا کتنا دخل رہا ہے۔ عورتیں تمہاری زندگی میں کس طرح آئیں، تم نے عورت کو کس حد تک مقام بخشا، میں نہیں جانتی کہ عورت کی فطرت کے بارے میں تم کیا جانتے ہو۔

لیکن یقین کرو سبوتا، عورت پرین بھرنے کے لئے بھیک مانگ سکتی ہے لیکن وہ محبت بھیک میں حاصل نہیں کر سکتی سبوتا۔ اور اس شکل میں جبکہ اسے احساس ہو کہ دوسری عورت اس کے مرد کے ذہن و دل پر قابض ہے اور اس کے بعد کی حیثیت رکھتی ہے۔

عورت کو بعد کی حیثیت نہیں پسند آتی سبوتا اور میں..... ہاں سبوتا میں جانتی ہوں کہ میری حیثیت بعد کی ہے، زندہ رہنے کے لئے میرے ذہن میں کوئی آرزو نہیں ہے، میرے ذہن میں کوئی جذبہ نہیں ہے جو مجھے زندہ رکھ سکے اور یہ بات میرے لئے دلکشی نہیں رکھتی کہ میں سبوتا کی منظوری منظور ہوں۔ ہاں سبوتا یہ بات اس وقت میرے لئے بے پناہ کشش رکھتی تھی جب تم نے میری خاطر ٹانہ کو پانی میں پھینک دیا تھا۔

لیکن اب جبکہ میں یہ جان چکی ہوں کہ میری حیثیت بعد کی ہے تو سبوتا، بعد کی حیثیت نے میرے دل سے میرے ذہن سے تمہارے ساتھ کی دلکشی ختم کر دی ہے۔ سبوتا میں اپنی شخصیت میں زندہ رہنا چاہتی ہوں۔ میں ٹانہ کے بعد کی حیثیت نہیں چاہتی۔ ہاں تم خواہش کرتے تم چاہتے تو میں ٹانہ سے بڑی حیثیت پانے کی کوشش کرتی۔ تمہاری کینز بن جاتی سبوتا لیکن میں اس حیثیت کو قبول نہیں کرتی۔

تم سوچ رہے ہو گے سبوتا کہ میں نے یہ باتیں کیوں شروع کر دیں تو سنو، میں اپنی زندگی کا اختتام کرنے جا رہی ہوں۔

"تم کہنا کیا چاہتی ہو، کیوں فضول باتیں کر رہی ہو پوسیتا۔ میں نہیں سمجھ پا رہا کہ تمہارے ذہن پر یہ جذباتیت کیوں سوار ہوئی۔"

"جذباتیت نہیں سبوتا ہم یوں سمجھو کہ یہ میری زندگی کا ایک مشن تھا۔ پوسیتا نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"کیسا مشن پوسیتا۔ میں اسے بھی نہیں سمجھا۔" میں جھلا گیا تھا۔ عجیب پاگل لڑکی تھی۔ بہر صورت میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"نم سکاٹی والوں کے لئے ایک زبردست رہنما تھے۔ پوسیتا گہری سانس لے کر بولی۔

"پھر۔" میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"سبوتا۔ میرا باپ کہتا تھا کہ سکاٹی والے اتنے ذہین نہیں ہیں کہ وہ زرد روؤں پر فتح حاصل کر سکیں۔ ان کی فلکست میں صرف سنبھے

اجنبی کا ہاتھ ہے اور یہ سنبھرا اجنبی..... میرا باپ ہمیشہ تمہارے بارے میں کہتا تھا۔ کہ یہ سنبھرا اجنبی ضرور زرد روؤں کے لئے تباہی لائے گا اور ہم لوگ تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

تو سبوتا میں تمہارے پاس دوبارہ جس مقصد کے تحت پہنچی تھی۔ وہ یہی تھا کہ تمہیں سکاٹی سے نکال لائیں۔ تمہیں ایک ایسے راستے پر لے

جاؤں جہاں پہنچنے کے بعد تم سکاٹی کا رخ نہ کرنا۔ تمہیں فوجی طور پر لے جاؤں۔ تمہارے ذہن میں بیزاری پیدا کر دوں اور سبوتا میں اس میں کامیاب

رہی۔ رہا میری زندگی کا مقصد اور میری زندگی کا مسئلہ۔ تو میں نے اسی وقت خود کو مرد تصور کر لیا تھا جب تم نے مجھے ٹھکرا دیا تھا۔ اب میں تمہیں یہاں

تک لانے میں کامیاب ہوئی ہوں۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہارے ساتھ گزرنی ہوئی راتیں میرے لئے دلکشی رکھتی ہیں۔ نہیں سبوتا یہ تو تمہارا خیال خام

ہے۔ میں نے اپنے جسم کو تمہارے لئے صرف اس لئے وقف کر دیا تھا کہ میں جو اپنی ایک غلطی سے اپنے قبیلے کی بڑائی کی ذمہ دار بن چکی ہوں اب

اپنے پورے قبیلے کو تباہ و برباد نہ ہونے دوں۔

یہ ایک چھوٹا سا معاملہ ہے میری اس حماقت کا جو میں نے تم سے محبت کر کے اپنے قبیلے کے لئے تباہی موبال لے کر کی تھی۔"

میں خاموشی سے پوسٹا کی شکل دیکھ رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کہنا کیا چاہتی ہے۔ تب وہ آہستہ سے بولی۔

"لیکن سہوتا، آخری بار کبہ رہی ہوں آخری بار۔ آخری بار۔ عورت زندگی میں ایک بار پیار کرتی ہے اور پھر اسی کی اور ہوتی ہے، اگر اس کا محبوب اسے ٹھکرا دے تو اسے اس سے نفرت ضرور ہو جاتی ہے لیکن وہ کسی دوسرے سے محبت نہیں کر سکتی۔ تم نے میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کے لئے میں صرف اتنا کر سکتی ہوں کہ تم ہمیشہ خوش رہو لیکن میری بات تمہارے دل میں ہمیشہ پھنسیاں لیتی رہے۔ تم اسے دعا سمجھو یا بد دعا۔ حالانکہ کوئی بھی عورت اپنے محبوب کو بد دعا نہیں دے سکتی لیکن جو کچھ میں کہہ رہی ہوں اس میں یہ سوچ نہیں ہے کہ میں تم سے تمہاری امداد دیاں حاصل کروں۔"

"پوسٹا۔" میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور وہ دوڑ کر کشتی کے دوسرے سرے تک پہنچ گئی۔

"نہیں سہوتا۔ میرے پاس آنے کی کوشش نہ کرو، براہ کرم میری باتیں سن لو۔ صرف چند باتیں۔ انہیں کہنے سے پہلے میں مرنا نہیں چاہتی۔ براہ مہربانی سہوتا کیا تم مجھ پر یہ احسان نہ کرو گے۔"

"پوسٹا کیا صاف ہے یہ۔" میں جھلا گیا۔

"ہاں سہوتا، اسے صاف ہی سمجھو۔ میں زندہ نہیں رہ سکتی کیونکہ اب میرا کچھ نہیں رہا ہے اور اگر میں تمہاری محبت کے سہارے زندہ رہنے کی کوشش کروں گی تو میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا رہے گا۔ میں یہ سوچوں گی کہ میں نے اپنی محبت کے لئے اپنے پورے قبیلے کو قربان کر دیا ہے اور میں کسی طور زندہ نہ رہ سکوں گی سہوتا، چنانچہ اب میں تم سے اجازت چاہتی ہوں سہوتا۔" پوسٹا نے کہا اور مجھے غصہ آ گیا۔

"پوسٹا احقانہ خیالات سے باز آؤ۔ مرنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ دو بارہ ان لوگوں میں واپس نہ جاؤں گا۔"

"نہیں سہوتا۔ اب ان باتوں کا کوئی فائدہ نہیں۔ میرا جو قبیلہ میری خود غرضی کی بھینٹ چڑھ چکا ہے، میرا باپ مجھے قائل کہہ چکا ہے تو سہوتا ایسی صورت میں اب اگر تم مجھ سے وہاں نہ جانے کا وعدہ کر رہے ہو تو اس سے کیا فرق پڑے گا۔"

"پوسٹا ضرورت سے زیادہ جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے، میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ زندگی کے ہر موڑ پر تمہارا ساتھ دوں گا۔"

"نہیں سہوتا۔ میں محبت کی بھینٹ پسند نہیں کرتی۔" اس نے کہا۔ "خدا حافظ۔" اور دوسرے لمحے اس نے پانی میں چھلانگ لگا دی۔

اب تو یہ ممکن نہیں تھا کہ میں اسے پانی میں ڈوب مرنے دیتا۔ اس کا خیال تھا کہ شاید میں کشتی سے کھلے سمندر کے پانی میں کودنے کی ہمت نہیں کروں گا اور پانی سے خوفزدہ ہو جاؤں گا لیکن بہر حال یہ اس کا خیال تھا۔

میں نے بھی اس کے پیچھے ہی پانی میں چھلانگ لگا دی۔ میں نے اسے اس جگہ تلاش کیا جہاں اس نے ڈبکی لگائی تھی۔

لیکن پوسٹا وہاں موجود نہیں تھی۔ تب میں پریشان لگا ہوں۔ پانی میں چاروں طرف دیکھنے لگا اور پھر وہ مجھے نظر آ گئی۔

لیکن مجھے محسوس ہوا جیسے پانی میں خون کی آمیزش ہو گئی ہو۔ مجھے حیرت ہوئی تھی۔ تب میں اس کی طرف لپکا۔ میں نے اس کا جسم پزلایا تھا اور تب میں نے دیکھا، پوسٹا کے پہلو میں خنجر گھسا ہوا تھا۔

اس نے پانی میں کودنے کے ساتھ ہی ایک خنجر، جو شاید وہ اپنے پاس میں چھپا کر لائی تھی، نہ جانے یہ خنجر اسے کہاں سے ملا تھا۔ اس نے

خنجر اپنے پہلو میں پیوست کر لیا تھا۔ میں نے اسے تیزی سے پکڑا اور پانی کی سطح پر لے آیا۔

”پوسیتا۔ یہ تم نے حماقت کی ہے۔“ میں غرایا۔

”حماقت نہیں سبوتا۔ میں نے تم سے محبت کی ہے۔“

”ہاں، میں سمجھتا ہوں تمہاری محبت کو۔ شاید یہ خنجر بھی تم نے اپنی محبت سے مجبور ہو کر اپنے پہلو میں اتارا ہے۔“

”نہیں سبوتا۔ یہ خون اپنے قبیلے سے وفاداری کا اعلان ہے۔ میں نے تم سے محبت کی ہے اور اپنے قبیلے سے وفا۔“ اس نے ہنسی لٹی اور دم توڑ دیا۔

میں خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ کشتی آہستہ آہستہ ہم سے کافی دور جا چکی تھی۔ چند ساعت میں اس کے اندر کا سانس کا جائزہ لیتا

رہا لیکن وہ مر چکی تھی۔ تب میں نے آہستہ سے اسے پانی میں دھکیل دیا۔

اب اس کے بے جان بدن کو کشتی پر لانے کی کوئی ضرورت نہ تھی خواہ مخواہ جان دے دی احمق لڑکی۔ جو کچھ ہوا تھا اسے بھلا یا بھی جاسکتا

تھا۔ لیکن پروفیسر، تمہاری اس دنیا کے انسان بڑے عجیب ہیں۔ ہر قدم اٹھا لیتے ہیں پاگل کہیں کے۔ یہ نہیں سوچتے کہ اس کا نتیجہ کیا نکلے گا۔

بہر صورت پوسیتا مجھ سے جدا ہو گئی تھی۔ حالانکہ میں چاہتا تو اس کی بات کو نظر انداز کر کے رکائی جاسکتا تھا لیکن سنا لے جانے کا فائدہ ہی کیا تھا۔

اب میں وہاں سے نکل آیا تھا اور مجھے وہاں دوبارہ جانے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ احمق لڑکی اگر چاہتی تو میرے ساتھ زندگی کا ایک اچھا

دور گزار سکتی تھی۔

ہاں ہم اس سوچنے کے انداز میں فرق ضرور محسوس کر دے گا۔ پروفیسر، لیکن بہر صورت تمہیں اس بات کا اندازہ ہونا چاہئے کہ پوسیتا کیا ہے اور

میں کسی ایک لڑکی کے لئے خود کو رنج و غم کے سمندر میں نہیں ڈال سکتا۔ چنانچہ میں کشتی میں واپس آ گیا اور آنے کے بعد چند لمحات میں نے پوسیتا کو

بھلانے میں صرف کئے اور اس کے بعد میں مطمئن ہو گیا۔ میں دنیا میں کسی کے لئے بھی افسردہ نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ بات میرے ذہن سے ہی باہر تھی۔

اور پھر وہ بران سمندر کا سفر تھا۔ میری چھوٹی سی کشتی اور میں۔ لیکن میں تو اس ماحول کا عادی تھا۔

کافی عرصہ میں نے سمندر کے ماحول میں گزارا، میں نے طے کر لیا تھا کہ اس بار نہ تو میں سونے کی کوشش کروں گا اور نہ ہی کوئی خشکی تلاش

کروں گا۔ دیکھوں گا یہ سمندر کہاں تک پھیلا ہوا ہے۔

اور میں فاصلے نظر انداز کرتا رہا۔ میں سمندر کی دستوں سے نہ نکلنے والا تھا۔ خوراک کی مجھے کوئی خاص ضرورت نہ تھی۔ اگر کبھی خوراک کی

ضرورت محسوس کرتا تو جو کچھ لایا تھا وہ کھا لیتا۔

اور جب میرے پاس سے خوراک کا ذخیرہ ختم ہو گیا تو سمندری مچھلیاں میری گرفت سے کیسے محفوظ رہ سکتی تھیں۔ میرے لئے ضروری تو

نہیں تھا کہ میں انہیں باقاعدہ شکار کرتا۔ جب بھی ضرورت محسوس ہوتی سمندر میں غوطہ کھاتا اور مچھلیاں پکڑ کر باہر لے آتا۔ البتہ ان مچھلیوں کو ضرورت

کے مطابق بنانے کا کوئی خاص ذریعہ میرے پاس نہیں تھا۔

یوں نہ جانے پروفیسر کتنا طویل سفر میں نے طے کیا اور کئی بار میں نے نشانی دیکھی لیکن میں نے اسے نظر انداز کر دیا۔ بس یونہی چلتے رہتا

چاہتا تھا اور سمندر کا یہ سفر بڑا دلکش تھا۔ رات ستاروں کی ہم نشینی میں بسر ہوتی اور بہت سے اسرار درموز کھلتے چلے جاتے۔

آنے والے وقت اور گزرنے والے وقت کے بارے میں بہت سی نئی باتیں معلوم ہوئی تھیں۔ ستارے ایک بار پھر میرے دروآشاہن گئے تھے۔ کئی بار خشکی کے نزدیک سے گزرتے ہوئے میں نے سوچا کہ میں خشکی پر اتر جاؤں لیکن نہ جانے کیوں بس دل نہیں چاہ رہا تھا۔ مجھے انسانوں سے دوری پسند تھی۔ یونہی پردیفسر کی چاند اوبے، ابھرے، اُدبے، ابھرے اور میں نہ جانے کہاں سے کہاں نکل گیا۔

بادبالی کشتی اب خست ہو گئی تھی۔ سمندر کی لہروں نے اس کی زندگی کم سے کم کر دی تھی۔ ہر چیز فنا ہو جاتی ہے پردیفسر اور کوئی چیز ایسی نہیں ہوتی جو فنا نہ ہو۔ کشتی کے بادبان پھٹ گئے اور میرے پاس دوسرے بادبانوں کا کوئی انتظام نہیں تھا تب میں نے سوچا کہ سمندر میں تیرنا شروع کر دوں لیکن اس طرح زندگی زیادہ دشوار نہ ہوتی۔ کم از کم یہ تو تھا کہ لکڑی کے ان تختوں پر میں سمندر کا لطف اٹھا رہا تھا اور خشکی کا بھی۔

تب میں نے سوچا کہ کیوں نہ کسی خشکی پر اتر کر اس کشتی کو درست کیا جائے۔ کچھ عرصے کے لئے خشکی کا مزہ بھی سہی۔ یہ طویل زندگی تو کم از کم گونا گوں دلچسپیوں کا مرکز ہونا چاہئے تھی ورنہ اکتاہٹ کے سوا کچھ نہ ہوتا۔

ہاں! یہ سب کچھ تو میرے ہاتھ میں تھا کہ جب میں اکٹانوں اپنی زندگی کو کسی ایسے مرحلے میں داخل کر لوں جو میری پسند کے مطابق ہو۔ نو ماہ اور اس کی بستی کو اب میں بالکل بھول گیا تھا۔ شانہ یا پوسینا بھی میرے ذہن میں نہ تھیں۔

خشکی کی تلاش میں میری نگاہیں چاروں طرف بھٹکتی لگیں اور ویسے کشتی زیادہ دور تو ہوتی ہی نہ تھی جب بھی میں اس کے بارے میں سوچتا مجھے کوئی نہ کوئی جگہ نظر آ جاتی تھی۔ چنانچہ اس وقت شاید رات تھی جب میں نے سمندر کے مخصوص رنگ میں ایک اور رنگ شامل دیکھا اور یہ رنگ میری تجربہ کار نگاہوں نے فوراً پہچان لیا تھا کہ یہ کوئی خشک جگہ تھی۔

میں نے ہوا اور سنبال لئے اور کشتی کا رخ کانٹے لگا۔ بہت تیزی سے سفر کرتا ہوا میں خشک زمین کی طرف جا رہا تھا لیکن سمندر میں دور سے نظر آنے والی خشکی اتنی قریب نہیں ہوتی کہ آدمی اسے اپنی ہمتوں میں سمجھ لے۔

سارنی رات میں کشتی میں کھیلتا رہا تھا تب اس وقت جب چاند ڈوب گیا، ستارے مدھم مدھم روشنی کی آمد ہونے لگی تو میں خشکی کے نزہ ایک پہنچا تھا۔ بھورے ریت کی زمین اور اس کی دوسری جانب سرسبز درختوں کے جھنڈ نظر آ رہے تھے۔ گویا خاص سرسبز جگہ ہے۔ میں نے سوچا تھا۔ اور بہر صورت میں تیزی سے خشکی کی جانب بڑھ گیا۔

☆.....☆.....☆

کشتی کو خشکی پر پہنچ کر میں نے کافی دور ڈال دیا اور اس علاقہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ بڑا ہی خوبصورت علاقہ تھا۔

لیکن درختوں کے درمیان مکڑنی کے جالے لگے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے جالے اور ان میں کافی موٹی موٹی مکڑیاں نظر آ رہی تھیں۔

میں نے نہایت تجب سے انہیں دیکھا اور دلچسپ نگاہوں سے دیکھا ہوا ان کے نزدیک پہنچ گیا۔

یوں لگتا تھا جیسے یہاں انسانی آبادی نہ ہو۔ ویسے بھی اگر یہاں انسانی آبادی ہوتی یا بہت سارے جانور ہوتے تو مکڑیوں کے یہ جالے

عام نہیں رہ سکتے تھے۔ یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مگزیں کسی خاص خطرے کی حامل ہوں اور انسان اور جانور ان سے بچنے کی کوشش کرتے ہوں۔ چونکہ میں نے اس سے پہلے کبھی اتنی بڑی مگزیں نہیں دیکھی تھی۔

درختوں کی عجیب و غریب قسمیں تھیں جو پہلے دیکھنے میں نہیں آئی تھیں۔ میں آگے بڑھتا رہا۔ روشنی اب خاصی تیز ہو گئی تھی اور تمام علاقہ بہت صاف ستھرا نظر آنے لگا تھا کہ چاکم میں رک گیا۔

پہلی بار مجھے اس سرزمین پر کسی زمینی جاندار کا وجود محسوس ہوا تھا۔ مگزیں بھی جاندار ہی تھیں لیکن وہ بہر صورت درختوں کے درمیان ہی تھیں۔ یہ جانور عجیب سی شکل کا تھا۔ اس کا تہ زبادہ بڑا نہ تھا لیکن شکل عجیب سی تھی۔ یہ جانور میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ جانور شاید مجھے دیکھ کر ڈر گیا تھا کیونکہ وہ بے ساختہ ایک طرف بھاگا تھا۔

اور پروفیسر، اسی وقت میں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ بھاگتا ہوا وہ ایک ایسے درخت کے بیچ سے گزارا جہاں مگزیں کا ایک بڑا سا جالا بنا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ درختوں کے درمیان لگے ہوئے جالے میں درمیان میں موجود مگزیں کے بدن میں سے ایک لیس دار مادہ نکلا، بالکل اسی طرح جیسے کوئی چیز اچانک ٹپک پڑے۔

لیس دار مادہ اس جانور کو چھو گیا اور بھاگتا ہوا جانور اچانک فنا پڑی کھا گیا اور اچانک یوں محسوس ہوا جیسے کسی اسپرنگ نے وہاں کھینچ لیا ہو۔ مگزیں کے بدن سے نکلنے والا لیس دار مادہ جانور کے جسم سے چپک گیا تھا اور پھر وہ مادہ سکنے لگا۔ وہ ایک لکیر کی سی شکل میں تھا اور آخر سکنے لگتا تھا۔ وہ مادہ اتنا سکنے لگا کہ وہ جانور اوپر کی جانب اٹھنے لگا۔

جانور آہستہ آہستہ مگزیں کے جالے کی جانب اٹھا اور میں دنیا کا یہ حیرت انگیز منظر دیکھ رہا تھا۔

جانور مگزیں کے نزدیک پہنچ گیا۔ اتنی چھوٹی سی مگزیں نے اپنے سے کئی گنا بڑے جانور کو جس انداز میں شکار کیا تھا اس پر مجھے حیرت ہو رہی تھی اور میں انتہائی دلچسپ لگا ہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ جانور مگزیں کی جانب جا رہا تھا اور پھر مگزیں نے جانور کو پوری طرح اوپر کی جانب سمیٹ لیا اور پھر مگزیں نے جانور کے بدن کو کریدنا شروع کیا۔

پروفیسر، وہ دنیا کی حیرت انگیز چیز تھی۔ تم یقین کرو، مگزیں کے ہاتھ جس جگہ جانور کے جسم پر لگتے وہاں سے خون اٹل پڑتا تھا اور خون کا کوئی قطرہ نیچے پھینکنے نہ پار ہوا تھا۔ مگزیں اتنی آسانی سے چوس رہی تھی۔ وہ جانور کو چوستی اور تھوڑی دیر کے بعد پروفیسر جانور کی ہڈیوں کے سوا کچھ نہ رہا تھا۔

"کیا تم نے اس سے پہلے کبھی ایسی مگزیں کے بارے میں سنا ہے۔" اس نے رک کر پروفیسر سے پوچھا۔

پروفیسر جس کے چہرے پر عجیب سی چمک نظر آ رہی تھی ایک دم چونک پڑا۔ "پھر کیا ہوا۔؟" اس نے آہستہ سے پوچھا۔

"میں نے تم سے مگزیں کے بارے میں پوچھا۔"

"انفریڈ کے کچھ علاقوں میں، میں نے ایسے نظریات جانوروں کے بارے میں سنا ہے جنہیں عام جگہوں پر نہیں پایا جاتا لیکن یہ جس مگزیں

کا تذکرہ تم کر رہے ہو میرے لئے بھی حیرت انگیز ہے۔"

”ہاں پروفیسر، وہ بڑی حیرت انگیز مکرزی تھی۔ اس نے اتنے بڑے جانور کو ذرا سی ویر میں کھائی کر چٹ کر دیا تھا اور لطف کی بات یہ تھی کہ اب مکرزی کا جیم بھی بڑا ہو گیا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے جانور کھانے کے بعد وہ سوت ہو رہی ہو۔“

بہر صورت بعد میں وہ آہستہ سے اپنے جال میں پہنچ گئی اور پھر میں نے اسے ساکت ہوتے دیکھا اور وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ ممکن ہے اس سرزمین پر اور بھی دوسری چیزیں نظر آتی ہوں۔ میری نگاہیں دور دور تک کا جائزہ لے رہی تھیں۔ ابھی تک کسی انسانی وجود کا نشان نہیں ملا تھا۔ ایسے کوئی آثار بھی نہیں تھے جن سے انسانی زندگی کے آثار ملتے۔ ممکن ہے اس خطرناک سرزمین پر انسان موجود ہی نہ ہوں۔ ان چیزوں کی موجودگی میں انسان کی زندگی مشکل بھی تھی۔ درختوں پر پھل لٹکے ہوئے تھے اور ان کی بہتات تھی۔ جس سے یہ بھی پتہ چلتا تھا کہ یہ درخت انسانی ہاتھوں سے دور ہیں۔ زمین پر بھی بہت سے پھل سوکھے پڑے تھے اور پھر میں درختوں کے ساتھ دور دور تک چلا گیا۔ یہ سلسلہ نہ جانے کتنی دور تک چلا گیا تھا۔ یوں چلنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اب جب میں خشکی پر آ گیا تھا تو کچھ وقت یہاں گزارنا ہی چاہئے۔ نہ ہی انسانوں کے ساتھ اس بار جانوروں کے ساتھ زندگی بسر کی جائے۔

چنانچہ اب طے کرنا پڑے گا کہ کیا قدم اٹھایا جائے۔ کون سا رخ اختیار کیا جائے۔ جانوروں سے خوف اور درہشت کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ میرا کوئی کیا بازو نہ تھا لیکن اس کے باوجود کسی ہتھیار کی ضرورت تھی۔

یہاں کسی باقاعدہ ہتھیار کے حصول کا تو تصور ہی نہیں کیا جاسکتا تھا لیکن ضرورت کے لئے قدیم دور کے ہتھیار بھی برے نہیں تھے اور ان کا حصول بھی مشکل نہیں تھا۔ چنانچہ شکار وغیرہ کرنے کے لئے میں نے ایک نیزہ بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ اب مجھے کسی ایسے درخت کی تلاش تھی جس میں میری مرضی کے مطابق کوئی سیدھی مکرزی موجود ہو۔

اتفاق ہی تھا کہ میں نے دور دور تک نگاہیں دوڑائیں لیکن ایسا کوئی درخت نظر نہیں آیا اور میں پھر چلنے لگا۔ کافی دور چلنے کے بعد مجھے درختوں میں ایک رخسہ نظر آیا۔ اندر ایک پگڈنڈی ہی چلی گئی تھی۔

میں اطمینان سے اس پگڈنڈی پر ہولیا۔ لیکن درختوں کے درمیان کی زمین پر قدم رکھتے ہی مجھے زمین غم محسوس ہوئی۔ اس کا مطلب ہے کہ قریب ہی پانی موجود ہے۔ یہ بھی اچھی بات ہے۔ کشتی میں پیچھے چھوڑا ہوا تھا۔ اس میں کوئی ایسی چیز بھی نہیں تھی جسے لانے کی ضرورت ہوتی چنانچہ میں اطمینان سے آگے بڑھتا رہا۔ میں نے درختوں کے درمیان ہی جھانکا لیکن پانی کا کوئی مرکز نہیں نظر آیا۔ زمین ولایت بدستور کیلی چل رہی تھی اور پھر اچانک میں رک گیا۔ سامنے جو درخت نظر آ رہے تھے وہ دیکھنے میں ہی بہت خوفناک تھے لیکن اس سے زیادہ خطرناک بات یہ تھی کہ ان کی جڑوں میں بے شمار جانداروں کے ڈھانچے پڑے ہوئے تھے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی اور میں اس دلچسپ منظر کو دیکھنے کے لئے آگے بڑھ گیا۔ سب سے پہلے درخت کے بالکل نزدیک میں نے چند ڈھانچے دیکھے اور ان ڈھانچوں میں مجھے ایک انسانی ڈھانچہ بھی نظر آیا میں حیرت اور دلچسپی سے اس ڈھانچے کو دیکھنے لگا۔ پہلی بار مجھے اس زمین پر انسان کا کوئی نشان ملا تھا۔ زندہ نہ کسی مردہ کسی۔

میں کچھ اور آگے بڑھا اور جھک کر اسے دیکھنے لگا۔ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ اس کی موت کس طرح واقع ہوئی۔ کہ اچانک میں اچھل پڑا۔

کسی نے عقب سے میری ٹانگ چھوئی تھی۔ بس انسانی محسوس ہوا تھا۔ میں جلدی سے سیدھا ہو گیا۔ اور پھر اس سرزمین کا ایک اور حیرت انگیز منظر میری نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ ایسے ہی ایک درخت کی شاخ تھی جو کسی جاندار شے کی مانند میرے پاؤں کی جانب لپک رہی تھی۔ اس کا آخری سرا میرے پاؤں کو چھو رہا تھا اور اس کی دوسری شاخیں اس طرح جان پڑ رہی تھیں جیسے سانپوں کا کوئی ڈھیر کھل رہا ہو۔ کیا یہ درخت ہی ہے یا کچھ اور۔ میں نے جبک کہ اس شاخ کو چھوا۔ وہ چلکدار تھی لیکن کافی سخت معلوم ہوتی تھی۔ پھر درخت کی دوسری شاخیں بھی کھل گئیں اور میری طرف لپکیں ان میں لمبی شاخیں بھی تھیں۔ جو میرے پورے بدن کے گرہ پھیل رہی تھیں۔

اور پھر ان شاخوں نے مجھے گرفت میں لے لیا۔ وہ کافی قوت سے مجھے بھینچ رہی تھی۔ میں نے اپنا بدن ڈھیلا چھوڑ دیا اور خود کو ان شاخوں کی گرفت میں دے دیا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ ان کی اصلیت کیا ہے۔ شاخیں میرے بدن کے گرہ کس گئی تھیں اور پھر ان کے مسامات کھلنے لگے۔ کانٹے کانٹے سے میرے بدن میں چبھنے لگے تھے۔

تب مجھ پر ایک ہلکا سا ہوا۔ یہ کانٹے بدن سے خون چوس رہے تھے اور وہ گوشت خورد درخت میرے ذہن میں تصور ابھرا۔ اور وہ ڈھانچے یقیناً انہی درختوں کے شکار تھے۔ جانور ان کے نزدیک آ کر پھنس جاتے ہوئے اور پھر ان کا گوشت اور خون کھا کر یہ درخت انہیں چھوڑ دیتے ہوں گے۔ عجیب درخت تھے۔ میں نے تو زمانہ قدیم میں بھی ایسے درخت نہیں دیکھے تھے۔ ممکن ہے یہ صرف خطے کا اثر ہو۔ بہر حال انوکھا تجربہ تھا۔ چند ساعت میں درخت کی گرفت میں رہا۔ میں اس گرفت کی قوت کا اندازہ لگا رہا تھا۔ بلاشبہ طاقتور ترین انسان یا جانور بھی اس گرفت سے نہیں نکل سکتا تھا۔ بہر حال میں نے اس کی دوسری شاخیں مٹھیوں میں دبائیں اور انہیں اپنے بدن سے کھول دیا۔ پھر میں نے دونوں ہاتھوں سے زوردار ہتکے لگائے اور شاخیں درخت سے اکٹڑ گئیں۔ اس کے بعد میں نے دوسری شاخوں کا تیا پانچہ کر دیا اور پھر تعجب سے ان درختوں کو دیکھنے لگا۔ انسانی ڈھانچے کی موجودگی نے میرے ذہن میں یہ احساس جگا دیا تھا کہ یہاں اس زمین میں انسان بھی موجود ہوں گے۔ ممکن ہے ان خطرناک درختوں اور دوسری بلاؤں کی وجہ سے وہ یہاں کا رخ نہ کرتے ہوں۔

بہر حال اب اس علاقے سے نکلنا ضروری تھا۔ لیکن میں نے رخ بھی رکھا کسی قسم کے حادثہ کا تو مجھے خوف ہی نہیں تھا۔ پھر مجھے اس گیلی زمین کا راز بھی معلوم ہو گیا۔ یہ بھی درخت ہی تھے جن کے ننوں سے پانی رس رہا تھا۔

عجیب جاوئی سرزمین تھی۔ انتہائی گھنے اور خوفناک درختوں کے درمیان سے گزر کر میں آگے بڑھتا رہا اور عجیب و غریب مناظر سے دوچار ہوتا رہا۔ پھر مجھے حشرات الارض نظر آئے۔ گویا کیزے کوزے بھی ان علاقوں سے در رہنے تھے۔ کچھ اور در پلٹنے کے بعد دوسرے جانور بھی نظر آئے تھے۔ گویا جانداروں کے لئے خطرہ کی زمین ختم ہو گئی تھی۔

تو انسان بھی یہاں ضرور ہوں گے۔ میں نے سوچا اور آگے بڑھتا رہا۔ رفتار میں نے اور تیز کر دی تھی۔ لیکن اس جنگل کی چوڑائی بہت کافی تھی۔ دوسری طرف نکلا تو سورج جھک گیا تھا اور جھکے ہوئے سورج کی روشنی میں، میں نے ایک طویل پتھر یا میدان دیکھا جس میں چٹانی کو بان ابھرے ہوئے تھے۔

اور دفعتاً ایک عجیب سی پاپٹل محسوس ہوئی۔ چنانچہ میں خاصی آواز پیدا ہو رہی تھی۔ پھر ایک انتہائی تیز روشنی میری آنکھوں پر پڑی۔ اور میں نے چونک کر روشنی کی سمت دیکھا۔ بلاشبہ کوئی انسان تھا۔ لیکن چنانچہ میں دوڑنے والا کون تھا؟

تب مجھے وہ بھی نظر آ گیا۔ ایک قد آور جانور تھا جو نوکیلی چنانچوں کے درمیان دوڑ رہا تھا۔ ویسے یہ جانور بھی میرے لئے نیا تھا۔ اونچا لیکن دوسرے جانوروں سے مختلف۔

یہ کیا قصہ ہے۔ میں ایک چٹان کی آڑ میں پوشیدہ ہو کر دیکھنے لگا۔ روشنی کے بارے میں، میں نے معلوم کر لیا کہ وہ شیشے یا کسی ایسی دھات کے کٹڑے کے ذریعے سورج سے منعکس کی جا رہی ہے۔ جو پتھدار ہے اور روشنی پھیلنے والا جگہ بدل بدل کر جانور کے چہرے کو سورج کی شعاعوں کا نشانہ بنا رہا تھا۔ جانور روشنی سے بھڑک کر بھاگ رہا تھا۔ اور چٹانوں سے ٹکرا رہا تھا۔

اوہ۔ میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ کہیں یہ شکار کرنے کا طریقہ تو نہیں ہے اور تھوڑی دیر کے بعد اس خیال کی تصدیق بھی ہو گئی۔ جانور روشنی کا شکار ہو کر چٹانوں میں دوڑ رہا تھا اور ان سے ٹکرا کر زخمی ہو رہا تھا۔

پھر یکبارگی ایک چٹان سے اس کا سر پارہی قوت سے ٹکرایا اور جانور تلا بازی کھا گیا۔ وہ چند ساعت زمین پر تڑپا رہا اور پھر خنفا ہو گیا۔ اسی وقت میں نے ایک شیلے کو پکٹے دیکھا اور پروفیسر میری آنکھوں میں روشنی مارتی۔

ایک انتہائی توانا اور سڈول بدن تھا اور بدن بھی ایک نوجوان لڑکی کا۔ پتھر کی طرح ٹھوس اور سڈول اور پھر چٹانوں پر جس طرح وہ دوڑ رہی تھی وہ بھی اس جسم کی قوتوں کا مظہر تھی۔ طویل فاصلہ طے کر کے وہ جانور کے پاس پہنچ گئی اور پھر اس نے جانور کے ہتے ہوئے خون سے ہونٹ لگا دیئے۔ وہ اس کا خون پنا رہی تھی۔

صدیوں پہلے کی لاکا میرے ذہن میں آگئی۔ پتھراں کے دور کی عورت اور آج بھی وہی عورت میرے سامنے تھی۔ فرق طرف اتنا تھا کہ یہ سیاہ رنگ کی تھی۔ گہرے چمکدار سیاہ رنگ کی عورت۔ کافی دیر تک وہ جانور کے ہتے ہوئے خون کو چاٹتی رہی اور پھر جیسے سیر ہو گئی۔ چند ساعت وہ ایک پتھر سے ٹک کر کمزری رہی اور پھر جیسے خون کے سرور سے اٹھل آئی۔ اس نے چاروں طرف دیکھا اور پروفیسر پھر اس نے جھک کر اس دزدنی جانور کو کندھے پر اٹھالیا جانور تابڑا تھا کہ وہ اس میں چھپ گئی تھی لیکن اس کے باوجود میں نے دیکھا وہ کافی برق رفتاری سے واپسی کا سفر کر رہی تھی۔

میں خاموشی اور احتیاط سے اس کے پیچھے چل پڑا۔ چٹانوں کی آڑ لے کر تعاقب کرنے میں کوئی دقت نہیں پیش آ رہی تھی۔ اتنے بھی احساس نہیں ہوا اور میں اس کا تعاقب کرتا رہا۔ اس کا عریاں بدن عقب سے بھی کافی خوبصورت نظر آ رہا تھا۔ لمبے سیاہ بال کمر تک پہنچ رہے تھے۔ ان میں بے ترتیبی تھی لیکن اس کے باوجود وہ کافی خوبصورت اور چمکدار تھے۔ ابتدا اچھی ہوئی ہے۔ میں نے سوچا۔

کالی لڑکی نے طویل فاصلہ طے کیا اور پھر ایک غار کے دبانے کے قریب وہ رک گئی۔ اس نے جانور کو زمین پر پھینک دیا اور پھر اس کی ایک ٹانگ پکڑ کر کھینچنے لگی۔ وہ اسے غار میں لے جا رہی تھی۔ لڑکی غار میں داخل ہو کر گاہوں سے روپوش ہو گئی اور میں نے چاروں طرف دیکھا۔ ابھی تک کوئی اور نہیں نظر آیا تھا۔

تعجب کی بات تھی۔ کیا ان لوگوں کی کوئی ہستی نہیں ہے۔ کیا اس ویرانے میں یہ لڑکی تنہا ہے۔ ناممکن یہ تو نہیں ہو سکتا۔ پھر ان کی آبادی کہاں ہے۔ میں آہستہ آہستہ غار کی طرف بڑھ گیا۔ لیکن ابھی میں غار کے ہانے پر پہنچا ہی تھا کہ لڑکی باہر نکل آئی۔

وہ اس طرح باہر آئی تھی کہ میں چسپ بھی نہیں سکا اور وہ ایک لمبے کے لئے مجھے دیکھ کر بھونچا رہ گئی۔ اب میں نے اس کے خدو خال غور سے دیکھے۔ سیاہ فام تھی لیکن نقوش و نگار بڑے نہیں تھے۔ خاص طور سے آنکھیں، گہری سیاہ پتلیوں والی آنکھیں بڑی بڑی اور جوانی کے خمار سے جھکی ہوئی۔ پہلے ان آنکھوں میں حیرت نظر آئی۔ پھر خوف اور پھر ایک عجیب سا تاثر۔ دوسرے لمبے دو غراب سے اندر گھس گئی۔ اس نے مجھے بخوبی دیکھ لیا تھا اور خوفزدہ ہو گئی تھی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

اجنبی دنیا کی پہلی شناسا۔ حیرت کی بات ہے ہرز مین پر پہلے عورت ہی مجھے نظر آئی ہے عورت مسرت بخش تصور کی حامل۔ اور پروفیسر۔ ایک طویل تنہائی کے بعد یہ پہلا ساتھی۔ بھلا میں اسے چھوڑ کر کیسے چلا جاتا۔ چنانچہ میں اطمینان سے غار میں داخل ہو گیا۔ غار اندر سے زیادہ کشادہ نہیں تھا اور نہ ہی اسے بہت زیادہ تاریک کہا جا سکتا تھا۔ ایک کونے میں وہ جانور پڑا ہوا تھا جسے لڑکی اٹھا کر لائی تھی۔ اور دوسرے کونے میں وہ لڑکی سٹی سٹی کھڑی تھی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ وہ اس قدر خوفزدہ کیوں ہے۔ کیونکہ جس انداز میں اس نے جانور کا کار کیا تھا اس انداز میں کوئی کام کرنے والی لڑکی اپنے جیسے کسی انسان سے خوفزدہ نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ میں اس جانور کے نزدیک کھڑا ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ لڑکی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی اور میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کی نگاہوں میں خوف ہے یا دلچسپی۔ بہر حال اجنبی سرزمین کے اجنبی ساتھی سے میں بہت اچھی طرح پیش آنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور میں نے دوستانہ انداز میں دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیئے۔

لڑکی چند ساعت مجھے دیکھتی رہی اور کچھ سوچتی رہی۔ پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور میرے قریب پہنچ گئی۔ عجیب سے خوشبو اس کے بدن سے اٹھ رہی تھی۔ غالباً اس نے اپنے بدن پر کوئی چیز ملی ہوئی تھی۔ لہذا اس نام کی کسی چیز سے بے نیاز لڑکی مجھے اس وار کی یاد دلا رہی تھی جسے آنت کی تہذیب پتھر کے دور کے نام سے یاد کرتی ہے۔

مجھے تعجب تھا کہ یہ لڑکی تہذیب سے آشنا کیوں نہیں ہے اور یہ کون سی سرزمین ہے جہاں کے لوگ اس انداز میں رہتے ہیں۔ لڑکی کے خدو خال بھی مختلف تھے۔ گودکش تھے لیکن بہر صورت اسے ان لوگوں کے مقابلے میں نہیں رکھا جا سکتا تھا جو تہذیب دنیا کے باقی ہیں۔

میں اس کی زبان سننے کا منتظر تھا۔ یہ قدرت تو میرے اندر تھی کہ میں جس کی بھی زبان سنتا اسے ذہن نشین کر کے اس کی زبان میں بات کر سکتا تھا۔ اپنی طرف سے کوئی زبان بولنا لڑکی کو گویا اپنی اجنبیت کا احساس دلانے کے مترادف تھا۔ پھر وہ آہستہ سے کچھ بولی۔

ایک عجیب سی آواز تھی۔ جسے میں سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ ہاتھ بڑھا کر میرے نزدیک آئی اور پہلی بار اس نے مجھے چھو کر دیکھا۔ پھر اس نے میری پیشانی پر انگلی رکائی۔ پھر آنکھیں، کان، ناک، ہونٹ، سینہ اور میرا بدن نزلنے لگی۔

اس کے بعد اس نے میرے بدن پر موجود کپڑوں کو غور سے دیکھا اور پھر میرے بدن کی نرمی کا احساس کرنے لگی۔ اس کے ہونٹوں پر ہلکی

سی مسکراہٹ تھی۔ تب اس نے آہستہ سے پھر کچھ کہا۔

میں ان الفاظ کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے بھی اشاروں سے اس سے کہا کہ وہ مجھ سے خوفزدہ نہ ہو۔ میں اس کے لئے نقصان دہ نہیں ہوں۔

شاید وہ میرے اشارے سمجھ گئی تھی۔ بہر صورت اتنا ذہین تو ہونا ہی چاہیے تھا۔ چنانچہ اس نے پھر آہستہ سے کچھ کہا۔

اور اس بار اس کا استفہامیہ انداز میری سمجھ میں آ گیا۔ "وہ پوچھ رہی تھی... تم کون ہو...؟"

"میں... میں نے اسی کی زبان اختیار کرنے کی کوشش کی اور پروفیسر میں اپنی پوری کہانی میں تمہیں یہ بات بتا چکا ہوں کہ میں جس جگہ، جس ہستی میں اور جن لوگوں میں گیا، میں نے ان کے معاشرے، ان کی زبان، ان کی ثقافت کو سمجھنے میں کوئی دقت محسوس نہ کی۔ شاید یہ چیز بھی میری فطرت میں ہے کہ میں انسانوں کے بدن کی خوشبو سے ان کے احساسات سے ان کا تجزیہ کر لیتا ہوں اور پھر مجھے ان کی زبان سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ چنانچہ میں نے اسے بتایا کہ میں دوروں کا اٹھنی ہوں اور اس کی سرزد میں پر نکل آیا ہوں۔

شاید لڑکی کو میری منہ سے اپنی زبان سن کر تعجب ہوا تھا کیونکہ تعجب کے اثرات اس کے چہرے سے ہویدائے تھے۔ تب اس کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی۔ تب اس نے میرے کپڑوں کو دیکھا اور بولی۔

"یہ کیا ہے؟"

"لباس۔" میں نے جواب دیا۔

"لباس... وہ استفہامیہ انداز میں بولی۔

"ہاں... جو تمہارے بدن پر نہیں ہے۔"

"میرے بدن پر۔" اس نے اپنے بدن کو تعجب سے دیکھا اور پھر مسکراتے ہوئے بولی۔

"اس لباس سے تم کیا کرتے ہو؟"

"کچھ نہیں۔ یہ باتیں فوری طور پر سمجھ نہیں آئیں گی۔ پہلے میں تم سے کچھ پوچھوں گا۔ کیا جواب دو گی؟" میں نے کہا۔

"پوچھو۔"

"تم کون ہو؟"

"اش..."

"وہ... یہ تمہارا نام ہے؟"

"ہاں۔"

"تمہاری ہستی... تمہارا قبیلہ کہاں ہے؟"

"ہستی قبیلہ۔" وہ متعجب انداز میں بولی اور پھر جیسے وہ میرا مفہوم سمجھ گئی۔

اس نے کہا اس کے لوگ پہاڑوں کے اس طرف رہتے ہیں۔ وہ وہیں آباد ہیں۔

"میں تمہارے لوگوں کے درمیان چلوں گا۔ کیا تم مجھے وہاں تک لے جانا پسند کرو گی؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں نہیں..... ابھی نہیں۔ میں خود تمہیں ان کے درمیان لے جاؤں گی لیکن تم۔ تم۔ کیا تم ان کے دشمن ہو سکتے ہو۔؟"

"نہیں... میں نے کہا میں دور دیس کا ایشی ہوں جہاں بھر کی خاک چھانٹا ہوا یہاں تک آیا ہوں۔ تمہارا دشمن نہیں ہوں بلکہ تم مجھے اپنا

دوست سمجھو، میں تمہیں بہت کچھ سکھاؤں گا۔ بہت کچھ بتاؤں گا۔"

وہ متعجب لگا ہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ بار بار اس کا ذہن اس طرح ہوجاتا جیسے وہ کچھ سوچتی ہو۔ پھر اس نے آہستہ سے گردن ہلائی اور

میری طرف دیکھنے لگی اس کی کیفیات کچھ عجیب سی تھیں۔ تب اس نے پوچھا۔

"تم بھوکے ہو؟"

"ہاں میں بھوکا ہوں، تم مجھے کیا کھلاؤ گی۔" میں نے پوچھا اور اس نے مسکرا کر اس جانور کی طرف اشارہ کر دیا۔ جسے اس نے شکار کیا تھا۔

جانور مردہ ہو چکا تھا میں نے لڑکی کی طرف دیکھا وہ مسکرائی تھی۔

"اور..... ہاں..... اچھی خاطرہ ارات ہے۔ لیکن کیا تم کچا ہی گوشت کھاتی ہو...؟"

"کچا....." یہ جملہ بھی اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ شاید ان کے ہاں اس چیز کا کوئی مفہوم نہ تھا جس کا میں نے اندازہ لگا لیا۔ میں سمجھ چکا تھا

کہ وہ بہت سے الفاظ سے ناواقف ہے۔

"اش..... تم نے اپنا بیکی نام بتایا نا.....؟"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"تو ایش تم مجھے اپنے قبیلے والوں سے کب ملاؤ گی۔ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں اور ظاہر ہے تمہاری زمین پر میں تمہارا مہمان بن کر آیا ہوں

اور میں ان کے ساتھ رہوں گا۔"

لیکن وہ ساری باتیں اس کی سمجھ میں نہ آسکی تھیں۔ وہ مہمان کے بارے میں بھی نہیں جانتی تھی کہ مہمان کیا ہوتا ہے اور دوسری زمینوں کے

بارے میں بھی شاید اس کی معلومات میں کچھ نہیں تھا۔

تب میں نے طے کر لیا کہ آہستہ آہستہ سے سب کچھ بتاؤں گا۔ تب پھر میں نے اس جانور کی طرف دیکھا۔

پروفیسر سینکڑوں بار میں تم سے یہ جملہ کہہ چکا ہوں کہ میں ایک عجیب و غریب انسان ہوں۔ بلکہ شاید تم مجھے انسان کہنے میں بھی وقت

محسوس کر دو گے۔ تہذیب و تمدن سے واقف لوگوں کے، درمیان میں نے ایک انتہائی تہذیب یافتہ زندگی گزارنی۔ دہشتوں میں بھی ملوث رہا اور ہر

ماحول میں خود کو یکساں پایا جبکہ تم شاید کسی ماحول میں ضم نہ ہو سکو۔ لیکن میرے اندر یہ خوبی ہے کہ آج بھی تم مجھے دنیا کے کسی خطے میں کسی قسم کے لوگوں

کے ساتھ چھوڑ دو۔ تو دو لوگ مجھے خود سے مختلف نہ پائیں گے۔ چنانچہ کچا گوشت کھانے میں مجھے کیا دانت ہو سکتی تھی۔ لڑکی کو خوش کرنے کے لئے میں نے جانور کے بدن میں دانت گاڑ دیئے اور اس کی کھال دانتوں سے اوجھڑی اور پھر کھال کے نیچے گوشت نکال کر کھانے لگا۔

میرے دانتوں کی تیزی لڑکی کے لئے حیران کن تھی۔ وہ جھک آئی اور مجھے گوشت کھاتے دیکھتی رہی۔ پھر میں نے گوشت کا جو بڑا ٹکڑا اپنے دانتوں سے جانور کے بدن سے الگ کیا تو اس نے بچوں کی سی معصومیت سے ہاتھ آگے بڑھا دیئے۔

میزبان مہمان کی کاوش سے فائدہ حاصل کرنے کا خواہش مند تھا یا پھر اس کی سوچ میں بالکل معصومیت تھی اور اس نے یہ بات سوچی ہی نہ تھی کہ مہمان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے۔ میں نے گوشت کا ٹکڑا اس کی طرف بڑھا دیا اور وہ شوق سے اسے دانتوں سے اوجھڑنے لگی۔

"سو پرڈ فیسر۔ اس بار میرے محبوبہ کچا گوشت کھانے والی اور خون پینے والی تھی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم کہتے ہو اس کا رنگ سیاہ تھا؟" پرڈ فیسر نے کہا۔

"ہاں۔ گہرا سیاہ۔"

"اور تم نے اس علاقے کی جو کیفیت بتائی ہے وہ تو افریقہ کی ہی ہو سکتی ہے۔" پرڈ فیسر نے اپنی معلومات کے مطابق کہا۔

"ہاں پرڈ فیسر... وہ تمدن نا آشنا لوگ افریقی ہی تھے۔ افریقہ کے ایک حصے میں، یہیں سے تہذیب نے جنم لیا۔ یعنی پہری مراد مہر سے

ہے اور دوسرا حصہ آج تک تمدن نا آشنا ہے۔ میں اسی دوسرے حصے کی بات کر رہا ہوں۔"

"خوب۔"

"پھر کیا ہوا؟" فرزانہ بولی۔

"یہ لڑکیاں ایک لمبے کی تاخیر نہیں برداشت کر سکتیں پرڈ فیسر۔" وہ مسکراتا ہوا بولا اور پرڈ فیسر بھی مسکرائے لگا۔

"ہاں۔ تمہاری کہانی کا ہر لمحہ تجسس خیز ہوتا ہے کہ تاخیر دل پر بوجھ بننے لگتی ہے۔" پرڈ فیسر خاور نے جواب دیا۔

"اور۔ یہ داستان گو کی خوش بختی ہوتی ہے۔"

"پھر کیا ہوا؟" فرزانہ نے بھی الجھ کر کہا اور وہ جلدی سے بول پڑا۔

"میرنی گوشت خور محبوبہ و شبانہ انداز میں گوشت اوجھڑاتی تھی۔ وہ مجھے بے حد پسند آ رہا تھا۔ تہذیب کے دور کی عورت اور مردوں میں وہ

قوت اور زندگی سے وہ لگن نہیں رہی پرڈ فیسر جو تہذیب نا آشنا لوگوں میں تھی اور میں نے ادوار کا تجربہ کیا تو یقین کریں گزر اوقت مجھے حال سے ہمیشہ

بہتر نظر آیا۔ نئے وقت میں انسان تہذیب کے نام پر کچھ اور کمزور اور کچھ اور وحشی ہونا چلا جا رہا ہے اور کمزور وحشی ہزدل اور نا کارہ ہوتے ہیں۔ ان میں

حلاقت کا فقدان ہوتا ہے اور کمزور لوگ صرف چالاکی سے دوسرے کو قتل کرنے کے منصوبے بناتے ہیں۔ جبکہ وحشت کے دور کے لوگوں کو بدن کی قوت

آزمائی کا موقع ملتا تھا۔

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"چنانچہ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ آج اس تہذیب کے دور میں اگر انسان پرانے اصول اپنالے تو یہ دنیا حسین ہو جائے۔"

"پرانے اصولوں سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"جس صدی میں، میں نے آنکھ کھولی ہے پروفیسر..... کو ابھی میں اس سے پوری طرح آشنا نہیں ہوا ہوں۔ لیکن میں اس صدی سے واقف ہوں، میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میرے دوست ستارے مجھے آگے ہالی صدیوں کی کہانی سناتے ہیں۔ تم لوگ۔ اس نئی صدی کے نمائندے ہو اور... تمہاری سوچ سے میں اس صدی کے بارے میں سوچ سکتا ہوں۔"

"یہ حقیقت ہے۔ میں نے تمہیں اس صدی سے اجنبی نہیں پایا۔" پروفیسر خادر نے کہا۔

"ہاں۔ میں اس دور سے اجنبی نہیں ہوں۔ کیا انسان سائنس کے نام پر کھلونا نہیں بن گیا۔ کیا تم اس دور کو مشینی اور سائنسی دور نہیں کہتے۔"

"ہاں۔ یہ سائنس کا دور ہے۔ لیکن اس دور کے انسان کو تم کزور نہ کہو۔ دو ہر دور کے انسان سے زیادہ طاقتور ہے۔"

"مجھے اختلاف ہے پروفیسر۔" اس نے کہا۔

"کیوں؟"

"طاقت سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"یہی سوال میں تم سے کروں تو۔"

"ہاں پروفیسر میں اس کا جواب دوں گا۔"

"تو بتاؤ۔ تم طاقت کسے کہتے ہو۔"

"اپنے آپ کو۔ خود کو۔ میں طاقت ہوں۔ پروفیسر میں اپنے بازوؤں کی قوت سے اس غار کو زمین بوس کر سکتا ہوں۔"

"تمہاری بات اور ہے۔ تم خود کبچکے ہو کہ تم عام انسان نہیں ہو۔ تم خود کو فانی کہتے ہو جبکہ انسان فانی ہے۔"

"نہیک ہے۔ لیکن میں طاقت کا استعارہ ہوں۔"

"چلو مان لیا۔ لیکن مجھے بتاؤ۔ تم نے جتنی کہانیاں سنائیں کیا ان میں تدبیر شامل نہیں تھی؟"

"میں نہیں سمجھا۔"

"تم نے لوگوں کے لئے جنگیں لڑیں۔ کیا تم نے ان جنگوں میں صرف طاقت کا سہارا لیا؟ کیا تم نے انہیں فتح نہیں دلوائی؟"

"نہیں۔"

"تب تم نے ان کے لئے تدبیر اختیار کی تھی نا۔ تم نے ان کی زندگیاں بچانے کے لئے عقل کا سہارا لیا۔ ورنہ وہ ہلاک ہوتے، ناقصان اٹھاتے۔"

"ہاں۔ یہ درست ہے پروفیسر۔ میں نے اس سے انحراف نہیں کیا۔" اس نے جواب دیا۔

"نئے انسان نے جسمانی قوت کو بڑھانے کی بجائے عقل کی قوت کو طاقتور کیا ہے۔ پرانے دور میں بھی انسان کے ذہن میں دشمن کا تصور

تھا۔ آج کے دور میں بھی انسان بے شمار دشمن رکھتا ہے۔ مختلف شکلوں میں پہلے بھی اس کے دشمن انسان ہوتے تھے، جانور ہوتے تھے، آسانی آفات ہوتی تھیں، سیلاب ہوتے تھے، زلزلے تھے، آج بھی اس کے دشمن یہی سب ہیں۔ لیکن ایک تہا انسان ہسانی قوت سے ایک ہاتھی کو نہیں گرا سکتا۔ ہاں اس کے ہاتھ میں وہی ہوئی ایک چھوٹی سی چیز ایک دھا کہہ کر کہتی ہے اور اس کا دشمن اس کے قدموں میں ہوتا ہے۔ یہ چھوٹی سی چیز انسان کی عقل کی قوت ہے اور اس قوت سے بلائیں اس نے اپنے دشمن کو زیر کر لیا ہے۔" پروفیسر نے جواب دیا۔

وہ مسکرانے لگا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"لیکن خرد انسان کی اچھی زندگی کتنی مختصر ہوگئی ہے پروفیسر۔"

"ہاں۔ اس کی وجہ ہے۔"

"کیا وجہ ہے۔؟"

"اس نے اپنی زندگی عقل کو بخش دی ہے اور ہر کام میں ایک جذبہ کام کرتا ہے۔ اس جذبہ کے تحت اس نے خود کو کمزور کیا اور وہی قوت عقل کو بخش دی۔"

"لیکن اس سے نقصانات جو ہوئے۔"

"مثلاً؟"

"اس کی اپنی حیثیت تو کوئی نہ رہی۔"

"یہ جذبہ بھی اسے عقل نے بخشا۔ انسان غالی ہے۔ ایک موجد نے پوری زندگی کی محنت سے ایک ایجاد کی۔ یہ ایجاد اس نے اپنی ذات کے لئے نہیں کی۔ بلکہ اس نے اپنا یہ جذبہ دوسروں کو سونپا اور خود موت کی آغوش میں چلا گیا۔ جبکہ اس دور کا انسان صرف خود زندہ رہنے کے لئے کاوش کرتا تھا اور آج کا انسان صرف انسانیت کے لئے سوچتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کی عقل نے ان چیزوں پر بھی قابو پا لیا ہے جن پر پرانے دور کے انسان کا کوئی بس نہ تھا۔"

"وہ کیا چیزیں ہیں پروفیسر؟"

"سیلاب، زلزلے اور ایسی ہی دوسری آفات۔"

"ان پر قابو کس طرح پایا گیا ہے؟"

"اور۔ آج سیلاب کے آنے پر قبل از حفاظتی انتظامات کر لئے جاتے ہیں۔ زلزلوں کی پیشین گوئی کر دی جاتی ہے اور انسان خود کو محفوظ کر لیتے ہیں۔"

"خوب۔ تو تہا رے خیال میں ہسانی قوت کوئی حیثیت نہیں رکھتی؟"

"میرا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے۔"

"پھر پروفیسر۔"

"جسائی قوت انفرادی حیثیت سے بہت اہم ہے۔ اس کے بغیر انسان کچھ نہیں کر سکتا۔ ظاہر ہے ایک موجد کے لئے بھی تندرستی ضروری

ہوتی ہے۔"

"ہاں۔ لیکن اس کے لئے انسان نے کیا کیا؟"

"بہت کچھ۔"

"میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"امراض کے علاج دریافت کئے گئے۔ آج کا انسان اپنے جسم کے تمام اجزاء سے واقف ہے اور ان میں سے جس شے میں کوئی کمی ہوتی

ہے اسے پوری کر لیتا ہے۔ یوں وہ اپنی زندگی کافی حد تک محفوظ کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔"

"ایک بات اور ہے پروفیسر۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا۔ جو۔"

"اس نے تو بصورت الفاظ اور دلائل کا ذخیرہ بھی بڑھا لیا ہے اور اب وہ کسی کو خاموش کرنے کے گرتے بھی واقف ہو گیا ہے۔"

"اوپنیا... دو بے چاری لڑکی سارا گوشت کھا جائے گی۔" دلچا فروزاں بول پڑی۔

"کون لڑکی۔" پروفیسر خاور اچھل پڑا۔

"وہی جو کب سے گوشت ادھیڑ رہی ہے اور آپ لوگ نہ جانے کس بحث میں الجھے ہوئے ہیں۔" فروزاں نے کہا اور پروفیسر خاور افسوس پڑا۔

فروزاں کی بات واقعی دلچسپ تھی۔ "ہاں یہ تو میں بھول آئی گیا۔ جلدی سے اسے اس گوشت کے ٹکڑے سے نجات تو دلاؤں۔" میں نے

بستے ہوئے کہا اور بولا۔

"تو پروفیسر ہم تھوڑی دیر کے لئے اس بحث کو ملتوی کر دیتے ہیں۔ حالانکہ تمہارے دلائل کافی مضبوط ہیں۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہاری

بات سے پہلو تھکی کر رہا ہوں بلکہ یہ حقیقت ہے کہ تم نے حوالے دہنی دیئے ہیں اور مجھے ان کے بارے میں کافی سوچنا پڑے گا۔ ویسے یہ فیصلہ تو بعد ہی

میں ہوگا کہو عقل نے انسان کو کیا کچھ دیا ہے اور تہذیب کے مضمرات کیا کیا ہیں۔"

"تو بات میں پھر وہیں سے شروع کرتا ہوں کہ وہ گوشت کا برا کھلا اپنے تیز دانتوں سے ادھیڑتی رہی اور میں نے گوشت کا دوسرا ٹکڑا لے

لیا تھا اس طرح ہم دونوں اپنا پیٹ بھرنے لگے اور جلد ہی ہم اس کام سے فارغ ہو گئے۔"

میں نے اسے اٹھ کر رہی مخاطب کیا تھا اور وہ مجھے اس طرح دیکھنے لگی جیسے اپنا نام میری زبان سے سن کر خاصی متاثر ہوئی ہو۔

"اب تم کیا کرو گی اش۔؟" میں نے پوچھا۔

"میں اپنے قبیلے میں جاؤں گی۔" اس نے جواب دیا۔

”کیا مجھے اپنے ساتھ نہیں لے چلو گی؟“

”نہیں۔“ وہ بولی۔

”کیوں؟“

”تم یہاں رہو۔“ اس نے کہا اور پھر بچے ہوئے جانور کی طرف اشارہ کر کے بولی۔ ”یہ تمہاری غذا ہے۔ تم اسے کھا سکتے ہو۔“

شاید دو مجھے دوسرے لوگوں سے پوشیدہ رکھنا چاہتی تھی۔۔۔۔۔ بہر صورت پرو فیئر۔ میں ابتداء میں ایسے ہی کھیل کھیلتا تھا۔ میں نے اس کی بات مان لی کیونکہ میں اسے ناراض کرنا نہیں چاہتا تھا۔ چونکہ بہر صورت وہ اچھی خاصی لڑکی تھی اور کافی دن کے بعد مجھے عورت کا قرب حاصل ہوا تھا۔ انسان کی فطرت بھی عجیب ہے جب کبھی وہ اپنے مشاغل سے اکٹھا جاتا ہے تو انہیں چھوڑ دیتا ہے اور جب بہت عرصہ اسے مشاغل ترک کئے ہوئے ہو جاتا ہے تو وہ انہی کی خواہش محسوس کرنے لگتا ہے۔

سو میں سمندر پر ایک طویل عرصہ گزار چکا تھا اور مجھے بھی بہت سی ضرورتوں کا احساس ہو رہا تھا۔

چنانچہ میں بھی اس سے تعاون کرنے لگا۔ اتنا تو میں سمجھ چکا تھا کہ لڑکی نے مجھے پسند کیا ہے اور وہ بھی میرے قرب سے خوش ہے۔

اس کی انوکھی حرکات مجھے کافی دلچسپ محسوس ہو رہی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ باہر نکل گئی اور میں نے سوچ لیا کہ میرے نئے میزبان نے میرے لئے اس نئی رہائش گاہ کا بندوبست کیا ہے چنانچہ مجھے اسے قبول کر لینا چاہیے۔ یہ الگ بات ہے کہ میزبان کی روانگی کے بعد میں اس جگہ کے اطراف کا جائزہ لوں۔ میں باہر تک آیا تھا۔ اسے دیکھ کر میرے ذہن میں کافی عجیب عجیب سے خیالات پیدا ہونے لگے تھے۔

کیونکہ بہر صورت پرو فیئر، ہم لوگ تہذیب سے آشنا ہونے کے بعد بہت ساری چیزوں کو اجنبی محسوس کرنے لگتے ہیں اور یہ گزری ہوئی بات ہے کہ جب میں بھی ان لوگوں کے ساتھ ہی وقت گزارا کرتا تھا جو لباس وغیرہ سے نا آشنا تھے اور آج میں پھر ان لوگوں کے درمیان آ گیا تھا لیکن مجھے خوشی تھی کہ تہذیب کے اس دور کے بارے میں جان سکتا تھا اور اسے دیکھ سکتا تھا۔

اش باہر چلی گئی اور جب چند ساعتیں گزر گئیں تو میں بھی باہر نکل آیا۔ میں نے بہت دور سے پہاڑوں کی جانب جاتے دیکھا۔

بڑی تیز رفتار تھی۔ واقعی اس لڑکی کا کوئی جواب نہیں تھا اور پرانے دور کی یہ نمائندہ مکمل طور پر اسی شکل میں نظر آ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ میری نظروں سے غائب ہو گئی اور میں واپس غار کی طرف چل پڑا۔

غار کو میں نے اندر سے اچھی طرح دیکھا۔ اس میں ایسی کوئی جگہ نہ تھی جسے آرام کے لئے منتخب کیا جاسکتا۔ شاید یہ لوگ آرام کے مخصوص طریقوں سے بھی ناواقف تھے۔

بہر صورت میرے ذہن میں کافی دلچسپی پیدا ہو گئی۔ بہر صورت طویل سفر طے کر کے میں خود کو تھکا تھکا سا محسوس کر رہا تھا۔ میرے دل میں خواہش تھی کہ میں تھوڑی دیر آرام کروں اور آرام کرنے کے لئے مناسب جگہ غار ہی تھا۔ چنانچہ میں غار کی کھردری زمین پر لیٹ گیا اور میں نے آنکھیں بند کر لیں اور چند ساعتیں خاموشی سے گزار دیں۔ پھر اٹھا اور میں نے سوچا کہ کیوں نہ اطراف کا جائزہ لوں۔ چنانچہ باہر نکلا اور پہاڑوں کے

اطراف گھومتا پھرتا رہا۔ مجھے صرف اس کا انتظار تھا۔

یوں پروفیسر، سورت بالکل ہی چھپ گیا اور رات ہو گئی۔ رات کو جنگل کی سمت سے عجیب و غریب آوازیں سنائی دیتی رہیں۔ غالباً یہ حشرات الارض تھے جو زمین پر چنچ رہے تھے۔ بڑے جانوروں کی آوازیں بھی کبھی کبھی سنائی دے جاتی تھیں۔

لیکن ان لوگوں کے درمیان اس انداز سے زندگی بسر کرنے کا تصور میرے ذہن میں نیا نہیں تھا کیونکہ میں نے پتھر کے دور کے انسانوں کے درمیان زندگی گزاری تھی۔ جنگلوں میں رہنے والے ان آوازوں کے عادی ہوتے ہیں اور ان پر کوئی توجہ نہیں دیتے۔

مجھے نجانے کیوں یہ آوازیں بے پناہ دلکش محسوس ہو رہی تھیں۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ جنگلوں میں جا کر ان جانوروں کو نزدیک سے دیکھوں، حالانکہ میری ذات کو ان سے کوئی خطرہ نہ تھا۔ پھر بھی نہ جانے مجھ پر تہذیب اس طرح کیوں سوار ہو گئی تھی کہ میں نے وہاں جانا پسند نہ کیا اور وہاں سے خارج ہو کر لیت گیا۔

رات کا نجانے کونسا پہر تھا میری آنکھیں غنودہ تھیں کہ میں نے قدموں کی چاپ سنی۔ قدموں کی چاپ اتنی ہلکی تھی کہ میں انہیں سن نہ سکتا۔ یہ آوازیں غار کے باہر سے آ رہی تھیں۔ تب میں نے چند ساعت سوچا اور جلدی سے اٹھ گیا۔

ممکن ہے میری محبوبہ جو جسے میرے قرب کا خیال میرے نزدیک کھینچ لایا ہو چنانچہ کیوں نہ باہر نکل کر اس کی پذیرائی کی جائے۔ چنانچہ میں غار کے وہاں پر آکھڑا ہوا۔ تب میں نے دیکھا۔

یہ سیاہ نام تھے۔ ان کی تعداد پانچ یا چھ تھی۔ وہ لوگ چاند کی روشنی میں جنگل کی طرف جا رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں غائبانگڑی کے بنے ہوئے لمبے لمبے نیزے تھے۔ وہ لوگ بڑی نیزی سے سفر کر رہے تھے۔ تقریباً دوڑتے ہوئے۔ نجانے ان کا کیا پروگرام تھا۔

میں دلچسپی سے انہیں دیکھنے لگا۔ پھر میں نے سوچا کہ کیوں نہ ان کا تعاقب کیا جائے۔

یہ لوگ بھی تنگ دھڑنگ تھے۔ ان کے بدن پر لباس نام کی کوئی شے نہ تھی البتہ سب کے سب طاقتور اور توئمند تھے۔ وہ جنگل کے سرے پر پہنچ کر رک گئے۔ میں بھی نہایت خاموشی سے ان کا تعاقب کر رہا تھا۔ حالانکہ چاندنی رات تھی۔ دیکھ لے جانے کا خطرہ موجود تھا لیکن بہر صورت میں نے انتہائی چالاکی سے ان کا پیچھا کیا تھا اور میرا اندازہ تھا کہ وہ لوگ مجھے دیکھ نہیں سکیں گے۔

پھر چنانی راستوں سے گزر کر وہ جنگل کے انتہائی سرے پر پہنچ گئے اور اب وہ منتشر ہو چکے تھے۔ پھر انہوں نے دو لکڑیاں آپس میں بجانا شروع کر دیں۔ وہ لکڑیاں بجانے کے ساتھ ساتھ ہلکی آوازیں بھی منہ سے نکال رہے تھے اور یہ آوازیں عجیب تھیں۔ تب میں نے ایک جنگلی بھینسے کو اس جانب آتے دیکھا۔

میں نے دیکھا کہ جنگلی بھینسا سر اٹھانے چاروں طرف دیکھ رہا ہے۔ غالباً ان آوازوں سے اسے متوجہ کیا ہے۔ وہ لوگ بدستور آوازیں نکال رہے تھے۔ تب ان میں سے ایک شخص نکل کر جنگلی بھینسے کے سامنے آیا اور بھینسا سے دیکھ کر خوف ک انداز میں اس کے پیچھے دوڑا۔ وہ شخص بھینسے کو چنانوں کی آڑ میں لے گیا۔ غالباً یہ ان کے شکار کرنے کا اندازہ تھا۔ جنگلی بھینسا چنانوں سے سر لگا رہا تھا اور وہ انتہائی بہارت سے اسے وہاں

روک رہے تھے۔ جب بھی سناڑھی ہو گیا تو وہ سب نیزے لے کر اس پر پل پڑے اور بھینسے کو گود کر رکھ دیا۔ پھر وہ بھینسے کو درختوں کی چھال کی رسی سے باندھ کر اسے کھینٹے لگے کیونکہ بھینسا خاصا زنی تھا اور وہ اسے اٹھا نہیں سکتے تھے۔

میں واپس اپنے غار میں آ گیا تھا۔ اس کے بعد میں اتنی گہری نیند سو یا کہ دوسرے دن اس وقت جاگا جب سورج کالی بلند ہو چکا تھا۔ قریب وجوار میں کوئی نہ تھا۔ ہاں مردہ جانور پڑا ہوا تھا لیکن اس کے گوشت سے نقصان اٹھ رہا تھا۔
میں بہر صورت شکار کر کے کھا سکتا تھا چنانچہ میں نے اس گوشت کی طرف کوئی توجہ نہ دنی اور باہر نکل آیا۔ جنگل تک کا فاصلہ طے کرنا میرے لئے مشکل نہ تھا۔ البتہ یہ خیال ضرور تھا کہ اش کہیں مجھے تلاش کرنے نہ آجائے۔ تب میں نے ایک خوبصورت سا جانور دیکھا جو چھوٹا سا تھا اور وہ میری توجہ کا مرکز بن گیا۔ میں نے شکار کرنے کے لئے دن لوگوں کا طریقہ اختیار کرنا مناسب نہ سمجھا البتہ اس کے لئے میرے پاس بے شمار ذرائع تھے جو انہیں معلوم نہ تھے۔ چنانچہ اپنی ضرورت کے مطابق ایک پتھر میں نے منتخب کیا اور اسے تولنے لگا۔ جانور بھی شاید خوراک کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ بڑی عجیب بات ہے۔ وہ جاندار اپنا پیٹ بھرنے کے خواہشمند تھے لیکن دونوں ہی ایک دوسرے کے خواہش مند تھے۔ ہاں تاہر وہی تھا جو دوسرے سے طاقت میں فوقیت حاصل کر لے۔ وہ پرو فیسری کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

”گویا تم طاقت کا تذکرہ مثال کی حیثیت سے کر رہے ہو؟“ پرو فیسری خاور نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں پرو فیسری، کیونکہ میرا واسطہ صدیوں سے پڑا ہے۔“

”لیکن تم نے صدیوں کا مزاج بھی دیکھا ہوگا۔“

”صدیوں کے مزاج سے تمہاری کیا مراد ہے پرو فیسری؟“

”ہر دور کو مختلف شکلوں کی ضرورت پڑتی ہے کبھی وہ امن کا طلب گار ہوتا ہے، کبھی وہ جنگ سے گزارتا ہے۔ دراصل ادوار کے اپنے مسائل ہوتے ہیں اور ان مسائل کو حل کرنا ہی پڑتا ہے۔ اس دور کے انسان کی زیادہ ضرورتیں نہیں تھیں لیکن آنے والے او دار انسان کی ضرورتیں بڑھاتے گئے۔“

”اتفاق سے میری کہانیوں کے درمیان ایک دلچسپ مسئلہ پیدا ہو گیا ہے پرو فیسری، اور شریف لڑکیوں... اور میں خود کو ادوار کی کتاب سمجھنا ہوں اس لئے میری مدد کرو کہ میں کسی ایک فیصلے پر پہنچ جاؤں۔“

”ہم نہیں سمجھے؟“ فردزاں بولی۔

”میرنی مدد صرف یہ ہے کہ اگر کبھی کبھی گفتگو کے درمیان یہ بحث نکلتی رہے تو تم محسوس نہ کرنا۔“

”ٹھیک ہے لیکن یہ بحث طویل نہ ہو۔“ فردزاں بولی۔

”اس کا خیال رکھنا جائے گا، کیوں پرو فیسری؟“ اس نے کہا۔

”ٹھیک ہے لیکن مجھے تمہاری یہ بات بہت پسند آئی ہے۔“

”کوئی بات؟“

"تم اس بحث میں الجھ گئے ہو۔ حل تلاش کرنے کے لئے بہترین طریقہ بحث ہے اور میرا خیال ہے جب تک تم متفق نہ ہو جاؤ گے یہ بات تمہارے ذہن میں چبھتی رہے گی۔"

"آپ یقین کریں پروفیسر یہی بات ہے اور اگر عقل اور طاقت، میری مراد جسمانی طاقت سے ہے، ان دونوں چیزوں سے جو چیز ثابت ہوگی۔ اسے میں اپنی کتاب میں اپنی ریسرچ کے طور پر لکھوں گا۔"

"اور، تو گویا تمہاری صدیوں کی کتاب میں ہمارا تذکرہ بھی ہوگا۔" فرزانہ مسکرا کر بولی۔
"ہوگا نہیں، ہو چکا ہے۔"

"خوب۔ تم ہمارے بارے میں کیا لکھو گے؟"

"نئی صدی کے انسان، جنہوں نے میری معلومات میں اضافہ کیا۔"

"تب تو ہمارا نشان بے کار نہیں ہے۔ حالانکہ ہمیں حالات یہاں لائے ہیں لیکن اس سے ابھی بات کوئی نہیں ہے کہ تمہاری تاریخ میں ہمارا تذکرہ آجائے۔"

"آدرا نے والے دور کے لوگوں میں اگر تمہاری کتاب کی بات ہو تو ہمارا نام بھی ان کے کانوں میں پہنچے۔۔۔" فرزانہ بولی۔
"ہاں۔ ایسا ہی ہوگا۔"

"تو پھر اس جانور کا کیا ہوا؟" فرزانہ نے کہا۔

"میں نے پتھر سے اسے پیکار کیا تھا اور پھر میں اسے اٹھا کر چٹانوں کے پاس لے گیا۔ میں نے اپنی ضرورت کا کچھ اور سامان اکٹھا کیا اور واپس غار میں آ گیا اور پھر شاید اس ویرانے میں پہلی بار آگ روشن ہوئی۔ میں نے خشک لکڑیاں جمع کر لی تھیں اور پھر پتھروں کے ذریعے انہیں جلا بھی لیا۔ اس کے بعد میں اس جانور کی کھال اڑھڑنے لگا اور اس کام کے لئے میرے دانت اور ہاتھ ہی کافی تھے۔ میں نے اسے صاف کیا اور بھوننے لگا۔ میں اس کام میں اتنا مصروف تھا کہ آگ کے قدموں کی آہٹ بھی نہیں محسوس کر سکا۔ دو میرے چہچہے آکھڑی ہوئی تھی۔ پھر جب اس کو چھینک آئی تو میں چونک پڑا۔ اس کو دیکھ کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔" ادرے تم کب آئیں؟"

"دیر گزری۔۔۔ یہ تم کیا کر رہے ہو؟" وہ بولی۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"میں نہیں جانتی۔"

"کیا تم آگ سے واقف ہو؟"

"ہاں۔ آگ بہت خوفناک ہوتی ہے۔ صرف تو فانی اسے روشن کر سکتا ہے۔"

"تو فانی کون ہے؟"

"اس قدر طاقتوں والا، جسے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔"

"ضرور ہوگا۔ یہ پراسرار طاقتوں والے ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔"

"میں پھر نوکوں کا نہیں۔" پروفسر خاور نے درمیان میں دخل دیا اور وہ چونک کر پروفسر کی شکل دیکھنے لگا۔ "ابھی تم نے پراسرار طاقت

والوں کے بارے میں کچھ کہا تھا اس سے نہیں تم اس جانور کے بارے میں بتا رہے تھے۔"

"ہاں بنایا تھا میں نے۔"

"تم نے کہا تھا کہ دو قوتیں خوراک کی تلاش میں نکلیں اور ان میں سے اس نے اس کو شکار کیا جو عقل رکھتی تھی۔ انفرادی طور پر تم طاقتور تھے

اور اسے پکڑ سکتے تھے لیکن تمہاری جگہ وہ لوگ ہوتے جو صرف ہمیسوس کو چنانوں سے زخمی کر کے شکار کرتے تھے تو وہ اسے بھاگ کر نہ پکڑ سکتے تھے۔

اہلست انسان شروع سے ہی عقل کی قوت کے ذریعے ماحول پر حاوی ہوا ہے۔ ان میں سے کوئی شخص اس ہمیسوس کو... پکڑ سکتا تھا نہ بلاک کر سکتا تھا لیکن

انہوں نے عقل کے ذریعے اسے زخمی کر کے کمزور کر دیا اور ہمیسوس کی طاقت اس کا ساتھ نہ دے سکی۔ اسی طرح وہ پراسرار طاقتوں والے ہر دور پر حاوی

ہیں۔ جانتے ہو ان کی یہ پراسرار قوت کیا ہوتی ہے؟"

"کیا پروفسر؟"

"عقل۔ دوسرے ناسمجھ لوگوں کی بہ نسبت وہ عقل کے ذریعے طاقتور بن جاتے تھے اور دوسرے لوگ ان سے خوفزدہ رہتے تھے حالانکہ ان

میں بے شمار ایسے ہوں گے جو جسمانی طور پر اس سے کہیں زیادہ طاقتور ہوں گے عقل کی قوت ان سب پر حاوی تھی۔"

"کیا خیال ہے لڑکیوں۔ کیا میں پروفسر کے دلائل قبول کر لوں؟"

"اللہ کے واسطے کرو، ہم تمہارے احسان مند ہوں گے۔ ساری دلچسپی ختم ہو جاتی ہے۔" فریڈاں عاجزی سے بولی۔

"نھیک ہے پروفسر۔ تم میری کتاب میں نمایاں مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہو اور اب یہ بحث ختم۔" اس نے کہا۔

"شکریہ۔" پروفسر مسکراتے ہوئے بولا۔

"اس بے چاری کا کیا ہوا جوتی ہے الجھ کر رہ جاتی ہے۔ کیا وہ تمہارے پاس کھڑے کھڑے تھک نہ گئی ہوگی؟" فریڈاں نے کہا۔

ہاں۔ وہ آگ اور جانور کو دیکھ کر حیران ہو رہی تھی۔ پھر اس نے جانور کے بارے میں پوچھا۔

"یہ تم نے شکار کیا ہے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن اب اس کا کیا کر رہے ہو؟"

"دیکھتی جاؤ۔" میں نے کہا اور وہ تعجب سے جانور کو بھینٹے دیکھتی رہی۔ گوشت بھینٹنے کی خوشبو شاید اسے پسند آئی تھی وہ زور زور سے سانس

لینے لگی پھر بولی۔

"لیکن تمہارے لئے شکار تو موجود تھا۔"

"ہاں۔ لیکن وہ تازہ شکار نہیں تھا۔ تم اسے کب تک کھاؤ گی؟"

"جب تک وہ ختم نہ ہو جائے گا۔"

"اور اس کے اندر بدبو جو پیدا ہو گئی ہے۔"

"بدبو کیا ہوتی ہے؟" اس نے دلچسپی سے پوچھا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ اب تم ہی بتاؤ پرو فیمر اسے بدبو کے بارے میں کیا

بتاتا۔ چنانچہ میں نے خاموشی اختیار کر لی اور وہ میرے نزدیک بیٹھ گئی۔ پھر جب گوشت بھن گیا تو میں نے جانور کو اس لکڑی سے اتار لیا جس پر میں اسے بھون رہا تھا۔ اس کے بعد میں نے اس گوشت کا بڑا حصہ اسے پیش کیا جسے اس نے اس طرح قبول کر لیا جیسے اس عمل کی منتظر ہی ہو۔ پھر اس نے گوشت پر منہ مارا اور حیران رہ گئی۔ شاید گوشت اسے بہت لذیذ محسوس ہوا تھا۔

میں دلچسپی سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے اپنے لئے بھی ایک بڑا ٹکڑا نکالا اور اسے کھاتا رہا۔

اس نے گوشت کا بڑا ٹکڑا جلد ہی ختم کر لیا اور پھر نندی نگاہوں سے بچے ہوئے گوشت کو دیکھنے لگی اور میں نے اسے کچھ اور گوشت پیش کیا۔

"کیسا ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"بہت اچھا... لیکن... وہ شاید الفاظ تلاش نہ کر سکی اور دوبارہ گوشت کھانے لگی۔"

تھوڑی دیر کے بعد ہم کھانے سے فارغ ہو گئے۔ تب میں نے دوستانہ انداز میں اس کا بازو پکڑا اور دو چومک پڑائی۔

اس کی آنکھوں میں ایک لمحہ کے لئے عجیب سے تاثرات ابھرے۔ پھر اس نے میری شکل دیکھی اور غالباً مجھے نرم پا کر وہ مسکرانے لگی۔

"اس۔ کیا تم نے اپنے قبیلے والوں سے میرا تذکرہ کیا ہے؟"

"نہیں۔"

"اور۔ کیوں؟"

"بس میں انہیں تمہارے بارے میں بتانا نہیں چاہتی۔"

"کیوں اس کی کوئی وجہ تو ہوگی۔" میں نے کہا۔

"نہیں۔ کوئی وجہ نہیں۔ اگر میں انہیں تمہارے بارے میں بتا دوں تو وہ سب کے سب تمہارے پاس آجائیں گے۔"

"تو آجانے دو۔" میں نے کہا۔

"نہیں۔" وہ ہونٹ سکڑ کر بولی۔ اس کے انداز میں ایک عجیب سی کیفیت تھی جسے میں نے بار بار دیکھا تھا لیکن سمجھنے سے قاصر تھا۔

"غالباً اس کے بعد وہ لوگ تمہیں مجھ سے ملنے سے منع کر دیں گے۔" میں نے کہا۔

لیکن اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ بہت سی باتوں کے منہ بوم سے یہ لڑکی نا آشنا لگتی تھی اور بعض اوقات مجھے اس سے

ابھرنے لگی تھی۔

بہر صورت ابھی نیا نیا مسئلہ تھا اس لئے میں اس سے کسی ابھرنے کا اظہار بھی نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے بھی خاموشی اختیار کرنی۔
میں اسے اپنے ساتھ لے کر غار میں واپس آ گیا۔ اش کے انداز میں اب کوئی جھجک نہیں تھی۔ وہ میرے نزدیک آ کر پہنچ گئی۔
”میں تم سے تمہارے بارے میں بہت کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں اش۔“ میں نے کہا۔

”کیا؟“

”تمہارے قبیلے کا نام کیا ہے تم لوگ کس انداز میں رہتے ہو، کیا تم لوگ مکان بناتے ہو؟“

”مکان۔“ اس نے استنبہا یہ انداز میں مجھے دیکھا۔

”اور۔ تو تم تہذیب سے بالکل نا آشنا ہو۔“

”تہذیب؟“ وہ پھر سوالیہ انداز میں بولی اور میرا دل چاہا کہ اپنا سر پیٹ لوں۔

اس احمق لڑکی کو میں کیا بتاتا لیکن اس دور میں بھی اس قدر تہذیب نا آشنا لوگ رہتے ہیں یہ حیرانی کی بات تھی۔

تاہم مجھے اس بات سے کوئی دلچسپی نہ تھی کہ وہ لوگ زندگی کس انداز میں گزارتے ہیں۔ بہر صورت میں اس لڑکی کا مقصد اب تک نہیں سمجھ سکا تھا کہ وہ اپنے قبیلے کے لوگوں سے مجھے کیوں دور رکھنا چاہتی ہے۔ حالانکہ بعض اوقات مجھے وہ بیحد چالاک محسوس ہوتی تھی اور بعض معاملات میں بالکل سیدھی سادی اور بے وقوف سی لڑکی۔

میں اس کے جسم کی طرف جب بھی دیکھتا تو اس کی آنکھوں کا جائزہ لینے کی کوشش ضرور کرتا لیکن پروفیسر میں نے اس لڑکی کے اندر کوئی جذباتی کشش نہیں دیکھی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ اگر یہ جنس کے منہوم سے بھی نا آشنا ہوتی تو کیا ہوگا۔ کافی دیر وہ میرے پاس بیٹھی رہی اور میں اسے دیکھتا رہا۔ میں اندازہ لگا رہا تھا کہ اگر وہ کسی بھی حد تک جذباتی کشش کا شکار ہوتی تو میں آگے قدم بڑھاؤں۔

لیکن پروفیسر میری نگاہ اتنی کمزور بھی نہ تھی کہ میں کسی لڑکی کی جذباتی کشش کا جائزہ نہ لے سکوں۔ مجھے محسوس ہوا تھا کہ اس کے اندر کوئی جذباتی کشش نہیں ہے۔ ہاں اس کی وہ عجیب سی کیفیت جسے وہ شاید کوئی تاثر بھی نہیں دے سکتی تھی، ہاں وہ جذباتی کشش ہوتی تو اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ دیر تک وہ میرے پاس رہی اور کئی بار میں اس کے قریب بھی ہوا اور میں نے اس کے انداز میں کوئی تہذیبی نہ پائی۔

نہ ہی اس کی طرف سے میری کوئی پذیرائی ہوئی جس سے میں محسوس کرتا کہ وہ میرا قرب چاہتی ہے۔ میں نے ابھی تک آگے قدم بڑھانے کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔

کیونکہ میرے خیال کے مطابق وحشی لڑکی کو جذباتی کیفیت میں لا کر مارا جا سکتا ہے۔ دوسری صورت میں ممکن تھا کہ وہ بھڑک جاتی اور یہ طے شدہ بات تھی کہ میں ابھی اس کے قبیلے کے بارے میں کوئی معلومات نہیں رکھتا تھا اور میں یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ اش مجھ سے برشتہ ہو جاتی۔ اش کافی دیر تک میرے پاس بیٹھی رہی۔ چھوٹی چھوٹی باتیں کر رہی تھی وہ جن کا کوئی خاص منہوم نہیں تھا۔ اپنے قبیلے کے بارے میں ابھی تک اس نے کوئی

بات نہیں کی تھی۔ غالباً یہ بات اس کے ذہن میں تھی ہی نہیں کہ اجنبی لوگوں کو اپنے بارے میں کس انداز میں بتانا چاہئے اور انہیں کیا کہنا چاہئے۔ اور پروفیسر، بہر صورت یہ ایک دلچسپ تجربہ تھا کہ اس شے سے واقفیت..... کے باوجود جس سے قدم قدم پر وہ اسے پڑتا رہا وہ اس میں ایک اجنبی حیثیت تلاش کی جائے۔ چنانچہ یہ لڑکی میرے لئے اچھی خاصی اہمیت رکھتی تھی۔

مجھے اس میں خاصی دلچسپی محسوس ہو رہی تھی۔ پھر اچانک جیسے اسے کچھ یاد آ گیا ہو اور وہ ایک دم کھڑکی ہو گئی۔ میں نے چونک کر اسے

دیکھا۔ "کیا بات ہے اش؟"

"میں جاؤں گی۔"

"ارے کیوں؟"

"بس میں جاؤں گی۔" اس نے کہا اور میرے جواب کا انتظار بھی نہ کیا۔ میں اس سے دوبارہ آنے کے بارے میں پوچھنا چاہتا تھا لیکن پھر میں رک گیا۔ اس وحشی ہرنی کو ابھی اس کی مرضی پر ہی چلنے دیا جائے۔ آہستہ آہستہ اس کی وحشت کم ہو جائے گی اور مجھے کوئی جلد ہی ہے۔ میری عمر کون سی کم ہو رہی تھی جو میں کسی مسئلے میں جلد بازی سے کام لیتا۔ چنانچہ میں نے اسے جانے دیا تھا۔

وہ حسب معمول بڑی تیز رفتاری سے دوڑتی جا رہی تھی۔ وہ طویل پتھر پلا میدان جسے ننگے پاؤں عبور کرنے کے بارے میں ہفتوں سوچا جاتا، اس کے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ حالانکہ اس کے پاؤں کافی خوبصورت تھے لیکن وہ پتھروں پر اس طرح دوڑتی تھی جیسے لوگ مٹل کے فرش پر دوڑتے ہوں گے۔

اس کے جانے کے بعد میں پھر تہوار، گیا۔ اس تنہائی میں، میں نے ایک بات پر خاص طور پر غور کیا۔ اس کے سلسلے میں مجھے اب کیا قدم اٹھانا چاہئے۔ اس کی عمر کے بارے میں، میں نے اندازہ لگایا تھا کہ بہت کم ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ جنگل کی پروردہ یہ لڑکی بہت اچھی صحت کی مالک تھی اور دوسرے معنوں میں اس کی عمر کا تجربہ بہت مشکل تھا۔

لیکن یہ بات تشویشناک بھی تھی۔ لیکن ہے اس کے ذہن میں جذبات ہوں اور وہ ان جذبات سے بھی اس طرح ناواقف ہو جس طرح دوسری باتوں سے۔

دوسری بات جو میرے ذہن میں آئی تھی وہ یہ تھی کہ آخر وہ مجھے یہاں کیوں روکنا چاہتی ہے۔ ان ننگے دھڑنگے سیاہ فاموں کے ذہن میں یہ بات تو نہ ہوگی کہ ان کی کوئی نوجوان لڑکی کسی اجنبی نوجوان سے ملتی ہے کیونکہ یہ احساس تو تہذیب کا پروردہ ہوتا ہے اور ان لوگوں میں ابھی یہ جذبہ بیدار نہ ہوا تھا۔ اس کا تعین ان لوگوں کی برائی سے کیا جاسکتا ہے نہ جانے ان کے نزدیک زندگی گزارنے کا تصور کیسا ہو۔ بہر حال میں اس کے قبیلے کے بارے میں جان لینا چاہتا تھا۔

اش جس طرف جاتی تھی ان سے میں نے یہ یقین تو کر لیا تھا کہ قبیلہ کس طرف آباد ہے۔ اگر میں چاہتا تو رات کی تاریکی میں خفیہ طور پر اس قبیلے کا جائزہ لے سکتا تھا۔ تو پھر کیوں نہ ایسا ہی کیا جائے، میں نے سوچا۔

لیکن نجانے کیوں آج میں نے اس بات کا ارادہ ترک کر لیا۔ اگر کل بھی دو نہ کھلی تو پھر میں دوسرے انتظامات کروں گا اور اس رات میں اس کے بارے میں سوچتا رہا۔ کل سب سے پہلے تو میں اسے اس کی سوانیت سے آگاہ کروں گا۔ اسے بتاؤں گا کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ اسے بتاؤں گا کہ مرد عورت کے درمیان تعلقات کیا ہوتے ہیں۔ کل جب وہ آئے گی تو میں اس کی معلومات میں اضافہ کروں گا۔

لیکن اس سے قبل ہی ایک دلچسپ واقعہ بھی پیش آ گیا۔ میں نے حسب معمول رات کو آرام کیا اور آنکھیں بند کر کے ذہن کو خالی کر دیا۔ یہ میری نیند ہوتی تھی اور تم اسے چھوٹی نیند کا نام دے سکتے ہو پر فیصلہ، یعنی وہ انتہائی ضرورت جو دن اور رات کی پیداوار ہوتی ہے۔

تو میں گہری نیند میں ڈوب گیا اور پھر اس وقت چونکا جب میں نے اپنے بدن پر کوئی ضرب محسوس کی۔ پہلی ضرب پر تو میں نہ جاگا لیکن دوسری اور تیسری ضرب مجھے نیند کی آغوش سے کھینچ لائی اور آنکھیں کھول کر میں نے جو کچھ دیکھا وہ حیران کن تھا۔

اش کو تو میں پہچان گیا تھا لیکن اس کے ساتھ دوسری لڑکی بھی تھی اور یہ دوسری لڑکی بھی اش کی طرح جوان اور برہنہ تھی۔ دونوں کے ہاتھوں میں کٹڑیوں کے نوکدار اور مضبوط بھالے تھے اور وہ ان بھالوں کو پوری قوت سے میرے بدن پر مار رہی تھیں۔

چند ساعت تو میں حیرانی سے انہیں دیکھتا رہا۔ دونوں اس وقت وحشت میں ڈوبی ہوئی نظر آ رہی تھیں اور ان کے حلق سے وحشیانہ غرائس نکل رہی تھیں۔ اس بات کو جاننے میں کوئی وقت نہ ہوئی کہ وہ مجھے پوری قوت اور کوشش سے ہلاک کر دینا چاہتی ہیں لیکن یہ قاتل مجھ پر میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ میں تو اس سے عشق کی پتلیں بڑھانے کے بارے میں سوچ رہا تھا اور وہ مجھ پر اس انداز میں حملہ آور تھی جیسے وہ میری بدترین دشمن ہو۔

اگر میری جگہ کوئی دوسرا شخص ہوتا تو شاید اب تک اس کا کام تمام ہو چکا ہوتا۔ یہ دونوں وحشی لڑکیاں کافی طاقتور تھیں اور نیزوں کی جو ضربیں میرے اوپر پڑ رہی تھیں اس سے مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ ان کی جسمانی قوت کیا ہے۔

چند ساعت میں برداشت کھتا رہا۔ پھر جب میں پوری طرح بیدار ہو گیا تو میں نے ان کے نیزے پکڑ لئے اور میرے زوردار جھکے نے انہیں زمین پر گرا دیا۔

تب میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ نیزے اب میرے ہاتھ میں تھے۔ میں نے ان کی جانب دیکھا۔ اش منہ پھاڑے میری طرف دیکھ رہی تھی اور دوسری لڑکی خوفزدہ انداز میں غار کے دہانے کی طرف بھاگی لیکن میں نے اسے نہ بخشا اور دہانے سے چند قدم کے فاصلے پر میں نے اسے بری طرح دبوچ لیا۔

اس کا چکنا بدن میرے ہاتھوں میں آ گیا اور وہ اپنے دانتوں اور ناخنوں سے مجھے نوچنے کی کوشش کرنے لگی لیکن پر فیصلہ تم میرے بارے میں جانتے ہو، اس کی یہ کوشش قطعی ناکام تھی۔ میں نے اس کے بدن کو اپنی گرفت میں کس لیا اور اس پر بری طرح اپنا بدن رگڑنے لگا۔ چند ساعت کے بعد میں نے اسے زمین پر گرا لیا تھا۔

اسے گرانے کے بعد میں نے غار کے دہانے کی طرف دیکھا۔ اش باہر نکل رہی تھی اور اس کے بدن پر ہلکی ہلکی کپکپی طاری تھی۔ دوسری لڑکی بری طرح میری گرفت میں تھی۔ اس کا چکنا بدن میرے بدن کے ساتھ چپکا ہوا تھا۔ تب میں نے بھاری لہجے میں اش کو آواز دی۔

”اش۔ ادھر آؤ۔“ اور وہ اپنی جگہ کھڑی رہی۔ میں اسے خنخوار نگاہوں سے گھورتا رہا۔ میرے نیچے دبی ہوئی لڑکی اپنی جدوجہد میں مصروف تھی لیکن وہ میری گرفت سے نہیں نکل سکتی تھی اور میں اب اتنا کمزور طبیعت بھی نہیں تھا کہ اس کے پکینے بدن سے متاثر ہو کر اسے چھوڑ دیتا۔ لڑکی اگر جدوجہد تک کر دیتی تو شاید میں بھی اس کے ساتھ رعایت برتتا لیکن اس کی بھرپور جدوجہد جاری تھی۔ مجھے مجبوراً اس کی گردن پر ایک ضرب لگانا پڑی اور اس کے اعصابست ہو گئے۔ پھر وہ بے ہوش ہو گئی۔ تب میں اسے چھوڑ کر کھڑا ہو گیا..... اور اب میں اس کو دیکھ رہا۔

”اش۔“ اس بار میں نے استنرم لہجے میں مخاطب کیا اور میں نے اس کی آنکھوں میں خوف محسوس کیا تھا۔ ”یہاں آؤ۔ میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔“ میں نے کہا اور وہ میرے قریب آئی۔ ”تم مجھے مارنا چاہتی تھیں؟“

”ہاں۔“ اس نے جواب دیا۔

”کیوں۔“

”موت کئی دن سے بھوکی تھی اور شکار کرنے میں ناکام رہی تھی۔“ اس نے جواب دیا۔

”تو پھر؟“ میں نے حیرت سے پوچھا۔

”مجھے اس پر رحم آ گیا اور میں نے اسلئے اپنا شکار اس کے حوالے کر دیا حالانکہ ہم لوگ اپنا شکار کسی کو نہیں دیتے۔“ اس نے سنجیدگی سے کہا لیکن میرے سر میں کھلبلی ہونے لگی تھی۔ نہ جانے کیا لگو اس کر رہی تھی یہ لڑکی۔

”گو یا میں تمہارا شکار تھا؟“

”ہاں۔ اسی لئے تو میں تمہیں اپنے قبیلے کے دوسرے لوگوں سے بچا کر رکھنا چاہتی تھی۔ اگر وہ لوگ تمہیں دیکھ لیتے تو اب تک نہ باراد وجود بھی نہ ہوتا۔ انسانی گوشت کے ساتھ وہ ہڈیاں تک کھا جاتے ہیں اور پھر انسانی گوشت ملتا کہاں ہے۔ بس کبھی کبھی ہی باہر سے بھنگ کر آ جاتے والے ہاتھ لگ جاتے ہیں یا پھر اس وقت انسانی گوشت مل جاتا ہے جب قبیلے کا کوئی شخص مرتا ہے۔“

”تو تم انسانی گوشت بھی کھا لیتے ہو؟“ میں نے حیرت سے پوچھا۔

”ہاں، کیوں؟“ اسے میرے اس سوال پر حیرت ہوئی تھی لیکن میں دل ہی دل میں ہنس پڑا تھا۔ تو پروفیسر، اس بار میں نے ایک آدم خور لڑکی کو محبوبہ بنایا تھا۔“

☆.....☆.....☆

آدھو محبوبہ کی آنکھوں میں حیرت تھی۔ یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ انسانی گوشت کھانے پر حیرت کا اظہار کیوں کیا جا رہا ہے۔ بہر حال میں نے طویل سانس لی۔ سارے جذبات ٹھنڈے پڑ گئے تھے اور اب میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کر دوں؟ یہ سوچ کر ہی وحشت ہونے لگی تھی کہ اس لڑکی میں دلچسپی لی جائے جو انسانی گوشت کھاتی ہے۔

حالانکہ ہسانی طور، پر وہ مکمل نئی اور اگر اس کے سیاہ رنگ کو نظر انداز کر دیا جاتا تو ہسانی طور پر اسے حسین ترین کہا جا سکتا تھا لیکن کم بنت

میرے اندر وہ چپسی صرف اس لئے لے رہی تھی کہ مجھے کھالے اور پھر اس نے نہایت فرخ دل سے مجھے اپنی بھوکی کھالی کے حوالے کر دیا تھا۔ میں نے دوسری برہنہ لڑکی کی جانب دیکھا جو بدستور بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔

"اب بولواش، میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟"

"سلوک؟" اس نے غور سے مجھے دیکھا اور میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"یہ عمدہ بات ہے، جو تمہارے خلاف جاتی ہے وہ تمہاری سمجھ ہی میں نہیں آتی۔ تم اپنی دوست لانا کا اس لئے لانی تھیں کہ وہ مجھے قتل کر کے کھالے۔"

"ہاں.. وہ بھوکی تھی.."

"اور میں تمہارے باپ کی ملکیت تھا۔ کیوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ بے وقوف بھی مسکرانے لگی۔ "اب" میں نے ایک

گہری سانس لے کر کہا۔ "اب میں تمہیں قتل کروں گا اور اس غار میں محفوظ کر دوں گا تاکہ اطمینان سے بیٹھ کر تمہیں کھاؤں۔"

"اور اس کا کیا کرو گے؟" اس نے بھولپن سے پوچھا اور مجھے اس پر غصہ آئے لگا۔ کم بخت عجیب لڑکی تھی، اسے اپنی موت کا خوف بھی نہیں تھا۔

"اسے بھی کھا جاؤں گا۔"

"اور، تب ایک کام کرو... آج تم اسے نہ کھاؤ۔ میں تمہیں اس جانور کا گوشت دے سکتی ہوں۔ پھر جب وہ گوشت ختم ہو جائے گا تو ہم

دونوں مل کر اسے کھالیں گے۔" ایک بار پھر میں حیران نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔ آخر یہ ہے کیا شے؟

"اور اس کے بعد جب یہ ختم ہو جائے گی تو میں تمہیں کھالوں گا۔" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا اور اس کے انداز میں پھر بھی کوئی تبدیلی

نہیں آئی.. البتہ وہ تھوڑی سی منتظر ضرور ہو گئی.. پھر اس نے پر خیال انداز میں کہا..

"اگر میں جنگل سے تمہیں کوئی بڑا جانور شکار کر کے دوں، تب کیا تم مجھے چھوڑ دو گے؟"

"جنگل کا سب سے بڑا جانور میں خود شکار کر سکتا ہوں۔ تمہیں کھانے کی وجہ تو اور ہے۔"

"اور کیا وجہ ہے؟"

"تم نے میری دشمنی ہو گئی ہے۔"

"دشمنی، مگر کیوں۔ میں نے تو تمہارے بدن کا خون بھی نہیں چاٹا۔"

"بدن کا خون؟" اس بار میرے حیران ہونے کی باری تھی۔

"ہاں، جب دشمنی ہوتی ہے تو لوگ ایک دوسرے کو اپنے بدن کے خون کے نظرات بیچتے ہیں، تب دشمنی ہوتی ہے اور پھر جو جس پر حادثی

ہو جائے۔"

"انوکھی، دو تم اور تمہارا قبیلہ، تمہیں تو کوئی سزا دے کر بھی خود کو دکھ ہو گا اور میرا خیال ہے تصور تمہارا ابھی نہیں ہے۔ تمہارے پرورش ہی ایسے

ہوئی ہے۔ اچھا خیر چھوڑا حتمی لڑکی۔ ایک بات کا جواب دو، کیا مجھ سے خوفزدہ ہو؟

”خوفزدہ؟ نہیں، کیوں؟“

”کیا تم موت سے بھی خوفزدہ نہیں ہو؟“

”نہیں۔ موت تو خود بخود آ جاتی ہے اور پھر کچھ بھی نہیں ہوتا۔“

”ہوں، اچھا تمہارا باپ کون ہے؟“

”ارگا۔“

”ارگا۔ گویا تمہارے ہاں باپ ہوتا ہے۔“ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”تمہارے ہاں نہیں ہوتا؟“ اس نے تعجب سے پوچھا۔

”میرے ہاں تو کچھ نہیں ہوتا۔ میری بات چھوڑو۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ماں بھی نہیں ہوتی؟“ اس نے تمہیرانہ انداز میں پوچھا۔

”میں نے کہا نا میرے ہاں کچھ نہیں ہوتا۔ تمہارے ہاں ماں اور باپ دونوں ہوتے ہیں اور کون کون ہوتا ہے؟“

”بس اور کوئی نہیں ہوتا۔“

”ہین، بھائی، شوہر، محبوب؟“

”اور۔۔ ان میں سے کچھ نہیں ہوتا۔“

”شادی ہوتی ہے تم لوگوں میں؟“

”شادی کیا ہوتی ہے؟“

”اور کچھ ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو، نتیجہ قطعی نہیں ہوتا۔“ میں نے پہلے بھنے انداز میں کہا اور پھر براہ راست اقدام کا فیصلہ کر لیا۔ میں نے سوچ لیا

کہ اگر یہ لڑکی عورت کے جذبات سے آشنا ہوئی تب تو مغز ماری کی جائے ورنہ غار سے باہر نکال کر گلو خا صی کی جانے اور پھر آگے بڑھنے کے بارے میں سوچا جائے۔ باوجود اس حتمی گدھی کے لئے اتنے دن برباد کئے۔

اس نے کئی بار متفکرانہ انداز میں دوسری لڑکی کی طرف دیکھا تھا اور پھر وہ افسوس زدہ انداز میں بولی۔ ”اس سے تو بہتر یہ تھا کہ میں اسے اپنا

کیا ہوا شکار ہی کھلا دیتی۔ کہیں یہ نہ مر جائے۔“

”تم اسے پسند کرتی ہو؟“

”ہاں۔ یہ میرے ساتھ رہتی ہے۔“

”ارگا۔ گویا تمہیں اس سے محبت ہے؟“

"ہاں۔"

"تب پھر تم محبت نا آشنا نہیں ہو اور تمہارے اندر جذبات موجود ہیں۔ اچھا یہ بتاؤ مجھے دیکھ کر تم نے میرے بارے میں جاننے کی کوشش کیوں نہیں کی؟ کیا میں تم سے مختلف نہیں ہوں؟"

"ہو..... لیکن کبھی کبھی پانی کے راستے ایسے لوگ آجاتے ہیں اور ہم انہیں شکار کر لیتے ہیں۔ پانی کے راستے آنے والوں کا گوشت بہت اچھا ہوتا ہے اور ہمارے لوگ اگر کسی ایسے کو پا جاتے ہیں تو اس کے حصول کے لئے آپس میں ہی لڑ پڑتے ہیں اور پھر ہوتا یوں ہے کہ وہ تو بھاگ جاتا ہے اور ان میں سے کوئی آپس ہی میں مارا جاتا ہے۔"

"ہوں۔ تو مجھے دیکھ کر تمہیں یہی خیال آیا تھا کہ تم خاموشی سے مجھے شکار کرو اور تمہارے قبیلے کے دوسرے لوگوں کو میرے بارے میں پتہ نہ چل سکے۔"

"ہاں۔ میں بہت خوش تھی۔"

"اش ہے نا تمہارا نام..... تو اش جب تمہارے ہاں ماں ہوتی ہے باپ ہوتا ہے تو پھر محبوب کیوں نہیں ہوتا؟ آخر وہ دونوں کس طرح یکجا ہوتے ہیں؟"

"وہ۔۔۔ بس نا ستارنی کی رات کو تار کیوں کی دوز میں جو سا تھی بن جائے۔"

"ستارنی کی رات کون سی ہوتی ہے؟"

"جب پورنی رات چاند نہیں نکلتا۔"

"خوب۔۔۔ لیکن کیا کوئی نوجوان کسی لڑکی کو اپنی مرضی سے اپنا نہیں بنا لیتا؟"

"میں کبھی نہیں؟"

"تجھے بہت کچھ سمجھانا ہوگا۔" میں نے کہا اور ہنستے ہوئے کہا کہ اسے بوجھ لیا۔ لڑکی ہم گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں خوف جھانکنے لگا لیکن پروفیسر ایک نوجوان لڑکی جو محبت نا آشنا، محبوب نا آشنا ہو اور اس کا تعلق بدن جوانی کے رس میں ڈوبا ہوا ہو تو اس کے سامنے موجود ہوشمند کیا کرے۔ یہی نا کہ اسے سارے رموز سے آشنا کر کے اس سے سوال کرے کہ اب کیا کہتی ہے۔

سبھی ہوئی لڑکی میرے چوڑے سینے کے نیچے کہہ رہی تھی۔ "تو یقین کر۔۔۔ میں تیرے لئے شکار فراہم کروں گی، خود سے زیادہ لذیز۔ میں جانا چاہتی ہوں۔ میں ابھی مرنا نہیں چاہتی۔" یہ الفاظ اس نے کئی بار دہرائے لیکن پھر آہستہ آہستہ خاموش ہو گئی۔ اس کے چہرے سے حیرت کے آثار نمایاں تھے اور اس کی آنکھیں خمار آلود ہوتی جا رہی تھیں۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"تو مجھے قتل تو نہیں کرے گا۔۔۔ تو تو..... انوکھا ہے..... آو کیسا عجیب ہے تو..... یقین کر..... میں تجھے کسی طور شکار نہیں کروں گی..... میں

تو..... میں تو..... آہ..... میں تو اب واپس بھی نہیں جاؤں گی..... ہم دلوں اسی غار میں رہیں گے اور جب شکار کھیلنے والے آئیں گے تو..... ہم

روپوش ہو جائیں گے..... ہم ان کے سامنے ہی نہیں جائیں گے.... اور میں ہمیشہ تیرے لئے جنگل سے شکار کر کے لاؤں گی۔"

تو پروفیسر..... لڑکی فطرت کے رموز سے آشنا ہو گئی۔ اس کے لئے تاستاری کی رات آگئی تھی، جب چاند نہیں نکلتا۔

رات کے آخری پہر تک وہ میرے ساتھ جاگتی رہی اور صبح تک اس کی شخصیت ہی بدل گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں محبت کا شمار جاگ اٹھا تھا۔ اب وہ میرے لئے ہر طرح کا ایثار کرنے کو تیار ہو گئی تھی، پناہ صبح ہی وہ اٹھ گئی۔

"سن۔" اس نے مجھے مخاطب کیا۔ "تیرا کیا نام ہے۔ جیسے میں اش۔"

"میرا نام....." میں نے گہری سانس لی۔ نام میرے لئے ہمیشہ مسئلہ بن جاتا تھا پروفیسر۔ اب میں اسے کیا نام بتاتا۔ وہ سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ "میرا نام سوٹا ہے۔" بالآخر میں نے کہا۔

"سو..... جو..... تا....." اس نے اپنی مرضی کے مطابق میرے نام کے کئی ٹکڑے کر دیئے۔

"ہاں۔ یہی نام ہے۔"

"میں تیرے لئے جنگل سے شکار کر لاؤں، تو یہاں رہو اور یہاں سے باہر مت نکلتا ورنہ وہ لوگ..... وہ لوگ تجھے شکار کر لیں گے۔"

"نہیں اش۔ ہم دونوں مل کر شکار کریں گے۔"

"اور۔" اس نے کہا۔

"ہاں کیا جاتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"جس میں بہت سے آدمی مل کر بڑا شکار کرتے ہیں اور پھر ان میں سے سب سے طاقتور آدمی سب سے بڑا حصہ لیتا ہے۔"

"جو کچھ بھی سمجھ لے اش۔ میں بھی چلوں گا۔"

"نھیک نہیں ہوگا۔ سو۔ میں چاہتی ہوں تو دوسروں کی نگاہوں میں نہ آنے ورنہ وہ لوگ تجھے نہیں چھوڑیں گے۔"

"میں خود بھی یہی چاہتا ہوں اش کہ وہ لوگ مجھے نہ چھوڑیں۔ چلو باہر چلیں۔" میں نے کہا اور وہ خاموش ہو گئی۔ وحشی لڑکی اپنے صحیح

جذبات کا اظہار بھی نہیں کر سکتی تھی۔ جو کچھ اس کے ساتھ ہو چکا تھا۔ اس نے اسے متاثر ضرور کیا تھا لیکن وہ اپنے تاثر کو کوئی الفاظ نہیں دے سکتی تھی۔

ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے پر کشمکش نظر آئی۔ پھر وہ میرے ساتھ خار سے باہر نکل آئی اور پھر ہم دونوں جنگلوں کی جانب چل پڑے۔

گھنے درختوں کا علاقہ یہاں سے زیادہ دور نہیں تھا اور ان کے درمیان شکار مل جاتا تھا لیکن یہاں پہنچ کر چانک اش ٹھٹک گئی۔

"ارے میں نیزہ تو لائی تھی نہیں..... اور..... اور اب شکار کیسے کریں گے؟" اس نے پریشان نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

"جسمیں پانی کے دوسری طرف کی دنیا کے بارے میں کیا معلوم ہے اش؟" میں نے خلاف توقع سوال کیا۔

"پانی کے دوسری طرف؟"

"ہاں۔ تم پانی کے جانب سے آنے والوں کا تذکرہ کرتی ہونا۔ جیسے کہ میں..... تو تم نے سوچا کہ یہ لوگ کہاں سے آتے ہیں؟"

”ان کی بستیاں ہوں گی۔“ اش بڑی ..

”ہاں۔ ان کی بستیاں ہوتی ہیں اور ان کے رہنے کا انداز بھی جدا ہوتا ہے اور وہ شکار بھی جداگانہ طریقے سے کرتے ہیں۔“

”اور۔ سو۔ تم بھی تو پانی کے دوسری جانب کے انسان ہو۔ کیا تم شکار کرنے کے لئے کوئی اور طریقہ استعمال کرتے ہو؟“

”ہاں۔“

”تو کیا اس میں نیزے کی ضرورت نہیں ہوتی؟“

”بعض اوقات نہیں۔“

”تب پھر مجھے اپنے طریقے سے شکار کر کے دکھاؤ۔“ اش نے کہا۔ اور میں نے گردن ہلادی۔ لڑکی صرف لڑکی تھی۔ میں اس کے اندر کوئی

ایسی دل کشی نہیں پا رہا تھا جو مجھے خاص طور سے متاثر کرتی۔ اس لئے مجھے اس کے ساتھ کوئی خاص لطف بھی نہیں آ رہا تھا۔ میری طبیعت تو اس وقت جولانی پر تیا کرتی تھی جب میری مقابل کسی خاص شخصیت کی مالک ہو۔

تاہم سمندر کے لبے سفر کے بعد اس خشکی پر وہ میرا پہلا شکار تھی اور بعض اوقات کسی لذیز پھل کا چھلکا بھی چکھ لیا جاتا ہے۔

میں نے ایک نوکدار پتھر تلاش کیا جو بہت بڑا تو نہیں لیکن کارآمد تھا۔ اش، بچپن سے مجھے دیکھ رہی تھی اور پھر میں شکار کی تلاش میں نکلا ہوں

دونوں نے لگا۔ ہم نے مزید تھوڑا فاصلہ طے کیا۔ میں نے اندازہ لگا یا تھا کہ جنگل کے اس حصے میں شکار بہت ہے۔ ظاہر ہے یہ لوگ شکار کرنے کے صحیح طریقے سے ناواقف ہیں۔ اس لئے ان کے لئے شکار مشکل ہوتا ہے ورنہ یہاں جتنے جانور بکھرے ہوئے تھے اس کی نسبت انہیں شکار کرنا بھی مشکل نہیں تھا۔

تھوڑے ہی فاصلے پر مجھے ایک بارہ سنگھما نظر آیا اور اش نے میرا بازو دبا لیا۔ وہ بھی بارہ سنگھے کو دیکھ چکی تھی۔ میں نے اسے دیکھ کر گردن

اٹھائی اور پتھر کو تو لے لگا۔ میں نے بارہ سنگھے کے سر کا نشانہ لیا۔

اور پھر پتھر کی آواز اس کے لئے حیرت انگیز تھی۔ پتھر ایک تیز آواز کے ساتھ نکلا اور بارہ سنگھے کا ہنسیہ پاش پاش ہو گیا۔ وہ ایک قدم آگے نہ

بڑھ سکا اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔

اش کے طلق سے ایک وحشیانہ چیخ نکلی تھی اور پھر اس نے بارہ سنگھے کی طرف چھلانگ لگائی اور اس کے نزدیک پہنچ کر خوشی سے ناچنے لگی۔ وہ

بہت خوش نظر آ رہی تھی اور میں تہذیب کے اس دور میں بھی قدیم دور کے نمونے دیکھ رہا تھا جو بلاشبہ مجھے عجیب لگ رہے تھے۔

غار میں پہنچ کر انکشاف ہوا کہ لافا غائب ہے۔ اش اسے چاروں طرف تلاش کرنے لگی تھی۔ پھر اس نے مایوسی سے کہا۔ ”شاید وہ چلی گئی۔“

”جانے دو۔ اچھا ہی ہوا۔“ میں نے جواب دیا۔

”نہیں۔ یہ ٹھیک نہیں ہوا۔“ اس نے پریشانی سے کہا۔

”کیوں؟“

"اور وہ دوسروں کو تمہارے بارے میں بتا دے گی۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" میں نے اپرواہی سے کہا۔

"تم نہیں سمجھتے سو بو۔" اس نے مجھے پیار سے سو جو کر دیا تھا۔ "وہ لوگ یہاں آجائیں گے اور تمہیں شکار کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"میں انہیں پتھروں سے ہلاک کر دوں گا۔ تم ان باتوں کو چھوڑو۔ آؤ شکار کھانے کا بندوبست کریں۔"

"سو بو۔" وہ کسی خیال کے تحت بولی۔ "تم نے آگ جلائی تھی اور اس کے بعد شکار بہت اچھا ہو گیا تھا۔"

"ہاں۔ اس جانور کے ساتھ بھی ہم وہی سلوک کریں گے۔ تم خشک لکڑیاں اکٹھا کر لو۔ جاؤ۔" میں نے کہا اور وہ باہر نکل گئی۔ تھوڑی

دیر کے بعد بارہ سگھما آگ پر نلک رہا تھا اور لڑکی دلچسپی سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ وہ آگ سے خوفزدہ بھی تھی اور اس کے نزدیک نہیں آ رہی تھی۔ بہر حال گوشت بہن گیا اور پھر دونوں اسے کھانے لگے۔

دفعتاً وہ چوتھ پڑی۔ اس کا منہ چلتے چلتے رک گیا۔ ہواؤں کے دوش پر ایک ہلکی سی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ گوشت کا کھڑا چھوڑ کر کھڑی ہو گئی۔

"کیوں۔ کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"لا فافا نے... لا فافا نے ہستی والوں کو تمہارے بارے میں بتا دیا۔" وہ روہان سے انداز میں بولی۔

"اور تمہیں کیسے پتہ؟"

"وہ... وہ آواز... ہستی والے اب اس طرف آرہے ہیں۔"

"آنے دو۔" میں نے اپرواہی سے کہا اور گوشت کھانے لگا۔

"نہیں۔ نہیں۔ وہ تمہیں شکار کر لیں گے۔" وہ پریشان لہجے میں بولی۔

"کرنے دو۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں سو بو۔ تم... تم اٹھو یہاں سے۔" وہ میرے قریب پہنچ گئی اور میرا بازو پکڑ کر مجھے اٹھانے لگی۔

"کیوں۔ تم نہیں چاہتیں کہ وہ مجھے شکار کریں؟"

"ہاں۔ میں نہیں چاہتی۔"

"کیوں؟"

"پہلے تم یہاں سے اٹھو۔ لا فافا نہیں اسی غار میں لے آئے گی۔ تم کسی دوسرے غار میں چھپ جاؤ۔ جلدی کرو سو بو۔ جلدی کرو۔"

"کیا وہ دوسرے غاروں میں مجھے تلاش نہ کریں گے؟" میں نے سوال کیا۔ وہ پریشانی سے گردن ہلانے لگی۔

"تب پھر چلو۔ ہم زرد علاقے میں چلتے ہیں۔ خواہ کچھ بھی ہو جائے میں تمہیں ان لوگوں کے ہاتھ نہ لگنے دوں گی۔"

"زرد علاقہ کون سا ہے؟"

”درختوں کے اندر۔ دور کے درختوں میں جہاں سے نکلنے کے بعد پانی کا کنارہ آ جانا ہے۔ وہ کسی قیمت پر ادھر نہیں جاسکتے۔ کوئی ادھر سے نہیں جاتا کیونکہ وہاں موت ہر وقت مزہ کھولے تیار رہتی ہے۔ خوناک درختوں کی شکل میں جو راستی دیر میں انسان کو ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا دیتے ہیں۔“

”اور۔ تو وہ اس طرف نہیں جاتے؟“

”ابھی نہیں جاتے۔۔۔۔۔ تم باتوں میں وقت ضائع مت کرو۔ چلو اس طرف چلو۔“

”ٹھیک ہے میں چلا جاؤں گا۔ تم بے فکر رہو۔“

”میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔“

”اور۔ کیوں۔ تمہیں زبردعا تھے سے خوف نہیں محسوس ہوتا؟“

”ہوتا ہے لیکن تمہارے ساتھ چلوں گی کیونکہ تمہیں وہاں کے بارے میں نہیں معلوم۔ میں تمہیں درختوں سے بھی بچاؤں گی۔“

اور میں مسکراتی نکلا ہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ شکار ہو گئی تھی وحشی برنی۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور کھڑا ہو گیا۔ لیکن اسی وقت ہستی کے وحشی شکاری نزدیک پہنچ گئے۔ شکاریوں کی کئی اڑیاں تست آزمائی کے لئے آئی تھیں۔ ان کے ہاتھوں میں ہانسون کے لمبے لمبے نیزے تھے۔ جنہیں وہ ہلا رہے تھے۔ اور لافان کی رہنمائی کر رہی تھی۔

اور پھر لافانے ہمیں دیکھ لیا۔ ایک نیز آواز اس کے ہونٹوں سے خارج ہوئی اور اس نے جنگل سے میری طرف اشارہ کیا۔ دوسرے لمبے آنے والے رک گئے۔ رہ میرے ساتھ کھڑی ہوئی اش کو دیکھ رہے تھے اور پھر ان کی نگاہیں میرے اوپر بھی اٹھ جاتی تھیں۔ ان کے انداز میں وحشت تھی اور ہونٹ اس طرح پھڑ پھڑا رہے تھے جیسے اپنی پسندیدہ غذا کو دیکھ کر وہ مزے لے رہے ہوں۔ میں ان کا جائزہ لے رہا تھا۔ تب میں نے اش کی طرف دیکھا اور پھر۔۔۔

میں خاموشی سے انہیں دیکھتا رہا۔ اش کاپ رہی تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ ان کی تعداد بڑھتی چلی جا رہی ہے غالباً ہستی کے بہت سارے لوگوں کو یہ خبر مل گئی تھی کہ کوئی شکار پانی سے گزر کر ان تک آپہنچا ہے۔ چنانچہ نولیوں کی نولیاں میری طرف بڑھ رہی تھیں۔

میں نے دیکھا کہ وہ لوگ چاروں طرف سے بھالے لئے ہوئے مجھ پر حملہ کرنے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ پھر کسی نے چیخ کر اش سے کہا۔ ”تم اس کے ساتھ کیوں کھڑی ہو۔ تم وہاں کیوں ہو؟“

”یہ شکار نہیں ہے۔۔۔۔۔ یہ ہمارا ساتھی ہے۔ ہم میں سے ہے۔“

”کیا بکواس کرتی ہو۔ یہ ہم میں سے نہیں ہو سکتا۔ یہ غیر ہے۔ اس کا رنگ سنہرا ہے۔“ اسی شخص نے جواب دیا۔

”کچھ بھی ہو۔ تم اسے شکار نہیں کر سکتے۔“ اش بولی۔

”اش پیچھے ہٹ جاؤ۔ ورنہ ہم تمہیں بھی ہلاک کر دیں گے۔“ کسی اور وحشی نے چیخ کر کہا۔

”میں نہیں ہٹوں گی۔ تم اس کے ساتھ مجھے بھی ہلاک کر دو۔“ اش نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

یہ تو پرانی داستان تھی اور وہی سب کچھ ہو رہا تھا جو ہوتا رہا ہے۔ یہ میرے لئے کوئی انوکھی بات نہیں تھی پر دینسٹر۔ بلکہ تم یوں سمجھو کہ میری کہانی میں کافی حد تک سانسیت تھی۔ ہمیشہ ہر ماحول میں سبھی سب کچھ مجھے ملتا رہا تھا۔ میں نے مسکرا کر اس کو دیکھا اور پھر اس کے بازو پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"نھیک ہے اش، اب تم پیچھے ہٹ جاؤ۔ یہ لوگ مجھ سے دشمنی کا اعلان کر چکے ہیں۔ چنانچہ اب حق تو مجھے بھی ہے کہ میں بھی ان سے دشمنی کا اظہار کروں....."

"اور نہیں سوہو۔ میں انہیں سمجھانے کی کوشش کرتی ہوں۔" اش نے کہا اور چند قدم آگے بڑھ گئی۔ فوراً ہی چند وحشی میری طرف دوڑ پڑے۔ وہ فوری طور پر حملہ کر کے مجھ پر قابو پانا چاہتے تھے۔ غائبانہ کے ذہن میں یہ خیال ہو گا کہ جو نولی بچہ پر پہلے قابو پالے گی وہی میری مالک ہوگی۔ لیکن صورت حال الٹ ہی نکلی، یعنی جو نولی پہلے میرے نزدیک پہنچی اور جس نے پہلے مجھ پر حملہ کیا، میں نے ان سے دو کے ہاتھوں سے نیزے جھین لئے اور پھر وہ نیزے پوری قوت سے ان پر مارے۔ ذہرہ دست چوست لگی تھی انہیں۔ گرمیں نے ہلاک کرنے کے لئے ان پر وار نہیں کیا تھا لیکن اس کے باوجود ان میں سے ایک کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور دوسرے کا جڑا الٹ ہو گیا۔ تب اس نولی کے تین آدمی ایک دم پیچھے ہٹ گئے تھے اور نیزے تول تول کر میری طرف اشارے کر رہے تھے اور ساتھ ساتھ اپنے ساتھیوں کی جانب بھی دیکھ رہے تھے۔ ابھی وہ چاروں طرف سے مجھ پر حملہ کرتے کا پروگرام بنا ہی رہے تھے کہ دلچسپ ہنگام کی طرف سے ایک خوفناک چٹکناڑ سنائی دی اور میں نے سب کے چہروں پر دہشت و سراسیمگی دیکھی۔

میں اس چٹکناڑ کو پہچانتا تھا۔ یہ ہاتھی کی چٹکناڑ تھی۔ اش خوف سے اچھل پڑی تھی۔ اس کا چہرہ ایک دم زرد ہو گیا تھا۔

"اوه..... اوه..... سنگھانا..... سنگھانا....." اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ میں نے جنگل کی جانب دیکھا۔ ایک مست ہاتھی سرخ آنکھیں لئے دوڑتا ہوا ہستی کی جانب آ رہا تھا۔

"سنگھانا۔" چاروں طرف سے آوازیں ابھریں اور جنگلیوں نے بھاگنا شروع کر دیا۔ میں نے دلچسپ سنگھانا کو دیکھا جو سرخ سرخ آنکھوں سے لوگوں کو گھورتا ہوا ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ سب سر ہٹ بھاگ رہے تھے اور سنگھانا ان کا تعاقب کر رہا تھا۔ ڈرا سی دیر میں وہ ہمیں پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ میں نے اش کو دیکھا اور بولا۔

"یہ سب کیا ہوا اش؟"

"سنگھانا۔" اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"تم اس ہاتھی کی بات کر رہی ہو؟"

"ہاتھی۔" اس نے تعجب سے مجھ کو دیکھا۔

"ہاں..... شاید تم اسے سنگھانا کہتی ہو۔"

"ہاں سنگھانا..... طاقت کا دیوتا..... تم نہیں سمجھتے، اے اے، درخت جڑوں سے اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے، بستیاں تباہ کر دیتا ہے، جب بھی دو یا دی کا رخ کرتا ہے تو بے پناہ بستیاں ٹپم ہو جاتی ہیں اور آج پھر وہ ہستی کی جانب دوڑ رہا ہے۔"

"ہوں۔" میں نے گردن ہلائی۔ "تو ودھانت کا بیٹا ہے؟"

"ہاں۔۔۔۔۔ ودھانت کا بیٹا ہے۔"

"کیا تم لوگوں نے کبھی اس کا شکار کیا۔"

"اوو، ایسی باتیں نہ کرو، ایسی باتیں نہ کرو۔ تو نا کہتا ہے کہ اگر تم نے اس کے بارے میں بری باتیں کہیں تو وہ تمہیں فنا کر دے گا۔"

"ارو تو نا۔۔۔۔۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ سنگھانا طاقت کا دیوتا ہے، وہ سب کچھ مٹانے کی قوت رکھتا ہے۔ کون ہے جو اس کے خلاف کچھ سوچ سکتا، یا کچھ کر سکتا ہو؟"

"ہوں۔ تو اب وہ تمہاری ہستی میں تباہی پھیلانے گا۔"

"ہاں، اور نہ جانے کون کون اس کا شکار ہوگا۔"

"پہلے ہی وہ تمہاری ہستیوں میں تباہی پھیلانے چکا ہے؟"

"کئی بار۔"

"آؤ اش۔۔۔۔۔ میں تمہاری ہستی کے لوگوں کو اس تباہی سے بچاؤں۔" میں نے کہا اور اش نے ان دونوں کی طرف دیکھا جو زخمی پڑے

ہوئے تھے۔ شاید وہ بے ہوش تھے یا ممکن ہے مر گئے ہوں۔

میری بات اش کی سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن پھر میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دوڑنا شروع کر دیا۔ اش کو میں تیز دوڑتے دیکھ چکا تھا لیکن اس

نے آج پہلی بار ہی مجھے دوڑتے دیکھا تھا اور وہ کافی پیچھے رہ گئی۔ میں نے سوچا چلو اس کی ہستی والوں سے خود کو اس طرف روکنا اس لئے تیز

دوڑنا ضروری تھا ورنہ اس سے کیا فائدہ کہ وہ کافی تعداد میں مارے جا چکے ہوں، اب میں ان کے نزدیک پہنچوں۔۔۔۔۔ اور میں نے رفتار اور تیز کر دی۔

راستے میں ایک جگہ مجھے لکڑی کے چند ٹوک دار بھالے پڑے نظر آئے اور میں نے کچھ سوچ کر ان میں سے ایک بھالا اٹھالیا اور پھر تھوڑی

دور دوڑنے کے بعد میں نے پہاڑوں کے اس جانب ان کی ہستی دیکھی۔ کوئی مکان نہ تھا، بس پتھر اور کوچن کر رہنے کی جگہ بنائی گئی تھی۔ جن کے عقب

میں سوراخ تھے۔ گویا وہ غاروں میں رہتے تھے۔

کتنا عجیب لگ رہا تھا یہ سب۔۔۔۔۔ میں نے سیاہ ہاتھی کو دیکھا جو ان کی ہستی میں داخل ہو چکا تھا۔ وحشی چیننے ہوئے چاروں طرف دوڑ رہے

تھے۔ ان میں دہشت پھیلی ہوئی تھی۔ چاروں طرف سے سنگھانا کی آوازیں بھر رہی تھیں اور پھر میری نگاہوں کے سامنے ہاتھی نے دو آدمیوں کو سونڈ

میں دبا کر پیروں تلے کچل دیا۔ ان کی کر بناک جینیں ایک لمحے کے لئے گونئی تھیں اور اس کے بعد وہی دوسری جینیں۔۔۔۔۔ وحشی اس طرح بدحواس ہو

گئے تھے کہ وہ اپنی رہائش گاہوں یعنی ان سوراخوں میں بھی نہیں کھس پارہے تھے۔ بس شور مچاتے ہوئے چاروں طرف دوڑ رہے تھے۔

میں برق رفتاری سے دوڑتا ہوا ہاتھی کے نزدیک پہنچ گیا اور پھر میں اس کے سامنے آ گیا۔ غضبناک ہاتھی نے مجھے دیکھا اور پھر میری طرف

سونڈ تھمائی لیکن میں نے اس کا وہر خالی دیا اور ہاتھ میں پکڑا ہوا نیزہ اس کی آنکھ کی طرف پھینک مارا۔

نیزہ آدمی انی تک اس کی آنکھ میں پیوست ہو گیا اور ہاتھی کی خوفناک چنگھاڑ گونج اٹھی۔ وہ کرب سے مسلسل کرا رہے اور چنگھاڑ نے لگا۔ کئی بار وہ اپنی جگہ کھڑا ہوا تھا۔ اس اثناء میں، میں نے ایک اور نیزہ اٹھا لیا اور اس کی دوسری آنکھ کو تانے لگا۔ پھر مجھے جوں ہی موقع ملا۔ میں نے دوسرا نیزہ بھی تاک کر اس کی دوسری آنکھ میں پیوست کر دیا۔ ہاتھی بدحواس ہو گیا۔ اس کا رخ بدل گیا اور پھر وہ چنگھاڑنا ہوا اور اس بھاگا لیکن اب وہ اندھا ہو گیا تھا اس لئے راہ کا تعین نہیں کر سکتا تھا۔ تھوڑی سی دور چل کر وہ ایک چٹان سے جا ٹکرایا اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔

تھوڑی دیر تک وہ وہیں پڑا چنگھاڑتا رہا۔ وحشی رک گئے۔ بے شمار وحشیوں نے میری یہ حرکت دیکھی تھی اور ساکت رہ گئے تھے۔ پھر ہاتھی سرد ہو گیا۔ اس کا بے ڈول بدن تھوڑی دیر تڑپ کر ساکت ہو گیا تھا۔ اور وحشیوں پر بھی سکوت طاری تھا۔ تب اش میرے نزدیک پہنچ گئی۔

"سو بو..... یہ..... یہ..... سنگھانا..... تم نے..... تم نے سنگھانا کو مار دیا....." اس نے کہا۔

"ہاں، دیکھ لو..... میں نے طاقت کے دیوتا کو ہلاک کر دیا۔"

"مگر..... مگر یہ اچھا نہ ہوا....." وہ پریشانی سے بولی۔

"کیا.....؟" اس بار میں حیران رہ گیا تھا۔

"ہاں سنگھانا کی موت تباہی بھی لاسکتی ہے۔ بہت پہلے، ایک بار سنگھانا مارا گیا تھا تو سمندر میں پانی شور مچانے لگا اور پھر وہ سنگھانا کا بدلہ لینے کے لئے بہستی پر چڑھ دوزا..... سمندر بھی تو طاقت کا دیوتا ہے..... اور سنگھانا اس کا بھائی..... چنانچہ پانی نے بے شمار لوگوں کی زندگی چھین لی اور پوری بہستی تباہ ہو گئی۔"

"اوہ، کچھ نہیں ہوگا سنگھانا اگر طاقت کے دیوتا کا بھائی تھا تو میں اس کا بچا ہوں..... اور تم لوگ عجیب ہو۔ کیا وہ بے شمار لوگوں کو ہلاک نہ کر دیتا؟"

"ہاں۔ ضرور کرویتا۔"

"تب پھر..... میں نے کیا برا کیا؟"

"جو لوگ مارے جاتے موت ان کا مقدر ہوتی لیکن سنگھانا کی موت....."

"اچھا فضول بکو اس مت کر داش۔ ان لوگوں سے کہہ دو کہ جتنی تباہی سنگھانا پھیل سکتا تھا، اس سے زیادہ تباہی میں ان پر نازل کر دوں گا۔"

اش خشک ہونوں پر زبان پھیر کر خاموش ہو گئی۔ تب میں نے ان حیران کھڑے لوگوں کی طرف دیکھا جن کی نگاہوں میں حیرانی اور خوف کے طے جلے تاثرات تھے۔

"بہستی والوں..... میں پانی کے دوسری طرف کا اجنبی ہوں۔ میں نے تمہاری جان بچانے کے لئے اس جنگلی جانور کو قتل کر دیا ہے۔ میں

اس سے زیادہ ملاقور ہوں..... اور بہستی والو! یہ بھی سنو تم میں سے جو میرا شکار کرنے گئے تھے، وہ اپنے دماغ سے یہ خیال نکال دیں کہ وہ مجھے کوئی

نقصان پہنچا سکیں گے۔ میں نے جس طرح سنگھانا کو ہلاک کر دیا ہے اسی طرح میں تم سب کو بھی مار سکتا ہوں۔"

اور میں نے دیکھا، سیاہ وحشی کی قدم پیچھے ہٹ گئے تھے۔ ان کے چہروں سے خوف نیک رہا تھا۔

"میں تمہارے درمیان آیا ہوں۔ کچھ روز تمہارے ساتھ رہوں گا اور اس کے بعد تمہاری ہستی سے واپس پانی میں چلا جاؤں گا۔ بولو کیا تم

مجھے اپنے درمیان جگہ دو گے؟"

جواب میں سب کچھ بولنے لگے۔ وہ برابر پیچھے ہٹ رہے تھے۔ جو کچھ وہ بول رہے تھے وہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔

"وہ کیا کہہ رہے ہیں اش؟" میں نے پوچھا۔

"وہ تمہیں ہستی میں رکھنے پر تیار نہیں ہیں۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ تم سنگھانا کے قاتل ہو، تمہاری موجودگی ہستی پر تباہی لائے گی۔"

"اود، بڑے ناشکرے لوگ ہیں۔ خیر مجھ سے غلطی ہوئی، اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میری ہمدردی کا یہ لوگ ایسا صلہ دیں گے تو میں اس ہاتھی کو

قتل ہی نہ کرتا۔ بہر حال ٹھیک ہے میں اسی غار میں واپس چلا جاؤں گا لیکن اش..... تم میرے ساتھ رہو گی۔"

"میں..... میں..... لیکن یہ لوگ مجھے جانے بھی تو نہیں دیں گے۔" اش نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"خود تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"تم..... تم سنگھانا کے قاتل ہو۔" اش خوفزدہ انداز میں بولی۔

"اور تو تم بھی میرے ساتھ نہیں رہنا چاہتی؟"

"نہیں۔ میں پوری ہستی کے لئے ہلاکت کا باعث نہیں بنوں گی۔" اس نے جواب دیا اور میں جھنجھلا گیا۔ واقعی عجیب لوگ تھے۔ میں کوئی

فیصلہ بھی نہیں کر پایا تھا کہ اچانک میں نے دور سے ایک وحشی کو دوڑتے دیکھا۔ اس نے ہڈیوں کی مالا پٹنی ہوئی تھی۔ دہلا پٹلا اور دوسرے وحشیوں کی

طرح ننگ و ہرنگ تھا۔ اس کے ہاتھ میں بل کھائے ہوئے سانپ کی شکل کی ایک کلڑی تھی۔

وحشیوں کی نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئیں اور ایک بار پھر ان میں جھنجھناہٹ گونج اٹھی تھی۔ وہ شخص ان کے درمیان رک کر شاید ان سے

استفسار کرنے لگا تھا اور پھر وہ کلڑی ہلاتا ہوا آگے بڑھ آیا۔ اب وہ میرے مقابل کھڑا مجھے گھور رہا تھا۔

"یہ کون ہے اش؟" میں نے تھوڑے فاصلے پر کھڑی ہوئی اش سے پوچھا۔

"توقا۔" اس نے جواب دیا تبھی وہ شخص بول پڑا۔

"تم نے سنگھانا کو مار دیا؟"

"کیا تم لوگ بالکل پاگل ہو۔ میں نے اسے اس لئے ہلاک کیا ہے کہ وہ تمہاری ہستی اجاز دیتا۔ کیا تم ان دو لاشوں کو نہیں دیکھ رہے، جنہیں

اس نے ہلاک کیا ہے۔ کیا اس طرح کی بے شمار لاشیں یہاں نہ بکھری پڑی ہوتیں۔ میں نے تو تمہاری ہمدردی میں یہ کام کیا ہے۔"

"اود، ہاں، یہ لوگ ناشکر گزار ہیں۔ دیوانے ہیں یہ لوگ۔ تم میرے ساتھ آؤ۔ آؤ، میں تمہیں اپنے ہاں مہمان رکھوں گا۔ آؤ..... آ جاؤ۔ تم

بہت بہادر ہو۔ تم نے سنگھانا کو ہلاک کیا ہے۔ پانی کے دوسری جانب سے آنے والے..... آؤ میرے ساتھ آؤ۔"

ایک ساعت کے لئے میں نے سوچا اور پھر میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ دوسرے تمام لوگ تو فاسے کافی خوفزدہ تھے۔ وہ تو فاکور استہدے رہے تھے۔ میرے تو وہ سائے سے بھی بچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں نے ان لوگوں کی طرف توجہ نہیں دی۔ بہر حال میں کچھ وقت تو یہاں گزارنا چاہتا تھا۔ ان گدحوں کو بھی قریب سے دیکھنا چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد میں تو فاک کی جھونپڑی میں پہنچ گیا۔ پیر ہائش گاہ بھی دوسری رہائش گاہوں سے مختلف نہیں تھی۔ ایک چھوٹا سا چوبارہ بنا ہوا تھا جو زیادہ اونچا بھی نہیں تھا۔ میں نے مایوسی کی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ اس چھوٹی سی رہائش گاہ میں تو فاکو کار بنا ہی مشکل تھا۔ میں کیا رہوں گا۔

”آؤ... اندر آ جاؤ۔“ تو فاک نے کہا اور بیٹھ کر چوبارے کے سوراخ سے اندر داخل ہو گیا۔ اس رہائش گاہ کو دیکھ کر میں بہت مایوس ہوا تھا لیکن اندر سے اسے دیکھ کر میں نے ایک گہری سانس لی۔ ایک چوبارہ اور اس نظر آ رہا تھا جو چوبارے کے آخری سرے پر زمین میں تھا۔ تو فاک اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ سوراخ کے اوپر ایک جانور کی کھال پڑی ہوئی تھی جو اس وقت ابھی ہوئی تھی۔

”آ جاؤ... آ جاؤ۔“ میں تمہیں اپنی پوشیدہ رہائش گاہ میں لے جاؤں گا۔ تم دوسروں سے مختلف ہو۔ آ جاؤ۔“ وہ سوراخ میں اتر گیا۔ تھوڑا سا دھلوان تھا اور اس کے بعد ایک کشادہ جگہ تھی۔ زمین جس طرح کٹی ہوئی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ یہ سوراخ انسانی ہاتھوں کا کارنامہ ہی ہے لیکن بہر حال بڑی محنت کرنی پڑی ہوگی۔ اندر عجیب سی بو پھیلی ہوئی تھی۔ ویسے غار میں روشنی تھی اور پیروشنی چند سوراخوں سے آ رہی تھی جو یقینی طور پر روشنی کے لئے ہی بنائے گئے تھے۔ غار بے شمار الٹی سیدھی چیزوں سے بھرا ہوا تھا۔ ان میں جانوروں کی کھالیں، انسانی اعضاء اور جانوروں کی بڑی بڑی ہڈیاں شامل تھیں۔ ان کے علاوہ کچھ قیمتی اور بڑے پتھر بھی جھمگ رہے تھے۔

میں نے دیکھی سے اس غار کو دیکھا۔ تو فاک میری جانب دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ میری نگاہ اس کی نگاہوں سے ملی تو اس کی مسکراہٹ اور گہری ہونٹیں۔

”کیسی ہے یہ جگہ؟“ اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”عمرہ اور انوکھی۔“ میں نے جواب دیا۔

”میرا نام تو فاک ہے۔ ساری ہستی کے لوگ میری عزت کرتے ہیں۔ تم نے دیکھا انہوں نے میرے معاملے میں دخل نہیں دیا حالانکہ ان میں

سے کوئی تمہاری یہاں موجودگی پسند نہیں کرتا۔“

”مجھے اسی بات پر حیرت ہے تو فاک۔ سنگھانا کو تو میں نے ان کی بھلائی کے لئے ہلاک کیا تھا اور وہ اٹھے میرے اپنی دشمن ہو گئے۔“

”سنگھانا کبھی کبھی ہستی کا رخ کرتا ہے لیکن سمندر... سمندر جب ہستی کا رخ کرتا ہے تو زندہ بچنے والے چند ہی ہوتے ہیں۔“

”حالانکہ ان دونوں کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔“

”یہ بات تم نہیں سمجھو گے لیکن خیر تم فکر نہ کرو۔ اب وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔“ تو فاک نے کہا اور بے نیلے انداز میں ہنس پڑا۔

اس کی فہمی بہت سکرہ تھی۔ یوں بھی وہ شخص بڑی گھناؤنی شخصیت کا مالک تھا اور اس سے کراہیت کا احساس ہوتا تھا۔

”بہر حال تو فاک تم جانتے ہو کہ میری نیت بری نہیں تھی۔ میں تمہاری اس ہستی میں اجنبی ہوں۔ اگر مجھے اندازہ ہوتا تو یہ کام نہ کرتا۔“

"وہ تو ٹھیک ہے جو ان لیکن تم نے سنگھانا کو ہلاک کیسے کر دیا؟"

"میں نے زندگی کا خطرہ مول لیا تھا۔ وہ مجھے بھی ہلاک کر سکتا تھا۔"

"چلو اب اس بات کو بھول جاؤ۔ ویسے مجھے ایک خطرہ ہے۔"

"کیسا خطرہ؟"

"اگر شاہوگانے یہ بات سن لی تو تو وہ تمہیں قیدی دیکھنا پسند کرے گی اور یہ بھی ممکن ہے اسے باپ رہے، وہ بڑی ظالم ہے۔ یہ

بھی ممکن ہے وہ میرا پیٹ پھاڑ کر تمہیں نکال لے۔" اس انداز میں کہہ رہا تھا جیسے اس کی توجہ میری طرف نہ ہو۔

لیکن اس کے ان جملوں پر میں نے اسے غور سے دیکھا تھا۔

"شاہوگلا کون ہے؟" میں نے پوچھا لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چند ساعت وہ غلا، میں گھورتا رہا پھر اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔

"کیا کہا تھا تم نے؟"

"شاہوگلا کون ہے؟"

"پہاڑوں کی ملکہ ان وادیوں کی حکمران۔ مگر تم اس کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"یوں ہی کوئی خاص مقصد نہیں ہے۔"

"دراصل میں نہیں جانتا کہ بستی کے لوگ اسے سنگھانا کی موت کی اطلاع دینے دوڑ گئے ہوں گے یا نہیں۔ خیر میں معلوم کر لوں گا۔"

"وہ کہاں رہتی ہے؟"

"پہاڑوں میں وہ ہماری ملکہ ہے۔ اچھا، اب میں چلتا ہوں، ذرا باہر کے حالات دیکھوں، وہ کیا کہہ رہے ہیں، کیا کر رہے ہیں اور

ہاں۔ یہ جگہ تمہارے لئے بہت اچھی ہے۔ گھبراؤ تو باہر نکل آنا۔ میں تمہاری غذا کا بندوبست کروں گا۔"

اس نے میرے جواب کا انتظار بھی نہیں کیا اور باہر نکل گیا۔

ایک لمحے کے لئے تو میں نے سوچا کہ یہاں رکے بغیر واپس چلا جاؤں۔ کسی اور زمین کو تلاش کروں جہاں کم از کم بہتر لوگ ہوں۔ لیکن

اس گھناؤے شخص نے ایک نام لیا تھا۔ "شاہوگلا"۔ یہ کیا چیز ہے، اسے اور دیکھ لیا جائے۔ ممکن ہے کوئی دلچسپ چیز نکل آئے۔ اب یہاں آیا تھا تو

تھوڑی دیر اور رک جاؤں۔

ویسے ان لوگوں کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات اور سہمی۔ بستی میں کسی لڑکی کی تلاش کا کام کیا جاسکتا تھا اور حصول بھی مشکل نہیں تھا

لیکن اس کے لئے بھی دل نہیں چاہا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں دائیں اسی غار میں پہنچ گیا۔ جہاں میرے اوپر کوئی پابندی نہیں تھی۔ پھر میں نے وقت

گزرانی کے لئے وہ غار دیکھنا شروع کر دیا۔

لیکن پورے غار میں توفا کی حکمت تلاش کرتا رہا۔ کوئی بھی چیز ڈھنگ کی نہیں تھی۔ کسی چیز سے احساس نہیں ہوتا تھا کہ توفا کس خاص

حیثیت یا مصاحبت کا مالک ہے۔ نہ جانے اس نے ان گدھوں کو کس طرح بے وقوف بنا رکھا تھا۔

تھک کر ایک جگہ بیٹھ گیا۔ ویسے میں نے طے کر لیا تھا کہ اس بدبو دار غار میں تو میں بالکل نہیں رہوں گا۔ اگر یہاں واقعی دلچسپی کی کوئی صورت نہ نکلی تو یہاں سے آگے بڑھ کر دیکھوں گا۔ اس کے علاوہ اگر ممکن ہو سکا تو شاہولا کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔

بہت دیر نہیں گزرنی تھی کہ اوپر دستک سنائی دی۔ پھر توفان کے پاؤں نظر آئے۔ وہ غار میں اتر رہا تھا اور پھر وہ میرے سامنے آ گیا۔ اس کے کندھے پر کچھ لدا ہوا تھا جسے اس نے بھد سے میرے سامنے پھینک دیا۔

اور میں ان چیزوں کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ ان میں ایک انسانی ران تھی اور دو بازو تھے۔ دونوں بازو ایک ہی رخ کے تھے، گو یاد آدھویوں کے تھے۔

”یہ... یہ کیا ہے توفان؟“ میں نے تعجب سے پوچھا۔ بازوؤں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ انہیں کانا نہیں گیا بلکہ اکھاڑا گیا ہے کیونکہ بے ترتیب گوشت ایسا ہی نظر آ رہا تھا۔

”کھانا..... مجھے اتنے کھانے کی ضرورت نہیں پیش آتی لیکن چونکہ ”گوچہ“ تھا اس لئے میں نے تمہارے خیال سے زیادہ حاصل کر لیا کیونکہ یہ کبھی کبھی تن مٹتا ہے۔“

”گوچہ؟“ میں نے تعجب سے پوچھا۔

”ہاں۔ یعنی انسانی گوشت۔“

”اور۔ لیکن تم یہ گوشت کہاں سے لائے؟“

”سنگھانا کے شکار تھے۔ اتفاق سے دوسرے تھے۔ چند زخمی ہیں۔ ممکن ہے بعد میں کچھ اور مرجائیں۔ لوگوں میں کافی بھگڑا ہوا ہے۔ تمہارا سب کوچہ حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن بھلا وہ آدمی کس کس کے حصے میں آتے اور پھر میں نے زیادہ گوچہ لے لیا۔ بھلا کون بولتا..... بے شمار لوگوں کے ہاتھ تو ایک بوٹی بھی نہیں آسکی۔“ توفان ہنس پڑا۔ میں نے ایک گہری سانس لی تھی۔

”چلو تم اپنا حصہ حاصل کر لو..... لے لو، اپنا پیٹ بھراؤ۔“ اس نے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے توفان..... تم کھاؤ۔ مجھے ابھی بھوک نہیں ہے۔“

”اور، اب تم اس میں سے اپنا حصہ الگ رکھ لو۔ جب دل چاہے کھا لینا۔“ اس نے کہا اور خود ایک انسانی بازو اٹھا کر اسے دانتوں سے بھنبھونے لگا۔ میں نے اس کی طرف سے توجہ ہٹائی تھی۔

پھر گہری رات ہو گئی اور میں غار سے باہر نکل آیا۔ توفان بھی کھانی کر غار سے باہر نکل گیا تھا۔ میں اس جگہ سے اتنا بیزار ہو گیا تھا کہ وہاں سے دور نکل آیا۔ رخ ہستی کی طرف ہی تھا اور رفتار بہت مست تھی۔ کانی فاصلہ طے کرنے کے بعد میں ہستی کے قریب جا پہنچا۔

لیکن اچانک مجھے ٹھنک جانا پڑا۔ اچانک ہی میں نے بہت سی بھنبھنا نہیں سنی تھیں اور یہ آوازیں ایک پہاڑی کے غنٹب سے آرہی تھیں۔

یوں لگ رہا تھا جیسے بہت سے لوگ ہنسنے پھنسنے آوازوں میں ہل رہے ہوں۔ میں تعجب سے آنکھیں پھاڑنے لگا اور پھر تیزی سے اس پہاڑ کے دوسری جانب لپکا۔ میرا اندازہ درست تھا۔ پہاڑی کے دوسری جانب شاید پوری ہستی اٹھ آئی تھی۔ ان لوگوں نے ایک دائرہ بنایا ہوا تھا اور درمیان میں اس ہاتھی کی لاش رکھی تھی جسے میں نے ہلاک کیا تھا۔ نہ جانے وہ کس طرح اسے اٹھا کر یہاں لے آئے تھے۔

بہت سے لوگ پہاڑی پر جگہ جگہ موجود تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کسی چیز کا انتظار کر رہے ہوں۔ پھر آہستہ آہستہ چاند ابھرنے لگا اور لوگوں میں بے چینی ہی پھیل گئی۔ پھر چاند پورنی طرح ابھر آیا اور اس کے ساتھ ہی ننگ دھڑنگ دھڑنگ اچھٹنے کودنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی لکڑی کے تنے بھی بجائے جانے لگے۔ صدیوں پرانا وحشیانہ رقص تھا لیکن بہت عجیب لگ رہا تھا۔

اس اچھل کود کی وجہ میری سمجھ نہیں آئی تھی۔ چنانچہ میں سنے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں ممکن ہے کوئی تہما ل چاٹنے اور میں اس سے اس سلسلے میں معلومات حاصل کروں اور پھر میری نگاہ ایک سیاہ فام لڑکی پر جا پڑی۔ چاندنی میں اس کا سیاہ بدن چمک رہا تھا۔ جوانی کی سرمستیوں سے بھرپور، سیاہ بال پوری کمر ڈھانپنے ہوئے تھے۔

اور وہ شبوں کی اس ہستی میں، میرنی وحشت بھی عود کر آئی۔ دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا تھا اور میں فوری طور پر اس پر عمل کرنے کے لئے بھی تیار ہو گیا۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر دبے پاؤں لڑکی کی طرف بڑھنے لگا۔ پھر اس کے قریب پہنچ کر میں نے ایک ہاتھ اس کی کمر میں ڈالا اور دوسرا اس کے منہ پر جمادیا اور پھر میں اسے اطمینان سے اٹھائے ہوئے داہیں پلٹ پڑا۔ لڑکی حتی المقدور مدافعت کرتی تھی لیکن میرنی گرفت میں اس کی کیا چلتی۔ چنانچہ میں اسے اٹھائے ہوئے پہاڑی کے دوسری طرف لے آیا اور پھر ایک بڑی سی چٹان کے عقب میں لے گیا۔ یہاں لا کر میں نے اسے زمین پر لٹا دیا لیکن لڑکی تو بے کھڑی ہو گئی تھی۔ پھر اس نے متحیرانہ انداز میں میرنی طرف دیکھا اور پھر اس کی آنکھوں میں خوف اٹھ آیا۔

”سو... سو... جو...“ وہ آہستہ سے بولی۔

”اور تو تم میرا نام جانتی ہو۔“ میں نے کہا۔

”ہاں۔“

”کس طرح۔“

”اش نے بتایا تھا۔“

”اوہ۔ اش تمہاری دوست؟“

”ہاں۔“ اس نے جواب دیا۔

”ٹھیک۔ کیا تم مجھ سے خوفزدہ ہو؟“ میں نے پوچھا۔

”ہاں۔“

”کیوں؟“

"تم نے سنگھانا کو ہلاک کر دیا ہے۔"

"اور تو اس میں خوفزدہ ہونے کی کیا بات ہے۔ میں نے تمہارے ساتھ ہمدردی کی تھی۔ بڑے ناشکرے ہو تم لوگ۔ وہ مجھے بھی ہلاک کر

سکتا تھا لیکن میں نے اپنی زندگی کی پروا نہیں کی۔ صرف تم لوگوں کی جان بچانے کے لئے اور تم انانجھ سے نفرت کرنے لگے۔"

"لیکن سنگھانا کی موت تباہی لاتی ہے۔"

"یہ تمہاری بے وقوفی ہے۔ تم اس تباہی کو پسند کرتے ہو جو تم پر آچکی تھی اور اس تباہی سے خوفزدہ ہو جو ابھی نہیں آئی۔"

"لیکن سنگھانا کی موت رنگ لائے گی۔"

"کوئی تباہی نہیں آئے گی۔ میں تمہارے لئے اس تباہی کو روک دوں گا۔"

"اور پانی کا انتقام بہت خوفناک ہوتا ہے۔ پانی سے کوئی نہیں لڑ سکتا۔" لڑکی نے خوفزدہ انداز میں کہا۔

"میں یہاں اسی لئے رک گیا ہوں۔ تم دیکھنا کوئی تباہی نہیں آئے گی۔"

"کیا تم دیوتا ہو؟"

"نہیں۔ لیکن تمہاری طرح بے وقوف نہیں ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"کیوں، ہم کیوں بے وقوف ہیں؟"

"اس لئے کہ خواہ مخواہ وہ ہم کا سہارا لے کر اپنے محسن کے ساتھ نا انصافی کر رہے ہو۔"

"بڑے یہی کہتے ہیں۔ میں کیا کروں۔"

"کچھ نہیں ہوگا۔۔۔ میں تمہیں بتا رہا ہوں کچھ نہیں ہوگا۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو۔ یہ بتاؤ کیا پوری ہستی کے لوگ یہاں جمع ہو گئے ہیں؟"

"ہاں۔ اس وقت جو کوئی بھی اپنے لٹھکائے پر ہوگا وہ بری طرح مارا جائے گا۔ ساری تباہی اسی پر آئے گی۔" اس نے جواب دیا۔

"کیوں؟"

"اس لئے کہ وہ دیوتاؤں سے معافی نہیں مانگے گا۔"

"کس بات کی معافی؟"

"سنگھانا کی موت کی۔ ساری رات لوگ عبادت کریں گے اور دیوتاؤں کی خوشامد کریں گے کہ وہ ان پر تباہی نہ نازل کریں۔ سنگھانا کی

موت میں ان کا کوئی قصور نہیں ہے۔"

"اور تو یہ سب اس لئے یہاں جمع ہوئے ہیں؟"

"ہاں۔ ہستی میں سب بے چین ہیں۔"

"اس کی لاش یہاں کیوں اٹھا کر لائے ہیں؟"

"دعاؤں کے اختتام پر وہ سنگھانا کا گوشت آپس میں تقسیم کر لیں گے۔"

"اور اسے کھائیں گے۔"

"ہاں۔ اس سے بہت سی بیماریاں دور ہو جائیں گی۔ میں بھی اسی لئے آئی ہوں لیکن۔۔۔" وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گئی۔

"لیکن کیا؟"

"میں ہمیشہ ہی پیچھے رہ جاتی ہوں۔ شکار بھی نہیں کر پاتی اور ایسا کوئی معاملہ ہو تب بھی میرے حصے میں کچھ نہیں آنا۔ نہ جانے کب سے

بھوکی ہوں۔ اب تو جسم میں جان بھی نہیں رہی ہے۔ تم یقین کرو درختوں کے پتیاں کھا کر گزارہ کر رہی ہوں۔"

"اور تو سنگھانا کا گوشت تقسیم کیا جائے گا۔"

"نہیں۔ دعا ختم ہوتے ہی وہ اس پر ٹوٹ پڑیں گے اور پھر طاقتور لوگوں کے ہاتھ بہت کچھ لگے گا اور جو کزدر ہوں گے وہ ہاتھ ملتے رہ

جائیں گے۔"

"اور۔ تمہارے ہاں باپ نہیں ہیں؟"

"ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"وہ تمہیں کھانے کو نہیں دینے؟"

"وہ کیوں دیں گے۔ میں اب بھوئی تو نہیں ہوں کہ وہ اپنا شکار مجھے دے دیں گے۔"

"خواتم بھوک سے مر جاؤ۔"

"ہاں۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اگر میں مر جاؤں تو ان کے حصے میں ہی تو آؤں گی۔"

"نت۔۔۔ تو وہ تمہیں کھالیں گے؟"

"ہاں۔"

ایک بار پھر میں حیرت کا شکار ہو گیا تھا۔ کافی دیر تک میں خاموش رہا اور پھر ٹھیک ہو گیا۔ ظاہر ہے یہ ان کے اصول تھے اور وہ انہیں بہتر

سمجھتے ہوں گے۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" میں نے پوچھا۔

"گوا۔"

"آؤ میرے ساتھ۔ میں تمہیں کوچہ کھلاؤں۔"

"کوچہ۔" اس نے اس طرح کہا جیسے اس کے منہ میں پانی بھرا آیا ہو۔ وہ بے یقینی کے انداز میں مجھے دیکھ رہی تھی۔

"ہاں آؤ۔" میں نے پھر کہا اور آگے بڑھ گیا۔ وہ چند ساعت اسی طرح کھڑی رہی اور پھر دوڑ کر میرے نزدیک پہنچ گئی۔

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ کیا تمہارے پاس کھانے کے لئے کچھ ہے؟" اس نے میرے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ تم چلی آؤ۔" میں نے جواب دیا اور وہ خاموشی سے میرے ساتھ چلتی رہی۔ میں نے رفتار تیز رکھی تھی اور وہ دوڑ دوڑ کر میرا ساتھ

دے رہی تھی۔ پھر ہم توفا کے مکان کے نزدیک پہنچ گئے۔

"مجھے معلوم ہے تم توفا کے ساتھ آگئے تھے۔" اس نے کہا۔

"ہاں۔ اب تم یہاں رکو۔ میں واپس آتا ہوں۔" میں نے کہا اور پھر میں توفا کے مکان میں داخل ہو گیا۔ توفا اندر موجود نہیں تھا۔ البتہ

انسانی گوشت اسی طرح رکھا ہوا تھا۔ میں نے ایک بازو اٹھایا اور باہر نکل آیا۔ گو میرے لئے یہ بڑی کراہیت آمیز بات تھی۔ لیکن لڑکی نے میرے

ہاتھ میں انسانی گوشت دیکھا تو اپنی جگہ سے میری طرف چھلانگ لگادی۔

"اوہ یہ۔۔۔ یہ تم میرے لئے منی لائے ہو نا؟" اس نے کہا۔

"ہاں۔" میں نے بازو اس کی طرف بڑھا دیا۔ لڑکی کو جیسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے بے یقینی کے انداز میں ہاتھ آگے بڑھائے تھے

جیسے اسے شبہ ہو کہ میں اچانک اسے وہ کادے کر فبس پروں گا اور پھر چند بوئیاں اس کی طرف پھینک کر باقی گوشت خود چپٹ کر جاؤں گا۔ لیکن جب

انسانی بازو اس کے ہاتھ میں پہنچ گیا تو اس کے حلق سے خوشی کی ثقاری نکلی اور پھر اس نے واپس چھلانگ لگائی۔ اب وہ کسی ایسی بلی کی مانند گوشت

ادھیر رہی تھی جسے سامنے بیٹھی کسی بلی سے خطرہ ہو اور وہ جلد از جلد سارا گوشت ہزپ کر جانا چاہتی ہو۔

میں اسے دیکھتا رہا۔ بڑا گھناؤنا منظر تھا۔ لڑکی کا سراپا دیکھا جاتا تو اس میں چاندنی میں وہ کافی متاثر کرتی تھی۔ لیکن اس کے وحشیانہ

نظر وہ پسندیدہ نہیں تھی پروفیسر..... اور میں خود ایک نئے تجربے کے لئے تیار کر رہا تھا۔

اور میری جگہ تمہاری مہذب دنیا کا کوئی انسان ہوتا تو شاید اس منظر کو دیکھ کر ہی بھاگ جاتا..... چاندنی رات، چاروں طرف ویران

پہاڑیاں بکھرنی ہوئیں اور ایک تنگ دھڑنگ، لمبے سیاہ بالوں والی دو شیزہ بڑی رغبت سے ایک انسانی بازو کو بھینچوڑ رہی تھی۔

لیکن تھوڑی دیر کے بعد میں اس منظر کا عادی ہو گیا۔ اور پھر وہ ہنک میر ہو گئی۔ اب اس کے ہونٹوں پر ایک دوستانہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ

اپنی پکی سرخ زبان سے بار بار ہونٹ چاٹ رہی تھی۔ انسانی بازو میں اب ہڈی کے سوا اور کچھ نہیں رہ گیا تھا۔

"اس سے قبل میں نے اتنا کوچہ کبھی نہیں کھایا۔" اس نے کہا۔

"ہو۔ ملتا ہی نہیں ہوگا۔"

"ہاں۔ دوسرے لے جاتے ہیں۔"

"اب کیا کروگی..... واپس جاؤ گی؟"

"ہاں۔" اس نے سکون سے جواب دیا اور میں نے صرف ایک لمحے کے لئے سوچا..... جو کچھ سوچ کر میں اسے یہاں تک لایا تھا پروفیسر!

اس پر تو عمل کرنا چاہتا تھا اور ان وحشیوں کے ساتھ کسی اخلاقی اقدار کا مظاہرہ اپنی حماقت یا بزدلی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا اور تم جانتے ہو کہ میں

احسن یا بڑول نہیں تھا۔ میں نے لڑکی پر چھلانگ لگا کر اسے دبوچ لیا۔

ایک لمحے کے لئے وہ حیران رہ گئی۔۔۔ اور پھر خوف سے چیخنے لگی اور جدوجہد کرنے لگی۔ اس نے اپنے لمبے ہاتھوں سے مجھے کھسکنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی۔ اس کی آنکھوں سے بے پناہ ہراس جھانک رہا تھا۔ لیکن پھر میری حرکات نے اسے کچھ سکون بخشا اور آہستہ آہستہ وہ معتدل ہونے لگی۔ اب اس کی آنکھوں میں حیرانی تھی۔ جیسے وہ اپنی زندگی کے انجانے اور انوکھے تجربے سے دوچار ہو رہی ہو اور پھر ان آنکھوں سے خوار جھانکنے لگا۔ اور پھر وہ نشتے میں ڈوب گئیں۔۔۔ پھر وہ کھلیں تو ان میں انبساط اور دو شیزگی کی حیاتی۔ گویا باقی حالات میں وہ ایک عام دو شیزہ تھی۔ وہ مسکرانے لگی۔ میں بھی اب اس کی وحشت بھول گیا تھا اور دلچسپ لگا ہوں سے اس کی کیفیات کا جائزہ لے رہا تھا۔

"گوا۔۔۔" میں نے اسے مخاطب کیا۔

"سو بو۔۔۔" اس کے لہجے میں محبت کی شیرینی ٹپک رہی تھی۔

"کیا تم مجھ سے خوفزدہ ہو گئی تھیں؟"

"ہاں۔"

"کیوں۔۔۔ کیا سوچا تھا تم نے؟"

"ایک ڈرانے والی بات۔" اسے بات کرنا بھی آ گیا تھا۔

"مجھے بتاؤ۔"

"میرا خیال تھا تم مجھے گوجہ کھلا کر شکار کرنا چاہتے ہو۔ اب تم مجھے ہلاک کرو گے اور اس کے بعد مجھے توفا کے بد میں لے جاؤ گے۔ کسی کو میرے بارے میں پتہ نہیں چلے گا اور تم آرام سے مجھے کھا جاؤ گے۔" اس نے جواب دیا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"تو تم اس لئے چیخ رہی تھیں؟"

"ہاں۔"

"اور اب؟"

"اب تو۔۔۔ اب تو نہ جانے کیا ہو گیا ہے۔ نہ جانے کیا ہو گیا ہے۔ تم مجھے بہت اچھے لگنے لگے ہو۔ تا ستاری کی رات کی کہانیاں میں نے سنی ہیں اور ان کی کہانیوں میں جو کچھ ہوتا ہے، مجھے سب کچھ وہی لگ رہا ہے۔"

"ہوں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا، "تو اب تم خوفزدہ نہیں ہو؟"

"نہیں۔"

"اچھا! میں نے تمہیں میرے بارے میں کیا بتایا تھا؟"

"کچھ نہیں۔ بس یہی کہ تم سو بو ہو۔ وہ تو خود تمہیں شکار کرنا چاہتی تھی لیکن پھر لاف بھوکی تھی اور اس نے تمہیں اسے دے دیا۔ لیکن تم نے ان

دونوں کو ٹھیک کر دیا۔"

"اور۔۔۔ کافی معلومات ہیں۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔" وہ مسکرائی اور پھر میں نے دوبارہ اسے آغوش میں لے لیا۔

پھر صبح کی روشنی پھوٹی تب ہی وہ جانے کے لئے تیار ہوئی۔ نو خیز وحشی روٹینڈ نذ حال نظر آ رہی تھی۔ ان جذبات کے اظہار کے لئے اس کے پاس الفاظ انہیں تھے جو اس کے سینے میں موجزن تھے۔ بہر حال وہ نکل سکتی ہوئی واہیں چلی گئی۔۔۔ کئی بار اس نے مڑ مڑ کر مجھے دیکھا تھا۔ میں بھی اس سے کوئی وعدہ نہیں لینا چاہتا تھا اور پھر میں تو نا کے غار میں واپس پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر سوچتا رہا اور پھر ایک جگہ لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ مجھ پر غنودگی طاری ہو گئی تھی۔

دن کا نہ جانے کون سا پہر تھا کہ میں جاگ گیا۔ میرے بدن پر ضربیں پڑ رہی تھیں اور شاید اسی وجہ سے میں جاگا تھا۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ تو فافسے کے عالم میں میرے نچو کر میں مار ہاتھا اور ساتھ ہی ساتھ چیخا بھی جا رہا تھا۔

مجھے تعجب ہوا جس طرح وہ وہ پھیل اچھل کر میرے فاقہ میں مار ہاتھا اس پر مجھے غصہ آ گیا۔۔۔ اور میں نے الطمینان سے اس کی ایک ٹانگ چڑ کر تھپتھپائی۔ تو فافسے سے بے اختیار چیخ نکلی تھی۔ وہ بری طرح گرا تھا۔

تب میں نے اٹھ کر اسے دبوچ لیا۔ تو فافسے کی مجال تھی کہ میرے پنچے سے نکل جاتا۔ حالانکہ وہ کافی جدوجہد کر رہا تھا اور پھر میرے ایک زور دار تھپنے نے ہی اس کے حواس بحال کئے۔ اس تھپنے نے اس کی آنکھیں کھول دی تھیں اور اسے صورتحال کی نزاکت کا احساس دلا دیا تھا۔

"کیا ہاتھی کا گوشت پاگل کر دیتا ہے؟" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیا کہو اس کو کہ ہے ہوں۔" وہ غرایا۔

"تم کیوں پاگل ہو گئے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے شدید غصہ آ رہا ہے۔" اس نے کہا۔

"کس پر؟"

"نہم پر۔۔۔ سب پر۔" وہ بولا اور میں اسے گھورنے لگا۔

"اگر میں تمہارے سر پر ایک گھونسہ رسید کر دوں تو اس سے غصہ اور بھیجاؤں تو میں چیزیں باہر نکل پڑیں گی۔ اس لئے حواس میں آ جاؤ ورنہ۔۔۔"

وہ مجھے کینڈو توڑ لگا ہونے سے گھورنے لگا۔ پھر بولا۔ "مجھے چھوڑ دو، ورنہ۔۔۔"

"ورنہ کیا؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں۔ بس چھوڑ دو۔"

"تم اپنی وہ قوتیں میرے اوپر نہیں آزمائو گے جن کے ذریعے تم نے ان لوگوں کو بے وقوف بنا رکھا ہے۔"

"وہ خود بے وقوف ہیں۔ میں نے نہیں بنا رکھا۔ مگر تم مجھے چھوڑ دو سہی۔"

"پہلے تم یہ بتاؤ کہ تمہیں غصہ کیوں آ رہا تھا؟"

"کچھ نہیں بتاؤں گا۔ سمجھئے۔" اس نے کہا اور میں نے اس کے بدن پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔ میں بتدریج اسے دبا بنا رہا، جہاں تک اس

کی قوت برداشت ساتھ دیتی رہی، وہ خاموش رہا۔۔۔ پھر کمر یہاں انداز میں پیچ پڑا۔

"چھوڑو۔۔۔ مہ۔۔۔ میں مری جاؤں گا۔۔۔ مری جاؤں گا۔۔۔ کالی دلدل کے سانپ۔۔۔ چھوڑو مجھے۔۔۔ تجھے پانی کر دینے والے

ذمے۔"

"کچھ بھی ہو، میں اتنی طرح تمہاری پسلیاں تڑو دوں گا۔"

"ارے تیرا گوجہ کھاؤں چھوڑو مجھے۔"

"جب تک اپنے غصے کے بارے میں نہیں بتاؤ گے نہیں چھوڑوں گا۔"

"کیسے بتاؤں، مری تو جا رہا ہوں۔۔۔ تو مجھے چھوڑو، وعدہ کر رہا ہوں، بتا دوں گا۔"

"ہاں، اب ٹھیک ہے، چلو بتاؤ ورنہ اس بار نہیں چھوڑوں گا۔"

"تو سگھانا کی طرح طاقتور ہے بلکہ شاید اس سے بھی زیادہ۔۔۔ ورنہ۔۔۔ ورنہ۔۔۔ دو گہری سانس لے کر بولا۔

"ورنہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"بستی والوں کو میں نے اپنی قوت سے زیر کیا ہے۔ بستی کا سب سے قوی بیکل جانور بھی میرا شکار نہیں کر سکتا۔ میں نے ایک ایک کو آزمایا،

میں نے بستی کے طاقتور جوانوں کو دعوت دینی کہ مجھے ہلاک کر دیں اور میرا گوجہ کھالیں لیکن پھر ہوا یوں کہ میں نے انہیں ہی کھالیا۔ یوں اپنی طاقت پر

ناز الگئی جو ان میرے ہیٹ میں پہنچ گئے لیکن۔۔۔ لیکن تم۔۔۔ تم سگھانا سے زیادہ طاقتور ہو۔"

"تم نے اپنے غصے کی وجہ نہیں بتائی؟"

"اب تو بیکار ہے۔۔۔ اب تو سب بیکار ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور ایک دم چھپے مرک گیا۔

"نہیں، نہیں، تم نہیں سمجھتے۔ میرا مطلب ہے اب تو غصہ بیکار ہے۔ دوسری صورت میں بھی تم پر قابو نہیں پاسکتا تھا بلکہ ممکن ہے تم خود،

مجھے شکار کر لیتے۔"

"میری سمجھ میں اب بھی نہیں آیا۔" میں نے غراتے ہوئے کہا۔

"ادو۔ تم کیا سمجھتے ہو، کیا میں تمہیں اس لئے بلا کر یہاں لایا تھا کہ تمہاری عبادت کروں، تمہیں کھلا پلا کر مونا کروں۔" تو نانا نے بھلائے

ہوئے انداز میں کہا۔

"پھر کس لئے لائے تھے میری جان؟"

"ہستی کے لوگ تم سے خوفزدہ تھے۔ وہ کبھی تمہارا شکار نہ کرتے لیکن میں تم سے خوفزدہ نہیں تھا۔ آہ، میں نے تمہیں کھانے کا ارادہ کیا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ چند روز تمہیں آرام سے رکھوں گا اور اس کے بعد کسی رات خاموشی سے آؤ۔۔۔۔۔ آؤ۔۔۔۔۔ اس نے مست انداز میں کہا۔"

"خوب۔ مگر اب کیا ہو گیا پیارے توفا؟"

"ہستی کے گدھوں نے جلد بازی کی۔ انہوں نے شاہولا کو سنگھانا کی موت کا پیغام بھجوایا اور پوری تفصیل بھی پہنچا دی۔"

"اؤ۔۔۔ میں نے گہری سانس لی۔" تمہیں کیسے معلوم؟"

"انہیں سے خبر ملی ہے۔ انہوں نے دعا سے پہلے ہی اوگوں کو پہاڑوں کی ملکہ کی طرف دوڑا دیا ہے اور اب گھوڑے آئیں گے اور تمہارے بدن سے رسیاں کس کر تمہیں ملکہ شاہولا کے پاس لے جائیں گے اور پھر تم اس کی ملکیت ہو گے۔ وہ تمہارے ساتھ اپنی مرضی کے مطابق سلوک کرے گی۔"

"اور اگر اس کے آدمیوں کے پہنچنے سے قبل تم نے مجھے کھالیا تو؟"

"تو اس کے آدمی میرا پیٹ چاک کر کے تمہیں نکال لیں گے اور پھر میری ہونیاں تقسیم کر لیں گے۔" توفا نے جواب دیا اور مجھے ہنسی آگئی۔

"اب تو مجبور ہی ہے۔" میں نے کہا۔

"پہلے بھی مجبوری تھی۔ تم مجھ سے زیادہ طاقتور ہو اور میرا خیال ہے کہ ایک وار میں تم ہلاک بھی نہیں ہو سکتے تھے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے لیکن میرے دوست توفا! اب میں نے بھی ایک ارادہ کر لیا ہے۔"

"کیا؟" توفا مجھے گھورنے لگا۔

"مجھے شکار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہیں ختم کر کے رکھ دوں گا، دو تین دن چل جاؤ گے اس کے بعد دیکھا جائے گا۔"

"اؤ۔۔۔۔۔ اؤ۔۔۔۔۔" توفا کے چہرے پر مرونی مچا گئی۔ اس نے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بھر پلٹ کر چپچپے دیکھنے لگا۔ "مہ۔۔۔۔۔ میرا خیال ہے ابھی تمہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔۔ ابھی تو۔۔۔۔۔ ابھی تو۔۔۔۔۔"

اپنی دانست میں اس نے مجھے دھوکہ دیا تھا لیکن میرے حلق سے بے شمار تہمتے پھوٹ پڑے۔ توفا تھیل کر بھاگا تھا اور اس رفتار سے بھاگا تھا کہ حیرت ہوتی تھی۔ میں نے باہر نکل کر دیکھا۔ وہ بہت دور ایک نقطے کی شکل میں نظر آ رہا تھا۔

میں دیر تک ہنستا رہا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد میں اندر واپس آ گیا۔ اگر توفا خوفزدہ ہو گیا ہے تو دوبارہ اوجھڑاؤ نہیں کرے گا اور مجھے تنہا ہی یہاں رہنا ہوگا۔ شاہولا کے ہر کاروں کا انتظار تو کرنا ہی ہوگا جیسے۔ لیکن شکار کی ضرورت تھی۔ کچھ کھانے کو دل چاہ رہا تھا۔ چنانچہ میں شکار کی تلاش میں چل پڑا اور ہستی کے لوگوں کی نگاہوں سے بچتا ہوا جنگلوں میں نکل آیا اور یہاں شکار کی کوئی کی نہیں تھی اور نہ ہی اس علاقے کے جانوروں کو میرے جیسا انوکھا شکاری ملاء ہوگا۔ چنانچہ ایک خوبصورت پہاڑی بکرہ میں نے شکار کیا اور پھر وہیں اس کی کھال کھینچ لی۔ پھر لکڑیاں جمع کر کے ان کا ایک گٹھر بنایا اور واپس توفا کے عمار کی طرف چل پڑا۔ اب یہاں صرف میری حکمرانی تھی۔

چنانچہ اس بد بو دار غار کے بجائے میں نے ایک کھلی جگہ پسند کی۔ کھال اتارے بکرے کو میں نے ایک چٹان پر رکھ دیا اور چھماق سے آگ روشن کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد آگ کے شعلے بلند ہونے لگے اور پھر میں نے لکڑی کی ٹانگی میں بکراناگ دیا۔ گوشت بھنے کی خوشبو دور دور تک پھیل رہی تھی۔ میں آگ سے کچھ فاصلے پر ایک چٹان سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ رات ہوئی تھی اور چاروں طرف تاریکی پھیل رہی تھی۔ پھر مجھے کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی اور میں چونک پڑا۔

تو فانا یہاں آنے کی جرأت کس طرح کی تھی؟ لیکن پھر میں نے گوا کو دیکھا.... بچھلی رات والی لڑکی جو آگ کو خوفزدہ لگاتوں سے دیکھتی، اس سے بچتی آگے بڑھ رہی تھی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

گوا کس چکر میں آئی تھی، گوشت کے یا میرے...
 "گوا... میں نے اسے آواز دی اور وہ اچھل پڑی.. پھر اس نے میری طرف دیکھا اور تیزی سے میرے نزدیک پہنچ گئی۔
 "اوه... سو بو...." اس نے میرے نزدیک آ کر کہا۔ اس کے لہجے میں پیار تھا۔
 "کوچہ چاہئے گوا؟" میں نے پوچھا۔
 "نہیں سو بو.... میں تیرنی تلاش میں آئی تھی۔"
 "کیوں؟"

"میں... میں آج بھی تیرے پاس رہوں گی.. میں پہلے بھی تیرے پاس آتا جا رہی تھی لیکن تو فانا سے ڈر لگتا ہے.. اب تو فانا سوتا رہنے لگا ہے.. میں نے اسے دیکھا تو تیزی سے دوڑتی ہوئی یہاں چلی آئی۔" گوانے جواب دیا۔
 "تو اب بیٹھ جا....." میں نے اسے سمجھ کر قریب بٹھایا.. گوا کے اس وقت آنے سے مجھے کافی خوشی ہوئی تھی.. درنہ تباہ وقت کا کافی بیزار کن تھا۔ گوا بیٹھ گئی.. لیکن وہ اب بھی آگ کی طرف سہی ہوئی لگاتوں سے دیکھ رہی تھی کافی اچھی لگ رہی تھی۔
 "یہ... یہ... اس نے بالآخر ہکلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"آگ ہے۔ میں جانتا ہوں تم لوگ آگ سے ڈرتے ہو۔"
 "ہاں یہ.... یہ سنگھانا کی دوست ہے۔"

"یہ میری بھی دوست ہے۔ میں اسے چھو سکتا ہوں، اس میں سو سکتا ہوں۔"
 "مگر یہ کیسی ہے؟ آگ کیسی اونگھی ہے کتنی خوش گوار۔"
 "آج تم نے کچھ کھایا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ مگر میں تم سے کچھ مانگنے نہیں آتی۔ میں جانتی ہوں کل تو فانا کو چلا یا تھا۔ اب تو وہ ختم ہو گیا، وہ گا۔ اگر ہوتا بھی تو میں اس کے لئے نہیں آئی تھی۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔ آج میں تمہیں کچھ کھلاؤں گا۔" میں نے کہا اور پھر میں بکرے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ میرے اندازے کے مطابق اب وہ بھین چکا تھا۔ چنانچہ میں نے اسے آگ سے اتار لیا اور پھر اس کے ٹھنڈا ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

گوا اس سارنی کارروائی کو توجہ کی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ پھر میں نے بکرے کی دان اکھاڑ کر اس کی طرف بڑھا دی اور گوا خوفزدہ انداز میں پیچھے ہٹ گئی۔

"گوا...!... اسے کھاؤ۔"

"یہ... یہ کیا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"شکار۔"

"لیکن یہ... آگ... آگ میں؟"

"کھا کر تو دیکھو گوا۔ بعد میں بات کرنا۔" میں نے کہا اور گوا نے ہاتھ بڑھا کر دان لے لی۔ پھر وہ نیم گرم گوشت کو دانتوں سے ادریزنے لگی۔ یقیناً اس کیلئے نئی چیز تھی۔ ابتدا میں وہ جھنجکی لیکن پھر مزہ بھر بھر کر کھانے لگی۔ اس کی آنکھوں میں پسندیدگی کے تاثرات ابھرتے تھے۔

پھر اس نے پوری دان صاف کر دی۔ "اور لو..." میں نے کہا اور وہ نمدیدے انداز میں ہنسنے لگی۔ پھر اس نے گوشت کا ایک بڑا ٹکڑا اکھاڑ لیا اور تھوڑی دیر میں ہم دونوں مل کر پورا بکرا چٹ کر گئے۔ گوا کو ہیٹ بھی خوب بھر گیا تھا۔

"کیسا شکار تھا گوا؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے اس سے قبل نہیں کھایا اور کسی نے نہیں کھایا ہو گا۔"

"تمہیں پسند آیا؟"

"بہت۔"

"جب تک میں یہاں ہوں۔ تم روز آیا کرو۔ میں تمہارے لئے شکار تیار رکھوں گا۔"

"تو... تم چلے بھی جاؤ گے؟"

"ہاں۔ سنا ہے تمہاری ہستی کے لوگ ملکہ شاہو لا کو میرے بارے میں اطلاع دینے گئے ہیں۔"

"اور ہاں۔۔ وہ گئے ہیں۔"

"تو پھر ظاہر ہے ملکہ شاہو لا اپنے آدمیوں کو مجھے گرفتار کرنے کے لئے بھیجے گی۔"

"ہاں۔ اور وہ تمہیں لے جائیں گے۔" گوا پریشانی سے بولی۔

"تم نہیں چاہتیں کہ وہ مجھے لے جائیں؟"

"نہیں۔"

"لیکن میں کبھی کیا سکتا ہوں۔"

"تم... تم جنگلوں میں چھپ جاؤ... اندر تک چلے جاؤ... وہاں شاہولا کے آدمی نہیں جائیں گے۔ لیکن تم جنگل کی خوف ناک بلاؤں

سے توجیح کتے ہونا؟"

"خیر، دیکھا جائے گا گور۔ چھوڑو ان باتوں کو جب میں جنگل کی بلاؤں سے بچ سکتا ہوں تو شاہولا کے آدمیوں سے بھی بچ سکتا ہوں۔" اور

گدا خاموش ہو گئی۔ اور اس کے بعد جذبات بولنے لگے۔ وحشی لڑکی شکم سیر تھی۔ خوش تھی اور چاند نکل آیا تھا۔ چاند بذات خود سرمستیوں کا رہبر ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم اس کی رہبرنی میں جذبات کا سفر کرنے لگے اور پھر چاند کے سفر کے اختتام پر ہی سرمستیوں کی منزل آ گئی۔

"بس اب جاؤں؟" اس نے پوچھا۔

"جاؤ۔ لیکن رات کو آؤ گی؟"

"ہاں۔"

"دن کے کھانے کے لئے تم یہ باقی گوشت لے جا سکتی ہو۔" میں نے گوشت کی طرف اشارہ کیا اور گواٹکلف کرنے لگی۔ لیکن میں نے

زبردستی گوشت اسے دے دیا۔ وہ چلی اور ایک تباہی رفتہ رفتہ گزرنے لگا۔ میں نے سوچا تھا وہ پہرہ اٹھلے شکار کی تلاش میں نکلے گا۔ یہاں شکار کی نہیں نہیں تھی جب چاہو حاصل کر لو۔ کوئی خاص تک دو نہیں کرنا پڑتی تھی۔

لیکن دو پہر اٹھلے تباہی ختم ہو گئی۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ شاہولا کے شہسوار اتنی تیزی دکھائیں گے۔ میں سفر کے لئے نکلنے کی تیاریاں کر

رہا تھا کہ بہت سے گھوڑوں کی ٹاپیں سنائی دیں اور میں نے ایک بلند جگہ سے دیکھا۔ بہستی کے چند لوگ ان گھوڑوں کے آگے آگے بھاگ رہے تھے۔ ان میں توفا بھی تھا۔

میں نے گہری سانس لی اور ان لوگوں کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔ میں نے خود کو ایسی نمایاں جگہ کر لیا تھا جہاں سے وہ مجھے ہسانی

دیکھ سکیں۔

و پیسے یہ گھڑسوار کس قدر تہذیب یافتہ تھے یعنی وہ پورے برہنہ نہیں تھے لیکن ان کے جسموں کی پرہوشی کے لئے جانوروں کی کھالیں اور

درختوں کے پتوں سے بنے ہوئے مختصر لباس تھے۔ ودکا فی قد اور اور تندرست بھی تھے یعنی مقامی لوگوں کی بہ نسبت وہ زیادہ توانا تھے۔

توفا نے در سے ہی مجھے دیکھ لیا اور پھر خود وہیں رک گیا اور میری طرف اشارے کرنے لگا۔ گھڑسوار میرے چاروں طرف پھیل گئے

تھے۔ بہستی والوں نے شاید انہیں میرے بارے میں بتایا تھا اس لئے دجھٹلا تھے۔ لیکن میں نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کی۔ میں تو خود گرفتار ہونے کا ارادہ رکھتا تھا۔ درندان کی کیا مجال تھی کہ میرے اوپر قابو پا سکتے۔

وحشی گھڑسوار چند لمحات کے لئے رکے اور پھر چاک گردش میں آ گئے۔ وہ گھوڑوں کو میرے چاروں طرف دوڑانے لگے۔ نہ جانے اس

سے ان کا کیا مقصد تھا لیکن میں نے محسوس کیا کہ ان کا دائرہ تنگ ہوتا جا رہا ہے اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

تب میں نے دونوں ہاتھ بلند کئے اور زور سے ہوا۔ "شاہولا کے خادمو۔ اتنی تک دو اور بھاگ دوڑ بے کار ہے۔ میں خود کو گرفتاری کے لئے پیش کرتا ہوں۔"

ان لوگوں نے میری آواز سنی۔ اسے سمجھا اور پھر ان کے گھوڑوں کی رفتار دست پڑ گئی۔ ویسے ان کی یہ کوشش دلچسپ تھی۔ میں نے بعد میں ان کی اس حرکت کا مطلب سمجھا تھا۔ دراصل وہ میرے بارے میں جاننے تو نہیں تھے لیکن اس طرح ایک عام انسان کو ذہنی طور پر مفلوج کیا جاسکتا تھا اور اس طرح اسے بغیر کسی نقصان کے گرفتار بھی کیا جاسکتا تھا۔

مجھے رسوں سے جکڑ دیا گیا۔ یہ دس دہشتوں کی چھال کو بٹ کر بنائے گئے تھے اور کافی مضبوط تھے۔ میں نے حسب وعدہ کوئی تعرض نہیں کیا اور خاموشی سے خود کو ان کے حوالے کر دیا۔ شاہولا کے نو مند خادم مجھے لے کر چل پڑے۔ تو فاقہ تھپے لگا رہا تھا۔ میں نے کسی کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ پھر انہوں نے مجھے ایک گھوڑے پر سوار کر کے اس کی لگام سنبھالی اور اس کے بعد گھوڑے واپسی کا سفر طے کرنے لگے۔

پہاڑوں کا ایک طویل سفر کر کے بالآخر ہم ایک وادی میں پہنچ گئے۔ یہ وادی چاروں طرف سے اونچے اونچے پہاڑوں میں گھری ہوئی تھی اور انہیں پہاڑوں میں شاہولا کی حکومت تھی۔ وادی میں بے شمار چوہاڑے نظر آ رہے تھے۔ بلاشبہ یہ وادی عظیم تھی۔ ایک جگہ سے کھڑے ہو کر دوسری طرف کا سرا نہیں دیکھا جاسکتا تھا اور اس پورے علاقے میں دہشتی بکھرنے ہوئے تھے۔ جگہ جگہ لکڑی کا استعمال نظر آتا تھا جو کہیں دور سے لایا جاتا تھا۔ اہلستہ آگ کہیں نظر نہیں آتی تھی۔

وادی کے عین درمیان ایک پہاڑی میں بنے ہوئے انتہائی کشادہ دہانے کے قریب گھوڑے رک گئے اور تمام سوار نیچے کود گئے۔ مجھے بھی سہارا دے کر نیچے اتار گیا۔ دہانے پر بہت سے قد آور نوجوان موجود تھے۔ جو یقیناً ملک کے پہریدار تھے۔

ویسے اس علاقے کو دیکھ کر اسے صحیح معنوں میں پہاڑوں کی ملکہ کہا جاسکتا تھا۔ کیونکہ یہاں پہاڑوں اور غاروں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ وہ لوگ مجھے لے کر اندر داخل ہو گئے۔ ویسے راستے میں ادرا ب بھی انہوں نے میرے ساتھ کوئی بد سلوکی نہیں کی تھی۔ اتنا کشادہ غار شاید پہلے کسی نے نہ دیکھا ہو۔ اس کی چھت بھی بے حد بلند تھی۔ اندر سے بالکل شفاف تھی اور جگہ جگہ روشنی کے لئے سوراخ کئے گئے تھے جس سے وہاں روشنی بھی بہت تھی۔ پھر مجھے ایک اور ذیلی سوراخ میں پہنچایا گیا جس کے دہانے پر لکڑی کی بے ترتیب سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ گو باہر قید خانہ تھا۔ قید خانے کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

"سنو۔" میں واپس جانے والوں کو آواز دی اور ایک سیاہ فام رک گیا۔ وہ خطرناک آنکھوں والا معمر آدمی تھا۔ اس نے میری طرف دیکھا اور پھر چند قدم آگے بڑھ آیا۔

"کیا بات ہے؟" اس نے بھاری آواز میں پوچھا۔

"ملکہ شاہولا کو میری گرفتاری کی اطلاع کب ملے گی؟"

"اسے اطلاع ملی گئی ہوگی۔"

"میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"تمہارے چاہنے سے کیا ہوتا ہے.. جب وہ چاہے گی ملاقات کرے گی۔" اس نے جواب دیا۔

"نہیں.. اسے میرا پیغام دو.. میں اس قید خانے میں زیادہ وقت نہیں گزارنا چاہتا اور اگر مجھے زیادہ دیر تک یہاں رکھا گیا تو میرے اندر

تعاون اور دوستی کا جذبہ ختم ہو جائے گا۔"

"یہ بات میں ملکہ سے کہہ دوں؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"اگر تمہاری خواہش پوری نہ ہوئی تو کیا ہوگا؟"

"میں لکڑی کا یہ دروازہ اکھاڑ کر پھینک دوں گا، ہاہرنگلوں گا، جو مجھے روکنے کی کوشش کرے گا اسے ہلاک کر دوں گا.. ہم لوگوں کو نقصان

پہنچاؤں گا اور پھر تمہارے گھوڑے لے کر یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

خطرناک آنکھوں والا چند ساعت مجھے دیکھتا رہا۔ پھر کچھ کہے بغیر واپس چلا گیا۔ بڑی پرسرار خاموشی تھی اس کی۔ لیکن زیادہ دیر

نہیں گزری، وہ وہ..... عجیب الخلق انسانوں کے ساتھ واپس آیا۔ دیکھتے ہی پروفیسر۔ ایسے ورزشی بدن کے ایک ایک عضو الگ الگ پتھر لگتا تھا۔ ان

کے بدن فولادی اور کسے ہوئے تھے۔ چمڑے کے لباس اور گھٹھے ہوئے سروں کے ساتھ وہ بہت شاندار نظر آ رہے تھے۔

انہیں غار کے آگے تعینات کر دیا گیا۔ اس نے انہیں کچھ ہدایات دی تھیں اور پھر وہ واپس لوٹ گیا۔

دونوں دیوقامت انسان کی زندگیوں کا ہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے اور آپس میں کچھ باتیں بھی کرتے جا رہے تھے۔ بہر حال ابھی میں کوئی

ہنگامہ نہیں کرنا چاہتا تھا اور نہ ان لوگوں کو مشتعل کر کے ہنگامہ کرنا کون سا مشکل کام تھا اس لئے میں انتظار کرتا رہا اور کافی وقت گزر گیا۔ لیکن اس سے

فلس کہ میں اس بے اعتنائی پر مشتعل ہوتا۔ وہی شخص چند لوگوں کے ساتھ قید خانے کے دروازے پر پہنچ گیا جس نے مجھے یہاں بند کیا تھا۔ اس کے

اشارے پر دروازہ کھول دیا گیا اور پھر بہت سے لوگوں نے میری رسیاں پکڑ لیں۔ ویسے اس انداز میں بھی کوئی جارحیت نہیں تھی۔

"سنو۔" میں نے پھر اسے مخاطب کیا اور وہ میری طرف دیکھنے لگا۔ "کیا تم مجھے ملکہ شاہوالا کے سامنے لے جا رہے ہو؟"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا اور پھر بولا۔ "لیکن اس کے سامنے سرکشی سے بات نہ کرنا۔ وہ بڑی قوت والی ہے۔ تمہاری موت اور نزدیک

آ جائے گی۔"

"کیا وہ بوزمیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بے کار باتوں سے پرہیز کرو۔" وہ کسی قدر غصیئے انداز میں بولا۔

"گو یا وہ بوزمیں نہیں ہے۔ پلوٹھیک ہے دیکھ لیں گے۔" میں نے کہا اور ان لوگوں کے ساتھ چلا رہا۔ وہ مجھے لے کر غار کے ایک انتہائی

گوشے میں بنے ہوئے دوسرے سوراخ کی طرف لے گئے جس سے روشنی چھن رہی تھی۔

آگ۔ میں نے سوچا لیکن یہ روشنی آگ کی نہیں ہو سکتی۔ بہر حال میں اندر داخل ہو گیا اور اندر کا منظر درحقیقت سحر انگیز تھا۔ طویل ترین نارصاف اور چمکدار..... دیواروں میں انتہائی چمکدار پتھر جگہ جگہ لگے ہوئے تھے۔ اتنے بڑے بڑے ہیرے پروفیسر کہ شاید آج کی دنیا ان کے ہارے میں سوچ بھی نہ سکے اس طرح جگہ گہرے تھے جیسے مشعلیں جل رہی ہوں۔ مختلف رنگ ان سے منعکس ہو رہے تھے اور انہی رنگوں نے عمار کے ماحول کو طلسمی بنا دیا تھا۔

پتھر کے ایک چبوترے پر ملکہ فرودکش تھی۔ لیکن اسے دیکھ کر میں مستحضر رہ گیا تھا۔ نہ جانے اس سیاہی میں یہ سفیدی کہاں سے آگئی تھی۔ ہاں وہ سرخ و سفید تھی، حسین نقوش کی مالک ایک حسین عورت جس کے بدن پر سیاہ چیتے کی کھال کا لباس تھا۔ گردن میں ایک زندہ سانپ لٹک رہا تھا اور اس کی آنکھیں بھی سانپ کی آنکھوں کی مانند روشن اور چمکدار تھیں۔ بلاشبہ جہاں اس اور گواہین سیاہ فام لڑکیاں موجود ہوں اور عورت کا تصور ہی ان تک محدود رہا ہے وہاں ملکہ شاہو لا کو حسین ترین کہا جاسکتا ہے۔ میں دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

ملکہ شاہو لا بھی میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں بے پناہ قوت تھی۔ لیکن اس کا مقابل کیا تھا، وہ نہیں جانتی تھی۔ ممکن ہے ان آنکھوں سے وہ وحشیوں کو مسحور کر لیتی ہو لیکن صدیوں کے کچے ہونے اس انسان کو وہ کیا مسحور کر سکتی تھی۔

پھر اس کی دلکش آواز ابھری۔ "گہری پانی کے دوسری جانب سے آنے والے تیرا نام کیا ہے؟"
پروفیسر اس کی آواز پاٹ دار تھی اور اس آواز میں سحر تھا۔ یقیناً یہ عورت ان مخصوص عورتوں میں شمار کی جاسکتی تھی جنہیں میں نے پسند کیا تھا۔
"تیری قلندر میں مجھے سو بو کے نام سے پکارا گیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اور تیری اپنی بستی میں تو کون تھا؟"

"میری اپنی بستی کا کوئی دجو نہیں ہے۔"

"کہاں سے آیا ہے تو؟"

"گہرے پانی کے دوسری جانب سے۔"

"وہاں کیا ہے؟"

"زمین۔"

"اور کیا اس زمین پر انسان نہیں بستے؟"

"نہیں وہ زمین خالی ہے۔"

"تب تو کیا زمین سے آگاہ ہے۔ پودوں کی مانند؟"

"یہی سمجھاؤ۔" میں نے میا کی سے کہا۔

"گو یا تو اپنی ذات کو چھپانا چاہتا ہے؟" اس نے کہا۔ اس کی آواز میں نہ تو نرمی تھی، نہ مزاح، نہ ہی کسی رحم کا جذبہ اور نہ کوئی لگاؤ۔ ہاں

اس میں تڑپتی ضرور تھی۔

”یہ بات بھی نہیں ہے ملکہ شاہو!۔“

”نہ ہی تو ہمارے حضور جھکا۔ گویا تو سرکش ہے لیکن ہم تجھے ہمارا ضروری سمجھتے ہیں کہ بڑے بڑے وحشی انسان ہمارے سامنے سر خم کر

دیتے ہیں۔“

”کیا تیرے جلال سے یا تیرے وہ بے ستہ یقین کر ملکہ تیرے وہ بے یا جلال کا میرے اوپر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ ہاں تو حسین ہے اور

میں حسن کا پجاری۔ میں تیرے حسن کے حضور میں سر خم کر سکتا ہوں لیکن یہ یقین ہو جانے کے بعد کہ تیری آغوش میرے لئے وا ہو جائے گی۔“

اور میرے ان الفاظ پر وہ شعلہ جوالا بن گئی۔ اس کا چہرہ انکارے کے مانند دکھ اٹھا۔ تب اس نے سرد اور خونخوار آواز میں کہا: ”اور یہ بھی

سن۔ ہم نے گستاخوں کو اتنی اذیت ناک موت دی ہے کہ ان کی رومیں آج بھی پہاڑوں میں چبھتی پھرتی ہیں اور ان کے لئے رونے والے آن تک

روتے ہیں۔“

”یہ بھی اچھا ہے کہ میرے لئے رونے والا کوئی نہیں ہے اس لئے میری یہ گستاخی جاری رہے گی۔“

”ہم سروں کو جھکانا جانتے ہیں۔ ہم زبانون کو جبر لئے پرتا مادہ کر سکتے ہیں۔ جانتا ہے کیسے؟“ اس نے غضبناک لہجہ میں کہا۔

”جاننا چاہتا ہوں۔“ میں نے کہا۔

”تو ہماری آنکھوں میں دیکھ۔ ہمارے اور نزدیک آ جا۔“ اس نے کہا اور میں چند قدم آگے بڑھ آیا۔ قریب سے وہ کچھ اور حسین نظر آ رہی

تھی۔ میں اس کی سیاہ حسین آنکھوں میں دیکھنے لگا اور پردہ فیصرا اس کی آنکھوں سے چنگاریوں کی پھواریں نکلنے لگیں۔ ماحول ایک دم خشک ہو گیا تھا۔ یہ

بجیب و غریب نظر نہی تھی۔ میں نے اسے دوپٹی سے دیکھا محسوس کیا۔ تب اس کی آواز سانپ کی طرح پھنکاری۔

”کیا نام ہے تیرا؟“

”سوہو۔“

”گھر سے پانی کے دوسری جانب سے آیا ہے؟“

”ہاں۔“

”اصل نام کیا ہے؟“

”سوہو ہی ہے۔“

”تیری ہستی کا نام کیا ہے؟“

”میرنی کوئی ہستی ہی نہیں ہے۔“

”تو نے سگھانا کو قتل کیا ہے؟“

”ہاں۔“

”کیوں۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ وہ سیاہ پوتا ہے اور اس کی ہلاکت تباہی لاتی ہے؟“

”مجھے نہیں معلوم تھا۔“ میں نے دل ہی دل میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ خواہ صورت بے وقوف یہ سمجھ رہی تھی کہ میں اس کی آنکھوں

کے سحر میں مبتلا ہو گیا ہوں اور اسی لئے اس کے سوالات کے جواب دے رہا تھا۔

”لیکن تجھے اس کی سزا بھگتنا ہوگی۔“

”میں تیار ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”تو نے سنگھانا کو ہلاک کرنے کے لئے کون سی طاقت استعمال کی تھی؟“

”میرے بازو میں بے پناہ قوت ہے۔“

”اوہ۔ ہم تیری طاقت کے طلسم کو چور چور کر دیں گے اور آگے تو ہمارے سامنے نہیں جھکا۔ لے ہمارے پیروں کے تلوے چاٹ۔“

اس نے کہا اور میں سحر زدہ سا آگے بڑھ گیا میرے آنکھیں ان کی آنکھوں میں پیوست تھیں اور اس کے ہونٹوں پر کامرائی کی مسکراہٹ تھی۔

تب میں اس کے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔ اس نے اپنے دودھ کی مانند گورے پاؤں آگے کر دیئے اور سب نے ایک نگاہ ان پیروں کو

دیکھا۔ پھر میں جھکا اور دوسرے لمحے میں نے اسے گرفت میں لے لیا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ میں ایسی کوئی حرکت کروں گا۔

اس لئے وہ تیار نہ تھی۔

پھر وہ خود کو میری گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔ اس نے اپنے لمبے لمبے ناخنوں سے مجھے زخمی کرنے کی کوشش کی لیکن اس کی

کوئی بھی کوشش اسے میرے طویل بو سے نہ بچا سکی۔

پھر میں بڑے احترام سے پیچھے ہٹ گیا۔ غصے سے اس کی بری حالت تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تیرے پیروں کی بہ نسبت مجھے تیرے ہونٹ پسند تھے سو میں نے انہیں چوم لیا۔ باقی رہی میری ذات پر تیری فتح کی بات تو میں ناقابل

فلکست ہوں۔۔۔۔۔ روئے زمین پر مجھ پر فتح پانے والے موجود نہیں ہیں۔ ہاں تیرا حسن مجھے متاثر کرتا ہے اور اگر تو میرا تعاون چاہتی ہے تو مجھے اپنی

محبت کے جال میں گرفتار کر۔“

”سا۔۔۔۔۔ لاڈ۔۔۔۔۔ سا لاڈ۔۔۔۔۔“ ملکہ وحشیانہ انداز میں چیخی اور دو تونا آدی دوڑتے ہوئے اندر آ گئے۔

”لے جاؤ لے جاؤ اسے۔“ وہ حلق پھاڑ کر چیخی اور دونوں پہلوان سیاہ فام مجھ پر پلٹ پڑے۔ انہوں نے میری رسیاں پکڑیں جو میرے

بدن پر لپٹی ہوئی تھیں۔ میں نے بدن میں سانس بھری اور اسے پھلانے لگا۔ چند ہی ساعت کے بعد رسیاں زوردار آواز کے ساتھ ٹوٹ گئیں۔

اور دونوں سیاہ فام ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہے گئے۔ بلکہ ملکہ بھی چند ساعت کے لئے حیران رہ گئی تھی۔ لیکن اس کے غصے نے اسے

زیادہ نہ سوچنے دیا، اس نے دُشٹیوں کو کھلم دیا کہ مجھے ہر قیمت پر گرفتار کر لیں۔ چنانچہ خراتے ہوئے وہ مجھ پر لپکے۔ لیکن میرے ایک گھونٹے نے ان

میں سے ایک کو زمین پر لٹا دیا اور..... دوسرے کو میں نے بازوؤں میں دبوچ لیا۔ پھر میں اسے گھمانے لگا اور پھر ایک دم چھوڑ دیا۔ وہ بری طرح ایک دیوار سے ٹکرایا تھا اور پھر میں لپک کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ ملکہ نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن میں نے اسے چکر لیا..... ان دوران وہ شدید جھجھک رہی تھی۔

پھر میں نے اسے چھوڑتے ہوئے کہا۔ "اب تو اپنے چوہوں کو ہلالے میں خود کو ان کے حوالے کر دوں گا۔"

لیکن چوہے خود بھی کافی مستعد تھے اور وہ خود ہی اندر گھس آئے تھے اور ان کی تعداد بھی کافی تھی۔ ملکہ میری طرح فراری تھی۔

بہر حال اب میں نے جدوجہد نہیں کی اور خود کو گرفتار کرایا۔ میری وہی حس بیدار ہو گئی تھی جو شانہ کو قبا بکر نے کے سلسلہ میں جاگی تھی میں اسے بھی زچ کرنا چاہتا تھا۔ ملکہ نے میرے بارے میں بدایات جاری کیں اور مجھے گرفتار کرنے والے اسی قید خانے میں لے گئے۔ اس بار میرے اوپر پہرہ سخت کر دیا گیا تھا اور وحشی آپس میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ وہ مجھے کینڈا توڑ لگا ہوں سے دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ دونوں لمبے آدمی بھی آگئے جنہیں پہلے میرے اوپر نعینات کیا گیا تھا۔ وحشیوں میں غیظ و غضب بڑھتا جا رہا تھا اور ان کی آوازیں خونخوار ہوتی جا رہی تھیں۔ وہ خونخوار انداز میں مجھے گھور رہے تھے۔

لیکن میں سکون سے ایک جگہ بیٹھ گیا تھا اور ملکہ کے بازے میں سوچ رہا تھا۔ ان سارے سیاہ ناموں کے درمیان دو کہاں سے آگئی۔ وہ اس خطے کی تو نہیں معلوم ہوتی تھی۔ دقت گزرتا رہا۔ اب وحشیوں کا جھوم کم ہو گیا تھا اور پھر صرف ان لمبے آدمیوں اور چند دوسرے وحشیوں کے سوا وہاں کوئی نہ رہا۔ میں سکون سے لیٹ گیا تھا۔ مجھے ابھی تک یہاں کچھ کھانے کو نہیں دیا گیا تھا۔

رات کے نہ جانے کون سے حصے میں مجھ پر غنودگی طاری ہو گئی اور پھر پوری طرح روشنی بھی نہیں ہوئی تھی کہ شور و غل شروع ہو گیا شاید وحشی صبح جگہ جاگ جاتے تھے۔ میرے قید خانے کے سامنے اب پھر جھوم ہو گیا تھا۔ اس جھوم میں دو دونوں لمبے آدمی موجود تھے۔ جھوم طرح طرح کی باتیں کر رہا تھا۔ میں لکڑی کے کبڑے کے نزدیک آکھڑا ہوا۔ اور میرے اس طرف آنے سے وہ اچانک خاموش ہو گئے۔

"ادھر آؤ۔" میں نے اس میں سے ایک کو اشارہ کیا۔ لیکن اس نے میری بات نہ مانی اور دور کھڑا مجھے گھورتا رہا۔

"کیوں شور مچا رہے ہو تم لوگ؟" میں نے ڈپٹ کر پوچھا۔

"ابھی تھوڑی دیر میں تمہاری زبان ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جائے گی۔" اس شخص نے مجھے گھونسا دکھاتے ہوئے کہا۔

"اور کیا واقعی؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دیکھ لو گے۔ صرف تھوڑی دیر باقی ہے۔ سورج کی پہلی کرن تمہاری موت کا پیغام لے کر آئے گی۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ لیکن کیا یہ تمہاری ملکہ کا حکم ہے؟"

"اور کس کی مجال ہے کہ کسی کی موت کا حکم دے سکے۔"

"تب ٹھیک ہے لیکن وہ میرے ساتھ یہ سنو کہ کیوں کر رہی ہے؟"

"اس لئے کہ تم سلطنت کے قائل ہو اور اس کے علاوہ نافرمان اور گستاخ بھی۔"

"لیکن نافرمان کیوں؟"

"تم نے ملکہ کی قدم بوسی نہیں کی۔ گویا اس کی بادشاہت سے انکار کیا۔"

"آہ۔ میں نے اس کے شیریں لبوں کا بوسہ ضرور لیا تھا اور کیا خوب تھا یہ بوسہ۔ بہر حال دوستو اب تھوڑی دیر کے بعد میں تو مارا ہی جاؤں گا اور میرا گوشت تم لوگ آپس میں تقسیم کر لو گے۔ کیا خوب لذت ہو گا میرا گوشت۔ لیکن کیا پہلے تم میری ایک آرزو پوری نہیں کر سکتے؟"

"ہم ملکہ کے نافرمان سے بات کرنا بھی نہیں چاہتے۔" اس نے جواب دیا۔

"اس نافرمانی کی تو مجھے سزا دل جائے گی۔"

"لھیک ہے ایک مرنے والے سے گفتگو کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے۔" دُشیاں ہی میں سے ایک شخص نے کہا اور آگے بڑھ آیا۔

"کہو۔ کیا چاہتے ہو؟"

"تھوڑی سی گفتگو کرنے کا خواہشمند ہوں۔"

"کرو۔" بوزھے شخص نے فری سے کہا۔

"تمہاری ملکہ شاہولا تم میں سے تو نہیں ہے۔"

"وہ جو کچھ بھی ہے۔ ہماری ملکہ ہے۔"

"وہ تو لھیک ہے۔ میں ویسے ہی پوچھ رہا ہوں۔"

"ہاں۔ وہ ہم سے نہیں ہے۔ پہلی ملکہ ہم سے تھی۔ لیکن پھر پانی کے دوسری طرف سے کچھ لوگ آئے انہی میں ہماری ملکہ شاہولا بھی تھی۔"

"ہماری پہلی ملکہ نے اس کو لے لیا اور اس کی پرورش کی اور اب وہ ہماری ملکہ ہے اور ہم اس کے غلام۔"

"خوب۔ اس وقت وہ کتنی بڑی تھی۔"

"بہت چھوٹی۔ اتنی چھوٹی۔" اس نے ہاتھ سے بتایا۔

"اور۔ تب لھیک ہے کیا وہ گوشت کھاتی ہے۔ میرا مطلب ہے انسانی گوشت؟"

"کیوں نہیں۔"

"وہ۔ آدھو رسید لیکن خوب ہے۔ بہر حال اس سے بھی نمٹ لیا جائے گا۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اور کچھ پوچھنا چاہتے ہو؟"

"نہیں بس باقی کسی چیز کی مجھے پراہ نہیں ہے۔ ہاں اب اگر تم چاہو تو تمہاری معلومات کے لئے کچھ کہہ دوں۔ کام آئے گا۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"کیا ملکہ نے مجھے ہلاک کرنے کا حکم دیا ہے؟"

"ہاں۔ کیونکہ تم سنگھانا کے قاتل اور گستاخ ہو۔ سنگھانا کے قاتل کو ہلاک کر کے ہم اس تباہی کو نالنا چاہتے ہیں جو ہماری بستیوں پر آئے گی۔"

"لیکن تمہاری ملکہ مجھے قتل نہیں کر سکے گی۔"

"کیوں؟"

"بس میں نے تمہیں بتا دیا ہے۔ اس کی کوششیں اسی کے لئے نقصان دہ ہوں گی۔"

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔" اس شخص نے کہا۔

"تمہارا نام کیا ہے۔"

"کالان۔" اس نے جواب دیا۔

"مجھے قتل کرنے والوں میں تم مت شریک ہونا کالان۔ تم چاہو تو میں..... تمہیں دوست بنا سکتا ہوں۔ دوسری صورت میں تم بھی میرے

ہاتھوں سے مرنے والوں میں شامل ہو جاؤ گے۔"

"اوہ۔ تمہیں خود پر غرور ہے۔ لیکن بہت جلد تمہارا یہ غرور ٹوٹ جائے گا۔ کس کی مجال ہے کہ شاہوہا کے عتاب کا شکار ہونے کے بعد زندگی

بچائے۔"

"خیر میں نے دوستی کے جواب میں تمہیں یہ پیشکش کی ہے۔ باقی خود تمہاری مرضی۔" میں نے جواب دیا اور خاموش ہو گیا۔

اس وقت اجالا پوری طرح بھونا بھی نہیں تھا جب بہت سے لوگ دندناتے ہوئے یہاں گھس آئے اور پھر قید خانے کا دروازہ کھول کر مجھے

نکال لیا گیا۔ اگر میں چاہتا تو کھیل بیس سے شروع کر سکتا تھا لیکن..... جلدی بھی کیا تھی۔ اس لئے میں نے ان لوگوں سے تعاد ن کیا اور ان کے ساتھ

چل پڑا۔

جس جگہ مجھے لے جایا گیا وہ زیادہ در نہیں تھی۔ ایک پہاڑ کا اندرونی حصہ تھا لیکن یہ پہاڑ ایک گول پیالے کی مانند تھا۔ چاروں طرف

دیواریں..... درمیان میں سپاٹ جگہ جس میں سوراخ تھے۔ دیواروں پر بے شمار لوگ لدے ہوئے تھے۔ غالباً یہ تماشبین تھے۔

مجھ اس درمیان جگہ چھوڑ دیا گیا۔ پھر مجھے لانے والے ایک سوراخ سے باہر نکل گئے۔ تمہی مجھے شیر کی دباؤ سنائی دینی اور میری نگاہیں ایک

سوراخ کی طرف اٹھ گئیں۔ سوراخ پر کپڑا چڑھنا ہوا تھا اور اس کے پیچھے دو قد آور شیر نظر آ رہے تھے.....

"دہی پرانے کھیل۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر سوچا۔ لیکن کیا ملکہ ان کھیلوں کو دیکھنے نہیں آئے گی۔

سورج ابھی نہیں نکلا تھا۔ میں ادھر دیکھنے لگا۔ پھر میں نے دھشیوں کی ہنسنائیں سنیں اور میری نظر ایک چٹان کی طرف اٹھ گئی۔ میرا اندازہ

درست تھا۔ ملکہ ہی آئی تھی۔ حالانکہ رات کی سیاہی ختم ہو گئی تھی اور اب چہرے صاف نظر آ رہے تھے لیکن سیاہ ردا ب بھی تاریکی پھیلائے ہوئے تھے

اور ان تاریک چہروں کے درمیان ملکہ بے حد حسین نظر آ رہی تھی۔

میں نے اسے دیکھا۔ اتفاق سے اس کی نگاہیں میری طرف ہی تھیں۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور ملکہ کے چہرے پر غرور و نخوت کی بلیکریں پھروہ بینہ گئی اور میں نے چیخ کر اسے مخاطب کیا۔

"ملکہ شاہولا.. مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟"

چند ساعت خاموشی رہی۔ پھر اوپر سے کسی نے کہا۔ "اس لئے کہ تو ملکہ کا نافرمان اور ستکھانا کا قاتل ہے۔"

"میں نے یہ سوال ملکہ سے کیا تھا.."

"میں ملکہ کے حکم پر تجھے جواب دے رہا ہوں۔"

"پھر اب میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟"

"ملکہ کی نافرمانی کی سزا ملے گی تجھے۔ تجھے ہلاک کیا جائے گا اور اس کے بعد تیرا گوشت ان بھوکے شیروں کو کھلا دیا جائے گا۔" اوپر سے

جواب ملا۔

"تب ملکہ کے پیغامبر۔ ملکہ کو میرا پیغام بھی دے دو میں پانی کے دوسری جانب کا اجنبی۔ تمہاری ملکہ سے کہتا ہوں کہ میری دشمنی مول نہ لے ورنہ.. اسے سخت نقصان اٹھانا پڑے گا۔ وہ مجھے صرف محبت کی نگاہ سے زیر کر سکتی ہے۔ دوسرا کوئی طریقہ نہیں کہ وہ مجھے ہلاک کر سکے۔"

"اوگستاخ۔ اور بد زبان۔ تو مر رہا ہے۔ اگر موت سے بدتر کوئی سزا ہوتی تو تجھے ملکہ کے ساتھ گستاخی پر دی جا سکتی تھی۔ لیکن تجھے پتہ چل جائے گا۔" اور اس شخص کی بات ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ کسی بلندی سے وہی دونوں ویو قامت کو دہراے جو میرے مگر ان بتائے گئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں چکندار لکڑی کے بھالے تھے وہ.. عجیب و حشبانہ انداز میں اچھلے گئے۔

تب میں نے سمجھا کہ ملکہ مصالحت کی زبان نہیں سمجھتی.. اس سے طاقت کی زبان میں بات کرنا مناسب ہے۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد میں تیار ہو گیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے ایک اور فیصلہ بھی کیا تھا کہ لہا کھیل نہیں کھیلوں گا۔ جلد جلد ملکہ کا حوصلہ پست کروں گا۔

وہ دونوں وحشبانہ انداز میں نیزے ہلا رہے تھے اچھل کود کر رہے تھے۔ شاید انہیں سورج کی پہلی کرن کا انتظار تھا اور پھر جو نیلی سورج کی پہلی کرن نمودار ہوئی اور پھر کہیں لکڑی کے نے بجائے جانے لگے۔ اس کے ساتھ ہی دونوں خونخو در آوی دشمنی درندوں کی طرح میری طرف لپکے ان کے لمبے نیزے میرے بدن میں پھوست ہونے کے لئے آگے بڑھنے اور میں نے انتہائی مہارت سے انہیں جھکائی دے کر ان کے نیزوں پر ہاتھ ڈال دیئے۔ اور پھر میں نے ان نیزوں کو خونخاک جھٹکے دیئے اور دونوں نیزے ان لوگوں کے ہاتھوں سے نکال لئے۔ پھر میں نے دونوں نیزوں کو پانا اور انہیں سیدھا کر کے ان دونوں کے سینوں میں بھونک دیا۔ نیزے پوری قوت سے ان کے سینوں میں داخل ہوئے اور دوسری طرف نکل گئے.. یہ سب کچھ اتنی پھرتی سے ہوا تھا کہ دوسرے والے بھی حیران رہ گئے تھے.. وحشیوں کے حلق سے تیز آوازیں نکلیں اور وہ ساکت ہو گئے.. بالکل خاموشی چھا گئی تھی۔

"ملکہ شاہولا.. اب میرے اوپر خون سوار ہو گیا ہے۔ جلدی دوسری کوشش کرورنہ میں ان لوگوں پر پل پڑوں گا.. میں نے چیخ کر کہا..

اس بار تقریباً پندرہ خطرناک سیاہ فام آؤمی مختلف سمتوں سے کودنے ان کے ہاتھوں میں بھی ویسے ہی نیزے تھے اور انہوں نے آتے ہی میرے اوپر تباہ توڑ حملے کر دیئے۔ اس بار سب کو نہیں سنبھال سکا تھا لیکن ایک ایک دو دو کر کے بالآخر میں نے ان کا صفایا کر دیا۔ ان کے نیزے میرے بدن پر پڑے تھے لیکن ظاہر ہے مجھے کوئی نقصان نہ پہنچا۔

اور اب سترہ لاشیں میرے سامنے پڑی تھیں اور ہنگامہ ہو گیا تھا۔ لوگ اب ملکہ کو بھول کر چیخ رہے تھے۔ وہ خود فرود تھے۔

”ملکہ شاہوہ۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔ جلد ہی بھیج دو۔“ میں نے کہا اور اس بار شیروں کا کلبہ کھل گیا تھا۔ میں واقعی جوش میں آ گیا تھا۔ چنانچہ جونہی کلبہ کھلا میں خود ان کی طرف دوڑ گیا اور پھر ایک لمبے شیر نے میرے اوپر چھلانگ لگائی۔ اس کی چھلانگ سے نیچے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ البتہ میں جھک گیا اور پھر میں نے شیر کو زمین پر پھینکنے سے قبل ہی دبوچ لیا۔ میں نے اس کی دونوں ٹانگیں پکڑیں اور ان پر اپنے بدن کی قوت صرف کی۔

شیر کی خوفناک دہاڑیوں گونجنے لگیں اور میں نے اسے درمیان سے چیر دیا۔ جس حد تک میرے ہاتھوں کی لمبائی تھی۔ اس حد تک میں نے اسے چیر کر پھینک دیا۔ شیر کا بدن کانپ رہا تھا اور خون کے چھینٹے دور تک پھیل رہے تھے۔

دشٹیوں کی زبانیں گنگ تھیں۔ سب کے حواس جواب دے گئے تھے۔ میں ان پر مزید باؤ ڈالنے کے لئے خود شیر کے کنبہ کے میں گھس گیا۔ جہاں شیرنی موجود تھی۔ میں نے شیرنی کو بھی اپنے زہ کی جدائی سے نجات دلا دی اور اس میں مجھے کوئی دقت نہیں پیش آئی تھی۔

کنبہ کے میں سخت بد بختی۔ لیکن میں وہیں رک کر اس کا جائزہ لینے لگا۔ میرا انداز درست نکلا۔ وہاں دوسرا دروازہ ہونا چاہیے تھا۔ سو تھا۔ ٹکڑی کا ویسا ہی کنبہ اور بھی لگا ہوا تھا جو بند تھا سو میں نے اسے اکھاڑ پھینکا اور ایک لمبی سرنگ میں داخل ہو گیا جو میرے اندازے کے مطابق باہر جاتی تھی۔ سرنگ بہت طویل نہیں تھی۔ میں اس میں آگے بڑھتا گیا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد میں پہاڑ کی دوسری جانب تھا۔ کھلی ہوا میں آ کر میں نے گہری سانس لیں اور کوئی دلچسپ ترکیب سوچنے لگا۔ جو کچھ میں کر چکا تھا اس کے بعد دشٹیوں کے حوصلے پست ہو گئے ہوں گے۔ اس وقت.....

چنانچہ میں پہاڑی کی بلندی بلے کرنے لگا جس کے اندر وہ جگہ بنی ہوئی تھی۔ اب سورج پوری طرح اٹھ آیا تھا اور جس وقت میں اوپر پہنچا تو..... چمک دار دن نمودار ہو چکا تھا۔ ہستی کے وحشی جھانک جھانک کر نیچے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

سو میں نے زور دار آواز میں کہا: ”اور میں نے وہی کیا جو کہا تھا اور اب تیرا کیا ارادہ ہے شاہوہ! کہ تو اور ہستی کے لوگ میری دشمنی خرید چکے ہیں اور اب میں کیا کر سکتا ہوں سوائے اس کے کہ تم لوگوں کا قتل عام کروں۔“

اور کیا آواز تھی میری پرو فیسر کے لوگوں کے دل دہل گئے۔ بھول گئے اس وقت وہ اطاعت ملکہ کی کہ اپنی جان کی ٹکڑی پڑی تھی اور بھاگے اس طرح سر پر پاؤں رکھ کر کہ بے شمار حادثے ہوئے۔ یوں میں نے ہاتھ بھی نہ ہلایا اور پہاڑی خالی ہو گئی لیکن ملکہ بھی چالاک تھی۔ جڑی ہوئی صورت حال کے ساتھ اس نے بھی رکنا مناسب نہیں سمجھا اور پھر کوئی نہ تھا وہاں سوائے ان لاشوں کے جن میں دو شیروں کی نشیں بھی شامل تھیں۔

تب میں نے ان واقعات کے بارے میں سوچا اور اب کیا کرنا چاہیے مجھے۔ ملکہ کے حواس درست ہوئے ہوں گے یا نہیں۔ لیکن اس

کا فیصلہ تو اس کی قربت نصیب ہونے پر ہی ہو سکتا ہے۔ میں نے سوچا اور پھر اپنے آئندہ قدم کے بارے میں سوچنے لگا کیا میں اس سرزمین کو چھوڑ دوں؟ لیکن وہ خوبصورت عورت اچھی تھی اور مجھے پسند تھی۔

تو پروفیسر۔ میں پہاڑی سے اتر آیا اور بستی کے علاوہ میں کہاں جا سکتا تھا لیکن عالم یہ تھا کہ جب بستی کے لوگوں نے مجھے دیکھا تو چیخنے ہوئے بھاگ نکلے۔ بڑے جری۔ بڑے بہادر لوگ فرار ہو رہے تھے میرے سامنے سے لیکن وہی شخص نہ بھاگا جس نے مجھ سے گفتگو کی تھی اور تنہا۔۔۔ وہ میرے سامنے کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھ کر اس کے چہرے کا ازا ہوا رنگ واپس آیا اور وہ ایک قدم آگے بڑھا آیا۔
"اے عظیم طاقت۔ بدلے ہوئے حالات اور پیش آنے والے واقعات کے تحت یہ تسلیم نہ کرنا حماقت کے سوا کچھ نہیں کہ تو نے وہی کیا جو تو نے کہا تھا۔ لیکن نادانوں کو پہچان نہیں ہوئی اور اب تجھ سے یہی کہا جا سکتا ہے کہ ہمیں معاف کر دے۔"

"ملکہ کہاں ہے؟"

"وہ پوشیدہ ہے اور سامنے آنے کی جرأت نہیں پاتی۔"

"لیکن میں نے اس سے کہا تھا۔"

"بڑے بڑے دانشمند تسلیم نہیں کرتے۔ اس نے بھی نہیں کیا۔"

"تو کیا اب وہ سزا کی مستوجب نہیں ہے؟"

"وہ معافی کی طلبکار ہے"

"اسے میرے سامنے پیش کیا جائے ورنہ بستی کے لوگ میرے قبر سے نہ بچ سکیں گے۔" میں نے کہا۔ وہ شخص سوچنے لگا۔

پھر بولا۔ "لیکن اس وقت تک کی سہلت دے جب تک میں ملکہ سے گفتگو نہ کر لوں۔ کیا تو مجھے اور میری بستی والوں کے ساتھ یہ رعایت کرے گا؟"

"کب تک جواب دے گے؟" میں نے پوچھا۔

"بہت جلد۔ یقیناً بہت جلد۔" اس نے کہا۔

"میں انتظار کروں گا۔ انہی پہاڑیوں پر جہاں تم نے میری قتل کا وہابی تھی۔ لیکن طویل وقت نہیں ورنہ پھر میں تمہاری بستی کا رخ کروں گا۔" میں نے کہا اور اس شخص نے گردن ہلا دی۔ پھر اس نے نہایت عاجزی سے کہا۔

"ایک رعایت اور چاہتا ہوں عظیم ہو۔"

"ہاں کہہ۔ ان لوگوں میں تو اچھا انسان تھا جو قید خانے میں میرے نگران تھے اور کیا میں نے نہ کہا تھا تجھ سے تو ان لوگوں سے الگ رہنا جو

مجھے لہتساں پہنچانے کے لئے متعین کئے جائیں۔"

"کہا تھا۔" اس نے گردن جھکا کر جواب دیا۔

"خیر۔ دوسری رعایت کیا چاہتا ہے؟"

"مجھے اور میرے ساتھ چند لوگوں کو وہ لاشیں اٹھا کر لانے کی اجازت دے جو پہاڑی کے درمیان پڑی ہوئی ہیں۔ بے شک تو ان میں

سے ہر وہ لاش رکھ لے جو تجھے پسند ہو اور جسے تو کھانا چاہے۔ باقی لوگوں کو ہمارے حوالے کروے۔"

"اورد۔ تم اوگ انہیں کھاؤ گے؟"

"ہاں۔ یہ ہمارا مذہبی رسم ہے۔"

"دوست دشمن سب کو تم اسی طرح کھا جاتے ہو؟"

"ہاں۔ دشمن کے لئے اس سے بدترین بات کیا ہو سکتی ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں چبا جائیں اور دوست؟ ہم ان کو اپنی خوراک بنا کر ان کی

وفاؤں کا احترام کرتے ہیں اور انہیں ہمیشہ کے لئے خود میں محفوظ کر لیتے ہیں۔"

مجھے ہنسی آگئی۔ کیا نرالی منطق تھی۔ ایک ہی نسل دوستوں کے لئے محبت کا اور دشمنوں سے نفرت کا تھا۔"

"تو کیا حکم ہے عظیم سو بو۔"

"ٹھیک ہے۔ تم لاشوں کو اٹھو اور چونکہ ان میں کوئی میرا دوست ہے۔ جس کو میں خود محفوظ رکھنا چاہوں نہ کوئی دشمن کہ میں اس کی ہڈیاں

چباؤں۔ اس لئے تم ان میں سے کسی کو میرے لئے مت چھوڑنا اور تمام لاشیں اٹھو لینا۔"

"لیکن سو بو۔ تیری غذا؟"

"تم اس کی پردہ مت کرو۔ میں اپنی کوشش سے زندہ ہوں اور زندہ رہنا چاہتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"جو تیرا حکم۔" اس نے گردن جھکا کر کہا اور پھر بولا۔ "لیکن اگر تو پہاڑوں میں موجود ہوگا تو کوئی یہاں نہ آئے گا اور اس لئے صرف اس

وقت تک جب تک۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ میں پہاڑوں میں موجود نہ رہوں گا۔ بس اب تو جا۔" میں نے کہا اور وہ ابیس مڑ گیا۔ میں دور تک اسے جاتے

دیکھتا رہا تھا اور پھر میں نے ایک گہری سانس لی۔ طاقت کا حکم ابتدا سے مانا جاتا ہے۔ بہر حال اب میں کیا کروں۔ اور اس لئے یہی فیصلہ کیا کہ جنگل

سے اپنے لئے شکار کروں۔ تھوڑی سی اس علاقے کی بھی سیر کروں اور پھر میں پہاڑوں کی اس سمت نکل گیا جہاں آبادی نہیں تھی۔ ہاں

یہ علاقہ بھی بے مثال تھا۔ سب کچھ تھا یہاں پہاڑوں کے دوسری جانب سرسبز جنگل اور ایک بہت بڑی جمیل نظر آرہی تھی۔ جمیل پر بے شمار

پرندے بھی تھے اور میں دلچسپی سے اس طرف بڑھ گیا۔

پتھر کے نشانوں سے پرندوں کا شکار ایک دلچسپ مشغلہ تھا۔ میں نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ آج پرندے کا شکار کروں گا۔

اور پھر تھوڑی دیر کے بعد میں نے پرندوں کا ایک ڈھیر لگا لیا اور خشک لکڑیاں جمع کر کے انہیں بھوننے لگا۔

لفیز پرندے تیار ہو گئے تو میں جھیل کے کنارے آ بیٹھا اور پھر ان سے شغل کرنے لگا میں نے پرندے کھاتے ہوئے ملکہ کے بارے میں سوچا۔ اب اس عورت کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے۔ ظاہر ہے۔ وہ شکست خوردہ ہے اور مجھ سے خونزورہ بھی۔

لیکن پرو فیسر۔ عورت کو صرف ذہنی طور پر شکست دو، جسمانی طور پر اسے زیر کر دو گے تو خود کو بہادر کہتے ہوئے شرم آئے گی کیونکہ وہ بہر حال کمزور ہے۔ ہاں اگر وہ ذہنی شکست کھنا جائے اور وہ دل و جان سے تمہارا دم بھرنے لگے تو ٹھیک ہے۔

”غالباً تمہارے ذہن میں شانہ ہے؟“ پرو فیسر نے درمیان میں... دخل دیا۔

”نہ صرف شانہ بلکہ اس جیسے دوسرے بہت سے کردار تمہیں ان کے بارے میں بتا چکا ہوں۔ یہ کردار میرے دشمن بن کر سامنے آئے۔

لیکن عورت کی حیثیت سے میں نے انہیں اس وقت ہی قبول کیا جب انہوں نے مجھے تسلیم کر لیا۔“

”ایک بات تو بتاؤ۔“ فرزاں بول پڑی۔

”ضرور پوچھو۔“

”کیا تمہاری زندگی میں کوئی ایسی عورت بھی آئی ہے۔ جس نے اپنے طور پر تم سے پارمانی ہو۔ میرا خیال ہے۔ تمہاری داستانوں میں جتنی

عورتیں آئی ہیں۔ بالآخر انہوں نے کسی نہ کسی طرح بقول تمہارے تم سے ذہنی طور پر شکست قبول کی ہے۔“

”چند کردار۔ صرف کردار۔ جنہوں نے آخر تک میری نفی کی ہے۔ لیکن ان کی وہ حیثیت نہ تھی۔ یعنی وہ پسندیدہ عورت نہ تھی۔“

”آہ۔ بات تو وہی ہوئی۔ میں صرف ان عورتوں کی بات کر رہی ہوں جنہیں تم نے پسند کیا ہو۔“

”اس سلسلے میں صرف ایک بات یاد دلاؤں گا۔ بلاشک ایسے کردار بھی میری زندگی میں آئے۔ لیکن پھر میں نے ان کے لئے تک دو کی۔

ایسے حالات پیدا کئے جن کی مدد سے بالآخر وہ میرے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو گئے اور نتیجہ ان کی شکست کی صورت میں ظاہر ہوا۔“

”ایسی کوئی لڑکی یا عورت تمہیں نہیں ملی جس نے آخر تک تمہاری حیثیت اور تم سے شکست قبول نہ کی ہو؟“

”نہیں۔ ایسی کوئی سستی نہیں ملی۔ شاید رونے زمین پر ایسی کوئی عورت پیدا ہی نہ ہوئی ہو جسے میں چاہوں اور وہ میرے قدموں میں نہ آجائے۔“

”تمہارے دل میں ایسی کسی عورت کی خواہش تو ہوگی؟“

”ہاں۔ میں تو زندگی میں تجربات کارسیا ہوں۔“

”چاہا۔“ فرزانہ پرو فیسر خاؤر کی طرف دیکھ کر بولی۔ اس کے انداز میں کسلندی تھی۔

”کیا بات ہے بیٹے؟“

”کیوں نہ ہم تھوڑی دیر آرام کریں۔“

”کیا تم اس کی ضرورت محسوس کر رہی ہو؟“

”ہاں۔“ فرزانہ نے جواب دیا۔

"اور۔ فرزانہ بیٹے۔ ملکہ شاہولا کو آجانے دو۔ اس کے بعد ہم آرام کریں گے۔" پروفیسر خاور نے کہا۔

"نہیں پروفیسر۔ اگر لڑکیاں آرام کی خواہشمند ہیں تو انہیں آرام ضرور کرنا چاہیے میں ان کی پوری پوری دلچسپی چاہتا ہوں۔"

"اچھا۔" پروفیسر خاور نے گہری سانس لی اور پھر وہ تینوں آرام کے لئے اٹھ گئے۔ لڑکیاں پروفیسر خاور سے کافی دور آرام کرنے کے

لئے لیٹ گئی تھیں۔

تھوڑی دیر کے بعد پروفیسر خاور کے خرانے کو بچنے لگے۔ فردزاں اور فرزانہ بھی خاموش لہینی تھیں۔ دونوں جانتی تھیں کہ دوسری نہیں سو

رتتی لیکن خیالات کے طلسم کے ٹوٹنے کی وجہ سے دونوں ہی خاموش تھیں۔

بالآخر فردزاں سے یہ خاموشی برداشت نہ ہو سکی اور اس نے فرزانہ کو مخاطب کیا۔ "باجی کیا آپ سو گئیں؟"

"نہیں۔"

"کچھ باتیں کریں؟"

"نہیں نہیں آ رہی؟"

"نہیں۔"

"تو باتیں کرو۔"

"میں آپ کی اس اچانک مداخلت کی وجہ جاننا چاہتی ہوں۔"

"کیسی مداخلت؟"

"جو آپ نے اس کی کہانی میں کی۔"

"فردزاں۔ تم بچی تو نہیں ہو۔ کیا تم نے اس کی کہانیوں سے کوئی خاص نتیجہ اخذ نہیں کیا۔؟"

"خاص نتیجہ۔"

"ہاں۔"

"سچ باجی۔ آپ کا اشارہ کس طرف ہے میں اندازہ نہیں لگا سکی۔"

"انہی تمام کہانیوں میں اس نے عورت کے کردار کو بہت کمزور بلکہ دوسرے معنوں میں پست پیش کیا ہے۔ اس کے ذہن میں عورت کا

نقد نہیں ہے۔"

"اور۔" فردزاں نے آہستہ سے کہا۔ وہ کچھ سوچنے لگی تھی۔ فرزانہ گردن موڑ کر اسے دیکھنے لگی۔

"کیا تم نے محسوس کیا ہے؟"

"ہاں باجی۔" فردزاں آہستہ سے بولی۔

"کیا عورت اتنی ہی پست ہے؟"

"ہرگز نہیں باجی۔"

"تم مجھے خلوص دل سے ایک بات بتاؤ گی فرزداں؟"

"ضرور باجی۔"

"کیا تم اس کی کہانیوں، اس کی مروانہ و جاہت، اس کے کارناموں سے مرعوب ہو۔ کیا تمہارے دل میں اس کے لئے ایسا جذبہ جاگا ہے

جو کسی عورت کا جذبہ ہو اور جو کسی مرد کے لئے جاگتا ہے۔ دیکھو تم نے خلوص نیت سے سچ بولنے کا وعدہ کیا ہے۔"

"میں آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گی باجی۔"

"مجھے یقین ہے۔" فرزانہ نے کہا۔

"اگر آپ کو یقین ہے تو بھروسہ کریں ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔"

"میری بھی یہی کیفیت ہے فرزداں۔ خدا کی قسم میں بھی اس سے متاثر نہیں ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی کہانیاں بے حد

دلچسپ ہوتی ہیں لیکن بس۔ اس کی ذات نے ہمارے اوپر کوئی اثر نہیں کیا ہے۔"

"یقیناً باجی۔ اور پھر ممکن ہے اس کی کہانیاں سچ ہوں۔ لیکن یہ وحشت کے دور کی بات ہے۔ اس وقت کی جب عورت صرف عورت تھی۔

آج کے حالات بدلے ہوئے ہیں۔"

"میں تو کچھ اور سوچ رہی ہوں۔"

"کیا باجی؟"

"کیوں نہ میں اسے چیلنج کر دوں۔ میں اس سے کہوں کہ وہ اپنے تجربات میں اضافہ کرے۔ ہم ایسی عورتیں ہیں جو اسے قبول نہیں

کرتیں۔"

"باجی۔" فرزداں آہستہ سے بولی۔

"ہاں بولو۔ کیا مشورہ ہے۔"

"پلیز باجی۔ یہ خیال ذہن سے نکال دیں۔ ایسا کبھی نہ کریں۔"

"کیوں فرزداں؟"

"باجی آپ کو احساس ہوگا کہ اس وقت ہم اس کے دست مٹھر ہیں۔ اگر اس نے ہمارے لئے کوشش شروع کر دی تو ہم کیا کر سکیں گے۔"

"زبردستی کر لے تو دوسری بات ہے۔ لیکن جو کچھ وہ کہتا ہے۔ یعنی یہ کہ عورت کو اس نے ہمیشہ اس وقت قبول کیا ہے جب خود عورت نے

چاہا ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے باجی۔ لیکن ہمیں اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔ دیکھیں نا اس کی کم از کم ایک خوبی کا ہمیں اعتراف کرنا ہوگا۔"

"وہ کیا؟"

"اس نے ہم سے کبھی کوئی ایسی بات نہیں کی جو اس کے پست اخلاق کی نشاندہی کرے یا جو معیار سے گرنی ہوئی ہو۔ سوائے اس کے کہ وہ اپنی کہانیوں میں بے باک ہے۔"

"ہوں۔" فرزانہ کچھ سوچنے لگی۔ پھر اس نے گہری سانس لی۔ "ہاں یہ تو درست ہے۔ لیکن کبھی کبھی مجھے اس پر غصہ آ جاتا ہے۔"

"لیکن باجی اصل بات کو تو سب نے نظر انداز کر دیا ہے۔"

"کیا؟"

"کیا ہم ساری زندگی اس کی کہانیاں سنتے رہیں گے۔ کیا ہم یہیں بوزھے ہو جائیں گے۔ کیا تو یہاں رہ کر سب کچھ بھول گئے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے گھر، انہی کا تصور بھی ان کے ذہن سے نکل گیا ہو۔ کیا آپ اندازہ لگا سکتی ہیں کہ ہمیں یہاں کتنا وقت گزر گیا؟"

"کوئی اندازہ نہیں۔ لیکن اس میں قصور پاپا کا بھی نہیں ہے۔"

"کیوں؟"

"تم بتاؤ۔ کیا تمہیں کبھی اس کی کہانیوں سے بیزاری ہوئی ہے۔ کجنت نے ادوار کھولی کر رکھ دیئے ہیں۔ جس ماحول میں لے جاتا ہے یوں لگتا ہے جیسے ہم بھی انہی فضاؤں میں سانس لے رہے ہوں۔"

"ہاں، اور کچھ ہونہ ہوا الفاظ کا جاڑا ضرور ہے وہ۔ لیکن اس کے باوجود پاپا کو کبھی تو کچھ سوچنا چاہئے۔ وہ تو اس طرح مطمئن ہو گئے ہیں جیسے بقیہ زندگی یہیں گزار دینے کا فیصلہ کر چکے ہوں۔"

دلوں لڑکیاں دیر تک اس موضوع پر گفتگو کرتی رہیں اور پھر خاموش ہو گئیں۔ دوسری صبح پروفیسر خاں اسی طرح ہشاش بشاش تھا۔ وہ سامنے آتا تو پہلے سے نکھر ہوا معلوم ہو رہا تھا۔ پروفیسر نے اسے دیکھتے ہی باک لگائی۔ "جلدی آ جاؤ بھئی۔ ساری رات بے چاری شاہولا پہاڑوں میں بھٹکتی رہی ہے۔" تب اس نے ایک بلوریں جگ اور چند خوبصورت گلاس سامنے رکھ دیئے۔

"اور میں ساری رات تمہارے لئے یہ شربت تیار کرتا رہا ہوں پروفیسر۔" اس نے اس گلابی سیال کی طرف اشارہ کیا جس میں ہفت رنگ ذرات تیر رہے تھے۔

"شربت حیات۔" پروفیسر مسکرایا۔

"ہاں۔ میں نے سوچا کہ فرزانہ کو نیند کی شکایت کیوں ہوتی۔ یہ روح حیات ہے اور اسے پینے کے بعد انسان اسی طرح خوش و خرم اور زندگی کی ضروریات سے بے نیاز ہو جاتا ہے جیسے بوقت پیدائش اور پیدائش کے بعد۔" اس نے شربت گلاسوں میں اندازاً اور اس کی مہک نے کسی کو سوچنے کی مہلت نہ دی۔ بلاشبہ انہیں روح میں تازگی کا احساس ہوا تھا۔

”اب جلدی سے شاہولا کے بارے میں بتاؤ۔ کیا ہوا اس بے چاری کا۔“

”میں جمیل کے کنارے پرندوں کے گوشت سے شغل کر رہا تھا اور شاہولا کا خادم بے چارہ مجھے تلاش کرتا پھرتا ہوا تھا۔ پھر میں اسے نظر آیا

اور وہ میرے قریب پہنچ گیا۔ اس کے چہرے کا رنگ زرد ہو رہا تھا۔“

”کیا بات ہے؟“ میں نے اس سے پوچھا۔

”ملکہ شاہولا کہیں روپوش ہو گئی ہے۔“ اس نے سہمے ہوئے لہجے میں بتایا اور میں بغورا سے دیکھنے لگا۔ سہا ہوا شخص جھوٹ نہیں بول رہا تھا۔

”کہاں روپوش ہو گئی ہے؟“ میں نے نرم لہجے میں پوچھا۔

”پہاڑوں میں۔ اس کے ساتھ اس کے خاص خادم بھی ہیں۔“

”ہستی والوں کو معلوم ہو چکا ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”ہاں وہ جان چکے ہیں کہ ان کی ملکہ نے پانی کے اس جانب سے آنے والے سے ٹھکست کھائی ہے اور وہ پہاڑوں میں روپوش ہو گئی

ہے۔“ شاہولا کے غلام نے جواب دیا۔

”تب پھر ان کا کیا رد عمل ہے؟“

”ابھی یہ بات بھولی نہیں ہے لیکن میں نے چونکا۔ ملکہ شاہولا کو جگہ جگہ تلاش کیا ہے اس لئے بہت جلد یہ بات چاروں طرف پھیل جائے گی۔“

”اڑوں۔ ٹھیک ہے۔ تم اسے تلاش کرو۔ میں اس وقت تمہیں معاف کر سکتا ہوں جب تم اسے تلاش کر کے میرے سامنے پیش کر دو گے۔“

”لیکن اس وقت تک، اس وقت تک سمندر کے اجنبی ہمیں ضرور معاف کر دینا جب تک ہم اسے تلاش نہ کر لیں۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے جواب دیا اور شاہولا کا غلام واپس چلا گیا۔

یہ صورت حال میرے لئے بہت سارے واقعات سے مختلف نہیں تھی۔ اس سے پہلے بھی اسی قسم کے دلچسپ واقعات پیش آ چکے تھے لیکن

اس ہستی میں مجھے لطف نہیں آ رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ اس ہنگامے کو چھوڑ کر یہاں سے نکل جاؤں۔

میں نے اپنے اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔ فی الوقت میں نے ہستی کی جانب رخ نہیں کیا تھا اور

واپس انہی پہاڑوں کی جانب چل پڑا تھا۔

پورا دن میں نے ایک پہاڑی چٹان کے سائے میں بسر کیا۔ ہستی والوں کی نجانے کیا کیفیت تھی ان کے درمیان جانا خواہ مخواہ ایک ہنگامے

کی کیفیت پیدا کرنا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ دہشت زدہ ہو کر ادھر ادھر بھاگیں گے کیونکہ وہ کسی بھی طور پر میرے اوپر اعتبار نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہ خود

چور تھے اور مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کر چکے تھے۔ اس لئے اب انہیں میری ذات سے انتقام کا خطرہ ہوگا۔

میں کافی دیر تک اسی طرح اپنی جگہ لیٹا رہا۔ دن کا پچا ہوا گوشت کافی مقدار میں تھا جسے میں نے شام کو بھی استعمال کیا اور کھانا کھانے کے

بعد سونے کے لئے لیٹ گیا۔

نجانے کیوں آج غنودگی کچھ گہری ہی ہو گئی تھی۔ رات کا نجانے کونسا پہر تھا جب میں گہری نیند سے جاگا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میری نیند اتنی گہری ہو جائے گی۔ مجھے احساس اس وقت ہوا جب میرے اوپر کوئی برا وزن آ پڑا۔

میں نے تعجب سے اس وزن کو دیکھا اور حیران رہ گیا۔ وہ پہاڑی چٹان، بس کے نیچے میں سو رہا تھا پوری طرح میرے اوپر آ گئی تھی اور میں اس کے نیچے دبا ہوا تھا۔ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ کوئی انسان بڑی چٹان کے نیچے دب کر زندہ رہ سکتا ہے لیکن میں پھر بھی زندہ تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ یہ چٹان اپنی جگہ سے اکھڑ کیسے گئی۔ ظاہر ہے میں نے اسے اچھی طرح سے نہیں دیکھا تھا لیکن وہ اپنی جگہ ہی ہوئی تو تھی۔ کیا یہ کوئی سازش ہے۔ میں نے سوچا۔

چٹان کا وزن میرے پورے بدن پر تھا اور خاصا باریک محسوس ہو رہا تھا۔ چند لمحات تک میں اپنی جگہ خاموش اور ساکت رہا۔

میں کچھ آہنیں سننے کی کوشش کر رہا تھا اور چٹان کے رخنوں سے مجھے وہ آہنیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ گو با قرب و جوار میں کچھ لوگ موجود تھے اور اس سے میں اس بات کا اندازہ کر سکتا تھا کہ چٹان کو کھسکانے میں انسانی ہاتھ ہی کارفرما تھے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ کوئی ابھری ہوئی چٹان ہو اور اس وقت اس موقع سے فائدہ اٹھایا گیا ہو اور ایسا کرنے والے ملکہ کے معاون ہی ہو سکتے تھے۔

چند ساعت میں آہنیں لیتا رہا پھر میں نے اپنے ہاتھ آہستہ آہستہ کھسکانے شروع کر دیے۔ چٹان اس طرح میرے اوپر گر گئی تھی کہ میرے ہاتھ بھی دب گئے تھے لیکن اس کے بعد میں نے انتہائی توت صرف کر کے اپنے ہاتھوں کو ہلایا اور پھر اپنے ہاتھ چٹان کے نیچے سنبھلنے سے جاملے۔ پھر میں نے اپنے پیروں کو بھی اسی انداز میں سوزا اور چٹان جنبش کرنے لگی۔ اس کے بعد میں نے اسے چاروں ہاتھ پیروں پر اٹھانے کی کوشش کی۔

وزنی چٹان تھی۔ تھوڑی سی زنت ضرور ہوئی لیکن اس کے بعد میں نے اسے اٹھا کر ایک طرف اچھال دیا۔ بے شمار چٹانیں گونجی تھیں۔ چٹان اچھل کر ایک جانب گر پڑی تھی تب میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ تین چار آدمی چٹان کے نیچے دبے ہوئے ہیں اور باقی لوگ بری طرح پہاڑی ڈھلوانوں پر دوڑ رہے تھے۔

میں نے ایک لمحے کے لئے دوڑنے والوں کو دیکھا اور اس کے بعد چٹان کے نیچے دبے ہوئے لوگوں کو۔ جن کے اعضا چور چور ہو گئے تھے۔ تب میں نے دوڑنے والوں کا پیچھا ترک کرنے کا فیصلہ کیا اور جو لوگ چٹان کے نیچے دبے ہوئے تھے انہیں نکالنے کے چٹان کھسکانے لگا۔ دو آدمی تو اسی کوشش میں ہی ہلاک ہو گئے تھے۔ دو بج گئے لیکن ان کے نچلے جسم چٹان کے نیچے دب کر چور چور ہو گئے تھے۔ وہ مجھے سہمی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

”کون تو تم لوگ؟“ میں نے پوچھا۔

”مل..... مل..... ملکہ..... ان میں سے ایک کے منہ سے نکلا اور اس نے دم توڑ دیا۔ دوسرا پہلے ہی دم توڑ چکا تھا۔“

لیکن اس کی اس بات سے اتنا اندازہ ہوا کہ میرا سوچنا درست تھا یعنی ملکہ شاہولا کے ساتھ روپوش ہونے والوں نے ہی یہ حرکت کی تھی۔

بھاگنے والوں میں شاید ملکہ شاہولا بھی ہوگی۔ میں اس بارے میں اندازہ لگانے لگا۔

ایک لمحے کے لئے میں سوچتا رہا پھر مجھے غصہ آ گیا۔ اس کا مطلب تھا کہ یہ عورت ابھی تک اپنی کوششوں میں مصروف ہے۔ میں نے تھوڑی دیر تک کچھ سوچا اور پھر واپس اپنی جگہ پر آ گیا۔ ملکہ شاہوہا کو اتنی کے آدمیوں کے ذریعے تلاش کراؤں گا۔ میں نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا تھا اور دوسری صبح میں نے اپنے اس فیصلے پر عمل کرنا شروع کر دیا۔

میں بستی میں داخل ہو گیا تھا۔ لوگ مجھے دیکھ کر چپے گئے اور تھوڑی ہی دیر کے بعد شاہوہا کا واحد خادم جو ایک طرح سے میرا دوست بن گیا تھا میرے سامنے پہنچ گیا۔ عاجزی و انکساری اس کے چہرے سے ٹپک رہی تھی۔

"سو بو۔ عظیم سو بو۔ تو نے وعدہ کیا تھا کہ تو بستی کا رخ نہیں کرے گا۔"

"ہاں... لیکن ملکہ شاہوہا نے رات کو مجھ پر حملہ کیا ہے اور اب تم اپنی بستی کے لوگوں کو میرا یہ پیغام دے دو کہ وہ کسی بھی قیمت پر شاہوہا کو تلاش کر کے میرے سامنے پیش کریں ورنہ میں انہیں نقصان پہنچاؤں گا۔"

"نہیں... نہیں سو بو... ان کا قصور نہیں ہے۔ ان کا کوئی قصور نہیں ہے۔ تم انہیں معاف کر دو۔ ہاں تمہارا یہ حکم میں ان تک ضرور پہنچا دوں گا۔ تو یقین کر کہ تیرے حکم پر بستی کا بچہ بچہ ان کی تلاش میں مصروف ہو جائے گا۔ تو نہیں جانتا کہ رات کو بستی کے معمر لوگوں نے اتفاق رائے سے یہ فیصلہ کیا کہ شاہوہا، جو انہیں اس مصیبت میں چھوڑ کر چلی گئی ہے وہ کسی بھی طور سرداری کے قابل نہیں ہے اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ سو بو اگر پسند کرے تو ہمارا سردار بن جائے۔"

"ارہ فضول باتیں مت کرو۔ میں تمہارا سردار بننے نہیں آیا۔ آدم خوروں سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ میں صرف شاہوہا کو چاہتا ہوں۔"

میں نے جواب دیا اور ملکہ کے غلام نے عاجزی سے میری طرف دیکھا اور بولا۔

"ہمیں اس کے لئے کچھ مہلت اور دے ہم پوری پوری کوشش کریں گے۔"

"نھیک ہے۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ اسی جگہ جہاں رات کو میرے اوپر حملہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔" میں نے کہا اور بستی سے واپس مڑ گیا۔

میں جانتا تھا کہ ان لوگوں کی ذہنی کیفیت ٹھیک نہیں ہے۔ وہ خوفزدہ ہیں لیکن بہر صورت اب تو مجھے ملکہ شاہوہا کو تلاش کرنے کا جنون ہو گیا تھا۔ میں نے خود بھی دن بھر اسے پہاڑیوں میں تلاش کیا لیکن نہ جانے وہ کہاں روپوش ہو گئی تھی۔ رات کو میں نے اس کے چار آدمی ہلاک کر دیئے تھے۔ بھاگنے والوں کے بارے میں، میں نے اندازہ لگایا تھا کہ چار پانچ ہی مزید ہوں گے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ ملکہ کے آدھے وفادار ختم ہو چکے ہیں اور جو اس کے ساتھ پہاڑوں میں روپوش ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ بستی والے اپنی جان بچانے کے لئے اسے تلاش کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔ میں واپس اپنی جگہ آ گیا اور ان کی کارروائی کا انتظار کرنے لگا۔ ویسے اب میرا دل قطعی طور پر یہاں نہیں لگ رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ شاہوہا وغیرہ کو جنم رسید کر کے یہاں سے کہیں نکل جاؤں۔

اگر میں چاہتا تو یہاں طویل عرصے تک رک کر اسے تلاش کرنے کی کوشش کرتا اور یقیناً کامیاب ہو جاتا۔ بستی والے مجھ سے خوفزدہ تھے

اور اب وہ اسے تلاش کرنے کی پوری کوشش کریں گے چنانچہ وہ کس کس سے چھپے گی لیکن وہ میرے لئے اس قدر دلکش بھی نہیں تھی کہ میں اس کے لئے کوئی خاصی جدوجہد کرتا۔ جنہم میں جائے۔

اس کے بعد دو دن تک میں انتظار کرتا رہا۔ بستی والوں کی جان مصیبت میں تھی۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں۔ شاہوہلا کا غلام برنی طرح پریشان تھا۔ دو بجھے ناکامی کی خبریں سنا تا تھا اور اس کا منہ اس طرح سوکھ جاتا تھا کہ مانو اب جان نکلی۔

آخر کار تیسرے دن میں نے اس کی مشکل حل کر دی۔ اس روز شاہوہلا کا غلام آیا تو میں نے اس سے سختی سے باز پرس کی۔

”اب اور کتنے دن مجھے انتظار کرنا ہوگا؟“

”سو جو۔۔۔ عظیم سو جو۔۔۔ ہمیں معاف کر دے۔ پوری بستی پریشان ہے۔ ملک نے ہمیں جس مصیبت میں پھنسا یا ہے اس کے تحت تو اگر

وہ ہمیں مل جائے تو ہم خود ہی اس کی ہونیاں چاہیں۔“

”لیکن میں کب تک انتظار کروں؟“

”سو جو۔ ہم کیا کہیں۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا سو جو کہ تو ہمیں معاف کر دے۔ ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔ تو ہماری سربراہی قبول کرے۔ تیرے

جیسے عظیم اور طاقتور حکمرانوں کی موجودگی میں ہم بہت خوش رہیں گے۔“

”سنو۔ میرے لئے ایک لمبے نیزے اور ایک تندرست گھوڑے کا بندوبست کرو۔ میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔“ میں نے کہا اور

شاہوہلا کے غلام کو جیسے میری بات کا یقین نہ آیا۔ یا اس نے سوچا کہ اس کے کانوں نے دھوکا کھا لیا ہے۔

”میں نہیں سمجھا سو جو۔“

”میں تمہاری بستی چھوڑ رہا ہوں۔“

”سو جو۔“ وہ کپکپاتی آواز میں بولا۔

”جاؤ۔ جلدی کرو۔“ میں نے کہا اور وہ اس طرح سے سر پٹ بھاگا جیسے اس کے پیروں میں پیسے لگے ہوں۔ ذرا سی دیر میں وہ نگاہوں

سے غائب ہو گیا تھا۔

اب میں نے فیصلہ کر لیا تھا وہ یوں تھا کہ میں اسی پہلی آبادی کی جانب جاؤں اور آبادی کو چھوڑنا ہو اس ہنگام میں واپس چلا جاؤں جس

کے دوسری جانب میں نے کشتی چھوڑی تھی۔ پھر اس کشتی کو ٹھیک کر کے وہاں سے چل پڑوں۔ بس اب میں یہاں نہیں رکتا چاہتا تھا۔

بستی کے بے شمار لوگ آئے تھے۔ ان کے چہرے خوف کی تصویر تھے لیکن وہ نہ جانے کس طرح ہمت کر کے یہاں تک آگئے تھے۔ شاہوہلا

کا غلام میرے لئے سیاہ رنگ کا ایک گھوڑا اور ایک ہانس کا بھال لایا تھا جو اس نے مجھے پیش کر دیا۔

جب ایک کام کرنا تھا تو پھر تاخیر کیسی۔ چنانچہ میں نے گھوڑا سنبھال لیا۔ بھالا اپنے ہاتھ میں لے لیا اور پھر میں گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ ان

لوگوں سے کچھ کہنا حماقت تھی چنانچہ میں نے گھوڑے پر بیٹھ کر اسے ایڑا لگا دی۔ شاندار گھوڑا مجھے لے کر ہوا ہو گیا۔

ویسے میرے کافی دور نکل جانے کے بعد ہی ان لوگوں کو اپنی جان بچ جانے کا یقین آیا ہوگا۔ بہر حال میں برق رفتاری سے ان علاقوں کی طرف چل پڑا جہاں سے مجھے گرفتار کر کے لایا گیا تھا۔ میں نے ودرائے ذہن میں رکھے تھے اور پھر میں نے ذہن سے ساری باتیں نکال دیں۔ اب میں آئندہ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ سمندر کا طویل سفر میرے ذہن پر سوار ہو گیا تھا۔

یوں میں گھوڑے کی پشت پر سفر کرتا رہا اور ان راستوں کو پہچاننے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ دور ہستی نظر آرہی تھی لیکن میں نے اس راستے کو چھوڑ دیا۔ ہاں میں توفا کی جھونپڑی کے پاس سے گزر کر جنگل میں داخل ہوا تھا۔

اس جنگل میں، میں نے کئی بار شکار کھیلا تھا اس لئے اس کے بارے میں، میں بخوبی جانتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دو راستے تلاش کر لیا جس سے داخل ہو کر میں پہلی بار اس علاقے میں آیا تھا۔ آدم خور درختوں کے درمیان سے گزرنے والا راستہ دو راستہ جہاں ان علاقوں کے لوگ نہیں پہنچ سکتے تھے۔ سوائے ان کے جو زندگی بچانے کی آخری کوشش کریں۔ پھر یا تو زندہ بچ جائیں یا پھر ان درختوں کا شکار ہو جائیں۔

لیکن میرا معاملہ دوسرا تھا۔ میں پہلے ہی اسی قسم کے ایک درخت کو ٹکست دے چکا تھا۔ پھر میں نے کوشش کی ہر قسم کی الجھنوں سے بچتا ہوا ساحل تک پہنچ جاؤں۔ چنانچہ میں آگے بڑھتا رہا پھر اس وقت سورج ڈھلنے کے قریب تھا جب میں ان آدم خور درختوں کے درمیان سے گزرا جہاں سے میں پہلے بھی گزر چکا تھا۔ اس وقت ان کی کیفیت عجیب تھی۔

یہاں کے منظر میں خاصی تبدیلی تھی۔ میں نے دیکھا وہ پانچ آدمی تھے۔ پانچ طویل اتھامت آدمی۔ اور میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو وہ سب اس علاقے کے باشندے تھے جو ملکہ کا علاقہ کہلاتا تھا۔

یعنی ان کا تعلق آدم خوروں کی اس چھوٹی سی بستی سے نہیں تھا جس میں اٹھ رہتی تھی۔ وہ پانچوں درختوں کے جال میں پھنسے ہوئے تھے اور اب تو ان کی جینیں بھی رک گئی تھیں گو یادہ مر چکے تھے۔ درختوں کی جڑیں انہیں اپنی گود میں لئے ہوئے ان کا خون چوس رہی تھیں اور بیٹنی طور پر انہیں اس طرف آئے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔ ممکن ہے کچھ زیادہ وقت گزر گیا ہو..... میں نے اس وہشت ناک منظر کو دیکھا اور دلچسپی مجھے اس بڑے درخت کے قریب لے گئی جس میں وہ آدمی پھنسے ہوئے تھے۔

درخت کی بے شمار جڑیں پھیلی ہوئی تھیں۔ ان میں سے کچھ جڑیں میری طرف بھی بڑھیں لیکن میرے دُشمنوں کا حال زیادہ بہتر نہ ہوتا تھا۔ میں نے درخت کی ٹین چار جڑیں اکھیر دیں اور پھر ان میں سے ایک شخص کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس کے بدن پر لپٹن ہوئی درختوں کی جڑیں اس کا خون چوس رہی تھیں۔ میں نے ان درختوں کو کڑکڑا کر کھینچا تو میرے ہاتھ خون میں بھیگ گئے۔

عجیب و غریب ماحول تھا۔ انتہائی وہشت ناک، جڑیں کھلنا شروع ہوئیں۔ غالباً وہ میری طرف لپکنے کو تیار تھیں لیکن ان کا بھی برا ہی حشر ہوا اور میں ان میں سے ایک آدمی کو باہر نکال لانے میں کامیاب ہو گیا لیکن وہ بے سوتھا۔ وہ شخص دم توڑ چکا تھا اور اس کا بدن بالکل پیلا پڑ گیا تھا۔ غالباً جڑوں نے اس کے جسم سے کافی حد تک خون چوس لیا تھا اور اس میں زندگی کی کوئی رقی باقی نہیں تھی ولبتہ غور سے دیکھنے سے یہ ضرور ہوا کہ میں نے جو سچا تھا وہ درست تھا یعنی یہ دوسرے قبیلے کے باشندے تھے۔

دوسرے لمحے میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ کیا یہ وہ لوگ تو نہیں تھے جو ملک کے ساتھی تھے۔ ممکن ہے یہ زندگی بچانے کے لئے یہاں تک پہنچ گئے ہوں۔ غالباً اس رات میں نے ملک کے چار آدمیوں کو ختم کر دیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے سوچ لیا ہو گا کہ اب میرے ہٹلے سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ جو شخص ایک وزنی چٹان کے نیچے دب کر زندہ نکل سکتا ہے اس سے جتنا کوئی آسان کام تو نہ ہو گا اور انہوں نے یہ بھی سوچا ہو گا کہ اب میں ان کاوشمن ہو گیا ہوں لہذا انہیں قتل کروں گا چنانچہ انہوں نے اس کے لئے بہتر یہی سمجھا کہ وہ اس جنگل میں آچھپے اور ان خونخوار دشمنوں کا شکار ہو گئے۔ لیکن کیا وہ خوبصورت ملک بھی کسی درخت کی شاخوں میں الجھی ہوئی ہے۔ میں نے سوچا اور پھر میں نے دور دور تک نگاہیں دوڑائیں لیکن ان پانچ آدمیوں کے علاوہ اور کوئی ایسا شخص نظر نہیں آیا تھا۔ البتہ ایک جگہ میں نے ایک اور منظر دیکھا۔ وہ غالباً کوئی گھوڑا تھا جو درخت کی جڑ میں پھنسا ہوا تھا اور یقیناً مر چکا تھا۔ میں نے اسے قریب سے جا کر دیکھا اس کی بھی وہی کیفیت تھی۔ آدم خور درخت ہر جاندار کو اپنی گود میں جکڑ لیتے تھے اور اس طرح یہ طاقتور گھوڑا بھی ان کی اس گرفت سے نکلنے میں ناکام رہا تھا۔

میں نے ابھر اوجھرو دیکھا لیکن ملک مجھے کہیں نظر نہ آئی۔ اونہہ، جنم میں جائے۔ میں نے سوچا اور اس سارے منظر کو یونہی چھوڑ کر واپس سمندر کی جانب چل پڑا۔ یہاں میری وحشتی آج بھی اسی انداز میں پڑی ہوئی تھی جس میں، میں نے اس سائل پر قدم رکھا تھا۔ اب مسئلہ اس وحشتی کو درست کرنے کا تھا۔ یہاں اس قسم کے اوزار وغیرہ تو تھے نہیں کہ میں اس کی مرمت کر لیتا۔ وحشتی بھی بالکل خراب تو نہیں ہوئی تھی البتہ کافی بوسیدہ ہو چکی تھی۔ چنانچہ میں شام تک سوچتا رہا اور پھر میں نے طے کیا کہ لکڑی کے تختوں کو جوڑ کر ہی کام چلاؤں گا کیونکہ وحشتی کی باقاعدہ مرمت کرنے کے لئے میرے پاس کوئی اوزار نہیں تھا۔ چنانچہ اس رات میں نے سائل کا ایک حصہ آرام کے لئے منتخب کیا اور رات کو کافی دیر تک میں وحشتی کو درست کرنے کی ترکیب سوچتا رہا۔ کوئی خاص ترکیب ذہن میں نہیں آئی تھی کیونکہ درختوں کا صحیح استعمال کرنے کے لئے اوزار نہیں تھے۔ صرف ہاتھوں سے کام چانا تھا اور اس کے لئے میں نے ترکیب سوچ لی۔

دوسرے دن صبح کو میں مصروف ہو گیا۔ میں نے درختوں کی بہت سی موٹی موٹی شاخیں اکٹھا کر لیں اور پھر انہیں تکی تکی اور مضبوط شاخوں سے جوڑنے لگا۔ اس کام میں، میں دو دن تک مصروف رہا تھا۔ پھر میں نے اس وحشتی کو لکڑیوں کے اس بیڑے پر نصب کیا اور پھر لکڑی کی چنگدار شاخوں کو مہڈ کر وحشتی کے آدھے حصے پر ایک چھت بنائی کیونکہ اس بار میں طویل سفر کا ارادہ رکھتا تھا اور وحشتی کو کچھ اور آرام دینا چاہتا تھا۔

میری خواہش تھی کہ میں سمندر کے طویل سفر میں ستارہ شناسی کروں اور اس بار ستاروں سے لمبے عرصے تک سرگوشیاں کرتا رہوں۔ تو جو کام میں نے کیا تھا وہ اس جدید دور سے تعلق نہیں رکھتا تھا۔ میری وحشتی کو بہت قدیم کہا جاسکتا تھا پھر بھی وہ اتنی مضبوط ہو گئی تھی کہ لمبے عرصے تک سمندر میں ستر کر سکے۔ بس انوکھی سی بن گئی تھی یہ۔ یعنی پانی میں لکڑی کے جڑے ہوئے بڑے بڑے لٹھ جن کا ایک چبوترہ سا بن گیا تھا اور وحشتی اوپر ایک پھوٹے سے مکان کی مانند بن گئی تھی جس پر چھت بھی تھی۔

وحشتی کو میں نے آزمائش کے طور پر سمندر میں دھکیلا اور دور تک اتار لے گیا۔ ہر لحاظ سے مناسب تھی۔ پھر میں اسے واپس لے آیا اور دوسری صبح میں نے یہاں سے روانگی کا ارادہ کر لیا۔ رات کو میں جنگل میں دو رنگ گیا اور کئی جانور شکار کئے۔ رات کے آخری پہر تک میں انہیں خشک لکڑیوں پر بھونٹا رہا اور پھر میں نے یہ لذیذ گوشت وحشتی پر بار کر لیا اور وحشتی کا انتقال کرنے لگا۔ اب میرا ذہن خالی ہو گیا تھا۔ میں نے گزرے ہوئے

وانتہات کو بھلا دیا تھا اور صرف آنے والے وقت کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ پھر صبح کی پہلی کرن نمودار ہوئی اور میں نے کشتی کی جانب رخ کیا جو پانی پر چپکولے لکھاری تھی۔

اور پھر میں نے یہ انوکھی سرزمین چھوڑ دی۔ کشتی پانی کی بڑی بڑی لہروں پر ڈولتی ہوئی آگے بڑھنے لگی اور سورج ابھرتا رہا۔ پھر کشتی پر دھوپ پھیل گئی۔ ہوا کا رخ کھلے سمندر کی جانب تھا اس لئے اب چپو نہیں چلانے پڑے تھے۔ چنانچہ میں کشتی کے عرشے پر لیٹ گیا۔ گرم دھوپ میرے بدن کو سینک رہی تھی اور بڑا لطف آ رہا تھا۔ بھٹے ہوئے گوشت کی مقدار میرے پاس موجود تھی۔

سورن ڈھلے میں نے اس سے شغل کیا اور پھر بیٹھ کر اُدبے ہوئے سورن کو دیکھتا رہا۔ بس ایک الجھن تھی کہ کشتی پر باد بان نہیں تھے اور اسے صحیح رخ پر چلنے کے لئے چھو چلانا پڑتے تھے۔ حالانکہ میرے ذہن میں کوئی صحیح رخ نہیں تھا لیکن سفر تو ہونا چاہئے ورنہ اس سے کیا فائدہ کہ دن بھر سفر کر دو اور رات کو ہوا میں پھر دو! بس اس جگہ پہنچا دیں۔

اس کا حل یہی ہو سکتا تھا کہ اب اگر کوئی آبادی نظر آجائے تو ادھر کا رخ اس لئے کیا جائے تاکہ وہاں سے باد بان کے لئے کوئی کپڑا حاصل کر لیا جائے۔ اس سے زیادہ کسی آبادی میں رکنا اب حماقت تھی اور ظاہر ہے کہ اب ملنے والی آبادیاں اس حصے کی طرح پسماندہ تو نہ ہوں گی کیونکہ تہذیب کا بیٹا آگے بڑھ گئی ہے لیکن مجھے اتنا اندازہ ضرور تھا کہ وہ یہاں سے کافی دور ہوں گی اور اس کے لئے کافی سفر کرنا پڑے گا۔

سورن ڈوب گیا تھا پھر تار کی چھاتی چلی گئی۔ میں نے کشتی کو ہواؤں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔ ویسے اندازہ یہ لگا تھا کہ ہوائیں موافق ہیں اور کشتی اس سمت جا رہی ہے جہر میں اسے اب تک لاتار ہا ہوں۔

ان موافق ہواؤں کا یقین کرنے کے بعد میں عرشے پر چڑھ آیا اور اس کے کھلے ہوئے حصے میں آرام سے لیٹ گیا۔ میں نے سونے کے لئے معقول بند بست کر لیا تھا۔ پھر ستارے نکل آئے اور میں ان میں ٹھو ہوا گیا۔ ہم چالیس، پندرہ اور دانشور ستارے میں ان سے رابطہ کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ بہت عرصے میں نے ان سے گفتگو نہیں کی تھی۔ میرے شناسا ستارے میری نگاہوں سے ردپوش تھے اور میں انہیں تلاش کر رہا تھا۔ اچانک مجھے اپنی پشت پر آہٹ سنائی دی۔

حساس کان تھے جنہوں نے یہ آہٹ سن لی ورنہ شاید لہروں کے شور میں مجھے اندازہ بھی نہ ہو پاتا۔

میں ایک دم سے اٹھ گیا۔ تب میں نے ایک انتہائی حیرت انگیز منظر دیکھا۔ میری کشتی پر کوئی اور بھی تھا۔ کوئی انسان۔ یقیناً کوئی انسان، وہ اس جگہ تھا جہاں میں نے گوشت کا ذخیرہ رکھا ہوا تھا اور وہ میری طرف پشت کئے گوشت کے ذخیرے پر جھکا شاید اسے کرید رہا تھا۔

پھر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا اور تاروں کی چھاؤں میں، میں نے دیکھا کہ وہ کوئی عورت تھی۔ میں اچھل کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ عورت کی ہلکی سی چیخ سنائی دی تھی۔ اس کے ہاتھ میں گوشت کا ایک ٹکڑا تھا اور میں اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ وہ ملکہ شاہوالاتھی۔

ہاں بہت ہی حیرت انگیز طور پر وہ کس طرح میری کشتی پر پہنچ گئی تھی۔ میں اسے دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ شاہوالاتھی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ عجیب پر اسرار نگاہیں جن کو میں نے پسند کیا تھا۔ مجھے شدید حیرت ہوئی تھی اور پروفسر تم یقین کرو کہ اس سے زیادہ حیرت شاید ہی مجھے لگتی ہوئی ہو۔ مجھے اس عورت کی آمد کا کوئی پتہ نہ تھا۔ چند ساعت کے بعد جب میں حیرت کے سمندر سے نکلا تو میں نے اس کی طرف دیکھ کر

اس بار جو میں نے سوچا تھا پروفیسر کہ آبادیوں کے ہنگاموں میں خاصا طویل عرصہ گزارا ہے میں نے اور دور رہا ہوں علم و دانش سے سو اب ایک طویل عرصہ ایک صدی یا اس سے زیادہ صرف - مندر پر سفر کرتا رہوں گا۔ ستاروں سے دوستی ہوگی اور ذہنی کار خیز ہی نہ کروں گا اور اس دوران جو علم میں نے حاصل کیا ہے اسے رقم کروں گا۔ سو یہ مشکل نہ تھا کہ میں اپنی تحریر کے لئے ضرورت کا سامان فراہم کروں۔ یعنی کسی بھی آبادی یا کسی ایسے ویران جزیرے سے جہاں درخت اور جانوروں کے سوا کوئی نہ ہو۔ ہاں یہ غلطی ہوئی تھی مجھ سے کہ آدم خوروں کے اس جزیرے سے چلتے وقت میں نے سامان تحریر ساتھ نہیں لیا تھا اور نہیں تھی اس کام کے لئے - مندر سے زیادہ پرسکون والی جگہ کہ اگر جانداروں میں شاہ کیا جائے تو صرف - مندر کی لہروں کو جو رواں دواں ہوتی ہیں۔ لیکن نہ تو ان کی آواز تنہائی میں خلل انداز ہوتی ہے اور نہ متوجہ کرنے کی کوشش کرتی ہیں کبھی مدھم کبھی مست ہواؤں کی غلام لہریں۔

گویا مقصود تھی تنہائی لیکن بد بخت عورت نے یہاں بھی ویچھا نہیں چھوڑا تھا۔ اور جہاں عورت ہو پروفیسر۔ ہاں کوئی دوسری چیز کہاں باقی رہتی ہے کہ خود کو اس کی ٹانگیں ناخس، اس کے عشوے، اس کے غمزے ذہن کو پکڑا دیتے اور پھر فرصت کہاں کسی دوسرے کام کے لئے۔ تو اس عورت کو دیکھ کر میں نے سوچا ستارے خود ہی مجھ سے دور بھاگ رہے ہیں اور وقت نہیں آیا ہے کہ میں تنہائی میں کوئی کام کروں۔ یوں بے بسی سے دیکھ رہا تھا میں اس عورت کو جو اچانک میری کشتی میں نمودار ہوئی تھی اور اب رحم طلب لگا ہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

میں چند ساعت تک اسے دیکھتا رہا اور پھر ایک گہری سانس لے کر میں نے دوسری طرف منہ کر لیا اور مندر کی لہروں کو دیکھنے لگا۔ بلاشبہ مجھے اس کا آنا اچھا نہیں لگا تھا۔ حالانکہ آبادیوں کے ہنگاموں سے دور مندر کی پرسکون آغوش میں ڈوبتی ہوئی اس چھوٹی سی کشتی میں اگر صرف ایک عورت سے واسطہ ہے تو تنہائی بھی نہیں ہوگی اور ہنگامے بھی نہیں ہوں گے۔ گویا اس میں مدغم رہو اور مندر کا لطف بھی اٹھاتے رہو۔ یہ سب کچھ تھا لیکن وہ نہ تھا جو میں چاہتا تھا۔ یعنی مکمل تنہائی اور خاموشی۔۔۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اس سے کلام نہیں کروں گا اور اس سے بے توجہی برتوں گا۔ اسی لئے میں نے اس کی جانب سے گردن پھیر لی تھی کہ وہ سمجھ جائے کہ میں نے اس کی موجودگی قبول تو کر لی ہے لیکن اس سے خوش نہیں ہوں اور اس کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہتا۔ سو اس نے یہی بات کہی اور شاید اس سے مطمئن بھی ہو گئی کہ کم از کم میں نے اسے اٹھا کر پانی میں نہیں پھینک دیا۔ شاید اسے یہی خطرہ ہو۔

اس کی جانب سے بھی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ یوں کافی دیر گزر گئی۔ پھر میں نے پہلو بدلا اور یونہی ہی نگاہ اس پر ڈالی۔ لیکن اسے وہاں موجود نہ پایا۔ تب اچانک میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ کہیں میری بے اعتنائی سے بدل ہو کر اس نے خود کو مندر میں تو نہیں گرا دیا۔ حالانکہ کسی عورت سے اس جرات کی توقع مشکل سے کی جاسکتی تھی۔

پھر بھی میں نے اپنی ہانکی ہوئی چھوٹی سی ساہبان کی جگہ کو دیکھ لینا مناسب خیال کیا اور اس کے نیچے پہنچ گیا۔ وہ خاموشی سے دراز تھی۔ مجھے دیکھ کر جلدی سے پاؤں سکڑے اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ لیکن چونکہ میں اسے دیکھ چکا تھا اور اسے بچھرا کر میں نے پھر اس سے لاپرواہی کا اظہار کیا اور جانور کی ایک کھال اٹھا کر باہر نکل گیا۔ میں نے وہ کھال کشتی کے ایک کونے میں بچھالی اور کشتی کے کناروں سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

نہ جانے کتنی دیر گزری۔ وہ واپس باہر نہیں آئی تھی۔ میں نے بھی توجہ نہیں دی۔ کھانے پینے کی متعدد اشیاء موجود تھیں، بھوک لگے تو کھانا کھا لے گی اور پانی پی لے گی باقی آرام سے پڑی رہے۔ اور اگر اس نے بھی کوئی خاص کوشش نہیں کی تو اب جو پہلی ہنگامی آئے گی اسے وہاں اتار دوں گا اور آگے کی راہ لوں گا۔ وہ زبردستی تو کر نہیں سکتی۔ رات ہوگئی۔ وہ اپنی کنیا سے باہر نہیں نکلی تھی اور مجھے اس پر ہنسی آنے لگی۔ اچھی زبردستی کی مہمان بن گئی ہے۔ کس مزے سے آرام کر رہی ہے۔ رکھوالا جو موجود ہے۔ کیا کیا جائے؟ اور میں نے سوچا ٹھیک ہے عورت اگر تو خود سے مجھے مخاطب نہیں کرے گی تو میں بھی تجھ سے کلام نہ کروں گا خواہ اسی کشتی پر بوزھی ہو جائے۔

رات بہتی رہی۔ پھر چاند نکل آیا۔ میری نگاہیں ستاروں میں گم ہو گئی تھیں اور پھر میں سب کچھ بھول گیا۔ کچھ یاد نہ رہا۔ ستارے نکل گئے تھے اور چاند کے ساتھ آنکھ چھوٹی تھیل رہے تھے۔ سمندر کی آغوش میں سب سے خوبصورت منظر یہی ہوتا ہے۔ پردیفسر۔ بشرطیکہ کھلی پھبت کے نیچے ہوں اور کھکشاں سے اچھپی ہو۔ میں بھی سب کچھ بھٹا بیٹھا۔ اور ستاروں میں اپنے شناسا ستارے تلاش کرنے لگا۔ نیچانے میرے دست ستارے کہاں گم ہو گئے تھے۔ کھکشاں کے عمیق غاروں میں دیر تک جھانکنے کے باوجود وہ نظر نہیں آئے اور میں حیران رہ گیا۔ کیا انہوں نے اپنی جگہ بدل دی ہے یا پھر ان میں بھی فنا نمود ہوتی رہتی ہے؟ حالانکہ صدیوں سے ایسا نہیں ہوا تھا۔ تب میں دوسرے ستاروں کی طرف متوجہ ہو گیا لیکن ایک دم دار ستارہ تو دیر میری کشتی پر ہی موجود تھا۔ ٹھوس کا نشان۔ اس کے قدموں کی آواز نے ستاروں کی طلسم توڑ دیا اور میں اس طرف دیکھنے پر مجبور ہو گیا۔ شاہو لائی تھی۔ مجرموں کے سے انداز میں میرے سامنے کھڑی تھی۔ میں اسے خوشی سے دیکھتا رہا۔ پھر جب میں دیر تک کچھ نہ بولا تو اس نے ہی مرزوقی آواز میں خاموشی توڑ دی۔

"میں تیری خوشی سے اس کشتی پر نہیں آئی اور مجھے معلوم ہے کہ میری آمد سے ناخوش ہے۔ لیکن ازراہ تکلف اور انسانیت مجھے برداشت کر رہا ہے باہر کی ہوائیں غم اور خشک ہیں اس لئے میں نہیں چاہتی کہ تو میری وجہ سے مزید تکلیف کا شکار ہو جائے۔ میں باہر ہوں گی تو اندر جا کر آرام سے لیٹ۔۔۔۔۔ ہاں میں ہواؤں کی گھرائی کروں گی اور اگر سمندر میں کسی خطرے کے آثار نظر آئے تو تجھے اس سے آگاہ کر دوں گی۔"

دل تو چاہا کہ ہنس پڑوں۔ عورت کی روایتی بے وقوفی بول رہی تھی۔ گویا میں اسی کے سہارے تو سمندر پر آیا تھا اور غم ہواؤں کو برداشت نہیں کر پار ہا تھا اور اب وہ جیسے آرام پہنچائے گی اور میرے لئے چوکیدار بن کرے گی۔ لیکن میں ہنسا نہیں اور بھاری آواز میں بولا۔

"میں یہاں ٹھیک ہوں۔ تو اندر جا۔"

"نہیں سو۔۔۔ میں نہیں چاہتی کہ۔۔۔"

"جو کچھ میں نے کہا ہے وہی کر سدا میرے ذہن میں نفرت ابھرا آئے اور میں تجھے شکار بناؤں۔" میں نے سخت لہجے میں اس کی بات کاٹ دی اور اس کی زبان بند ہوگئی۔ وہ اپنی جگہ کمزری کا پتی رہی۔ طمطراق والی ملکہ شاہو لائی اب بھیگی ملی بن گئی تھی۔ میں نے اس عورت کی آنکھیں دیکھی تھیں، بڑنی پر اسرار اور تقاطعی آنکھیں تھیں اس کی جن کامیں نے ظلموں دل سے اعتراف کیا تھا۔ لیکن یہ دوسری بات تھی کہ مجھ پر اثر انداز نہ ہوتی ہوں۔ جبکہ آدم خوروں کے پورے قبیلے نے اس کی برتری تسلیم کر لی تھی اور اس کے ادکامات کی پابندی کرتے تھے اور وہ ان کی حکمران تھی۔ لیکن

اب اس کا غلسم نوٹ گیا تھا اور وہ اپنے دشمن کی مہمان تھی۔ بن بائی مہمان۔ لیکن نہ جانے کیوں اس نے اس کشتی پر آنے کا فیصلہ کیا تھا۔ یہ بات تو وہی بتا سکتی تھی۔ مگر اس سے پوچھتا کون؟

پھر میں نے اسے واپس جاتے دیکھا بڑے ڈونے ڈونے قدموں سے وہ ذرا سی کشتی کے سائبان کے نیچے چلی گئی اور اس کے بعد رات بھر باہر نہیں نکلی اور میں نے سوچا کہ یہ اچھی بات ہے۔ وہ کھاتی پیتی رہے گی۔ میرا کیا جاتا ہے۔ اگر میں اسے گھاس نہیں ڈالوں گا تو مجھے پریشان بھی نہیں کرے گی اور میں ایک طرح سے تنہا ہی رہوں گا۔۔۔ اور پروفیسر یہ بھی سوچا میں نے کہ اگر کسی روز یا کسی رات عورت کی طلب ناگزیر ہو گئی تو اسے کوئی مقام دے دیا جائے گا۔

دن کی روشنی میں اس نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی اور کشتی کے دوسرے کونے میں خاموش بیٹھی رہی۔ کشتی موافق ہواؤں کے دوش پر جا رہی تھی اس لئے میں سائبان کے نیچے جا کر ایٹ گیا اور اپنی آنکھیں موند لیں۔

پھر شام کی خلک ہواؤں نے تباہ کیا تھا۔ میں نے انگریزی کی اور پھر مجھے شاہو لا یاد آئی۔ دیکھنا چاہیے سفید ملکہ کیا کر رہی ہے۔ میں باہر نکل آیا۔ وہ کشتی کے کنارے بیٹھی سمندر کی لہروں کو دیکھ رہی تھی۔ بے پناہ اداسی اس کے چہرے سے جھلک رہی تھی۔ ایک لمحے کے لئے میں نے سوچا کہ تکلف کی دیوار بنا دوں۔ لیکن اس میں کچھ لطف آ رہا تھا۔ اس لئے میں نے قدموں کی آواز پیدا کی اور حسب توقع اس نے چونک کر دیکھا اور پھر اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔۔۔ اس نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے اور میں نے اس کے سونے ہوئے ہونٹوں پر نگاہ دوڑائی۔ لیکن کوشش کے باوجود کچھ بول نہیں سکتی تھی۔

”سائبان میں جاؤ اور کچھ کھا پنیو۔“ میں نے کہا۔

”تب۔۔۔ تمہارے لئے لاؤں؟“ اس نے چھٹی پھنسی آواز میں کہا۔

”نہیں۔ میں تمہارا محتاج نہیں ہوں۔“ میں نے درشت لہجے میں جواب دیا اور وہ خاموش ہو گئی۔ پھر گردن تھکائے وہاں سے سائبان کے نیچے چلی گئی اور پھر ساری رات اس نے وہاں گزاری اور میں نے آخر شماری میں۔

یوں تیسرا دن بھی گز گیا اور یہ سمندر کے سفر کی چوتھی رات تھی اس دوران میں نے ایک بار بھی نگاہ بھر کر اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔۔۔ حسب معمول دن میں، میں سائبان کے نیچے رہا تھا اور رات کو وہ دن کی جھلسا دینے والی دھوپ میں اس کا رنگ سنو لا گیا تھا۔ بال بکھرے رہتے تھے اور ایک عجیب سی ویرانی اس کے چہرے سے چسپاں ہو گئی تھی۔ میں بالکل پرسکون تھا اور اس سے اجنبیت کے سلوک میں تبدیلی کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔ یہ رات بھی دوسری راتوں کی مانند خوش گوار تھی۔ چاند کا سونا پتلہ رہا تھا اور سمندر پر سنہری شفق اتر آئی تھی تبھی کبھی بادلوں کے سائے چاند کے چہرے کا گھونگھٹ بن جاتے اور یوں لگتا جیسے کسی نوبلی دلہن نے شرما کر گردن جھکا لی ہو۔ لیکن ہواؤں کی شرارت دلہن کے چہرے سے گھونگھٹ اٹت ویتی اور حسن کی کرنیں بکھرنے لگتیں۔ بادل اور چاند کی یہ آنکھ چمکی کافی دلکش تھی اور میں اس میں پوری طرح محو تھا کہ اچانک پانی میں جھپکا کا سا ہوا اور میرا خیال ہٹ گیا۔

شاید کوئی شادک پانی میں اچھی تھی۔ ممکن ہے وہ کشتی کے ساتھ ساتھ چل رہی ہو۔ میں نے مچھلی کی سٹائش میں نگاہ دوڑائی۔ کشتی اس جگہ سے تھوڑی دور نکل آئی تھی اور دفعتاً ہی مجھے وہ انسانی ہاتھ سطح سمندر پر ابھرتے نظر آئے اور میں چونک پڑا۔

سوچنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ میں نے پانی میں پھلانگ لگا دی اور برقی رفتار سے اس انسانی بدن تک پہنچ گیا۔ میں نے اسے بازو میں دبا کر سطح پر اٹھایا اور پھر میں نے ایک گہری سانس لی۔ شاہو لائی تھی۔ بالآخر تک آ کر اس نے خودکشی کی کوشش کی تھی۔ میں اسے لئے ہوئے کشتی پر واپس آ گیا۔ اس دوران اس نے کوئی حرکت نہیں کی تھی جس کا مقصد تھا کہ وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ میں نے اسے کشتی میں ڈال دیا اور اس کے پیٹ کا جائزہ لینے لگا کہ اس میں پانی وغیرہ تو نہیں بھر گیا ہے۔ لیکن ایسی بات نہیں تھی بلکہ اس کے برعکس اس کا پیٹ تو اتنا نیچے تھا جیسے کئی دن سے کچھ نہ کھایا یا ہوا۔ اس نے خیال کے تحت چونک کر میں نے اس کا چہرہ غور سے دیکھا اور چہرے کی کیفیات بھی دیکھی تھی۔

تب مجھے وہ حقیقت افسوس ہو اور سچ تو تھا، بن بلائی مہمان، خواہ وہ تہذیب ناشناس اور آدم خور ہی کیوں نہ ہو۔ میزبان بے اعتنائی کے باوجود اس کے گھر میں کیسے دلجمعی سے کھانا سکتی تھی۔ رحم آ گیا مجھے اس پر۔ سو میں اسے اٹھا کر سانپان کے نیچے لے گیا کہ اس عالم میں اس کی حالت گز بھی سکتی تھی اور سمندر کا پانی اس پر اس انداز میں اثر کر سکتا تھا کہ اس کی زندگی ہی چھین جاتی۔ خاص طور سے اس لئے کہ وہ کئی دنوں کی فاق زدہ اور جسمانی طور پر سخت کمزور تھی۔ اس کے بدن کو گرمی اور توانائی کی ضرورت تھی۔ سو میں نے ایک طبی اصول پر عمل کیا۔

اس کا منہ کھول کر پوری طرح اپنے منہ کی گرفت میں لے لیا اور گہری گہری گرم سانسوں کو اس کے بدن میں منتقل کرنے لگا۔

یہی ایک طریقہ تھا۔ فوری طور پر اس کی توانائی بحال کرنے کا اور ہوتا عام آدمی تو شاید اتنی جلدی کامیابی ممکن نہ ہوتی۔ لیکن میرے بدن میں تو آگ موجود تھی اور اس آگ نے اسے دہ حرارت بخشی کہ وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی اور چند ہی ساعت کے بعد اس کے بدن میں کلبلا ہٹ ہونے لگی۔ لیکن میں اسے اسی طرح بدن سے لپٹائے لپٹائے گہرے سانسوں اور جسم کی حرارت اس میں منتقل کرنے لگا۔

تب میں نے محسوس کر لیا کہ اب وہ پوری طرح درست ہو گئی ہے۔ چنانچہ میں نے گرفت ڈھیلی کر دی اور اس کے ہونٹوں سے ہونٹ جدا کر دیئے۔ دو آنکھ کر بیٹھ گئی۔ اب وہ اپنی چمکدار جاوئی آنکھوں سے مجھے گھور رہی تھی۔

”تم نے مجھے چا کیوں لیا؟“ اس نے کہا۔

”تم نے مرنے کی کوشش کیوں کی تھی؟“

”تمہاری نفرت کے ساتھ۔ اس لالحد و دسمندر کی اس چھوٹی سی خشکی پر میں زندہ رہ کر کیا کرتی؟ میں تمہارے لئے قابل نفرت تھی؟“

”انصاف سے سوچو۔ کیا میں اپنی نفرت میں حق بجانب نہ تھا؟“

”کیوں... آخر کیوں؟“

”ارے! تم نے مجھے لڑاکا دھیسوں کے سامنے ڈال دیا تھا، تم نے مجھے بھوکے شیروں کے سامنے چھوڑا تھا اور اس کے بعد بھی جب میں

بچ گیا تو تم نے میرا چھانہ چھوڑا اور میرے اوپر چٹان گرائی۔ ان ساری کوششوں کے بعد کیا مجھے تم سے محبت کرنی چاہیے تھی؟“

وہ گردن جھکا کر سوتے گئی۔ پھر بولی۔ "ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔" اب اس کے لہجے میں افسردگی تھی۔ "خود مجھے ان باتوں کا احساس تھا۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"پھر تم میرے کشتی میں کیوں آئی تھیں؟ اور کیا تم نے مجھے کشتی کے نزدیک دیکھا تھا اور یہ جان گئی تھیں کہ یہ کشتی میری ہے؟"

"ہاں۔"

"تمہیں یہ اندازہ نہ ہوا کہ میں تمہارا دشمن ہوں؟"

"تھا کیوں نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"پھر بھی تم میری کشتی میں آ چھپیں؟"

"اور کیا کرنی.... اس زمین پر بھی تو میرے لئے کوئی جگہ نہیں رہی تھی۔ اگر میں رہتی تو وہ مجھے ہلاک کر کے کھا جاتے۔"

"اوہ۔ کیوں؟"

"ملکہ ہونے کے باوجود میں ان کی حفاظت کرنے میں ناکام رہی تھی۔"

"ہوں۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "لیکن یہ تو بتاؤ تم میری اتنی سخت دشمن تھیں۔ پھر تم نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"بس اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔"

"اور تم بعد میں مجھ پر حملے کیوں کرتی رہیں؟"

"اس لئے کہ اگر تمہیں ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گئی تو تمہاری لاش ان کے سامنے پیش کر کے کہوں کہ بالآخر میں کامیاب ہو گئی۔" اس نے بے خوفی سے جاک بول دیا اور پردہ فیسر۔ مجھے ہلسی آئی۔ اب اس اسحق لاک کی سے اور کیا کہا جاتا۔

"تو شہا ہوا.... یہ بات طے ہے کہ تم میری دشمن ہو۔ اب مجھے بتاؤ کہ تمہارے ساتھ سلوک کیا کروں؟"

"میں کیا کہوں۔"

"اچھا تم سمندر میں کیوں کودنی تھیں؟"

"مرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔"

"کیوں؟"

"بس تمہارے رویے سے اکتا گئی تھی۔ میں نے سوچا تھا کہ یا تو تم مجھے ہلاک کر دو گے۔ سو یہ مرنا مجھے ناگوار نہیں تھا کہ شاید تم مجھے معاف کر دو۔ لیکن تم نے نہ تو مجھے ہلاک کیا اور نہ معاف کیا۔ میں نے سوچا اب خود ہی مر جاؤں۔"

"اس دور ان تم نے کچھ کہا یا بھی نہیں؟"

”نہیں۔“ اس نے گرجاؤں بلادی۔

”کیوں۔ میں نے تو تم سے کہا تھا۔“ میرے اس سوال پر وہ تھوڑی دیر خاموش رہی اور پھر ایک سسکی سی لے کر بولی۔

”میں بے شمار طاقتور جوانوں کی ملکہ تھی۔ میرے ایک اشارے پر وہ میرے لئے ہر چیز کے انبار لگا دیتے تھے لیکن تم نے مجھے دشمن غلاموں

کی مانند کمانے کے لئے کہا تھا۔ سو میں نے نہ کھایا کہ مجھے اپنے دشمن غلام یاد آتے تھے۔“

معصوم تھی، عورت تھی پر وہ فیئر، کمزور تھی اور..... اور دلکش تھی۔ سو میں نے سوچا کہ اب اسے قبول نہ کرنا حماقت ہے۔ رہا اس سے دشمنی کا

سوال تو تم خود سوچو کہ دے زمین پر میں کسی کو دشمن کہاں سمجھ سکتا تھا اور مجال تھی میرے دشمن کی کہ جسے میں دشمن سمجھ کر اس کے درپے ہوں اور وہ میری

مرضی کے خلاف سانس لے۔ سو میں نے سمندر کی آغوش میں اسے قبول کر لیا اور مختلف نہ رہی اس کی کہانی ان تمام کہانوں سے جو بہرہ نئی طویل زندگی

سے چھنی ہوئی ہیں اور جن میں عورت کے سر بستہ راز کھلتے رہے ہیں۔ سو یوں لگتا تھا جیسے اس سے پہلے کسی عورت نے مجھے اس سے زیادہ نہ چاہا ہوگا

اور چاہت کے یہ انداز دنیا کی دوسری عورتوں سے مختلف نہ تھے اور مختلف تھی تو صرف یہ بات کہ اس نے اپنی طویل تر زندگی سمندر پر ہی گزاری۔ ہاں

ایک بار ہم ڈنگی پر اڑے تھے لیکن وہ بھی صرف اس لئے کہ ہاں بنا سکیں اور کشتی کو مضبوط کر سکیں۔ سو میں نے یہ دونوں کام کر لئے اور ضرورت نہ تھی

اس بات کی کہ ڈنگی کا رخ کروں اور آبادیوں کے ہنگاموں سے دور سمندر کی پرسکون آغوش میں چاند ہم دونوں کو پیار کرتے دیکھتا تھا اور بڑا تعاون

کرتی تھی شاہو! مجھ سے کہ اختر شہاری کے اوقات میں یا اپنی کتاب کی تکمیل کے وقت صرف وہ میری ضروریات کا خیال رکھتی تھی اور ظل نہ دیتی تھی

میرے معاملات میں۔ لیکن خود زندہ تھی وہ میری پھول کی طرح کھلی جوانی اور اپنے بڑھا پے سے کہ اس کے بالوں کا رنگ سفید ہونے لگا تھا اور کسے

ہوئے بدن میں جھریاں نمودار ہونے لگی تھیں، احساس کمتری کا شکار شاہو! اب حسرت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہتی تھی لیکن میں نے آج تک

اس سے بیزاری کا اظہار نہیں کیا تھا کیونکہ بہر حال اس نے اپنی ساری جوانی میرے ساتھ گزاری تھی۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ اب اس میں نہ جوانی

کی اہمیتیں رہ گئی تھیں اور نہ جذبہ بات۔ اب وہ ایک بوڑھی اور سرد عورت تھی جبکہ میں آگ کی مانند جوان تھا کیونکہ آگ تو میرے رنگ و پے کی محافظ تھی

اور پروفیسر شاہو! بھی ان خوش نصیب عورتوں میں سے تھی جنہوں نے میرے ساتھ جوانی کا آغاز کیا ہوا اور میری معیت میں بوڑھی ہو کر جان دے

وی ہو۔ بہت کم عورتوں کو یہ شرف حاصل ہو سکتا تھا۔

شاہو! بھی مر گئی اور میں نے کسی بھی جذبے کے بغیر اس کی ایش اٹھا کر سمندر میں ڈال دی۔ میں پرسکون تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ شاہو!

موت کے نزدیک ہے اور ایک دن اسے مر جانا ہے۔

اس کی موت کے بعد میں اسے بھول گیا کہ صدیوں سے واقعات کو بھلانے کا عادی تھا اور ان پر غمگین یا خوش نہیں ہوتا تھا۔ ہاں تنہائی کے

اس سفر میں، میں نے اکثر سوچا تھا کہ اب ہنگاموں سے دور کافی زندگی گزر گئی ہے پر وہ فیئر... گو میرے اندر انسانی جذبہ بات اتنے شدید نہیں ہیں

جتنے عام انسانوں میں ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود کبھی کبھی میں عام انسانوں کی مانند ہی سوچنے لگتا ہوں۔ تم لوگ پروفیسر! بعض معاملات میں

بہت بہتر ہوتے ہو۔ تمہاری زندگی میں بیجان ہوتا ہے، تمہیں ہر کام کی جلد بازی ہوتی ہے کیونکہ تمہاری عمر مختصر ہوتی ہے اور تمہیں یقین ہوتا ہے کہ تم

جوان ہو گے، بوڑھے ہو گے اور سرفراز ہو گے۔ گویا تمہارنی ایک منزل ہوتی ہے لیکن وہ جس کی کوئی منزل ہی نہ ہو زندگی بعض اوقات اس کے لئے کتنی کٹھن ہوتی ہے یہ میں جانتا ہوں۔ مجھے معلوم تھا کہ اوور فٹم ہوتے جائیں گے، کہانیاں جنم لیتی رہیں گی اور ہم تو زویں گی اور میں اوور کے اس منصور میں پھنسا رہوں گا۔ ان اوور کا کوئی اختتام نہیں ہے۔ گو میں اوور کی منت خنی دلچسپیوں میں گم ہو کر خود کو مطمئن کر لیتا تھا لیکن بعض اوقات دل کچھ نہیں چاہتا تھا اور اس وقت ایسی شدید بیزاری طاری ہوتی تھی کہ ذہن کام کرنا ہی چھوڑ دیتا تھا۔

کشتی کے سفر میں ان دنوں یہی بیزاری میرے اوپر طاری تھی۔ ستارے، سب کے سب جانے پہچانے، جن کی داستانیں ختم ہو چکی تھیں۔ چھوٹی اور دیو پیکر لہریں جو ایک ہی گیت گنگنائی رہتی تھیں۔ اب تو سمندر کی جانب نگاہ اٹھا کر دیکھنے کو دل بھی نہیں چاہتا تھا۔ سوان حالات میں اوچا میں نے کہ اب آباوی کا رخ کیا جائے اور زندگی کو دیکھا جائے کہ کون سی منازل طے کر چکی ہے۔ کشتی بھی بوڑھی ہو چکی تھی اور جگہ جگہ سے بوسیدہ ہو گئی تھی۔ میرے ذہن میں صرف وہی راستے تھے۔ یا تو اس کشتی میں سو جاؤں، جب تک یہ تھیلوں سے لڑتی رہے ٹھیک ہے ورنہ پھر اس کے بعد سمندر کی تہ میں جا سوں گا اور ایک طویل نیند لوں گا جو میرے ذہن سے کسمندی دور کر دے۔

لیکن سونے کے سلسلے میں بھی میں پر خلوص نہیں تھا۔ ابھی سونے کو دل بھی نہیں چاہ رہا تھا۔ تب میں نے فیصلہ سورج پر چھوڑ دیا۔ میں نے سوچا تین سورج دیکھوں گا۔ اگر کوئی خشکی نظر آئی تو اس کی جانب بڑھوں گا اور اگر تین سورج گزر جانے کے باوجود خشکی نظر نہ آئی تو پھر کشتی میں سو جاؤں گا اور خود کو واقعات کے لئے چھوڑ دوں گا۔ ایسے فیصلے مجھ جیسے انسان کے لئے سکون بخش ہوتے تھے۔ چنانچہ میں سورج گزارنے کا انتظار کرنے لگا۔

اور میں نے جو کہا تھا پروفیسر کہ اگر فیصلہ حالات پر چھوڑ دیا جائے تو نتائج بہتری نکلتے ہیں اور انسان سوچ لیتا ہے کہ جو ہوا ہے بہتر ہی ہوا ہے۔ ابھی دوسرا سورج عروج کو پہنچا تھا کہ میری نگاہ سمندر کی آخری لیکر پر جا گئی۔ بلاشبہ یہ بادل نہ تھے کیونکہ کالے بادل سمندر سے اس طرح بلند نہیں ہوتے۔ وہ دھواں تھا، گہرا اور گاڑھا سیاہ دھواں، دل کے دل اٹھ رہے تھے۔ ظاہر ہے یہ دھواں سمندر سے بلند نہ ہو رہا ہوگا، خشکی، سورج کا انعام۔ اس پر پھر وہ سے کانتیج۔ میں نے کشتی کے بادبانوں کا رخ بدلا اور دھوئیں کی راہ پر چلنے لگا۔ جس طرح دھوئیں کے غٹ انھ رہے تھے ان سے اندازہ ہوتا تھا کہ یا تو جنگل کے درختوں میں آگ لگی ہوئی ہے یا پھر ممکن ہے کوئی آتش فشاں، آتش نشانی کے بعد دھواں اگل رہا ہے۔

لیکن آتش فشاں کا خیال تھوڑی دیر کے بعد ترک کر دینا پڑا کیونکہ دھواں اگر آتش فشاں سے اٹل رہا ہوتا تو اس کا منبع ایک ہوتا، جگہ جگہ سے دھوئیں کے مرغولے اٹھ رہے تھے اور دور تک پھیلتے چلے جا رہے تھے۔ یقیناً جنگل کی آگ ہے تو کیا اس جنگل کے نزدیک کوئی بستی بھی ہے؟

دور کے خیالات بے پناہ تھے اور خیالات کا کیا ہے جو دل چاہے قائم کر لو، حقیقت تو قریب پہنچ کر ہی معلوم ہو سکتی تھی چنانچہ بادبانوں کی مدد کے لئے اور اس جگہ جلدی پہنچنے کے خیال سے میں نے ہتھوڑ بھی سنبھال لئے اور میرے بازو تیزی سے ہواؤں کو کانٹے لگے۔ کشتی اب ایک سیدھے تیر کی طرح مظلوم جگہ کی طرف بڑھ رہی تھی اور ہوائیں یہ سفر اتنی تیزی سے طے کرانے کی اہلیت نہیں رکھتی تھیں۔ جو میں نے تھوڑی دیر کے بعد طے کر لیا اور اب میں دور سے بستی کے آثار دیکھ رہا تھا۔

دھڑا دھڑا جلتی ہوئی بستی اب صاف نظر آنے لگی تھی۔ کپے اوٹے نیچے مکانات آگ کے تاریخی شعلوں میں گھرے ہوئے تھے اور انہیں

سے شعلے اور دھواں بلند ہو رہا تھا۔ پھر میں نے کچھ اور دیکھا۔ سمندر کے ساتھ لکڑی کا عظیم الشان پل بنا ہوا تھا۔ سونے سونے شہتروں سے بنا ہوا پل جو بے حد شاندار اور جدید تھا۔ آج تک میں نے جہازوں کو لنگر انداز کرنے کے لئے ایسا پل نہیں دیکھا تھا لیکن انیسویں صدی میں بھی آگ پکڑ چکا تھا اور اس کا ایک حصہ آگ کی لپیٹ میں آ گیا تھا۔

کشتی اب ہستی کے اتنے قریب پہنچ چکی تھی کہ آگ کی تپش صاف محسوس ہو رہی تھی اور ہوا میں کچھ بڑھتی نہیں تھی۔ یہ گوشت جلنے کی تھی۔ ہستی ہے تو انسان بھی ہوں گے اور جانور بھی لیکن انیسویں صدی میں لپیٹ میں تھے اور ان کے زندہ بدن سلگ رہے تھے۔ کچھ اور قریب پہنچ کر ایک اور خیال بھی آیا۔ نہ انسانوں کے شور کی آواز میں تھیں نہ جانوروں کے۔ بس آگ کی بھرا بھرا ہتھی جو بہر حال اتنی تیز نہیں ہوتی کہ انسانوں کے چیخنے اور کراہنے کی آوازیں کو دبا سکے۔

تو کیا ہستی کے سارے انسان نذر آتش ہو گئے، اس کا مطلب ہے آگ کئی دن سے لگی ہوئی ہے اور اپنی تباہ کاریاں پوری طرح پھیلا چکی ہے۔ یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ انسانوں نے آگ کو بے قابو ہوتے دیکھ کر ہستی چھوڑ دی ہو اور کہیں دور پناہ لے لی ہو اور اس وقت یہ شہر خالی ہو۔ ہاں وہ جو آگ کا شکار ہو چکے تھے زندگی کے ہنگاموں سے دور سلگ رہے تھے اور ان کے گوشت کی چراغ بھیل رہی تھی۔

کشتی کو پل کے بالکل نزدیک لے جانے کے بعد میں نے باہر اٹار دیا۔ قیامت کی آگ تھی۔ میرا بدن آگ کی جانب پلکنے لگا۔ میرے مسامات نے بھوکی مچھلیوں کی طرح منہ کھول دیا اور آگ کی طلب کرنے لگے۔ سرور کی ایک انوکھی کیفیت میرے رگ و پے میں پھیلنے لگی۔ تب میں نے کشتی چلتے ہوئے پل سے لگا دی۔ میں اس پل کو دیکھ رہا تھا جسے جدید انسانوں نے بڑی محنت سے تیار کیا ہوگا لیکن اب ان کی محنت اکارت ہو چکی تھی۔ تیز دھاؤں نے آگ کو لکڑی کے پل کے ریشے ریشے میں اتار دیا تھا۔ سو میں نے اپنی کشتی کو بھسی الو وار کبہ دیا جو میرا ساتھ دینے والی عورتوں کی مانند بوزی ہو چکی تھی۔ یقیناً آگ کا کوئی شعلہ اس پر بھی مہربان ہو جائے گا اور اسے طویل زندگی کے بوجھ سے نجات دلا دے گا پھر میں نے ایک جلتے ہوئے شہتیر کو پکڑا اور اس پر چڑھنے لگا۔ درحقیقت بہت پر اہل آگ تھی۔ زندگی اور جوانی سے بھرپور۔

شعلوں کی زبانیں میری جانب لگیں اور پھر مانوس بدن کو پا کر پرسکون ہو گئیں اور ہولے ہولے مجھے چائے لگیں لیکن لکڑی کا نامر اور شہتیر آگ سے اتنا ناکارہ ہو چکا تھا کہ میرا مختصر بوجھ بھی نہ سہارا سکا اور اس طرح ڈب کر نیچے گرا کہ میں بھی اس کی لپیٹ میں آ گیا اور کشتی بھی۔ میں کافی بلندی سے نیچے گرا تھا۔ گو میرا کچھ بھی نہیں بگڑا تھا لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں آئی تھی۔ اب از سر نو محنت کرنا تھی۔ چنانچہ آگ کے غسل کے بجائے مجھے ہستی کے حالات معلوم کرنا تھے۔ ممکن ہے میں کسی ذی روح کی جان بچا سکوں۔

اس بار میں نے اس حصے کا رخ کیا جہاں ابھی آگ نہیں پہنچ سکی تھی۔ ہاں اس طرف براہ ضرورت ہی تھی۔ میں نے پانی میں ڈبے ہوئے سونے ستون کو پکڑا اور اوپر چڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں پل پر تھا۔

لکڑی کے چوڑے چوڑے تختوں کو جوڑ کر لمبی سڑک بنائی گئی تھی۔ لیکن یہ سڑک بھی جگہ جگہ سے آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں تھی اور سڑک میں بڑے بڑے آگ اگلنے والے سوراخ بن گئے تھے۔ ان سوراخوں سے مجھے پختا تھا کیونکہ یہ مجھے واپس پانی میں پہنچا دیتے۔ بہر حال میں اس

سڑک پر دوڑنے لگا۔ ویسے ہی بنانے والوں کو میں دل ہی دل میں داد دے رہا تھا۔ بلاشبہ یہ انسانی محنت کا عظیم کارنامہ تھا لیکن دکھ کی بات تھی کہ اس طرح آگ کی نذر ہو گیا۔

سڑک عبور کر کے میں بستی کے قریب پہنچ گیا۔ سامنے ہی مکانوں کی تظار نظر آ رہی تھی لیکن سب کے سب آگ کی لپیٹ میں تھے۔ ان مکانوں میں سے ایک کے سامنے مجھے ایک انسانی جسم نظر آیا لیکن اس طرح کہ اب اس میں سے نم گوشت کا جھواں چراغ کے ساتھ اٹھ رہا تھا۔ اس کے خدو خال تکمیل چکے تھے اور اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا۔ میں وہاں سے اندر کی جانب چل پڑا۔ مکانات قطار سے بنے ہوئے تھے اور ان میں ایک خاص سلیقہ نظر آتا تھا۔ جانوروں اور انسانوں کی لاشیں جا بجا بکھری ہوئی تھیں۔ ان میں بہت سی آگ میں جل کر سخی ہو گئی تھیں۔ بہت سی ایسی تھیں جن تک آگ نہیں پہنچی تھی۔ ایسی ہی لاش کے پاس جا کر میں اس پر جھبک گیا۔ لاش کے گردن خون پھیلا ہوا تھا اور میں اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ یہ سب ماجرا کیا ہے؟

میں نے اٹھ کواٹ پلٹ کر دیکھا۔ اس کا پیٹ ناف سے لیکر سینے تک چرا ہوا تھا اور تختی باہر نکلی پڑی تھی۔ یقیناً یہ کسی دھماکا دار آلے کا کارنامہ تھا اور صورت حال کسی حد تک میری سمجھ میں آنے لگی۔ یہ کسی جنگ، کسی تخریب کاری کا نتیجہ ہے۔ جنگ میں فتح پانے والوں نے نہ صرف انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا بلکہ پورے شہر کو آگ لگا دی۔ اور میری تجربے کا رنگہوں نے صورتحال کا بالکل صحیح جائزہ لیا تھا۔ جوں جوں میں اندر داخل ہوتا گیا مجھے ایسے ہی نشانات ملتے گئے۔ کئی جگہ گھوڑوں کی لاشیں بھی ملیں جن کے ساتھ ان کے سوار بھی تھے اور یہ سوار آہن پوش تھے۔ ان کے جسموں پر فولادی بکتر بھی تھے جو ہتھیاروں کو روکنے کے لئے ہی استعمال ہوتے تھے۔ ان کے نزدیک ان کی چوڑی تلواریں اور ڈھالیں بھی پڑی ہوئی تھیں۔ بعض سواروں کے نزدیک انتہائی تیز اور عمدہ اپنی والے نیزے بھی پڑے ہوئے تھے۔

یقیناً یہ حملہ آور تھے جنہیں شہریوں نے قتل کیا ہوگا۔ ظاہر ہے شہریوں نے بھی اپنی حفاظت کے لئے ہاتھ پاؤں تو ہلائے ہوں گے لیکن سواروں اور گھوڑوں کی تعداد بہت معمولی تھی۔ ہاں شہریوں کے کشتوں کے پٹے لگے ہوئے تھے۔ ان میں کوئی تخصیص نہیں تھی۔ مرد، بچے، بوڑھے سبھی تھے۔ حملہ آوروں نے کسی کو نہیں چھوڑا تھا جس سے ان کی سفاکی اور درندگی کا اندازہ ہوتا تھا۔ تعجب کی بات یہ تھی کہ پورے شہر میں ایک بھی زندہ موجود نہ تھا۔ دکانیں، بازار اجڑے پڑے تھے۔ ایشیا، سو جو تھیں، کچھ جل چکی تھیں، کچھ جل رہی تھیں لیکن کوئی زخمی بھی موجود نہیں تھا۔ لاشیں اور صرف لاشیں۔ جس طرف بھی نگاہ جاتی لاشوں کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ ان میں بے شمار لاشیں جل چکی تھیں اور آگ جہاں جہاں پھیلتی جا رہی تھی سب کچھ جلا جا رہا تھا۔

شہر کافی طویل و عریض تھا لیکن کسی زندہ انسان کی تلاش میں ہر گلی کوچے سے گزر رہا تھا۔ پھر مجھے سرخ پتھروں سے بنا ہوا ایک خوبصورت محل نظر آیا اور میں آگ سے جلتے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔

وسیع و عریض محل کے مختلف حصوں میں بھی آگ روشن تھی۔ یہاں بھی پچے پچے پر لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ انسانوں کی تباہی کے ایسے خوفناک مناظر بہت کم دیکھنے میں آتے ہیں پروفیسر..... میں لگتا تھا جیسے اس جلتے ہوئے شہر میں کسی فرد کو بھی زندہ نہیں چھوڑا گیا ہو۔ محل سے بھی باہر

میں نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی اور یونہی کھڑا رہا۔ پھر وہی شخص جس نے اس کی سربراہی کی تھی اور جس کے سر پر دو سینک اگے ہوئے تھے یا پھر اس نے اس قسم کا خود پہنا ہوا تھا جس کے دونوں جانب تیل کے دو سینک انجرے ہوئے تھے، آگے بڑھا آیا۔ وہ خونخوار نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا اور اس کی خونخوار آنکھوں سے سرخ چنگاریاں سی نکل رہی تھیں۔

"اے شخص، آگے آ۔" اس نے مجھ سے تھوڑے فاصلے پر کھڑے ہو کر کہا لیکن میں نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کی تھی۔ ان خونخوار لوگوں کے درمیان میں نے بھی طاقت کی زبان استعمال کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ جب میں نے اس کا حکم نہیں مانا تو اس نے بے چین نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور پھر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور پھر پہلے سے زیادہ کڑھت لہجے میں بولا۔

"اسپاکیہ کے رہنے والے! تو نے میری بات نہیں سنی؟"

"سنی ہے میں نے۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔

"تو پھر سچمیں کیوں نہیں کی؟" وہ غرایا۔

"میں اس کی ضرورت نہیں سمجھتا۔"

"اود، اود۔ تو جانا ہے، تو جاتا ہے کہ موت تیرا مقدر ہے اس لئے من مانی کر رہا ہے۔ سنا بہادر، آدمی موت کے وقت کافی بہادر ہو جاتا ہے۔ سو اسپاکیہ کا یہ سنہرا جوان بھی بہادر ہو گیا ہے لیکن اسے نہیں معلوم کہ دنیا میں چند لمحات کی زندگی پانے کے لئے بھی جدوجہد کی جا سکتی ہے۔ ممکن ہے اتے تھوڑی سی زندگی اور مل جانی، جو اب نہیں ملے گی اور یہ اس کی دوسری کی سزا ہوگی لیکن....." وہ اچانک رک گیا، مجھے گھورتا رہا، پھر بولا۔

"لیکن "خدائی قبر" کے نام کی خیرات میں اسے ایک موقع اور دینا چاہتا ہوں۔ اسپاکیہ کے جیلے آگے بڑھا اور میرے گھوڑے سے دو ہاتھ کے فاصلے پر رک جا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ فاتح اعظم تجھے تیرے انوکھے ہونے کا انعام تیری زندگی کی پھل میں بخش دیں کیونکہ تو سنہرا ہے اور ایسے لوگ کم دیکھنے میں آتے ہیں اور شاید تجھے علم نہیں کہ "خدائی قبر" بعض اوقات دشمنوں پر بھی مہربان ہو جاتا ہے اور انہیں زندگی بخش دیتا ہے جنہیں اس کی امید نہیں ہوتی۔"

"خدائی قبر۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں.. اور تیری پس و پیش تیرے اوپر عرصہ حیات تک کر رہی ہے۔"

"میں تیرے سامنے ہوں۔ بول کیا کہنا چاہتا ہے؟"

"گو یا تو حکم عدولی کر رہا ہے؟"

"یہی سمجھ لے۔"

"اود، تو پھر سن، ظاہر ہے میں تجھے یہاں قتل نہیں کروں گا لیکن اس حکم عدولی پر، اس نافرمانی پر مجھے یہ حق پہنچتا ہے کہ اس رقی سے جس سے باندھ کر تجھے لانے کے لئے کہا گیا ہے، تجھے باندھ کر اس کا دوسرا سرا اپنے گھوڑے کی کمر سے باندھ لوں اور اس طرح تجھے لے جاؤں کہ

کھروڑے میدان میں تیرے پورے بدن کی کھال جگہ جگہ چپک جائے اور تیرے بدن سے نکلنے والے خون کی لکیریں ردا کے نشان بناتی چلی جائیں۔ اور خدائی قبر کی قسم! میں ایسا ہی کروں گا۔"

"خوب۔ تیرا کام ہے جس طرح چاہے کر۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس سے قبل کچھ باتیں اور ہیں۔"

"وہ بھی کہہ دے۔" میں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔ میری یہ مسکراہٹ ان کے لئے بڑی تکلیف دہ تھی۔ وہ بے چینی سے اپنے

ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگتا تھا۔ شاید اپنی اس سبکی کا احساس ہوتا تھا اسے اور وہ سوچتا تھا کہ اس کی شخصیت میرے لئے مرعوب کن نہیں ہے۔ بلکہ ایسے فاتح لشکر کے ایک جوان سے یہ بے اعتنائی۔

"کیا تو حواس میں ہے؟" اس نے گرج کر کہا۔

"تجھے کیا محسوس ہوتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے تو تو خطبہ الحواس معلوم ہوتا ہے اور یوں لگتا ہے جیسے اپنے شہر اور اس کے لوگوں کا حال زبوں دیکھ کر تیرا دماغ الٹ گیا ہو اور نہ صحیح

الدماغ..... وہ جو خدائی قبر سے واقف ہوں، اس کے کسی غلام سے اس طرح گفتگو کرنے کی جرأت نہیں کرتے۔"

"جو کچھ تجھے محسوس ہوتا ہے، وہ تیرا کام ہے۔"

"کیا تو نے اس وقت ہماری آواز نہیں سنی تھی جب خدائی قبر کے نام پر حکم دیا جا رہا تھا کہ کسی مکان یا گلی کو نے میں کوئی ذی روح موجود نہ

رہے، سب باہر نکل آئیں۔ اگر تو نے یہ آواز سنی تھی تو جواب دے کہ حکم عدوانی کس طرح کی؟"

"اتنی طرح، جس طرح اب کی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اور، اور تمہیں اپنے جرم کا احساس نہیں۔"

"نہیں۔" میں نے دلچسپی سے جواب دیا۔

"سناتم لوگوں نے..... اور اس کے باوجود اسے صحیح الدماغ سمجھتے ہو۔ ارے یہ تو سوچو کہ اگر یہ صحیح الدماغ ہوتا تو کبھی اس جلتے شہر سے باہر

نکلنے کی کوشش نہ کرتا اور کسی ایسی جگہ ٹھہر جاتا جہاں آگ نہ پہنچ پاتی۔ پھر جب ہم یہاں سے چلے جاتے تو یہ زندگی بچانے کی جدوجہد میں مصروف ہو جاتا اور اس طرح اس کی جان بچ جاتی۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو سردار۔" اس کے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا۔

"تو پھر اب سوچنا کیا معنی رکھتا ہے۔ اس کی گڑبگ میں رسی کا پھندا ازالہ دو اور پھندا ن کے دوسرے سرے کو میرے گھوڑے کی پشت

سے باندھ دو کہ میں نے اس کی قسم کھائی ہے جس کی ایبت سے زمین و آسمان کا نپتہ ہیں۔"

"لیکن ہو گا اس کا الٹا۔ سناتم نے۔ سو میں تم چاروں کو تمہارے گھوڑوں سے باندھ دوں گا۔ نہیں بلکہ تم چاروں کو میں گھوڑوں سے باندھ

دو گادریک گھوڑے پر میں سواری کروں گا اور اس طرح تجھے تیرے لشکر تک پہنچاؤں گا۔" میں نے کہا۔

"سردار۔ اجازت ہو تو پہلے اس شخص کی گردن اس کے شانوں سے اتار دینی جائے اور اس کے بعد بے سر بدن کو ہم گھوڑوں سے روندتے ہوئے لے جائیں کیونکہ یہ شخص بہت خود مراد و بزدلانہ ہے۔" ان تینوں سواروں میں سے ایک نے غصیلے انداز میں کہا۔

"بس اب وقت نہ ضائع کرو اور اسے باندھ لو۔" سردار نے کہا اور پروفیسرہ میں نے بھی وقت ضائع نہ کیا اور دو گھوڑوں کی بائیں ٹھام کر گنیل کے پاس سے اسے یوں مردوا کر گھوڑوں کی گردنیں نیزھی ہو گئیں اور انہوں نے اپنے سواروں کو پھینک دیا۔ پھر بدحواس سنہلنے بھی نہ پائے تھے کہ میں نے سردار اور باقی بچے ہوئے شخص کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا۔ یوں چاروں آگے زمین پر۔ پھر میں انہیں سنہلنے کا موقع کہاں دے سکتا تھا اس لئے میں نے رسی سنہبال جو وہ مجھے باندھنے کے لئے لائے تھے۔ پھر اٹھنے والوں کے سردوں پر مجھے ایک ایک گھونسا جمانا پڑا تھا اور ان کی کھوپڑیاں نزع کیں۔ ممکن ہے کسی کا بھیجا بھی نکل پڑا ہو۔ میں نے کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ مجھے دلچسپی ان کی ٹانگوں سے تھی جنہیں میں نے رسی سے کس دیا اور پھر رسیوں کو درمیان سے نکلنے کے ایک گھوڑے سے سردار اور اس کے ایک ساتھی کو کسا۔ اور باقی گھوڑوں سے دوسرے آدمیوں کو اور سب کچھ میں نے اپنی شان کے مطابق کیا تھا کہ وہ میرے بدن کو ہاتھ بھی نہ لگا سکے اور خود بے بس چوہے بن گئے۔

تب میں نے سردار کے سفید گھوڑے پر سواری گاٹھ لی اور تینوں رسیاں میرے ہاتھ میں تھیں۔ تب میں نے اس شان سے اس عظیم لشکر کے جانب کوچ کیا جو خیموں کے شہر میں پناہ گزین تھا اور شہر کے سامنے بے اندازہ لوگ جمع ہو کر یہ دلچسپ تماشا دیکھ رہے تھے۔ سو پہنچ گیا میں ان کے سامنے کہ سپاہی منہ پھاڑے مجھے دیکھ رہے تھے۔

"کیا انہی بہادر سپاہیوں کو بھیجا تھا تم نے میری گرفتاری کے لئے۔" لو انہیں سنہبال اور اطلاع دہ اپنے سردار کو کہ میری پیشوائی کر لے۔ جاؤ اس سے انحراف تمہارے لئے موت الائنے گا۔"

غیرت و غضب کی بے پناہ آواز میں گونجیں جیسے میں نے کوئی ایسی بات کہہ دی ہو جس کو سننے کی تاب کوئی نہیں رکھتا تھا۔

"مار دو۔۔۔ زبان نکال لو اس گستاخ کی۔ اس نے اہل کی شان میں گستاخی کی ہے۔ اس نے خدائی قبر کو لاکارا ہے۔" بے شمار آوازیں اُبھریں۔ تب ایک اور شخص آگے بڑھا اور گھوڑوں سے بندھے ہوئے لوگوں کو دیکھنے لگا جن میں کوئی زندہ نہیں تھا۔

"اسپا کیہ کے رہنے والے۔ تو نے ایلا کے جوانوں کو قتل کر دیا۔"

"کون ایلا۔۔۔؟ میں اسے نہیں جانتا۔"

"آہ۔ تب تو پاگل ہے یا پھر زہن سے تیرا تعلق نہیں ہے ورنہ تو خدائی قبر کو ضرور جاننا جس کے جلو میں موت دینے والے دوڑتے ہیں۔ وہ جہاں جاتا ہے موت اور جہاں اس علاقے کا مقدر بن جاتی ہے۔ لیکن تو بہادر اور طاقتور ہے اس لئے خدائی قبر کے اشارے کے مطابق تجھے اس کی اجازت کے بغیر قتل نہیں کیا جاسکتا کہ وہ بہادروں کو اپنی انگوٹھی کا گیندہ بنتا ہے۔"

"میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ اسے میرے بارے میں اطلاع دو۔" میں نے کہا۔

”کس کی مجال ہے جو اس وقت اس کے سامنے جائے کہ جب تک وہ نہ چاہے۔ ہاں اسے اطلاع دے دنی جائے گی تیرے بارے میں اور اگر اس نے طلب کیا تجھے تو پھر ہم اس کے حکم کی تعمیل کریں گے۔ سو بہتر ہے کہ تو خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دے ورنہ پھر ہم تجھے ڈنٹی کریں گے اور گرفتار کر لیں گے۔“

”ہوں۔ تو تم مجھے گرفتار کر کے اسے اطلاع دو گے؟“

”ہاں۔“

”اور اس دوران میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟“

”دہی جو تیرے ہم وطنوں اور تیرے شہنشاہ اڈی یاس کے ساتھ کیا گیا ہے۔ تجھے بھی تیرے ہم وطنوں کے ساتھ قید کر دیا جائے گا۔“

”یعنی اسپاکیڈ کے باشندوں کے ساتھ؟“

”ہاں۔“ جواب ملا۔

”نہیک ہے میں تمہارے کام جس مداخلت نہیں کروں گا۔ لیکن اپنے حکمراں تک میرا پیغام ضرور پہنچا دو۔“ میں نے کہا۔ ویسے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ لوگ صرف اس لئے مجھے قتل نہیں کر رہے کہ ان کا سرداران سے باز پرس کر لے گا ورنہ شاید وہ وہیں بیٹھے ہلاک کرنے کی کوشش کرتے۔ ظاہر ہے اپنے آدمیوں کے ہلاک ہو جانے کا نہیں قلق ہوگا۔

تھوڑی دیر کے بعد مجھے یہ خیموں کے درمیان ایک جگہ لایا گیا۔ جہاں ٹکڑیوں کی ٹنگلیاں نصب کر کے انہیں رسیوں سے منسلک کر دیا گیا تھا۔ اوپر کھلا آسمان تھا اور رسیوں کے اس احاطے میں بے شمار قیدی مرد، عورتیں اور بچے موجود تھے۔ سب کے سب ہمے ہوئے، خوف سے زرد۔ ان کے چاروں طرف ایشیا کے سپاہی کھڑے ہوئے تھے اور ان کی کڑی نگرانی کر رہے تھے۔

”یہاں پر سازش اور محافظوں سے بدکلامی کی سزا موت ہوتی ہے اس لئے خود کو قابو میں رکھنا کہ وقت سے پہلے زندگی سے ہاتھ نہ دھو بیٹھو۔“ مجھے لانے والوں نے مجھے اطلاع دی اور میں نے ان کی بات سنی ان سنی کر دی۔ میں ان قیدیوں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ سب کے سب بھی تندرست و توانا تھے۔ ان کی عورتیں بھی خوبصورت تھیں لیکن اب وہ شکست خوردہ تھے اور ان کی شکست ان کے چہروں پر تعبیر تھی۔

سپاہی مجھے ان کے درمیان تھوڑ کر چلے گئے اور میں ایک کونے میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ دیر تک میں ان لوگوں کا جائزہ لیتا رہا۔ ایشیا کے سپاہی پوری طرح چاک و چوبند تھے اور سارے قیدی ان کی نگاہوں میں تھے۔

مجھ سے تھوڑے فاصلے پر پستہ قد کا ایک بوزھا کڑوں بیٹھا مجھے غور سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے کئی بار اس کی جانب دیکھا اور ہر بار اسے اپنی جانب دیکھتے پایا۔ تب میں آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ گیا۔ بوزھے کے انداز میں اب بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ تب میں اس کے نزدیک پہنچ گیا اور آہستہ سے بولا۔

”کیا حال ہے بڑے میاں؟“

"بادشاہ کی بلارغایا کے سر۔" بوڑھے نے نفرت سے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"خود سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں نے جتنا کہا اتنا ہی کافی ہے۔ گوہم دوسرے کی قید میں ہیں لیکن یہاں بھی زبان نگلوئی جانے گی۔"

"اور۔ لیکن یہاں سننے والا کون ہے؟" میں نے دلچسپی سے کہا۔

"دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔" بوڑھا بولا۔

"مگر یہاں تو دیواریں بھی نہیں ہیں۔"

"وہ۔ برجستہ کہا۔" بوڑھا ہنس پڑا اور پھر زور زور سے نتھنے پھیلا کر مجھے سمجھنے لگا۔ "لیکن تمہارے بدن سے تو اسپاکیہ کی بو نہیں آتی۔ پھر

تم کون ہو؟"

"کوئی بھی ہو۔ بہر حال قیدی ہوں۔"

"جاسوسی بھی ہو سکتے ہو۔"

"اب تمہاری مرضی جو چاہو سمجھ لو۔ لیکن ایک بات سوچ لو یہاں جاسوسی کرنے سے کیا فائدہ ہوگا۔ تم سب تو قیدی ہو اور تمہارا کچھ بھی

انجام ہو سکتا ہے۔" میری بات پر بوڑھا گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا۔ پھر بولا۔

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔ احمق بادشاہ کی سربراہی میں تو مگر کس قدر غیر محفوظ ہوتی ہے۔ ٹھیک تو ہے۔ اب رہ ہی کیا گیا ہے جس کی جاسوسی کی

جانے گی لیکن یہ بات میں اب بھی دعوے سے کہہ سکتا ہوں تمہارا تعلق اسپاکیہ سے نہیں ہو سکتا۔"

"تمہارا خیال درست ہے۔ میں ایک ادارہ گرد ہوں جو اتفاق سے یہاں آ پھنسا ہے اور ان لوگوں نے مجھے بھی اسپاکیہ کا باشندہ سمجھ لیا۔"

"آہ۔ کیا سمندر کے راستے سے آئے تھے؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"اور اسپاکیہ میں داخل ہو گئے ہو گئے؟"

"ہاں۔ ایسا ہی ہوا ہے۔"

"تب تو واقعی تم بھی بد نصیب ہو۔" بوڑھے نے ہمدردی سے کہا۔

"کیا اب بھی مجھے اپنی روداد نہیں سناؤ گے؟" میں نے کہا۔

"کیا روداد سناؤں۔ بستاریہ شاہ کیز جیسی عورتوں نے اسپاکیہ جاہ کر دیا۔ ہائے ذرا یہ تو جاناؤ میرے وطن کا کیا حال تھا؟"

"پورا شہر جتنا جنم بنا ہوا ہے۔ گلیاں کو پتے لاشوں سے بھرے پڑے ہیں۔ جلتی ہوئی لاشوں سے دھواں اٹھ رہا ہے اور اسپاکیہ کا ہر گھر جل

کر راکھ ہو چکا ہے۔"

"اور یہ سب اسی منحوس بادشاہ کی وجہ سے ہوا ہے۔" بوڑھے نے غمزوہ لہجے میں کہا۔

"کیا نام ہے تمہارے بادشاہ کا؟"

"سیروز نام ہے اس منحوس کا اور وہاں اپنی تقدیر کو رو رہا ہے۔" بوڑھے نے ایک طرف اشارہ کیا اور میں ایک تکیہ کی طرف دیکھنے لگا جس کے درمیان کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

"کیا کیا تھا اس نے اور یہ تم نے دو نام کیا لئے تھے؟"

"بات صرف دو ناموں کی نہیں ہے۔ عورت جہاں بھی اسے خوبصورت نظر آئی وہ دل و جان سے اس کے حصول میں مصروف ہو گیا۔ لیکن یہ دونوں کنیریں یقیناً جاسوس تھیں اور انہوں نے ہی ایشیا کو یہ شاندار کامیابی حاصل کرنے میں مدد دی۔"

"اوہ۔ لیکن یہ ایشیا کون ہے؟"

"ہن قبیلے کا نام اور سردار۔۔۔ جو خود کو خدائی قبر کہلاتا ہے اور بلاشبہ اس سے کم بھی نہیں ہے۔ سلطنت روما کی تباہی کے مناظر جس نے دیکھے ہیں وہ اسے خدائی قبر تسلیم کرنے سے انکار نہیں کرتا اور اب اس کا رخ سفید علاقوں کی جانب ہے اور۔۔۔ وہ دن دور نہیں ہے جب تھیوڈوسیوس ثانی بھی اس کی زد میں آجائے گا کیونکہ ایشیا کو روکنے کے لئے کوئی موثر اقدام نہیں کیا گیا۔ جس کا ثبوت اسپاکیہ کی تباہی ہے۔ اسپاکیہ کے شہریوں نے ایک خفیہ وفد تھیوڈوسیوس اعظم کے دربار میں بھیجا تھا اور اس وفد نے وہاں جا کر بتایا کہ اسپاکیہ، ایشیا کی زد میں ہے اور سیروز اس لئے کوئی بندوبست کرنے کے ناقابل۔ کیونکہ وہ شراب اور عورت میں اس قدر غرق ہے کہ دنیا کی کوئی ٹکر نہیں کرتا۔ لیکن جانتے ہو کیا ہوا؟ تھیوڈوسیوس نے وفد کے ارکان کو گرفتار کر کے سیروز کے پاس قاصد بھجوائے اور یہ معلوم کرایا کہ کیا اسپاکیہ میں اس کے خلاف سازش ہو رہی ہے؟ کیا اسے غداری کا شبہ ہے، ورنہ یہ وفد خفیہ طور پر کیوں آیا اور سیروز نے دست بستہ عرض کیا کہ یہ حقیقت ہے کہ کچھ لوگ اس کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں اس لئے اس وفد کو اس کے حوالے کر دیا جائے اور وفد کے اراکین اسپاکیہ پہنچا دیئے گئے اور پھر ان تمام اراکین اور ان کے اہل خانہ ان کو ایک بڑے میدان میں رسیوں سے باندھ کر لٹکا دیا گیا اور سیروز کے تیر اندازوں نے ان پر نشانہ بازی کی خوب مشق کی۔ جب تک ان کی لاشوں سے لطف نہ اٹھنے لگا۔ ان لاشوں کو وہیں لٹکا رہنے دیا گیا تھا۔"

"اور۔ تو اسپاکیہ میں سیروز کے خلاف نفرت پھیل گئی ہوگی؟" میں نے پوچھا۔

"بے پناہ نفرت۔" بوڑھے نے جواب دیا۔

"اس کے خلاف بغاوت نہیں ہوئی؟"

"چھوٹے چھوٹے بہت گروہ بن گئے تھے۔ لیکن ابھی ان کی کارروائی بھی نہیں شروع ہوئی تھی کہ ایشیا سروس پر آ پہنچا۔"

"اوہ۔" میں نے گہری سانس لی۔

"اور دیکھو۔ آج اسپاکیہ ختم ہو چکا ہے۔"

”کیا ایلا بہت ظالم ہے؟“

”ہاں۔ خدائی قبر صرف ہاں سنتا ہے اور نہیں کہنے والے کی گردن کبھی اس کے شانوں پر دیکھنا پسند نہیں کرتا۔“

”کیا اس نے سیروز کے پاس کوئی وفد بھیجا تھا؟“

”اسے وفد نہ کہو..... وہ حکمنامہ تھا۔ لیکن سیروز نشے میں ڈوبا ہوا تھا۔ بھرے دربار میں تقاصدوں کا مذاق اڑایا گیا اور.... وہ خاموشی سے

واپس چلے گئے۔ لیکن ان کی خاموشی اسپاکیہ کی تباہی کا پیش خیمہ تھی۔ ایلا نے بھرپور انتقام لیا۔ اس کی فوجیں اسپاکیہ پر آپریں اور اس وقت سیراز

اپنی حرم میں رقص دیکھ رہا تھا۔ نشے کے عالم میں ہی اس نے حکم دیا کہ ایلا کی فوجوں کو نیست و نابود کر دیا جائے اور بیچارے جڑوں نے اس کے حکم کی

تعمیل میں فوجوں کو تیار کر لیا۔ جنگ ہوئی اور اسی فوجیں کیا جنگ کرتیں جن کا بادشاہ عین جنگ کے وقت شراب کے نشے میں چور پڑا ہو..... اور

پھر..... اسپاکیہ کے ایک ایک شہری کو اسپاکیہ کے بدعنوان حکمران کی اوباشی کی سزا بھگتنی پڑی اور آج تم ہمارا حشر دیکھ رہے ہو۔“

”واقعی تمہاری کہانی افسوسناک ہے۔“ میں نے ہمدردی سے کہا۔ اس طرح بوزھے کو دوست بنا کر میں نے ایلا کے بارے میں بھی

معلومات حاصل کیں۔

”اس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا۔ بس کچھ افواہیں سنی ہیں۔“

”کیا؟“ میں نے پوچھا۔

”وہ بھی اوباش انسان ہے۔ عورتوں کا رسیا۔ اسپاکیہ سے گرفتار ہونے والی عورتوں اور لڑکیوں میں سے تین لڑکیاں اس کے لئے پسند کر

لی گئی ہیں اور انہیں یہاں سے لے جایا گیا ہے۔ اب وہ ایلا کی حرم میں ہوں گی۔ لیکن وہ دوسرے قسم کا اوباش ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”شکار کرنے والے شیر..... اور دوسروں کے شکار سے پیٹ بھرنے والے گیدڑ میں کوئی فرق بھی تو ہوتا ہے۔ وہ شکار کرنے کے بعد پیش

کرنے والوں میں سے ہے۔“ بوزھے نے جواب دیا۔

”تم نے ایلا کو دیکھا ہے؟“

”نہیں..... لیکن سنا ہے بڑا پر جلال جوان ہے۔ سب حد طاقتور اور جنگجو ہے اور اپنے مقابل کے لئے موت بن جاتا ہے۔ اس کی سپاہ میں

بڑے بڑے نامور پہلوان ہیں جنہیں بڑی مراعات سے نوازا گیا ہے۔ سنا ہے بہادروں پر جان دیتا ہے اور اس کی ہدایت ہے کہ کسی بھی بہادر شخص کو

قتل نہ کیا جائے جب تک وہ خود حکم نہ دے۔“

”خوب۔ اور اب تمہارے بادشاہ کا کیا حال ہے؟“ میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”خود جا کر دیکھو۔ ابھی اسے ہوش نہیں آیا ہے۔ میرا خیال ہے اب وہ ایلا سے رحم کی بھیک مانگے گا لیکن خدائی قبر ان لوگوں کو کبھی معاف

نہیں کرتا جن کے خلاف ہو جاتا ہے۔“

"دیکھو رات بھرے بادشاہ کا حال....." میں نے کہا اور پھر بوڑھے سے رخصت ہو کر اس جٹکھٹ کی طرف چل پڑا جو بادشاہ کے گرو تھا۔ اس وقت روکنے والا کوئی نہ تھا۔ سب بادشاہ کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی کے دل میں اس کے لئے کوئی جھڑوی نہ ہو۔ لوگوں کی بھیڑ چر کر میں اس تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے دیکھا ایک موٹا تازہ سرخ و سفید رنگ کا مالک شخص جس کے چہرے سے مردانگی کی بجائے نسوانیت عیاں تھی از میں پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے اور وہ اس طرح منہ بنائے ہوئے تھا جیسے سب سے روٹھا ہوا ہو۔

"شہنشاہ سیروز کی خدمت میں آداب بجالاتا ہوں۔" میں نے کہا اور سیروز نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا۔

"جاؤ جاؤ.. ہم تم سے بھی نہیں بولتے۔ تم سب مطلب پرست ہو۔ وقت کے ساتھی۔ لیکن تم کیا سمجھتے ہو۔ ہماری بادشاہت ہم سے چھین جائے گی۔ ہرگز نہیں۔ ہم اپنی قوت سے اسے دوبارہ حاصل کر لیں گے اور پھر دیکھنا ہم تم سب سے کس طرح بدلہ لیں گے۔"

"لیکن شہنشاہ سیروز.. میں تمہارا وفادار خادم ہوں... میں نے کہا۔"

"وفادار۔" اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔

"ہاں۔ کھل طور سے وفادار۔"

"تب پھر بتاؤ بستر یہ کہاں ہے۔... ہماری محبوبہ؟"

"اب وہ اٹھلا کے قبضے میں ہے۔"

"ہائے تو پھر کوئی اور... ارے اب تو یہ لوگ ہماری کچھ نہیں سنتے۔ ہماری گرفتار شدہ رعایا میں بھی بہت سی خوبصورت لڑکیاں ہیں کیا وہ ہماری خدمت نہیں کر سکتیں؟"

"گو یا تمہیں بستر یہ کی ضرورت نہیں ہے کوئی بھی مل جائے۔"

"تو اور کیا..... لڑکیاں سب لڑکیاں ہوتی ہیں۔ نرم نرم، ملائم ملائم....." اس نے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا اور مسکرانے لگا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ کوئی صحیح الذماغ آدمی نہیں ہے۔ بس اسے دیکھنا مقصود تھا۔ اس کے علاوہ اس میں کوئی خاص بات نہیں تھی جو میں وہاں رکنا۔ اس سے بہتر تو وہ بوڑھا تھا جس سے کافی معلومات حاصل ہوئی تھیں۔

چنانچہ میں اسے تلاش کرتا ہوا اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ بوڑھے نے مجھے دیکھا لیکن اب اس نے میری طرف توجہ نہیں دی اور اسی طرح تھٹھنوں میں سرویے بیٹھا رہا۔ میں وہاں سے بھی آگے بڑھ گیا۔ گرفتار شدہ لوگ بھوکے پیاسے تھے اور رات کو بھی ان کے لئے کھانے پینے کا کوئی بندوبست نہیں کیا گیا۔ یہ دیکھی بات تھی۔ کیونکہ ان لوگوں میں بچے بھی شامل تھے۔ وہ بھوک سے روتے تو ان کی مائیں ان کے ہونہر بھینچ لیتیں تاکہ رونے کی آواز پر سپاہیوں کو غصہ نہ آجائے۔

لیکن میں ایک خاموش تماشائی بنے رہنے کے سوا کیا کر سکتا تھا۔ ظاہر ہے میں جاؤں گا تو نہیں تھا کہ ان ساری فوجوں کو ختم کر کے ان فیڈیوں کو آزاد کر دینا۔ رات خاموشی سے گزرتی رہی اور قیدیوں میں عام طور سے لوگ جاگتے رہے۔ کچھ ایسے تھے جو نڈھال ہو کر نیم مردہ انداز میں

زمین پر پڑے رہے تھے۔

پھر روشنی نمودار ہوئی۔ میں بھی ایک کونے میں بیٹھ گیا تھا۔ نبھانے میری درخواست ایٹا تک پہنچی تھی یا نہیں لیکن میں نے سوچ لیا تھا کہ آج رات قیدیوں کے احاطے میں نہیں گزاروں گا اور کچھ کروں گا۔ کیا کروں گا۔ اس بارے میں ابھی میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔ لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ احاطے کے باہر بہت سے گھوڑے سوار نظر آئے۔ ان کے ہاتھوں میں لمبے لمبے چابک تھے اور پھر ایک سپاہی نے چیخ کر کہا۔

”نم سب۔ اسپا کیہ کے باشندو۔ تم سب باہر نکلو اور جہاں تمہیں لے جایا جائے چلو۔ خبردار۔ قطار بنا لو اور انعم و مضبط کے ساتھ چلو۔ کوئی کچھ نہ بولے۔ کراہنا اور چیخنا منع ہے۔ ہاں شاہ معظم سیراز کے لئے خدائی قبر ایٹا اعظم نے یہ مرصع گھوڑا بھیجا ہے۔ ... چنانچہ شاہ کے خادم۔ اسے گھوڑے پر سوار کرا دو۔“

سواروں نے ایک گھوڑا جس پر زمین کسی ہوئی تھی اور جو بہترین سار سے آراستہ تھا۔ احاطے کے دروازے پر لاکھڑا کیا۔ تب میں نے اس بد نما شاہ سیروز کو خوشی سے پیچھنے ہوئے سنا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

”دیکھ لیا اسپا کیہ کے تاقدر۔ تم نے سوچا تھا کہ سیروز کا زوال نزدیک آ گیا۔ اب اس کے احکام کی پرواہ کون کرے لیکن ایٹا جانتا ہے کہ سیروز کیا ہے اور اس کا عتاب کون سی قیامت لاسکتا ہے۔ میں ایک بار پھر اقتدار حاصل کر لوں گا اور اس کے بعد انہیں سزا دوں گا جو میرے نافرمان ہیں۔“ سیروز خوشی سے تہقے لگا رہا تھا اور اس کی رعایا خاموش تھی۔

سواروں نے سیروز کو سہارا دے کر گھوڑے پر بٹھایا اور ایک سوار نے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور آگے بڑھنے لگا۔ سیروز کہہ رہا تھا۔ ”شبناشاہ ایٹا کو چاہیے تھا کہ میرے لئے شامی سواری بھیجتے گھوڑے پر بیٹھ کر میری کمر دکھ جاتی ہے اور مجھ سے چلا نہیں جاتا۔ آؤ۔“

پھر گھوڑا آگے بڑھ گیا اور اس کی کبواں میرے کانوں سے دور ہو گئی۔ اس دوران ایک چابک سواروں نے اسپا کیہ کے باشندوں کو باہر ہانکنا شروع کر دیا تھا اور تمام لوگ ایک دوسرے کے درمیان سر جھکائے نکل رہے تھے۔

میں نے خاموشی اختیار کرنا مناسب خیال کیا۔ درنہ خواہ مخواہ اس کھیل میں تھقل پیدا ہوتا اور نیا مسئلہ آکھڑا ہوتا۔ چنانچہ میں بھی دوسرے لوگوں کے درمیان چلنے لگا اور اس طرف ہانکنے والے ہمیں در ایک کھلے میدان میں لے گئے۔ یہ ایک پہاڑی مسلح علاقہ تھا لیکن اس کے اختتام پر ایک انتہائی گہری کھائی تھی جو سینکڑوں ہاتھ کی گہرائی میں تھی اور جس کے نیچے کے مناظر اوپر سے صاف نظر نہیں آتے تھے۔ درمیان میں بے شمار چٹانیں ابھری ہوئی تھیں اور ان کے رخنوں میں کانٹے دار جھاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ پھر وہ لوگ چابک مار مار کر سب کی قطار بنانے لگے۔ اور ایک ایک آدمی قطار سے کھڑا کر دیا گیا۔ سب کے چہرے خوف اور بھوک کی نقامت سے دتواں ہو رہے تھے اور سب کے سب خاموش کھڑے تھے۔ میں بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ قطار باندھے کھڑا تھا اور ان لوگوں کی جانب دیکھ رہا تھا جو شاید مجھے بھول گئے تھے۔

پھر چابک خیموں کی جانب سے پند سوار گھوڑے دوڑاتے ہوئے ابھرتے نظر آئے اور تھوڑی ہی دیر کے بعد نزدیک پہنچ گئے۔ لیکن انہوں نے گھوڑے نہیں روکے تھے اور پھر وہ قطار کے سامنے سے دوڑ نکل گئے اور ایک جگہ کھڑے ہو گئے۔

یہ انیلا کا انتظامی دستہ تھا اور اس کے بعد انیلا پہنچ گیا۔ ایک طویل القامت اور خطرناک شکل کا آدمی جو بے حد پھرتلا اور ورزشی جسم کا مالک معلوم ہوتا تھا۔ اس کے شانوں پر سیاہ ریچھ کی کھال مخصوص انداز میں پڑی ہوئی تھی۔ کمر پر چھوڑی بینی کسی ہوئی تھی۔ لمبی لمبی مونچھیں نیچے لگی ہوئی تھیں۔ اور جڑوں کی بنیاں کافی چوڑی تھیں۔

اس کے ساتھ چار اور دیو قامت وحشی موجود تھے جو گھوڑوں پر سوار تھے اور اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ تب پہ بار چیخا۔

"شہنشاہ جہاں دشمن کے لئے خدائی تہ فراخ اعظم انیلا۔" یہ آوازیں چاروں سمت دہرائی گئیں۔ انیلا نے بھی محافظہ دستے کے جانوروں کے مانند ایک چکر قیدیوں کے سامنے لگایا اور بہت سے کمزور دل لوگ اس کے سامنے ہی زمین پر گر گئے۔ لیکن انیلا کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں ابھرا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایسے ہی آثار تھے جیسے کوئی دلچسپ کھیل دیکھ رہا ہو۔ ... چکر پورا کرنے کے بعد رک گیا پھر اس کی سردار رعب دار آواز ابھری۔

"گولا کیس۔"

"آقا۔" اس کے چار طویل القامت ساتھیوں میں سے ایک نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا اور جھک گیا۔

"اسپاکیہ کے شہنشاہ معظم سیردز کہاں ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"موجود ہیں آقا۔"

"سامنے لاؤ۔" اس نے حکم دیا اور گولا کیس نے اونچی آواز میں انیلا کا حکم دہرایا۔ ... وہ جوان سیردز کو گھوڑے پر سوار وہاں لے آئے۔

سیردز کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور وہ فاتحانہ نگاہوں سے اپنی رعایا کو دیکھ رہا تھا۔

انیلا اسے دیکھ کر مسکرایا۔ ... اور پھر گھوڑے کی پشت سے اتر گیا۔ اس کے نیچے اترتے ہی ہر گھوڑے سوار نیچے اتر گیا سوائے سیردز کے۔ وہ

اپنی طرح گھوڑے پر بیٹھا رہا تھا۔ تب انیلا نے چپکتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "آہ۔ سیردز شہنشاہ اسپاکیہ۔ کیا تم گھوڑے سے نہیں اتر دے گے؟"

"ضرور نیک دل فاتح۔۔۔ لیکن اپنے آدمیوں کو ہدایت دے کہ وہ مجھے سہارا دے کر نیچے اتاریں۔ میں خود سے نیچے نہیں اتر سکتا۔" سیردز

نے جواب دیا اور انیلا نے گردن نیزحمی کی۔ دوسرے لمبے روٹھیوں نے سہارا دے کر سیردز کو گھوڑے سے اتار دیا۔ ... اور سیردز چھوٹے چھوٹے

قدموں سے چلتا ہوا انیلا کے سامنے پہنچ گیا۔ "کیا ایک شہنشاہ باوجود دشمنی کے دوسرے شہنشاہ سے گلے نہیں مل سکتا؟" سیردز نے دونوں ہاتھ

پھیلاتے ہوئے کہا۔

لیکن انیلا چند قدم پیچھے ہٹ گیا اور مسکراتے ہوئے بولا۔ "ضرور گلے ملیں گے سیردز۔۔۔ لیکن اس سے پہلے کچھ مسئلے طے ہو جائیں۔"

انیلا کی مسکراہٹ بے حد خوفناک تھی۔ اس کے دانت بے حد سفید اور چمکدار تھے اور برابر جتے ہوئے تھے۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔" سیردز نے مایوسی سے کہا۔

"میرے قاصد تیرے دربار میں گئے تھے سیردز۔۔۔ اور انہوں نے تجھے میرا پیغام دیا تھا۔ اس وقت تو نے میرا مذاق اڑایا تھا۔"

"اور اس کی سزا بھی تو پالی عظیم شہنشاہ۔ کاش اس وقت میں نشے میں نہ ہوتا۔ آہ۔ اب تو شراب کی لذت تک بھول گیا ہوں۔"

”کیا تو نہیں جانتا تھا کہ ایک لفظی کتاب بڑا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔“ انیلا نے کہا۔

”اس وقت نہیں جانتا تھا لیکن اب اچھی طرح سمجھ گیا ہوں اور خدائی قبر سے رزم کا طالب ہوں۔“

”لیکن اس وقت تو صرف میرا جرم نہیں بلکہ اپنی قوم کا مجرم ہے جو تیری وجہ سے ایک عذابِ عظیم میں گرفتار ہوئی۔ اگر تو ہر وقت شراب و شباب میں غرق نہیں رہتا تو آج تیری قوم اس حالت میں نہ ہوتی اور میں انصاف پسند ہوں۔ مجھ سے پہلے تیری قوم تیری محاسب ہے اور وہی تجھے سزا دے گی۔... سناتم نے سیروز کے خادمہ۔ تمہاری زبوں حالی کا ذمے دار میں نہیں ہوں۔ یہ ہے۔ سو تم اس کا فیصلہ کرو۔ یہ تمہارے حوالے ہے۔“ انیلا اٹھیل کر گھوڑے پر چڑھ گیا اور اپنا گھوڑا پیچھے لے گیا۔

اور بھرے ہوئے خون کے پیاسے سیروز پر چڑھ دوڑ سے۔ وہ بری طرح چیخ رہے تھے، سیروز کو نوح رہے تھے، دانتوں سے بھنبھوز رہے تھے اور ان کے درمیان سیروز چیخ رہا تھا۔ ”نمک حرام میں تمہارا شہنشاہ ہوں، میں... میں اسپا کیہ کا سیروز ہوں۔ میں سیروز ہوں... میں سیروز ہوں... اور پھر اس کی آواز گھٹ گئی۔ پھر بے ہوشے لوگوں کا جنون عروج پر تھا۔ ایسی خوفناک افزائش مچی تھی کہ بہت سے لوگ تو پس ای میں الجھ کر کھیل گئے۔ انیلا سکون سے ایک طرف کھڑا ہوا تھا۔ پھر اس نے اشارہ کیا اور محافظ دستے کے لوگ کوزے مار مار کر انہیں ان کی جگہ پہنچ جانے کا حکم دینے لگے۔ بمشکل تمام یہ لوگان ہتھم رکا۔

سیروز گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں زمین پر پڑا تھا۔ اس کے لوگوں نے اس کی ہڈیاں چور چور کر دی تھیں۔ تین چار لاشیں اس کے آس پاس پڑی تھیں اور انیلا اب بھی سکون کی نگاہوں سے یہ مظرد دیکھ رہا تھا۔

پھر اس نے اپنے ساتھی کی طرف رخ کر کے کچھ کہا اور گھڑ سوار آگے بڑھا آیا۔ اس نے بلند آواز میں کہا۔ ”باری ہوئی قوم کے لوگو۔ تم میں سے وہ جوان جو تازہ زندگی، نادم مرگ انیلا کے ادنیٰ غلاموں کی حیثیت سے زندگی بسر کرنا چاہتے ہوں اپنی جگہ سے آگے بڑھا آئیں۔ تمہیں زندگی کی بھیک دی جائے گی۔ تمہیں سپاہ کا جھونا کھانا پڑے گا۔ تم کو اس کے گھوڑوں کی نگہداشت کرنا ہوگی اور روز فی سامان اٹھا کر سفر کرنا ہوگا۔ جس جگہ تمہاری زندگی کی ضرورت پیش آئی تم سے تمہاری زندگی طلب کر لی جائے گی... تم میں سے جو یہ زندگی قبول کر لے آگے بڑھا آئے۔“

اور بے شمار لوگوں نے آگے قدم بڑھا دیئے۔ ان میں کمزور اور لاغر لوگ بھی تھے جن سے کھڑا بھی نہیں ہوا جا رہا تھا۔ البتہ بہت سے طاقتور جوان ایسے بھی تھے جو آگے نہیں آئے تھے۔ انیلا کے جوانوں نے ان لوگوں کی طرف توجہ بھی نہیں دی اور آگے بڑھ کر آنے والوں میں سے تندرست و توانا لوگوں کو چھانٹنے لگے۔ جو کمزور اور لاغر تھے انہیں ان کی جگہوں پر واپس دھکیل دیا گیا اور غلامی قبول کرنے والے ریوڑ کو دور ہانک دیا گیا۔ پھر انیلا نے کہا۔ ”اور یہ لوگ جنہوں نے اپنے آقا۔ اپنے شہنشاہ سے وفاداری کا ثبوت نہیں دیا اور اسے مار مار کر ہلاک کر دیا۔ کیا ان لوگوں پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟“

”ہرگز نہیں۔“ اس کے ساتھیوں نے جواب دیا۔

”تب پھر... میں نے ان لوگوں کے لئے ایک اور فیصلہ کیا ہے۔ فیصلہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر جوان میرے کسی جوان کا انتخاب کر

لے۔ اگر اس نے اپنے مقابل کو قتل کر دیا تو اسے بھاگ جانے کی آزادی ہوگی ورنہ وہ میرے جوان کے ہاتھوں مارا جائے گا۔“
اس پیش کش کو بہت سے جوانوں نے قبول کر لیا اور آگے بڑھ آئے۔ میں نے بھی اس پیشکش کو غنیمت سمجھا تھا اور پھر میں بھی آگے بڑھ آیا۔ ”عظیم المرتبت قبر خدانہ سے میری بھی ایک درخواست ہے۔“ میں نے بھاری آواز میں کہا۔ اور پہلی بار شاید ایٹلا نے میری طرف غور کیا۔ چند ساعت مجھے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

”خوب جوان ہے۔ کیا چاہتا ہے؟“

”ایک جوان کے عوض مجھے میری زندگی مل جائے گی۔ لیکن اگر میں ان سے کسی کی زندگی کے لئے لڑنا چاہوں جو تیرے جوانوں سے نہیں لڑ سکتے تو کیا مجھے ایک سے زیادہ جوانوں سے لڑنے کی اجازت دینی جائے گی؟“

ایٹلا کی ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ دلچسپی کی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اور پھر اس نے ہونٹ کھولی کر کہا۔ ”اجازت ہے۔“
میں نے بڑے ادب سے گردن ہلا دی تھی اور پھر میں پیچھے ہٹ گیا۔ ایٹلا پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور پھر اس نے بھاری آواز میں کہا۔ ”تھکیل شروع کیا جائے۔“

اور اسپاکیہ کے جوانوں نے اپنی اپنی پسند کے جوان کا انتخاب کر لیا۔ ایٹلا کی فوجوں کے چاق و چوبند جوان مسکراتے ہوئے آگے بڑھ آئے۔ ان کے مقابل شکست خوردہ اسپاکیہ کے بھوکے جوان تھے۔ وہ بھلا نہیں کیا خاطر میں لاتے۔ چار چار جوانوں کو بیک وقت مقابلہ کرنے کی اجازت دی گئی تھی اور مقابلہ شروع ہو گیا۔ دونوں فریقوں کو ان کی پسند کے ہتھیار دیئے گئے تھے۔

اور جنگ جو ایک دوسرے پر وار کرنے لگے۔ لیکن آن کی آن میں ایٹلا کے جوانوں نے اپنے چاروں حریفوں کو ہلاک کر دیا۔ ایٹلا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل ہوئی تھی۔ پھر دوسرے چار مقابلہ سامنے آئے۔ مرنے والوں کی لاشوں کو اسی طرح چھوڑ دیا گیا تھا۔ اسپاکیہ کے ان جوانوں کا بھی وہی حشر ہوا۔ پھر ان چاروں لاشوں کو اٹھا کر کھائی میں اچھال دیا گیا تاکہ میدان صاف ہو جائے۔ تیسرے مرحلے میں اسپاکیہ کا ایک پھر ایٹلا جوان ایٹلا کے ایک موٹے اور بھاری جوان کے مقابلے میں کامیاب ہو سکا۔ اس نے اپنے مقابل کو ہینٹر سے بدل بدل کر تھکا دیا اور پھر اسے قتل کر دیا۔ باقی تین جوان ایٹلا کے جوانوں کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔

ایٹلا نے اس جوان سے بھاگ جانے کے لئے کہا اور وہ ایسا پلٹ کر بھاگا کہ اس نے پیچھے نہیں دیکھا۔ ایٹلا کے ساتھی قہقہے لگانے لگے تھے۔ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ایٹلا کے جوان واقعی فنون جنگ کے ماہر تھے اور ان کے مقابلہ تھکے ماندے اور بھوکے پیاسے پریشان حال تھے۔ چنانچہ اس بار میں آگے بڑھ آیا تھا۔

میں نے ایک توانہ جوان کو طلب کر لیا۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ وہ جوان میرے مقابل آنے سے کترار ہا تھا۔ دراصل یہ ان لوگوں میں تھا جنہوں نے مجھے ان چاروں کو زیر کرتے دیکھا تھا جو مجھے گرفتار کرنے گئے تھے۔ لیکن ناچار میرے مقابل آ گیا تھا۔ میں نے ہتھیاروں کو پسند کرتے وقت ایک چوڑی اور بھاری تلوار اٹھالی تھی۔ گو یہ تلوار میری مرضی کے مطابق نہیں تھی لیکن بہر حال ان ہتھیاروں میں میری پسند کا کوئی اور

ہتھیار بھی نہیں تھا۔ میں نے کھوار کو تولا اور مسکراتا ہوا اپنے مقابل کے سامنے آ گیا۔ میرا مقابل گھبرائی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے اجازت مانگے بغیر ہی بدحواسی میں میرے اوپر حملہ کر دیا۔ میں اطمینان سے پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن میرے مقابل نے مجھے موقع نہیں دیا۔ وہ ہر قیمت پر مجھے قتل کر دینا چاہتا تھا۔ میں پر وقار انداز میں اس کے قتلے خالی دے رہا تھا۔ یہاں تک کہ پیچھے ہٹتے ہٹتے میں انیلا کے کافی نزدیک پہنچ گیا۔

"میں عظیم انیلا کی اجازت کا منتظر ہوں۔" میں نے جھک کر کہا اور اپنے مقابل کے اس وار سے بھی بچ گیا جو اس نے میرے جھکتے وقت موقع غیبت جان کر کیا تھا۔

"اجازت ہے۔" انیلا کی آواز میں خوفناک غرابت تھی۔ تب میں نے تلوار سنبھالی اور پھر ایک ماہرانہ وار کیا اور مقابل کو درمیان سے دو کٹڑے کر دیا۔ یہ کام میں نے نہایت پرسکون انداز میں کیا تھا اور پلٹ کر یہ بھی نہیں دیکھا تھا کہ مقابل کا حشر کیا ہوا۔ انیلا نیم باز آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور اس بار میں نے ان لوگوں میں سے ایک کے سینے پر تلوار رکھ دی جو انیلا کے خاص ساتھیوں میں سے تھا۔ اس جوان کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور وہ دانت پڑتا ہوا مٹھوڑے سے نیچے اتر آیا۔ اس نے ایک لمبا نیزہ طلب کیا تھا۔ انیلا نے دوسرے مقابلے روک دیئے۔ پہلے وہ اس مقابلے کو ختم کر دینا چاہتا تھا۔

میرے مقابل کا نام لوقس تھا۔ وہ اپنی اس توہین پر دانت پیس رہا تھا لیکن شاید مقابلہ کرنا ضروری بھی تھا۔ اجازت ملتے ہی اس نے بڑا ماہرانہ وار کیا۔ لیکن میں نے تلوار کا ایک ہاتھ اس کے نیزے کے دستے پر مارا اور نیزہ درمیان سے دو کٹڑے ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے گھوم کر دوسرا وار اس کی گہرے پر کیا اور اس کی گردن اچھل کر انیلا کے قدموں میں پڑی۔ میں نے ایک بار پھر انیلا کے سامنے گردن جھکا دی تھی اور میں نے انیلا کے انداز میں اضطراب دیکھا۔ پھر میں نے اس کے دوسرے ساتھی کے سینے پر تلوار رکھ دی۔

"یو پیس مقابلہ کر،" انیلا غرایا اور اس تیسرے آدمی کو بھی میں نے نہایت اطمینان سے قتل کر دیا۔ میرے بدن تک ابھی ان تینوں میں سے کسی کا ہتھیار نہیں پہنچا تھا۔ انیلا نے یہ بات بخوبی محسوس کی لیکن وہ بھی ضدی تھا۔ اب اس نے میری پسند میں کوئی دخل نہیں دیا تھا اور اس کے جوان میرے سامنے آ کر مرتے جا رہے تھے۔ اب تو میدان میں صرف میں ہی رہ گیا تھا۔ دوسرے مقابلے قلعی طور پر رک گئے تھے اور انیلا کے جوانوں کے انہار لگتے جا رہے تھے۔ اور پھر شاید انیلا کی قوت برداشت جواب دے گئی۔ اس نے ایک گرجہ دار آواز لگائی۔

"بس..... بس..... مقابلے روک دو۔" اور میں نے کھوار اس کے سامنے پھینک دی جو اب خون کی تلوار نظر آرہی تھی۔ مرنے والوں کا خون اس پر جم گیا تھا۔

انیلا خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اچانک وہ مسکرا پڑا۔ اور پھر ہنسنے لگا۔ "کیا چاہتا ہے؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"ان سب کو جانے کی اجازت دی جائے۔" میں نے گرفتار شدگان کی طرف اشارہ کیا۔

"میں جان گیا ہوں۔ تو شام تک قتل عام کرتا رہے گا اور خود قتل نہیں ہوگا اور میں دعدے کا پابند ہوں۔ تو ان سب کی تعداد کے برابر

جوانوں کو ضرور قتل کر دے گا۔ اس لئے میں تیری خواہش کا احترام کرتا ہوں ان سب کو۔" ڈگر تو ان کی زندگی طلب نہ کر لیتا تو اس گھمائی میں پھینک دیا

جانا اور اسی لئے انہیں یہاں لایا گیا تھا۔ لیکن..... ان سب کو جانے کی اجازت ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور شرط ہوگی۔“

”میں جانتا چاہتا ہوں۔“ میں نے کہا۔

”تو نے میرے ان چار جوانوں کو قتل کر دیا ہے جو میرے دست راست اور جنگی امور میں میرے مشیر تھے۔ لیکن وہ لوگ جو کسی کے مبارزت طلب کرنے پر ہنس و پیش کریں۔ مذوق قابلِ اعتماد ہوتے ہیں اور زندہ نہ رہنے کے قابل۔ اس لئے ان کی موت کا مجھے کوئی افسوس نہیں ہے۔ البتہ میری شرط یہ ہے کہ تو میرے مشیر کی حیثیت قبول کر۔“

”یہ میری عزت افزائی ہے اور میں اسے قبول کرتا ہوں۔“

”تم سب منتشر ہو جاؤ۔ لیکن خبردار۔ اسپاکیڈ بار نہ ہو۔ انیلا جہاں اپنا نشان قائم کر لے وہاں اسے برقرار بنا چاہیے۔“

خوشی سے جھنپیں مارتے ہوئے لوگ بے تحاشا دوڑ رہے تھے۔ اور میں سکون کی نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ گو مجھے ان لوگوں سے کوئی سروکار نہ تھا۔ لیکن عورتوں اور بچوں کی زندگی بچا جانے سے مجھے خوشی ہوئی تھی۔ دو بے چارے میرا شکر یہ ادا کرنے کے لئے بھی نہیں رکے تھے اور ان کی آن میں میدان صاف ہو گیا۔ تب انیلا نے واپسی کے لئے ہاتھ اٹھا دیا اور اپنے گھوڑے کا رخ موڑ دیا۔

دس بارہ جوان میرے نزدیک آکھڑے ہوئے تھے۔ ان کے انداز میں اعطاعت تھی۔ ”ہمارے لئے کیا حکم ہے نائبِ اعظم۔“ ان میں سے ایک شخص نے کہا۔

”نائبِ اعظم۔“ میں نے دہرایا۔

”ہاں۔ خدائی قبر کے حکم کے بموجب اب تم نائبِ اعظم ہو، اور تمہاری اطاعت ہم پر فرض ہے۔“

”تب تم میں سے ایک تجربے کار آری میرے پاس آجائے۔ میں صرف اسی سے بات کر دوں گا۔“ اور ایک معمر سپاہی میرے قریب آ گیا۔

”میرا نام شاطوس ہے۔ میں ہن قبیلے کا اسقف ہوں اور انیلا اعظم کے ساتھ فتوحات کے لئے نکلا ہوں۔ اکثر میرے مشورے کارآمد ثابت ہوئے ہیں۔“

”ٹھیک ہے شاطوس۔ باقی لوگوں کو واپسی کا حکم دے اور میرے لئے گھوڑا لے آیا۔“ میں نے کہا اور ایک عدد گھوڑا میرے لئے مہیا کر دیا گیا۔ میں گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ شاطوس میرے ساتھ تھا۔ ”تو اے شاطوس۔ مجھے تیرے مشوروں کی ضرورت ہے۔ میں انیلا کے مزاج سے ناواقف ہوں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ اس کے نائب کے فرائض کیا ہیں؟“

”ظاہر ہے تو انہی ہے۔ لیکن اے شخص۔ اس وقت تو کہا تھا جب اسپاکیڈ پر انیلا کے جوان جاہلی نازل کر رہے تھے۔ تو نے بیٹھا جو دونوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہوگا۔“

”میرے بارے میں جاننے کے بجائے تو مجھے انیلا کے نائب کے فرائض سمجھا۔“ میں نے کہا۔

”فرائض کچھ بھی نہیں ہیں۔ انیلا جب تیرنی ضرورت محسوس کرے گا تجھے طلب کر لے گا۔ یہ اس وقت کی بات ہے۔ اس کے علاوہ صرف

خیش و آرام یا سفر....."

"ہوں" میں نے گہری سانس لی اور خاموش ہو گیا۔ بڑی مصیبت تھی پر دینسہ..... بعض اوقات میں اپنی زندگی میں تہہ لپی چاہتا تھا۔ میں چاہتا تھا ایک عام کی زندگی بسر کروں۔ لیکن حالات مجھے دکھائیں کہ ایک ہی ڈگر پر لے جاتے تھے۔ عزت و توقیر کی ڈگر..... اور یہ شخص بھی جو خود کو خدائی تہہ کہتا تھا میرا گردیدہ ہو گیا تھا۔

چھوٹے چیموں کے شہر کے نزدیکی ایک بڑا خیر میری قیام گاہ ٹھہرا اور اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایٹلا کا عظیم الشان خیر تھا جو ایک طویل رقبے میں پھیلا ہوا تھا۔ اس کے گرد زیادہ سپاہی نہیں تھے۔ لیکن روشنیاں کافی تھیں۔ رات ہو چکی تھی۔ اس دوران مخصوص پاتاق میرے لئے ضرورت کی چیزیں فراہم کرتے رہے تھے۔ دو خدمت گار ہر وقت ادب سے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے۔ رات کے کھانے کے لئے پہنچے ہوئے بکرے اور شراب کے مٹکے آگئے۔ میں نے گوشت کھایا تھا۔ شراب نہیں پی تھی اور پھر جب رات گہری ہو گئی تو دفعتاً خیمے کا دروازہ کھلا..... اور تین غلام ہاتھوں میں شراب کے خوبصورت برتن لئے پہلوں اور خشک میوہوں کے خوان لئے اندر آگئے۔ ان کے عقب میں دو حسین لڑکیاں نیم عریاں لباس میں تکی، ہال ہال موتی پردے اندر آگئی تھیں۔ لڑکیاں نو عمر اور بے حد حسین تھیں۔ ان کے جسموں کے مختلف حصوں پر سونے کے چوڑے زیورات جن میں موتیوں کی رنگین لڑیاں جھول رہی تھیں، جے ہوئے تھے۔

بلاشبہ قابل دید لڑکیاں تھیں۔ میں نے تعجب اور دلچسپی سے انہیں دیکھا اور پھر غلاموں کی جانب... غلاموں نے نجانے کیا سمجھا کہ فوراً ذوان وغیرہ رکھ کر باہر نکل گئے اور میں نے گہری سانس لی۔

لڑکیاں حیرت و تعجب سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔ ان کی آنکھوں میں بھی حیرت کے نقوش تھے۔ پھر وہ حرکت میں آگئیں۔ ان میں سے ایک لڑکی نے شمال میں رکھا براہ اٹھا لیا اور منتخب جگہ بیٹھ گئی۔ دوسری لڑکی شراب کی صراحی اور جام لئے میرے نزدیک آگئی۔ میں ایک اونچی جگہ بیٹھا ہوا تھا جس پر عمدہ قالین اور ریشم کے گدے بچھے ہوئے تھے۔ سرخ ریشم کے درمیان میرے سہرے بدن نے لڑکیوں کو متحیر کر دیا تھا۔

میرے نزدیک آکر وہ لڑکی اس تخت کے نیچے بیٹھ گئی جہاں میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے نازک لبوں پر دلکش مسکراہٹ کھلبلی رہی تھی اور پھر اس نے شراب کا جام بھرا۔ دوسری لڑکی نے برہہ پر انگلیاں پھیرنا شروع کر دی تھیں اور براہ کے تاروں نے ایک مسخو کن آواز بکھیر دی۔ ماحول خاصا دلکش اور دلچسپ ہو گیا تھا۔ لڑکی نے مجھے جام پیش کیا اور میں نے قبول کر لیا۔

"تیرا کیا نام ہے؟"

"ایشایہ۔" لڑکی کی تقری آواز ابھری۔

"اور دوسری لڑکی کا؟"

"وہ آفتاب ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"کس نے بھیجا ہے تم دونوں کو؟"

"خدا کی قبر کی کنیزیں ہیں۔ لیکن ہم دونوں کنواری ہیں۔ ہمیں پہلی بار تمہارے لئے سجایا گیا ہے۔" لڑکی نے جواب دیا۔
"اور کیا واقعی؟"

"ہاں۔"

"کیا تمہارا تعلق بھی بن قبیلے سے ہے؟"

"نہیں۔ ہم تباہ شدہ زرتا یہ کی رہنے والی ہیں۔" برابر کی دھنوں کے درمیان لڑکی نے جواب دیا۔

"زرتا یہ کو بھی ایٹلانے تباہ کیا ہوگا؟"

"ہاں۔" لڑکی نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تمہاری جیسے دوسری لڑکیاں بھی ہوں گی یہاں؟"

"بے شمار۔" اس نے جواب دیا۔

"ہوں۔ کیا تم مجھے دل کی باتیں بھی بتاؤ گی؟"

"ہم تیرے بر حکم کی تعمیل کریں گے۔"

"دل کی باتیں تعمیل حکم میں نہیں بتائی جاتیں بلکہ دوست سمجھ کر کی جاتی ہیں اور میں تمہیں بتا دوں کہ میرا تعلق نہ تو بن قبیلے سے ہے اور نہ ہی

میں ایٹلا کا لازم ہوں۔ میں نے اپنی قوم با زور سے یہ منصب حاصل کیا ہے۔ اس لئے میرا دوست صرف میری ذات سے تعلق رکھتا ہے۔"

"ہاں۔ اس سے قبل ہم نے تجھے ایٹلا کے لشکر میں نہیں دیکھا۔"

"آج ہی میں اس کے تیس جوانوں کو قتل کر کے اس لشکر میں شامل ہوا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو کیا تیرا تعلق اسپا کیہ سے ہے؟"

"نہیں۔ میں تو دوسرے علاقے سے آیا ہوں اور اتفاق سے ہی اس لشکر میں شامل ہو گیا ہوں۔"

"تو نے دل کی باتوں کے بارے میں کہا تھا؟" ایٹلا نے کہا۔

"ہاں۔ کیا تو اس کے لئے تیار ہے؟"

"ہاں۔ اور اس کی وجہ ہے۔" ایٹلا نے مجھے برق پاش نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا وجہ ہے؟"

"ہمیں یہ بتایا گیا تھا کہ ایٹلانے کسی کو اپنا نائب مقرر کیا ہے اور ہمیں اس کی خدمت بگاری کرنا ہے۔ عام طور سے ایٹلا کے ساتھی وحشی، خونخوار

اور خوناک ہوتے ہیں اور پھر وہ جسے خدا کی قبر اپنا نائب مقرر کر لے۔۔۔۔۔ مجھ سے زیادہ فتنہ کی حالت خراب تھی۔ وہ تو قہر تھرکا پننے لگی تھی۔ ہمارا خیال تھا

کہ کوئی وحشی صفت انسان ہوگا جو بات بات میں سینوں میں خنجر اتار دینے کا عادی ہوگا۔ عموماً اس کے ساتھی ایسے ہی ہیں۔ لیکن۔۔۔۔۔ تو ان سے قطعی

مختلف اور دل موہ لینے والا ہے۔ ہم تجھے دیکھ کر حیران ہوئے ہیں۔"

"اس لڑکی گفتگو کو بھی پاس ہی بالو۔ میں اس کی آنکھوں میں حیرانی دیکھ رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

دوسرے لمحے لڑکی اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ دو رپڑ بجانے والی لڑکی کے قریب پہنچی اور اس کی اذگلیاں رک گئیں۔ تب ایشیہ آہستہ لہجے میں اسے کچھ بتانے لگی۔ اس دوران دونوں میری جانب دیکھتی بھی جا رہی تھیں۔۔۔ اور پھر دونوں میرے قریب پہنچ گئیں۔ نازک سے غدو خال اور دودھ جیسے سفید رنگ والی یہ لڑکیاں بلاشبہ دلکش تھیں۔ دونوں پھر میرے نزدیک بیٹھ گئیں۔ دوسری لڑکی بھی اب میری جانب دیکھ رہی تھی۔ اس کے انداز میں ایک انوکھا پن تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ مجھ سے اپنا سبب محسوس کر رہی ہو۔ شاید ایشیہ نے اسے میرے بارے میں سب کچھ بنا دیا تھا۔ دو دونوں میری جانب دیکھ رہی تھیں۔

"تم لوگ کتنے عرصے سے انیلا کے ساتھ ہو؟"

"طویل عرصہ ہو گیا۔ اب تو ہمیں ٹھیک وقت یاد بھی نہیں رہا۔" ایشیہ نے جواب دیا۔

"تسہارا وطن بھی انیلا کے ہاتھوں برباد ہو گیا؟"

"ہاں۔"

"میں اس شخص کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا۔ شاید تمہیں اس بات کا علم بھی نہ ہو کہ ابھی تھوڑا عرصہ پہلے میں اس کا قیدی تھا۔ پھر اس نے مجھے قتل کرنے کا فیصلہ کیا اور میں نے اس کے سب سے بہادر لوگوں کو قتل کر دیا۔ تب اسے ہوش آ گیا اور اس نے مجھے اپنا نائب مقرر کر دیا۔ اس گفتگو سے میرا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے انیلا کے بارے میں بتاؤ۔"

"ہم تیار ہیں۔" گفتگو نے جواب دیا۔

"تو پھر بتاؤ۔"

"تم پوچھو۔ کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"اس کی عادات، خصلت وغیرہ۔"

"دیکھو اس کے لشکر میں ہمیں کوئی نمایاں مقام حاصل نہیں ہے ہم تو محض درہے والے لوگوں میں سے ہیں۔ دو کم گواہر جلد فیصلے کرنے والا

ہے۔ خود بھی بے پناہ طاقتور ہے۔ ایک بار اس نے ایک قومی بیکل گھوڑے کو کندھوں پر اٹھا لیا تھا۔ اس کے علاوہ بیویوں کا بھی بہت شوقین ہے۔"

"واہ۔ اس پہلے کا کیا مقصد ہوا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"تمہیں تو اس کی بیویوں کی تعداد بھی معلوم نہیں ہوگی؟"

"بالکل نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"شاید کوئی بھی نہ بتا سکے۔ ممکن ہے خود انیلا کو اپنی بیویوں کی صحیح تعداد نہ معلوم ہو۔"

>> Prose >> Urdu Novels >> Action Adventure Novels

زیر قلم

سدا ہوں کا بیٹا

”نوب، تم جتن لیا تو میں تو ادا کیا ہے؟“

”تو وہ نہیں جو نئے نوجوان کا تھا تو ہے۔ آج پتا ہے نے شراوت، یہاں وہ میں شراوت ہے تو ہے جو کہا، پھر تے ہاں توں پر مگر شراوت

کہانی

”بھرا مطلب ہے کہ وہ وہ تو تھا جانی تیرے؟“

”اوس کے ساتھ جانی ہیں۔“ نوب نے جواب دیا۔

”اوس ادا بھی ہو رہا ہے؟“

”کہاں نہیں۔ وہ سب توں اپنے ساتھ لٹکا ہے؟“

”تنت نوب، وہ تو پ بات ہے، ادا ہاں اور نوب میں ان کے ملا دیاں گی، وہ جو تے پرست ہے۔“

”پھر کہ نہیں، اس کی باجوں کے ملا دیاں توں کی طوط میں نہیں ہو سکتا، وہ تو میں لڑکی تو ہوتا کر ہے۔ پتلا اس سے ملا ہی کر کے اس

اپنے سر میں داخل ہوتا ہے، اس کے بعد اس کی فورت ماسک کرتا ہے، آج پتا ہے نوب۔“

”واہ، یہ بھلا انسان ہے؟“ میں نے ششہ ہو گئے تھا۔

”ہاں۔ اس کے اصول بہت اچھے ہیں، جہاں وہ ظالم ہے، وہاں اصول پرست بھی ہے۔“

”تو میں نے یہی سنا تھا،“ بھرا حال اس کے ساتھ نہیں کر کے کی اور بھلا سے ساتھ بھی نہیں لڑا کہوں میں نام سے

ملا ہی نہیں لڑوں گا۔ میں نے ان دونوں کو وہ کہہ کر پھاڑا لڑا کہوں نے پھر سے ساتھ ایک نوٹوں، نوٹوں، نوٹوں لڑا ہی تھی۔ وہ وہی نہیں تھی، وہ وہی

مجھے پتال، وہ کیا تھا، بڑا بڑا بھی پیری بہت میں ٹوڑی جھیر، سمجھ کر کہنے ہی وہ نہ ہی خدمت میں صرف ہو گئی۔ ات کو نہ تمام انہوں نے اس نے ان

میں میرے لئے کہاں کا توڑ بھی تھا، بڑا کھلم کھلا مسرت کا کھٹ مسرت کے بندھ بیٹے کے کچھک کے وہ نے تھے، سر پر پٹینے کے لئے کھٹ میں

قسم کو توڑا جس کے اوپر ہی جاوہی کہاں کی وہ لڑی تھی، اس کے ملا، پتہ ہی ابی شامہ نکال تھی، بندھ نے اور نے گھر پر نکالی جالی تھی۔ بیرون

میں پڑا ہوں تک کے جو تے میں سر سر نہ لڑی ہو نوب کوئی اصوات تھی، جلی تھی۔

مجھے تو بسا دلایاں پہننے کا سا بڑا بھی کس نہ، آج اور اور انہوں نے مجھے جوں میں انہوں نے اور اور پھر فریاں اور جاننے والی کا: وہوں سے

مجھے نہیں تھی۔

”واہ بڑا بڑا، اظہار، وہ کہہ نہ سکتے، طلسم، وہ وہ جس نام میں ہم ہوا، وہ ان وہوں کا مشراہا نہیں اور سکتا، تو پڑے کہتا۔“

”تو کیا ادا تھا، وہ ان کو نے کا لٹو ہے، وہ ان کی اپنی شخصیت بہت سا تھا ہے، آج میں نہیں سہا، سنا کے وہ ملا وہ چاہے۔“

”مجھے تو خدا ہے، وہ تھے، اچھے اور اس میں کئی کئی کا کار نہ وہ ہائے۔“

”جو بھی نہیں ہے اس کی وہ وہاں میں بھلا تے وہ ہائے۔“

⏪ **PREV** Move Directly To: **NEXT** ⏩

اگر آپ نے یہ کتاب پڑھی ہے اور اس کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرنا چاہتے ہیں، تو یہاں کلک کریں۔

Sadlon Ka Beta by MA Rahat Part-4 is an epic Tale of Action Adventure & Mystery. It is story of a Man who is alive for centuries and had witnessed every era of human evolution. Nature's four elements Fire, Air, Water and Stars were his friends. He slept for centuries in the depths of Oceans or buried deep in the mountains without any harm to his body. Bathing in fire, gives him youth and beauty. In this first part, an aero plane

"بس بس لڑکیوں مجھے زیادہ احمق نہ بناؤ۔ اب یہ بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کیا اسی خیمے میں رہ کر تم سے باتیں بنانا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ میرا خیال ہے تمہیں نائب کی حیثیت سے اٹھلا کے امور کی نگرانی کرنا چاہیے۔"

"اس کے امور کیا ہیں۔ یہ بھی تو ... میرا جملہ اوجھڑا رہ گیا۔ دروازے سے ایک آواز سنائی دی۔"

"نائب اعظم کی خدمت میں اس کے خدمتکار حاضر ہیں۔ ہم باہر یابی چاہتے ہیں۔"

"آ جاؤ۔" میں نے کہا اور دو بارش آدمی اندر آ گئے۔ یہ دونوں سپاہیوں کے لباس میں تھے اور چہروں سے ہی زریک نظر آتے تھے۔

دونوں سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکے۔

"نائب اعظم کو کس نام سے مخاطب کیا جائے؟"

"تم مجھے سالہن کہہ سکتے ہو۔" میں نے جواب دیا۔

"سالہن اعظم کو سلام ... صبح ضرورت سے فراغت ہوگی ہو تو ہمیں کچھ وقت دیا جائے۔"

"نھیک ہے۔ کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"چونکہ سارے بن لشکر کے سامنے قبر خد اوئدنی، فاتح اعظم اٹھلا نے سالوس اعظم کو نائب مقرر کیا ہے اور وہ بھی نہ رہے جو فاتح اعظم کے

مشیر اور فوج کے نگران تھے اس لئے سالوس اعظم کے شانوں پر اس عہدے کی ذمے داریاں بھی آپڑی ہیں۔"

"ہاں۔ مجھے احساس ہے۔ لیکن مجھے میرے فرائض نہیں معلوم۔"

"ہم اسی لئے حاضر ہوئے ہیں کہ اگر کچھ جاننے کی ضرورت ہو تو ہماری خدمت حاصل فرمائیں۔"

"یہ اچھی بات ہے۔ میں تم سے بہت کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہم حاضر ہیں۔" دونوں نے جواب دیا۔

"تو بتاؤ اس حیثیت سے میرے کیا فرائض ہیں؟"

"سورج جب بلندی پر چمکنے لگے تو آپ کو فاتح اعظم کی خدمت میں حاضر ہونا ہوگا اور ان کے آئندہ اقدامات کے بارے میں معلوم کرنا

ہوگا۔ اس کے بعد فوجوں کی نگرانی اور ان کا معائنہ ... اور درواریہ جنگ فاتح اعظم کو جنسی مشورے دینا ... یہ سب آپ کے فرائض ہیں کسی بھی مرحلے

پر آپ کو خدائی قبر کے شانہ بشانہ ہونا ہوگا۔"

"اور کچھ؟" میں نے پوچھا۔

"بس یہ وہ فرائض ہیں جو نائب کے ہوتے ہیں اور جن کے بارے میں ہمیں آپ کو بتانا تھا۔"

"نھیک ہے۔ کیا سورج بلندی پر پہنچ گیا؟"

”ابھی نہیں ساؤس اعظم۔“

”کیا اس سے قبل میں خیمے سے باہر بھی نہیں نکل سکتا؟“

”کیوں نہیں۔ کس کی مجال ہے کہ ساؤس اعظم کے کسی کام میں مداخلت کرے۔“ بوزھے نے جواب دیا۔ تب میں نے چیتے کی کھال کو سمیٹا اور خیمے سے باہر نکل آیا۔ خیمے کے عین سامنے ایک قد آور گھوڑا سناڑے سے جا ہوا کھڑا تھا۔ میں گھوڑے پر سوار ہو گیا اور پھر میں نے اسے ایزاکا دی۔ میرے عقب میں میرا محافظ، ستہ برق رفتاری سے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر چل پڑا۔ بہر حال بڑی شان تھی اور میں نے ایلٹا کے سپاہیوں کو حیران دیکھا۔ جو بھی مجھے دیکھتا اپنی جگہ کھڑا رہ جاتا اور ورتک دیکھتا رہتا۔ میں نے ان لوگوں کی دلچسپی، بخوبی محسوس کی تھی۔

یوں میں خیموں کے شہر کا جائزہ لیتا رہا اور پھر واپس چل پڑا۔ پھر سورج بلندی پر پہنچ گیا اور میرے اتالیق نے مجھے بنایا کراب مجھے ایلٹا کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے۔ ایک بار پھر میرا جائزہ لیا گیا اور پھر میرے اتالیق نے کہا۔

”آپ بالکل درست ہیں ساؤس اعظم۔۔۔ اب آپ خیموں کے اس طرف چلے جائیں۔ جہاں دوسرے لوگوں کو جانے کی اجازت نہیں۔“ ان لوگوں نے مجھے وہاں تک چھوڑ دیا جہاں تک انہیں جانے کی اجازت تھی اور پھر میں نہایت سکون سے اپنا گھوڑا کپڑے کی دیوار کے دوسری جانب لے گیا اور خوب تھی یہ جگہ جہاں آباد تھا خیموں کا ایک چھوٹا سا گاؤں نصف دائرے کی شکل میں اور داخل ہوا تھا میں۔ تو میں نے بہت سے لٹری تقریبے سنے تھے جو میرے اندر داخل ہوتے ہی ساکت ہو گئے اور پتھوں بیچ اس چھوٹے سے گاؤں کے جہاں حسن بے پناہ کھرا ہوا تھا۔ قد آور جوان، کہ صرف زبریں لباس میں ملہوس تھا، کھڑا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ سینے پر بندھے ہوئے تھے اور آنکھیں بلند ہوتے سورج پر جمی تھیں، یوں کہ وہ پلک نہیں جھپک رہا تھا اور پتھر کے بت کی مانند ساکت و جامت تھا۔

میرے گھوڑے کے قدموں کی آواز پر بھی اس نے پلکیں نہیں جھپکائیں اور نہ رخ سوز کر میری طرف دیکھا بلکہ یوں ہی سورج کی جانب گمراہ رہا۔۔۔ ہاں حسنین کا تھمکت ایک جگہ جمع ہو گیا اور سب کی نگاہوں میں حیرت تھی۔ ایسا عجیب سکون چھا گیا تھا وہاں جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ آواز تھی تو صرف میرے گھوڑے کے قدموں کی جوا ہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔

پھر میں نے گھوڑا روک لیا۔ کیونکہ اب ایلٹا کا مجھ سے زیادہ فاصلہ نہیں رہ گیا تھا اور پھر میں گھوڑے سے نیچے اتر آیا۔ میں نے ایک نگاہ ایلٹا پر ڈالی اور دوسری جو حیرت حسیناؤں پر اور بہت سی آنکھوں میں، میں نے محبت اور پسندیدگی کی چمک پائی کہ ایسی آنکھیں بھلا کہاں چھپ سکتی ہیں۔ لیکن ان آنکھوں کے سوال کے جواب کے لئے مناسب وقت نہیں تھا اس لئے میں نے اپنی توجہ ان پر سے ہٹائی۔ تب دفعتاً ایلٹا میری جانب گھوما اور اتفاق سے میں اس کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔

بلاشبہ ایلٹا کی آنکھوں میں قہر اتر ہوا تھا۔ ان کی سیاہ پتلیاں پھیل کر پورے سفید دیدوں پر چھا گئی تھیں۔ دونوں حسنین تھی ہوئی تھیں۔ اور پیشانی پر گہری لکیر نظر آ رہی تھی۔ چند ساعت وہ مجھے گھورتا رہا اور پھر اعتدال پر آنے لگا۔ پھر اس کے ہونٹ پھیلے اور پھر بے اختیار وہ آہستہ سے ہنس پڑا۔ اب وہ پرسکون تھا لیکن یہ کیفیت بھی چند ساعت رہی اور پھر وہ مرد لہجے میں بولا۔ ”یہاں کیوں آئے ہو؟“

"ایٹلا کی قدم بوسی کے لئے اس کی حاضری میں۔"

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"سالوس۔"

"اسپا کیہ کے کون سے خاندان سے تعلق رکھتے ہو؟"

"میرا تعلق اسپا کیہ سے نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" ایٹلا کی آواز بے حد رعب دار تھی۔

"سمندر کی جانب سے ننگلی کی تلاش میں جب میں اسپا کیہ کی سرزمین پر پہنچا تو میں نے دھوئیں کے بادل دیکھے۔ اسی دھوئیں نے گہرے

سمندروں میں مجھے اسپا کیہ کی طرف متوجہ کیا تھا۔ لیکن جب میں شہر میں داخل ہوا تو جلتی ہوئی غارتوں کے سوا کچھ نہ پایا۔ سو حیران سا شہر کی فصیلوں کی

جانب آ نکلا اور تیرے لشکر کو دیکھا اور پھر گرفتار کرنے والوں نے مجھ سے کہا کہ وہ مجھے گھوڑوں سے باندھ کر زمین پر تھینتے ہوئے لے جائیں گے۔

لیکن میں نے قبول نہ کیا اور خود انہیں گھوڑوں سے باندھ کر تیرے لشکر میں لے آیا جس کے نتیجے میں وہ مر گئے۔ پھر تیرے لشکر یوں نے میرے ساتھ

براسلوک نہ کیا اور نہ وہ مجھے گرفتار نہ کر پاتے اور میں ان میں سے بھاری تعداد کم کر دیتا۔"

"وہ۔" ایٹلا ہنس پڑا۔ اس کی پیشانی پر کوئی بل نہیں آیا تھا۔ "تو تیرا تعلق اسپا کیہ سے نہیں ہے؟"

"ہرگز نہیں۔"

"پھر تو نے ان کی زندگی بچانے کے لئے خود کو ہلاکت میں کیوں ڈالا؟"

"ان میں جتنے جوان تھے مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ لیکن عورتیں اور بچے ان کی سوت مجھے گوارا نہ تھی۔"

"آہ۔ یہ تیری کمزوری ہے۔" ایٹلا نے کہا۔

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"بہادر کے سینے میں خونریزی کے تصور کے سوا اور کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ رجم کے جذبات بزدلوں کے سینوں میں ہوتے ہیں۔"

"میں اسے تسلیم نہیں کرتا۔"

"کیوں؟" وہ غرایا۔

"وہر کا جواب دار سے ملے تو حوصلے نکالنے کا موقع ملتا ہے۔ مقابل کے کمزور بازو بے حقیقت ہوتے ہیں۔ اسے قتل کرنا تلوار کی دھار کی

توہین کی ہے۔"

"دشمن کی کھیتیاں تاراج کرنا فتح کا نشان ہے۔" ایٹلا غرایا۔ "دشمن کی ہر ہانسی سے دھواں نکلنا چاہیے۔ ورنہ فتح کا مزا کیا؟"

"بے جان چیزوں کی ہر بادی دیوانگی کی علامت ہے۔ انہی کھیتوں کو اپنے قبضہ میں کر کے دشمن کی محنت سے فائدہ بھی اٹھایا جا سکتا ہے۔"

میں نے جواب دیا۔ اٹلیا کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ اس کی پتلیاں پھیل گئی تھیں۔ کافی دیر تک وہ مجھے گھورتا رہا اور پھر بھاری لہجے میں بولا۔

"تو نے ہماری سوچ بدلنے کی کوشش کی ہے۔"

"یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"بہت بے باک ہے تو۔"

"خوف میری تعمیر میں شامل نہیں۔" میں نے کہا اور وہ بھر بننے لگا۔ یوں لگتا تھا پروفیسر... جیسے اسے اپنی توہین پر غصہ بھی آ رہا ہو اور مزہ بھی مل رہا ہو۔ وہ عجیب انداز میں ہنستا تھا اور بعد میں، میں نے اس کا تجزیہ کیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ وہ اذیت پسند ہے۔ اذیت رساں بھی ہے اور اذیت پسند بھی۔ وہ ہر وہ چیز مٹاتا تھا جو جسے ملانا چاہتا اور شاید ہر چیز اپنی دسترس، اپنی قدرت میں دیکھ کر وہ کسی قدر بد دل بھی تھا۔ اس کے ذہن کے انتہائی گوشوں میں یہ طلب بھی چھپی ہوئی تھی کہ وہ ناکام رہے اور کوئی اسے نظر انداز بھی کرے۔ چنانچہ وہ میرا گرویدہ ہونا چاہتا تھا۔

"آہ... آہ... تو واقعی بے خوف ہے لیکن ابھی تو نے... ابھی تو نے خوف کا مزہ نہیں چکھا۔ ابھی تو اٹلیا سے واقف نہیں ہے۔"

"شاید۔" میں نے مختصر کہا۔

"ہم یہ نہیں پوچھیں گے کہ تو کون ہے، کہاں سے آیا ہے۔ لیکن دلچسپ ہے۔ کیا تو جتنی مشورے بھی دے سکتا ہے؟"

"عظیم اٹلیا۔ میں دشمن کی ہر کوشش کو ناکام بنا دینے کی قدرت رکھتا ہوں۔ میں حالات کا ہر رخ اپنی پسند کی جانب موز لیتا ہوں۔ بس اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتا۔"

"بڑا مان ہے تیری بات میں۔ بڑا مجرم ہے تجھے۔ آزمائیس گے۔ ہاں ایک بہادر جرنیل کی حیثیت سے تو ہمیں پسند ہے اور... اور ہم

اپنے حریف شائی کا زکے دربار میں تجھے تہی بھیجیں گے۔ ہم نے تیرا انتخاب کر لیا۔"

میں نے گردن جھکانی تھی۔ اٹلیا وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ وہ کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ پھر ایک دم رکا اور مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اسی انداز میں

بننے لگا۔

"تیرا مذہب کیا ہے؟ کیا تو سورج پرست ہے؟"

"نہیں۔"

"پھر تیرا مذہب کیا ہے؟"

"قوت و طاقت۔" میں نے جواب دیا۔ وہ پھر سنجیدہ ہو گیا۔

"کیا تو طاقت کی مہات کر تا ہے؟" اس نے فراتے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"کب، کس وقت؟" اس نے پوچھا۔

"عبادت کے لئے کوئی دقت متعین نہیں ہوتا۔" میں نے ایک نوا دہی جوئے کو دیکھا۔ لوہے کا بے حدود زنی اور لہا کھڑا تھا جسے شاید چار آدمی بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتے تھے۔ میں نے جھک کر اسے اٹھالیا اور اٹھلا تہج سے مجھے دیکھنے لگا۔ تب میں نے اسے توڑا اور پھر دونوں ہاتھوں سے اسے موز کر اس کے دونوں سرے آپس میں ملا دیئے اور اس کے بعد دونوں سروں کو کھینچ کر سیدھا کر دیا۔ پھر کلاڑے کو اس کی جگہ ایل دیا۔ "یہ میری عبادت ہے۔"

ایٹلا گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے سامنے نگاہ دوڑائی اور ایک خوبصورت لڑکی کو اشارے سے قریب بلایا۔ پھر اس کا بازو پکڑ کر میرے طرف بڑھا دیا۔

"اسے تمام۔" اس نے کہا اور میں نے حسین لڑکی کا بازو پکڑ لیا۔

"یہ تیرا انعام ہے۔ ام آج کوچ نہیں کریں گے۔" اس نے دونوں ہاتھ بلائے اور مجھ سے کچھ کہے بغیر ایک نیسے میں داخل ہو گیا۔ خوبصورت لڑکی قربان ہو جانے والی نگاہوں سے مجھے دیکھے جا رہی تھی۔ اس کے چہرے سے مسرت پھوٹ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "وہ خلوت میں چلا گیا۔ اب تو مجھے لے چل۔"

"کہاں لے چلوں؟" میں نے گردن کھجاتے ہوئے چاروں طرف دیکھا۔ عورتیں خیموں کی طرف جا رہی تھیں لیکن کیفیت یہ تھی کہ پلٹ پلٹ کر مجھے دیکھتی جا رہی تھیں۔

"آہ۔ ان کی نگاہوں میں کتنا حسد ہے۔ کیسی رقابت ہے۔ کوئی نہیں جان سکتا۔ میں سمجھ رہی ہوں۔ ہونہر خود کو کتنا خوش نصیب سمجھتی تھیں۔ کہ انہیں اس کی قربت حاصل ہے لیکن تقدیر سے ناواقف تھیں سب کی سب۔ ہمیشہ میرا مذاق اڑاتی رہیں اور آج میں ان کا مذاق اڑانے کے قابل ہوئی ہوں۔" میرے نزدیک کمزری لڑکی کہہ رہی تھی۔

"اب میں تجھے کہاں لے چلوں اسے خدائی ٹہر۔" میں نے پوچھا۔

"اپنے نیسے میں، اپنے قدموں میں، ہاں میں تیری ایسی خدمت کروں گی کہ۔۔۔ ایسا چاہت دوں گی کہ زمانے میں مثال ہوگی۔ میں تیری اونٹنی ہوں۔ تیرے قدموں کی منی ہوں۔ دل چاہے تو ابھی اپنے خنجر سے میرا دل چاک کر دے۔ اف کر جاؤں تو فرزند شام نہیں۔"

"تو تیرا نام فرزند شام ہے؟"

"تیری شاہدہ کا نام بیبی ہے۔ لیکن میرے لئے نام دی بہتر ہوگا جو تو تجویز کرے گا۔" اس نے کہا۔ یہ حسن اور یہ سپردگی مجھے پسند آئی تھی۔ بلاشبہ یہ ان سیناؤں سے کہیں زیادہ حسین تھی جو رات کو میری خدمت میں رہی تھیں۔

"چل بھائی اچھا انعام ہے تو۔" میں نے کہا۔

"گھوڑے پر تو سوار ہو جا۔ میں اس کی رکاب پکڑ کر چلوں گی۔" اس نے کہا۔ لیکن میں نے اسے گھوڑے پر بٹھا دیا اور پھر خود بھی سوار ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے۔۔۔ گھوڑے کو ایڑا لگادی اور خیموں کے حصار سے باہر نکل آیا۔ باہر میرے خدام کھڑے تھے۔

وہی دونوں بوڑھے میرے نزدیک آگئے اور ان میں سے ایک نے کہا: ”اگر یہ انیلا اعظم کی طرف سے بخشا ہوا انعام ہے تو دوسرا شخص ہے جس نے یہ انعام پایا۔ پہلا انعام ڈیلوس کو ملا تھا۔ جس نے شاہ مران کو قتل کیا تھا۔“

”لیکن اب میں اس انعام کیا کیا کروں؟“ میں نے کہا اور بوڑھے کے اشارے پر ایک جوان نے اپنا گھوڑا خالی کر دیا۔

”خدا کی قبر کا انعام احترام کا مستحق ہوتا ہے۔ ہم اسے تیرے خیمے میں پہنچا دیتے ہیں۔ ہاں کیا انیلا اعظم آج کوچ کرے گا؟“

”نہیں۔ اس نے یہی کہا ہے۔“

”تیرے جانب سے جرنیلوں کو یہ پیغام دے دیا جائے؟“

”ہاں۔“ میں نے سکون سے جواب دیا۔ اور سپاہی لڑکی کو لے کر خیمے کی طرف چلے گئے۔ ایک بوڑھا بقوم اس کے جرنیلوں کو آج کوچ نہ

کرنے کا پیغام دینے چلا گیا۔ دوسرا میرے ساتھ تھا۔ اس کا نام پیلوس تھا۔

”اب میرے فرائض میں کون سا کام ہے پیلوس؟“ میں نے پوچھا۔

”ہاں لیکن نایب اعظم تو انہیں کھا ہے تو پیلوس سے جس عزت کے ساتھ نہیں آ رہا ہے پیلوس اس کا مستحق نہیں ہے۔ اس لئے اپنے غلاموں

کی مانند گفتگو کر۔“

”کیا یہ بھی خدائی قبر کا حکم ہے؟“

”نہیں۔ لیکن ہماری یہی حیثیت ہے۔“

”تیری جو حیثیت بھی ہو میں... میں تجھے اپنا بزرگ ماننا ہوں اور تجھے عزت دیتا ہوں۔ یوں بھی تو میرا تالیق ہے۔“

”تیرا شکر یہ نایب اعظم... میں اس عزت افزائی کو یاد رکھوں گا۔ کیا میں تجھے ایک نصیحت کروں؟“

”ضرور۔“

”عورت کو ہر وقت خود پر طاری نہ رکھو یہ بنائے فساد ہوتی ہے۔ مبارکاتجھ سے غفلت ہو اور خدائی قبر کے عتاب کا شکار ہو جائے۔“

”بالکل درست کہا تو نے۔ لیکن یہ تو بتا۔ دورات کو آئی تھیں، ایک یہ ہوگئی۔ ان تینوں کام میں کیا کروں؟“

”اپنے خیمے کے نزدیک ان کے خیمے لگوادے اور جب ان کی ضرورت محسوس کرے انہیں طلب کر کہ بغیر تیری طلب کے انہیں تیرے

خیمے میں آنے کی اجازت نہ ہو۔“

”واہ۔ تو واقعی دانا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے؟“ میں نے خوش ہو کر پوچھا۔

”تیرا غلام یہ کام انجام دے گا۔“ پیلوس نے گہرے جھکا کر کہا۔

پھر میں واپس خیمے میں آ گیا۔ یہاں میرے لئے کچھ اور تبدیلیاں کر دی گئی تھیں میرے کچھ اور لباس بھی آگئے تھے۔ چنانچہ میں نے لباس

بدل لیا۔ دروازے پر کھڑے پہرے داروں سے میں نے کہہ دیا کہ کسی کو آنے کی اجازت نہ دی جائے میں آرام کروں گا۔ پھر میں آرام کرنے لگا۔

لیکن اب میں اپنے خیمے میں سوچ رہا تھا۔ صدیوں کے علم و دانش کے پیکر، بے ہام انسان، تو بار بار کسی مصیبت میں پھنس جاتا ہے۔ سارے بنگالے تیرے تقدیر کیوں بن جاتے ہیں۔ نہ جانے تو نے دنیا کے کون کون سے خطوں میں کیا کیا کیا ہے۔ اب یہ اٹھلا، جو بہر حال تیری حیثیت کے آگے چوٹی سے بھی زیادہ بے حقیقت ہے۔ لیکن وہ تیرا آقا ہے۔

آقا... میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ کیا وہ میرا آقا ہے۔ تب میری نگاہوں میں سوچیں مارا ہوا سمندر آ گیا۔ پرسکون آسمان کا عکس کی مانند جو خاموش ہے۔ بڑے بڑے خون ریز جانور اس کی سطح پر سر ابھارتے ہیں اس پر حکمرانی کرتے ہیں اسے اپنا ملک سمجھتے ہیں اور وہ خاموش ہے کیونکہ وہ اپنی طاقت سے واقف ہے کیونکہ اپنی قدرت سے واقف ہے۔ وہ جانتا ہے اس کی ایک کروٹ مٹانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس لئے وہ دیکھتا رہتا ہے۔ اپنے سینے کے ان کھلونوں کو کھینچتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جب کھلونے کمزور پڑ جاتے ہیں تو پھر اس کی گہرائیوں میں پھینکے جاتے ہیں اور وہ کھلونوں کی داستان کو خاموشی سے خود میں ڈن کر لیتا ہے۔

تو کیا میں سمندر نہیں ہوں؟ ہاں سمندر بھی تو ان کھلونوں کا محتاج ہے اگر وہ ان سب کو مٹا دے۔ اگر وہ اپنی طاقت کا اعلان کرے تو ہمیشہ کے لئے اس کھیل سے محروم نہ ہو جائے۔ وہ تنہا کیا کرے گا۔

یہی کیفیت تو میری ہے۔ پھر اگر کوئی مجھے اپنا ملک سمجھے تو میں برا کیوں مانوں۔ بے شک اگر میں حکمران ہونے کا اعلان کروں تو سرتابی کی مجال کسے ہے۔ لیکن کیا قاہر کیا حکمران بن کر میں ان نت نئے کھلونوں سے کھیل سکتا ہوں۔ پھر بدلتے ہوئے مناظر ساکت نہ ہو جائیں گے۔ میں کیا کروں گا۔ لیکن بس ایک دقت تھی۔ بعض اوقات میرا دل چاہتا تھا کہ ایک عام انسان کی حیثیت اختیار کروں۔ ایسی حیثیت جس میں مجھے کوئی مقام حاصل نہ ہو۔ لوگ میرے اوپر حکومت کریں۔ مجھے حقیر سمجھیں اور میں اس زندگی کا بھی لطف حاصل کروں۔ لیکن یہ نہ ہوتا تھا۔ حالات کوئی ایسی شکل اختیار کر لیتے تھے کہ میں نمایاں ہو جاتا تھا اور پھر وہی ذمہ داریاں۔ اب یہ حضرت حق تھے۔ بلاشبہ انہوں نے بہت سی فتوحات حاصل کی ہوں گی۔ لیکن اب جو کچھ ہوگا۔ نئے سرے سے اور نئے پیمانے سے ہوگا اور اس کے بعد تاریخ میں اپنا نام چھوڑ جائیں گے۔

لیکن مجبوری تھی مجھے سمندر کا کردار تو ادا کرنا ہی ہوگا۔ ورنہ کسی ویرانے میں کب تک زندگی گزار سکتا تھا اور جس طرح چاند زوہتا ہے۔ سورج ابھرتا ہے اور یہ دونوں اپنی مصروفیات سے کبھی نہیں تھکتے۔ کبھی نہیں اکتاتے۔ مجھے بھی اپنا کام انجام دینا ہے۔ ہاں مجھے بھی انہیں کی مانند شب و روز دیکھنے ہیں۔ پھر میں کیوں اکتاؤں۔

اور پھر میں پرسکون ہو گیا۔ میری ذمہ داریاں چونکا تاج تک کے لئے ختم ہو گئی تھیں۔ چنانچہ مجھے وہ باتونی لڑکی باو آئی جو بہت تیز بولتی تھی۔ اور مجھ سے بے پناہ الفت کا اظہار کرتی تھی۔ کیوں نے اسے طلب کروں۔

چنانچہ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے پہریدار کو طلب کیا اور غلام فوراً اندر آئے اور سر جھکا کر کھڑے ہو گئے۔

”فروشہ کو حاضر کرو۔“ میں نے حکم دیا اور دونوں گروں جہاں کراہاں نکل گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد فروشا بھروسہ لڑکی اندر داخل ہوئی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے آتے ہی حسب معمول شروع ہو گئی۔

"میں نے آپ کا نام معلوم کر لیا ہے ساؤس اعظم اور مجھے یہ بھی پتہ چل گیا ہے کہ آپ خدائی قہر کے نائب ہیں اور میں کیا بتاؤں کہ میں کتنی خوش ہوں۔ اگر آپ اسے شہنشاہ ایلٹا کی عظمت نہ سمجھیں تو دل کی بات کہوں۔"

"کہو۔"

"پہلے آپ وعدہ کریں کہ اگر ناراض بھی ہو گئے تو مجھے جان کی امان ملے گی؟"

"وعدہ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر میں دل کی بات بتاؤں۔ میرے دل کی بات یہ ہے کہ ایلٹا ایک شوہر کی حیثیت سے مجھے بالکل پسند نہیں۔"

"شوہر کی حیثیت سے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں۔ میری مراد ہے کہ اگر وہ میرا شوہر بن جاتا تو یقین کر دو، میرا شوہر تو ضرور بن جاتا لیکن دل سے میں اسے پسند نہیں کرتی۔ بس وہ میرے دل کو نہیں بھاتا۔"

"اوہ۔ تو کیا وہ تمہیں اپنی بیوی بنانا چاہتا تھا؟"

"ظاہر ہے۔ ورنہ پھر مجھے کیوں رکھا جاتا جہاں انتظار کرنے والی رہتی ہیں۔"

"انتظار کرنے والی...؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں۔ انتظار کرنے والیاں۔ کئی ایسی ہیں جو اس بات کا انتظار کر رہی ہیں کہ کسی وقت ایلٹا ان سے شادی کر لے گا۔"

"اور۔ تو تم شادی کی فہرست میں تمہیں۔"

"ہاں تو اور کیا؟" لڑکی نے جواب دیا۔

"خوب۔ ایسی کتنی لڑکیاں ہیں جن سے ابھی اس نے شادی نہیں کی؟"

"کافی ہیں مجھے ان کی صحیح تعداد نہیں معلوم۔"

"اور۔ وہ سب کے ساتھ انصاف کرتا ہے؟"

"اب یہ مجھے کیا معلوم۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"اچھا کیا جو اس کی بیوی نہیں ہے وہ بھی اس کی خلوت میں جاتی ہے۔"

"کبھی نہیں۔ یہ ایلٹا کا اصول ہے جس سے وہ شادی نہیں کرتا اسے اپنی خلوت میں کبھی طلب نہیں کرتا۔ ہاں وہ لڑکیاں جو اس کی پسند ہوتی

ہیں وہ الگ اسی جگہ رہتی ہیں جہاں اس کی بیویاں رہتی ہیں۔ لیکن ایلٹا اس وقت تک انہیں نہیں چھونا جب تک کہ ان سے شادی نہ کر لے اور شادیوں

کا موسم بھی شروع نہیں ہوا۔"

"اور ہوتی شادیاں کسی خاص موسم میں ہوتی ہیں؟"

"یہ بات بھی نہیں، بس شادیوں کا موسم وہ ہوتا ہے جب وہ اپنی بہات سے فارغ ہو چکا ہوتا ہے۔ اب دوسرا یہ کوئی نہ کر چکا ہے اس لئے اب وہ فارغ ہے۔ میرا خیال ہے یہاں سے کوچ کے بعد شادیاں کر لے گا۔ لڑکی نے پر خیال انداز میں کہا۔

اس کے گفتگو کرنے کے انداز میں بے ساختگی تھی اور مجھے اس کی بے ساختگی پسند آئی تھی۔ تب میں نے اس سے پوچھا۔

"تو تو ایلا سے شادی نہیں کرتی۔"

"یہ بات تو میں نہیں کر رہی۔ کیونکہ ظاہر ہے اس نے مجھے مال غنیمت کی حیثیت سے حاصل کیا تھا۔ مجھے اوٹ کر لایا گیا تھا۔ اب وہ میرے ساتھ جو بھی سلوک کرنا لیکن دل سے میں اسے پسند نہیں کرتی تھی۔ جیسا کہ میں تجھے پسند کرتی ہوں۔"

"ہوں۔ تو تو مجھے پسند کرنے لگی ہے؟"

"بہت زیادہ بے پناہ۔ اور خاص طور سے جب میں نے تجھے پہلی بار دیکھا تو ایلا کے سامنے جس طرح گفتگو کر رہا تھا ایسے اس کے سامنے کبھی کسی نے گفتگو نہیں کی۔ ہم سب تو حیران رہ گئے تھے۔ ہمارا خیال تھا ایلا اپنی باریک سی تلواریا اٹھانے کا اور تیری گردن تیرے شانوں سے جدا کر دے گا لیکن وہ تیری باتوں پر ہنستا رہا جس وقت تو اس سے گفتگو کر رہا تھا تو یقین کر میرے علاوہ ساری لڑکیاں سب تیری طرف عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں اور نہ صرف وہ بلکہ ایلا کی بیویاں بھی مجھے یقین ہے کہ بہت ساری عورتیں تجھ پر مرئی ہوں گی لیکن تو میری قسمت میں آیا ہے۔"

"اوہ۔ تو نے یہ بات کیسے اخذ کر لی کہ میں تجھے پسند کرنے لگا ہوں۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟" اس کا چہرہ ایک دم سدھ ہو گیا۔ "کیا تم مجھے پسند نہیں کرتے۔ کیا میں خوبصورت نہیں ہوں؟"

"ہوں۔ کوئی خاص تو نہیں۔"

"ہرگز نہیں۔ میں نہیں مانتی۔ میری ساتھی لڑکیاں کہتی ہیں کہ میں ان سب سے زیادہ خوبصورت ہوں۔"

"ممکن ہے۔ وہ تمہیں بےوقوف بناتی ہوں۔"

"تو کیا۔۔ تو کیا یہ حقیقت ہے۔ کیا۔۔ کیا۔۔ اس نے چاروں طرف دیکھا۔ کیا اس خیمے میں آئینہ نہیں ہے۔"

"مجھے نہیں معلوم۔ لیکن تم آئینہ کیا کرو گی؟"

"میں دیکھوں گی کہ کیا میں واقعی اتنی خوبصورت نہیں ہوں کہ تو مجھے پسند کر لے۔" لڑکی کی بات پر مجھے ہنسی آئی۔ پھر میں نے اس کا بازو پکڑ کر خود سے قریب کر لیا۔

"خیر چل میں یہ بات مان لیتا ہوں کہ تو بہت زیادہ خوبصورت ہے لیکن کیا تو میرے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہے؟"

"میں نہیں کہتی۔ میں تو تیری غلام ہوں، ہاں تیری خدمت کرنا مجھے بہت اچھا لگے گا۔ میں دل سے تیری خدمت کرنا چاہتی ہوں۔" لڑکی نے جواب دیا اور اس جواب میں بڑی سادگی اور معصومیت تھی۔ مجھے اس کا انداز بے حد پسند آیا تھا۔

"لڑکی میں شادیاں نہیں کرنا لیکن بہر حال تو مجھے اچھی لگی ہے۔"

”اچھی لگی ہوں۔ پہلے کیوں جھوٹ بول رہے تھے۔“ اس نے ناز سے مسکرا کر کہا اور میں نے اسے خود سے بالکل قریب کر لیا۔ میں اس کی باتوں سے محفوظ ہوتا رہا۔ وہ سپر کو میرے لئے کھانا آیا۔ جو شایان شان تھا یعنی وہ بھنے ہوئے چھوٹے بکرے۔ پھل، پنیر اور دوسری چیزیں۔ لڑکی ایک دم مستعد ہو گئی۔ اس نے میرے لئے کھانے کا اہتمام کیا اور پھر کھانا میرے سامنے رکھ کر کھڑی ہو گئی۔

”کیا تم نہیں کھاؤ گی؟“

”نہم کھا لو اس کے بعد کھائیں گے۔“

”کیوں؟“

”اہم تو تمہارے غلام ہیں۔“

”خیموں کے باہر خیموں کے اندر تم میرے محبوبہ ہو۔“

”تمہاری محبوبہ۔“ وہ خوش ہو گئی۔

”ہاں۔“

”یہ تمہارے لئے بہت بڑا اعزاز ہے۔ کیا ہم یہ بات دوسروں سے بھی کہہ سکتے ہیں؟“

”دوسروں سے تمہاری کیا مراد ہے؟“

”اپنی ساتھیوں سے۔ ان سے جو تمہیں پیار بھری نظروں سے دیکھ رہی تھیں جو ہم سے حسد کرنے لگی ہوں گی۔“ اس نے دلچسپی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تیری مرضی ہے۔“ میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”اہم تمہاری مرضی کے خلاف ایک کام بھی نہیں کرنا چاہتے۔ ہمیں تیار نہیں کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے۔“

”تمہارا جوال چاہے کر سکتی ہو۔ فی الحال آ کر کھانا کھا لو۔“ اس کے چہرے سے سرخس پھونکی رہیں اور وہ میرے ساتھ کھانا کھاتی رہی۔

لڑکی کی معصومیت اور لہجہ پن بھیسے بہت پسند آیا تھا۔ سب سے اچھی بات کہ وہ کسی غلامی کا شکار نہیں تھی اور ایک خادمہ کی حیثیت دیتی تھی اپنے آپ کو اور خڑے نہیں کرتی تھی۔

پھر رات ہو گئی۔ پورے دن اور کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ سوائے اس کے کہ لڑکی مجھ سے بگو اس کرتی رہی اور میں اس سے محفوظ ہوتا

رہا۔ رات کو بھئی وہ میرے ساتھ تھی۔ لیکن سونے سے قبل میں نے پہلوں کو طلب کیا۔ یہ سب میرے خدمت گار تھے اور صرف میری چاکری میں رہتے تھے۔ اس لئے پہلوں فوراً پہنچ گیا۔

”نائب اعظم۔“ اس نے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔

”رات کے کچھ آداب ہوتے ہیں؟“ میں نے پوچھا۔

"کچھ نہیں ہوتے۔" اس نے جواب دیا۔

"کل کی مصروفیات حسب معمول ہوں گی۔"

"ہاں اگر خدائی قہر کوئی فوری تھم نہ دے۔"

"رات کو خیمے سے باہر نکلنے میں کوئی قباحت تو نہیں ہوتی؟"

"ہرگز نہیں۔ تیری حیثیت بلند ہے ہاں دوسرے لوگوں کو پابندیاں کرنا ہوتی ہیں۔" بوزھے نے جواب دیا۔

"بس ٹھیک ہے تم جاؤ۔" میں نے بوڑھے سے کہا اور وہ گردن جھکا کر باہر نکل گیا۔ فرد شاخا موٹی سے منہ پلکیں جھپکارتی تھی۔

"اب تو کیا سوچ رہی ہے فروشا؟"

"تیرا اور انیلا کا موازنہ کر رہی ہوں۔"

"کیا مطلب۔"

"تیرا چہرہ کتنا نرم ہے جبکہ انیلا کو اس کی عورتوں نے کبھی مسکرائے نہ دیکھا ہوگا۔ وہ ہمیشہ قہر بنا رہتا ہے۔"

"میرا خیال ہے فرد شاخا تو ہر وقت میرا اور انیلا کا موازنہ نہ کیا کر۔"

"کیوں؟"

"اگر یہ بات کسی طرح انیلا کے کانوں تک پہنچ گئی تو میرے لئے بھی مصیبت بن جائے گی اور تیرے لئے بھی۔" اور اچانک اس کا چہرہ اتر

گیا۔ اس نے خوف سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"یہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن... لیکن اسے یہ باتیں کون بتانے گا جو میرے اور تمہارے درمیان ہوتی ہیں۔"

"کوئی نہیں بتائے گا لیکن کوئی سن سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے میں آئندہ اس بارے میں کوئی بات نہیں کروں گی اگر ایسی کوئی بات میرے ذہن میں آئی بھی تو میں خاموش رہوں گی۔"

"صرف انیلا کے بارے میں۔"

"ہاں۔ دوسری باتیں تو میں کر سکتی ہوں۔"

"ضرور۔ تیرن باتیں مجھے اچھی لگتی ہیں۔" میں نے کہا اور وہ میرے قدموں کے نزدیک آ بیٹھی۔

"میں بار بار سوچنے لگی ہوں کہ کیا میں درحقیقت تیری کینز بن گئی ہوں۔ تو کتنا نرم مزاج اور خوبصورت ہے۔ آہ۔ اگر میں انیلا..."

ایکدم خاموش ہو گئی اور خوفزدہ انداز میں خیمے کے دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ میں نے بھی چونک کر دروازے کی طرف دیکھا اور پھر میں نے تعجب

سے کہا۔

"کیا ہوا؟"

"مجھ سے پھر غلطی ہونے جا رہی تھی۔" اس نے بدستور خوفزدہ لہجے میں کہا اور مجھے بے اختیار ہنسی آگئی۔ میں نے اسے بازوؤں کی گرفت میں لے لیا۔ میرے قرب سے اس کی آنکھوں میں خمار تھمکنے لگتا تھا اور وہ مدھال سی ہو جاتی تھی۔ تب میں نے اسے آواز دی۔

"فروشا!"

"جی۔" وہ میرے سینے سے سرائھا کر بولی۔

"تمہاری زندگی میں کوئی نوجوان نہیں آیا۔ میرا مطلب ہے اس وقت تم جب تم آراؤ تھیں اور اپنے قبیلے میں تھیں۔"

"نہیں۔ اس وقت تو میں بہت چھوٹی تھی۔"

"ایشلا کی نوجوانوں میں سے کوئی۔"

"کوئی نہیں۔ اس لئے کہ خدائی قبر نے مجھے اپنی بیوی بنانے کے لئے پسند کر لیا تھا۔ اور پھر کس کی مجال تھی کہ مجھے اس نگاہ سے دیکھتا جولوڑکی اس کی منظور نظر ہوتی ہے اگر وہ کوشش بھی کرے تو کوئی نوجوان اس کی جانب مائل نہیں ہوتا۔"

"خوف کی وجہ سے؟"

"ہاں۔"

"ایسا کبھی ہوا ہے؟"

"صرف ایک بار۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا ہوا تھا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"خدائی قبر کی ملکہ شور یا بذات خود ایک نوجوان افسر کا اوپر عاشق ہو گئی تھی۔ کاؤ پہلے تو اس سے بچنے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن کہاں تک۔۔ شور یا نے اسے قابو میں کر لیا اور پھر ایک دن خدائی قبر نے انہیں ملے دیکھ لیا۔ تب اس نے پہلے کاؤ اور پھر شور یا کو اپنی خلعت میں بلالیا۔ اور ان سے کہا کہ وہ جذبات کی تسکین حاصل کریں۔ دونوں خوف سے تھر تھر کانپ رہے تھے خدائی قبر نے چابک اٹھا لیا اور انہیں حکم دیا جو کچھ وہ کہہ رہا ہے کیا جائے۔ مجبوراً دونوں تیار ہو گئے اور خدائی قبر انہیں دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ان دونوں کو شراب سے نہلا دیا اور پھر ان کے گرد لکڑیاں جمع کر کے دونوں کو زندہ جلوا دیا۔"

"خوب۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔

"اس کے بعد کبھی ایسا واقعہ نہیں ہوا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم جذبات کے رموز سے اچھی طرح واقف ہو۔"

"کیوں نہیں۔" فروشا نے جواب دیا۔

"لیکن کس طرف؟"

"میں خدائی تہر کی حرم میں رہتی ہوں اور وہ اپنی حرم میں تنہا مرد ہوتا ہے وہ اتنی شراب پیتا ہے کہ کوئی دوسرا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے افعال کو دوسری عورتوں سے پوشیدہ رکھتا ہے۔"

"خوب۔ خواہ وہ اس کی بیوی ہو یا نہ ہو۔"

"ہاں۔ بلکہ جب وہ فی شادی کرتا ہے تو پہلی رات اس کی تمام بیویاں اس کے گرد ہوتی ہیں۔"

"وہ۔ دلچسپ آدمی ہے۔ اچھا کیا اس کی بیویوں میں رقابت نہیں چلتی؟"

"کیوں نہیں۔ دلچسپ واقعات دیکھنے میں آتے ہیں۔"

"شائے... میں نے پوچھا۔"

"یہ ضروری نہیں ہوتا کہ ایلا کسی ایک رات صرف اپنی ایک عورت کو طلب کرے چونکہ تمام عورتیں اس کی منتظر ہوتی ہیں اس لئے وہ جس پر نظر کرم کرتا ہے وہ اس رات کو اس کی پسندیدہ عورت ہوتی ہے۔ لیکن بعض اوقات دوسری عورتوں کو اس پر رشک بھی ہو جاتا ہے اور یہ رشک و حسد اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ ان کے درمیان لڑائی بھی ہو جاتی ہے۔"

"اور ایسے وقت میں ایلا کا کیا رویہ ہوتا ہے؟"

"وہ ان کی جنگ میں دلچسپی لیتا ہے بلکہ بعض اوقات تو انہیں ہتھیار بھی فراہم کر دیتا ہے۔ کئی بار ایسا بھی ہوا کہ ان میں سے لڑتے لڑتے

ایک دوسرے جھگڑ گئے۔"

رات خاصی بوگنی تھی، چنانچہ میں نے اسے اپنے قریب کر لیا اور یوں وہ میرے جسم میں تانی چلی گئی۔

رات کے پہلے پہر تک ہم دونوں ایک دوسرے میں مشغول رہے پھر دفعتاً سیرت ذہن میں ایک خیال آیا۔

"کیا خیال ہے فردشا۔ باہر چلوگی؟"

"میں تو تیرنی غلام ہوں۔ مجھ سے کیا پوچھ رہا ہے؟"

"تو پھر آؤ۔" میں نے کہا اور پرو فرما شائے جلدی سے اپنا لباس درست کر لیا۔ ہم دونوں فیصے سے باہر نکل آئے۔

فردشا بہت خوش تھی۔ شاید رات کا شمار اس کے ذہن میں تھا۔ اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ طویل فاصلہ کافی دیر میں طے ہوا حالانکہ میں

اسے جلدی طے کر سکتا تھا لیکن فروشا کی چال درست نہ تھی اور پھر ہم ایک پہاڑی قلعے کے نزدیک پہنچ گئے۔ ابھی ہم وہاں ر کے ہی تھے کہ ہمیں بے شمار قبیلوں کی آواز سنائی دی اور ہم رک گئے۔

"اور... شاید ایلا بھی یہیں کہیں موجود ہے۔" فروشا نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"اچھا... کس طرف؟" میں نے ادھر ادھر دیکھا اور مجھے پہاڑ کے ایک حصے میں کچھ مخصوص قسم کی روشنیاں نظر آئیں۔ یقیناً وہ لوگ پیچھے

موجود تھے۔

”واپس چلو سادس۔ یہاں آنا خطرناک ہے۔“ فردشا نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”کیوں؟“

”اٹھلانے اگر ہمیں دیکھ لیا تو اچھا نہ ہوگا کیونکہ وہ اپنی خلوت میں کسی کو دیکھنا پسند نہیں کرنا۔“

”چھپ کر دیکھیں گے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ کیا کر رہا ہے۔“

”نہیں۔“

”کیوں؟“

”اور سادس کہیں کسی معصیت کا شکار نہ ہو جائیں۔“

”نہیں ہوں گے۔“ میں نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا اور ہم بلندی پر چڑھنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم کنارے تک پہنچ گئے۔ زیادہ

اوپر ناپیل نہیں تھا۔ اس کے دوسری جانب بخوبی دیکھا جاسکتا تھا۔ چنانچہ ہم اوندھے لیت گئے اور باہر کا منظر واقعی حیرت انگیز تھا۔ میں دلچسپی سے اٹھلا کی عجیب و غریب حرکات دیکھنے لگا۔

مشعلیں روشن تھیں، عورتوں کا جھمکتا تھا اور ان کے درمیان اٹھلا شراب پی رہا تھا۔ چند لڑکیاں رقص کر رہی تھیں۔ ہلکے ہلکے سازوں کی آہٹیں تھیں جو اس سے پہلے ہم نے نہیں سنی تھیں۔

اٹھلا چیتار ہا اور میں آجیب سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ چیتار ہا اور اس کے بعد کچھ ایسے مناظر شروع ہو گئے جس نے فردشا کے جذبات کو بھڑکا دیا اور میں حیرت سے اٹھلا کو دیکھتا رہا۔ بلاشبہ یہ شخص خوفناک قوتوں کا مالک تھا۔

فردشا جذبات میں ڈوب گئی اور میں اٹھلا کو دیکھتا رہا اور رات گئے یہ ہنگامہ جاری رہا۔ فردشا جذبات سے جاگتی تو ہم نے واپسی کا سفر طے کیا اور اپنے خیوں میں واپس آئے۔

فردشا نے خیمے میں آکر سکون کی سانس لی تھی پھر اس نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ ”بڑی خوفناک رات تھی سادس۔“

”کیوں۔“

”اٹھلا کی خلوتوں میں کوئی بھی نہیں جاسکتا اور نہ ہی اس بات کو وہ پسند کرنا ہے۔“

”ٹھیک ہے آئندہ خیال رکھیں گے۔“ میں نے کہا اور سرو لہجے میں اس سے بولا۔ ”تم اپنے خیمے میں واپس جاؤ۔“

”جاؤں۔“ اس نے عجیب لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ میں سونا چاہتا ہوں۔“ میں نے بالکل سرو اور بے جان لہجے میں کہا اور وہ ایک دم مستعد ہو گئی۔ ”ٹھیک ہے میں جا رہی ہوں۔“

اس نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گئی۔

حالانکہ یہ سرو لہجہ میرے لئے پسندیدہ نہیں تھا۔ خاصی خود غرضی تھی اس لہجے میں۔ لیکن میرے دوست پیلوں نے مجھے جو کچھ بتایا تھا اس پر

عمل کرنا ضروری تھا۔ مجھے کسی بھی لڑکی کو ذہن پر مسلط نہیں کرنا چاہیے تھا کیونکہ میرا اسٹا انیلا سے تھا۔

اس کے چلے جانے کے بعد میں اطمینان سے اپنے بسترو پر لیٹ گیا اور آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کرنے لگا۔ فینڈ جس قسم کی مجھے آتی ہے وہ پردیس میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ چنانچہ میں بے خبر سو گیا۔

جاگا تو پیلوں اور دوسرا بوزھا جس کا نام ادا کاں تھا میرے خیے کے دروازے پر موجود تھے۔ میری آہٹ سن کر وہ اندر آ گئے اور سینوں پر ہاتھ رکھ کر جھک گئے۔

”سالوں اعظم۔“ انہوں نے جھک کر کہا۔

”اود۔ کیا سورج بلندی تک پہنچ گیا ہے۔“

”ہاں سالوں اعظم۔“

”تو پھر تم لوگوں نے مجھے جگا کیوں نہ دیا؟“

”ہم نے تیری ٹینڈ میں غفلت مناسب سمجھا۔“

”آئندہ اگر میں دیر تک سوؤں تو تم مجھے جگا سکتے ہو۔“

”بہت بہتر۔ تیرا حکم مل گیا ہے آئندہ ہم ایسا ہی کریں گے۔“ پیلوں نے جواب دیا۔

اور پھر میں جلدی جلدی تیاریاں کرنے لگا۔ میرے اشارے پر ان دونوں لڑکیوں کو اندر بھیج دیا گیا تھا جن کا نام ایشیا یہ اور تھا تھا۔ ان دونوں کے منہ پھولے ہوئے تھے جسے میں نے صاف صاف محسوس کر لیا تھا۔

انہوں نے مجھ سے مسکرا کر کوئی بات نہ کی غالباً دورات کو خود کو طلب نہ کرنے پر ناراض تھیں۔ میں نے انہیں خود کو تیار کرنے کے لئے کہا اور وہ بہت تن اس میں مصروف ہو گئیں۔

تھوڑی دیر کے بعد اپنے اپنے قدر آور گھوڑے پر سوار ہو کر اٹیلا کے پاس پہنچ گیا۔ اٹیلا آج مناسب حلینے میں نظر آیا تھا۔ اس کی عورتیں خیموں میں تھیں اور وہ چمڑے کے ایک موٹے حصے پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں کوئی دوسرا موٹہ حصہ موجود نہیں تھا۔ میں اس کے نزدیک جا کر سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکا اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔

”تو نے ہمیں سوچنے کے لئے بہت کچھ دیا ہے سالوں۔“ اٹیلا نے کہا۔

”میں سمجھ نہیں سکا۔“ میں نے بھاری لہجہ میں کہا۔

”پیدا ہونے کے بعد ہم نے جب ہوش سنبھالا تو دنیا کو اور اس میں رہنے والوں کو ہمیشہ خود سے کتر پہنچ پایا۔ ہمیں کبھی ضرورت نہیں پیش

آئی کہ ہم کسی کے بارے میں کچھ سوچیں لیکن تو نے ہمیں اپنے بارے میں سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔“

”فاتح اعظم میرے بارے میں کیا سوچتا ہے؟“ میں نے پوچھا۔

"تو بہا اور اور طاقتور ہے۔"

"ایشیا کا شکر یہ۔"

"لیکن ہم تیری ذہنی قوت اور جنگی صلاحیت سے بے خبر ہیں۔"

"فاتح اعظم واقف ہو جائے گا۔"

"لیکن اگر کبھی تیرے ذہن میں حکمرانی اور قیادت در آئی تو ہمیں یقین ہے کہ ہمیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"خدا کی تیر۔ یہ غلط فہمی ذہن سے نکال دے۔"

"وہ کون ہے جو اقتدار نہیں چاہتا۔" ایشیا نے کہا۔

"میں ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"کیوں۔ تیرے دل میں اقتدار کی خواہش کیوں سر نہیں اٹھارتی۔"

"اس لئے کہ میں نے بہت سے سوچ چڑھتے اترتے دیکھے ہیں حکمرانی بہت سی اہم ذمہ داریاں کندھوں پر ڈال دیتی ہے اور پھر نظرنا

میں آوارہ گرد ہوں۔ تیرے ساتھ رہ کر میں وہ سب کچھ کر سکتا ہوں جو تیرا ایماء ہو۔ تنہا اپنے ذہن میں کوئی بار نہیں ڈالتا۔"

"ہوں۔" ایشیا پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ "چونکہ تو بہادر ہے اس لئے مجھے تیری بات کا یقین ہے لیکن... اس کے باوجود اس

کے باوجود میں ایک دن تیرا ایک امتحان ضرور لوں گا۔ وہ امتحان جو تجھے میری اور مجھے تیری اہمیت بتا دے گا۔"

"میں اس کے بارے میں کچھ نہیں پوچھوں گا۔ لیکن اس کے لئے تیار ہوں۔"

"تیرا نام سالوں ہے؟"

"ہاں۔"

"آج سورج ڈھلے ہم کوچ کریں گے۔ اسپا کیہ جل کر رکھ دو چکا ہے اور ہمیں اب شائی کا کامزاج درست کرنا ہے۔"

"شائی کا کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نر آہینہ کا حکمراں۔ سرکش اور مغرور۔ ٹھنڈے سفید ممالک میں وہ خود کو بلند برتر کہتا ہے۔ لیکن ہم یورپ کے تھیوڈیسس تک پہنچنے کے

خواہشمند ہیں۔"

"میں تیرے ساتھ ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"بس تو آج کے لئے لشکر کوچ کا حکم دے۔ اسپا کیہ کے ہونٹوں سے اب ہم بیزار ہو چکے ہیں۔" ایشیا اٹھ کھڑا ہوا۔

"جو حکم۔" میں نے کہا اور پھر اس کے لوگوں کے انداز میں سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکا اور وہاں سے واپس چل پڑا۔

"ایک بات بتاؤ موجود سالوں؟" اچانک پرافیسر خاور نے داستان کا طلسم توڑ دیا اور وہ چونک کر خاور کو دیکھنے لگا۔ پھر ایک طویل سانس

لے کر ہوا۔

”آد۔ پوچھو پروفیسر۔ ویسے اس وقت میں اپنی کہانی کے طلسم میں خود کھو گیا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ اس رومان پرور ماحول سے میں بھی بہت متاثر تھا۔ صدیوں پہلے کی وہ پر اطف نضا اس وقت میرے اوپر طاری تھی اور اس سے واقفیت۔ خیر۔ تم پوچھو۔ کیا پوچھ رہے تھے؟“

”معافی چاہتا ہوں۔ بلاشبہ تاریخ کے ایک وہم کردار ایٹلا کے بارے میں اس معلومات سے مجھے دلچسپی ہے۔ لیکن تیرے چند الفاظ سے ایک خیال میرے ذہن میں ابھر آیا اور میں سوال سے باز نہ رہ سکا۔“

”کوئی بات نہیں پروفیسر۔ پوچھو۔“

”تو ایٹلا کے سامنے اس کے غلاموں کی حیثیت سے جھکا تھا؟“

”ہاں۔“

”کیا یہ بات تیری فطرت کے خلاف نہیں تھی؟“

”کیوں۔“

”میں ابھی تھوڑی دیر قبل اپنی ایک سوچ کے بارے میں بتا چکا ہوں۔ میں نے سمندر کی مثال سامنے رکھی تھی جس کے سینے پر چھوٹی چھوٹی کشتیاں بھی خود کو سرکش اور ناقابلِ تسخیر سمجھتی ہیں اور ان کا خیال ہوتا ہے کہ وہ سمندر پر حکمرانی کرتی ہیں۔“

”اوہ۔ ہاں تم نے کہا تھا۔“

”وہ بھی ایک چھوٹی کشتی کی مانند تھا جسے میں اپنے سینے پر چلنے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ اور جانتا تھا کہ میری ایک لہر اسے ڈبو سکتی ہے اور اس کا سارا مان ٹوٹ جائے گا۔ کشتی کو قائم رکھنا بھی ضروری تھا۔ ویسے ایٹلا کے دل میں میرا خوف ضرور آیا تھا۔ جو بھی سمجھو۔ بہر حال میں دایس لشکر میں آ گیا اور پھر میں نے اپنے محافظوں سے سالہا کو طلب کیا اور سالہا میری خدمت میں حاضر ہو گیا۔“

”سارے لشکر میں کوچ کا اعلان کرو۔ سورج جب ڈھانگ پر جائے گا تو ہم سفر شروع کر دیں گے۔“ میں نے حکم دیا اور سالہا نے سینے پر ہاتھ رکھ کر اطاعت کا اظہار کیا۔ پھر وہ باہر نکل گیا اور میں خیمے میں بیٹھ کر ایٹلا کے الفاظ کے بارے میں سوچنے لگا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور میں قبیلے کے اسی سردار کی کمزوری پر دل ہی دل میں ہنسنے لگا۔ جو خود کو خدائی قبیلہ سمجھتا تھا اور ایک انسان کی قوت سے مرعوب ہو گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد چاروں طرف غل مچ گیا۔ دھڑا دھڑا خیمے اکھاڑے جانے لگے۔ اور میں شور مچا کر باہر نکل آیا۔ پیلوں وغیرہ میرے پاس پہنچ گئے اور میرے نزدیک کھڑے ہو گئے۔ تب میں نے اپنا گھوڑا طلب کیا اور پھر اس پر سوار ہو کر لشکر کے درمیان گھومنے لگا۔ میں نے اس وقت اپنے محافظوں سے کوروک دبا تھا اور ان سے کہا تھا کہ وہ اپنی تیاریاں کریں۔ صرف پیلوں میرے ساتھ تھا۔

”پیلوں۔ دو غلام کہاں ہیں جو اسپاکیہ سے قید کئے گئے ہیں۔ میری مراد ان بد نصیبوں سے ہے جنہوں نے بزدلی سے کام لیا اور زندگی بچانے کے لئے ایٹلا کی غلامی میں آ گئے۔“

”وہ کام کر رہے ہیں۔“

”چلو میں انہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔“ میں نے کہا اور پیلوں مجھے اس طرف لے گیا۔ سارے غلاموں سے سخت مشقت کی جا رہی تھی۔ سپاہی کوزے مار مار کر ان سے خیسوں کی بیخیں اکھڑا رہے تھے اور انہیں ہار کر رہے تھے۔

”بزدل کہیں کے۔ اگر تھوڑی سی جرأت سے کام لیتے تو سرخوڑ رہتے اور دوسروں کے ساتھ انہیں بھی جانے کی اجازت مل جاتی۔“ میں نے آہستہ سے کہا مجھے ان کی بزدلی پر غصہ آ گیا تھا۔

☆ ☆

لشکرِ عظیم روانگی کے لئے تیار تھا۔ میرے مددگار پیلوں نے مجھے سارے رموز سے آگاہ کر دیا تھا اور اب میں بہ آسانی ایٹلا کے نائب کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ جو زیادہ مشکل نہیں تھے۔ لشکر میں چار جزل تھے۔ وہ چاروں تجربے کار تھے اور بے شمار عمر کے سرچکے تھے۔ چاروں میرے اذکامات کے تابع تھے۔ لشکر کی تنظیم مکمل ہو گئی سب سے پہلے ایٹلا تھا جو سفید گھوڑے پر سوار تھا، اس کے بعد میں تھا، میں سیاہ گھوڑے پر تھا، میرے پیچھے چاروں جزل تھے اور ان جزلوں کے پیچھے تمام فوج جسے درحقیقت آہنی کہا جاسکتا تھا۔

گھڑ سوار فوج کے پیچھے پیدل فوج تھی اور پیدل فوج کے ساتھ منجھتیوں اور دوسرے ہتھیاروں کا ذخیرہ تھا۔ اس کے درمیان ایک محافظ دستہ کے دائرے میں ایٹلا کی بے شمار بیویاں سوار تھیں۔

گھوڑے نہایت ست رفتاری سے چل رہے تھے کیونکہ وہ پیدل فوج کے درمیان تھے۔ تنظیم یہی تھی۔ ایٹلا اپنا گھوڑا بہت ہی پر وقار انداز میں آگے بڑھائے لے جا رہا تھا۔ وہ جب بھی میری جانب دیکھتا اس کی آنکھوں میں غیب سے تاثرات ابھرتے، یوں بھی وہ بہت زیادہ گفتگو کرنے کا عادی نہیں تھا۔ ہاں اس وقت جب وہ شراب کے نشے میں ہوتا تھا تو ضرورت سے کچھ زیادہ ہی چہکنے لگتا تھا۔

اس کی خاموشی دیکھ کر میں بھی خاموش تھا اور تقدیر کے مذاق پر ہنس رہا تھا۔ حالانکہ پروفیسر۔ تقدیر میرے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی لیکن ایک بات کا میں ہمیشہ قائل رہا۔

پروفیسر سو الیہ انداز میں میری جانب دیکھنے لگا۔ اس کی دونوں اڑکیاں بھی میری طرف متوجہ تھیں۔

”تو کیا تم تقدیر کے قائل نہیں ہو؟“

”نہیں۔ میں تقدیر کا قائل نہیں ہوں۔ میں تقدیر پر بھروسہ نہیں کرتا، بس صرف اور صرف تدبیر کا قائل ہوں ہاں حالات خود بخود استتبع کرتے ہیں۔ ہم کسی سوچے سمجھے منصوبے پر عمل تو کر سکتے ہیں لیکن حالات کو اپنا تابع نہیں بنا سکتے۔ میرا خیال ہے کوئی قوت ایسی نہیں ہے جو ہونے والی تبدیلیوں کو روک سکے۔“

اور یوں لشکر سز کرتا رہا، پھار، میدان، بہت کچھ تھا۔ انہیں عبور کرتے ہوئے ہم آگے بڑھ رہے تھے۔ غلاموں کا وہ بڑا دستہ بھی ان لوگوں کے ساتھ پیدل چل رہا تھا جسے اسپاکیہ سے قید کیا گیا تھا اور جو ابھی تک زنجیروں میں بندھا ہوا تھا۔ ان مظلوموں کے لئے میں کوئی راستہ نہیں

سوچ سکتا تھا۔ جس کا مجھے شدید افسوس تھا۔

ایٹلا کے احکامات اٹل ہو کر تے تھے۔ اس وقت بھی اگر یہ لوگ زندگی بچانے میں کامیاب ہو جاتے تو شاید یہ آزاد ہو جاتے۔ لیکن اب ان کے لیے بے شمار مشکلات پیدا ہو گئی تھیں۔

ایٹلا کے نزدیک انسانی وجود کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا اور میں نہیں جانتا تھا کہ ان لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ لیکن ان کا حشر زیادہ دور نہیں تھا۔ اس وقت ہم جس صحرا کو عبور کر رہے تھے۔ اس کے اقصاء پر کچھ درختوں کے جھنڈ نظر آ رہے تھے اور ایٹلا کا رخ اسی جانب تھا۔

ایٹلا نے میری جانب دیکھا اور بولا۔ "سااوس۔ سااوس تم کیا سوچ رہے ہو؟"

"اود۔۔ خدائی تہر کے سامنے میری اپنی کیا سوچ ہو سکتی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا تم نے اس سے قبل اس قسم کی جنگوں میں حصہ لیا ہے؟ میں جانتا ہوں کہ تم ایک عمدہ لڑاکا ہو لیکن تنہا یا چند افراد سے لڑنے کی بات

دوسری ہوتی ہے اور جنگی معاملات کچھ دوسرے۔"

"میں نے کوئی بڑی جنگ نہیں لڑی عظیم ایٹلا۔ لیکن میں جنگوں سے منہ بھی نہیں موڑتا۔"

"مجھے علم ہے۔" ایٹلا نے جواب دیا۔

"پھر تم مجھ سے کیا معلوم کرنا چاہتا تھا عظیم ایٹلا؟"

"تیرنی شخصیت دیکھ کر مجھے عیب سا احساس ہوتا ہے سااوس۔" ایٹلا نے کہا۔

"میرنی خواہش ہے کہ ہر احساس کو ذہن سے نکال دیا جائے۔ سااوس وفاداری کا عہد کر چکا ہے۔ وفادار رہے گا۔" میں نے جواب دیا

اور ایٹلا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مجھے یقین ہے سااوس۔ بہادر ہمیشہ سچا ہوتا ہے۔" ایٹلا نے جواب دیا۔۔۔

ایک بار پھر خاموشی چھا گئی۔ لشکر اب درختوں کے نزدیک پہنچ رہا تھا۔ درختوں تک پہنچنے سے پہلے ہی ہمیں زمین کافی گیلی محسوس ہوئی۔ گو

پیچھے کا علاقہ خشک تھا۔ لیکن ایک مخصوص حد سے زمین میں نمی کا احساس ہونے لگا تھا۔ آگے چلے تو کچھ ڈگنی اور لشکر کی رفتار سست ہو گئی۔

"ایسا لگتا ہے جیسے یہاں زوردار بارش ہوئی ہو۔" ایٹلا نے کہا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ اس سے کہا بھی کیا جاسکتا تھا۔

ہم درختوں کے نزدیک پہنچ گئے۔ وہاں ایک عجیب سی سنسنائٹ سنائی دے رہی تھی۔ میں نے اس سنسنائٹ پر غور کیا اور اندازہ لگایا کہ

کوئی تیز تندندی یا تال ہے جو بارش کی وجہ سے تیز رفتاری سے بہ رہا ہے۔

میں نے اس سرسبز علاقے کو پسند کیا اور ایٹلا سے کہا۔ "کیوں نہ یہاں قیام کیا جائے؟"

"نہیں میرے دوست۔" ایٹلا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"میں نہیں سمجھا۔ کیا یہ جگہ تجھے پسند نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہ بات نہیں ہے سالوں۔ یہ جگہ بہت خوبصورت ہے اور خوبصورت جگہوں پر ذہنی کیفیت بدل جاتی ہے ہم اس وقت رزم میں ہیں، رزم پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ یہ خوبصورت جگہ اور اس کا خوبصورت ماحول ہمیں رزم کی جانب متوجہ کر لے گا اور ہم اپنے مشن سے پیچھے رہ جائیں گے۔" اس نے جواب دیا۔

بات تمہیر کی تھی۔ سو میں نے اسے پسند کیا۔

انیلا میری شکل دیکھ رہا تھا۔ "کیا تم میری بات سے متعلق ہونا سب اعظم؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔ بے شک۔"

"دراصل یہ میرا اصول ہے۔ جب جنگ سے فرصت پاتا ہوں تو۔ سیر و تفریح اور پیش میں زندگی گزارتا ہوں اور ساری ذہنی اور جسمانی کسل دور ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد جب میں دوبارہ جنگ کے لئے تیار ہونا ہوں تو سارے خیالات ذہن سے جھٹک دینا ہوں۔ ہمیں چھیل میدانوں اور پر خار داویوں میں سفر کرنا چاہیے۔ تاکہ ہمارے جسم تکلیف میں مبتلا ہوں اور ہم آگے اور آگے بڑھنے کے بارے میں سوچتے رہیں۔" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

میں سوچ رہا تھا کہ ہر شخص کے کچھ اصول ہوتے ہیں جو غلط نہیں ہوتے۔ ہر شخصیت میں کچھ ایسے پہلو ہوتے ہیں جو اسے دوسروں سے ممتاز کرتے ہیں۔ انیلا کو ایک اچھا انسان نہیں ہے۔ ایک ظالم شخص ہے مگر پھر بھی کچھ اصول رکھتا ہے۔

تعموری ویر کے بعد ہم نیز ہندی تک پہنچ گئے جسے ندی نہ کہا جائے تو بہتر تھا۔ دو زیادہ چوڑی نہیں تھی۔ البتہ اس میں بننے والے پانی کی رفتار بے پناہ تیز تھی اس پانی سے گزارنا تقریباً ناممکن تھا۔ تب انیلا نے اپنا گھوڑا روک لیا اور میری جانب دیکھا۔

"نائب اعظم۔ کیا ہم اس پانی سے گزر سکتے ہیں؟"

"میرا خیال ہے گھوڑے قدم نہ جما سکیں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن ہم یہاں رکن نہیں چاہتے۔"

"پھر کیا کیا جاسکتا ہے؟"

"کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔" اس نے جواب دیا اور میں غور سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

انیلا کی آنکھوں میں وہی درندگی ابھرتی تھی جو اس کی ذہنیت کا خاصہ تھی۔

میں اسے دیکھتا رہا۔ تب انیلا نے مسکراتے ہوئے کہا: "اوہ۔ میرا خیال ہے ہم اس ندی پر بٹن باندھ سکتے ہیں چونکہ اس کی چوڑائی زیادہ

نہیں ہے۔ صرف چند گھوڑوں کو گزارنے کے لئے بعض ساعتیں درکار ہوں گی۔ اس لئے کیا بندوبست کیا جاسکتا ہے۔"

"یہ انیلا ہی بہتر جان سکتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں.. میں جانتا ہوں.. کس نے کہا اور پھر پیچھے مڑ کر اپنے جزلوں سے بولا..

"سارے قیدی غلاموں کو آگے لے آؤ.. اس نے حکم دیا اور میں چونک پڑا..

بدقسمتوں کی بد قسمتی کا آغاز ہو چکا تھا لیکن میں کیا کر سکتا تھا اس وقت ظاہر تھا میں ایشیا کی مخالفت مول لے کر معاملہ خراب نہیں کر سکتا تھا

البتہ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کیا کرتا ہے..

جزلوں نے اس کا حکم پیچھے ہٹا دیا اور قیدیوں کو آگے بڑھنے کے لئے جگہ دینی جانے لگی.. تھوڑی دیر کے بعد سارے بد قسمت قیدی ایشیا

کے نزدیک پہنچ چکے تھے.. ایشیا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی.. اس نے کہا.. "تم اس نندی پر پل بناؤ گے.. دوسرے لہجے میں بولا.. "اور اس کی ترکیب میں

تصہیں بتاتا ہوں.. غم میں سے چند افراد اسے عبور کرنے کی کوشش کرو.."

جزلوں نے ہاتھ اٹھائے اور دو لوگ آگے بڑھ آئے جو قیدیوں کے محافظ تھے اور انہیں کنٹرول کر رہے تھے.. محافظ اپنے ہاتھوں میں لمبی

لمبی زنجیریں پکڑے ہوئے تھے جو قیدیوں کو مارنے کے کام آتی تھیں..

انہوں نے قیدیوں کے ایک جتھے کو منتخب کیا اور اسے آگے بڑھا دیا.. قیدی رو رہے تھے، چیخ رہے تھے، لیکن کیا کر سکتے تھے، زنجیریں ان

کے بدن پر پڑیں اور وہ تھلا کر رہ گئے..

تب وہ آگے بڑھے میں جانتا تھا کہ اس نیز روٹالے میں اترنے کی کوشش موت سے کم نہیں ہے..

چنانچہ پہلا جتھا جو تقریباً بیس افراد پر مشتمل تھا نندی کے کنارے پہنچ گیا.. وہ بے بس اور بے کس سے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہے

تھے لیکن اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ نندی میں اتر کر جان دے دیں..

اور یہی ہوا..

جو نہی وہ پانی میں اترے ان میں سے چار افراد چیتنے ہوئے آن کی آن میں نجانے کہاں بھل گئے.. باقی لوگ خوف سے پیچھے ہٹ گئے

تھے.. لیکن ان کے بدن پر پیچھے سے زنجیریں پڑ رہی تھیں، مجبوراً وہ بھی پانی میں اتر گئے.. نسی آوی اسی طرح لقمہ اجل ہو گئے تھے کہ پتہ بھی نہیں

چلا.. ان کے سر بہت دور بہتے ہوئے نظر آ رہے تھے اور مجھے یقین تھا کہ وہ اب نہ نکلیں گے..

تب ایشیا رک گیا.. "پانی کی طاقت کا اندازہ ہو چکا ہے.. ناانسانگ اب تم بتاؤ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"ایشیا تو ان غلاموں سے کیا کام لینا چاہتا ہے؟" میں نے پوچھا..

"میں چاہتا تھا کہ یہ کجاہد کو پانی میں اتر جاتے اور قدم جمانے کی کوشش کرتے.. یہ سب منہ بولی سے ایک دوسرے کو پکڑے ہوتے اس

طرح پانی ان کے قدم نہیں اکھاڑ سکتا تھا.. یہاں ان کے سروں پر تختے رکھتے اور گھوڑوں کو ان کے سروں سے گزارنے کی کوشش کرتے.."

"اوہ.. لیکن کیا ایشیا کو یہ اندازہ ہے کہ اس پر کتنے وقت میں اتر سکتے تھے؟" میں نے پوچھا..

"ہاں ایک یا دو گھنٹے سے زیادہ نہیں جاسکتے تھے.. ایشیا نے جواب دیا..

"تب ایلا اس طرح تو یہ لشکر کئی دن میں پارا تر تا اور پھر یہ بھی نہیں کہا جاسکتا تھا کہ ان لوگوں کی قوت بدستور برقرار رہتی اور ان کے قدم بھی نہ ہٹتے پاتے۔ اس کے علاوہ پانی اتنا تیز ہے کہ یہ لوگ کسی بھی تعداد میں اتر کر قدم نہیں جاسکتے تھے۔

"اور مناسب اعظم تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"میرا خیال ہے ان کی اجتماعی قوت سے کوئی اور کام لیا جائے۔"

"نم بتاؤ؟"

"دریا کا پات زیادہ چوڑا نہیں ہے اور ہمارے پیچھے جو درخت ہیں وہ اتنے لمبے ہیں کہ اس کنارے تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"اور.. ایلا کی آنکھوں میں روشنی نظر آنے لگی.. "تو پھر؟" اس نے جلدی سے سوال کیا..

"ان غلاموں کو حکم دیا جائے کہ وہ درختوں کو کاٹ کر یہاں تک پہنچائیں.. میں نے جواب دیا..

"ہوں۔ ٹھیک ہے.. یہ بھی ٹھیک ہے، ظاہر ہے ہم یہاں بیکار بیٹھ کر نندی کا زور کم ہونے کا انتظار نہیں کر سکتے۔" ایلا نے کہا۔ اسے

میری تجویز پسند آئی تھی..

تب اس نے جڑوں کو حکم دیا اور غلاموں کو اس ازیت تاک موت سے نجات مل گئی۔

البتہ اب انہیں دوسرا مشکل کام سونپ دیا گیا۔ فوری طور پر لشکر کو وہاں رکھنے کا حکم دیا گیا۔ لیکن اس کے باوجود سب مستعد حالت میں

تھے.. گویا انہیں قیام کرنے سے، کھانے پینے اور دوسرے عیش و آرام کی آزادی نہیں تھی.. پہلے یہ کام مکمل ہو جانا تھا.. ایلا اسی قسم کا انسان تھا..

قیدی غلام، پانی کی موت سے نجات حاصل کر کے کسی حد تک مطمئن نظر آ رہے تھے.. انہیں جو کام سپرد کیا گیا تھا اور اس میں تندی سے

مصروف ہو گئے.. لمبے لمبے درخت جڑوں سے کاٹے جانے لگے، غلام درختوں پر کلبازے چلانے لگے.. کئی لوگ درختوں کے گر جانے سے ہلاک ہو

گئے، وہ اپنی زندگی سے مایوس اور بے زار تو تھے ہی ان کے علاوہ ان کے جسموں میں جان بھی نہیں تھی کہ وہ آرام سے یہ کام انجام دیتے۔ چنانچہ

نجانے کتنی ہلاکت خیزی کے بعد چند لمبے لمبے درخت کاٹ کر وہاں آئے گئے.. درخت بے پناہ لمبے تھے اور باسانی ایک سرے سے دوسرے سرے

تک پہنچ سکتے تھے، لیکن اب پھر وہی مسئلہ پیش آ گیا کہ ان درختوں کو اب کس طرح سے اس ندی کے دوسرے کنارے تک پہنچایا جائے..

اس سلسلے میں بھی ایلا نے مجھ سے پوچھا.. "اب کیا کہتے ہو... مناسب اعظم.. درخت یہاں تک پہنچ گئے ہیں.."

"میرا خیال ہے انہیں برابر برابر اس ندی کے اس کنارے سے دوسرے کنارے تک بچھا دیا جائے.. چوڑا پل تیار ہو جائے گا اور اس پر

سے اور اس پر سے گھوڑے باسانی گزر جائیں گے.. میں نے کہا..

"ہوں.. لیکن انہیں اس طرح کیسے بچھایا جاسکے گا؟"

"اس کی ترکیب میرے ذہن میں ہے.. میں نے کہا اور ایلا میری جانب دیکھنے لگا..

"ساری قیدی مل کر انہیں کھڑا کریں گے اور پھر انہیں آہستہ آہستہ دوسرے کنارے تک لٹا دیا جائے گا.."

"اور.. اچھا طریقہ ہے.. تب پھر تم ہی اس کام کی نگرانی کرو.. " ایلا نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

دل تو چادر ہاتھ کر ایلا کو بہت کچھ دکھاؤں۔ یعنی یہ درخت اٹھا کر اس سرے سے اس سرے تک بچھا دوں۔ لیکن یہ مناسب نہ ہوتا.. ایلا بہت سے شکوک و شبہات کا شکار ہو جاتا.. اس کے بعد اس کی اور میری نہیں بن سکتی تھی۔ حالانکہ انسانوں میں آنے کے بعد میں کچھ وقت گزارنا چاہتا تھا اور اس بار میری حیثیت کچھ اور تھی۔ گو بہت سارے معاملات میں مجھے اس سے اختلاف تھا۔ لیکن پھر بھی وقت تو گزارنا ہی تھا اور خاموشی سے ہی گزار لیا جاتا تو بہتر تھا۔

چنانچہ میں غلاموں کا سربراہ بن گیا.. میں نے لمبی لمبی رسیاں منگوائیں اور انہیں درختوں سے بندھوا دیا اس کے بعد ان رسیوں کو کھینچا اور فیڈی میری ہدایت پر عمل کرنے لگے..

ایک درخت بمشکل کھڑا رہا۔ کا تھا اسے آہستہ آہستہ اٹھا کر کنارے تک پہنچا دیا گیا.. بڑا جان جو کھوں کا کام تھا.. قیدیوں کی حالت خراب ہو گئی تھی.. لیکن وہ اسے دوسرے کنارے تک پہنچانے میں کامیاب ہو گئے اور جب درخت کو لٹا دیا گیا تو ایک اور صورت حال پیدا ہوئی.. یعنی رسیاں درخت کے اس سرے پر بندھی ہوئی تھیں جو کہ ندی کا دوسرا کنارہ تھا اور انہیں کھولنے کے لئے کسی آدمی کا دوسری طرف جانا ضروری تھا لیکن یہ زیادہ مشکل کام نہیں تھا.. میں نے دو قیدیوں کو ہمت دلائی اور پھر وہ اس درخت کے تنے پر بیٹھ بیٹھ کر بھید کتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ دوسرے کنارے پر تھے.. وہاں سے انہوں نے رسیوں کے سرے کھولے اور رسیاں کھینچنے لگے۔ پھر وہ دوسرے درخت کو تیسرے درخت کو اسی طرح کئی درختوں کو برابر لٹا دیا گیا اور یوں مضبوط درختوں کا ایک لمبا پل تیار ہو گیا..

راستہ ناموار ضرور تھا لیکن اگر احتیاط سے گھوڑوں کو چلایا جاتا تو لشکر پارا تر سکتا تھا اور اس طرح سب سے پہلے ایلا اور میں.. ہمارے عا اور چاروں جنرل ندی کے کنارے پہنچ گئے.. پھر باقی لشکر بھی آنے لگا، یوں کم از کم چالیس قیدیوں کی قربانی دینے کے بعد ہم لوگ ندی کے دوسرے کنارے پر پہنچے.. ایلا بے حد خوش نظر آ رہا تھا۔

ندی کے دوسرے کنارے پر پہنچ کر ایلا نے لشکر کو دوبارہ منظم کیا اور آگے بڑھنے لگا۔

"نائب اعظم.. " تھوڑی دیر چلنے کے بعد اس نے کہا اور میں اس کی جانب دیکھنے لگا۔

"مجھے تمہاری تجویز بے حد پسند آئی.. دراصل ہر شخص میں طاقت اور دلیری کے علاوہ کچھ ایسی صلاحیتیں بھی ہونی چاہئیں جو اسے دوسروں سے ممتاز کریں وہ لوگ جو تمہارے ہاتھوں مارے گئے بلاشبہ وہ کارآمد تھے لیکن اس کا خم البدل کم نہیں ہے۔"

"تو نائب اعظم ساووس.. میں یہی چاہتا ہوں کہ شائی کا پر ایسی ضرب لگائی جائے جو کسی طرح بھی اسے زندہ نہ رہنے دے.. ہم نزاہین کو تباہ کر دینا چاہتے ہیں.. شائی کا نے ایلا کی قوت کا صحیح انداز نہیں لگایا ہے اور وہ اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہے کہ ایلا خدا کی قبر ہے.. میں نزاہین کی فتح ہر قیمت پر چاہتا ہوں اور اس سلسلے میں تمہیں مجھ سے تعاون کرنا ہوگا۔"

"میں حاضر ہوں.. " میں نے جواب دیا اور ایلا نے مسکرا کر سامنے کی جانب دیکھا۔

بہت دور تک طویل پہاڑی علاقہ پھیلا ہوا تھا۔ کہیں کسی آبادی کے آثار نہیں تھے راستے کا تعین کرنے والے لوگوں نے اس راستے کو مناسب اور درست قرار دیا تھا اس لئے تو ہمیں برقی رفتار سے آگے بڑھ رہی تھیں۔

دن اور رات سفر جاری رہا۔ ایٹلا کی مرضی تھی جب چاہتا پڑاؤ کا حکم دے دیتا خواہ وہ کوئی بھی وقت ہوتا بھی یہ ہوتا کہ ساری ساری رات تو ہمیں سفر کرتی رہیں، کبھی لوگ ایٹلا کی اس عادت کے عادی تھے لہذا کسی کو اعتراض نہیں تھا وہ سب ایٹلا کے اشاروں پر چلتے تھے۔ میں نے اس کی فوج میں بڑی تنظیم دیکھی تھی اور یہ بات بھی محسوس کی تھی کہ ان میں سے کوئی آدمی ایٹلا سے ناخوش نہیں ہے۔

حالانکہ وہ عجیب سی فطرت کا انسان تھا۔ اس دوران اس نے اپنی کسی بیوی کی جانب نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور نہ اس نے کسی کی خیریت معلوم کرنے کی کوشش کی یوں لگتا تھا جیسے وہ ان سب کو بھول گیا ہو۔

میری عورتوں میں ایک ایٹلا کا تھنڈا اور دو خادمائیں تھیں، انہی عورتوں میں شامل تھیں اور یہ تو یقینی بات تھی کہ جب ایٹلا خود ان عورتوں کی طرف راغب نہیں تھا تو اس کے نائب کو بھی نہیں ہونا چاہیے تھا۔

ایٹلا کا نائب بننے پر کبھی کبھی مجھے بڑی ہنسی آتی تھی میں اگر چاہتا تو اس کی ساری فوج کو تھس تھس کر سکتا تھا۔ ایٹلا تک کا کوئی وجود نہ رہتا لیکن زندگی میں تہہ پٹی بڑی اہمیت رکھتی تھی اور مجھے اس میں بڑا لطف آ رہا تھا۔

تب بہت دور سے ہمیں شائی کا کی ریاست تراہینہ کے آثار ملے۔ ایٹلا نے بھی بلند پہاڑوں سے اس علاقے کو دیکھ لیا تھا۔

سامنے ہی سیاہ رنگ کا بے پناہ مضبوط قلعہ نظر آ رہا تھا اور قلعے کے آگے طویل ترین میدان پھیلا ہوا تھا۔

تب ایٹلا نے اس جگہ اپنا ہاتھ اٹھا دیا۔ گویا یہاں قیام کا اعلان کر دیا گیا تھا اور یہ قیام یقینی طور پر طویل تھا کیونکہ جبے جس انداز میں نصب کئے جا رہے تھے اس سے یہ حساب ہونا تھا کہ اب تک کے سفر میں اس طرح سے خیمہ زنی نہیں کی گئی تھی۔

لیکن یہ سب سوچنا میرا کام نہیں تھا اور میں یہاں قیام کے سلسلے میں کسی بھی طور کچھ سوچنا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ ایٹلا کا حکم لوگوں کو سنا با گیا۔ یہ حکم میرے ذریعے نہیں پہنچا تھا بلکہ عام قسم کی ہاتھوں کے ذریعے پہنچائی جاتی تھیں۔ سو میں نے بھی اس میں کوئی مداخلت نہیں کی اور سب وہاں خیمہ زن ہو گئے۔

”یہ جگہ“ ایٹلا نے تلوار کی نوک سے زمین کریدتے ہوئے کہا۔ ”یہ جگہ تراہینہ کی فتح کے بعد ہماری قیام گاہ بنے گی۔“

”او۔۔ ہم تراہینہ میں قیام نہیں کریں گے۔“ میں نے پوچھا

”نہیں۔۔ مفتوحہ شہر میرے لئے راکھ کا ڈھیر ہوتے ہیں اور میں انہیں راکھ کا ڈھیر ہی دیکھنا پسند کرنا ہوں۔ تراہینہ میرے لئے کوئی دلکش نہیں رکھتا۔ سوائے اس کے کہ میں شائی کا غرور و نوز کے تباہ کروں۔“ ایٹلا نے درندگی سے بھرپور لہجے میں کہا اور میں اس درندہ صفت انسان کو دیکھنے لگا۔ جس کو انسانی زندگی سے کھیلنے کا شوق تھا۔

میں نے سوچا تھا کہ شاید ایٹلا یہاں قیام پزیر ہونے کے بعد اپنے نفسی مسائل دو بارہ شروع کر دے گا۔ اس کی فطرت کا یہ پہلو مجھے

نا پسند نہیں تھا مگر اس بار بھی اس نے عورتوں کو خو سے دور رکھا تھا اور سب سے آگے اس نے اپنا بڑا سا خیمہ لگایا تھا، جہاں دو تہا تھا۔
میرا خیمہ بھی اس کے نزدیک ہی تھا اور میں بھی وہی سب کچھ کر رہا تھا جو ایلا کرتا تھا۔ حالانکہ بعض اوقات جمنجلا بٹ سی ہونے لگتی۔ میں سوچتا تھا کہ مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ میں اس کی پرواہ کروں۔ میرنی شخصیت کچھ دب سی گئی تھی۔

لیکن پروفیسر..... میں اپنے اس خیال کو ذہن میں جگہ دینا تھا کہ زندگی میں تہدیلیاں بے حد ضروری ہیں اور یہ تبدیلی مجھے اتنی زیادہ نا پسند نہیں تھی۔ میں نے کافی عرصہ انسانوں سے دور سمندر میں گزارا تھا اس لئے اب خشکی پر اس شخص کا ساتھ اچھا محسوس ہوتا تھا اور یوں اس کا میرا ساتھ چل رہا تھا۔

رات گزر گئی۔ ٹھلا یہ گرد پہرہ دیتے رہے تھے دوسری صبح ایلا اتنی جلدی بیدار ہو گیا کہ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ سورج نکلا بھی نہیں تھا کہ چند آدمی میرے خیمے میں پہنچ گئے۔ ان میں پیلیوس بھی تھا۔ میرا خادم خاص۔ اس نے مجھے جنجوز کر دکھایا اور میں ایک دم چونک پڑا۔

”کیا بات ہے؟“

”اٹھ جاؤ سالوس اعظم۔ ایلا پہاڑی پر تہہ دار انتظار کر رہا ہے۔“ پیلیوس نے کہا۔

”اوہ۔ اتنی جلدی؟“

”یہ زمانہ جنگ ہے اس میں ایلا کی عادتوں میں بڑی تہدیلیاں رہنا ہو جاتی ہیں۔“ پیلیوس نے کہا اور میں جلدی سے اٹھ گیا۔

پھر میں پیلیوس کے ساتھ پہاڑی نیلے پہنچ گیا۔ ایلا نے میرنی جانب دیکھا لیکن اس کے چہرے پر کوئی تہدیلی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ نہایت سنجیدہ و بردبار نظر آ رہا تھا۔ میں اس کے نزدیک جا کر کھڑا ہو گیا۔

ایلا خاموشی سے ہاتھ باندھے سامنے کے مناظر دیکھ رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ شاک کی کا کے لوگ قلعے سے باہر اپنی کارروائیوں میں مصروف ہیں گویا انہیں ایلا کی آمد کی اطلاع مل گئی تھی۔

تب ایلا نے اپنے بچھنے ہوئے ہونٹ کھولے اور بولا۔ ”اس بات کو سوچنا حماقت ہے کہ ترائینڈ کے لوگوں کو ہماری آمد کی اطلاع پہلے سے نہ ہوگی ہو؟“

”بے شک خدا کی قبر۔ یہ درست ہے۔“ ایک جنرل نے کہا۔

”تم نے کیسے اندازہ کیا؟“ ایلا نے پھنوس لٹکا کر اس کی طرف دیکھا۔

”فیبیلوں پر موجود لوگوں کو یہاں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ انتظامات یقیناً بہت پہلے سے شروع ہو چکے ہوں گے۔“

”ہوں۔ تم درست کہتے ہو۔“ ایلا نے جواب دیا۔ میں اس دوران خاموش ہی کھڑا رہا تھا۔ تب ایلا نے میری طرف دیکھا۔ میں بھی اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

اس نے کہا۔ ”قلعے کا چھانک۔ سالوس اعظم کیا تم اس کی رضبوٹی کا اندازہ لگا سکتے ہو۔“

"ہاں یوں لگتا ہے جیسے دو بڑی چٹانوں کو ایک جگہ کھڑا کر دیا گیا ہو۔"

"یقیناً یہ بھانک چٹانوں سے زیادہ مضبوط ہیں۔ میں اس کے بارے میں بہت کچھ سن چکا ہوں۔" انیلا نے جواب دیا۔

"لیکن ہم اسے تھخیر کر لیں گے خدائی قہر تیری برکت سے۔" ایک جنرل نے جواب دیا اور انیلا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں ہاں! فتح کر لیں گے۔ تراہینہ کی قسمت میں صرف آگ اور دھواں ہے۔ اس کی دیواریں تراہینہ کے لوگوں کی دردناک چیخیں اور

کراہیں سننے کی منتظر ہیں۔ ہم آج شام کو آگے بڑھیں گے اور حملہ کر دیں گے سالوس اعظم خیمے میں رہنے دیئے جائیں گے اور فوجوں کو خیموں کے

آگے بڑھا دیا جائے گا۔ اگر شائی کا کے لوگ قلعے سے نکلنے کی جرأت بھی کریں گے تو کم از کم وہ کوئی لمبا چکر کاٹ کر ان خیموں کے عقب تک نہیں پہنچ

سکتے۔ ان کا فاصلہ شائی کا کے قلعے سے کافی دور ہے۔"

میں نے انیلا کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں اس کا حشر دیکھ چکا تھا۔ پرو فیسر اور مجھے یقین تھا کہ تراہینہ کی قسمت میں بھی یہی لکھا

ہے۔ انیلا وحشت کا دیوتا تھا اور فتح کرنے کے بعد مطمئن نہیں ہوتا تھا بلکہ نیست و نابود کر کے ہی اسے خوشی ہوتی تھی۔

چنانچہ ان لوگوں کی قسمت کا مالک میں کیسے بن سکتا تھا۔ میں کیسے انہیں انیلا کے ظلم سے روک سکتا تھا۔ ہاں اس بات کا میں نے فیصلہ کر لیا

تھا کہ عملی طور پر ایسے اقدامات سے گریز کروں گا جو کسی کو خاص طور سے نقصان پہنچا سکیں وہ بھی اس طرح کو انیلا کو شہ نہ ہو ورنہ پھر میری اور اس کی ٹھن

جانی۔ اور یہ تو ہمیشہ ہوا تھا پرو فیسر۔ جس سے ٹھنئی اسے میں نے اپنے ہاتھوں سے ختم کر دیا اور اس کے بعد تہوارہ کیا۔ لیکن اس بار میں صرف تاشائی کی

ہیثیت اختیار کرنا چاہتا تھا۔

انیلا اپنے ہرنیلوں کے ساتھ فوجوں کو منظم کرتا تھا۔ نیچے کافی دور چھوڑ دیئے گئے تھے اور چند دستے ان کی نگرانی پر مامور کر دیئے گئے تھے۔

اس کے علاوہ باقی فوجیں آگے بڑھ گئی تھیں۔ گھڑ سوار بھی خیموں سے آگے نکل گئے تھے۔ اس کے علاوہ پیدل فوجیں بھی۔ وہ سب قلعے کا جائزہ لے

رہے تھے۔

انیلا نے میری طرف رخ کر کے کہا۔ "سالوس اعظم۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا تم کسی باقاعدہ دلائی میں حصہ لے چکے ہو۔ جس کے

لئے تم نے انکار کیا تھا۔ میرا مطلب ہے اس بار تم صرف انیلا کے جنگ کرنے کا انداز دیکھو اور آئندہ جب ہم جنگ کریں تو پھر تم پوری ذہنی قوتوں کو

برقرار رکھنا اور ہماری مدد کرو۔"

"جو حکم۔" میں نے کہا اور انیلا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تب اس نے کہا۔

"یہ دستہ جسے میں نے خیمے کے بچاؤ کے لئے چھوڑا ہے۔ تمہاری نگرانی میں رہے گا اور اس کی نگرانی تم کرتے رہو گے۔ ہاں تم ہونے والی

جنگ میں مداخلت نہیں کرنا گے۔"

"بہتر ہے۔" میں نے جواب دیا۔

اور میں دل ہی دل میں خوش ہو گیا۔ یعنی ہوا وہی جو میں چاہتا تھا کیونکہ میں خود بھی براہ راست تراہینہ کے لوگوں سے جنگ کرنے کا شوقین

نہیں تھا۔ اب مجھے بلاوجہ خون بہانا نہیں پڑا تھا اور اس کے ساتھ ہی مجھے مہلت بھی مل گئی تھی۔ ورنہ مجھے ایٹا کے ساتھ جنگ کر کے اسے فتح دلانے میں زیادہ خوشی نہ ہوتی۔ وہ تو خود ہی ظالم یا طاقتور تھا اس کا ساتھ دینا تو مظلوم کے ساتھ نا انصافی تھی۔ ہاں اگر ایٹا کی جگہ کوئی مظلوم یا کمزور انسان ہوتا تو اس کا ساتھ دینا میرے لئے ہانسٹ فخر ہوتا اور مجھے سرت بھی محسوس ہوتی۔

چنانچہ اب جو مجھے خاموش تماشا کی حیثیت حاصل تھی۔ وہ میرے لئے بہت دلچسپ اور دلکش تھی چنانچہ میں نے خوشی سے رکنے کا ارادہ کر لیا اور ایٹا جنگلی کارروائیوں میں مصروف ہو گیا۔

میں نے اس کی جنگی کارروائیاں دیکھنے کے لئے ایک مناسب جگہ کا انتخاب کیا۔ وہاں سے میں بہت دور دیکھ سکتا تھا۔ پھر ایٹا کی فوجوں میں طبل جنگ بجانے مقررے، ڈھول اور ایسی بہت ساری چیزوں کی ٹلی جلی آوازوں سے میدان جنگ گونج اٹھا۔ گھڑ سوار دتے تیزی سے قلعے کی طرف دوڑنے لگے۔ ایٹا ان کی رہنمائی کر رہا تھا اور اس کے چاروں جنرل برق رفتاری سے اس کا ساتھ دے رہے تھے۔

قلعہ کی طرف بالکل خاموشی تھی۔ فھیلوں پر بے پناہ لوگ نظر آ رہے تھے۔ لیکن وہ اس طرح خاموش تھے جیسے کسی خاص واقعے کے منتظر ہوں۔ یا کسی خاص موقع کی تلاش میں ہوں اور یہ موقع یقیناً خاصا دلچسپ دلکش تھا۔ جو نبی ایٹا کی فوج تیروں کی رینگ میں پہنچی تو اچانک فسیل سے تیروں کی بارش ہو گئی۔

اور پھر پرفیسر..... میں نے ایسی خوفناک بارش کبھی نہیں دیکھی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے آسمان تیروں میں چھپ گیا ہو۔ اس طرح تیر برسائے جارہے تھے کہ حیرت ہوتی تھی۔ ایٹا کی فوجوں کی صف اول میں ابتری پھیل گئی۔ بہت سے گھوڑے زخمی ہو گئے اور وہ اپنے سواروں کو گرانے کے بعد واپس دوڑ پڑے۔ اس طرح ایٹا کی پہلی کوشش انتہائی ناکام ثابت ہوئی تھی۔ ایٹا کو کنا پڑا۔ وہ اس شدید مدافعت کا متوقع نہیں تھا۔ اس لئے اسے حیرت ہی ہوئی تھی۔

واپس بھاگتی ہوئی فوجوں کو اس نے دوبارہ منظم کیا اور پھر شاید کوئی جنگی تجویز سوچنے لگا۔ میں نے دیکھا کہ ایٹا نے اپنی فوجوں کو کافی پیچھے ہٹا لیا تھا اور پتھر پھینکنے والی مینجینتھیں آگے بڑھا کر لے گیا تھا۔ ان مینجینتھوں کی تعداد کافی تھی اور ان کے لئے بڑے بڑے پتھر بھی جمع کئے گئے تھے۔ ہوں۔ تو اب وہ نزدیک جانے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ میں نے سوچا شائی کا دالوں کی مستعدی اور لڑائی میں مہارت سے میں بہت متاثر ہو رہا تھا۔ مینجینتھیں سامنے آئیں۔ فسیل سے اب بھی تھوڑے تھوڑے پتھر برسائے جارہے تھے تاکہ مینجینتھوں کو زیادہ قریب آنے سے روکا جائے ایٹا نے ان کا فاصلہ اتار رکھا تھا کہ یہاں پر موجود لوگ تیروں کی زد سے محفوظ رہیں۔

لیکن پھر بھی کوئی نہ کوئی تیرا نہیں لگ جاتا تھا۔ ایٹا بہت غصے میں تھا اور تلوار لہراتا ہوا پھرتا پھرتا تھا۔ اچانک مینجینتھوں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ بڑے بڑے پتھر فسیل اور دروازے کی جانب پھینکے جانے لگے لیکن مجھے بہت جلد اندازہ ہو گیا کہ ایٹا کی یہ کوشش بھی ناکام رہے گی۔ پتھر اتنے فاصلے سے پھینکے جارہے تھے کہ تیروں سے بچا جاسکے۔ مگر یہاں سے پتھر موثر ثابت نہیں ہو

رہے تھے۔ ان میں کچھ پتھر فسیل اور دروازے پر جا کر لگتے تو اس وقت تک ان کی طاقت کم ہو چکی ہوتی تھی اور اگر انہیں نزدیک سے پھینکا جاتا تب وہ یقیناً کارآمد ثابت ہو سکتے تھے۔

لیکن نزدیک جانے کا نتیجہ کلکت تھی اور ایٹا اس سے اچھی طرح واقف تھا۔ اس کی حالت عجیب سی تھی۔ وہ کسی خونخوار بھیڑیے کی مانند ادھر ادھر پھرتا رہتا تھا اور اپنی کوششوں کی ناکامی پر سخت مضطرب تھا۔

اور یہی بہتر تھا۔ میں نے دل میں سوچا کہ اس نے مجھے یہاں چھوڑ دیا اور میری ضرورت محسوس نہیں کی اور مجھے اس بات کی بھی خوشی تھی کہ میں نے اس قسم کی جنگوں میں اس کے سامنے کسی مہارت کا اظہار نہیں کیا بلکہ اس کے ایک سوال پر میں نے یہ کہہ دیا تھا کہ مجھے اس قسم کی جنگوں کا کوئی تجربہ نہیں ہے ورنہ ایٹا مجھ سے ضرور مدد لینے کی کوشش کرتا اور پھر خواہ مخواہ ترائینڈ والوں پر مصیبت نازل ہوتی۔

مجھے ترائینڈ سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ دشمنی کی بھی کوئی معقول وجہ نہیں تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ ایٹا کے تہر کا شکار ہوں لیکن اگر ان کی قسمت ہی میں سب کچھ تھا تو بات دوسری تھی۔ میں اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

ہنگ کا نتیجہ ایٹا کے حق میں خراب جا رہا تھا۔ اوپر سے برسنے والے تیروں نے ایٹا کے بہت سے لوگوں کو ختم کر دیا تھا جبکہ ایٹا ابھی تک فسیل با دروازے کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکا تھا۔ اس کے علاوہ شائی کا کوئی فوج کا ایک آدمی تک زخمی نہیں ہو سکا تھا۔ تب ایٹا نے صورت حال کا بخوبی اندازہ کیا اور اپنی فوجوں کو پیچھے ہٹایا۔ ٹھینٹوں سے سنگ باری روک دی گئی۔

فوجوں کو پیچھے ہٹانے کے بعد شاید وہ کوئی نئی ترکیب سوچنا چاہتا تھا۔ فوجیں تیروں کی زد سے پیچھے ہٹ آئیں۔

شاید ایٹا کی زندگی میں یہ پہلا واقعہ تھا کہ اس کی فوجیں کسی محاذ سے پیچھے ہٹی ہوں۔ اس کے چہرے پر خون ہی خون نظر آ رہا تھا۔ بظاہر مجھے یہاں سے اس کے چہرے کے مکمل تاثرات نظر نہیں آ رہے تھے لیکن اس کے انداز سے یہ پتہ چلتا تھا کہ وہ کس قدر بے چین اور پریشان ہے۔

فوجوں کی کارروائی مکمل طور پر روک دی گئی تھی۔ دوسری طرف سے بھی تیر برسانے والوں نے ہاتھ روک لیا تھا۔ ظاہر ہے بلا جبر وہ اپنے تیرضائع نہیں کر سکتے تھے۔ چند لمحات کے لئے جنگ رک گئی۔

میں نے ایٹا کو اپنی نظروں کے سامنے کیا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ایٹا کی سمجھندہ آ رہا ہو کہ اس مسئلہ سے کیسے نمٹنا جائے۔

فوجیں کافی پیچھے ہٹ آئی تھیں اور اب وہ اپنے آپ کو منظر کر رہی تھیں۔ جس جگہ سے وہ ہنسی تھیں اس جگہ بے شمار لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ یہ آدمی شائی کا کے آدمیوں کے ہاتھوں ہلاک ہوئے تھے۔ ان کی تعداد دیکھ کر مجھے کافی حیرت ہوئی کیونکہ تیروں نے بڑی تباہی پھیلانی تھی۔

اور ظاہر ہے اس وقت ایٹا جیسے خونخوار شخص کا رد عمل کیا ہوا ہوگا۔ میرا خیال تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد ایٹا کوئی جنگی کارروائی کرے گا لیکن ابھی تک اس نے کوئی کارروائی نہیں کی تھی..... سورن نیچے اترا جا رہا تھا۔

شام ہو گئی اور ایٹا کی فوجوں میں کوئی خاص ترتیب نظر نہ آئی۔ نجانے وہ کیا سوچ رہا تھا۔

میں ان معاملات کو دلچسپ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ حالانکہ میرا تین اس سلسلے میں کام کر رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اگر ایٹا اپنے

آدمیوں کو قلعے تک لے جانے کی کوشش کرے تو اس کے آدمی کس طرح وہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔

سورن ڈھالان پر تھا۔ جب اچانک اٹلیا کی فوجوں میں پھر حرکت ہوئی لیکن اس بار ایک دلچسپ تماشا لگا ہوں کے سامنے تھا۔

میں نے دیکھا کہ ایک آدمی ایک بڑی ڈھال لے ہوئے قلعے کی جانب دوڑ رہا ہے۔ اوپر سے تیروں کی بارش شروع ہو گئی تھی لیکن اس

ڈھال نے اس آدمی کے پورے جسم کو چھپایا ہوا تھا۔ اس کے دوسرے ہاتھ میں ایک چوڑا کلباڑا تھا جسے وہ ہلانا ہوا لئے جا رہا تھا۔ وہ ڈھال کو تیروں

سے بچاتا ہوا دروازے کے قریب پہنچ گیا اور اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا کلباڑا دروازے پر پھینک دیا۔

مضبوط کلباڑا دروازے میں پیوست ہو گیا۔ وہ شخص دروازے کے مین نیچے رک گیا تھا۔ اس کے رکتے ہی ایک دوسرا آدمی ڈھال سمیت

بڑھا اور اس نے بھی وہی حرکت کی۔ اس نے وہ کلباڑا دروازے سے کچھ اوپر پیوست کر دیا تھا اور دروازے کے نیچے پناہ لے لی تھی۔ یہاں سے تیر

کار آمد ثابت نہیں ہو رہے تھے۔

پھر تقریباً پندرہ سولہ آدمی اسی طرح سے بھاگے اور میں نے دلچسپ لگا ہوں سے ان کی اس کارروائی کو دیکھا۔

بلاشبہ پرفیسر، یہ بڑی دلچسپ کارروائی تھی۔ اٹلیا نے کلباڑیوں کا پل تعمیر کر دیا تھا۔ کلباڑیاں دروازے میں پیوست تھیں اور ان پر چڑھ کر

کوئی شخص بھی نیسٹل کے اوپر تک پہنچ سکتا تھا۔ ایک طرح سے یہ حماقت تھی کیونکہ اس کے ذریعے ایک ایک آدمی ہی اوپر جا سکتا تھا اور جو بھی اس ایک

شخص کی گردن الجھتی، شالی کا کے لوگ اس کو ہلاک کر دیتے، اس لئے یہ ذکیب میری سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ اس کا مقصد کیا تھا۔

بہر حال مقصد کچھ بھی ہو، یہ لوگ نہایت دلیرانی سے کام لے رہے تھے۔ شالی کا کے ساتھی ایک لمحہ کے لئے خاموش ہو گئے تھے وہ کسی تباہ

آدمی پر تیر نہیں چلا رہے تھے۔ جیسے اندازہ کر رہے ہوں کہ آخر ان لوگوں کا مقصد کیا ہے۔

پھر جب پچیس تیس آدمی فیصل کے نیچے جمع ہو گئے تو اچانک اوپر سے جہاں ہوا تیل اور آگ ان لوگوں پر پھینکی گئی۔

پرفیسر، یہ کارروائی بے حد خوفناک تھی۔ فیصل کے نیچے پناہ لینے والے تیروں سے نمٹ سکتے تھے لیکن تیل اور آگ ان لوگوں کے لئے

بڑی مہلک تھی۔ وہ برنی طرح اس کی زد میں آ کر ہلاک ہونے لگے۔ جدھر بھاگ رہے تھے، ادھر موت ان کا پیچھا ضرور کرتی، گویا فیصل والے

فصیلوں کے نیچے نہیں جمع ہوتے ہوئے دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ آخر ان طرح وہ تمام آدمی ہلاک ہو گئے اور اٹلیا کو ایک بار پھر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔

سورن اب بالکل چھپ گیا تھا۔ فضا تاریک ہو گئی تھی۔ اس کے بعد تو جنگ کرنا ممکن ہی نہ تھا چنانچہ فوجیں مزید پیچھے ہٹ گئیں اور شاید

اٹلیا نے قیام کا حکم دے دیا۔

گوہا اس کے بعد اس کا جنگ جاری رکھنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ بہر حال اٹلیا کو اس جنگ میں جتنی مشکلات پیش آ رہی تھیں وہ ان کا بخوبی

اندازہ لے رہا تھا اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ کچھ بھی ہو، مزاجینہ کا حکمران ذہین آدمی ہے، وہ لڑائی کے فن سے اچھی طرح واقف ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ

اٹلیا کو یہاں کافی بڑی قربانیاں دینی پڑیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس جنگ میں کامیاب ہی نہ ہو سکے۔

رات گہری ہو چکی تھی، فوجیں اپنی کارروائیوں میں مصروف ہو گئیں، کھانے پینے کا بندوبست ہونے لگا تھا۔ اس کے علاوہ زخموں کی مرہم

پٹی شروع ہوگئی۔ میں اپنے دستے کے ساتھ صرف زخموں کی حفاظت پر مامور تھا اور اپنا فرض، بخوبی انجام دے رہا تھا۔

رات کا شاید دسرا پہر تھا۔ میں نے اپنے عقب میں قدموں کی آوازیں سنیں۔ میں جاگ رہا تھا اور ظاہر ہے، مجھے اس میں کوئی وقت نہیں ہو رہی تھی۔ میرے ساتھ کچھ دوسرے سپاہی بھی پہرہ دے رہے تھے۔

اس وقت میں تنہا ایک چنان کے نزدیک کھڑا ہوا تھا جب میں نے دیکھا۔ میرے نزدیک آنے والی فردشاں تھی۔ ایٹلا کا وہ تھنڈ جسے اس نے مجھے بخشا تھا۔ وہ بکواس کی ماہر تھی۔ میں نے مسکرا کر اس کی جانب دیکھا اور فردشاں نے چہرے پر عجیب سے تاثرات پیدا کر لئے۔

"کیا بات ہے؟" میں نے مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں یاد ہوں؟" فردشاں نے ناز بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں یاد تو ہو۔"

"میں تو کبھی تھی تم مجھے بھولتی گئی ہو۔"

"نہ اتنی بے وقوف کیوں ہو۔"

"کیا مطلب؟" اس میں بے وقوفی کی کیا بات ہے، کتنا عرصہ ہو گیا تم نے میری جانب دیکھا بھی نہیں ہے۔"

"کیا تم ایٹلا کے فہر کو آواز دینا چاہتی ہو، کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ وہ حالت جنگ میں ہے اور جب وہ جنگ کر رہا ہوتا ہے تو وہ

خود اپنی دیو اور گورتوں کی جانب متوجہ نہیں ہوتا اور نہ دوسروں کو اس انداز میں دیکھنا پسند کرتا ہے۔ کیا تمہیں اس بات کا علم ہے؟"

"ہاں یہ درست ہے لیکن اس وقت ایٹلا کہاں ہے؟"

"یہ تو کوئی بات نہیں ہے، اس وقت وہ نہیں ہے تو کیا، اگر تم میرے نزدیک آئیں تو کیا اس کی اطلاع اس کو نہ ہوگی؟"

"اور، میرا خیال ہے یہ بات نہیں ہے سالوں اعظم۔"

"کیوں؟"

"لوگ تم سے بے حد متاثر ہیں اور کوئی بھی یہ جیأت نہیں کرے گا کہ تمہاری شکایت ایٹلا تک پہنچائے۔"

"پھر بھی فردشاں، میں خود بھی ایٹلا سے مخلص ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ میری کوئی حرکت اسے برا فرد ختہ کر دے۔"

"گویا میں تشنہ چلی جاؤں۔"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا اور فردشاں ایک دم سے خاموش ہوگئی۔ اس کے چہرے پر عجیب و غریب تاثرات نظر آ رہے تھے، تب وہ

آہستہ قدموں سے واپس چلی گئی۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ واہ بھئی واہ، کس ظلم سے ایٹلا کی بدایات پر عمل کر رہا ہوں حالانکہ ان تمام باتوں کی ضرورت بھی

نہیں تھی۔ فردشاں کو یہاں سے کہیں لے جا بھی سکتا تھا لیکن ابھی کسی ایسی حرکت کو دل نہیں چاہتا تھا۔

اور پھر یہ رات کا غالباً پتہ تھا پھر تھا جب شور و غوغا اور ہنگامہ کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ میں تعجب سے چونک پڑا تھا۔

نجانے کیا ہوا؟ میں نے سوچا اور پھر ایک ادبھی جگہ پر پہنچ گیا۔ وہاں سے میں نے ایک دلچسپ منظر دیکھا۔

بے شمار مشعلیں دو طرف سے ایٹلا کی فوجوں پر حملہ آور ہو رہی تھیں۔ یہ یقیناً شائی کا کے فوجی تھے جنہوں نے قلعے سے نکل کر شب خون مارا

تھا۔ انہوں نے نہایت برقی رفتار سے حملے جاری رکھے اور ایٹلا کی فوجوں کو زبردست نقصان پہنچا کیونکہ ایٹلا کے فوجی اس کے لئے تیار نہیں تھے۔

میں نے دیکھا کہ مشعلیں واپس قلعے کی جانب بھاگ رہی ہیں۔ ایٹلا کے آدمی تیار یاں کر رہے تھے۔ انہوں نے ان کا تعاقب بھی کیا

لیکن شکاری کا کے لوگ کافی دور نکل چکے تھے۔ قلعے کی دونوں جانب سے وہ اندر داخل ہوتے ہوئے نظر آئے اور چند ساعت کے بعد شور و غوغا ختم

کیا۔ لیکن ایٹلا کی فوجوں میں روشنی پھیلتی جا رہی تھی۔ وہ سب جاگ گئے تھے اور تیار ہو رہے تھے۔ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ ایٹلا کی کیفیت اس وقت

کیا ہوگی۔ وہ یقیناً غصے سے دیوانہ ہو رہا ہوگا۔

ویسے شائی کا کے لوگ میرے لئے دلچسپی کا باعث بنتے جا رہے تھے۔ دلیر آدمی تھے معمولی بات نہیں تھی، انہوں نے ایٹلا پر کافی کاری

ضرریں لگائیں۔ انہوں نے سامنے سے آنے کی جرأت نہیں کی تھی بلکہ قلعے کے دونوں طرف سے آئے تھے۔ یعنی قلعے کے اطراف میں بھی کچھ

راستے تھے اور اب میرے اندازے کے مطابق ایٹلا یقینی طور پر ان راستوں کو تلاش کرے گا۔

ایٹلا نے اسی وقت کارروائی نہیں کی تھی بلکہ صبح تک وہ صبر و سکون سے رہا۔ صبح کے وقت لاشوں کی تعداد میں اور اضافہ ہو گیا تھا۔ تب اس کا

لشکر دھسوں میں بٹ گیا۔ چند افراد اذخاوں کی پناہ میں قلعے کے دونوں حصوں کا جائزہ لینے کے لئے اس طرف بڑھ گئے جہاں سے شائی کا کے

لوگ آئے تھے۔

میری دلچسپی اب رک نہ سکی تھی۔ چنانچہ میں آہستہ آہستہ ایٹلا کے نزدیک پہنچ گیا۔

ایٹلا نے مجھے دیکھا اس کی آنکھوں میں خون ہی خون نظر آ رہا تھا۔ بے حد خوفناک لگ رہا تھا وہ۔

مجھے دیکھ کر اس نے کچھ نہ کہا اور خاموش کھڑا رہا۔ وہ لوگ جو قلعے کے اطراف کا جائزہ لینے گئے تھے۔ واپس آ گئے۔ انہوں نے ایٹلا سے کہا۔

”خدا کی قسم۔ قلعے کے دونوں جانب اور عقب میں بہت چوڑی چوڑی خندقیں کھدی ہوئی ہیں۔ جن میں پانی بھرا ہے۔ جس جگہ سے وہ

لوگ نکلے تھے وہ قلعے کے باطنی دروازے تھے جو چوڑے تنگے کی شکل میں اوپر سے نیچے تک چلے گئے ہیں۔ جب وہ اوپر سے کھلتے ہیں تو ان کا دوسرا

سرخندقوں کو پار کر کے زمین پر آگتا ہے اور وہ اس کے ذریعے باہر آ جاتے ہیں جب وہ اندر چلے جاتے ہیں تو پھانک کو اٹھا لیا جاتا ہے اس طرح

ہمارے لئے ان دونوں سمتوں کو عبور کرنا اور بھی ناممکن ہے۔“

”اسے ممکن بنانا پڑے گا۔“ ایٹلا نے غراتے ہوئے کہا اور وہ خاموشی سے گردن جھکائے کھڑے ہو گئے۔

”جاؤ۔“ ایٹلا نے نہیں حکم دیا اور وہ واپس چلے گئے۔ تب ایٹلا نے میری جانب دیکھا۔ ”سالوں اعظم۔ جنگ کا نقشہ تم دیکھ رہے ہو؟“

”ہاں خدائی قسم دیکھ رہا ہوں اور سوچ رہا ہوں کہ تیرا پسند والوں نے کافی زبردست انتظام کیے ہیں۔“

”لیکن ترائین کی تقدیر روشن ستارے کی مانند ہے اور اس کا جو شتر و گادہ تم بھی دیکھو گے ساؤب اعظم اور یہ زمین بھی دیکھے گی۔“ ایشیا نے خوشخوار لہجے میں کہا۔

میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ ایشیا کے چہرے پر طوفان آرہے تھے وہ بری طرح تلخ اور ہاتھا اور میں نے محسوس کیا تھا کہ اس کے ذہن میں کوئی بات نہیں آرہی ہے۔ پھر اس نے خاموشی اختیار کر لی اور میں نے بھی کوئی خاص بات چیت نہ کی۔ چند ساعت خاموش رہنے کے بعد ایشیا نے ہی سکوت توڑا اور کہنے لگا۔ ”تاہم اعظم۔ ان لوگوں کے حوصلے کافی بلند ہیں۔ کافی الوقت ہم ان کے خلاف کوئی موثر کارروائی نہیں کر سکتے ہیں اس لئے ان کے حوصلے اس وقت تک بڑھے رہیں گے جب تک ان پر کاری ضرب نہ لگادی جائے ایسی صورت میں اس بات کا امکان بھی ہے کہ ہمیں یہ ہم پر شب خون نہ ماریں چنانچہ تم اپنی جگہ جاؤ اور نگرانی کرو۔“

میں نے گردن جھکا دی تھی اور پھر میں واپس چل پڑا۔ بھلا مجھے کیا پڑی تھی کہ ایشیا کے معاملات میں دلچسپی لیتا اور اب جبکہ میں نے دیکھا تھا کہ وہ لوگ لڑنا جانتے ہیں اور اپنے بچانے کے لئے بہتر کارروائی کر سکتے ہیں گو اس صورت میں اگر ایشیا کو شکست بھی ہو جاتی تو مجھے کوئی افسوس نہ ہوتا۔ میں نے تو پروفیسر۔ صدیاں دیکھی تھیں۔ صدیوں کے لحات دیکھے تھے اور یہی اندازہ لگایا تھا کہ جو اپنا بہتر دفاع کر سکتا ہے وہی جینے کا حق رکھتا ہے۔ تباہی دنیا کا یہی اصول ہے اور اس اصول کو بدلنا ناممکن....

چنانچہ مجھے صرف تماشا دیکھنے سے دلچسپی نہیں اور میں اب تک تماشا ہی دیکھ رہا تھا۔

میں واپس عورتوں کے خیموں کے نزدیک پہنچ گیا۔ وہاں کوئی خاص کام تو نہیں تھا بس اس دستے کو ہدایت جاری کرنا تھیں جو عورتوں کے خیموں کی نگرانی کر رہا تھا۔

اور بہر صورت جب ایک فرض میں نے اپنے ذمے لے لیا تھا تو اسے انجام تو دینا ہی تھا۔

چنانچہ میں نے اپنی ذہانت سے کام لے کر چند افراد کو ایسی جگہ تعینات کر دیا جہاں سے وہ قرب و جوار پر گہری نگاہ رکھ سکتے تھے۔ میں نے انہیں جو ہدایات جاری کی تھیں اس میں حفاظتی تدابیر موجود تھیں اور مجھے یقین تھا کہ اگر کوئی چھوٹا موٹا حملہ کرنے کی کوشش کی گئی تو ہم اسے تباہی کا کام بنادیں گے اور خیموں تک پہنچنے والوں کو روک سکیں گے۔

پیلوس میرا خادم میرے نزدیک ہی موجود تھا۔ مجھے تنہا کھڑے دیکھ کر وہ میرے نزدیک پہنچ گیا۔ اس کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔

اس نے کہا۔ ”ساؤب اعظم تم حالات دیکھ رہے ہو؟“

”ہاں پیلوس۔ تو کیا کہنا چاہتا ہے؟“

”شائی کا ہماری موقع سے زیادہ تک وہو کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ پہلے دن ہمیں نقصان اٹھانا پڑا ہے اتنا نقصان خدائی قبر کو کسی جنگ کے

اختتام تک نہیں اٹھانا پڑا۔“

”پیلوس۔ ہر ذہین آدمی اپنے بچاؤ کا حق رکھتا ہے اور فتح کا بھی۔“ میں نے گہرے انداز میں کہا۔

"اور ہوسالوں اعظم۔ تو کیا۔ تو کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ اٹھلا پر فتح پالے گا۔"

"نہ تھی۔ بہر حال وہ خود اٹھلا پر حملہ آور نہیں ہوا ہے۔ ہاں اٹھلانے اتنے کٹکتے! بیٹے کی ٹھان لی ہے۔ ایسی صورت میں اگر وہ اپنا بچاؤ کر

لیتا ہے تو یہی اس کی فتح ہے۔"

"میرے خیال میں بہت مشکل کام ہے۔" پیلوں نے کہا۔

"کیوں؟"

"اٹھلا اس وقت تک اس کا بیچھا نہیں چھوڑے گا جب تک کہ اسے فائدہ کر دے۔"

"ہاں اس کی صرف ایک ہی صورت ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا؟" پیلوں نے پوچھا۔

"اٹھلا فوجوں کو پیچھے بنا لے اور خاصہ زائل دے۔ اس طرح وہ ان لوگوں کو مجبور کر سکتا ہے کہ وہ باہر نکل کر جنگ کریں اور اٹھلا کو اس

بات کا ضرور یقین ہوگا کہ شائی کا دلوں نے باہر نکل کر جنگ کی تو اٹھلا کی فوجیں ان کو کٹکتے فاش کریں گی۔"

"بیٹک۔ لیکن یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ شائی کا کتنے عرصے تک قلعے میں محصور رہ سکتا ہے۔"

"یہ بات بھی اس کی ذہانت پر ہے پیلوں۔"

"کس طرح نامب اعظم؟" پیلوں نے پوچھا۔

"اس طرح کہ اس نے اٹھلا سے جنگ کرنے کے لئے کس قسم کے انتظامات کئے ہیں کیونکہ اسے پہلے سے اس بات کا علم تھا کہ اٹھلا سے

اس کی ٹھن گئی ہے اور وہ ضرور اس پر حملہ آور ہوگا۔"

"یقیناً نامب اعظم۔ شائی کا کو پیغام بھیجا گیا تھا کہ وہ اٹھلا کی اطاعت قبول کر لے اور اس کے پرچم تلے آجائے لیکن اس نے نہایت

خفارت سے اس پیغام کو ٹھکرا دیا اور اس کے بعد سے اس نے اپنے بچاؤ کا کوئی بندوبست نہیں کیا تو یہ تو اس کی حماقت ہوگی سالوں اعظم۔"

"ٹھیک ہے پیلوں۔ دیکھ لیتے ہیں کیا ہوتا ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ویسے ایک بات پر مجھے تعجب ہے سالوں اعظم۔"

"کیا؟" میں نے پیلوں کی شکل دیکھی۔

"خدائی قبر نے تمہیں اپنے مشوروں میں شریک نہیں کیا۔"

"میں نہیں سمجھا پیلوں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"تم اس کے اہم ترین مشیر ہو اور میرا خیال ہے کہ اگر وہ تم سے متاثر نہیں ہونا تو تمہیں اس عہدے پر فائز نہیں کرتا۔ ایسی صورت میں

مناسب تھا کہ اٹھلا تم سے مشورہ لیتا اور پھر اس مشورے کے تحت کام کرتا۔ لیکن اس نے۔۔۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا پیلوں۔" میں نے پیلوں کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"کیوں فرق نہیں پڑتا۔ سالوں کا عظیم؟" پیلوں نے سوالیہ انداز میں میری جانب دیکھا۔

"پیلوں۔ اگر وہ میری ضرورت محسوس کرے گا تو مجھ سے بات کرے گا مجھے اس سے کوئی لگہ نہیں۔"

"بے شک۔ لیکن میں اس کی خطرت سے واقف ہوں۔" پیلوں نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"اگر وہ کوئی کاری ضرب شائی کا والاں پر لگا دیتا تو پھر وہ بہت خوش ہوتا اور اس وقت وہ اس ضرب کو مزید موثر بنانے کے لئے سب سے

مشورے کرتا لیکن اب بات اس کی اتنا تک مگی ہے۔"

"اوہ۔ شائی کا والاں نے جو حملہ کیا ہے میرا خیال ہے وہ اس سے بہت متاثر ہوا ہوگا۔"

"یقیناً ہوگا۔ ایٹلا کی فوجوں پر ایسے حملے تقریباً ناممکن تصور کئے جاتے ہیں جو لوگ اسے جانتے ہیں وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کا نتیجہ انہیں

کیسا بھگتنا پڑے گا۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی۔ ظاہر ہے پیلوں۔ ایٹلا کی قوت سے بہت متاثر تھا اور اسے بہت کچھ بھگتنا تھا لیکن میرا یہ یہ نہیں تھا۔

اس نے سینکڑوں ادوار میں یہ دیکھا تھا کہ کمزوروں نے طاقتوروں کے پھلے پھرا دیئے اور ایسی شاندار فتح حاصل کی جس کا مافوق تصور بھی نہیں کر سکتا

تھا چنانچہ اس وقت تک میں ان باتوں کا یقین کرنے کو تیار نہیں ہوتا جب تک کہ سارے قماشے اپنی آنکھ سے نہ دیکھ لیتا۔ میری خاموشی بہت ہی

مناسب تھی۔ اگر ایٹلا مجھ سے مشورے لیتا تو یقیناً وہ مشورے تراہینہ والاوں کے خلاف جاتے۔ بہر حال جو کچھ ہوا تھا بہتر ہوا تھا۔

فی الحال میں عورتوں کا گمان تھا اور اس بات پر ہی مسرور تھا کہ اگر ایٹلا کو گناہت ہوئی تب بھی مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوگا اور اگر وہ تراہینہ کو فتح

کر لیتا ہے تب مجھے یہ افسوس تو نہ ہوگا کہ میں نے ایسے بہادر لوگوں پر ضرب کاری لگانے میں ایٹلا کو مدد دی ہے۔

دوسری رات آگئی۔

ایٹلا نجانے کن کارروائیوں میں مصروف رہا تھا۔ ویسے میں اس خطرناک انسان کے بارے میں جانتا تھا کہ وہ جو کچھ سوچ رہا ہوگا۔ بڑی

بھیا تک بات ہوگی لیکن وہ مجھ سے اتنے فاصلے پر تھا کہ میں اس کی کارروائیوں سے واقف بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ ایٹلا تراہینہ پر کیا

جاسی نازل کرنے کے منصوبے بنا رہا ہے۔ بظاہر یوں لگتا تھا جیسے اس سلسلے میں ایٹلا کو کوئی راستہ نمل رہا ہو اور وہ پریشان ہو۔

مگر اس سے مجھے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ میں اپنے کام میں مصروف تھا البتہ ان باتوں کا میں نے ابھی تک خیال رکھا تھا کہ لڑکیوں کی قربت

قبول نہ کی جائے۔

ایٹلا ویسے ہی مشکل میں تھا اس وقت اور زیادہ خطرناک صورتحال ہو سکتی تھی۔ کیا بنا۔ وہ خود بھی اس قسم کے واقعے پر عورتوں کی افریحات

پسند نہیں کرتا تھا اور میں نہیں چاہتا تھا کہ اسے کسی سلسلہ میں بیزار کیا جائے۔

لیکن رات کے آخری پہرہ کو میں کیا کرتا۔ میں اپنے ساتھیوں کی مستعدی کا جائزہ لے کر واپس جا رہا تھا کہ ایک خیمے کے عقب سے کسی نے میری پشت پر ہاتھ رکھ دیا۔

میں برق رفتاری سے پلٹا تھا۔ حالانکہ مجھے اس بات کا اطمینان تھا کہ اگر کوئی میرا دشمن بھی مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کرتا تو اسے ماہوی ہی ہوگی لیکن تجسس تو زندگی کی اہم فطرت تھی۔

چنانچہ میں نے پلٹ کر دیکھا اور ایک لمحے کے لئے ساکت و جامد رہ گیا۔ یوں تو انیلا کی فوجوں میں بے شمار حسین عورتیں تھیں۔ میں نے ان کا جائزہ بھی لیا تھا لیکن جو عورت اس وقت میرے نزدیک کھڑی تھی اسے بلا سہانہ چاند کا گلزار ہی کہا جاسکتا تھا۔ چمکتا ہوا روشن چہرہ، متناسب اور سدا ل بدن۔ بڑی بڑی سیاہ آنکھیں۔

اس کے چہرے پر بڑی ہی ملاحظہ تھی جسم کا گداز ایسا تھا جسے دیکھ کر ذہن سرور ہونے لگتا تھا عجیب سی سوالیہ شکل بنائے وہ میرے سامنے کھڑی تھی۔ میں نے تعجب سے اسے دیکھا اور پھر پوچھا۔ "کون ہو تم خاتون؟"

"فورا۔" اس نے جواب دیا۔

"فورا۔ کیا میں تمہیں جانتا ہوں؟"

"نہیں۔ اس نے جواب دیا۔

میں سوالیہ انداز میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔ تب اس نے وہ بارو کہا۔ "بے حس شخص ہو تم۔ کسی کے بارے میں کیا جان سکتے ہو؟"

"تب پھر معزز خاتون تم خودی بتا دو تم کون ہو.....؟"

"انیلا کی بیوی....." اس نے گردن جھکا کر جواب دیا۔

"اوہ۔ خوب..... انیلا خوش نصیب ہے کہ تم جیسی حسین عورتیں اسے حاصل ہیں۔"

"ہاں۔ مگر ہم بد نصیب ہیں کہ ہمیں کچھ حاصل نہیں۔" اس نے کہا اور میں دلچسپی سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب میں سمجھا نہیں؟"

"سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"میرے خیال میں بہتر ہوگا کہ تم خود سمجھاؤ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں خوش نہیں ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"کیوں؟"

"یہ ایک لمبی بحث ہے۔"

"اوہ۔ تو پھر چاہتی کیا ہو؟" میں نے پوچھا۔

"پہلے تم یہ بتاؤ کہ کیا تم مجھ سے اپنا تھوڑا سا قرب بخش سکتے ہو؟"

"حسین فوراً تم بے شک حسین ہو اور تمہارا قرب حسن و دلکشی بھی رکھتا ہے لیکن شاید تمہیں اس بات کا علم نہیں کہ میں ایٹا کا نیکو خوار ہوں۔"

"صرف نیکو خوار ہی بنے رہنا چاہتے ہو؟" اس نے پھنوس اٹھائیں۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ کسی کے غم خوار نہیں بن سکتے؟" اس نے کہا۔

"لیکن اس کا نتیجہ؟"

"موت۔" فوراً مسکرائی۔ "صرف تمہاری ہی نہیں میری بھی۔ کسی کے لئے مرجانے میں بھی بڑا لطف آتا ہے۔ کبھی مر کے تو دیکھو؟" اس

نے عجیب سے انداز میں مسکرا کر کہا اور مجھے اس کی مسکراہٹ اتنی بھلی معلوم ہوئی کہ میں اس کے لئے واقعی مرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ چنانچہ میں اس کے کچھ اور نذر ایک بکلی گیا۔

"لیکن فوراً موت کے سفر کے لئے تم نے مجھے کیوں چنا ہے؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"بات آج کی نہیں سالوں۔ بلکہ اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب تم پہلی بار ایٹا کے احاطے میں آئے تھے۔ میں وہیں تھی جہاں اس

کی عورتیں رہتی ہیں اور مجھے اس لڑکی پر بے پناہ رشک آیا تھا جو تمہیں انعام میں بخش دی گئی تھی۔"

"اورہ ... فرودشاں کی بات کر رہی ہو؟"

"ہاں۔"

"تو اس وقت پہلی بار تم نے مجھے دیکھا تھا۔"

"نہ صرف دیکھا تھا بلکہ اس وقت کے بعد سے میں اپنا سکون بھی کھو بیٹھی تھی اور ہمیشہ اس کوشش میں رہتی کہ کسی طرح تمہاری قربت کا

موقع نصیب ہو اور اب شاید یہ میری تقدیر ہی ہے جس نے ایٹا کو تمہارے یہاں رہنے کا فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔" فوراً نے کہا۔

"لیکن فوراً اب تم سنجیدگی سے سوچو اگر ایٹا کو میری اور تمہاری قربت کا علم ہو گیا تو وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟"

"میں نے تم سے کہا تھا ناساوس اور جو کچھ کہا تھا نہایت سنجیدگی سے کہا تھا کہ میں ایٹا کو پسند نہیں کرتی اس لئے نہیں کہ وہ ایک عمدہ انسان یا

مرد نہیں ہے بلکہ ان لئے کہ وہ بے شمار عورتوں میں الجھا رہتا ہے جس کی وجہ سے اس کی بھرپور توجہ کبھی میری جانب نہ ہو سکی۔ اس کے علاوہ سالوں سے یہ

بات میں صرف تمہیں بتا رہی ہوں کہ میں اپنی خوشی سے ایٹا کے حرم میں داخل نہیں ہوتی تھی۔ ہاں جب ہوئی تو میں نے اسے اپنا مقدر سمجھ لیا لیکن اس

کے بعد حالات مجھے اس سے متنفر کرتے رہے اور میں نے خوش رہنا چھوڑ دیا۔ یہ دوسری بات تھی کہ جب کبھی اس کی خلوت میں میری رسائی ہوتی

تو میں اپنے جذبات اور احساسات کو سلا دیتی تھی اور اس وقت صرف یہ سوچتی تھی کہ میری زندگی اس کی خوشی میں ہے ورنہ میں بے موت ماری جاؤں

گی۔ میں سچ کہتی ہوں سالوں اعظم۔ مجھے مرنے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں زندگی کے بہت سے تجربات نہیں رکھتی لیکن اتنی بات ضرور جانتی ہوں

کہ انسان زندہ رہتا ہے تو صرف اسی لئے کہ اسے زندہ رہنا ہوتا ہے۔ زندگی میں کوئی مقصد آجائے تو پھر اسے زندگی یا موت سے کوئی دلچسپی نہیں رہتی پھر بس اس کا مقصد ہوتا ہے اور سالوں اعظم تمہاری قربت تمہاری طلب میرا مقصد بن گئی تھی۔ میں نے سوچا تھا کہ تم تک پہنچنے کی کوشش کروں گی اور اسی کوشش میں اگر ماری بھی جاؤں تو ظاہر ہے زندگی کا ایک مقصد تو ہوگا۔ تم یقین کرو سالوں مجھے مرنے سے کوئی دلچسپی نہیں ہوگا مجھے صرف تمہاری قربت درکار ہے۔“

میں تعجب سے اسے دیکھنے لگا۔ اتنے سے وقت میں ایسے عجیب سے جذبات کا اظہار میرے لئے تعجب خیز بھی تھا اور نہیں بھی کیونکہ اکثر ایسے واقعات سے واسطہ پڑتا تھا۔ پھر بھی اگر اس کی خواہش تھی تو مجھے تو مرنے کا خوف تھا اس نہیں اسے ہوگا تو ہوا کرے۔ میں نے اسے ساتھ لیا اور ایک بلند نیلے کی جانب چل پڑا۔ یہیں سے میں اٹیلا پر نگاہ رکھتا تھا۔ فوراً میرے ساتھی تھی اور صحیح معنوں میں بے بھڑک تھی حالانکہ اٹیلا کی حرم کی عورتوں میں سے کسی نے اگر کسی مرد کی جانب دیکھا تھا تو اس کا بہت برا حشر ہوا تھا اور اس حشر سے فوراً بھی ناواقف نہ تھی۔

لیکن انسان بھی عجیب سرکش ہوتا ہے جب کسی بات کا فیصلہ کر لے تو بعض اوقات زندگی یا موت اس کے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتی وہ چند لمحات کی خوشی ساری زندگی کا حاصل بن جاتی ہے اور فوراً بھی انہی میں سے تھی جو خوشی کے چند لمحات کے لئے اپنی پوری عمر کو داؤ پر لگانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

وہ بے تکان میرے ساتھ نیلے پر پہنچ گئی۔ یہاں سے میں نے اٹیلا کی فوجوں کی نقل و حرکت دیکھی۔ مشعلیں روشن تھیں، سکوت ضرور تھا لیکن صاف اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ لوگ غافل نہیں ہیں ایک دن کے شب خون نے اٹیلا کو ہوشیار کر دیا تھا۔

”وہ ابھی ان کے درمیان میں بنے۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔

”کون.. اٹیلا؟“

”ہاں.. اسی کی بات کر رہی ہوں اور ان وقت تک وہ سب کچھ بھولا رہے گا جب تک کہ وہ تراجینہ کو قتل کر کے خاک میں نہ ملا دے۔“ اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

”اٹیلا کی وحشی فطرت تمہارے لئے کیا حیثیت رکھتی ہے؟“

”دراصل سالوں۔ وہ نصف انسان ہے۔“ فوراً نے جواب دیا۔ میں نے دل چسپی سے اس کی بات سنی اور پوچھا۔ ”نصف انسان سے

تمہاری کیا مراد ہے؟“

”انسان ہر قسم کے احساسات کا مرکب ہوتا ہے اس کے ذہن کی ساخت میں جذبات مختلف شکلیں رکھتے ہیں کبھی وہ پیار کرنا ہے کبھی اسے غصا آتا ہے کبھی وہ ایک مخصوص انداز سے سوچتا ہے اور کبھی اس کے انداز میں تبدیلی ہو جاتی ہے لیکن ایک ایسا شخص جس کی ہر جنبش میں وحشت اور بربریت ہو۔ پیار میں بھی اور نفرت میں بھی تو میں اتے نصف انسان ہی سمجھتی ہوں جو بہت سے جذباتوں سے عاری ہوتا ہے۔“ فوراً نے جواب دیا اور پھر میری جانب دیکھ کر بولی۔ ”کیا تم میرے اس خیال سے متفق نہیں ہو سالوں؟“

"نہیں فوراً تم ٹھیک کہتی ہو۔" میں نے مہرین سانس لے کر کہا۔

"خود تم کس قسم کے آدمی ہو سالتوں۔ کیا تم محبت کی پڑبرائی کرتے ہو یا تمہارا ذہن پہلے ہی کہیں محصور ہے؟"

"اس سے تمہاری کیا مراد ہے فوراً؟"

"میری مراد ہے تمہی ایسی شکل میں کہیں ایسے جسم میں تمہی ایسی شخصیت میں جسے تم پسند کرتے ہو اور اپنے اور اس کے درمیان تمہی کی

مداخلت با میرنی مداخلت پسند نہ کرتے ہو۔" فوراً نے کہا۔

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"وہ لڑکی جو تمہیں عطا کی گئی ہے کافی خوبصورت ہے یا وہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"سچ بات تو یہ ہے فوراً۔ میں ابھی اس کی جانب متوجہ ہی نہیں ہو سکا۔ ایسے بے ترتیب حالات میں اسے مجھ سے قریب لایا گیا ہے کہ

میں نے اس کے بارے میں سوچا بھی نہیں۔ اس کے علاوہ وہ باقوانی بھی بہت ہے اور اپنی باتوں میں اس طرح الجھاتی ہے کہ دوسری باتیں سوچنے کا

موقع ہی نہیں ملتا۔"

فوراً نے پڑی۔ "ہاں اس کی اس کیفیت سے میں واقف ہوں۔"

"سوچتا ہوں فوراً تم میرے قریب آئی ہو اور یقیناً بہت کچھ سوچ سمجھ کر آئی ہو۔ میں بذات خود اٹھلا کی کوئی پروا نہیں کرتا لیکن مجھے تمہاری

زندگی کا خوف ہے۔"

"اس خوف کو ذہن سے نکال دو سالتوں۔ اب میں نے ہر خوف کو ذہن سے نکال دیا ہے۔ اور تمہاری قربت کی آرزو میں تمہارے نزدیک

چلی آئی ہوں۔"

"اگر کوئی ہمیں اس جگہ پر دیکھ لے تو کیا فوری طور پر اٹھلا تک اطلاع پہنچ جائے گی؟" میں نے پوچھا۔

"سالتوں اعظم خود تمہاری اپنی بھی کوئی حیثیت ہے میرا خیال ہے اگر تم چاہو تو کوئی شخص تمہاری مرضی کے خلاف وہاں تک جانے کی کوشش

نہیں کرے گا۔ یوں جتنے لوگ تمہارے نزدیک موجود ہیں سب کے سب تمہارے معتقد ہیں اور تمہارا احترام کرتے ہیں کیونکہ یہ ان کا فرض ہے اور

ہاں اگر انہوں نے تم سے بغاوت کی تو تم اگر چاہو تو ان کی کوشش کو ناکام بنا سکتے ہو؟"

"کس طرح؟" میں نے پوچھا۔

"اٹھلا سے یہ کہہ کر کہ وہ تمہارے دشمن ہیں اور تمہارے خلاف کوئی ایسی سازش نہ چاہتے ہیں جس سے تم اس کی نگاہوں میں گر جاؤ۔"

"ہوں۔ کافی چالاک ہو۔"

"حالات نے بنا دیا ہے سالتوں۔ تمہاری قربت کی طلب جب موت تک لے آئی ہے تو پھر باقی رہتی کیا جاتا ہے۔" فوراً نے کہا۔

"آؤ۔۔۔" میں نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے اور وہ میرے سینے سے آگئی۔ اس کا سینا چہرہ میرے سینے میں گزرا جابا تھا سینا کی

تمہی میری پسند کے عین مطابق۔ میں نے اسے مایوس نہیں کیا۔

بہت ہی حسین عورت تھی اور سچی بات تو یہ تھی کہ انیلا جیسا بے حس انسان اس کی قدر نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے سامنے تو حسن کا انبار عظیم تھا۔

شاید وہ ان باتوں کو سوچنے کے قابل ہی نہ سمجھتا تھا۔

تین دنوں میں فوراً کے احساسات، حسن اور دلکشی کا بھرپور جائزہ لیتا رہا یہاں تک کہ چاندنی ماندر پر گئی، چاند کا منہ اپن چھین گیا اور صبح کے

اجالے کی چادر پھیل گئی۔

اور تب نور نے میری طرف دیکھا اور بولی۔ ”ممکن ہے اس رات کا دراز کھل جائے، ممکن ہے ہمیں کسی نے دیکھ لیا ہو سا اوس۔ میں اپنی

زندگی قربان کرنے کے لئے تمہارے پاس آئی تھی اور یقین کرو کہ تمہارے ایک رات کے قرب نے مجھے زندگی بھر کی سیرن نصیب کی ہے اور اس کے

بعد زندہ رہنے کی تڑپ نہیں ہے۔ ہاں اگر زندگی کی کوئی خواہش ہے تو صرف اتنی کہ اگر قسمت میں دوسری رات ہو تو وہ بھی تمہارے بازوؤں میں

گزرے چنانچہ اب میں چلتی ہوں۔“

میرے لئے نہ یہ الفاظ نئے تھے اور نہ عورت۔ صدیوں میں عورت کی خواہشات کا مرکز تھا اور پرہیزگار۔ اس بات پر میں نے کبھی غور نہیں

کیا تھا۔ اس میں غور کی کیا بات تھی جبکہ میں جانتا تھا کہ میں عام انسانوں سے مختلف ہوں اور مختلف چیزیں عموماً انسانوں کو پسند آتی ہیں اور پھر میں

ٹیلے سے اسے جانتے دیکھتا رہا۔ رات بھر میں کوئی ایسا بنگا نہیں ہوا تھا جو مجھے اپنی طرف متوجہ کرتا۔ دوسری صبح حسب معمول تھی۔ میں اپنے نیچے

میں واپس آیا تو ان لوگوں نے یہیں سمجھا کہ میں رات بھر دشمنوں سے ہوشیار رہنے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔

میں کافی دیر تک اپنے نیچے میں بیٹھا رہا۔ پیلوں میرے پاس آ گیا تھا اور مجھ سے باتیں کرتا رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ انیلا آج ضرور کوئی

سوٹر کارروائی کریگا اور اس کا یہ خیال درست بھی تھا۔

سورن پورنی طرح چڑھا بھی نہ تھا، شاید انیلا ساری رات انہی کارروائیوں میں مصروف رہا تھا میں نے دوران سے اسے دیکھا کہ انیلا کی

فوجوں میں منجھتی ہیں پھر سے آگے بڑھائی جارہی تھیں۔

لیکن اس بار ایک دوسرا انتظام کیا گیا تھا۔ منجھتیوں کے سامنے کے حصے میں بڑی بڑی ڈھالیں جوڑ کر نصب کر دی گئی تھیں۔ ان کے پیچھے

آدی موجود تھے اور ان کے پتھر پھینکنے کا جو آلہ تھا وہ ان ڈھالوں سے اتنا بلند تھا کہ ایک طرف ڈھالوں کے ذریعے پتھروں سے بچنے کا کام لیا جاتا تو

دوسری طرف پتھر پھینکنے والا آلہ بد-تور اپنا کام کرتا رہتا۔

یہ ایک دلچسپ کوشش تھی۔ انیلا نے شاید ساری رات یہی انتظامات کرائے تھے۔ اب وہ قلعے کے قریب پہنچ کر بھی پتھر بڑا ساکتے تھے اور

غائب انیلا کی انتہائی کوشش بھی یہی تھی کہ کس طرح قلعے کا دروازہ کھل جائے تاکہ اس کی فوجیں اندر داخل ہو سکیں۔ اس کے بعد ان سب کو دیکھ لیا جاتا۔

منجھتیوں نے حرمت شروع کر دی۔ وہ مست رفتاری سے آگے بڑھ رہی تھیں۔ زیادہ لوگ ساتھ نہیں تھے صرف چند افراد ایک ایک منجھتی

کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اور چند وہ تھے جو انہیں دھکیل کر آگے بڑھا رہے تھے لیکن وہ سب ڈھالوں کی پناہ میں تھے۔

قلعے کے اندر سے لوگوں نے اس نئی ترکیب پر غور کیا اور قلعے سے تیروں کی بارش شروع ہو گئی مگر اس بار ایٹلا کامیاب رہا۔ تیروں کی بارش اس کے آدمیوں پر اثر انداز نہ ہوئی۔

اور بلاشبہ یہ حربہ کچھ کامیاب رہا تھا۔ ایٹلا کے آدمی قلعے کے سامنے اتنے نزدیک پہنچ گئے تھے کہ وہ وہاں سے موٹر کار روائی کر سکتے تھے۔ میں نے ایٹلا کی جانب دیکھا وہ خاصہ شہنشاہ نظر آ رہا تھا۔

اور پھر منجینیقوں نے پتھر برسانا شروع کر دیئے۔ قلعے پر بھر پور ضربیں پڑنے لگیں۔ دوسری طرف سے شائی کا کی فوجوں نے فوری طور سے اس کا توڑ کر لیا۔ اٹلان کے پاس بھی منجینیقوں کی بھاری تعداد موجود تھی۔ وہ تیروں سے اس جملے کو روک رہے تھے اس لئے اب تک انہوں نے منجینیقوں کا استعمال نہیں کیا تھا۔

چند ساعت کے بعد ہی انہوں نے محسوس کر لیا کہ اب تیروں کی بارش موثر ثابت نہیں ہو رہی بلکہ اس کی جگہ بڑے بڑے پتھری ڈھالوں اور منجینیقوں کو تباہ کر سکتے ہیں اور یہ زیادہ موثر بھی ثابت ہوں گے کیونکہ اول تو وہ بلندی سے جائیں گے دوسری بات یہ کہ وہ ڈھالوں کے حصار کو توڑنے میں کامیاب رہیں گے۔

چنانچہ فہیلوں سے بڑے بڑے پتھروں کی بارش شروع ہو گئی شائی کا والے اس بار پھر اپنی کوششوں میں کامیاب رہے تھے۔ منجینیقوں کو ابھی اپنا کام شروع کئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ بڑے بڑے پتھروں ڈھالوں کو توڑنے لگے جو ایٹلا کی فوج کے لوگوں کی حفاظت کر رہی تھیں۔

بھاری بھاری پتھر بلندی سے آرہے تھے۔ اس لئے ان کی قوت کمبے زیادہ بڑھ گئی تھی جبکہ نیچے سے پھینکے جانے والے پتھروں میں اتنی قوت نہیں تھی۔ اوپر سے پھینکے جانے والے پتھر منجینیقوں کے زور اور کشش ثقل سے کئی گنا زیادہ خطرناک ہو جاتے تھے۔ ذرا سی دیر میں ڈھالیں چور چور ہو گئیں اور ان کے پیچھے موجود آدمی مرنے لگے۔ منجینیقوں کا حملہ چاک رک گیا تھا کیونکہ اوپر سے آنے والے پتھروں نے سب کو بری طرح بدحواس کر دیا تھا۔ انہوں نے پلٹ کر بھاگنے کی کوشش کی چند افراد بھاگ بھی گئے لیکن وہ منجینیقوں واپس نہ لے جاسکے تھے اوپر سے برسنے والے پتھروں نے تباہ کر دیا تھا۔ ایٹلا کی وحشت دیکھنے کے قابل تھی۔ وہ کسی خونخوار کتے کی طرح غرارہا تھا لیکن بے بس تھا۔

اس کے دیکھتے ہی دیکھتے کئی آدمی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے وہ اس کے اپنے آدمی تھے جو منجینیقوں چھوڑ کر بھاگے تھے گویا موت نے یہاں بھی ان کا ساتھ نہ چھوڑا تھا۔

حالات نے ایٹلا کی یہ کوشش بھی ناکام بنا دی تھی۔ میں دوسری قسم کا انسان ہوں، حالات اور وقت مجھے کئی کا تابع نہیں بنا سکتے تھے۔ اد لوگ جو مجھے پسند آئے تھے ان کے بارے میں میں نے بہتر طور پر سوچا تھا۔

ایٹلا میری پسند کا انسان نہیں تھا۔ اس کے ساتھ شامل ہونے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ طاقتور حکمران تھا بلکہ یوں سمجھا جائے تو بہتر ہے پروفیسر کہ جب سمندروں سے اکتا کر جنگلی کا سفر کیا تو مجھے پہلا شخص وہی نظر آیا تھا اور میں نے اسے قبول کر لیا تھا۔

لیکن شائی کا والوں کی بہادری میرے لئے خاص دلکش تھی۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ لوگ بلاشبہ اپنی زندگی کی حفاظت کرنا جانتے ہیں۔

واقعی وہ لیری سے لڑ رہے تھے اور بہادر لوگ ہمیشہ میری پسند رہے ہیں۔ لیکن ان بے چاروں کے لئے میں ابھی کچھ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ انہلا کے ہاں بھی مجھے ایک لڑیاں۔ مقام حاصل تھا اور پھر میں یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ خود شانی کا کس قسم کا انسان ہے اور اپنے لوگوں کے ساتھ اس کا سلوک کیا ہے چنانچہ ایسی صورت میں انیلا ہی درست تھا۔ نئے نئے انسانوں کے ساتھ تجربے کرنے سے کیا فائدہ؟ ہاں جب ضرورت پیش آنے کی تب دیکھا جائے گا۔

انیلا اپنی آج کی کوشش میں بھی بری طرح ناکام ہو گیا تھا۔ مزایہ والوں نے اسے بری طرح نچا کر رکھا ہوا تھا اور اب انیلا فی الحال کوئی اور کارروائی کرنے کے قابل نہیں تھا۔ اس کی عظیم الشان تحقیق قلعے کے نزدیک بے بارود کار پڑی ہوئی تھی ان کے قریب موجود لوگ پتھروں سے کچل کر ہلاک ہو چکے تھے لیکن قلعے والوں کی طرف سے اب بھی منجنیقوں پر تانک تانک کر پتھر برسائے جا رہے تھے تاکہ وہ کام کے قابل ہی نہ رہیں اور یہ ان کی ایک اچھی کوشش تھی۔

مجھے ان کی ہر کوشش پسند آ رہی تھی لیکن ابھی تک میں ان کی طرف سے کچھ کرنے کا فیصلہ نہیں کر سکا تھا اور نہ یہ خیال میرے ذہن میں آیا تھا۔ تماشا دیکھنے والوں کو صرف تماشا دیکھنا چاہیے۔ تماشا کرنے والے تماشا کرتے رہیں۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی۔

اس رات میں نے انیلا کے پاس جانے کی کوشش بھی نہیں کی۔ کیونکہ اس نے جو کام میرے سپرد کر دیا تھا۔ اس سے زیادہ کے قابل شاید وہ مجھے نہیں سمجھتا تھا اور جو کچھ وہ نہیں سمجھتا تھا مجھے اس میں دخل دینے کی کیا ضرورت تھی۔ میں صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اب وہ کیا کیا کارروائیاں کرتا ہے۔ میں بے چین انیلا کی بے چیدیاں دیکھتا رہا اور پھر رات ہو گئی۔ میں سوچتا رہا کہ کسی کی تقدیر میں بے چیدیاں ہیں اور کسی کی تقدیر میں نورا۔

ہاں انیلا کی خوبصورت بیوی نورا۔ جو یقیناً اس کی منظور نظر ہوگی اب نہ سہی کسی زمانے میں سہی لیکن اب میں اس کا منظور نظر تھا اور رات کے اس حسین لمحے میں وہ پھر میرے پاس پہنچ گئی تھی۔

لیکن نورا نے احتیاط نہیں برتی تھی۔ اس وقت پیلوں میرے پاس موجود تھا۔ ظاہر ہے پیلوں پر صرف ایک حد تک بھروسہ کیا جاسکتا تھا اور یہ بھی درست تھا کہ مجھے اپنی جان کی پروا نہیں تھی البتہ میں نورا کی زندگی بچانا چاہتا تھا اور تو یوانی ہو چکی تھی لیکن میں تو یوانہ نہیں ہوا تھا۔

چنانچہ میں نہایت ادب سے کھڑا ہو گیا اور جھک کر پوچھا۔ "ملکہ عالیہ کیا خادم سے کوئی کام ہے؟"

"ہاں....." نورا بھی صورت حال کو ایک دم سمجھ گئی تھی۔

پیلوس خود بھی متوجہ ہو گیا تھا پھر میں ملکہ کے پیچھے پیچھے چلتا ہوا باہر نکل آیا اور کافی دور تک چلا گیا۔

نورا نے پیچھے گھوم کر دیکھا اور بولی۔ "مجھے اس بات کا احساس نہیں تھا کہ کوئی شخص تمہارے خیمے میں ہوگا۔"

"کوئی بات نہیں نورا۔ لیکن تمہیں کیا واقعی مجھ سے کوئی کام تھا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں سا اوس۔"

"میں منظور ہوں نورا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے سارا دن تمہیں یاد کر کے گزارا ہے سا اوس اور اس وقت میں تمہاری قربت کی آس لے کر آئی ہوں۔"

"مجھے تھوڑی دیر کی اجازت دو فوراً۔ میں رات گئے اس چٹان پر پہنچ جاؤں گا۔" میں نے کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔ اس شخص نے تمہیں دیکھ لیا ہے اور میرا خیال ہے تمہارا جانا ہی مناسب ہے۔" فوراً نے جواب دیا اور میں اسے تسلی دے کر خیمے میں واپس آ گیا تھا۔

پیلوس میرے خیمے سے نکل چکا تھا۔ میں نے اسے تلاش کیا اور پھر اس کے نزدیک پہنچ کر اسے بتایا۔ "کچھ نہیں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ ملکہ فوراً مجھ سے لڑائی کی صورت حال معلوم کرنا چاہتی تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ انہوں نے خواب میں کچھ ایسے پریشان کن واقعات دیکھے ہیں جن سے انہیں تشویش ہو گئی تھی۔"

"عورتیں ہمیشہ پریشان کن خواب ہی دیکھتی ہیں۔" پیلوس نے مسکرا کر کہا۔

بہر حال میں نے پیلوس کو کسی حد تک مطمئن کر دیا تھا تاکہ وہ اس بات پر کسی قسم کا شبہ نہ کر سکے۔

پھر رات گئے میں فوراً کے پاس پہنچ گیا اور ظاہر ہے پروفیسر۔ چاندنی رات میں جوان عورت کا قرب ایک ہی مقصد رکھتا ہے اس لئے اس کا بیان کرنا بے مقصد ہے چنانچہ صبح کو میں پھر خیمے میں واپس آ گیا۔

لیکن صبح کی روشنی میں، میں نے انیلا کے انداز میں کچھ تبدیلیاں پائیں۔ فوجوں کو ایک مخصوص انداز میں پیچھے بنایا جا رہا تھا تب میں نے پیلوس کو ساتھ لیا اور اس کے ساتھ بلند نیلے پرچہ کر اس کی کارروائیاں دیکھنے لگا۔ پیلوس نے ایک گہری سانس لی تھی۔

"کیوں؟ کیا خیال ہے؟"

"سالوس اعظم۔ کیا تم ان انتظامات کے بارے میں غور نہیں کر سکتے؟" پیلوس نے مجھ سے پوچھا۔

"نہیں میں تمہیں بتا چکا ہوں سالوس کہ مجھے جنگ کا کوئی تجربہ نہیں۔"

"میرا خیال ہے انیلا وہ کام کر رہا ہے جو اس سے پہلے اس نے کبھی نہیں کیا۔"

"نہیں۔" میں نے توجہ سے پوچھا۔

"محاصرہ..... وہ فوجوں کو اس لئے پھیلا رہا ہے کہ اہل قلعہ کے چاروں طرف کے راستے بند کر دیے جائیں اور اس وقت تک محاصرہ کیا جائے جب تک کہ اہل قلعہ بھوک پیاس سے تڑپ کر باہر نہ نکل آئیں یا کوئی ایسی ہی دوسری اہم بات جس سے جنگ آ کر وہ باہر آنے پر مجبور ہو جائیں۔" اور۔ گویا وہ یہاں طویل قیام کا ارادہ رکھتا ہے۔"

"یقیناً سالوس اعظم۔ یہ قیام مہینوں کا بھی ہو سکتا ہے اور سالوس کا بھی اور اتنا میں جانتا ہوں کہ انہاں یہاں سے اس وقت تک نہیں ہٹے گا۔ سب تک کہ ٹراپینڈ کی اینٹ سے اینٹ نہیں بھاڑے گا۔"

"یہ تو ابھی صورت حال نہیں ہے پیلوس۔" میں نے تشویشناک لہجہ میں کہا۔

"ہاں۔ انیلا کی فوجیں اس صورت حال کی عادی نہیں ہیں۔ لیکن اس نے یہ بھی دیکھ لیا ہے کہ اہل ٹراپینڈ اپنے دفاع کا مناسب بندوبست

کہ چکے ہیں اور اس وقت تک ان پر قابو پانا ناممکن ہے جب تک کہ ان کو مکمل طور پر بے بس نہ کر دیا جائے اور یہ بے بسی صرف اسی وقت طاری ہو سکتی ہے جب وہ اپنے شہرے میں اپنے علاقے میں بھوک سے مرنا شروع کر دیں۔“

پیلوس کی بات پر میں کافی وریٹک سوچتا رہا۔ بہر صورت اب میں اتنا احمق بھی نہیں تھا کہ انیلا کے ساتھ ایک فضول سی بات پر اپنی قیمتی اور بھرپور وقت ضائع کرتا۔ لیکن دیکھنا یہ تھا کہ اس محاصرہ کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟

عجیب و غریب صورت حال۔ ذہنی کیفیات متنازع خیالات میں الجھی ہوئی تھیں۔ میں سوچتا رہا اور پورے دن سوچتا رہا۔ انیلا نے جس انداز میں فوجوں کو پھیلا یا تھا بلاشبہ اس طرح تراہینہ کا علاقہ محاصرہ میں آ گیا تھا اور یقینی طور پر اب اہل تراہینہ باہر نہیں نکل سکتے تھے۔

لیکن دوسری صورت حال بھی میرے ذہن میں تھی۔ یعنی اہل تراہینہ کا شب خون۔ کیا کہ وہ ایسی کوئی کوشش نہیں کریں گے؟ میں جانتا تھا کہ انیلا کافی مستعد ہے لیکن دوسری طرف وہ لوگ بھی کامیاب تھے۔

چنانچہ میں نے صرف انتظار کیا اور میرا اندازہ درست نکلا۔ اس رات تقریباً چھ بار حملے کئے گئے۔ وہ لوگ مختلف جگہوں سے نکلتے اور انیلا کی پھیلی ہوئی فوجوں پر حملہ آور ہوتے۔ نقصان تو انہوں نے کافی پہنچایا تھا لیکن انیلا نے بھی اس قسم کا بندہ ست کیا تھا کہ اگر کسی طرف سے شب خون مارے جانے کا خدشہ ہو تو فوراً اس طرف بھر پور کمک بھی پہنچ جائے بہر حال اس رات کے شب خون اگر انیلا کی فوجوں کے لئے خطرناک ثابت ہونے لگے تو اہل تراہینہ بھی نقصان سے محفوظ نہ رہے تھے اور مجھے شبہ تھا کہ اتنا نقصان اٹھانے کے بعد وہ آئندہ شب خون مارنے کی جرات نہیں کریں گے۔ اہل تراہینہ کی بے شمار لاشیں چاروں طرف بکھری ہوئی تھیں۔

اس دن جب انیلا عورتوں کے خیمے کی جانب واپس آیا، اس کے چہرے پر کسی قسم کی تاثرات نہیں تھے جو انداز اس کا مخصوص تھا وہی برقرار تھا۔ میں نے بڑھ کر اس کا استقبال کیا۔ انیلا نے مسکرا کر میری جانب دیکھا اور بولا۔

”بلاشبہ اہل تراہینہ نے اپنے دفاع کا بہترین بندہ ست کیا تھا لیکن سالوس اعظم کیا تم سمجھتے ہو کہ انیلا کی فوجیں یہاں سے ناکام واپس جائیں گی؟“

”ہرگز نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”تم دیکھنا سالوس اعظم۔ میں انہیں سسکا کر مار دوں گا وہ لوگ ایک ایک دانے کو ترستے ہوئے قلعے کا دروازہ کھول دیں گے اور مجھ سے رحم کی بھیک مانگیں گے اور اس وقت جائے تو سالوس اعظم میں کیا کروں گا۔“

”نہیں خدائی تھر۔“ میں نے جواب دیا۔

”ان کی لاشوں کے پٹے بناؤں گا۔ ان کے مینار تعمیر کروں گا۔ اتنے وسیع اور بلند مینار کہ ان کے دوسری جانب دیکھنا مشکل ہو جائے گا۔“ انیلا نے خوشخوار لہجے میں کہا اور میں اس بھیا تک عفریت کو دیکھنے لگا۔

میں جانتا تھا کہ یہ شخص جو کہہ رہا ہے وہی کرے گا۔ میرے نزدیک یہ صورت حال مناسب نہیں تھی۔ چنانچہ میں سوچنے لگا کہ مجھے کیا کرنا

چاہیے۔ میں بہت دیر تک حالات کا جائزہ لیتا رہا۔ ایٹلا اپنے حرم میں چلا گیا تھا لیکن کسی اور مقصد کے تحت نہیں۔ غالباً صرف ان کارروائیوں سے تھک کر آرام کرنے کی غرض سے اور میں سوچتا رہا۔ سوچتا رہا۔ اہل تراہینہ کے لئے محاصرہ جتنا طویل ہوتا جائے گا اتنا ہی باعثِ مسیبت ہوگا۔ چنانچہ بہتر یہی تھا کہ انہیں پہلے سے اس بات کا احساس دلایا جاتا۔ لہذا سب سے ضروری بات یہ تھی کہ قلعے کا دروازہ کسی طرح کھول دیا جائے۔ بلاشبہ میری ان کوششوں سے اہل تراہینہ کو شدید نقصان پہنچتا لیکن اس مسئلہ کا جلد از جلد کوئی حل ہونا چاہیے تھا۔ کائی سوچ بچار کے بعد میں نے اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ میں ایٹلا کی مدد کروں گا۔

شام کو جب ایٹلا گھوڑے پر چکر لگا رہا تھا میں اس کے ساتھ تھا..... "میں خدائی قبر سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" میں نے اسے رکنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"کہو سالوسِ عظیم۔ کوئی خاص بات۔" اس نے گھوڑے کی بائیں کھینچ لیں۔

"آپ نے مجھے اپنے مشیر کی حیثیت دے کر اپنا نائب مقرر کیا تھا؟" میں نے یاد دلایا۔

"ہاں ہاں۔ اس میں کیا شک ہے۔ کیا تم کوئی کمی محسوس کر رہے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں خدائی قبر مجھے شکایت نہیں ہے اب۔ صرف ایک بات کا احساس ہو رہا ہے۔"

"وہ کیا.....؟" ایٹلا خوشگوار موڈ میں بولا۔

"اس سلسلے میں مجھ سے کوئی مدد لینے کی کوشش نہیں کی گئی۔ مجھ سے کوئی مشورہ تک نہیں لیا گیا۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ آپ اپنے چاروں جنزلوں سے مشورہ کیا کرتے تھے اور ان پر عمل بھی کیا کرتے تھے۔ مگر آپ نے مجھ اس قابل نہیں سمجھا۔"

"اوہ۔ یہ بات نہیں ہے سالوسِ عظیم۔ تم کہہ چکے ہو کہ تمہیں اس قسم کی جنگوں کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے صرف اس لئے اس سلسلے

میں تم سے کوئی بات نہیں کی۔ تاہم تم بے فکر ہو۔ میں نے جو قدم اب اٹھایا ہے اس کے تحت زیادہ عرصہ نہیں گزرے گا کہ اہل تراہینہ جی انھیں گے۔"

"فھیک ہے ایٹلا لیکن کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ ہم اپنی روایات میں تبدیلی نہ ہونے دیں۔"

"کیا مطلب؟" ایٹلا نے صحنوں سے سکوڑ کر مجھے دیکھا۔

"آپ کی فوجوں میں میں نے زیادہ وقت نہیں گزارا ہے اور نہ آپ کی کوئی جنگ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے لیکن میرے خادم

پیلوس نے بتایا ہے کہ ایٹلا پہلی بار کسی کا محاصرہ کرنے پر مجبور ہوا ہے۔"

"ہاں یہ درست ہے۔" ایٹلا کے لہجے میں غراہٹ تھی۔

"لیکن میں نہیں چاہتا کہ عظیم ایٹلا کی روایات کو ٹھیس پہنچے۔"

"سالوس۔ جو کہنا چاہتے ہو بہتر یہی ہے کہ صاف صاف کہو۔"

”میں چاہتا ہوں خدائی قبر کہ ایلا کی فوجوں کا دقار برقرار رکھوں۔ بہادر ایلا کو کسی کا محاصرہ کر کے شکست نہیں دینا چاہیے۔“

”اوہ۔ لیکن کس طرح.....؟ کیا ایسی کوئی ترکیب ہے۔ کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ ان لوگوں نے بڑی مضبوط قلعہ بندی کی ہوئی ہے۔ وہ ہر بڑھنے والے کو کھل دیتے ہیں۔ محاصرہ کے علاوہ ان تک پہنچنے کا کوئی اور ذریعہ باقی نہیں بچا ہے۔ ہاں جہاں تک ان کے شب خون کا تعلق ہے میں نے اسے مکمل طور پر ناکام بنا دیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ اب وہ آئندہ ایسی کوئی حماقت نہیں کریں گے اور اگر کریں گے تو اپنی شکست فاش کو خود ہی دعوت دیں گے۔“ ایلا نے فرماتے ہوئے کہا۔

”بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ محاصرہ اٹھایا جائے اور ساری فوجوں کو ایک ایسے مرکز پر جمع کر دیا جائے جو سامنے کے رخ پر ہو پھر جس طرح میں کہوں اس پر عمل کیا جائے۔“

”اوہ۔ اوہ۔ ساراؤں اعظم تم بہت بڑی بات کہہ رہے ہو۔ کیا تمہارے خیال میں ایلا کا ذہن کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں ہے۔؟“

”کیوں نہیں۔ لیکن میں اس کا نائب ہوں۔ اس کا مشیر ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”تو پھر بتاؤ۔ ہم قلعے پر کس طرح قبضہ کر سکتے ہیں؟“

”جس طرح ایلا نے اپنی منجینقوں کو زخموں کی آڑ میں قلعہ تک بڑھایا تھا کیا اسی طرح کچھ افراد قلعے تک نہیں پہنچ سکتے۔“

”پہنچ سکتے ہیں لیکن اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ کیا اوپر سے برسائے جانے والے پتھر انہیں کچل نہیں دیں گے۔ کیا ان کے تیروں کی بارش اوپر

جانے والے افراد کو ہلاک نہ کر دے گی؟“ ایلا نے سوچتے ہوئے کہا۔ پھر ایک لمبے خاموشی رد کر دیا بارہ بولا۔ ”ہاں کامیابی اسی صورت میں ممکن تھی جبکہ قلعہ کا پھانک کھل جاتا۔“

”میں یہی کہنا چاہتا ہوں ایلا اعظم کہ اگر قلعہ کا پھانک کھول دیا جائے تو کیا اس کے بعد ایلا کی فوجیں قلعے کے اندر داخل ہو سکتی ہیں؟“

”بے شک ہو سکتی ہیں۔ یہ ہمارا قول ہے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے۔“ ایلا نے مضبوط لہجے میں کہا۔ وہ تجسس نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

”تو پھر آج رات کو چاروں طرف سے محاصرہ ہٹا کر کل صبح کے سورج کے طلوع ہونے کا انتظار کرنا چاہیے۔“

”لیکن تم کرو گے کیا؟“

”مجھے اس کی اجازت دی جائے خدائی قبر کہ جو کچھ میں کرنا چاہوں خاموشی سے کر سکوں۔“ میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے لیکن اگر تم ناکام رہے تو۔“

”تو پھر میں تمہارا پھانک تک جاؤں گا اور جان کی بازی لگا کر اسے کھولنے کی کوشش کروں گا۔ اس کوشش میں یقینی طور پر میرا بدن ان

تیروں سے چھنٹی ہو جائے گا جو قلعہ کے اندر سے برسائے جائیں گے اور یہی میری سزا ہوگی۔“ میں نے جواب دیا۔

ایلا مجھے کافی دیر تک گھورتا رہا۔ پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور بولا۔ ”آج رات کے لئے تمہیں اجازت ہے۔ لیکن محاصرہ ہٹانے کی

بات نہیں کرو۔ ہم نے بڑی مشکل سے اپنی فوج کو اطراف میں پھیلایا ہے۔“

”نہیں ایلیا اعظم.. محاصرہ ہٹا لیا جائے کیونکہ صبح تک فوجوں کو منظم کرنا چاہتا ہوں..“ میں نے جواب دیا اور ایلیا اذانت نہیں کر مجھے دیکھنے لگا۔

”نہیک ہے اٹھا لیا جائے گا۔“ اس نے کہا اور تیزی سے گھوڑے کو پھندے دینے لگا.. نجانے اس کے ذہن میں کیا تھا.. جو کچھ میں نے کہا تھا اس پر عمل کرنے کے لئے فوری طور سے مجھے کچھ ضروری کارروائیاں کرنی تھیں۔ اس رات نہ تو فوراً میرے قریب آ سکتی تھی اور نہ ہی کوئی دوسری بات سوچ سکتا تھا۔

ہاں میرا ذہن پہاڑیوں سے بہت دور ان گھنے جنگلوں کی جانب متوجہ تھا جس کے درخت بہت لمبے لمبے اور بہت اونچے تھے۔ مجھے دہیں اپنا کام کرنا تھا۔ چنانچہ میں نے پیٹروس کو طلب کیا اور میں ایسے توانا آدمیوں کو جو ایلیا کی مہینوں اور دوسری حرکت کرنے والی چیزوں کو درست کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے لانے کے لئے کہا۔

میں ان لوگوں کو گھوڑاں پر سوار کرنے کے بعد ان درختوں کی جانب چل پڑا جہاں سے مجھے اپنی کارروائی کو تکمیل تک پہنچانا تھا۔ میرے ساتھی اپنے اپنے اوزاروں سے لیس تھے۔ حالانکہ اب تک ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں۔

لیکن میں جو کچھ کرنا چاہتا تھا اس کا منصوبہ پہلے ہی بنا چکا تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ میری اس کوشش سے تراہینہ والوں کو شدید ترین جانی اور مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ میں نے اپنی پسند کے چند درختوں کا انتخاب کیا اور اپنے ساتھ آنے والوں سے کہا کہ فوری طور پر ان درختوں کو جڑ کے نزدیک سے کاٹ دیں.. حیران لوگ درختوں کو کاٹنے کی تیاریاں کرنے لگے اور تھوڑی سی دیر کے بعد وہ سب درختوں کی جڑوں پر کھپڑیاں برسائے میں مصروف ہو گئے۔

کام کالی مستعدی اور تیزی سے ہو رہا تھا اس لئے تھوڑی دیر بعد انہوں نے پہلا درخت گرا لیا.. یہ درخت لمبا اور موٹا تھا.. درخت زمین پر گر گیا۔ میں نے چند افراد کو اس کی شاخیں کاٹنے کے لئے کہا اور لوگ درخت کی شاخیں کاٹنے میں مصروف ہو گئے۔

درخت کے تنے کو تمام شاخوں سے علیحدہ کر لیا گیا تھا۔ آتی دوسرے افراد اور دوسرے درختوں کو کاٹ رہے تھے اور یوں میں نے تین درخت کٹوا دیے اور پھر انہیں شاخوں سے صاف کرادیا۔ کافی وقت صرف ہوا تھا اس کام میں۔

پھر میں نے ایک درخت کے گول تنے سے چھوٹے چھوٹے دنگڑے کاٹنے کی ہدایت کی.. بہر صورت انہوں نے دو گڑے کاٹ کر دو بیسے بنا دیئے۔ یوں میں نے تدمیم زمانے کی توپوں کی مانند ایک چیز بنائی جو بیسوں پر لڑھکنے والی تھی۔ ان پر نصب درختوں کے اگلے حصے نوک دار کر دیئے گئے اور میں تقریباً اپنے کام سے فارغ ہو گیا..

میں آدمی ان درختوں کو نہیں دھکیل سکتے تھے اور وہ پریشان تھے کہ جو کچھ کیا جا رہا ہے اس کا مقصد کیا ہے چنانچہ جب میں نے اس سے کہا کہ وہ درختوں کو دھکالتے ہوئے لے چلیں تو ان آدمیوں نے مجھے حیرت سے دیکھا تھا لیکن پھر ہیلوں نے ایک اور تجویز پیش کی۔ ”کیوں نہ سائوس اعظم! ہم اس شے کو رسیوں سے باندھ کر گھوڑوں کی کمر سے باندھ لیں.. بیس گھوڑے میرا خیال ہے اسے کھینچنے میں مدد کر سکتے ہیں ورنہ ہم بین آدمی اسے

دیکھ لیں کہ وہاں تک لے جانے میں ناکام رہیں گے۔"

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے پیلوں۔" میں نے پیلوں سے اتفاق کرتے ہوئے کہا اور مونے مونے سے گھوڑوں کی کمر سے باندھ دیئے گئے۔ اس طرح بیس گھوڑوں کی رسیوں کے دوسرے سرے میرے بنائے ہوئے ہتھیار سے لپیٹ دیئے گئے۔

گھوڑوں کے جسموں میں جوڑے باندھے گئے تھے انہیں اس انداز میں کسا گیا تھا کہ گھوڑوں کے جسموں کو تکلیف بھی نہ اور وہ اسے آسانی سے کھینچ سکیں۔ گھوڑوں کو ابڑا لگائی گئی لیکن وہ ذرا آسانی سے نہیں کھینچی جاسکتی۔ تب دوسرے لوگ بھی اس میں شامل ہو گئے اور بیس گھوڑوں اور بیس جوانوں کی مدد سے وہ خوفناک ہتھیار آگے کی طرف بڑھنے لگے۔

ہمارے چلنے کی رفتار بہت سست تھی۔ اس کے علاوہ دو تین مقامات پر چڑھائیاں بھی تھیں۔ جہاں چڑھائیاں ہوئیں وہاں میں بھی ان لوگوں کی مدد کرتا اور کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جس جگہ تمام طاقتیں ناکام ہو جاتی ہیں وہیں میری قوت اس چیز کو بہت آگے بڑھا دیتی ہے۔ بالآخر ہم اسے اٹھانے کی فوجوں کی قیام گاہ کی طرف لانے میں کامیاب ہو گئے۔

درہی سے اس دیو بیکل چیز کو دیکھ لیا گیا تھا۔ اٹھانے اور گھوڑے پر سوار ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ وہ اپنے چاروں جہڑوں کے ساتھ ہماری جانب بڑھ رہا ہے۔ یہ وہ جہڑی تھی جو فوجوں کو لڑانے کے لئے منتخب کئے گئے تھے۔

وہ سب ہمارے نزدیک پہنچ گئے۔ اٹھانے اور گھوڑوں سے اسے نچے اتر آیا۔ اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"میرا خیال ہے سالوں اعظم۔ میں تمہاری ترکیب سمجھ گیا ہوں۔" اس نے پر خیال انداز میں کہا۔

"کیا یہ مناسب نہ ہوگا۔" میں نے کہا۔

"بلاشبہ ہوگا۔ لیکن اسے وہاں تک بھانسنے کی ترکیب کیا ہوگی؟"

"میرا خیال ہے ہمیں اس کے لئے کچھ قربانیاں دینا ہوں گی۔" میں نے جواب دیا۔

"اور۔ میں دل و جان سے تیار ہوں۔ تم مجھے بتاؤ کہ کیا قربانیاں دینا ہوں گی۔" اٹھانے تیزی سے بولا۔

"پندرہ گھوڑے جو انہیں وہاں تک کھینچ کر لے جائیں۔" میں نے جواب دیا۔

"اور۔ لیکن گھوڑے تو سامنے کے رخ پر ہوں گے۔" اٹھانے نے کہا۔

"ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔" میں نے پر خیال انداز میں بولا۔ بلاشبہ یہاں تک گھوڑے آسانی سے آگے تھے لیکن اب انہیں چھانک تک پہنچانا

مشکل کام تھا کہ اس شے کے سرے چھانک میں گھس کر چھانک کو توڑ دیں۔

"خدا کی قسم۔ یہ کام مجھے خود ہی انجام دینا ہوگا۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"لیکن کس طرح۔" اس نے پوچھا۔

”میں اسے دکھایا ہوا دروازے تک لے جاؤں گا۔“

”تہا؟“ ایٹلا نے پوچھا۔

”ہاں۔“ میں نے جواب دیا اور وہ سمجھا نہ سکا ہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ شاید اسے میری کیفیت پر شبہ ہو رہا تھا۔

لیکن وہی ہو رہا تھا پروفیسر جو ہوتا آیا تھا۔ حالات میرے لئے خود راستوں کا انتخاب کرتے تھے۔ میں بہت چاہتا تھا کہ اپنی حیثیت بدل کر لوگوں کے سامنے آؤں اور ہر جگہ وہی کچھ نہ کروں جو میں کرنا آیا ہوں لیکن غیر معمولی حالات مجھے انہی راستوں کی طرف بار بار تھکیل دیا کرتے تھے اس میں میرا کیا قصور تھا۔

مجھے پہلے ہی یقین تھا کہ ایٹلا میری دماغی کیفیت پر شبہ کرے گا لیکن اب اس سلسلے میں سوچنا کیا معنی رکھتا تھا۔ میں نے جب اس سے کسی کام کے لئے کہہ دیا تھا تو پھر سوچنا کیسا اور اب تو صرف اور صرف عمل کرنے کا وقت تھا۔ چنانچہ میں عمل کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔

میں نے ایٹلا سے کہا کہ وہ فوجوں کو تیار کرے۔ میں تراپینہ کا پھاٹک توڑنے جا رہا ہوں اور میں نے دیکھا کہ ایٹلا عجیب نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا ہے۔ اس نے میرے شانوں پر ہاتھ رکھا اور بولا۔ ”میں نہیں سمجھ سکتا کہ تیری بات میں کہاں تک صداقت ہے اور اس سلسلے میں تو کیا کر سکتا ہے لیکن ساؤس اعظم میں تجھے اس کی اجازت دیتا ہوں، تو جو کچھ کرنا چاہتا ہے کر ڈال۔“

میں نے درختوں کے اس عجیب و غریب ہتھیار کو ایک مخصوص انداز میں سامنے کیا۔ میں اسے خاصی برق رفتاری سے تراپینہ کے پھاٹک پر لے جا سکتا تھا۔ حالانکہ راستہ ہموار نہیں تھا۔ لوگ چاہے کتنا ہی حیران کیوں نہ ہوں، ایٹلا کچھ کیوں نہ سوچے۔ میں تو اپنا کام انجام دینے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس سے تراپینہ والوں کو نقصان پہنچے گا لیکن پھر بھی فیصلہ تو ضروری تھا۔

میں طویل عرصے تک وہاں قیام نہیں کر سکتا تھا اور نہ اتنے قیام کے لئے تیار تھا جتنے کا فیصلہ ایٹلا نے کیا تھا۔ محاصرہ مجھے شدت سے بیزار کر سکتا تھا۔ اسی لئے میں چاہتا تھا کہ فیصلہ جلد از جلد ہو جانا چاہئے۔

ایٹلا میرے کہنے سے اپنی فوجوں کو منظم کرنے لگا۔ حملہ کرنے کے لئے تیاریاں شروع ہو گئیں۔ میں نے انہیں ہدایات دیں لیکن ایٹلا کو ابھی تک اس بات پر یقین نہیں تھا کہ درختوں کا یہ وزنی ہتھیار کس طرح تراپینہ کے پھاٹک تک پہنچ سکتا ہے۔ ایک آہنی اس کو دھکیل کر لے جائے یہ ناممکن بات تھی۔

کیونکہ یہ کام تو بہت سے گھوڑوں کا تھا لیکن اس کو کیا معلوم کہ میں کیا تھا؟ تاہم اس نے یہی بہتر کیا تھا کہ اپنے طور پر میری ہر بات مان لی تھی اور ایک مخصوص وقت میں حملے کی تیاریاں مکمل کرنی گئی تھیں۔

میں نے درختوں کے ایک تنے پر ہاتھ جمانے کے لئے مضبوط تنے کا انتخاب کیا اور پھر میں نے مسکرا کر ایٹلا کی جانب دیکھا۔

ایٹلا اپنے چاروں جڑوں کے ساتھ تلوار ہاتھ میں لئے مجھے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کی نگاہوں میں عجیب سی کیفیت تھی۔ چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ بحالت مجبوری یہ سب کچھ برداشت کرنے پر تیار ہو گیا تھا۔

لیکن جونہی میں نے درختوں کے تنے کو جنبش دی وہ تھوڑا سا متعجب ہوا اور جب میں نے اسے اور آگے بڑھایا اور اس کے اس حصے کو جو اٹھانے میں رکاوٹ بناتا تھا، اوپر اٹھایا تو ایلا اور اس کے جزلوں کے منہ سے حیرت کی آوازیں نکل گئیں۔ اب ان کی حیرت زدہ آوازوں پر توجہ دینا میرے لئے مناسب نہیں تھا۔ میں نے جو فیصلہ کر لیا تھا اس پر عمل کرنے کے لیے تیار تھا۔ چنانچہ توپ نمدارخت کی رفتار تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئی۔

میں اسے بڑی تیزی سے دھکیلتا ہوا لئے جا رہا تھا اور ایلا کی فوجیں حیرت سے گنگ کھڑی تھیں۔ کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ سوائے درخت کے اس ہتھیار کے نیچے گئے ہوئے پہیوں کی۔ ان پہیوں کے نیچے سے پتھروں کے ٹونسنے کی آوازیں آرہی تھیں اور یہ بھاری ہتھیار تیزی سے اٹل ترائینڈ کے قلعے کی جانب بڑھ رہا تھا۔

اٹل ترائینڈ نے یہ حیران کن منظر دیکھا تو تھوڑی دیر کے لئے وہ بھی ششدر رہ گئے۔ مگر کچھ ہی دیر کے بعد انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا یعنی تیروں کی بارش۔

تیر میرے دائیں بائیں سے گزر رہے تھے۔ میرے جسم سے بھی ٹکرا رہے تھے لیکن رفتار بھلا کیوں کم ہوتی۔ میں تیز سے تیز چل رہا تھا اور میرے ساتھ درختوں کا ہتھیار بھی تیزی سے ترائینڈ کے پھانک کی جانب بڑھ رہا تھا۔

دیکھنے والے دیکھتے رہ گئے۔ اچانک ایک خوفناک ٹکر ہوئی۔ ٹکر کی آواز بڑی بھیاںک تھی۔ پھانک ٹوٹ گیا تھا اور اس کے گرنے سے بے شمار چٹخیں ابھرنی لگیں۔

ترائینڈ کا پھانک اٹھل کر پیچھے جا پڑا تھا۔ میں نے اپنا کام انجام دے لیا تھا۔ ایلا اور اس کی فوجوں کو شاید اس بات کی امید نہیں تھی۔ بہر حال وہ حیرت کے دائرے سے باہر نکل آئے تھے۔ انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ میں نے جو کچھ کہا تھا وہ کر دکھایا تھا۔ چنانچہ دوسرے ہی لمحہ ایلا کی خوفناک آواز گونجی اور اس کی آواز سننے ہی برق رفتار فوجیں تیزی سے قلعے کی طرف دوڑنے لگیں۔

اٹل ترائینڈ پھانک ٹونسنے سے بہت زیادہ بدحواس ہو گئے تھے۔ پھر بھی انہوں نے سنبھل کر حملہ کیا۔ تیر برسنانے لگے لیکن اب ان کے انداز میں وہ پھرتی نہیں تھی۔ وہ خوف اور بدولی سے تیر برسارہے تھے کیونکہ انہیں اندازہ ہو چکا تھا کہ ایلا کی فوجوں کو روکنا اب آسان نہیں ہے۔ قلعہ کا پھانک ان کے خیال میں ناقابل تخییر تھا اور اسے توڑ دینا ممکن بات نہیں تھی۔

اور اب جبکہ پھانک ٹوٹ چکا تھا، انہوں نے اندازہ کر لیا تھا کہ ایلا کی فوجوں سے جیتنا مشکل ہے اور اب وہ ایلا سے جنگ نہیں کر سکیں گے اور یہی ہوا۔ ایلا کی فوجیں دھڑا دھڑا اندر داخل ہو رہی تھیں اور وہ بدولائی ہو رہی تھی۔ ترائینڈ والے بہت ہی جانفشانی سے جنگ کر رہے تھے۔ اپنی بقاء کے لئے لڑ رہے تھے، کت رہے تھے، امر رہے تھے۔

لیکن ایلا کی غضب ناک فوجیں انہیں تنگوں کی طرح سسل رہی تھیں۔ قتل و غارتگری کا بازار گرم تھا اور لاشوں سے پستے بنائے جا رہے تھے۔ ذرا سی دیر میں ایلا نے پورے ترائینڈ کا تیا پانچ کر کے رکھ دیا تھا۔

اس نے ایک گھر میں ٹھس کر وہاں رہنے والوں کو نکالا اور پھر انہیں یا تو قتل کر دیا یا گرفتار کر لیا۔ میں ایلا کی یہ دہشت خیزی دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ میرا کردار اس مسئلہ میں کس قدر مناسب ہے اور کس قدر غیر مناسب۔

خود میں نے جنگ میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا اور اس بات کا خیال رکھا تھا کہ ایٹا کی نگاہ میرے اوپر نہ پڑنے پائے اور یا اس کے آدمی بیٹہ دیکھیں کہ پھانک توڑنے کے بعد میری کارروائیاں کیا ہیں۔ مجھے تو جو کچھ کرنا تھا وہ کر چکا تھا اور یقیناً ایٹا کے لئے یہ بہت کچھ تھا۔

پھر شائی کا محل کا رخ کیا گیا۔ اس وقت ایٹا کے ساتھ میں بھی تھا۔ غضبناک ایٹا وحشت سے دیوانہ ہو رہا تھا۔ وہ محل میں داخل ہوا۔ محل کے محافظ دستے نے مدافعت کی مسموئی ہی کوشش کی تو ان لوگوں کو وہیں قتل کر دیا گیا۔

شائی کا کوہ میں نے دیکھا۔ وہ اپنے تخت پر ہاتھ ٹیکے کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر سکون ہی سکون تھا۔ کافی تندرست و توانا آدمی تھا۔ اس نے ایٹا کو دیکھا لیکن ساکت و جامد کھڑا رہا۔ ایٹا کے چہرے پر استہزائی سی مسکراہٹ تھی۔ میں نے دل ہی دل میں شائی کا کی تعریف کی۔ بڑا ہی بہادر آدمی تھا اور بہادروں کی قدر کرنا اچھی بات ہے۔

ایٹا گھوڑے سے اتر کر اس کے نزدیک پہنچا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ شائی کا کے نزدیک پہنچ کر اس نے کہا۔ "کیا تم شکست تسلیم کرتے ہو؟"

"ہاں تسلیم نہ کرنے کی کیا وجہ؟" شائی کا نے اتنے پرسکون انداز میں جواب دیا کہ میں حیران رہ گیا۔

"خوب۔ تمہاری وہ سرکشی دم توڑ چکی ہے جس نے ہمیشہ ایٹا کی قوت سے انکار کیا ہے۔"

"ہاں ایٹا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے شکست ہو چکی ہے لیکن مجھے اس شکست کا بالکل افسوس نہیں ہے کیونکہ میں نے انتہائی کوشش کی اور تمہاری فوجوں پر کاری ضربیں بھی لگائیں۔ اب اگر تقدیر میرے سانجھ نہیں تھی اور مجھے شکست ہونا ہی تھی تو اس سلسلے میں، میں کیا کر سکتا ہوں۔" شائی کا نے جواب دیا۔ اس کے انداز میں ذرا بھی خوف یا بے چینی نہیں تھی۔

میں نے ایٹا کی جانب دیکھا اور ایٹا نے میری جانب، پھر ایٹا مسکرایا اور بولا۔ "تم نے دیکھا سالوس اعظم۔ یہ شائی کا ہے جس نے ہمیشہ میری قوت سے انکار کیا ہے لیکن اب چند لمحات کے اندر اندر اس کی گردن اس کے شانوں سے جدا ہو کر خود اس کے قدموں میں پڑنی ہوگی۔ کیا یہ شائی کا کی بدترین شکست نہیں ہے؟" اس نے مجھ سے پوچھا لیکن میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

ایٹا خاموش لگا ہوں سے شائی کا کو دیکھنے لگا پھر اس نے دوبارہ میری طرف رخ کیا اور بولا۔ "سالوس اعظم اس فتح کا سہرا تمہارے سر پر بندھنا ہے اور اس خوشی میں شائی کا کا انجام بھی تمہارے ہی سپرد کیا جاتا ہے۔"

میں نے عجیب سی نگاہوں سے ایٹا کو دیکھا۔ اس نے جو اختیار مجھے دیا تھا اور اس اختیار کے تحت میں جو کچھ کرنا وہ یقیناً اس کے لئے ناقابل قبول ہوتا اور ایسی شکل میں، میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ ایٹا سے میرے تعلقات کی نوعیت کیا ہو جاتی۔

لیکن مجھے تو وہی کرنا تھا جو میرے ذہن میں تھا۔ چنانچہ میں نے احتیاطاً ایٹا کی جانب دیکھا اور اس سے پوچھا۔ "خدائی قبر ہمیشہ اپنی زبان کی پابندی کرتا ہے اور میرا خیال ہے کہ دلیر اور توانا شخص کسی سے کوئی جھوٹ بات نہیں کرے۔ تاہم میرا خیال ہے مجھے اس آزمائش میں نہ ڈالا جائے کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ میرا فیصلہ ایٹا کو پسند نہ آئے۔"

"ہم جو چیز کسی کو دے دیتے ہیں اس کے بارے میں سوچنا تک چھوڑ دیتے ہیں۔ تمہیں اختیار و باگیا ہے کہ جس طرح چاہو شائی کا اور مزاجیت کی قسمت کا فیصلہ کر سکتے ہو۔ حالانکہ ہم نے عہد کیا تھا کہ تیرا بیٹا ہر گھر سے دھواں اٹھے گا اور گوشت جلنے کی بدبو پورے علاقے میں پھیل جائے گی۔ شائی کا کہ جس کو گھوڑے سے بندھا کر ہم اس پورے علاقے میں گھسنیں گے جہاں وہ اپنے وجود کے ذائقے بھواتا تھا لیکن سالوں کے عظیم تم نے ایلا کی فوجوں کو شائی کی فوجوں پر فتح دلوائی ہے۔ تم نے ہمیں تیرا بیٹا میں داخل ہونے کا موقع فراہم کیا ہے اور یہ موقع جس انداز میں فراہم کیا گیا ہے اور تم نے طاقت کا جو مظاہرہ کیا ہے اس کو کچھ ہم نے اپنے تمام پچھلے فیصلے منسوخ کر کے حالات کو تمہارے اوپر چھوڑ دیا ہے تم جس انداز میں چاہو تیرا بیٹا کی قسمت کا فیصلہ کرو۔ یہ ایک طرح سے تمہارا انعام ہے۔"

"اور جب ایلا کسی کو کوئی چیز انعام میں دے دے تو پھر وہ اس پر ادا حق رکھتا ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا اور شائی کا کی جانب دیکھا۔

"شائی کا! ایک بہادر انسان ہونے کی حیثیت سے میں نے تمہاری فوجوں کی ولیرا نہ جنگ دیکھی ہے۔ تم نے جس انداز میں اپنا دفاع کیا ہے میرے نزدیک وہ قابل تعریف ہے۔ یہ درست ہے کہ تم ہمارے دشمنوں میں تھے لیکن جب ولیری کی آزمائش کا موقع ہونو دوست یا دشمن کا کوئی خاص خیال نہیں رکھا جاتا۔ تم نے جس ولیری سے ایلا کی عظیم فوجوں کا مقابلہ کیا اس کے تحت میں تمہیں تیرا بیٹا انعام میں دینا ہوں۔ تمہیں تمہاری زندگی بخشی جاتی ہے۔ تم آزاد ہو، بالکل آزاد۔" میں نے کہا۔

ایلا کے ہونٹ ایک دم بھنج سے گئے تھے۔ اس کے جڑوں کی رگیں ابھرائی تھیں اور آنکھوں سے خون چپکنے لگا تھا۔ اس نے میری جانب دیکھا۔ بڑا ہی بھیانک چہرہ تھا کجخت کا۔ میں سمجھ گیا کہ اس کے لئے میرا یہ فیصلہ تعجب خیز بھی ہے اور ناقابل برواقت بھی۔ لیکن اس کے باوجود مجھے اس کی کوئی پروا نہیں تھی۔

اور وہ بھی دل مسونے کے علاوہ کیا کر سکتا تھا۔ ظاہر ہے جو کچھ کہہ چکا تھا اس سے پھرنا آسان نہیں تھا۔

میں نے ایلا کی طرف دیکھا اور بھاری لہجے میں بولا۔ "ولیرا ایلا نے مجھے نائب اعظم صرف اس لئے مقرر کیا تھا کہ میں نے ان لوگوں کو قتل کر دیا تھا جو ایلا کے لئے ناقابل تئخیر تھے۔ ایلا نے نہ صرف مجھے ایک اچھا عہدہ دیا بلکہ اس نے اسے ان لوگوں کی جان بخشی بھی کر دینی جن کی میں نے سفارش کی تھی۔ ان سے میں نے اندازہ لگا لیا کہ ایلا کی نگاہوں میں دوست ہو یا دشمن۔ اگر وہ ولیری ہے تو قابل احترام ہے۔ چنانچہ شائی کا کی ولیری کا احساس میں عظیم ایلا کو دلاتا ہوں۔ اس کی ولیری کے تحت میں نے جو فیصلہ کیا ہے اس پر میں شرمندہ نہیں ہوں۔ ہاں خدائی قہر اگر چاہے تو اس فیصلے کو منسوخ کر سکتا ہے۔"

ایلا خاموشی سے کبھی میری شکل اور کبھی شائی کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر وہ گھوما اور دوسری طرف رخ کر کے بولا۔ "میں جس فیصلے کا اختیار تمہیں دیا گیا تھا وہ صرف تمہیں ہی کرنا تھا۔ اور پھر وہ تیرا فدا سے آگے بڑھ گیا۔"

شائی کا تعجب خیز نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ ایلا نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو شائی کا اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "کیوں۔ کیوں کیا گیا ہے یہ اسان میرے اوپر۔" اس نے پوچھا۔

"اس لئے کہ تم بہادر ہو۔"

"لیکن تم میرے دشمن ہو۔"

"میں دشمن نہیں ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"تمہارا دشمن ایٹلا ہے۔"

"اور تم اس کے نائب اعظم ہو۔"

"اپنے بارے میں کچھ بتانا فضول ہے شائی کا۔ بس یوں سمجھو کہ تمہاری دلیری نے مجھے متاثر کیا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ میں تمہاری طرف سے ایٹلا کی فوجوں سے جنگ کرنے لگتا۔ لیکن صرف اس صورت میں جبکہ میرے فیصلے کو منسوخ کرنے کی کوشش کی جاتی۔ مزاحمت تمہارا ہے اس میں جو کچھ تباہ و برباد ہو رہا ہے اس کے ذمہ دار ایٹلا اور تم ہو۔ اس ملک کو دوبارہ سنبھالنے اور بنانے کی کوشش کرو اور بس۔"

شائی کا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا مگر میں اسے روٹا چھوڑ کر دلہن پلٹ آیا تھا۔

ایٹلا نے پھر باہر آ کر شاید اپنے جڑواؤں کو ہدایات جاری کر دی تھیں۔ چونکہ چند لمحات کے بعد میں نے دیکھا کہ ایٹلا کی فوجیں اسی برق رفتاری کے ساتھ باہر نکل رہی تھیں جس برق رفتاری سے اندر آئی تھیں۔ فوجی سارے علاقے خالی کر رہے تھے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر میں نے ایٹلا کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور پیلوں میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"دو واہس چلا گیا ہے پہاڑوں میں۔ اتنی جگہ جہاں سے اس نے اس حملے کا آغاز کیا تھا۔"

"اور۔۔۔ پیلوں کوئی خاص بات؟"

"نہ جانے کیا خاص بات ہے۔ دو شدید غصے کے عالم میں ہے۔ اس کے چہرے پر ایسی کیفیات ہیں جو اسے انتہائی جنونی بنا رہی ہیں۔"

"کوئی بات نہیں ہے پیلوں۔ چلو۔"

اور پھر میں نے بھی مزاحمت چھوڑ دیا۔

چاروں طرف جاتے کے آثار نظر آ رہے تھے۔ جو کچھ ہوا تھا وہ میری کوششوں سے ہوا تھا لیکن نتیجہ جو بھی نکلا تھا بہتر ہی تھا۔ اگر ایٹلا محاصرہ کرنے کے بعد ان لوگوں کو شکست دے کر مزاحمت پر قبضہ کرنا تو یہ یقینی بات تھی کہ اس کی شدت غضب اور بڑھ چکی ہوتی اور یہ بھی ممکن تھا کہ وہ میری بات بھی نہ مانگا اور مزاحمت کے ایک ایک انسان کو قتل کر دیتا۔ بہر حال پروفیسر میرے نزدیک یہ کوئی اچھی بات نہ تھی۔ جو کچھ ہو چکا تھا اور ہو رہا تھا میں اس پر مطمئن تھا۔

فوجیں واپس اپنی مخصوص جگہ پر پہنچ گئیں۔ جہاں سے حملہ شروع کیا گیا تھا اور باقی لوگ جو بچ گئے تھے وہ بھی واپس آ رہے تھے۔ میں پیلوں کے ساتھ اپنے خیمے تک پہنچ گیا۔

خیمے پر ستور لگے ہوئے تھے۔ میرا خیمہ بھی اپنی جگہ موجود تھا۔ بس فرق اتنا ہوا تھا کہ انیلا نے وہ علاقہ چھوڑ دیا تھا جہاں اس نے فوجوں کو قیام کرایا تھا۔ وہ اس جگہ نہیں آگیا تھا جہاں خیمے نصب تھے۔ فوج اس کی کیا کیفیت تھی اس کے بارے میں میں نے معلوم نہیں کیا اور نہ کوئی کوشش کی۔ میں اپنے خیمے میں چلا آیا اور میں نے پیلوں سے کہا کہ میری تینوں خادماؤں کو میرے پاس بھیج دیا جائے۔

اور ایشیا، تفتا اور فروشاں خیمے میں آگئیں۔ تینوں لڑکیاں، تینوں حسین و جمیل لڑکیاں۔ اتنے عرصے تک جو کچھ بھی ہوا تھا اس میں بھی کوئی بد مزگی نہیں تھی۔ لیکن ان تینوں کی موجودگی سے میں پوری طرح لطف اندوز ہونے لگا۔ حالت جنگ ختم ہوئی تھی لہذا کوئی کام تو تھا نہیں، اس لئے ان کی صحبت آہمی لگ رہی تھی۔

لیکن جہاں تین لڑکیاں ہوں اور اتفاق سے تینوں ہی مجھے پسند کرنے والی ہوں تو پھر دلچسپ رقابت کیوں نہ جنم لے۔ ان تینوں میں رقابت کا انداز تھا اور تینوں میری توجہ کی طالب۔ چنانچہ کافی لطف رہا اور شام تک ہنسنے کے بہت سے مواقع ملے جبکہ وہ تینوں آپس میں جمل بھن رہی تھیں اور بات بات میں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ شام کو انیلا نے مجھے طلب کیا، پیلوں ہی مجھے بلائے آیا تھا۔

میں نے پیلوں کی شکل دیکھی اور پوچھا۔ "کیا بات ہے پیلوں۔ کوئی الجھن کی بات تو نہیں ہے۔"

"میں نہیں جانتا سالوس اعظم۔ انیلا کا خادم خاص تمہیں بلانے کے لئے آیا تھا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور پھر میں اسی حصار میں پہنچ گیا جو انیلا مخصوص طریقے سے فیصوں کا بنایا کرتا تھا۔ اس میں صرف اس کی بیویاں رہتی تھیں۔

رات کا وقت تھا۔ میں نے دیکھا کہ انیلا ایک عجیب قسم کے بستر پر نیم وراز ہے۔ گردن اٹھی ہوئی ہے۔ چاروں جانب شراب کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ نکلے ہی نکلے اور اس کی سبھی بیویاں اس کے چاروں طرف بیٹھی ہوئی تھیں اور اسے شراب پلا رہی تھیں۔ انیلا مسکراتا ہوا تھا۔ پھر اس نے جام اٹھایا، کافی بڑا جام تھا اور وہ جام میری طرف بڑھایا اور مسکراتا ہوا بولا۔

"سالوس اعظم فتح ترائینہ کی خوشی کا جام۔" میں نے جام اس کے ہاتھ سے لیا اور اپنے حلق میں اندبل لیا۔ انیلا ہنسنے لگا تھا۔

"کیوں میں نے کہا نہیں تھا کہ بڑا اٹو کھا شخص ہے۔" اس نے کچھ عورتوں کی طرف رخ کر کے کہا۔ ان میں مجھے چاہئے والی نور ابھی تھی۔ وہ عجیب سی لگا ہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ مجبور تھی ورنہ دوز کر مجھ سے پسند جاتی۔

عورتیں تیسریں آمیز انداز میں مجھے دیکھ رہی تھیں۔ "ہاں، یہ رات ہے جس نے لیک، عجیب و غریب ہتھیار بنایا اور تنہا میں اور تمہیں گھوڑوں جیسی طاقت سے اسے ترائینہ کے قلعے کے عظیم الشان پھانک تک لے گیا اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ پھانک پور پور ہو گیا تھا۔ وہ پھانک جسے بے شمار لوگ مل کر نہ توڑ سکے تھے، جسے مٹی تھیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکی تھیں اسے تنہا شخص نے پور پور کر ڈالا۔ اس دلیر نے اس شکل سے فتح کئے ہوئے ملک کو اس کے شاہ کے حوالے کر دیا کیسی اٹو کھی بات ہے۔" انیلا ہنس پڑا اور ویر تک ہنستا رہا۔ وہ بے پناہ تعجب لگا رہا تھا۔ غالباً شراب اس کے دماغ پر چڑھ گئی تھی۔

"لیکن مجھے مزہ نہیں آیا۔" اس نے رک کر کہا۔ "بھلا جب تک ایٹلا کے فتح کئے ہوئے شہروں سے دھواں نہ اٹھے، زمینوں کی چیخ و پکار سنائی نہ دے، مردوں کے ذمیر نظر نہ آئیں تو پھر اسے ایٹلا کی فتح کیا ہوا شہر کیسے کہا جاسکتا ہے۔ ہاں اس بار یہ کمی رہ گئی لیکن کوئی بات نہیں۔ سارا اس عظیم ہمارے ساتھ ہے۔ یہاں نہ سبھی تھیوڈوس کے دربار میں تھیوڈوس کے شہر میں یہ ساری خواہشات پوری کر لی جائیں گی۔ کیوں سالوں کا کیا تم تھیوڈوس سے جنگ کے دوران بھی مجھے کوئی ایسا کارنامہ دکھاؤ گے؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کیوں نہیں۔ میں ایٹلا کا خادم ہوں اور اس کے لئے جو خدمت بھی انجام دے سکوں گا اس پر مجھے بے حد خوشی ہوگی۔" میں نے جواب دیا۔ ایٹلا خوش ہو کر تھپتھپانے لگا پھر چند ساعت کے بعد بولا۔ "کھڑے کیوں ہو، بیٹھ جاؤ میرے پاس۔" اس نے کہا اور میں نے حکم کی تعمیل کی۔ میں ایٹلا کو پہلی بار شراب پیتے دیکھ رہا تھا۔ وہ پی رہا تھا اور تھپتھپانے لگا رہا تھا۔ اس کی بیدیاں اس کے چاروں طرف بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ نئے نئے میں مست ہوا جا رہا تھا۔ اس نے اتنی پی اتنی پی کر اسے بالکل شوٹی نہ رہا اور اس کے بعد جو مناظر دیکھنے میں آئے وہ کسی ہوشمند آدمی سے بعید نہ تھے۔ میں ابلتہ خاموشی سے بیٹھا اسے دیکھتا رہا، پھر جب ایٹلا بالکل ابی نیم دیوانہ ہو گیا تو میں وہاں سے اٹھ گیا۔

میں جانتا تھا کہ ہوش میں آنے کے بعد وہ میری موجودگی برداشت نہ کر سکے گا چنانچہ میں نے وہ جگہ چھوڑ دی اور اپنے خیمے میں پہنچ گیا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ فوراً میرے پاس پہنچ گئی۔ اس کے چہرے سے خوشی پھوٹ رہی تھی۔ اس نے مسکرا کر میری جانب دیکھا، میں نے بھی مسکرا کر اس کی پذیرائی کی۔ وہ بولی۔ "اوہو۔ میں تو سوچ رہی تھی کہ تمہاری تینوں خادما میں تمہارے نزدیک ہوں گی۔" نہیں۔ چونکہ میں ایٹلا کے پاس گیا تھا اس لئے میں نے انہیں واپس بھیج دیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔ "اچھا ہی کیا۔ اب میں حاضر ہوگئی ہوں۔ اور میں بھی تمہاری ناچیز خادمہ رہی ہوں۔" فوراً نے کہا۔

میں نے چند ساعت سوچا اور پھر کہا۔ "فورا۔ اب صورت حال بدل چکی ہے۔ ایٹلا حالت جنگ سے نکل آیا ہے اور میرا خیال ہے اب اس کی پوری توجہ عورتوں کی جانب ہے چنانچہ ایسی صورت میں کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ رات کے کسی حصے میں وہ تمہیں طلب کرے۔ تمہیں نہ پا کر اس کی جو کیفیت ہوگی میرا خیال ہے وہ اچھی نہیں ہوگی۔"

"نہیں وہ اب ہوش میں نہیں آئے گا اور پھر اس کے پاس جتنی عورتیں ہیں ان میں میری گنجائش کہاں ہے؟" فوراً نے جواب دیا۔

"یہ بھی ممکن ہے فوراً کہ کوئی دوسری عورت اسے میرے اور تمہارے بارے میں بتا دے؟"

"اوہو کچھ نہیں، داتا تم کیوں فکر میں ڈوبے ہوئے ہو۔ میں تو تم سے زیادہ خراب حیثیت رکھتی ہوں اگر ہم ہمیں بھی گئے تو سب سے پہلے تو میری

ہی گردن ماری جائے گی تمہاری خطائیں تو وہ معاف کر دینے کا عادی ہے۔ میں نے سنا ہے کہ تمہارے معاملے میں وہ کافی زرگزر سے کام لیتا ہے۔"

تو پروفیسر۔ فوراً نے وہ رات بھی میرے ساتھ گزار دی اور اس کے بعد بہت کچھ ہونا رہا۔ ایٹلا نے صرف پیش کرنے کی ٹھان لی تھی لیکن

ایک وقت ایسا آیا جب اس کا دل اس پیش سے بھی بھر گیا۔ اس کی فوجیں تھیوڈوس کی جانب کوچ کرنے لگیں۔ اب اس نے تھیوڈوس پر حملہ آور ہونا

تھا۔ دن رات کا سفر اور اس کے بعد وہی سارے انتظامات اور وہی سارے بنگاے۔ یہاں تک کہ ہم لوگ تھیوڈوس کے علاقے میں پہنچ گئے اور اس

کے بعد انیلا نے اپنی تھیوڈوس کے دربار میں اس سے مذاکرات کرنے کے لئے بھیجے۔

اور یہ اتفاق کی بات تھی کہ تھیوڈوس نے انیلا کی برتری تسلیم کر لی تھی اور اس نے انیلا کو اپنے دربار میں دعوت دی اور انیلا میرے اور چند افراد کے ساتھ تھیوڈوس کے دربار میں پہنچ گیا۔

تھیوڈوس نے بڑی عزت و تکریم کے ساتھ اسے بلھایا اور انیلا کی برتری تسلیم کرتے ہوئے کہا۔ "خدا کی تہرا انیلا میں تجھے خراجِ قسین ادا کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

اس وقت تھیوڈوس یہ باتیں کر رہا تھا لیکن اس کا ایک خصوصیت دیر دیر دیر دیر دیر آدی تھا۔ اسے ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔ جب ساری باتیں طے ہو گئیں تو اس نے کھڑے ہو کر اچانک اعلان کیا کہ وہ تھیوڈوس کے اس معاہدے سے متفق نہیں ہے۔ دوکانی غصے میں نظر آ رہا تھا۔

یہ بات انیلا کے سامنے کی گئی تھی جسے انیلا نے بھی سنا اور تھیوڈوس نے بھی سنا۔

تھیوڈوس غصے سے کھڑا ہو گیا۔ "تمہیں یہ جرأت کیسے ہوئی کہ میرے سامنے اس قسم کی بیجا کاندہ منگولو کرو؟" اس نے گرج کر اپنے وزیر سے کہا۔ "میں تمہا نہیں ہوں میرے ساتھ بے شمار لوگ ہیں جو میرے ہم آواز ہیں ہم میدانِ جنگ میں انیلا سے جنگ کرنے کے بعد اس کے ہاتھوں مرجانا پسند کرتے ہیں لیکن یہ اطاعت ہمیں پسند نہیں ہے۔" وزیر نے جواب دیا۔

"تمہارے ساتھ کتنے افراد ہیں؟" تھیوڈوس نے پوچھا۔

وزیر نے اپنی تلوار نکال کر بلندی اور فوراً ہی اس کے دربار میں سینکڑوں تلواریں بلند ہو گئیں۔ یہ وہ لوگ تھے جو اس معاہدے کے خلاف تھے چنانچہ انیلا مسکراتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں عیب سے تاثرات تھے۔ اس نے اپنی تلوار نیام سے نکال لی۔

انیلا نے تھیوڈوس سے کہا۔ "تم پیچھے ہٹ جاؤ سب سے پہلے یہ جنگ کر لی جائے اس کے بعد جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔" انیلا کے ساتھ اس کے جنرل اور سنی بھراں بھی موجود تھے۔ تب ایک خون ریز واقعہ ہوا۔

انیلا اور اس کے ساتھی ان لوگوں پر پلے پڑے تھے جنہوں نے تلواریں بلندی کی تھیں اس کے ساتھ ہی جوابی کارروائی بھی شروع ہو گئی تھی لیکن یہ کارروائی صرف دربار کے اندر تک محدود تھی۔

تھیوڈوس کا سارا دربار خون سے رنگین ہو گیا۔ باشبہ انیلا کے افراد ان لوگوں پر حاوی رہے تھے۔ انہوں نے اس وزیر کو بھی قتل کر دیا اور اس کے ساتھ بے شمار لوگوں کو بھی جو اس وزیر کے ہموا تھے۔

تھیوڈوس خاموشی کے عالم میں کھڑا یہ قتل و غارت گری دیکھتا رہا۔ انیلا اس وقت تک تلوار نکالے کھڑا رہا جب تک کہ تمام افراد قتل نہ ہو گئے ان کی لاشیں چاروں طرف بکھری پڑی تھیں۔ دربار کے چلنے فرس پر خون پھیل رہا تھا اور انیلا تلوار بلند کئے کھڑا تھا۔ جب وزیر کے ہم نوا تمام افراد مارے گئے تو اس نے تلوار نیچے کر لی اور بولا۔ "کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے؟" اس نے تھیوڈوس سے پوچھا۔

”ہزر نہیں.. یہ دو لوگ تھے جنہیں آپ قتل نہ کرتے تو میں قتل کروتا.. انہوں نے مجھ سے اونچی آواز میں گفتگو کرنے کی کوشش کی تھی..“ اور اٹیلانے کو ارنیام میں کر لی..

اس کا مقصد تھا کہ وہ تھیوڈوس کی طرف سے مطمئن ہے اور جب اٹیلانے کی طرف سے مطمئن ہو تو اس کے بعد اس کے مزاج کو بدلنا مشکل تھا چنانچہ دربار سے بہت سا خرچ اور بے شمار چیزیں وصول کر کے وہ باہر نکل آیا۔ تھیوڈوس ہنسی خوشی ہمیشہ کے لئے اس کا ہاتھ گزار بن گیا تھا۔ اس طرح یہ خوفناک جنگ ٹل گئی جو بہر صورت میرے لئے برا شگون نہ تھا کیونکہ میں کسی بھی قیمت پر اٹیلانے کی فوجوں کے لئے وہ کارروائی نہیں کرنا چاہتا تھا جس میں میری ذات ملوث ہوتی.. میں نے شائی کا کے خلاف جو کچھ کیا تھا وہ مجبوراً کیا تھا اور انجام شائی کا کے حق میں بہتری ثابت ہوا تھا.. چنانچہ میں اس بات سے مطمئن تھا.. اگر تھیوڈوس سے جنگ چھڑ جاتی اور اٹیلانے مجھے کسی کام کے لئے کہتا تو ظاہر ہے کام تو مجھے کرنا پڑتا لیکن مجھے خوشی نہ ہوتی کیونکہ ان لوگوں سے بھی میری دشمنی نہیں تھی.. میں ان کے لئے وہ سب کچھ کرنا نہیں چاہتا تھا جو اٹیلانے کرنا چاہتا تھا.. لیکن اب تک جو کچھ ہوا تھا وہ بہتر ہی تھا.. اگر وہ بد بخت وزیر بیچ میں نہ بول پڑتا.. نو یقیان ان لوگوں کی بھی شامت نہ آتی جو اس کی وجہ سے خواجوا ہمارے گئے تھے..

تب اٹیلانے جشن منانے کا اہتمام کیا۔ اٹیلانے پناہ شراب پی رہا تھا اس نے عیاشی میں دن رات ایک کر دیئے تھے۔ پھر جشن کے بعد وہ انیس کا سفر شروع ہوا۔ اب اس کا نجانے کیا ارادہ تھا۔

بہر حال ہم نے تھیوڈوس کا علاقہ چھوڑ دیا اور درمیان میں ایک جگہ قیام کیا.. یہ جگہ وجود علاقہ سنگری سے قریب تر تھی وہاں کا قیام اٹیلانے کی آخری قیام تھا۔

اٹیلانے کی عیاشیاں بدستور جاری تھیں.. وہاں اس نے بے پناہ شراب پی لی تھی.. ایک رات اس کے حرم سے بے شمار ہشت زدہ آوازیں اُبھریں کئی عورتیں روتی ہوئی باہر بھاگ آئی تھیں انہوں نے بتایا کہ اٹیلانے چکا ہے..

بڑی حیرت کی بات تھی.. میں اور اس کے چاروں جنرل اس کی طرف دوڑ پڑے.. ہم نے دیکھا کہ اٹیلانے سدھ پڑا ہے اس کی تاک سے خون بہ رہا تھا۔ بعد میں یہی اندازہ ہوا کہ کثرت شراب نوشی کی وجہ سے اس کے دماغ کی رگ پھٹ گئی تھی.. لیکن اٹیلانے کی موت کے بعد جو صورت حال سامنے آئی وہ تعجب خیز تھی.. جو لوگ ہمیشہ اس کے وفادار ہونے کا دعویٰ کرتے تھے فوراً ہی آپس میں لڑنے لہزنے لگے.. اٹیلانے کے چاروں جنرلوں کو گرفتار کر لیا گیا اور پھر جب اٹیلانے کی قبر بنائی گئی تو اس کی قبر کے چاروں کونوں پر اس کے جنرلوں کو قتل کر کے دفن کر دیا گیا.. اس طرح اٹیلانے کا یہ لشکر منتشر ہو گیا..

میری کیفیت کچھ اور تھی.. میں نے یہاں کوئی خاص مقام حاصل نہیں کیا تھا.. وہ عورتیں جو اٹیلانے مجھے دی تھیں اپنے طور پر منتشر ہو چکی تھیں اور میں یہاں تنہا رہ گیا تھا.. چنانچہ میں نے ان سے الگ ہونے کی ٹھانی اور ایک دن فوجوں سے علیحدہ ہو کر اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر کسی نامعلوم نئی منزل کی جانب چل پڑا..

☆.....☆.....☆

صدیوں کی طویل ترین زندگی میں بلاشبہ ایسے اوقات بھی آئے تھے جب میں نے تمہاری اس دنیا سے بیزاری محسوس کی تھی پر فیصلہ بعض اوقات میں ذہنی طور پر منسلوج ہو کر رہ جاتا تھا۔ حالانکہ بیزاری کے اس دور کا واحد ملان گہری اور طویل خینہ تھی۔ اس خینہ کے بعد جب میں جاگتا تھا تو بدلی ہوئی دنیا مجھے اتنی بری نہیں لگتی تھی۔

لیکن ایسے اوقات بھی آئے جب میرا دل سونے کو بھی نہیں چاہتا تھا۔ میں سمجھ نہیں سکتا تھا کہ میں کیا چاہتا ہوں اور پرہیزرا ایسے وقت میں نے اپنے سوچنے میں کچھ تبدیلیاں پائی تھیں۔ میں ان اوقات میں خود اپنے بارے میں سوچتا تھا۔ میں سوچتا تھا کہ میں کیا ہوں؟ کیوں ہوں اور اس زمین پر تنہا کیوں ہوں؟ میرے جیسے دوسرے کیوں نہیں ہیں؟ مجھے کس لئے تخلیق کیا گیا ہے؟ وہ کون سی قوت ہے جس نے ستاروں کو مستقل کی پیش گوئی کرنے کی قوت دی ہے۔ وہ کیوں چمکتے ہیں؟ تیز ہواؤں میں زمین کیوں نہیں اڑ جاتی؟ آسمان یکساں رنگ میں کیوں نظر نہیں آتا۔ مجھ سے بے انتہا کمزور پرندے فضاؤں میں کیسے پرواز کرتے ہیں اور میں جو افاغانی ہوں، میں جو صدیوں سے زندہ ہوں ان کی طرح قوت پر انداز کیوں نہیں حاصل کر پاتا۔ اس طرح کیا وہ پرندے مجھ سے افضل نہیں ہیں۔ دوکانی ہیں لیکن ان قوتوں کے حامل جو مجھ میں نہیں ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ قوتیں کہیں سے بخشی جاتی ہیں۔ کوئی مادی قوت اس سارے کارخانے کی نگران ہے اور میری نگاہیں اس قوت کو تلاش کرنے لگی تھیں لیکن.....

”ایک منٹ۔“ پرہیزرا نے درمیان میں دخل دیا اور دوچونک کر خاموش ہو گیا۔

”کہو پرہیزرا۔“

”تم درمیان میں کہہ چکے ہو کہ تمہارا کوئی مذہب نہیں ہے۔“

”ہاں۔ میں کہہ چکا ہوں پرہیزرا۔“

”تمہارے ان خیالات نے بھی کبھی تمہیں تحقیق کی طرف متوجہ نہیں کیا؟“

”یہ بات نہیں ہے پرہیزرا، میں ابندا سے ایک بات کا اظہار کرتا چلا آیا ہوں۔ شاید تم نے غور نہیں کیا۔ میں نے مذہب کی حیثیت کو کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ میں نے ان لوگوں کا احترام کیا جو کمزور انسان کے لئے راہوں کا تعین کرنے چلے آئے ہیں جو اس برائی قوت کا احساس دلاتے ہیں جو طاقت بخشتی ہے۔ اس لافانی قوت کا اعتراف تو روئے زمین کے ایک ایک ذرے سے ہوتا ہے۔ میں نے اس قوت کے وجود کو ہمیشہ تسلیم کیا ہے لیکن خدا کو کسی فرقے یا مذہب میں ضم کرنے کی کوشش نہیں کی۔ مذہب کی بنیادی باتوں کو میں دل سے تسلیم کرتا چلا آیا ہوں۔ لیکن خود کسی فرقے یا مذہب کی چھاپ نہیں لگائی کیونکہ جو بنیادی باتیں ہیں ان کو میں بھی مانتا ہوں۔ اس کے علاوہ مجھ جیسے انسان اگر تم مجھے انسان تسلیم کر دو اور کوئی ضرورت محسوس ہی نہیں ہوتی۔“

”بہت خوب۔ لیکن جتنے واضح الفاظ میں تم نے اس وقت اور اس برتر قوت کا اعتراف کیا ہے، پہلے کبھی نہیں کیا۔“

”تمہاری بھول یا عدم توجہی ہے پرہیزرا۔ حالانکہ میں تو خدا اور بقا دینے والی اس قوت کا تذکرہ جگہ جگہ کرتا آیا ہوں جو مجھ پر بھی قادر رہی

ہے۔ اتنی بھرپور قوتوں کا مالک ہونے کے باوجود بعض اوقات میں کتنا بے بس ہو جاتا ہوں۔ میرا خیال ہے میں نے اس بات کو کبھی نہیں چھپایا۔ میں نے ہمیشہ نپکنے والے ستاروں کا ذکر کیا ہے۔ وقت پر نکل آئی والے چاند پر میں نے کبھی دسترس حاصل نہیں کی اور اسے چھپانے کی قوت کا کبھی اظہار نہیں کیا۔ سیاہ بادلوں کے ٹکڑوں کو قوت حاصل ہے حالانکہ وہ بذات خود بے جان ہیں۔ وہ ہواؤں کے تابع ہیں اور ہوا میں کہیں اور سے آتی ہیں اور میں نے سورج کی تپش کو بھی کبھی روکنے کا دعویٰ نہیں کیا جبکہ بعض اوقات چمک دار دن مجھے ناگوار کرتے ہیں۔ تو پروفیسر الامجد و ہونے کے باوجود میں نے ہمیشہ اپنے محدود ہونے کا تذکرہ کیا ہے کیونکہ الامجد و وہ قوت ہے جو کائنات پر قادر ہے۔

”بہت خوب۔“ پروفیسر نے اس کے خاموش ہونے کے بعد کہا۔ ”میں تو تمہارے ہارے میں کچھ برے خیالات بھی رکھتا تھا۔“

”کیسے خیالات پروفیسر!“ اس نے دیکھی سے پوچھا۔

”تم میرے الفاظ کا برا تو نہیں مانو گے؟“ پروفیسر ظاہر نے پوچھا۔

”نہیں۔“

”ہماری تاریخ میں بہت سی ایسی ہستیاں گزرنی ہیں جنہیں کسی بھی طور عام انسانوں پر تھوڑی سی برتری اور قوت حاصل تھی۔ وہ اس وقت سے بیک گیس اور انہوں نے خود کو لافانی کہنا شروع کر دیا یا بالفاظ دیگر خدائی کا دعویٰ کر دیا۔“

”خوب۔ پھر ان کا انجام کیا ہوا؟“

”ذلت، تباہی اور ایسی موت جس سے دوسروں کو عبرت حاصل ہوئی۔“

”کائنات کی کہانی ازل سے یکساں ہے۔ ہر دور میں، ہر صدی میں انسان غلط فیصلوں کا شکار رہا ہے۔ یہ کمزور، اہل تھوڑی سی قوت حاصل کرنے کے بعد خدا کو فراموش کر دیتا ہے۔ اپنی فنا کو بھول جاتا ہے اور ایسے میں فضول باتیں کرنے لگتا ہے لیکن دیکھنے والے دیکھتے ہیں کہ اسے ان غلط فیصلوں کی کیا قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔“

”بے شک۔ تو میں یہی سوال تم سے کرنے والا تھا۔“ پروفیسر نے کہا۔

”کیا۔“ اس نے پوچھا۔

”تم تو ان تمام انسانوں سے برتر قوت کے مالک ہو۔ تم تو صدیوں سے فنا نہیں ہوئے اور اس طرح تم عام انسانوں سے مختلف ہوئے۔“

بعض اوقات تمہارے الفاظ سے ایسی خود سری جھلکتی ہے جیسے تم اپنی اس لافانی قوت کو اختتام سمجھتے ہو۔“

”نہیں پروفیسر۔ بے شک میں نے اپنی داستان میں اپنی حیثیت کی انفرادیت کا اظہار کیا ہے لیکن میں نے یہ نہیں کہا کہ ہوا میں میرے

تابع تمہیں اور نہ یہ کہ ستارے میرے اشارے پر جنبش کرتے تھے۔ اس کے علاوہ میں نے کچھ ایسی الجھنوں کا ذکر کیا ہے جن پر میں قابو نہیں پاسکا۔“

”ہاں یہ بھی حقیقت ہے۔“ پروفیسر نے اعتراف کیا۔

”یہ اپنی قوت کے محدود ہونے کا اعتراف تھا۔“

”خوب.. تب تو یہ یقین کیا جاسکتا ہے کہ تم نے کبھی خود کو کوئی عظیم قوت کہلانے کی کوشش نہیں کی ہوگی..“

”نہیں پروفیسر۔ صدیوں کا تجربہ بھی اگر مجھے اسی قدر راسخ رہنے دیتا تو پھر..... میں خود کو مستحکم خیز ہی سمجھتا۔“

”میں تمہاری اس گفتگو سے بہت متاثر ہوا ہوں لیکن تم نے اپنے بارے میں کوئی فیصلہ کیا تو ہوگا کہ آخر تم کیا ہو؟ کیا تم نے دنیا کی نمود و نمونہ

کی روشنی میں خود کو نہیں جانچا؟ میرے خیال میں تم جو صدیوں کے تحقق رہے ہو تم نے خود کو نظر انداز نہیں کیا ہوگا۔“

”ظاہر ہے پروفیسر۔“

”اودو تو کیا فیصلہ کیا؟“ پروفیسر نے دلچسپی سے پوچھا۔ پروفیسر کا یہ سوال لڑکیوں کے لئے بھی کافی دکھش تھا چنانچہ وہ بھی پوری طرح متوجہ ہو گئیں۔

”نہیں پروفیسر۔ ابھی میں اس کا اعلان نہیں کر سکتا۔“ اس نے جواب دیا۔

”وہ کیوں؟“ پروفیسر نے مایوسی سے پوچھا۔

”صدیوں کی کتاب ابھی تمہارے دور تک آئی ہے پروفیسر اور یہ دور تمہارا اختتام ہوگا، میرا نہیں۔ مجھے تو ابھی اورتے گئے جانا ہے اور اس

کتاب کی ترتیب میں، میں نے کوئی بے ایمانی نہیں کی ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ امانت ہے۔ اپنی شخصیت کے بارے میں، میں آخر میں لکھوں گا۔

اس وقت جب میں اس کتاب کا آخری صفحہ مکمل کروں گا۔“

پروفیسر خاموش ہو گیا تھا۔ کافی وری تک یہ عجیب سی خاموشی طاری رہی۔ پروفیسر خاور نے ہی ایک طویل سانس لے کر کہا۔ ”ٹھیک ہے۔

میں تمہارے اصولوں میں مداخلت کے لئے معذرت خواہ ہوں.. بہر حال اس کے بعد تمہاری کہانی کون سے دور میں داخل ہوئی؟“

”ہاں..“ وہ مسکرایا۔ ”اودار کے عکس میرے ذہن کے لاتعداد خانوں میں اس طرح محفوظ ہیں کہ ذرا سا چھیننے پر آپرنگھوں کے سامنے

تصویریں نکھر جاتی ہیں.. اور.. انیلا کی سلطنت سے رخصت ہونے کے بعد میں اپنے طاقتور گھوڑے پر بیٹھ کر کسی نامعلوم منزل کی تلاش میں سرگرداں

ہو گیا۔ ذہن میں کوئی خیال نہیں تھا۔ کوئی تعین نہیں تھا کہ آئندہ کہاں جاؤں گا؟ کیا کروں گا؟ اس سورج نکلتے، چاند نکلنے۔ کبھی چاندنی پھیلتی، کبھی

دھوپ پھیل جاتی۔ خوراک میرے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی.. ملتی نہ ملتی لیکن اپنے فانی ساتھی کا مجھے خیال تھا اور جب مجھے احساس ہوتا کہ آئندہ

کسی ایسے صحرا سے گزرنا ہے جہاں گھاس اور پانی نڈل سکے گا تو میں اس جگہ سے ان اشیاء کا ذخیرہ کر لیتا جہاں یہ آسانی سے دستیاب ہو جاتی تھیں..

میرا اودار گھوڑا میرا ساتھی تھا..

وقت کا میں نے کوئی تعین نہیں کیا تھا اور زمین کی وسعت محدود نہیں تھی.. آبادیاں نظر آتی تھیں لیکن پرکشش نہ ہوتیں اور مجھے اپنی طرف

متوجہ نہ کر پاتیں چنانچہ میں آگے بڑھتا گیا اور پھر اتنا طویل عرصہ گزر گیا کہ میرا گھوڑا انجھ سے دور ہو گیا.. اس پر عمر کی تھیں چڑھ گئی تھیں.. وہ بوڑھا ہو گیا

تھا اور مجھے محسوس ہونے لگا تھا کہ اب وہ میرا ساتھ نہیں دے سکے گا چنانچہ میں نے اس کے اوپر سواری کرنا چھوڑ دی.. ہاں اس کی ناکامی اب بھی میرے

ہاتھوں میں ہی ہوتی تھی.. اس رفیق کو میں راتے میں نہیں چھوڑ سکتا تھا لیکن بعد ایک رات کے وہ چنان کے سامنے میں بیٹھ گیا۔ پھر لیٹ گیا اور پھر نہ

اٹھا.. اس نے دم توڑ دیا تھا..

اور پروفیسر میں تو صدیوں سے اس کا عادی تھا۔ انسان ملتے تھے، ساتھ رہتے تھے، زندگی بھر کی رفائیتوں کے وعدے کرتے تھے۔ اپنا عہد پورا کرتے تھے اور پھر جدا ہو جاتے تھے اور میں اس کا عادی تھا چنانچہ میں نے اپنے رفیق کی لاش پنڈان کے سائے میں کھسکا دی اور چمک دار سورج کے ساتھ سفر کرنے لگا۔

دور دور تک صحرا بکھرا ہوا تھا۔ چٹانیں بن کے درمیان بد نما جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں اور ان جھاڑیوں میں سانپ اور مختلف حشرات الارض بھاگتے دوڑتے پھر رہے تھے۔ کہیں کہیں اژدھے بھی نظر آ جاتے تھے جن کی سانسوں کی آواز جنگل کی خاموش فضا میں پر اسرار تحریک پیدا کر دیتی تھی۔ ان کے ترتیب سے سرکتے بدن زندگی کے وجود کا احساس دلاتے تھے۔ میں رک کر انہیں دیکھتا اور آگے بڑھ جاتا۔ ان خطے کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں تھا۔ اب تو طر سے سے کوئی آبادی بھی نظر نہیں آئی تھی..... کہ میں اس علاقے کے بارے میں کوئی معلومات حاصل کر سکتا۔ بہر حال میں چٹا گیا۔ شام ہوئی تو میں نے یہ وسیع و عریض چٹائی میدان عبور کر لیا تھا اور اب اس کے آخری سرے پر تھا جہاں سے تھوڑے فاصلے پر بدبھگات نظر آ رہے تھے۔

لیکن پھر کچھ آوازیں سن کر میں چونک پڑا۔ یہ آوازیں ایک چھوٹے سے پہاڑی نیلے کے دامن سے آرہی تھیں۔ کوئی ساز بجا رہا تھا جس کی آواز بے حد پراسر تھی۔

آبادی امیرے ذہن نے نعرہ لگایا۔ لیکن میں بے اختیار اس طرف نہیں دوڑا بلکہ اطمینان سے آگے بڑھتا ہوا اور پھر ایک ایسی جگہ رک گیا جہاں سے میں اس پہاڑی کے دامن میں دیکھ سکتا تھا۔ تب مجھے کچھ لوگ نظر آئے۔

گو شام ہو چکی تھی اور دھندلا بٹ پھیلتی جا رہی تھی لیکن پھر بھی میں نے ان لوگوں کو دیکھ لیا جن کی تعداد دس بارہ سے زیادہ نہ ہوگی۔ دبلے پتلے جسموں والے بے حد غریب لوگ تھے جنہوں نے میلے کپیلے موٹے لباس پہن رکھے تھے۔ ان کے سر گھنے ہوئے تھے۔ ہاتھوں میں عجیب سے اوزار تھے جنہیں وہ بجا رہے تھے اور ان کے منہ سے کچھ آوازیں بھی نکلی رہی تھیں جو صاف یہاں تک نہیں پہنچ رہی تھیں۔ انہوں نے اپنے درمیان آگ روشن کی ہوئی تھی اور اس آگ میں کوئی چیز بھی ڈالتے جاتے تھے جن سے دھواں بلند ہوتا اور دور تک خوشبو پھیل جاتی۔

'پوجا۔ میں نے سوچا۔ بہر حال کوئی آبادی قریب تھی اور یہ لوگ اس خطے کے باشندے تھے۔ اب اور کچھ وقت انسانوں میں گزار لیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ طویل عرصہ تک صحرا گردنی رہی ہے میں نے سوچا۔

لیکن اس سے قبل کہ میں ان کی طرف بڑھتا۔ میں نے انہیں واپس پلٹتے دیکھا۔ وہ شاید پوجا کر کے واپس لوٹ رہے تھے۔ میں رک گیا۔ اب یہ جا رہے ہیں تو انہیں جانے دیا جائے۔ سب معلوم ہو گئی ہے۔ بعد میں ان تک پہنچا جا سکتا ہے۔ طویل عرصہ کے بعد آج پھر دل میں کچھ کھانے کی خواہش جاگتی تھی۔ چنانچہ میں نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی جنگلی جانور اب بھی نظر آ رہے تھے۔ میں نے ایک بڑے خرگوش کو ناکا اور زمین سے ایک پتھر اٹھا لیا جو اس خرگوش کے لئے کافی تھا اور پھر پتھر نے خرگوش کے پرچے اڑا دیئے۔ میں نے آگے بڑھ کر اسے اٹھا لیا۔ کافی وزنی خرگوش تھا۔ خوب پر گوشت۔ میں اسے لے کر چل پڑا۔ میرے دوستوں نے میری مدد کے لئے آگ روشن کر دی تھی۔ گو اس سے خوشبو نہیں اب بھی اٹھ رہی

تھیں۔ لیکن اس سے کیا فرق پڑتا تھا۔

چنانچہ میں نے آگ کی جانب رخ کیا اور پھر نزدیک پہنچ کر فرگوش کی کھال کھینچ لی۔ اس کے اندرونی ہیکر اعضا نکال چھینکے تھوڑے سے کونکے الاڈ سے علیحدہ کر کے فرگوش کا گوشت بھوننے لگا۔ پھ جا کرنے والے کچھ پھل اور ایک بڑا سا آب خوردہ آگ کے نزدیک رکھ گئے تھے جس میں پانی بھرا ہوا تھا۔ میں نے آسودہ لگا ہوں سے ان چیزوں کو دیکھا۔

گوشت سینکنے کی بودوسرئی تمام خوشبوؤں پر حاوی ہو گئی اور میں چاروں طرف دیکھنے لگے۔ تب اچانک ہی میری نگاہ غار کے اس ربانے پر پڑی جو پتے کی شکل میں تھا اور زیادہ چوڑا نہیں تھا۔ یعنی اتنا نہیں تھا کہ آدمی اس سے آسانی سے گزر جائے۔ ہاں لیٹ کر کوئی بھی اندر رینگ سکتا تھا۔ گویا یہاں ان لوگوں کی آمد کا مقصد کوئی خاص ہی تھا۔ بہر حال کھانے پینے کے بعد دیکھا جانے گا۔ میں نے سوچا۔ گوشت بھن گیا تو میں نے فرگوش کو دانتوں سے اکھیرنا شروع کر دیا۔ بے حد لذیذ اور خستہ گوشت تھا۔

پھر فرگوش بھنم کرنے کے بعد میں نے آب خوردے کا ٹھنڈا اور شیریں پانی پیا پھر کچھ پھل کھائے اور کافی فرحت محسوس کی۔ پھر کئی پورنی طرح پھیل گئی تھی۔ اس لئے میں نے غار میں اس وقت داخل ہونے کا ارادہ ملتوا کر دیا اور پھر اسی جگہ لیٹ کر سو گیا۔

دوسری صبح سورج کی کرنوں نے پہاڑوں میں گندگدی کر کے جگایا گرم سورج چمکنے لگا تھا اور موسم کی تپشی سورج کے نکلنے کا احساس دلانے لگی۔ میں ایک گہری سانس لے کر اٹھ گیا۔ قرب و جوار کے ماحول کو دیکھا اور پھر میری توجہ غار کے سائے کی جانب مبذول ہو گئی۔ اور کوئی کام تو تھا نہیں۔ میں نے سوچا کہ غار کو اندر سے دیکھ لوں۔ چنانچہ میں غار کے سائے کے قریب پہنچ گیا اور پھر میں لیٹ کر اس غار میں رینگ گیا۔ سوئی سل کے نیچے پہنچ کر میں نے پہلے گردن اندر ڈالی اور پھر حیران رہ گیا۔ غار کا دبانہ بہت چھوٹا تھا لیکن اندر سے وہ بہت کشادہ تھا۔ صاف ستھرا چٹکلی، یواروں والا غار جیسے اسے انسانی ہاتھوں نے تراشا ہو۔

چند ساعت کے بعد میں سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اندر ایک پراسرار منظر تھا۔ عجیب سی خوشبو پورے غار میں بکھری ہوئی تھی۔ دن ہونے کی وجہ سے روشنی بھی چند رخنوں سے اندر آ رہی تھی۔ جس کی وجہ سے غار کا پورا ماحول اجاگر ہو گیا تھا۔ جو کچھ میں نے دیکھا، اس کی تفصیل یوں ہے۔ غار میں دیواروں میں بخوردان لگے ہوئے تھے جن سے خوشبو اٹھ رہی تھی۔ دھوئیں کی باریک لکیریں فضا میں منتشر ہو رہی تھیں اور انہی کی بو پورے غار میں پھیلی ہوئی تھی۔ غار کے آخری سرے پر پتھر کی ایک لمبی سل پڑی تھی۔ جن پر چند تلمیں کپڑے نظر آ رہے تھے اور ان کپڑوں کے اندر کوئی انسانی جسم موجود تھا۔ شاید کسی شہرک ہستی کی لاش جو مقامی لوگوں کے لئے قابل احترام ہو۔ لاش کے سر ہانے کچھ ناقابل فہم چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ یہ تھی اس غار کی کل کائنات۔

تجسس اور دلچسپی بڑھ گئی تھی۔ چنانچہ میں غار کے اندر رکھی ہوئی لاش کے بالکل نزدیک پہنچ گیا اور ایک بار پھر مجھے حیرت کا سامنا کرنا پڑا۔ لاش کے پورے بدن میں جگہ جگہ لمبی نوک والے خنجر پیوست تھے۔ یہ خنجر نگیزی کے خوبصورت دستوں والے تھے۔ جہاں وہ پیوست ہوئے تھے وہاں سے خون بھی اٹکا تھا لیکن یہ خون جم کر سیاہ ہو گیا تھا۔ جس کا مطلب تھا کہ اس کو طویل عرصہ گزر گیا ہے۔ گویا یہ جو کوئی بھی ہے اسے قتل کیا گیا

ہے۔ اب میں نے لاش کا چہرہ دیکھا اور بالوں سے بے نیاز سر بھی گھٹا ہوا تھا۔ آنکھیں بند تھیں اور چہرے پر ایسا سکون تھا جیسے اسے ان خنجروں سے کوئی اذیت نہ ہوئی ہو۔ حالانکہ قتل ہونے والے کے چہرے پر اذیت کے آثار ہونے چاہیے تھے۔ اس کے علاوہ جو چیز حیران کن تھی وہ یہ تھی کہ لاش کی شکل نہیں جڑی تھی۔ اس کے گوشت سے تعفن بھی نہیں اٹھ رہا تھا۔ حالانکہ خون کی کیفیت بتاتی تھی کہ اسے مرے ہوئے طویل عرصہ گزر چکا ہے۔

پھر اس کے نزدیک رکھے سامان کی طرف متوجہ ہو گیا۔ سوکھے چمڑے کی بوتلیں تھیں جن میں سیال بھرا ہوا تھا۔ میلا اور گدے رنگ کا سیال، ایک چمکوری چیز رکھی ہوئی تھی اور ان چیزوں کے ساتھ جو ایک چیز رکھی تھی۔ وہ میرے لئے سب سے زیادہ دلچسپ تھی۔ یہ ایک رول تھا۔ جو کسی جہلی کا بنا ہوا تھا۔ ایسے رول اکثر تحریروں کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔

میں نے آگے بڑھ کر اسے کھول لیا۔ ایک اجنبی زبان کی تحریر تھی۔ میں اسے سمجھنے کی کوشش کرنے لگا اور صدیوں کے تجربے نے اس کا مفہوم واضح کر دیا۔ تحریر سطر بہ سطر اس طرح لکھی ہوئی تھی۔

"عرصہ۔ کرانوا کی تیسری آنشرنی کا ہزارواں....."

نام۔ امبھا کر دسا۔

پوسا کا آخری پجاری کہ اس کے بعد پوسالا دے میں بہہ گیا۔

خیال: خود کو عظیم قوتوں کے نام کر دو اور نجات حاصل کرو۔"

پھر ایک اور تحریر تھی۔

"اے مجھے دیکھنے والے۔ میں نے خود کو اشلوک کے حصار میں دیا اور تنگ سے اس غار کا دہانہ ان کے لئے جو وقت سے پہلے یہاں آئیں گے اور جب تو اندر آئے گا تو سمجھ کہ جاگنے کا وقت ہے۔ سو میرے بدن کے سارے خنجر کھینچ لے اور میرے زخموں پر وہ ڈال دے جو میرے سر ہانے بوتلوں میں بند ہے۔ پھر جو بچے اس کو میرے حلق میں انڈیل دے تب میں جاگ جاؤں گا اور موت کی رادویوں میں جو کچھ دیکھا وہ میری آنکھوں میں محفوظ ہوگا۔ لحوں میں وہ جان لول کا جو نہ جانتے ہوں گے دوسرے۔

امبھا کر دسا۔"

"سو پروفیسر۔ یہ تو کچھ میری ہی نسل سے تھا۔ تمہارا کیا خیال ہے۔"

"ہاں۔ لیکن تم نے کوئی تحریر نہیں چھوڑی تھی۔" خاور مسکرایا۔

"اس کی وجہ تھی۔"

"کیا؟" پروفیسر خاور نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اس نے اپنا کام اچھورا چھوڑا تھا۔ وہ دوسرے دن کی مدد کا محتاج تھا جبکہ میں ہر طرح خود کفیل تھا۔ میں ایک مخصوص وقت پر خود جاگ سکتا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے اپنی پہلی اور آخری کوشش کی تھی۔ اس نے جو تجربہ کیا تھا۔ اس کی نوعیت مختلف تھی۔"

”وہ کیا؟“

”ایک مخصوص طریقے سے اس نے خود کو قتل کر لیا تھا۔ لیکن اس کی مصنوعی موت کی ایک میعاد تھی اور اس کے بعد جو بھی اسے زندگی ملتی صرف ان لمحات کے لئے جو اس کی زندگی میں باقی رہ گئے تھے۔ جبکہ میری کیفیت دوسری تھی۔“

”کیا یہ تجربہ عام ہے؟“ پرو فیسر نے پوچھا۔

”ہاں۔ اسے ایک مجاہد سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اتنا عام بھی نہیں کہ ہر شخص کر سکتے۔“

”تجسبی۔“ خاور نے کہا اور پھر خاموش ہو کر اس کے آگے بولنے کا انتظار کرنے لگا۔

”تو پرو فیسر.. میں نے اس شخص کی تحریر پڑھی جس کا نام امہا کروم تھا اور پھر یہ تو ناممکن تھا کہ میں اس کے کہنے کے مطابق نہ کرتا۔ اس کی یہ خواہش پوری نہ کرتا۔ چنانچہ پہلے میں نے اس کے بدن کے سارے خنجر کھینچ لئے جو نیچے سے خون آؤ تھے گویا اس کے بدن میں نیچے خون متحرک اور پتلا تھا.. میں نے سارے خنجر کھینچ لئے اور پھر چمڑے کی بوتلیں کھول کر ان کا سیال اس کے زخموں پر انڈیل دیا۔ سارے کام میں نے اس کے کہنے کے مطابق کئے تھے۔

تب میں نے دیکھا کہ اس کے زخم حیرت انگیز طور پر مندمل ہونے لگے تھے۔ اس کام میں جو خاصا وقت لگا لیکن اس وقت جب تک سورج نہیں ڈوبا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ خون کی مانند سرخ آنکھیں۔ جنہیں اس نے کھولتے ہی بند کر لیا اور پھر دیر تک بند کئے رہا۔ ابھی اس کے ہواں واپس نہیں آئے تھے۔

لیکن اس میں زیادہ دیر نہیں لگی اس نے پھر آنکھیں کھول دیں اور پھر انہیں بار بار کھولنے اور بند کرنے لگا۔ تب میں نے اس کے نیچے رکھے ہوئے کپڑوں میں سے ایک ٹکڑا حاصل کیا اور اسے اسی سیال میں بھگو کر اس کی آنکھوں پر رکھ دیا۔

امہا کروم کو اس سے شدید فرحت محسوس ہوئی تھی.. اس نے جنہیں نہیں کی اور اسی طرح خاموش پڑا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اس کی آنکھوں سے کپڑا ہٹا لیا اور پھر اس کے بالکل سامنے آ گیا۔ اس کی آنکھوں کی پتلیاں ٹٹک سی رہی تھی۔ وہ انہیں ہلانا تک بھول گیا تھا۔ ہاں پرو فیسر اس کی کیفیت اس نوزائیدہ بچے کی سی تھی جو کچھ نہیں جانتا۔ شاید اسے امید نہیں تھی کہ اس کے جاننے کے بعد اس کی حالت کیا ہوگی..

لیکن اس وقت وہ بالکل بے بس تھا.. میں نے اس کی حالت دیکھی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی.. یہ شخص اپنی حالت میں واپس نہیں آ سکتا تھا اگر اسے ایک مخصوص انداز میں بیدار نہ کیا جاتا اور یہ طریقہ میں جانتا تھا۔

چنانچہ میں نے اس کے سینے پر زور دار گھونسہ رسید کیا اور اس کے چہرے پر تکلیف کی آثار نمودار ہو گئے.. گویا اس کے اندر احساس جاگا تھا.. پھر میں نے اسے اٹھا کر دوڑ پھینک دیا.. اسے شدید چوٹ لگی تھی.. لیکن گرتے ہوئے اس نے خود کو سنبھالنے کی کوشش نہیں کی تھی.. میں پھر اس کے قریب پہنچ گیا اور میں نے پھر اسے اٹھا کر پھینک دیا۔

اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی.. اس بار اس نے خود کو سنبھالنے کے لئے دونوں ہاتھوں کا سہارا لیا تھا.. میں تیسری بار اس کے

نزہ یک پہنچا اور اس کی آنکھوں میں خوف کے آثار ابھرا آئے میں نے اٹھایا۔

”اس ہاتھیں پوری طاقت سے زمین پر دے ماروں گا۔“ میں نے خوفناک انداز میں کہا اور اس نے گردن ہلائی۔ پھر اس کے منہ سے نکیف سی آواز نکلی۔

”نہیں۔ نہیں رک جاؤ۔“

”ہرگز نہیں۔ میں تمہیں مار ڈالوں گا۔“ میں نے اسے پھر ایک طرف پھینک دیا۔

”رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ آہ رک جاؤ۔“ اس نے کہا اور میں نے اسے سہارا دینے کے لئے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

اس نے تپے ہوئے انداز میں ہاتھ آگے بڑھایا۔ تب میں نے اسے اٹھا کر کھڑا کر لیا اور وہ کھڑے ہو کر جھوٹے لہجے میں کہا۔ ”ابھی اس کے جسم میں خون رواں نہیں ہوا تھا۔ تب میں اسے سہارا دے کر غار میں چلانے پھرانے لگا۔“

اور تھوڑی دیر کے بعد وہ بالکل ٹھیک ہو گیا۔ اس نے برسوں کے مراحل لگاتار میں طے کرنے تھے اور یہ میری کوشش تھی پھر اس کے حواس پوری طرح بحال ہو گئے۔

”اسمہا کرو سا۔ کیا تم خود کو جانتے ہو؟“ میں نے پوچھا۔

”ہاں۔ ہاں میں اسمہا کرو سا ہوں۔“

”اب تم ٹھیک ہو۔ انتظار کرو۔ میں تمہارے لئے پھل وغیرہ لے کر آتا ہوں۔“ میں نے کہا اور پھر میں اس غار سے ریٹک کر باہر نکل آیا۔ باہر پھل موجود تھے۔ میں نے اس میں سے تھوڑے سے کھائے تھے۔ بچے ہوئے پھل لے کر میں سیدھا اندر آ گیا۔

اسمہا کرو سا زمین پر بیٹھا کر اور ہاتھ میرے سینے سے اس کے بدن میں کافی چومیس آئی تھیں۔ میں نے اسے پھل دے دیے جنہیں اس نے تھوڑی دیر میں چٹ کر لیا اور پھر شاید اس کے بدن میں کچھ تو انائی آئی وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

”مجھے بھوک لگ رہی ہے۔“ اس نے میری ہونٹوں کی آواز میں کہا۔

”او۔ ہاں ان پھلوں سے تمہارا کوئی بھلا نہیں ہوا ہوگا۔ لیکن میرے دست ان کے علاوہ یہاں کچھ اور تھا بھی نہیں۔“

”لیکن میں بھوکا ہوں۔“ وہ عجیب سے لہجے میں بولا۔

”تب آؤ۔ باہر آؤ۔“ میں نے کہا اور وہ میرے ساتھ چل پڑا۔ وہ بھی ریٹک کر باہر آیا اور متحیرانہ لگا ہوں سے اس ماحول کو دیکھنے لگا۔

”آہ۔ یہ سب کچھ بدل گیا۔ یہ سب کچھ کتاب بدل گیا۔“ اس کے منہ سے آواز نکلی۔

”تمہاری بھوک کے لئے میں کیا بندوبست کروں؟“

”ان درختوں میں اور کچھ نہیں ملے گا۔ میں سخت بھوکا ہوں اور محسوس کر رہا ہوں کہ اگر مجھے کچھ کھانے کو نہ ملا تو حواس کھو بیٹھوں گا۔“

”ہوں۔“ میں نے گہری سانس لی۔ اب شکار کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ اتفاق سے ایک جنگلی کبری دوزنی نظر آگئی اور میں اس کے

پچھے دوڑنے لگا۔ میں نے بکری کو پکڑ لیا۔ کافی طاقت درستی اور خوب اچھل کود کر رہی تھی۔ میں نے اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر چروہیں۔ سینک توڑے اور پھر اس کی کھال اتارنے لگا۔ جو گوشت میں پھنسی ہوئی اتر گئی۔ اور پھر میں اس کا پیٹ صاف کیا اور اسے آگ میں ڈال دیا۔ اسمھا کر سبز مین پر لیٹ گیا تھا۔ اس کی حالت غیر ہو رہی تھی۔

.. بکری بھن گئی تو میں اسے لے کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ "اسھا کرو سا۔" میں نے اسے آواز دی۔

"ہاں۔" وہ نیم مردہ لہجے میں بولا۔

"اشو یہ کھا لو۔" میں نے کہا اور وہ کھانے کے نام کے ساتھ ہی اٹھ گیا۔ اس نے یہ نہیں دیکھا تھا کہ کھانے والی چیز کیا ہے۔ پھر اس نے کھانا شروع کر دیا اور جس انداز میں وہ کھا رہا تھا اسے دیکھ کر میں حیران تھا۔ درمیانے بدن کے انسان کے لئے ایک وزنی بکری کم نہیں ہوتی۔ اسمھا کر دسا پوری بکری ہضم کر گیا اور اس کے چہرے پر لائی آنے لگی۔ پھر وہ ایک پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اس نے.. آنکھیں بند کر لی تھیں۔

لیکن دوسرے لمحے وہ چونک پڑا۔ اس نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا۔ دیکھتا رہا پھر بولا۔ "تم۔ تم۔ کون ہو؟"

"خوب۔ اس کا مطلب ہے کہ اب تم مکمل جوان میں ہو۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن تم کون ہو؟"

"ایک مسافر۔"

"کہاں سے تعلق رکھتے ہو؟"

"اسی زمین سے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن زمین کے کون سے ٹکڑے سے؟"

"فطرت کی تفریق انسانوں نے کر رکھی ہے۔ میں صرف اپنا تعلق زمین سے سمجھتا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور اسمھا فور سے مجھے دیکھنے لگا۔

"کم از کم ان علاقوں کے تو معلوم نہیں ہوتے۔"

"ہاں۔ اس علاقے کا نہیں ہوں۔"

"پھر کہاں سے آئے ہو؟"

"کہانا کہ ایک مسافر ہوں۔ بے منزل مسافر۔ جو بھٹکتا ہوا دور نکل آیا ہے۔"

"لاؤ ناؤ قبیلے کے بارے میں جانتے ہو۔"

"نہیں۔"

"نہ جانے ان کا وجود ہے یا مٹ گیا۔" دو جیسے خود سے بولا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ چند ساعت خیالات میں

ذہن ہار رہا پھر وہ چونک پڑا۔ "لیکن تم۔ تم اس عار تک کیسے پہنچ گئے۔ تمہیں میرے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟" وہ کیا تم ہی ہو جس نے مجھے

دو بارہ زندگی میں داخل کیا ہے۔"

"ہاں اسمھا کرو سا۔ میں نے تمہاری دو تحریر پڑھی تھی۔"

"اور۔ نم میری توقع کے برخلاف ہو۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ لیکن کیا میرا قبیلہ تم ہو گیا۔ میرے علم نے یہ تو نہیں کہا تھا۔"

"تم اپنے ذہن پر آہستہ آہستہ زور ڈالو۔ ایک دم ساری باتوں کے بارے میں جان لینا تمہارے حق میں بہتر نہ ہوگا۔"

"تم بہت ذہین معلوم ہوتے ہو مسافر۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

"صدیوں کا بیٹا۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا۔" وہ تعجب سے بولا۔

"ہاں۔ میں نے تمہیں اپنا درست نام بتا دیا ہے۔"

"لیکن یہ نام تو تہ ہوا۔" اس نے کہا۔

"اب جو کچھ بھی ہے۔"

"بہر حال مسافر۔ ابھی میرا ذہن پوری طرح جاگ نہیں ہے۔ لیکن۔ لیکن مجھے تو بھوک لگ رہی ہے۔"

"کیا؟" میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑیں۔

"ہاں میں بھوکا ہوں۔"

"نم ایک پوری بکری چن کر گئے ہو اسمھا کرو سا۔"

"کیا۔" وہ اچھل پڑا۔

"بکری۔ بکری۔"

"تب۔ تو کیا۔ کیا میں نے گوشت کھایا تھا؟"

"نم گوشت نہیں کھاتے؟" میں نے پوچھا لیکن اسمھا کرو سا کے چہرے پر دکھ کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اس کے انداز سے لگ رہا تھا جیسے

اسے سخت صدمہ ہوا ہو۔ اس اجنبی انسان کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

"اور وہ گوشت بکری کا تھا۔" باآخراں نے بھرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"جی ہاں۔" مجھے فضا آنے لگا تھا۔

"وہ بکری کہاں سے آئی تھی؟"

"آسمان سے اترتی تھی تمہارے لئے۔ اسمھا کرو سا اب تم پانچلوں کی مانند ننگو کر رہے ہو۔ بہتر ہے تم اپنے ذہن پر زور نہ ڈالو۔"

"نم نے اسے شکار کیا ہوگا۔" وہ بدستور اسی لہجے میں بولا۔

"جی نہیں وہ خود ہی دوزخ ہوئی میرے پاس آئی تھی اور اس نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ اسے کاٹ کر بھون لیا جائے اور امسھا کرو سا کے پیٹ میں پہنچا دیا جائے۔" لیکن میرے ان الفاظ کا بھی اس نے نوٹس نہیں لیا اور گردن جھکا لی۔ پھر میں نے اس بے وقوف انسان کی آنکھوں سے آنسو پکپکتے دیکھے۔ وہ آہستہ آہستہ کچھ بڑبڑاتا تھا۔

"تو جانتا ہے تو جانتا ہے۔ اس میں میرا قصور نہیں تھا۔ میں بھوک سے جان دے رہا تھا لیکن کسی دوسرے جاندار کو چین کا بندھن نہ بنا تا۔" قصور میرا نہیں ہے۔ "وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ میں نے اب حیران ہونے کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا چنانچہ میں خاموشی سے اسے روتے بلکتے دیکھتا رہا۔ پھر وہ خود ہی خاموش ہو گیا اور میری طرف دیکھنے لگا۔ مجھ پر جھنجھلاہٹ سوار ہونے لگی تھی۔

"اگر تم رو پکے ہو تو میں جاؤں؟" میں نے کہا۔

"کک۔ کہاں۔ کہاں۔ کہاں جاؤ گے؟"

"زمین اس علاقے میں سمٹ کر نہیں رہ گئی ہے۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"نہیں۔ لیکن اگر ابھی نہ جاؤ تو کیا تمہارا کوئی نقصان ہو جائیگا؟"

"ہاں۔ میرا داغ خراب ہو جائے گا اور اگر زیادہ خراب ہو گیا تو پھر میں تمہیں دو بارہ سلا دوں گا۔ کبھی نہ جاننے کے لئے۔"

"اور۔" امسھا کرو سائے مجھے تعجب سے دیکھا اور پھر اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھرتی۔ عجیب گدھا انسان ہے، میں نے سوچا۔

"تمہارا لہب کیا ہے نوجوان؟" اس نے تھوڑی دیر کے بعد پوچھا۔

"بیتے ہوئے خون کا پجاری ہوں۔"

"کیا کس کے پجاری؟" دو حیران ہو کر بولا۔

"بیتے ہوئے خون کا۔ میرے قبیلے کے لوگ صبح کی عبادت میں ہزاروں انسانوں اور جانوروں کو ذبح کر دیتے ہیں اور پھر ان کے خون

سے جوندی بستی ہے ہم اس کی پوجا کرتے ہیں اور اپنی پیشانیوں پر اس خون کا تلک لگاتے ہیں۔" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں جواب دیا۔

امسھا کر اس کا رنگ فق ہو گیا تھا۔ وہ بدحواس لگا ہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔

"تو تم نے بھی انسانوں کو قتل کیا ہوگا۔"

"بے شمار۔ مجھے شانوں سے گرد نہیں اٹارنے میں بڑا لطف آتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔ امسھا کر سائے بدستور سر پکڑے رکھا۔ تھوڑی

دیر کے بعد وہ پھر اچھل پڑا اور مجھے دیکھنے لگا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بھینکنے لگی تھی۔

"اور تم نے جھنجھلاہٹ میں یہ بات کہی ہے۔ تم مجھ سے الجھ رہے ہو، کیا واقعی تم مجھ سے الجھ رہے ہو۔"

"یہ بھی پوچھنے کی بات ہے۔"

"لیکن کیوں؟"

"تم جب سے پیدا ہوئے ہو تم نے کوئی عقل کی بات کی ہے۔"

"شاید نہیں۔ لیکن میں کیا کروں۔ میرے قبیلے کے لوگ مجھے اپنا سب سے بڑا روحانی معالج مانتے تھے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"تب تمہارے قبیلے کے لوگ تم سے زیادہ پاگل ہوں گے۔"

"شاید۔ شاید تم درست ہی کہتے ہو۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"تمہاری روحانی حالت اب کیسے ہے۔ یہ بتاؤ۔"

"اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"بھوک کی کیا کیفیت ہے؟"

"بھوک۔ تم نے اب ایسی چیز کھلا دی ہے کہ اب بھوک کا کوئی تصور نہیں رہا۔ لیکن نہ جانے کیوں اتنی بھوک لگتی تھی؟"

"لیکن تم تو بکری ہضم کرنے کے بعد بھی بھوکے تھے۔"

"اب بھی بھوکا ہوں لیکن یہ نفس ہے۔ روح پر غلاظت کی تمہیں چیز ہی ہوئی ہیں اور وہ جسم کے تابع ہونے کی کوشش کر رہی ہے لیکن اب

میرے حواس بحال ہو گئے ہیں۔ اب مجھے کسی شے کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔"

"رو کیوں رہے تھے؟"

"اوه۔ پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لئے کسی جاندار کی بلاکت۔ ہمارے لئے سب سے قبیح فعل ہے۔ ہر ذی روح اپنا لگ مقام رکھتی ہے اور

کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ دوسری زندگی کو اپنے مصرف میں لائے۔ یہی اس کی تعلیمات ہیں اور ان کی پیروی۔ لیکن میرا تصور تو نہیں ہے۔ میں نے تو۔"

"کس کی تعلیمات ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"وہ جس نے نبات کا راستہ دکھایا۔ وہ جو عظیم ہے۔ اور جس کی تعلیمات عالم میں پھیلتی جا رہی ہیں۔"

"لیکن وہ کون ہے۔ اس کا کوئی نام تو ہوگا؟"

"ہاں۔ کھری ریاست کا شہزادہ گوتم۔ پہلے وستور کے راجہ شدھوون کا بیٹا، جس کا اصل نام سدھارتھ تھا۔ جس نے مدتیگ لیا اور اس کے

بعد علم کی روشنی سے زمین جگمگانی۔ یہ اس کی تعلیمات ہیں۔ لوگ اسے مہاتما بھ کے نام سے جانتے ہیں۔"

"تم اس کے پیرو ہو؟"

"ہاں، میں اس کا غلام ہوں۔"

"تمہارے ہاں گوشت نہیں کھایا جاتا۔"

"نہیں۔ ہم اپنے نفس کو رام کرنے کے لئے کسی دوسرے جاندار کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ زمین پر بیٹھنے والی چیزیں بھی جیسے کا حق رکھتی ہے

کیونکہ وہ خود بنو نہیں پیدا ہوتی۔"

"کیا کھاتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"بدن کا دوزخ بھرنے کے لئے، مجبوریاں ہوتی ہیں، جو بھی اچھی چیز مل جائے۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا نام ہے تمہارے قبیلے کا؟"

"اڈناڈ۔" وہ گہری سانس لے کر بولا۔

کافی دیر وہ کھلی حوا میں بیٹھا رہا۔ اس کی حالت اب خاصی درست ہو گئی تھی۔ وہ مجھے دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا اور میں بھی اس میں دلچسپی

لے رہا تھا۔ میں اس کے بارے میں بہت کچھ جاننا چاہتا تھا کیونکہ..... میں نے اس میں ندرت پائی تھی۔ لیکن اب اس کے لئے تھوڑی دیر تک آرام

کرنا بھی ضروری تھا چنانچہ میں نے اسے اس کا مشورہ دیا۔ "اسما کرو سا۔ اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"اس۔" وہ کسی خیال سے چونک پڑا۔

"مجھے اجازت دو گے؟"

"تم کہاں جاؤ گے مسافر؟"

"مسافر سفر کرتا ہے جہاں بھی نکل جاؤں، منزل کا کوئی تعین نہیں ہے۔"

"لیکن میں ابھی تمہارے ساتھ رہنے کا خواہشمند ہوں۔ اگر تمہارے پاس..... وقت ہو تو آج عرصہ میرے ساتھ گزار دو۔ میں تمہارے

بارے میں حیران بھی ہوں۔"

"کیوں؟"

"مجھے تھوڑا سا علم آتا ہے۔ جس وقت تم نے بتایا کہ تم خون کے پھارنی ہو تو میں نے اپنے علم کو آواز دی اور تب مجھے پتہ چلا کہ تم میری

حالت کی وجہ سے اسکی بات کہہ رہے تھے۔"

"یہ ٹھیک ہے۔ تمہارے روینے سے مجھے غصہ آ گیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"اس کے علاوہ تمہارے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم ہو گا۔"

"تمہارا علم تمہیں بتا دے گا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"میں ایک لمبے عرصے کے بعد جا گا ہوں۔ ابھی میری حالت ٹھیک نہیں ہے۔ مجھے تمہارے سہارے کی ضرورت ہے، کیا تم مجھے سہارہ دو گے؟"

"ضرور۔ لیکن اس حالت میں کہ اگر تم حواس میں رہو۔ تمہاری بدحواسی مجھے گراں گزر رہی ہے۔" میں نے صاف الفاظ میں کہا۔

"میں پوری کوشش کروں گا۔"

"تب ٹھیک ہے۔ کیا ہم واپس غار میں چلیں۔"

"چلو۔ میرے ذہن میں بے شمار الجھنیں ہیں، میں اکیلا پریشان ہو جاؤں گا۔ مجھے تمہارے سہارے کی سخت ضرورت ہے۔" اس نے

کھونے ہوئے انداز میں کا۔ میں اسے واپس غار میں لایا۔ وہ غار کی ساری چیزوں کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔ "نہ جانے میرے قبیلے کا کیا شتر ہوا؟"

"کیا تم اپنے اندر کمزوری محسوس کر رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی خاص نہیں۔ بس بھوک لگ رہی ہے۔"

"کیا تمہارا جسم اور خوراک قبول کر سکے گا۔" میں نے پوچھا اور وہ کچھ سوچنے لگا پھر بولا۔

"میرا خیال ہے نہیں۔ بس ویک تشنگی ہی ہے۔"

"میرا خیال ہے یہ طویل عرصہ کی بھوک ہے۔ زیادہ کھاؤ گے تو مر جاؤ گے۔"

"شاید۔" اس نے آہستہ سے کہا، پھر بولا۔ "ویسے تم حیرت انگیز ہو۔ اگر تمہارا تعلق ان علاقوں سے نہیں ہے اور لگتا بھی یہی ہے تو پھر تم

ہماری زبان سے کیسے واقف ہو؟"

"میں دنیا کی بے شمار زبانوں سے واقف ہوں۔"

"ہاں تم حیرت انگیز انسان ہو۔ تم نے سب کچھ میری ہدایات کے مطابق کیا۔ لیکن آؤ۔ میرے بدن میں اب بھی ٹیپس اٹھ رہی ہیں۔ تم

نے مجھے اٹھا اٹھا کر زمین پر کیوں مارا تھا۔"

"اپنے علم سے پوچھو۔" میں نے جواب دیا۔

"تم ہی بتاؤ۔" اس نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

"بات بہت طویل ہو جائے گی۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟" اسکا کروسا نے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ اسکا کروسا! تمہیں شروع سے اپنے ہارے میں بتانا پڑے گا کہ تم نے جو کوشش کی تھی، وہ کن خیالات پر مبنی تھی۔ تم کیا

چاہتے تھے اور کتنا عرصہ تمہیں اس حالت میں گزار گیا اور اس دوران تم نے کیا کچھ کیا۔ تم یہ سب کچھ بتاؤ گے۔" میں نے کہا اور اسکا کروسا کسی سوچ

میں ڈوب گیا۔ چند ساعت کے بعد اس نے کہا۔

"اور۔ میں تمہیں یہ سب کچھ بتا دوں گا۔ اس میں چھپانے کی کوئی بات نہیں ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے اسکا کروسا۔ تب تم مجھے بتاؤ۔"

"پہلے تم میری ایک بات کا جواب دو۔" اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"چلو پوچھو۔"

"یہ بتاؤ کہ مجھے اس حالت میں دیکھ کر تمہیں کوئی حیرانی نہیں ہوئی۔ حالانکہ خواہ میرے اپنے قبیلے کے لوگ اس وقت یہی سمجھتے تھے کہ میں

پاگل ہو گیا ہوں اور جان دینے پر آمادہ ہو چکا ہوں۔ انہوں نے اسے صرف ایک بلیڈ ان سمجھا تھا اور شاید طویل عرصے تک وہ لوگ یہی سوچتے رہے تھے کہ میں نے جو کچھ کہا ہے، اس میں کوئی حقیقت نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے مکتی حاصل کرنے کا جذبہ کارفرما ہے لیکن میرے ذہن میں یہ بات تھی اور مجھے یقین تھا کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں اس کا نتیجہ وہی نکلے گا جو میرے ذہن میں موجود ہے۔ ہاں میں نہیں جانتا تھا کہ جب میں جاگوں گا تو وہ حالات کیا ہوں گے۔“

”نھیک ہے۔ لیکن وہ سلسلہ کیا تھا؟“

”میں تمہیں بتا چکا ہوں جوان کہ میں بدھ مت کا پیرو ہوں، ہمارے ہاں بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو ہمیں ترکیب دینا سکھاتی ہیں۔ ہم دنیا سے اس طرح نجات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ بدھ کی تعلیمات کا ایک حصہ ہیں۔ گوہا تباہی نے یہ نہیں کہا کہ انسان دنیا میں رہ کر دنیا کو چھوڑ دے لیکن انہوں نے ناس کو قتل کرنے کا مشورہ اپنے ہر سبق میں دیا ہے۔ اس وقت جب میں اپنے قبیلے میں روحانی رہنما کی حیثیت سے مقبول تھا کہ ایک دن مجھے اپنی مقبولیت کا خیال آیا۔ میں نے سوچا کہ بے شمار لوگ میرا کتنا احترام کرتے ہیں، کتنی عزت کرتے ہیں، دنیا کی ہر آسائش مجھے حاصل ہے۔ تب مجھے احساس ہوا کہ ان آسائشوں کو حاصل کر کے میں گناہ کر رہا ہوں اور یہ گناہ ناقابل معافی ہے۔“

اگر میں اتنی دنیا میں ایسی حالت میں رہتا تو دنیا سے دور نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ میرا احترام کرنے والے اپنے احترام میں کمی نہیں کر سکتے تھے، سو میں نے یہی سوچا کہ خود کو کسی ایسی تکلیف میں ڈالوں کہ اب تک جو آسائشیں مجھے مہیا رہی ہیں، ان کا کفارہ بھی ادا ہو جائے اور میں نجات بھی حاصل کر سکوں۔ اسی طرح میں آسائشوں کی زندگی سے دور ہو سکتا تھا۔

میرے علم نے مجھے بتایا کہ اگر میں خاص انداز میں کچھ جڑی بوٹیوں کا سہارا لیکر ایک خاص انداز میں موت کی خیند سو جاؤں تو ایک طویل عرصے کے بعد میری زندگی مجھے واپس مل جائے گی۔

جب میرے علم نے مجھے یہ بتایا تو جوان تو میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کیوں نہ میں بدھ کی تعلیمات کا سہارا لے کر دکھوں۔ انسان کہاں تک ترقی کرتا ہے اور وہ دور جس میں میری زندگی مجھے واپس ملے گی، کون سا دور ہوگا۔ اس میں کون سی تبدیلیاں ہوں گی، سو میں نے جڑی بوٹیوں سے ایسا مخلول تیار کیا کہ وہ نئی زندگی حاصل کرنے میں میرا معاون ثابت ہو۔

میں نے چند روز جانوروں پر اس مخلول کے تجربات کئے اور جب اپنے تجربات میں کامیاب رہا تو میں نے اس غار میں آ کر خود کو ہلاک کر لیا۔ یہ پتھر جو تم نے میرے بدن سے نکالے ہیں، میں نے اپنے ہاتھ سے اپنے بدن میں داخل کئے تھے اور کوشش کی تھی کہ ترپنے بھی نہ پاؤں۔ بڑا اذیت ناک اور صبر آزما وقت تھا تو جوان مسافر۔

لیکن میں اس کڑے وقت کو جھیل گیا۔ یہ میرے گناہوں کا کفارہ تھا۔ میں نے ایک تحریر لکھ دی اور غار کے دہانے کو اس قدر تنگ کر دیا کہ لوگ مجھ تک نہ پہنچ سکیں۔ ہاں میں نے اپنے علم سے اس وقت کا تعین کر رکھا تھا کہ جب میں جاگنا چاہوں، سو میرے لوگ اس وقت میرے پاس پہنچ

کتے تھے اور میرے علم کی طاقت اس غار کے دہانے کو اس قدر کشادہ کر دیتی کہ وہ اندر داخل ہو سکتے اور وہ اندر داخل ہونے والے لڑکوں میں سے یہ تخریر تمہارے ہی لئے رکھی تھی۔ سو تم آگے اور یہ اتفاق ہی ہے کہ تم اتنے ذہین نکلے کہ تم نے سارے کام میری مرضی کے مطابق کئے۔ جن سے میں زندگی پاسکتا تھا۔"

"خوب۔ اسمہا کرو سا خوب۔ بہر صورت تم صاحبِ علم آدمی ہو لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔" میں نے کہا۔
"کون سی بات؟" اس نے پوچھا۔

"اسمہا کرو سا۔ تم نے کہا کہ تم نے غار کے دہانے کو تنگ کر دیا اور پھر تمہارے علم نے اسے کشادہ کر دیا۔ کیا تمہاری چٹانوں میں پھیلنے اور سترنے کی قوت موجود ہے۔" میں نے پوچھا اور اسمہا کرو سا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
"ہاں۔ علم بڑی قوتیں رکھتا ہے۔ کیا تم اس چھوٹے سے غار کو ایک بڑے دروازے کی شکل میں دیکھنا پسند کرو گے۔" اس نے کہا اور میری آنکھوں میں دلچسپی امڈ آئی۔ ظاہر ہے میں اس تجربے سے انکار نہیں کر سکتا تھا چنانچہ میں گردن ہلا دی۔
"تب تم یہ کھیل دیکھ لو اور اس کے بعد یہ سمجھ لینا کہ اسمہا کرو سا کا علم اتنا کمزور نہیں ہے۔" اس نے کہا اور پھر وہ آنکھیں بند کر کے زمین پر بیٹ گیا۔

میں حیرت اور دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اسمہا کرو سا نے آنکھیں بند کر لیں اور دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لئے۔ عجیب سا لگ رہا تھا وہ پھر اس کے ہونٹ آہستہ آہستہ ہلنے لگے، وہ کچھ پڑھ رہا تھا اور چند ساعت اسی طرح بڑبڑاتا رہا۔
اس کے بعد دفعتاً روشنی تیز ہونے لگی اور میں نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا۔
چٹانیں اپنی جگہ چھوڑ رتی تھیں اور دروازہ چوڑا ہوا تھا اور میری آنکھیں حیرت سے کھٹی رہ گئیں۔
مشرق میں، میں نے جا دو دیکھا تھا بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ وہ میری زندگی کا بدترین دور تھا جس میں دوسروں کے ہاتھوں الجھنوں کا شکار رہا اور جا دو دیکھنے کی کوشش میں ذلیل و خوار ہوا۔

لیکن میں جا دو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ مشرق کا یہ علم میرے لئے کافی دلکش تھا لیکن پروفیسر شاید اسے دیکھنا میرے مقدر ہی میں نہیں تھا۔ اب اس شخص کی یہ انوکھی قوت دیکھ کر میرے ذہن میں پھر وہی جذبہ بیدار ہو گیا اور میرے دل میں اس کی عزت بڑھ گئی۔ میں نے سوچا کہ میں اس شخص کی زیادہ سے زیادہ خدمت کروں تاکہ وہ میرا دوست بن کر مجھے یہ علم دے سکے۔

غار کا دروازہ اتنا کشادہ ہو گیا تھا کہ اب اس سے دو تین آدمی بآسانی گزر سکیں۔ تب اسمہا کرو سا نے آنکھیں کھول دیں۔ اس نے دروازے کی طرف دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بہت خوب۔ میں تمہارے علم کا قائل ہو گیا ہوں اسمہا کرو سا۔"

"اس طرح میں نے اب اس دور میں آنکھ کھولی ہے۔ نبھانے کتنا وقت بیت گیا ہے؟"

"تم نے اپنے جاگنے کے لئے کسی وقت کا تعین کیا ہوگا؟"

"ہاں، آدھی صدی کا اندازہ لگایا تھا میں نے۔"

"یہ تو زیادہ وقت نہیں ہے۔ میرے خیال میں تمہارے ... میں اچانک رک گیا۔ مجھے وہ لوگ یاد آگئے تھے جو یہاں پوجا کرنے آئے تھے۔"

"ہاں تمہارے خیال میں؟" اسکا کروسا نے پوچھا۔

"اب یہ صرف خیال نہیں بلکہ حقیقت ہے اسکا۔"

"کیا؟"

"یہی کہ تمہارا قبیلہ موجود ہے اور اس نے تمہیں بھلا یا نہیں ہے۔"

"کیوں۔ تم یہ بات کس طرح کہہ سکتے ہو؟"

"اس لئے کہ تمہارے قبیلے کے لوگ اب بھی تمہارے پاس آتے ہیں۔ دو تمہارے جاگنے کے منتظر ہیں اور یہاں آکر پوجا کرتے ہیں۔"

"تمہیں کیسے معلوم؟"

"میں نے انہیں خود دیکھا ہے۔"

"کب کہاں؟" اس نے بے اختیار پوچھا۔ اس کے چہرے پر خوشی نظر آنے لگی تھی اور جواب میں نے اسے تفصیل بتائی۔ اسکا کروسا

بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ پھر اس نے آنکھیں بند کر کے کہا۔ "تو میرے قبیلے نے مجھے یاد رکھا ہے۔"

"یقیناً۔"

"مجھے ان کی سلامتی کی خوش خبری سن کر بہت خوشی ہوئی ہے ورنہ یہاں اس ماحول میں کافی تبدیلیاں ہو گئی ہیں۔ کیا تم انہی کی وجہ سے اس

نار کی طرف متوجہ ہوئے تھے؟"

"ہاں۔"

"یہ سب فطرت کے راز ہیں جن کے بارے میں اس نے کھل کر بتایا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ ہر کام فطرت کے اصولوں کے مطابق ہے۔"

تم سوچ سکتے ہو وہ موجود ہے اور ممکن ہے۔ ناممکن بات تمہارے ذہن میں آئی نہیں سکتی اور کتنا عجیب کہا ہے اس نے۔"

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ تب اس نے ہی کہا۔ "لیکن اب تم یہ بتاؤ کہ تم مجھے کیا دکھتے تھے اور تم نے میرے ساتھ یہ

سلوک کیوں کیا؟" میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور بولا۔

"یہ تمہارے حق میں بہتر تھا۔"

"کیوں؟"

"تم نے اپنے جاگنے کے بعد کے حالات کا تعین نہیں کیا تھا کروسا۔ تم نے یہ نہیں سوچا تھا کہ آدھی صدی کے بعد جب تم جاگو گے تو

تمہارے اعضاء اور تمہارا ذہن سوچا ہوگا۔ جزی بونیوں نے تمہاری زندگی تمہیں واپس دے دی لیکن اس کے بعد حالات پر تم نے غور نہیں کیا تھا۔“

”آہ، کیا مطلب، کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”نم جاگے اسمہا کرو سا۔ تو تمہارے ذہن میں کچھ نہیں تھا۔ تم اس بچے کی مانند تھے جو نوزائیدہ ہوتا ہے اور اسے دنیا کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ تمہاری آنکھوں کی پتلیاں تک تمہارے قابو میں نہیں تھیں۔ جس طرح ایک نوزائیدہ کسی شے پر اگا نہیں جاسکتا۔“

”آہ، پھر؟“ اسمہا کرو سا نے آجیب سے پوچھا۔

”اسی طرح تم اپنے اعضاء کو بھی جنبش نہیں دے سکتے تھے۔ اگر ہم اس حالت میں وقت گزار لیتے اور ایک سورج بھی ڈھل جاتا اسمہا کرو سا، تو تم اسی غار میں مر جاتے۔ ظاہر ہے تمہارے ذہن میں کوئی تحریک نہ ہوتی اور تم بھوکوں مر جاتے۔“

”آہ، تو جو کچھ کہہ رہا ہے وہ ممکن ہے۔ وہ حقیقت ہے، پھر اس کے بعد کیا ہوا؟“

”میں نے سوچا کہ تمہیں ہوش تک لانے کے لئے ایسی حرکت ضروری ہے جو تمہیں حواس واپس کر دے۔ ایک نوزائیدہ سوچ نہیں سکتا، سمجھ نہیں سکتا لیکن کسی تکلیف پر رو سکتا ہے اور یہ بات احساس زندگی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ تمہارے اعضاء کو چوٹ لگی تو خود ان میں تحریک پیدا ہوئی۔ وہ اپنا بھولا سبق یاد کرنے لگے۔ انہوں نے بچے کی کوشش کی اور یہ کوشش تمہارے حواس میں شامل ہو گئی، چنانچہ تم واپس آ گئے۔“

اسمہا کرو سا دیواندار مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار تھے۔ پھر اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

”لیکن، کیا اس حد تک سوچنے والے کو میں یا کوئی اور معمولی انسان کہہ سکتا ہے۔ اور اس کا مطلب ہے کہ تم بھی صاحب علم ہو لیکن میرے دوست۔ نہ تو تم نے اپنا نام بتایا اور نہ یہ بتایا کہ تمہارا مذہب کیا ہے؟“

”میرا مذہب سفر ہے اسمہا کرو سا۔ اور میرا نام مسافر۔“

”کیا مطلب۔ آخر کیوں؟“

”میں مذاہب کے بارے میں جاننے کا خواہشمند ہوں اور میری یہی جستجو میرا سفر بن گئی ہے۔ ابھی میں انسانیت کی منزلوں کے درمیان ہٹک رہا ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

اسمہا کرو سا چند ساعت تک مجھے دیکھتا رہا پھر اس نے ایک گہری سانس لی۔

”گہرے انسان ہو۔“ اسمہا کرو سا نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”صاحب علم بھی ہو، میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ نئی زندگی میں میری ملاقات کیسی ایسے شخص سے ہو جائے گی لیکن تم نے میرے اوپر احسان کیا ہے۔ تم نے جو کچھ بھی کیا ہے اس کے بارے میں، صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ میری تقدیر نے میری ساتھ بہتری کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اگر تم نہ ہوتے اور تم نے وہ تدبیر اختیار نہ کی ہوتی تو مجھ نے تمہارا کیا بننا۔“

”ٹھیک ہے اسمہا کرو سا۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ میں نے تمہارے ساتھ کچھ کیا ہے تو یہی سہی۔ لیکن اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟“

”میرے دوست۔ میں تمہیں اپنے دل کی ایک بات بتانا چاہتا ہوں۔“

"وہ کیا؟"

"وہ یہ کہ اگر تم چاہو تو کچھ عرصہ میرے ساتھ رہو، میں نے بہت کچھ سکھا ہے۔ بڑا گیان حاصل کیا ہے میں نے۔ بڑی محنت کی ہے میں نے لیکن اس کے بعد بھی علم کی جستجو اور طلب ہر انسان کو رہتی ہے۔ اگر تمہیں مذہب کے بارے میں کچھ معلوم ہے یا معلومات ورکار ہیں تو تمہاری تھوڑی بہت مدتوں میں بھی کر سکتا ہوں اور وہ علوم جو تمہارے سینے میں دفن ہیں وہ تم مجھے دے دینا کیونکہ یہ میری زندگی کی خواہش رہی ہے۔"

"ٹھیک ہے امسھا کرو سا۔ اگر تمہاری یہ خواہش ہے تو میں تمہارے ساتھ کچھ عرصہ رہنے کے لئے تیار ہوں لیکن مجھے بھی کچھ درکار ہوگا۔"

"کیا؟"

"میں تمہاری اس قوت کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں جو چٹانی دروازوں کو ٹنگ اور کشادہ کر دیتی ہے۔"

"اوہ۔ امسھا کرو سا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "تو تم اس کے بارے میں جاننا چاہتے ہو۔"

"ہاں۔"

"میں تمہیں اس کے بارے میں ضرور بتاؤں گا لیکن میں یہ وعدہ نہیں کرتا کہ میں وہ علم تمہارے سینے میں اتار دوں گا۔"

"اس کی پروا نہ کرو امسھا کرو سا۔ میں جو کچھ چاہتا ہوں اس کے لئے صرف تمہارا تعاون ہی کافی ہوگا۔ باقی کچھ جان سکتا ہوں یا نہیں

جان سکتا، اسے میرے اپنے حالات پر چھوڑ دو۔" میں نے کہا۔

"میں تیار ہوں۔" امسھا کرو سا نے خوشگوار لہجے میں کہا اور پھر اس نے اٹھ کر دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔

وہ مجھے سینے سے لگانا چاہتا تھا، سو میں نے تعرض نہیں کیا اور اس نے مجھے سینے سے لپٹا لیا۔

"یہ ہماری ووتی کا ثبوت ہے۔ اس طرح ہم ایک دوسرے کے معاون اور دوست ہوں گے۔" اس نے ہماری لہجہ میں کہا۔ یوں میں اور

امسھا کرو سا دوست بن گئے اور اس کے بعد ہمارے درمیان سے تکلف کے بہت سے پروے ہٹ گئے۔

غار میں ہم لوگ بیٹھے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے اب میں نے امسھا کرو سا سے پوچھا۔

"اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"یہ بھی تم ہی بتاؤ میرے دوست۔ کیا میں اپنے آدمیوں کا انتظار کروں، کیا ان لوگوں کے بارے میں سوچوں جو یہاں میرے جاگنے کے

تصور کو لئے ہوئے آتے ہیں اور میرے لئے کھانے پینے کی اشیاء رکھ کر چلے جاتے ہیں۔ یا پھر اگر تمہاری خواہش ہو تو میں خود ہی ان لوگوں کے

درمیان جاؤں اور ان سے ملاقات کروں۔"

"کیا تم اندازہ لگا سکتے ہو امسھا کرو سا کہ وہ کتنے عرصے کے بعد تمہارے پاس آتے ہوں گے۔" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ میں نہیں جانتا کہ اب ان کی روایات کیا ہیں اور انہوں نے امسھا کرو سا کو کیا درجہ دیا ہے اور

اس کے سلسلے میں ان کے خیالات کیا ہیں؟"

"تب پھر یہاں رک کر انتظار کرنا ہے مقصد ہوگا۔ کیوں نہ ہم ان کے درمیان پہنچ کر ان میں شامل ہو جائیں اور یوں بھی اسمہا کرو سا اگر وہ تمہیں نہیں پہچانتے تو کیا تم انہیں اپنی حیثیت کا احساس دلانا چاہو گے۔"

"ہرگز نہیں۔ میرے مذہب میں یہ گناہ ہے۔" اسمہا کرو سا نے جلدی سے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"ہاں دوست۔ ہمارے مذہب میں انکساری اور خودافوقی سب سے بڑی حیثیت رکھتی ہے۔ ہم سے کہا گیا ہے کہ اپنے نفس کی قربانی کے لئے ہم لوگ ہر جگہ خود کو مارنے کے لئے تیار ہیں۔ ہم ہر وہ کام نہ کریں جو ہمارا دل چاہتا ہے۔ چنانچہ نام و نمود کی خواہش فطری ہے اور میں خود بھی ان کمزوریوں کا شکار رہا ہوں۔ لیکن نفس کشی کی تعلیم جو مجھے دی گئی ہے اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ میں ان کے درمیان کسی بھی حیثیت سے جانا نہیں چاہتا۔ میں نے جو کچھ سیکھا ہے، جو کچھ کیا ہے، اسے ان تک پہنچانا چاہتا ہوں۔"

"اسمہا کرو سا کیا تم نے اس نیند کے دوران کوئی خاص کیفیتیں محسوس کی ہیں۔"

"نہیں، نوجوان مسافر لیکن موت سے پہلے میرے ذہن میں یہ خیال تھا کہ مرنے کے بعد ان وادیوں میں چلا جاؤں گا جہاں ارواح رہتی ہیں۔ وہاں کے حالات دیکھوں گا اور اس کے بعد جب اپنی دنیا میں واپس آؤں گا تو وہاں کے حالات میری نگاہ میں ہوں گے، اس صورت میں میں عجیب و غریب شخصیت کا حامل بن جاؤں گا اور وہ چشمن کوئیاں کر سکوں گا جو صرف موت کے بعد کی جاسکتی ہیں۔ جب کہ میں ایک زندہ انسان ہوں۔"

"تو پھر تم نے کیا محسوس کیا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"یہی کہ انسان خدا کے ساتھ کسی طور چاہا کی نہیں کر سکتا۔ قدرت نے انسان کو بے شمار قوتوں سے نوازا ہے۔ ان قوتوں سے جنہیں اس جیسے دوسرے انسان نہیں سمجھ سکتے لیکن خدا پر سب روشن ہے اور انسان نے کبھی انسانیت کی حد سے بڑھنے کی کوشش کی ہے تو اسے مذہبی کھائی پڑی ہے۔"

"یعنی۔" میں نے پوچھا۔

"کھوئے ہوئے نعمات ایک تاریک دنیا میں گزر رہے ہیں۔ جہاں کوئی احساس تھا نہ زندگی۔ بس یوں سمجھو میں نے یہ عرصہ ضائع کیا۔"

"اور۔ گویا تم کچھ نہیں معلوم کر سکتے؟"

"میرنی کیا مجال تھی۔ اہم معاملات قدرت نے صرف اپنے ہاتھ میں رکھے ہوئے ہیں۔"

"تب تو تمہیں اس عرصے کے زیاں کا بہت افسوس ہوگا۔"

"نہیں۔"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"اس لئے کہ میں نے ایک تجربہ کیا ہے۔ جو کافی حد تک کامیاب رہا اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ موت کے بعد بھی انسان پر موت کے بعد

زندگی کے حالات منکشف ہو سکتے ہیں۔ قدرت کے نزدیک کوئی انسانی تجربہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔"

"اور تم اس بات کو عام کر دے؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ میں جھوٹ بول کر خود کو گناہ گار نہیں کروں گا۔"

"تب پھر تم ان کے درمیان چلو اسمہا کرو سا۔"

"جیسے تم مشورہ دو میرے دوست۔ میں اب تمہاری ہدایات پر عمل کروں گا۔"

"تب پھر کل صبح ہم چلیں گے۔"

"مناسب۔" اسمہا کرو سانا نے کہا۔ پھر بولا۔ "میں نہیں جانتا اب میرے مذہب، میرے قبیلے کا کیا حال ہے؟ لیکن اس سے قبل وہ بڑے

مہمان نواز تھے۔ بدھ کے پیر و اس کی تعلیمات پر پھر پورے عمل کرتے تھے اور مجھے یقین ہے ان کے درمیان تمہیں مایوسی نہیں ہوگی۔ ہاں ایک بات تو بتاؤ؟"

"پوچھو۔"

"تم... گوشت کھاتے ہو؟"

"ہاں۔"

"اس کے علاوہ تمہاری کیا خوراک ہے؟"

"وہ کچھ جو انسانوں کی ہوتی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تمہارے اندر کچھ انوکھی خصوصیتیں ہیں جو مجھے تمہارے بارے میں سمجھاتی رہتی ہیں۔"

"وہ کیا؟"

"تم عام انسان سے زیادہ ذہین اور باختم ہو۔ اس کے علاوہ رنگ و روپ۔ اس زمین کے لوگوں کی مانند نہیں ہے۔"

"اس میں میرا کوئی تصور نہیں ہے اسمہا کرو سا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور اسمہا کرو سا ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔

"میں تمہیں شکار کا گوشت تو نہیں مہیا کر سکوں گا۔ لیکن لیکن۔" وہ خاموش ہو گیا۔

"ایک بات بتاؤ اسمہا کرو سا۔"

"کیوں؟"

"تمہارے ہاں مکمل نفس کشی ہے یا کچھ منجائش ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"عورت کے معاملے میں تمہارے ہاں کیا روایت ہے۔ تم نسلوں کی افزائش کیسے کرتے ہو؟"

"مہمان بدھ نے اس کی اجازت دی ہے۔ کیونکہ خدا کے پاس سے اس کی ممانعت نہیں ہے۔ اس نے دو اصناف اسی لئے پیدا کی ہیں کہ

افزائش نسل ہو۔ اس لئے اس سے پہلو تہی ممکن نہیں۔"

"تمہارے بچے تھے؟"

"کیوں نہیں۔ میں نے شادی کی تھی اور میرے اکیس بچے تھے جن میں....."

"کتے بچے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"اکیس۔ جن میں میں لڑکے تھے ایک لڑکی تھی۔"

"خوب جب تم نے تیاگ لیا تھا تو تمہاری بیوی زندہ تھی؟"

"ہاں اور ممکن ہے اب بھی زندہ ہو۔ ہمارے ہاں عمریں طویل... ہوتی ہیں۔"

"تمہارے بیوی اور بچوں نے تمہیں روکنے کی کوشش نہیں کی؟"

"نہیں اگر وہ ایسا کرتے تو گناہ کرتے کیونکہ تیاگ ہمارے ہاں کا ایک مقدس عمل ہے۔"

رات کو کافی دیر تک ہم دونوں گفتگو کرتے رہے۔ پھر میں نے آرام کی تجویز پیش کی۔

"نم سکون سے سو جاؤں۔ میں غصہ سے آرام کر رہا ہوں۔ میں جاؤں گا اور اپنی کھوئی ہوئی قومیں تلاش کروں گا۔" امہا کروسانے کہا

اور میں اسے قوتوں کی تلاش میں چھوڑ کر آرام کرنے لیت گیا۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ دیر تک میں امہا کروسا کے بارے میں سوچتا رہا۔

بہر حال اس نے جس انداز میں چٹائی دروازے کو کھارہ کر دیا تھا وہ ایک قابل حیرت عمل تھا اور اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ غیر معمولی قوتوں کا مالک

ہے۔ اگر اس سے کچھ حاصل ہو جائے تو کیا حرج ہے؟۔

انہی خیالات میں، میں سو گیا۔ دوسری صبح امہا کروسانے ہی جگا یا تھا۔ اس کے چہرے پر تعجب کے آثار تھے۔

"مسافر اٹھو گئے نہیں۔" اس نے آہستہ سے کہا اور میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"سورج اٹل آیا کرو سا؟"

"ہاں۔ سورج کا سفر جاری ہو گیا ہے اور ہم ابھی تک غیر متحرک ہیں۔" اس نے جواب دیا۔ میں چند ساعت کے بعد تیار ہو گیا اور ہم

دونوں غار سے باہر نکل آئے۔ امہا کروسا چاروں طرف دیکھنے لگا پھر اس نے کہا۔ "ہمیں کون سا رخ اختیار کرنا چاہیے؟"

"وہ۔" میں نے ایک طرف اشارہ کیا۔ "تمہاری آہنی اسی طرف واپس گئے تھے۔"

"ارے ہاں تم تو انہیں دیکھ چکے ہو۔" امہا کروسانے کہا اور ہم دونوں چل پڑے۔ درختوں میں داخل ہو کر امہا کروسانے چند جنگلی

پھنوں کے درخت تلاش کئے۔ ان سے پھل توڑے۔ خود بھی کھائے مجھے بھی پیش کئے۔ پھلے اور بد مزہ پھل میں نے تو پسند کئے نہیں..... لیکن اس

احسن نے بڑی رغبت سے انہیں کھایا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"بے شک یہ تمہیں پسند نہ ہوں گے۔ لیکن دنیا ایسا ہی پھلکی اور بے مزہ جگہ ہے۔ یہاں زبان کی چاشنی جینا دو بھر کر دیتی ہے۔"

میں نے اس کی بات پر کوئی توجہ نہیں دی۔ اور ہمارا سفر جاری رہا۔ امہا کروسا کئی بار کچھ کہنے کے لئے منہ کھول چکا تھا۔ لیکن شاید اس کی

بہت نہیں پڑ رہی تھی۔ وہ چاروں طرف دیکھتا بھی جا رہا تھا۔ بالآخر اس نے بہت کر ہی ڈالی۔

"مسافر۔"

"ہوں۔ کیوں میرا خیال ہے تم بہت دیر سے کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔ رات کو میں اپنے ماضی میں جھانک کر دیکھ رہا تھا میں نے اپنے علوم کا بھی دور کیا اور اسی دوران تمہارا خیال بھی آ گیا میں نے

تمہارے ماضی میں بھی جھانکنے کی کوشش کی۔ جس کے لئے میں تم سے معذرت خواہ ہوں۔ لیکن تمہارا ماضی۔"

"کیا معلوم کیا میرے ماضی کے بارے میں؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"تمہارا ماضی۔" اسہما کر دوسانے گہری گہری سانس لے کر کہا۔ "تمہارے ماضی نے میرے علم کو دھندلا دیا ہے مسافر۔ مجھے بتاؤ تم کون

ہوں۔ کون کون ہو؟"

"کیا بتانا تمہارے علم نے؟" میں نے پوچھا۔

"جنگیں، خوفناک جنگیں۔ بے شمار بیویوں والا۔ اور تم اس کے نائب تھے۔ نہیں۔ تم اس کے ساتھ تھے۔ جیسے اس کے قبیلے میں گھس آئے

ہو دونوں نے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔ آہ تم تو مشرق کی ایک جادوگرنی کے ساتھ بھی تھے اور تم ان میں بھی تھے جو دم خور تھے۔ اس کے علاوہ

تمہارا ماضی۔ انہو۔ ایک ایسا گہرا کنواں ہے جس کی گہرائیوں میں اترتے رہو۔ اترتے رہو، روزانہ نہایت جائے یہ کیا ہے۔ یہ سب کیا ہے؟ مجھے بتاؤ

مسافر۔"

"میں صرف ایک آوارہ گرد ہوں۔ تمہارے علم نے جنہیں جو کچھ بتایا ہے اس کے ذمہ دار تم ہو میں نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ لیکن دل ہی

دل میں، میں نے اس کے علم کو سراہا تھا۔ بہر حال اس کا علم نعل تھا اس میں شک کی بات نہ تھی۔

"تمہاری عمر کتنی ہے؟"

"تجربات کی کوئی عمر نہیں ہوتی۔ میں نے اپنی عمر کو تجربات سے گنا ہے۔ اور اس طرف ابھی نوزائیدہ ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"بہر حال تم جو کچھ بھی ہو میں تمہاری عزت کرنا ہوں۔ نہ جانے ہمارا سفر کتنا طویل ہے۔"

"تھکن محسوس کر رہے ہو؟"

"نہیں۔ بلکہ یہ سفر خوشگوار ہے میرے لئے۔" ناگہم چلنا ہی بھول گئی تھی۔ "اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے بعد خاموشی طاری ہو

گئی۔ ہمارا سفر کافی تیز رفتاری سے جاری تھا۔ جنگوں کا سلسلہ کافی طویل تھا۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ اسہما کر دوسا حیرت زدہ نظر آ رہا تھا۔

"میری بستی کافی سرگ گئی ہے۔ پہلے وہ اتنی دور نہیں تھی۔ اب آرام کریں گے اور کل صبح سفر کریں گے۔"

"اگر تم چلنا چاہتے ہو تو چلتے رہو۔ میرے اوپر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ میں عادی ہوں۔" میں نے کہا اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے

دیکھنے لگا۔ پھر اس نے بھی رات میں سفر جاری رکھنے کا فیصلہ کر لیا اور مجھے درحقیقت کوئی اعتراض نہیں تھا۔

ہاں جب سورج نے سرا بھارا تو درختوں کا سلسلہ اچانک ختم ہو گیا اور ان درختوں کے دوسری جانب ایک انتہائی خوبصورت شہر نظر آنے لگا۔ مخصوص طرز کی عمارتیں تھیں۔ پھرتی نما عمارتیں جن پر کئی چھتیں تھیں۔ رنگین اور خوبصورت تھیں، چھوٹی بڑی خوبصورت عمارتیں۔ اسمبلا کرو مارک گیا تھا۔ اس کے چہرے پر جذبات کی پرچھائیں نظر آ رہی تھیں۔ وہ سر در تھا۔ غمزہ دہنی۔ نہ جانے کیا کیا کیفیتیں تھیں اس کے چہرے پر۔

”یہ میری بستی ہے۔ ہاں یہ میری بستی ہے۔ لیکن جب میں یہاں سے بھاگا تھا تو یہ اتنی خوبصورت نہیں تھی۔ اس وقت یہ اتنی منجان بھی نہیں تھی۔“

”تمہیں اپنا مکان تلاش کرنے میں رقت ہو گی اسمبلا کرو سا۔“

”زیادہ نہیں۔ لیکن جانتے ہو اس وقت میرے دل میں کیا ہے میری دلی خواہش ہے کہ میں دوڑ کر اپنے خاندان میں پہنچ جاؤں۔ اپنے بچوں کو سینے سے لگا لوں۔ لیکن۔“ اس کے ہونٹ ہنسنے لگے۔ ”لیکن میں ان میں نہیں جاؤں گا۔ میری ساری لیاقت خاک میں مل جائے گی۔“

”کیا مطلب؟“ میں نے تعجب سے پوچھا۔

”ہاں نفس کٹی ہی ہمارے مذہب کا سب سے بڑا کام ہے ہمیں نفس کشی کی ہدایت کی گئی ہے۔ دنیا کی محبت انسان کو کھینچتی ہے۔ اگر اپنے نفس کو قتل کر لیا جائے تو سکون ملتا ہے۔“

”تو تم ان میں نہیں جاؤں گے؟“

”نہیں۔“ اس نے سخت لہجے میں کہا۔

”پھر کہاں جاؤ گے؟“

”کسی بھی جگہ نہیں، میں کسی جگہ سے نہیں قیام کروں گا۔“

”جگہ کیا ہوتا ہے؟“

”عبادت گاہ۔ تمہیں اعتراض تو نہ ہوگا؟“

”نہیں۔ تم جانتے ہو۔ میں کسی طور تمہاری عبادت میں حصہ نہیں لے سکوں گا اور اس طرح تم خواہ خواہ پریشان ہو گے۔“

”نہیں۔ تم میرے ساتھ ہی رہو گے۔ یہ میری خواہش ہے۔ آؤ ہم اس بلند چھت کے نیچے پناہ لیں گے۔“ اس نے ایک عمارت کی

طرف اشارہ کیا اور میں نے شانے بلانے۔ بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم جگہ سے داخل ہو گئے۔ ایک مخصوص طرز تعمیر کا نمونہ تھی یہ عمارت۔ باہر سے سکری ہوئی لیکن اندر سے بے حد

کشادہ۔ چوڑے چوڑے میدان سے تھے، جن کے کناروں کو آراستہ کیا گیا تھا۔ بڑی نظاست اور صفائی تھی۔

اسمبلا کرو سا جیسی شکل و صورت کے پہاڑی اور اوہڑا ہوا جا رہے تھے۔ ہماری طرف کسی نے توجہ نہیں دی اور اسمبلا کرو سا جگہ کی غیبی

ست میں پہنچ گیا۔ جہاں بے شمار چھوٹی چھوٹی کوٹھریاں بنی ہوئی تھیں۔ یہ ہانکی کوٹھریاں تھیں۔ عجیب عجیب مناظر، کھنڈے میں آ رہے تھے۔ کچھ کوٹھریوں کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ کچھ کی زنجیریں لگی ہوئی تھیں۔ اسمبلا کروسانے ایک کوٹھری کی زنجیر کھولی اور پھر اس کے کواڑ کھول دیئے۔

"یہ تمہاری رہائش گاہ ہوگی۔"

"اس کے لئے کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی؟"

"کسی کی نہیں۔ زمین کسی کی میراث نہیں ہوتی۔ سب یہاں مسافروں کی حیثیت سے آتے ہیں۔ کچھ عرصہ قیام کرتے ہیں اور پھر واپس

چلے جاتے ہیں۔ پھر کسی سے اجازت لینا نہ لینا کیا معنی رکھتا ہے؟"

"خوب۔ یہ صرف تمہارا نظریہ ہے یا سب کا؟"

"میری ساری قوم کا۔ بدھ مت کے ہر پیروکار۔"

"تب ٹھیک ہے کیا تم میرے ساتھ اس کوٹھری میں نہیں رہو گے؟"

"نہیں۔ دوسری بھی خالی ہے۔ میں کسی دوسری میں قیام کروں گا۔ تم آرام کرو اور ہاں جب تک یہاں ہو کوٹھری کے دروازے کھلے رکھنا

ناکہ دوسروں کو پتہ چل سکے کہ کوئی یہاں مقیم ہے۔ خالی کوٹھریاں ہی بند کی جاتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلائی اور اسمبلا کروسانے بڑھ گیا۔ میں کوٹھری میں داخل ہو گیا۔ چھوٹی سی ضرورتی لیکن ہوا دار تھی۔ عقب

میں ایک بڑی کھڑکی تھی جس کے دوسری جانب پانی کا تالاب تھا۔ تالاب کے دوسری طرف گھاس کا ایک چھوٹا سا قطعہ تھا۔ جس کے درمیان ہاتھ

جوڑے ایک شخص کا بہت بڑا مجسمہ تھا اور طویل دھریض قطعے کے چاروں طرف گھنے درخت بکھرے ہوئے تھے جن کی شاخوں میں پھل لٹکے ہوئے

تھے۔ کافی خوشگوار مناظر تھے جن سے میں کافی محظوظ ہوا۔ عقیقی کھڑکی سے دوسری طرف کا منظر زیادہ دلکش تھا۔ بہ نسبت دروازے سے باہر والے

مناظر کے۔ کوٹھری میں زمین پر کھانے کے لئے دو کپڑے پڑے ہوئے تھے۔ ایک آدھ برتن ایک سوئی چراغ۔ بس یہ سرمایہ تھا یہاں۔ میں نے ایک

گہری سانس لی۔ اور عقیقی کھڑکی سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

میں ایک بار پھر انسانی آبادی میں آ گیا تھا اور اس میں شک نہیں تھا کہ یہ آبادی دوسری آبادیوں کی روایات سے مختلف تھی۔ اب یہاں

میرے لئے کیا دلچسپی کا سامان نکلتا ہے۔ یہ دیکھنا تھا۔ اگر یہاں بھی کوئی بات نہ بنی تو آگے بڑھا جائے گا۔

کافی دیر خاموشی سے میں نے اپنی کوٹھری میں گزارنی اور پھر دروازے پر کسی کی آہٹ سن کر اوپر دیکھا۔ اسمبلا کروسانے اندر آنے کی

اجازت مانگی تھی اور پھر واندرا گیا۔ اسمبلا کروسانے کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نظر آ رہی تھی۔

"صدیوں کے مسافر۔ کوٹھری میں ٹھن محسوس کر رہے ہو گے۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن کیا تم مجھے ٹکس کشی کی تربیت دو گے؟" میں نے پوچھا۔

"بدھ کی تعلیمات وہی نہیں جانتیں۔ وہ تو دل میں گھر کرتی ہیں اور انسان خود بخود ان کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔"

"ہاں اسمعا کر دسا۔ میں تم سے یہی کہنے والا تھا کہ مجھے ان تعلیمات سے آراستہ کرنے کی کوشش مت کرنا۔ دل میں گھر کر جانے والی بات رہنے دو۔"

"ٹھیک ہے مسافر۔ میں ایسا نہیں کروں گا۔"

"اب مجھے چند باتیں بتاؤ۔"

"ضرور۔ پوچھو۔"

"یہ عمارت کچھ کچھ کہلاتی ہے؟"

"ہاں۔"

"کیا یہاں کچھ پابندیاں ہیں؟"

"کیسی پابندیاں؟"

"عمارت کے دوسرے حصوں میں جایا جاسکتا ہے؟"

"بڑی خوشی سے۔ کوئی تمہاری طرف توجہ نہیں دے گا۔"

"نہانے دھونے، کھانے پینے کا کیا بندوبست ہوگا؟"

"صبح، شام دوپہر کھانا ملے گا۔ گووہ تمہارے شایان شان تو نہیں ہوگا۔۔۔۔۔ میں تمہیں پھل، بھیجی بھجوا دوں گا۔ اس کے علاوہ جس وقت دل

چاہے تالاب میں نہا سکتے ہو۔ اس چھت کے نیچے سب آزاد ہیں اور اس کی زمین پر ہر جاندار کا حصہ ہے۔"

"میں تم لوگوں سے مختلف ہوں۔ اس پر تو کسی کو اعتراض نہ ہوگا؟"

"کوئی تم سے سوال نہیں کرے گا۔"

"بس یہی چند باتیں معلوم کرنا تھیں۔ ہاں اسمعا کر دسا تم نے اپنے بارے میں کیا سوچا؟"

"میں نہیں سمجھا؟"

"نم اپنے گھر والوں سے نہیں ملو گے؟"

"نہیں۔ اس نے سخت لہجے میں کہا۔"

"کیوں؟"

"میرا نفس میرے اندر بغاوت کر رہا ہے۔ ان کی محبت بے کل کر رہی ہے لیکن نفس کی پوجا کرنے والے بدھ کے پیرو نہیں ہو سکتے اس

لئے میں ان کے پاس نہیں جاؤں گا۔ ہاں اگر خدا نہیں خود ہی ملانا چاہے تو دوسری بات ہے۔"

"یہاں تم نے انہیں اپنے بارے میں بتایا بھی نہیں۔"

"میں نام نہیں چاہتا۔ کیوں بتاؤں۔"

"بجیب انسان ہو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ لیکن اسمہا سنجیدگی سے کچھ سوچ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"اس میں کوئی بجیب بات نہیں ہے۔ انسان جس قدر حقیر ہے اسے اپنی حیثیت جان لینا چاہئے۔ وہ اپنی مرضی سے بل بھی نہیں سکتا۔ پھر

وہ ایسی خواہشات کیوں کرے؟"

"اچھا اچھا ٹھیک ہے۔" میں نے اسے روک دیا اور اسمہا کو دسا ہنسنے لگا۔ پھر گہری لگا ہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔

"ایک بات کا وعدہ کرو۔ اگر بدھ کی تعلیمات کبھی تمہیں متاثر کریں تو۔ تم میرے پاس آؤ گے اور مجھے اس کے بارے میں بتاؤ گے۔"

"ضرور، ضرور۔" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔ اسمہا کو دسا کا قصور نہیں تھا۔ دو ایک مذہبی انسان تھا اور یہی کر سکتا تھا جو کر رہا تھا۔ یہی

میری بات تو مذہب کی اچھائیاں مجھے متاثر ضرور کرتی تھیں۔ لیکن میں رہنے والا تھا مذہب فنا ہو جاتے تھے اور اس کے بعد کوئی اچھا مذہب سامنے آ

جاتا تھا۔ مقاصد سب کے یکساں ہوتے۔ انسانیت کے لئے سکون کے راستے۔ پھر میں کسی ایک مذہب سے کس طرح خسلک ہو سکتا تھا۔

لیکن اسمہا کو دسا میرے اس وعدے سے مطمئن ہو گیا تھا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہ چلا گیا۔ میں غور کرنے لگا تھا۔ اب یہ ضروری تو نہیں

تھا کہ میں اسمہا کو دسا کا جائشیں بن کر رہ جاتا اور اس کی ہدایات پر عمل کرتا رہتا۔ میں اس پگوزے سے نکل بھی سکتا تھا۔ اس بستی کی سیر بھی کر سکتا تھا۔

یہاں سے میری اپنی حیثیت شروع ہو سکتی تھی۔

چنانچہ کافی دیر تک میں اس کوٹھرنی میں رہا اور پھر باہر نکل آیا۔ میں اس عمارت کی سیر کرنا چاہتا تھا۔ اسمہا کو دسا کا کہنا درست تھا نکلا میری

طرف کسی نے توجہ نہیں دی تھی اور میں اس وسیع و عریض عمارت کے مختلف حصوں میں چلتا پھرتا رہا۔

پھر اس وقت میں اپنی کوٹھرنی کے عقبی حصے میں تھا جہاں وہ بڑا جسم رکھا ہوا تھا کہ چند لوگ میرے نزدیک پہنچ گئے۔ لیکن انکے چہروں پر

نری اور مسکراہٹ تھی۔

"اجنبی۔ کیا ہم تجھ سے کچھ پوچھ سکتے ہیں؟" ان میں سے ایک نے کہا اور میں ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"پوچھو۔"

"تمہارے حلیے سے پتہ چلتا ہے کہ تمہارا تعلق اس بستی سے نہیں ہے۔ اس کے علاوہ تم راہب بھی نہیں ہو۔ کیا تم کسی اجنبی دیس کے

مسافر ہو؟"

"ہاں۔ میں مسافر ہوں۔"

"تب تمہاری خدمت ہمارا فرض ہے۔ ہمیں بتاؤ یہاں تمہیں کس چیز کی ضرورت ہے؟"

"نم مجھے کیادے سکتے ہو۔ تم ہی مجھے بتاؤ۔" میں نے کہا اور وہ سب میری شکل دیکھنے لگے۔ پھر ایک شخص نے کہا۔

"مسافر ہم نااہل لوگ ہیں۔ بے مقصد اور ناکارہ شخص کسی کو کیادے سکتا ہے۔ البتہ تم بتاؤ تمہیں کس چیز کی ضرورت ہے۔ کوشش کریں

گے کہ ایک میزبان کی حیثیت سے تمہیں تمہاری مطلوبہ شے فراہم کریں۔“

”نہیں تمہارا شکریہ۔ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔“ میں نے جواب دیا اور وہ سب گروہ میں جھکا کر پیچھے ہٹ گئے۔

البتہ میں نے یہ بات محسوس کی تھی کہ وہ لوگ نرم مزاج اور اچھے اخلاق کے مالک ہیں۔

بہت دیر تک میں کپڑے میں گھومتا رہا۔ پھر میں نے ایک جگہ کچھ لوگوں کو جمع ہوتے دیکھا۔ شاید کوئی اہم رسم ادا ہونے جا رہی تھی۔

چنانچہ میں بھی دلچسپی سے اس طرف بڑھ گیا۔ کافی جم غفیر تھا۔

میں نے دیکھا کہ ان لوگوں کے درمیان... شخص جو ان کی مانند نہیں تھا، اور نہ ان جیسے کپڑے پہنے ہوئے تھا اور نہ ہی اس کا سر ان لوگوں

کی مانند گھٹا ہوا تھا، لیکن اس کے چہرے پر بھی وہی سنسکرت مزاجی نظر آ رہی تھی۔ کھڑا ہوا ہے اور اس کے قریب بہت سارے لوگ موجود ہیں۔

کوئی خاص بات ہونے والی تھی۔ میں بھی ان لوگوں کے درمیان جا کھڑا ہوا۔ سب کے چہروں پر عجب سے آثار تھے۔ پھر ان میں سے

ایک نے چاروں طرف دیکھا اور اس کے بعد وہ سب کائی کی طرف پھٹ گئے ایک شخص اسی جانب آ رہا تھا۔

میں نے بھی اس کی طرف دیکھا، ایک راہب تھا۔ اچھا طویل القامت تھا۔ چہرے پر عجب تھا گو شکل و صورت ویسی ہی تھی جیسی دوسروں

کی تھی لیکن یہ شخص کسی قدر منفرد نظر آ رہا تھا۔ جب وہ بھی ان کے نزدیک پہنچ گیا تو اس شخص کو کچھ بتانے لگا۔ پھر ان میں سے ایک نے گروہ اٹھا کر کہا۔

”لاما سوہا۔ تمہاری یہ قربانی بدھ کے حضور تسلیم کرتا ہے اور تمہیں اجازت دیتا ہے۔“ اس نے کہا۔

”قربانی؟“ میں نے دل ہی دل میں سوچا اور پھر میں نے دیکھا کہ وہ شخص اپنے جسم کے کپڑے اتار رہا ہے۔ اس نے تمام لباس اتار

دیا۔ صرف نچلے حصہ کا کپڑا تھوڑا سا باقی رہ گیا تھا۔ پھر اس نے بدن پر کوئی چیز ملی۔ سفید سفیدی کوئی چیز تھی جس میں ہلکی سی پیلاہٹ شامل تھی۔ اس

کے بعد اس نے چھتائی سے آگ روشن کی اور اپنے بدن میں لگالی۔

میں تعجب سے منہ پھاڑ کر رہ گیا تھا۔ کیا یہاں یہ نسل بھی موجود ہے؟ لیکن میں نے دیکھا کہ تمام لوگ پیچھے ہٹ گئے تھے۔ اور وہ شخص ملی

جانے والے شے کی وجہ سے دھڑا دھڑا جل رہا تھا۔ اس کے دانت بچنے ہوئے تھے، منٹھیاں بند تھیں۔ لیکن اس کا بدن سلگ رہا تھا۔

اہم بات یہ تھی کہ نہ وہ تڑپ رہا تھا اور نہ منہ سے چیخ رہا تھا۔ بس جل رہا تھا خاموشی کے ساتھ اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کے بدن نے شعلے

پکڑ لئے۔ عجب سی آگ تھی جس کے بارے میں میں تصور نہیں کر سکتا تھا کہ اس میں اتنی تیزی کیوں ہے۔ بہر صورت آگ میں جلتا ہوا شخص تھوڑی

دیر تک چلتا رہا۔ پھر وہ زمین پر گر پڑا۔ دو تین بار اس کے ہاتھوں حیراں میں اٹھن پید ہوئی اس کے بعد وہ خاکستر ہو گیا۔ تب میں نے اپنے قریب

والے شخص کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

”سنو۔“ میں نے ایک شخص کو مخاطب کیا جو شکل و صورت سے راہب نظر آتا تھا۔ وہ میری طرف متوجہ ہو گیا۔ اس کے چہرے پر نرمی کے

آثار تھے۔

”مجھے۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔

"اسے کیا ہوا؟"

"کے؟" اس نے تعجب سے پوچھا۔

"یہی جس نے اپنے بدن میں آگ لگائی ہے۔"

"اور یہ تیاگی تھا۔ دنیا کی محبت، دنیا کا حصول، اس کی ذات پر اس قدر مسلط ہو گیا تھا کہ یہ اس سے جان نہیں چھڑا پا رہا تھا۔ خواہشات، اسے غلام بنانے کے لئے لپک رہی تھیں اور وہ ان سے جان چھڑانا چاہتا تھا۔ کیونکہ یہی بدھ تعلیمات ہیں۔ جس وقت نفس اور خواہشات انسان کو اس قدر مجبور کر دیں کہ وہ ان کے بغیر جینا بھی محال سمجھے تو پھر نیکیوں کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ راستہ ہے موت۔ سو اس نے موت قبول کر لی۔" اس شخص نے جواب دیا۔

"اور گویا اسے یہ کسی قسم کی سزا نہیں دی گئی ہے۔"

"نہیں۔ انسان اپنا محاسب خود ہوتا ہے۔ اپنا سب سے بڑا محاسب۔ وہ خود ہی اپنے لئے سزا تجویز کر سکتا ہے اور یہی اس کے حق میں بہتر بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ دوسری جانب سے دی جانے والی سزا اس کی نیکیوں میں کوئی اضافہ نہیں کرتی۔ اس لئے اچھا تو یہ ہے کہ وہ خود اپنی سزا کا تعین کرنے اور اپنے آپ کو سزا دے لے۔" اس نے جواب دیا اور آگے بڑھ گیا۔

میں سر کھجانے لگا تھا۔ یہ تو بڑا دلچسپ معاملہ ہے۔ گویا یہاں جزا و سزا پر کوئی نظام ہی نہیں۔ جس طرح چاہو اپنا حساب کرو اور بس۔

"واہ۔" میں دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ لیکن بہر صورت اس شخص کی دردناک موت میری نگاہوں میں گھوم رہی تھی۔

وہ کوئی دیوانگی یا جنون تو نہیں تھا۔ بڑے پرسکون انداز میں اس نے اپنے بدن کو آگ لگا کر خودکشی کی تھی اور یہ آسان کام نہیں تھا۔ اس کے بعد بھی وہ جس انداز میں جلاتا وہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ وہ نہ تو تڑپا اور نہ کراہتا تھا۔ بڑی حیرت انگیز بات تھی لیکن دنیا میں حیرت کے سوا بے ہی کیا۔ جہاں چلے جاؤں وہاں کوئی نہ کوئی چیز ایسی نظر آ جاتی ہے جو تمہارے لئے حیرت انگیز ہوگی۔ یہ دوسری بات ہے کہ تم اسے مسلط نہ کرو اور خاص طور سے مجھ جیسا شخص جو عجائبات سے گزر چکا تھا۔

میں بھلا ان حیرتوں سے، یوانہ کیسے ہو جاتا۔ لیکن پھر بھی میں نے اس بارے میں سوچا ضرور تھا۔

رات کو میں واپس اپنی قیام گاہ پر آ گیا۔ امسکا کرو سا سے رات کو ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ لیکن میرے لئے کھانا لانے والے وہ لوگ تھے

جن سے میری ملاقات بدھ کے جسے کے پاس ہوئی تھی اور اس وقت کھانے میں دودھ کی بالائی، پھل اور خشک میوے بھی تھے۔

انہوں نے کھانا میرے سامنے رکھ دیا۔

"امسکا کرو سا اپنی کوٹھری میں ہے؟" میں نے بے خیالی سے پوچھا۔ لیکن ان لوگوں پر جو عمل ہوا تھا۔ اس نے مجھے احساس دلایا کہ میں کیا

کہہ گیا ہوں۔

"کون۔ کس کا نام لیا تم نے؟"

ایک لمحے کے لئے مجھ سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ لیکن پھر میں نے سوچا کہ اسمہا کدوسا کی مدد کی جا سکتی ہے، وہ خود تو اپنے نفس کی خاطر کبچہ نہیں کرے گا۔ اگر میری کوشش سے اس کے اپنے اقارب اس سے مل جائیں تو کیا حرج ہے؟

"اسمہا کرو سا۔" میں نے جواب دیا۔

"آہ۔ وہ ہم میں کہاں۔ اس کی تو صرف کہانیاں رہ گئیں ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"اسمہا کرو سا کا نام کیوں لیا تم نے؟"

"کیا یہ کوئی خاص نام ہے؟"

"ہاں یہ ہمارے بہت بڑے روحانی رہنما کا نام ہے۔"

"تو کیا اس نام کا ایک ہی شخص ہوگا تمہارے ہاں؟"

"ہاں۔ جب وہ غائب ہوا۔ کسی اور نے یہ نام نہ رکھا۔"

"وہ کون تھا۔ کیا تم مجھے اس کے بارے میں بتاؤ گے؟"

"ایک مقدس ہستی۔ اس نے تیاگ لیا اور یہاں سے بہت دور چلا گیا۔"

"کیا وہ واپس آئے گا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں اس نے یہی کہا تھا اور وہ جھوٹ نہیں بولتا تھا۔"

"اس نے کب واپس آنے کے لئے کہا تھا؟"

"اس نے کہا تھا اس وقت جب وہ واپس آئے گا تو اس غار کا دہانہ کشادہ ہو جائے گا جہاں وہ آرام کر رہا ہے۔"

"تو تم نے اس غار کو دیکھا؟"

"ہاں۔ اور میں نے سوچا کہ اب وقت قریب ہے۔ سو ہانے علم کی آنکھ سے اسمہا کرو سا کو دیکھا کہ وہ ہمارے درمیان ہے۔"

"سو باکے علم نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ وہ تمہارے درمیان پہنچ چکا ہے اور تمہاری آنکھیں بند ہیں۔"

"کیا؟" وہ اب حیرت سے چونک پڑے۔

"ہاں۔ اسمہا کرو سا تمہارے پاس ہے۔"

"کہاں؟ کہاں ہے وہ۔ وہ تو۔۔۔ نامعلوم غاروں میں طویل خیند سو رہا ہے۔"

"نہیں۔ وہ خیند سے جاگ اٹھا ہے اور اس وقت بھی تمہارے گودے میں ہے۔"

"آہ۔ تم۔ تم خوش خبری دینے والے ہو۔ کیا تم ہمیں اس کے بارے میں نہیں بتاؤ گے؟"

”تم میں سے کوئی اسے پہچان سکتا ہے؟“

”خود سوہا۔ صرف سوہا۔“ اس نے جواب دیا۔

”ہاں وہ بوڑھا آدمی اسے ضرور پہچان سکتا ہے۔ تب پھر جاؤ اور سوہا کو ساتھ لو اور یہاں کی ساری کوٹھریاں دیکھ لو۔“ میں نے کہا۔

وہ سب باتوں کی طرح کھڑے رہے اور پھر وہاں سے پلٹ کر بھاگے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہی ہنگامہ ہو گیا۔ انہوں نے اسمہا کر دسا کو پکڑ لیا تھا اور وہ سب اسمہا کر دسا کے نام کے نعرے لگا رہے تھے۔

مجھے اسمہا کر دسا کی حیرت کے بارے میں سوچ کر مزہ آ رہا تھا۔ وہ تو بڑا پریشان ہو گا کہ آخر اس کا راز کیسے کھل گیا۔ بہر حال میں بھی تماشہ دیکھنے باہر

نکل آیا۔ لوگوں نے اسمہا کر دسا کو کاندھوں پر اٹھا رکھا اور وہ شرمسار نظر آ رہا تھا۔

بہ شکل تمام پگڈنڈے کے ایک حصے میں اسے چھوڑا گیا لیکن اب بھی پورا پگڈنڈا اس کے گرجے جمع تھا۔ لوگ اس سے طرح طرح کے سوالات

کر رہے تھے۔ بہر حال اسمہا کر دسا خوب چکر میں پھنسا تھا۔ میں وہاں سے نکل آیا اور پگڈنڈے کے اس عقبی حصے کی طرف جا نکلا جہاں گوتم کا مجسمہ

موجود تھا۔

چاندنی نکھری ہوئی تھی۔ ٹھنڈی ہوا پھولوں کی خوشبو چاروں طرف بکھیر رہی تھی۔ بہت ہی دلکش سا تھا اور پھر جب اس چاندنی میں کسی

کی گنگناہٹ کھل گئی تو بلاشبہ ماحول پر سحری طاری ہو گیا۔

نسوانی آواز تھی۔ نہایت شیریں لہجہ، کوئی لڑکی عجیب سا پر سحر گیت گا رہی تھی۔ میں مبہوت ہو گیا اور گنگناہٹ جاری رہی اور پھر گانے والی

آہستہ خرامی سے میرے سامنے آ گئی۔ میں نے چھپنے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن وہ مجھے دیکھ کر سہم گئی۔

گنگناہٹ رک گئی اور اس کا منہ کھلا رہ گیا۔ چاندنی انسانی روپ میں سمٹ گئی تھی۔ ایسے دلغریب نقوش تھے کہ میں تصور حیرت بن گیا۔

نازک سی زندگی سے بھرپور ہونٹوں پر وزنی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی لیکن اس وقت۔۔

یوں لگتا تھا جیسے اس کے بدن میں جان ہی نہ ہو۔ تب میں چند قدم آگے بڑھا اور اس کے سامنے پہنچ گیا۔

”گانے والی حسین۔ خاموش کیوں ہو گئیں؟“ میں نے سوال کیا۔

”کیا۔ کیا تو بدمعاش ہے؟ کیا پتھر کے جسمے میں زندگی واپس آ گئی ہے؟“ اس نے سرسراہتی آواز میں کہا۔

”نہیں گانے والی، میرا اس پتھر کے جسمے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔“

”اوبھو جھوٹ بول رہا ہے۔ تو۔۔۔۔۔ بدھا ہے۔ یہ ہلکوتی مسکراہٹ، یہ چمکدار بدن، یہ حسین چہرہ۔ کیا میں خواب دیکھ رہی ہوں؟“

اس نے میری طرف ہاتھ بڑھایا اور پھر چونک پڑی۔ سمٹ کر پیچھے ہٹ گئی۔

”لیکن تیرا چہرہ! نہیں تو بدھا نہیں ہے۔“

”میں تو پہلے ہی کہہ رہا ہوں۔“

"پھر۔ پھر تو کون ہے؟"

"بیرونی دنیا کا ایک مسافر۔ کیا تمہیں اسمہا کروسا کے بارے میں علم نہیں۔ وہ واپس آ گیا ہے۔"

"کون واپس آ گیا ہے؟"

"تمہارا اوتار۔ اسمہا کروسا۔ کیا تم نے شور نہیں سنا؟"

"نہیں۔ میں دور تھی۔ مگر اسمہا کروسا۔ وہ کہاں ہے؟ وہ تو طویل فینڈ سو گیا تھا۔"

"ہاں وہ جاگ کر واپس آ گیا ہے۔ مگر تم کون ہو؟"

"شمعانی۔" اس نے جواب دیا۔

"کہاں رہتی ہو؟"

"وہاں۔" اس نے کافی دور درختوں کے ایک جھنڈ کی طرف اشارہ کیا۔ یہ بھی گھوڑے کا علاقہ ہی تھا۔

"تم بہت اچھا لگتی ہو۔"

"سب ہی کہتے ہیں مگر میں گا کہاں رہی تھی۔"

"گنگنار ہی تھیں؟"

"ہاں میں ایسے ہی۔" اس کے انداز میں شرم پیدا ہو گئی۔

"کیا تم مجھے گانا سناؤ گی؟"

"تمہیں۔" اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"ہاں، میں مسافر ہوں۔ تمہارا اسمہان ہوں۔ کیا تم میری یہ خواہش پوری نہ کر دو گی؟"

میں نے کہا اور وہ کھٹکھٹ میں پڑ گئی۔ پھر وہ گہری سانس لے کر بولی۔

"سناؤں گی۔ لیکن ابھی نہیں۔ نہ اس کے لئے یہ جگہ موزوں ہے اور نہ یہ وقت۔ تم ناراض تو نہ ہو گے؟"

"نہیں۔ لیکن وقت اور جگہ کے بارے میں تاڈا۔"

"کل، رات کو۔ میں تمہیں خود یہاں سے دور لے جاؤں گی۔"

"وعدہ؟"

"ہاں۔" اس نے شرمگین انداز میں کہا اور پھر خاموشی سے سر جھکانے کھڑی رہی۔

"شمعانی۔ یہاں تمہارے ساتھ اور کون کون رہتا ہے؟"

"میری سگھیاں بہت سی ہیں۔ کس کس کے نام بتاؤں۔"

”میرا مطلب ہے تمہارے والدین؟“

”میں ہگوڈا کی خادمہ ہوں۔ ہمارے والدین نہیں ہوتے۔ ہمیں بچپن ہی سے بدھا کے قدموں میں بھیج دیا جاتا ہے اور اس کے بعد

ہمارے والدین ہمیں اپنی اولاد نہیں کہتے۔ ہم یہ بھی نہیں جان سکتے کہ ہم کہاں پیدا ہوئے تھے اور نہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔“

”اوہ۔ کیا تمہیں اس طرح سکون ملتا ہے۔ کیا تمہارے ذہن میں یہ تجسس باقی نہیں رہتا کہ تمہارے والدین کون ہیں۔“

”بدھا کے قدموں میں سکون ہی سکون ہے۔ اس کی خدمت میں آنے کے بعد بے سکونی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میں نے کبھی کسی کے

ہارے میں نہیں سوچا۔ اس کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی۔“ اس نے جواب دیا اور میں نے گہری سانس لی۔ تمام مذاہب میں عقیدت کا بڑا دخل رہا ہے

اور وحقیقت یہ عقیدت ہی سکون بخشتی ہے۔ اس طرح یہ لڑکی بھی اپنے عقائد میں عمل تھی اور یقیناً جس مذہب کے لوگ انفس کشی کو اس قدر اہمیت

دیتے ہیں وہ برے نہیں ہو سکتے۔ یہ لڑکیاں وہاں پوری طرح محفوظ رہتی ہوں گی اور کسی وحشی الجھن کا شکار نہ ہوتی ہوں گی۔

”تو پھر کل تم کہاں ملو گی، شہمائی؟“

”اسی جگہ۔ میں یہاں سے تمہیں ساتھ لے جاؤں گی۔“

”ٹھیک ہے۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔“ میں نے جواب دیا اور اس نے دائیں کے لئے قدم بڑھا دیئے۔ وریٹک میں اسے دیکھتا رہا۔

اس کی چال بھی دلکش تھی۔ جبکہ جبکہ قدم جوانی کے نشے سے پورے لیکن اس سے بے خبر وریٹک میں تصویر کی نگاہ سے اسے دیکھتا رہا۔

وہ مجھے بہت پسند آئی تھی۔ پھر میں واپس اپنی قیام گاہ کی طرف چل پڑا۔ اور اس کے بعد میں نے رات بھر آرام کیا۔ ذہن سے سارے

خیالات نکال دیئے تھے اور مجھے اس میں کوئی پریشانی نہیں ہوئی تھی۔ دوسرے دن صبح کو جاگا ہی تھا کہ کسی نے اندر جھانکا۔

”کون ہے؟“ میں نے آواز دی اور دو روبرو اندر آ گئے۔ دو جھکے اور پھر سیدھے ہو کر بولے۔

”لامہ کروسانے کہا تھا کہ جب تم جاؤ تو تمہیں اس کا پیغام دے دیا جائے۔ ہم تمہارے جاننے کا انتظار کر رہے تھے۔“

”کیا پیغام ہے؟“

”وہ تم سے ملاقات کا خواہش مند ہے۔“

”ہوں۔“ میں نے گردن ہلائی۔ ”ٹھیک ہے تم انتظار کرو۔ میں نہالوں اور اسکے بعد چلوں گا۔“ میں نے جواب دیا اور انہوں نے اسی

انداز میں گردن ہلا دی۔ پھر باہر نکل گئے۔ اپنی رہائش گاہ کے عقبی تالاب میں، میں اچھی طرح نہایا۔ بال وغیرہ درست کئے، لباس درست کیا اور پھر

لامہ کروسا کے پاس چل دیا۔ میرے رہبر میرے ساتھ تھے۔

اسمعا کروسا بد لے ہوئے انداز میں نظر آیا۔ وہ ایک بڑے سے ہال میں زمین پر پائٹی مار نے بیٹھے تھا اور کئی دوسرے لوگ سامنے دوڑانو

بیٹھے تھے۔

مجھے دیکھ کر وہ مسکرایا۔ اور پھر اس نے دوسرے لوگوں سے چلے جانے کے لئے کہا۔ اور وہ سب گردن جھکائے باہر نکل آئے۔ اسمعا کروسا

نے مجھے جینے جانے کا اشارہ کیا اور میں اس سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھ گیا۔

"تو تم نے میرا راز کھول دیا؟" اس نے کہا۔

"ہاں۔ میں تمہاری اس نفس کشی سے متعلق نہیں تھا۔ اس طرح اپنوں سے جدا ہونے تھے اور اس کے بعد بھی ان سے دور تھے۔ تم بذات

خود تو کسی پر عیاں نہ ہوتے حالانکہ یہ لوگ تمہارے اتنے عقیدت مند ہیں۔"

اسمحا کر سامنے گردن جھکا لی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ تب میں نے کہا، "اگر تمہیں میرے اس عمل سے تکلیف ہوئی

ہے اسما تو مجھے افسوس ہے لیکن میرا ذہن اس نفس کشی کو قبول نہیں کر رہا۔ جب دنیا کا تعلق تم سے ہے تو پھر تم اس سے دور کیوں رہنا چاہتے ہو۔"

"نہیں میرے دوست۔ تم نے تو میرے اوپر ایک اور احسان کیا ہے۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"کیا؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"تم نے درست کہا، دنیا میں رہ کر دنیا سے دور نہیں رہا جا سکتا۔ میرے ذہن میں شدید کشش تھی اور یہ کشش میری عبادت میں بھی دخل

انداز ہو رہی تھی۔ میں دلہنی سے کوئی کام نہیں کر پار ہاتا تھا۔ اس کے علاوہ کچھ مشکلات بھی پیش آرہی تھیں۔ میں وہ نہیں کر سکتا تھا جو کرنا چاہتا تھا لیکن

اب یہ مشکل حل ہو گئی۔ میں کسی طور کسی کو اپنے بارے میں نہیں بتاتا چاہتا تھا لیکن اب....."

"شکر یہ اسما کر دیا۔ ورنہ میں تو بد دل ہو گیا تھا۔"

"ارہ، کیوں؟"

"یہ باتیں میری کچھ میں نہیں آرہیں۔"

"نو جوان مسافر۔ تم جو کوئی بھی ہو، اتنا تو میں جانتا ہوں کہ تم عام انسانوں سے مختلف، ان سے ذہین اور کچھ میں نہ آنے والوں میں سے

ہو۔ بہر حال میں ذرا سی فرصت ملے ہی تمہیں بدھ کی تعلیمات کے بارے میں بتاؤں گا۔ اس کے بعد تمہاری کچھ میں یہ سب کچھ آجائے گا۔"

"کوشش کرنا..... لیکن اس سے زیادہ مجھے تمہارے اس علم سے دلچسپی ہے جس نے چنانچہ ورہا زے کو کشادہ کر دیا تھا۔"

"میں تمہیں سب کچھ بتاؤں، سب کچھ..... اس سے تمہیں کیا کیا حاصل کرنا ہے اس کا فیصلہ تم بہتر طور سے کر سکو گے۔"

"یہ سلسلہ کب سے شروع ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"بہت جلد۔ اب کچھ لمحات لوگوں میں گزریں گے، لوگ مجھ سے ملنے آئیں گے اور مجھ سے میرے گیان کے بارے میں پوچھیں گے۔"

"ہاں یہ تو ہے۔"

"اب صبح کا کھانا کھا لو، اگر پسند کرو تو میرے ساتھ رہو۔ ویسے میری بستی تمہیں زیادہ پسند نہ آئی ہوگی کیونکہ یہاں حد سے زیادہ سادگی ہے۔"

"ہاں۔ حد سے زیادہ شدت پسندی ہے۔ مذہب نے بے شک بہت سی اچھی باتوں کا پرچار کیا ہے لیکن کمزور انسان دنیا میں اس لئے نہیں

پیدا کیا گیا ہے کہ اس دنیا کی دلچسپیوں کو مکمل طور پر ترک کر دے۔ یہ ایک غیر فطری بات ہے اور اسے میرا ذہن قبول نہیں کرتا۔"

”قبول کرنے لگا۔“ اسمہا کروسانے مدبرانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ ہوں لگتا تھا جیسے وہ مجھے بچہ سمجھتا ہو۔ بہر حال اس کی یہ غلط فہمی بہت جلد دور ہو جائے گی۔ ابھی وہ جو کچھ سوچ رہا تھا اسے سوچنے دیا جائے۔ ہاں ایک بات کا میں نے اعتراف کیا تھا۔ وہ یہ کہ دوسرے مذہب میں اگر مذہب کے خلاف کوئی بات کہی جائے تو لوگ چراغ پا ہو جاتے تھے۔ ان لوگوں میں حد سے زیادہ طبیعتی تھی اور وہ کسی بات پر سخت پائیس ہوتے تھے۔ اسمہا کروسا کے ساتھ ہی ناشتہ کیا۔ ... اس نے تو بہت مختصر لکھایا تھا لیکن میرے لئے بہت کچھ تھا اور میں نے تکلف بھی نہیں کیا۔ پھر اس وقت میں وہیں تھا جب چند لوگوں نے آکر اسمہا کروسا کے سامنے گردن جھکا دی۔

”کیا بات ہے؟“ اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

”آپ کے اہل خاندان اور دوسرے بہت سے لوگ آپ سے ملنے آئے ہیں مقدس کاہن۔“ ان میں سے ایک نے کہا۔

”بلاؤ انہیں۔ بڑے ہال میں بٹھا دو۔ میں آتا ہوں۔“ اسمہا کروسانے کہا اور وہ لوگ چلے گئے۔

”ان سے علیحدہ نہیں ملو گے اسمہا کروسا؟ تم نے ان سب کو ایک ساتھ بلایا ہے۔“

”ہاں۔ تاکہ تفریق نہ ہو سکے۔ سب یکساں ہیں۔“ اسمہا کروسانے کہا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ ”آؤ مسافر! ویسے یہ عجیب بات ہے

کہ میں تمہیں آج بھی مسافر کہتا ہوں۔ تمہارا کوئی نام تو ضرور ہوگا۔ اس نام کو تم نے کیوں چھپایا ہے، یہ میں نہیں جانتا۔“

”یہ بھی اپنے ظلم سے پوچھو اسمہا کروسا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں بس ذرا سی مہلت مل جائے، میں تمہارے بارے میں جاننے کی کوشش کروں گا۔“ اس نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ہم

دونوں ہال میں آگئے۔ یہاں بہت سے لوگ پائنتی مارے بیٹھے تھے۔ اسمہا کو دیکھ کر وہ کھڑے ہو گئے۔

آنے والوں میں عورتیں بھی تھیں، نوجوان لڑکیاں اور لڑکے بھی۔ ان میں زیادہ تر اسمہا کروسا کے اہل خاندان تھے۔ ان کی آنکھوں سے

آنسو رواں ہو گئے اور ان میں سے کچھ آگے بڑھے۔ انہوں نے اسمہا کروسا سے لینے کی کوشش کی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

”ملنے والوں کو دیکھ کر تو خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے تم رورہے ہو۔“ وہ بخبیہ آواز میں بولا اور پھر خود دوسرے لوگوں کے قریب جا کر ان کے

سرہانے پر ہاتھ پھیرا۔

”آپ نے ہمیں اطلاع بھی نہ کرائی بابا۔“ ایک نوجوان نے کہا۔

”کیا ضروری تھا..... میں منتظر لوگوں میں خود ہی آ گیا۔“

”گھر چلیں۔“ ایک لڑکی نے کہا۔

”یہ کون ہے؟“ اسمہا کروسانے پوچھا۔

”آپ کی پوتی ہے۔“

”خوش رہے۔ عبادت گاہ سے بڑا گھر کون سا ہوتا ہے۔ تم سب خوش رہو۔ مجھ سے ملنے کو دل چاہے تو آ جا کر دو۔ کون روکتا ہے۔“

"تو آپ گھر نہیں چلیں گے؟"

"اگر تمہارا گھر اس عبادت گاہ سے برتر ہو تو مجھ کو چشم کو بھادو۔ میں ماناں گا۔"

"گھر آجاتی۔ ہم تو آپ کو لے کر چلیں گے۔" ایک حسین لڑکی نے مترنم آواز میں کہا۔

"میری بچی۔ مجھے مہاتما کے چرنوں میں رہنے دو۔ اس سے زیادہ سکون کی جگہ مجھے کہیں نہ ملے گی۔" امحکا کر دوسانے کہا اور پھر میری

طرف دیکھ کر بولا۔ "ہاں..... تم میرے مہمان کو اپنے پاس ضرور بلاؤ۔ یہ میرا احسن بھی ہے اور دوست بھی۔"

تب لوگ میری طرف متوجہ ہو گئے۔ بہت سی نگاہوں نے مجھے غور سے دیکھا تھا۔ اس کے بعد وہ لوگ گفتگو کرتے رہے۔ اور میں ان کی

باتیں سنتا رہا۔ امحکا کر دوسا کے اہل خاندان بہت زیادہ تھے اور ان میں ہر عمر کے لوگ تھے۔ لڑکیوں کی تعداد بھی کافی تھی اور یہ تیاگی نہیں تھیں چنانچہ

ان کی نگاہوں میں شرارت پائی جاتی تھی۔ دیکھو وہ لوگ یہاں رہے۔ دوسرے لوگ بھی مہاتما کی کے درشن کو آ رہے تھے۔ بالآخر میں وہاں سے چلا

آیا..... مجھے زیادہ لطف نہیں آ رہا تھا۔

رات کو ٹھیک وقت پہ میں مہاتما بدھ کے مجھے کے نزدیک پہنچ گیا اور مجھے وہاں گئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ شھانی بھی پہنچ گئی۔ اس نے

ساقی طرز کا ذھیلا ڈھالا لباس پہنا ہوا تھا جس میں پنڈلیاں گھٹنوں تک کھلی ہوئی تھیں۔ بال نہایت خوبصورت انداز میں بندھے ہوئے تھے۔ چہرہ

دودھ سے دھلا محسوس ہوتا تھا اور وہ بے حد پیاری لگ رہی تھی۔

چاند آج بھی اگلا ہوا تھا اور روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔

"ابھی۔" اس نے آواز دی۔

"میں تمہارا منتظر ہوں شھانی۔"

"میں نے دیر تو نہیں کی؟"

"نہیں۔"

"تب آؤ..... ان پہاڑیوں کے درمیان چلیں۔ پھول راس کی واوی اس وقت خوشبوؤں سے مہک رہی ہوگی۔"

"چلو۔ میں تو تمہارا مہمان ہوں، جہاں دل چاہے لے چلو۔" میں نے جواب دیا اور اس کے ساتھ چل پڑا۔ اس کی قربت مجھے سکون کی

واہوں میں لے گئی تھی۔ میں اس کے ساتھ چاندنی کے کمیت میں چل رہا تھا اور ان پہاڑیوں کا فاصلہ زیادہ نہ تھا۔ پھول راس کی واوی حسین ترین

تھی۔ یہاں خاموشی اور سکون پھیلا ہوا تھا اور ہر حقیقت یہ مکتی واوی تھی۔

درختوں اور پھولوں کے ایک کنج کے پاس وہ رک گئی۔ "یہ میری پسند کی جگہ ہے۔" شھانی نے گہری گہری سانس لے کر کہا۔ اس کے

چہرے پر زندگی کی پوری تحریر دکھی ہوئی تھی اور وہ ایسی لڑکی نظر آ رہی تھی جسے کبھی دکھ سے دوچار نہ ہونا پڑا ہو..... اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ اور گہری ہو

گئی تھی۔

"اب تم اپنا نام بتاؤ۔" شہمائی نے کہا۔

"کیا تم میرے لئے ایک تکلیف اٹھاؤ گی؟"

"ضرور کہو۔"

"میرا نام تم ہی تجویز کرو۔"

"کیوں... کیا تمہارا کوئی نام نہیں ہے؟"

"نہیں۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟"

"ممکن ہے شہمائی۔ یقین کرو۔ خود اسمما کر، سا مجھے مسافر کے نام سے پکارا ہے۔"

"تب میں تمہیں... میں تمہیں من پورنا کے نام سے پکاروں گی۔"

"من پورنا... اس کے معنی کیا ہیں؟"

"وہ، جودل کو پسند آئے۔" اس نے کہا اور شرما کر ہنس پڑی۔

"کیا اس نام میں حقیقت ہے؟"

"حقیقت نہ ہوتی تو... میں یہاں کیوں آتی۔" اس نے کہا اور میں چند قدم آگے بڑھ کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ پھولوں کی طرح نازک

بدن بل کھانے لگا۔ پھر اس نے اپنا سر میرے سینے سے ٹکا، یا اور میرے سارے وجود میں خوشبو پھیل گئی۔

"یہ تو میری خوش بختی ہے شہمائی کہ تم نے مجھے پسند کر لیا۔ اب یہ علاقہ مجھے بے حد حسین لگنے لگا ہے۔"

"میں تمہارے بارے میں سوچتے ہوئے سب کچھ بھول جاتی ہوں پورنا۔ میں نے تمہارے بارے میں بہت کچھ سوچا ہے۔"

"کیا بھول جاتی ہو شہمائی؟"

"نہی کہ میں... میں تو بدھ کی داسی ہوں۔ میں تو بے شمار پابندیوں میں گھری ہوئی ہوں۔"

"محبت یہ سب کچھ نہیں دیکھتی شہمائی۔ اور پھر محبت تو سب سے بڑی عبادت ہے۔ بدھ نے بھی محبت کا سبق دیا ہے۔"

"ہاں۔" اس نے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر کافی دیر تک خیالات میں ڈوبی رہی پھر جیسے اسے کچھ یاد آ گیا۔ "تم نے مجھ سے گانے

کے لئے کہا تھا۔"

"ہاں۔"

"میں نے تمہارے لئے ایک گیت بنایا ہے۔"

"تم گیت بھی بنائیتی ہو؟"

"نہیں۔ پہلی بار ایسا کیا ہے۔ تمہیں یاد کرتے ہوئے یہی خیالات دل میں آئے تھے۔" اس نے شرمائے ہوئے انداز میں کہا۔
"تب سناؤ۔" میں نے کہا اور اس نے مترنم آواز میں انتہائی دلکشاں اور پرمحرا انداز میں ایک گیت سنایا۔ جس کا مفہوم یوں تھا۔

"سنگا رخ چنانوں کے رخنوں میں آسمان سے برتنے
والے پانی نے نمی پیدا کی اور پھر اس نمی نے چنان کو
تولید کی قوت بخشی۔"

تب ان رخنوں میں ایک ننھی سی کوئیل نے
سرا بہا رہا۔ اپنے ارد گرد نگاہ ڈالی، وہ سہم گئی کیونکہ
اس کے گرد پتھروں کے سوا کچھ نہ تھا۔
"اے..... دنیا کیسی بد نما ہے۔"

لیکن زندگی گزارنی جانی ہے۔ سو اس نے
چنانوں کو اپنا لیا..... پھر وقت کے قافلے گزرنے لگے۔
پتھری پتھر..... یہی اس کی زندگی تھی۔

لیکن پھر دوسرے رخنے میں ایک پھول کھلا، کوئیل
کا ساتھی..... اور یہ چٹانیں حسین ہو گئیں۔
پھول اسے بہت بھایا تھا۔

درمیان میں پتھریلی چٹانیں ہیں۔ نجانے پھول
اور کوئیل کے فاصلے کیسے ختم ہوں گے؟"

آخر میں وہ اس ہو گئی..... میں نے صدیوں میں زندگی گزارنی تھی پروفیسر، لیکن اتنا حسین زمانہ میری زندگی میں نہیں آیا تھا..... اس
نے کس خوبصورتی سے اپنی ترہمانی کی تھی اور پھر اس کی آواز بے حد حسین تھی۔ میں دیر تک سحر میں ڈوبا رہا تھا۔
پھر میں چونکا..... اور اس کے ساتھ ہی وہ بھی چونک پڑی۔

"اب چلیں پورا نا۔"

"اتنی جلدی۔"

"کل ہم پھر ملیں گے۔ اس سے زیادہ رکنا مناسب نہیں ہوگا۔ ہمیں حالات پر بھی نگاہ رکھنی چاہئے۔ کل تم یہیں پہنچ جانا۔ کل ہم دیر تک
بہنچیں گے۔"

"لھیک ہے۔" میں نے کہا اور پھر ہم دونوں چلن پڑے۔

میں نے شہنائی کو اس کے لھیکانے پر چھوڑا اور پھر واپس گہرے آگیا۔ یہاں گکوڑے کے باہر ایک عظیم مجمع لگا ہوا تھا۔ بے شمار لوگ مجھے نظر آ رہے تھے۔ جگہ جگہ مشعلیں اڑتی نظر آ رہی تھیں۔ میں بھی ان لوگوں میں شامل ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد اسمہا کر سنا نظر آیا۔ وہ ایک چہوترے کی طرف بڑھ گیا اور لوگ اس پر پھول پھینکا اور کرنے لگے۔ وہ اسمہا کر سنا کے نام کے نعرے بھی لگا رہے تھے۔ یہ لوگ غالباً اس کی زیارت کے لئے ہی جمع ہوئے تھے۔

تب میں نے لامہ سویا کو بھی دیکھا جو اس چہوترے کے کنارے آکھڑا ہوا تھا۔ پھر لامہ سویا نے کہنا شروع کیا تھا۔

"مہاتما بدھ کے پیرو اہم اس مہان منس کے درشن کر رہے ہو جس نے آجھی صدی موت کی وادیوں میں گزاری ہے، جس کا گیان مہان ہے، جس نے موت کی وادیوں کا راز معلوم کیا ہے، ہاں اس وقت جب یہ سستی بہت چھوٹی تھی، اس کی آباہی بہت تھوڑی تھی، اسمہا کر سنا مہان گیانی نے جیتے جی خود کو موت کی گرد میں سلا لیا اور اسکے بعد تم میں سے ہر ایک کو معلوم ہے کہ یہ ایک روایت بن گئی۔ ہم ان غاروں میں جا کر اس کے جاننے کا انتظار کرتے تھے لیکن ہماری بد قسمتی تھی کہ جب یہ جا کا تو ہم وہاں موجود نہ تھے۔ بہر حال مہا گیانی ہمارے سامنے موجود ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس کا گیان، اس کا تجربہ ہمیں برکتیں دے گا۔"

لوگوں نے ہاتھ باندھ کر جھک کر عقیدت کا اظہار کیا اور پھر لامہ سویا نے اسمہا کر سنا سے پوچھا۔ "اسمہا کر سنا جی۔ کیا آپ موت کی وادیوں کے بارے میں ہمیں نہیں بتائیں گے؟"

"میرے بچو۔... میرے بھائیو! کیا میں اس سے زیادہ روشنی والا ہوں جس نے ہماری آنکھوں میں بیانی وئی ہے۔ جب اس نے ہمیں موت کی وادیوں کی کہانی سنائی تو ماں او، یہ کہانی کوئی نہیں سنا سکتا۔ میں نے اس کی کوشش کی تھی لیکن انسان اس زمین پر رہنے والے کیزوں کی طرح بے حقیقت ہے۔ قدرت نے جو راز اس پر منکشف کئے انہوں نے اس کی اپنی ذات کو فائدہ پہنچائے اور جو راز قدرت نے اس پر منکشف کرنا مناسب نہ سمجھے۔ انہیں اس کی کوشش، اس کی بیانی نہیں دیکھ سکتی خواہ وہ موت کی وادیوں میں جانے کی کوشش کرے یا آسمان کی دستوں میں۔ چھٹی ہوئی باتیں چھپی ہی رہتی ہیں۔ ہاں، میری زندگی کے وہ لمحات جو میں نے زندگی سے دور رہ کر گزارے، مجھے صرف ایک سبق دیتے ہیں۔... اور وہ سبق یہ ہے کہ تم حقیر ہو، تمہارے ہاتھ چھوٹے ہیں، تمہاری سوچ چھوٹی ہے، اپنی حدوں کو پار کرو گے، کچھ نہ ملے گا، کچھ بھی نہیں ملے گا۔ سو تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ تم اپنی حد و حد میں رہو، بدھ کی پیروی کرو، نفس کو قتل کرو اور خود کو حقیر جانو۔..." اسمہا کر سنا خاموش ہو گیا۔

پھر لوگ اس سے طرح طرح کے سوالات کرتے رہے۔ یہ سوالات میرے لئے دلچسپ نہیں تھے اس لئے میں وہاں سے چلا آیا اور اپنی قیام گاہ پر پہنچ گیا۔ میں شہنائی کے ساتھ گزارے ہوئے لمحات سے لطف لینا چاہتا تھا۔ یہ بات تمہارے علم میں ہے، پروفیسر، کہ ادوار میرے لئے میری پسند کی عورتوں کو جنم دیتے رہے ہیں اور عورت کسی نہ کسی طور میرے نزدیک پہنچ جاتی ہے۔

لیکن... تجربے کی بات ہے کہ عورت کا قرب کسی بھی دور میں میرے لئے غیر دلکش نہیں رہا۔ نئی عورت نئے تجربات کی حامل ہوتی تھی۔

سب کی حیثیت ایک لیکن ذہنرت جدا جدا..... اور یہ تبدیلی ہی اس کی دلکشی ہے۔ سو میں شہنائی کے بارے میں دیر تک سوچتا رہا..... اور اس کے بارے میں سوچتے سوچتے سو گیا۔ دوسری صبح جاگا تو معمولات میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔

پھر ضرور بات سے فارغ ہو کر اٹھا کر دوسا کے پاس پہنچا تو اس کے تین پوتے اس کے پاس موجود تھے۔ اٹھا کر دوسا مجھے دیکھ کر مسکرایا۔

"یہ تمہیں لینے آئے ہیں۔" اس نے کہا۔

"اور اتنی جلدی کرو سا؟"

"ہاں۔ ان کی خواہش ہے کہ تم چند دن ان کے ساتھ گزارو۔"

"میں ان کے ساتھ چلا جاؤں گا؟" اٹھا۔ لیکن کیا ضروری ہے کہ میں ان کے ساتھ رہوں، مجھے یہی جگہ پسند ہے۔"

"اور نہیں دوست، تم پگھوڑے سے باہر کی دنیا بھی دیکھو، تمہارے لئے یہ ماحول اجنبی ہوگا۔ ممکن ہے تمہیں پسند بھی آئے۔"

میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا پھر آمادگی ظاہر کر دی۔ کرو سنا ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔ رات کی بات تو یہ لوگ مجھے روکنے کی کوشش تو نہ

کریں گے چنانچہ میں تیار ہو گیا۔ پھر جب میں ان کے ساتھ چلا تو تینوں نوجوانوں نے اپنا تعارف مجھ سے کرایا اور پھر ان میں سے ایک بولا۔

"بابا کرو سنا تمہیں مسافر کہہ کر پکارتا ہے۔ کیا تمہارا کوئی نام نہیں ہے؟"

"ہے لیکن میں نے اتنا بتلایا نہیں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"اور کیوں؟"

"بس دل نہیں چاہا۔"

"ہمیں بھی نہیں بتاؤ گے؟"

"پورا تو میں نے کہا۔"

"آہ۔ بڑا دلکش نام ہے..... لیکن سنا ہے تم بدھ مت کے پیرو نہیں ہو۔"

"ہاں۔ میں اس مت کے ماننے والوں میں سے نہیں ہوں۔"

"تو..... تو کیا..... تم گوکلا کے خاندان سے ہو؟" اس نوجوان نے کہا اور دوسرے نوجوان چلتے چلتے رک گئے۔

"کرنا یا..... تو نے یہ نام کیوں لیا؟" انہوں نے اس نوجوان سے کہا۔

"بس جلدی میں منہ سے نکل گیا..... سنا چاہتا ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے کہ یہ نام لینے کی کیا سزا ہے؟"

"مجھے افسوس ہے مگر یہ بات تمہارے درمیان رہے۔ میں پورا سنا ہے مجھ معافی چاہتا ہوں۔"

"مگر کس بات کی..... اس نام میں کیا خاص بات ہے؟"

"پورنا۔ براہ کرم اس حق کی بات بھول جاؤ۔ ہم اس بدعتی کا تذکرہ بھی نہیں کر سکتے۔" دونوں لڑ جوانوں نے کہا۔
"ایسی کیا خاص بات ہے اس میں؟"

"بس بس..... خدا کے لئے بس۔ گو تصور تمہارا نہیں ہے۔ یہ تو فی اس کرنا یا نہ کرنے کی ہے۔ مگر تم ہمارے اوپر رحم کرو۔" انہوں نے عاجزی سے کہا اور میں گہری سانس لی..... نجانے اس نام میں ایسی کیا خاص بات تھی۔ گو کا۔... میں نے دل ہی دل میں وہ ہرایا اور یہ اندازہ لگا لیا کہ دونوں جوان اس نام سے سخت متنفر بلکہ خوفزدہ نظر آتے تھے۔ بہر حال میں نے اسے ذہن میں محفوظ کر لیا۔ اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش ضرور کروں گا۔ میں نے سوچا۔

گھوڑے سے باہر کی دنیا زیادہ مختلف نہ تھی۔ ان کا تو مذہب ہی یہ تھا خود اذیتی نفس کشی، ہر جگہ یہی چیز عام تھی سوائے اس کے کہ دوسرے لوگ عام زندگی گزارتے تھے۔ ہر کام ہو رہا تھا، دکانیں اور بازار بھی تھے ہر کوئی پر گھومتی حسینا نہیں بھی تھیں۔ پھر جس مکان میں مجھے لے جایا گیا وہ مکان کیا، پوری ایک ہستی تھی۔ طویل و عریض علاقے کو چہار دیواری میں گھیر لیا گیا تھا اور پھر اس میں کمرے بنے ہوئے تھے۔ اسمہا کر اس کے اہل خاندان ایک ہی جگہ رہنے تھے اور چونکہ خاندان وسیع تھا ان لئے جگہ بھی ایسی ہی تھی۔ لیکن میں نے ایک بات ضرور دیکھی۔ اندر کا علاقہ بے حد صاف ستھرا تھا اور انہوں نے اسے نظافت سے آراستہ کیا تھا کھلے گھاس کے میدان اور درخت بھی کافی تعداد میں تھے۔

نو جوان مجھے لئے ایک مکان میں داخل ہو گئے۔ یہ مکان بھی اپنی دستکاری سے آراستہ تھا اور پھر بلاشبہ انہوں نے میری خدمت کی۔ بے شمار نو جوان، بچے، بوزھے مجھ سے ملنے آئے۔ سب ہی میرے لئے کچھ نہ کچھ لارہے تھے۔ انہوں نے مجھ سے میرے بارے میں بھی بہت سے سوالات کیے تھے لیکن کوئی خاص دلچسپی مجھے یہاں محسوس نہ ہوئی اور میں ان لوگوں سے بلاوجہ کا اخلاق برتتا رہا۔... پھر رات ہو گئی اور میں نے اجازت چاہی۔

"کیوں..... کہاں جاؤں گے پورنا؟"

"رات میں گھوڑے میں ہی گزاروں گا۔"

"کیوں..... کیا ہم تمہاری خدمت نہیں کر سکتے؟"

"یہ بات نہیں ہے دوستو..... مجھے کچھ کام ہے۔"

"تب اس کام کی انجام دہی کے بعد واپس آ جانا۔" مجھ سے التجا کی گئی اور میں سوچنے لگا۔

"لیکن اگر مجھے وہ ہو گئی تو تمہیں پریشانی ہوگی۔"

"اگر تم آدھی رات کو بھی آئے تو ہم منتظر ہی نہیں گے۔" انہوں نے کہا اور میں ان کے خلوص کو نہ بھکرا سکا۔

میں نے گردن جلاتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ اگر یہ بات ہے تو میں واپس آ جاؤں گا۔"

"ہم تمہارا انتظار کریں گے۔" انہوں نے کہا اور میں وہاں سے چلا آیا۔

تھوڑی دیر تک تو میں اس ہستی کی سرکوں پر گھومتا رہا اور پھر پھول راس وادی کی طرف چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اپنی جگہ پہنچ گیا۔ لیکن شمعانی پہلے سے وہاں موجود تھی۔

"پورنا....! وہ آگے بڑھی۔"

"تم آگئیں شمعانی..... اتنی جلدی؟"

"ہاں پورنا۔" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"کیا بات ہے شمعانی۔ تم پریشان نظر آ رہی ہو؟"

"ہاں پورنا۔ میں پریشان ہوں۔"

"کیوں شمعانی؟"

"بس پورنا۔... مجھے یوں لگتا ہے جیسے.... جیسے کوئی بڑا حادثہ ہونے والا ہے۔ کوئی ایسی بات جس کے بارے میں میں خود کچھ نہیں جانتی۔"

"کوئی خیال تمہارے ذہن میں ہوگا؟"

"ہاں۔"

"کیا خیال ہے؟"

"پورنا۔ تم مجھے کب ملے ہو.... صرف کل نا؟ لیکن... لیکن پورنا۔ اب تمہارے بغیر دل نہیں لگتا۔ ساری رات اور سارا دن تڑپتی رہی

ہوں۔ کوئی کام اچھا نہیں لگا۔ بس تمہاری صورت آنکھوں میں گھومتی رہی۔ پورنا۔ اب کیا ہوگا؟"

"پریشان کیوں ہو رہی ہو شمعانی.... کچھ نہیں ہوگا ہم ملتے رہیں گے روزانہ ملتے رہیں گے اور اگر تم چاہو گی تو میں تمہیں یہاں سے لے

جاؤں گا۔"

"کہاں؟" اس نے بے اختیار پوچھا۔

"کہیں بھی..... یہاں سے دور جہاں ہمارے ملنے پر کوئی پابندی نہ ہو..... کیا یہاں تمہیں مجھ سے ملنے پر کوئی پابندی ہے؟"

"ابھی کسی کو پتہ بھی نہیں ہے۔ پتہ چل گیا تو کیا ہوگا؟"

"کیا ہوگا شمعانی؟"

"کوئی اس بات کو اچھا نہیں سمجھے گا۔ کوئی برداشت نہیں کرے گا کہ بدھ کی خامہ کسی اجنبی نوجوان سے ملاقات کرنے جائے۔"

"خود تم کیا سوچتی ہو شمعانی؟"

"میں.... مجھے تو نہانے کیا ہو گیا ہے.... وہ ہو گیا ہے جو کبھی نہیں ہوا.... میں نے ساری زندگی کسی نوجوان کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھا۔ ہمیں

یہی سبق دیا جاتا ہے۔ ہم سے کہا جاتا ہے کہ دنیا سے دور رہنے میں نجات ہے۔ ہم گرنس کے ہاتھوں میں کھیلنے کے تو مہاتما کے باغی کہلائیں گے

اور میں..... ساری رات یہی سوچتی رہی.."

"جینو شہنائی.. مجھے بتاؤ جو کچھ تم سوچتی رہی ہو.. پریشان ہونے کی ضرورت نہیں.. تم اپنی سوچ میں تنہا نہیں ہو.. میں بھی تمہارا مددگار ہوں.."

"ایں.. تم بھی میری مدد کرو گے؟"

"پوری پوری.. میں نے جواب دیا اور اس کی گھبراہٹ کم ہو گئی وحشت زدہ ہرنی پہلی بار دنیا کے محبت کے جال میں پھنسی تھی... اس

لئے پریشان تھی..

وہ بیٹھ کر گہری گہری سانسیں لینے لگی.. میں بھی قریب ہی بیٹھ گیا تھا.. "آہ کتنا اٹو کھا، کیسا عجیب سکون ہے، کیسا اٹو کھا سرور ہے.."

آنکھیں بند کر کے کہا اور اس کے بعد کافی دیر تک خاموش بیٹھی رہی.. جیسے اس سرور سے لطف اندوز ہو رہی ہو.. پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر

آنکھیں کھول دیں..

"پورا... اس نے مخمور انداز میں مجھے پکارا..

"کیا کبہ رہی ہو شہنائی؟"

"تم جیسا شخص میں نے آج تک نہیں دیکھا.. لیکن پورا... اب کیا ہوگا؟"

"تمہارے ذہن میں کیا خیالات آ رہے تھے شہنائی؟"

"تمہارے پاس سے جانے کے بعد میں بستر پر جا لیٹی اور تم میری آنکھوں میں آ گئے میرا دل اس طرح بے چین ہونے لگا کہ میں

برداشت نہیں کر پا رہی تھی.. میں واپس تمہارے پاس آنا چاہتی تھی تب میں نے سوچا کہ میں آئی عن کیوں تھی اور اب کل کا دن بھی باقی ہے.. پورا..

ایسی ہی دوسری باتیں... میں نے سوچا جب کسی کو معلوم ہوگا کہ میں تمہارے لئے کس قدر بے چین ہوں تو... تو لوگ کیا کہیں گے.. کیا وہ مجھے

روکھیں گے نہیں... بس پورا.. ایسے ہی بہت سے خیالات میرے ذہن میں آتے رہے.."

"ہوں.. میں نے ایک گہری سانس لی..

"اب بتاؤ پورا... اب کیا ہوگا؟"

"شہنائی.. تم دنیا میں سے زیادہ کس کو چاہتی ہو؟"

"تمہیں... اس نے فوراً کہا..

"مجھ سے پہلے؟"

"میں گوتم کی داسی تھی اور سب کا احترام کرتی تھی.."

"تمہیں اپنے لوگوں سے محبت ہے؟"

"ہاں تھوڑی سی.. لیکن تم سے زیادہ نہیں.."

"اور اپنی بستی سے؟"

"اب تو کسی چیز سے بھی نہیں ہے تمہارے سوا۔"

"تب فکر مت کرو۔ ہم اسی طرح ملتے رہیں گے اور اگر کوئی ہمارے راستے میں آیا تو..... پھر ہم یہ بستی چھوڑ دیں گے۔"

"تم مجھے یہاں سے لے چلوں گے؟"

"ہاں۔"

"اور اگر دوسرے لوگوں نے روکنے کی کوشش کی تو؟"

"نہیں روک سکیں گے۔ میں نے جواب دیا اور وہ مجھے دیکھتی رہی۔ اس رات اسے جانے کی جلدی نہیں تھی۔ پھر جب ستارے

دھندلے پڑنے لگے تو اس نے کر بناک دنگا ہوں سے میری طرف دیکھا۔

"پورا ہا۔"

"ہوں۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"روشنی بورتی ہے۔"

"ہاں شہمائی۔"

"اب جانا پڑے گا۔"

"کل رات؟"

"میں اسی جگہ آ جاؤں گی۔"

"میں انتظار کروں گا۔"

"میں بے کل رہوں گی تمہارے پاس آنے کے لئے۔" اس نے بے قراری سے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ پھر وہ چلی گئی اور میں اسی

جگہ کھڑا رہا۔ میں اس کے بارے میں فیصلہ کر رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اب یہ بستی مجھے چھوڑ رہی ہے۔ شہمائی کو لے جا کر میں کوئی غلط کام تو نہیں

کردں گا۔ نہ کسی کی حق تلفی ہوگی۔ وہ تنہا ہے۔ مجھے چاہتی ہے..... بس اس کے سوا اور کیا چاہیے۔ یہ وہ گئے یہ لوگ تو انہوں نے میرے اوپر کوئی احسان تو

نہیں کیا تھا بلکہ میں خود ہی ان کے کام آ رہا ہوں..... یہاں رہنے سے فائدہ بھی کیا..... ہاں صرف اٹھا کر وسا کا دوپراسرار عمل میرے لئے دلکش تھا

جس نے چٹائی دروازے کو کشادہ کر دیا تھا لیکن شہمائی کے لئے اسے بھی نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔

تب میرے ذہن میں گوکلا کا خیال آیا..... اودہ..... غلطی ہو گئی شہمائی سے گوکلا کے بارے میں پوچھنا چاہیے تھا۔ میرا خیال ہے وہ ضرور بتا

دے گی۔ بہر حال کل تھی..... میں نے سوچا اور پھر میں اپنے میزبانوں کی طرف چل پڑا۔

روشنی ابھی پوری طرح نہیں پھیلی تھی۔ میں اس مکان میں داخل ہو گیا۔ میرے لئے جو جگہ مخصوص کی گئی تھی اس کے بارے میں مجھے علم

تھا۔۔۔ عمارت کے یکین یقیناً گہری نیند میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ چنانچہ میں احتیاط سے اپنی رہائش گاہ کے دروازے سے اندر داخل ہوا۔ لیکن جس جگہ میرے سونے کا بندوبست تھا وہاں ایک مست شباب پہلے سے خوب تھی۔ جوانی کی مست نیند میں گم سو رہی تھی۔ اس کا لباس بے ترتیب تھا اور بدن کے دلکش نقوش نمایاں تھے۔۔۔ میرے ذہن میں چیزیں نمایاں کی رہ گئیں۔ لیکن خود کو سنبھالنا ضروری تھا۔ یوں کسی کی نیند سے ناجائز فائدہ اٹھانا بہتر نہ تھا۔ لیکن اسے کیا سوچھی؟

جگانا مناسب نہیں تھا اور یہاں سونا۔۔۔ اونہ، پھر کہاں جاؤں؟ جگہ خاصی بڑی تھی۔ میں نے وہیں لیٹنے کا فیصلہ کر لیا اور پھر لڑکی سے تھوڑے فاصلے پر جا لیٹا۔ اس وقت شہنائی سے ملاقات کے تاثرات ذہن سے نکل گئے تھے۔ اگر لڑکی نہ ہوتی تو شاید میں شہنائی کے بارے میں سوچتا لیکن روشنی میں لڑکی کا بدن اور نمایاں ہو گیا تھا۔ پھر اس کے بعد نیند کہاں اور خیالات کہاں۔۔

وہ وقت اس نے کروٹ بدلی اور اب اس کا عقبی حصہ میرے سامنے تھا۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ وہ جاگ گئی ہے۔ بس ایک احساس سا تھا جو درست نکلا۔۔۔ اس نے فوراً ہی دو بار دو کروٹ بدلی اور گردن اٹھا کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ پھر اس کی نگاہ مجھ پر پڑی اور میں نے جلدی سے آنکھیں بند کر لیں۔ صرف تھوڑی سی درز آنکھوں میں رہنے والی تھی تاکہ اس کی حرکات دیکھ سکوں۔ اس نے ابھی نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر اسے اپنے بدن کا احساس ہوا اور وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے اپنا لباس درست کر لیا تھا۔

لباس درست کرنے کے بعد وہ پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے کے نقوش رنگ بدلتے رہے۔ پھر اس نے دروازے کی طرف دیکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔ وہ دروازے کی طرف بڑھی۔ اس سے باہر جھانکا اور پھر باہر جھانکنے کے بعد واپس پلٹ آئی۔ وہ بے قدموں وہ میرے نزدیک پہنچی اور پھر مجھ پر جھک گئی۔ اب وہ مجھے غور سے دیکھ رہی تھی اور پروں فیسر۔۔۔ اس کی نگاہوں سے ایک عجیب سی محبت بھاگ رہی تھی۔

مجھے اندازہ لگانے میں دشواری نہ ہوئی۔ پھر وہ آہستہ سے بیٹھ گئی۔ اب اس کی نگاہیں میرے سر اپا کا طواف کر رہی تھیں۔ ایک بار پھر اس نے پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا۔

”میں جاگ رہا ہوں۔“ میں نے آنکھیں کھول کر کہا۔

”مجھے جانے دو۔۔۔ صبح ہو گئی ہے۔“

”لیکن لوگ ابھی نہیں جاگے۔“

”جاگ جائیں گے۔“ وہ پھنسی پھنسی آواز میں بولی۔

”ابھی اس کے آثار نہیں ہیں۔“

”جانے دو مجھے۔۔۔“ اس نے التجا کی اور میں نے اجازت دے دی۔

وہ اٹھی اور رک گئی۔ اب وہ بے بسی سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ ”تم۔۔۔ تم ناراض تو نہیں ہوئے؟“

"کس بات سے؟"

"میں سو گئی تھی۔"

"تمہارے سونے سے میں کیسے ناراض ہو سکتا ہوں۔"

"میں تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ پھر جب بہت دیر ہو گئی تو مجھے نیند آ گئی۔"

"میرا انتظار کیوں کر رہی تھیں؟"

"مجھ سے یہی کہا گیا تھا کہ مہمان کے آنے کے بعد سوؤں۔"

"اورد۔ یہ بات تھی۔" اب بات میری کچھ میں آ گئی۔

"ہاں۔ تم رات کو کس وقت آئے تھے؟"

"بہت دیر میں۔"

"تمہی مجھے نیند آ گئی۔ لیکن... لیکن تم صبح ناراض نہیں ہوئے؟"

"نہیں۔"

"تب وعدہ کرو کہ میرے سونے کے بارے میں کسی کو نہیں بتاؤ گے؟"

"وعدہ۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تمہارا کیا نام ہے؟"

"شانا۔"

"اسمہا کرو سا کی کون ہوں؟"

"نواستی۔" اس نے جواب دیا۔

"تم میری کسی حرکت سے ناراض نہیں ہوئیں شانا۔" میں نے پوچھا اور وہ شرم سے سرخ ہو گئی۔ اس کی ہلکیس جھک گئیں۔ پھر وہ آہستہ

سے بولی۔

"میں خواب میں بھی تمہیں ہی دیکھ رہی تھی۔ پھر جب جاگئی تو تم مجھ سے زیادہ درد نہیں تھے۔ بس غلطی ہو گئی۔"

"تمہیں اس غلطی کا افسوس ہے؟"

"نہیں۔" اس نے کہا اور رخ بدل لیا۔ پھر آہستہ آہستہ روازے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔ "لیکن آج رات دیر سے مت آنا۔"

"انتظار کروں گی۔" اس کا مطلب ہے کہ تمام بدھ سینا میں بدھ نہیں ہوتیں۔ لیکن جلدی آنے کا مسئلہ نیز حاتھا۔ ظاہر وہ شہمائی رات کو آئے گی اور صبح

سے پہلے نہیں جائے گی۔ اس کے علاوہ میرے دل میں شہمائی کے لئے جو انیسیت پیدا ہوئی تھی وہ اس لڑکی کے لئے نہیں تھی۔ پھر لڑکی دنیا کے اسرار و

رموز سے آگاہ و معلوم ہوتی تھی، اس کے برعکس...

Category	Author	Language	Series	Chapter	Page	Download	Share
Action Adventure Novels	MA Rahat	Urdu	Sadlon Ka Beta	37	272	Download	Share



>> Prose >> Urdu Novels >> Action Adventure Novels

بہر حال وہ سوچا کہ افسوس کی زندگی نہ کا۔ میں نے، ما۔ اہ انھیں زندہ کر لیں۔ لیکن اس نے بعد میں اپنی پہلی شہانہ لکھی۔ وہ اپنی بی بی خدا بخشی کو گولی کی جوڑے اور ہاتھ مارا۔ پھر بھی میں کافی دیر تک نہ ہلا وہ مجھ باندھ لیا۔

وہ اسے بھول کر گیا۔ ڈھولتے میں جا کر اچھا کروا سکتا ہوں۔ وہ آپ کی مدد تک پہنچنے لگا اور ہاتھ مارا۔ میں اسے سب بات ہوئی تو صحافی انھیں میں انہ لکھی۔ میں اس کی طرف روانہ ہو گیا۔

شعانی لکھی انہ صوفی سے نظر لیا۔ ان وہ ہمارا ہے۔ تم کو کئی سے بھرتے ہی۔ اس نے میری گردن میں ہاتھیں ڈالیں اور اسے بہت ہلکی لکھی۔ میں نے اس کی آنکھوں میں سرسریں پھونکانے لکھی تھیں۔

”لیکن یہی نہیں ہونگے نے مجھے بہت سکون دیا۔ میں اس کی ہڈیوں کو لیتا ہوں۔ لیکن وہ پیڑ سے ہلاک ہے۔“

”سنا گیا نہیں ہے؟“

”میری تم سے ہے۔“ اس نے جواب دیا۔ ”رات کو جاگ لکھی تھی۔ مجھے کھانسی لکھی تھی اور میں اس میں سب میر جاگی تھی اس نے نوب شرارت کی۔ کہنے لگی کہ اس کے ساتھ نہ لکھی ہی۔“

”ختم ہے کیا، اب؟“

”میں نے اسے کھانی لکھی۔ لیکن اس کی سب سے جلدی ہانڈ ہے گا۔“

”نوب ہے۔ لیکن اب تک ام ہیں سے وہ ان سے لگا رہا۔ وہ نہ کر لیں۔ کئی نوب سے میر جانا ہے۔“

”تمہیں چلے گا۔ میں کئی کو نہیں ہانڈ کی۔“ اس نے کہا۔ ”میں نے اس کی سب سے جاگ کر ماننے لئے۔ اس نے وہ کھو رہا وہ۔“

”ام ہا، بہت ہی لکھی کرتے رہے۔ شمع لکھی تھی کہ وہ میں ہاتھ کر سنبھلنے سے وہ اپوں میں کھو گئی۔ سب ہاتھ مجھے کھانسی لکھی۔“

”شمع لکھی۔“ اس نے اسے مخاطب کیا۔

”توہ۔“

”کہہ گاؤں ہے؟“ میں نے اسے کہا۔ ”شمع لکھی تھی۔ اس کی کھنوں سے کئی طرف پر کھانسی لکھی۔“

”کہاؤں۔“ سب ہاتھوں میں لکھی تھی۔“

”میں نے کئی ہاتھ ہاتھوں میں لکھی تھی۔“ اس نے کہا۔

”اس نے کھانسی لکھی تھی۔“

”اس نے کھانسی لکھی تھی۔“ اس نے کہا۔

”اس نے کھانسی لکھی تھی۔“ اس نے کہا۔

”اس نے کھانسی لکھی تھی۔“ اس نے کہا۔

NEFT Move Directly To: PREV

اگر آپ نے یہ کتاب پڑھی ہے اور اس کے مستقبل میں کوئی تبدیلی چاہتے ہیں۔ تو یہاں کلک کریں۔

Sadlon Ka Beta by MA Rahat Part-1 is an epic Tale of Action Adventure & Mystery. It is story of a Man who lived for centuries and had witnessed every era of human evolution. Nature's four elements Fire, Air, Water and Stars were his friends. He slept for centuries in the depths of Oceans or buried deep in the mountains.

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN

PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

کہا۔ اور وہ پریشان لگا ہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ "بتاؤ شہنائی۔ ورنہ میں ناراض ہو جاؤں گا۔"
 "پورا تا۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ "پورا تا۔ میری بات مان لو۔ اچھا پھر یوں کرو۔۔۔۔۔ تم اس کا نام دو بارہ مت لینا۔ میں تمہیں اس کے
 بارے میں بتا دوں گی۔"

"کیوں۔۔۔۔۔ اس کا نام کیوں نہ لوں؟"

"کوئی نحوست آئے گی تو میرے اوپر ہی آئے گی۔۔۔۔۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"تمہیں بھی نہیں پہنچے گا شہنائی۔۔۔۔۔ تم اطمینان رکھو۔"

"وہ ایک جادوگر تھی ہے۔ ان پہاڑیوں سے بہت دور۔۔۔ اس پہاڑی کے واسطے میں ایک غار میں رہتی ہے جس کے سر پر بکری کے دو
 سینک بھرے ہونے ہیں۔ وہ خود کو مہمان سمجھتی ہے اور مہمانتوا بدھ کی تعلیمات کا مذاق اڑاتی ہے۔ ان علاقوں میں وہ کبھی نہیں آئی کیونکہ مہانتا کا گیان
 اس کے بدن پر کوڑے بن جاتا ہے۔ ہم سب اس سے بے پناہ نفرت کرتے ہیں۔"

"زندہ ہے؟"

"ہاں۔ صدیوں سے زندہ ہے۔ کبھی نہیں مرتی۔"

"خوب۔ کسی نے اسے دیکھا ہے؟"

"ہاں۔ تیا کیوں نے اسے دیکھا بھی ہے؟"

"اس سے کوئی جھڑپ تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں۔ لیکن اس کا ذکر بھی نحوست سمجھا جاتا ہے۔"

"تمہیں یہاں کے لوگ اس سے خوف کھاتے ہیں۔ بس ایسے ہی ایک نوجوان نے میرے سامنے اس کا نام لے لیا تھا۔"

"اور وہ ٹھیک ہے؟" شہنائی نے پوچھا۔

"ہاں۔ بالکل ٹھیک ہے۔"

"واقعی بات ہے۔ اس پر مصیبت ضرور آئے گی۔ آج نہ تو کسی چند روز کے بعد سہی۔" شہنائی نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ ظاہر ہے اس قسم کے
 توہمات میرے لئے نئے نہ تھے۔ سادھو اور مہنت ایسی انواہیں اڑانے میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ کیونکہ وہ بدھ مت کو نہیں مانتی اس لئے یہ لوگ
 اس سے نفرت کرتے ہیں اور اس کے نام سے بھی لگن کھاتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے دوسروں کو روکنے کے لئے یہ کہانی گھڑ دی ہے۔ بہر حال میں
 نے شہنائی کو سمجھایا کہ اسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ خوش ہو گئی تھی اور اس کے بعد میں نے محسوس کیا کہ وہ کچھ اچھٹنی ہے۔

چاند اپنا سفر طے کر چکا تھا۔ میں نے اسے کافی تسلی دی اور پھر آدھی رات کے قریب وہ اٹھ گئی اور میں اسے چھوڑنے دوڑ تک گیا۔ پھر میں
 واپس اپنی رہائش گاہ پر آ گیا۔۔۔۔۔ اور یہاں شانامیری منتظر تھی۔ اس کی آنکھوں میں نیند اندھی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ خوش ہو گئی۔

”میں کب سے تمہارا انتقال کر رہی تھی۔“ اس نے کہا۔

وہ سارا وقت ہم دونوں نے آنکھوں آنکھوں میں گزارا۔ پھر جب دوسرے دن باہر نکلے گئے تو وہ واپس چلی گئی۔

یوں پروفیسر.... دوا لیا گیا بیک وقت میرے نزدیک آگئیں لیکن شانا شمعانی کی جگہ نہ لے سکی۔ ساتواں دن تھا.... اس رات پھول
راں دادی میں شمعانی نہ پہنچی۔ اس رات کو کھانا کھا کر کے کے بعد سے وہ زیادہ ہی خوفزدہ رہنے لگی تھی۔ حالانکہ کئی دن گزر گئے تھے لیکن اس کے
ذہن سے خوف دور نہیں ہوا تھا۔ وہ بار بار کہتی تھی کہ کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا۔

رات گزرتی جا رہی تھی اور میں شمعانی کے لئے پریشان ہو گیا تھا پھر جب میں کافی الجھ گیا تو چوڑے کی جانب چل پڑا.... چوڑے میں
حسب معمول خاموشی تھی۔ میں شمعانی کو تلاش کرتا پھرا.... اور پھر میں ایک جگہ پہنچا۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں پہلی بار شمعانی سے ملاقات ہوئی تھی۔ یہاں
میں نے دوا فراڈ کو دیکھا۔ ان میں ایک اسمہا کر دسا تھا اور دوسری شمعانی.... اسمہا کو دسا مہا متا بدھ کے جسمے کے سامنے آنکھیں بند کئے ہاتھ جوڑے
کھڑا تھا اور اس کے منہ سے آواز نکل رہی تھی۔ شمعانی اس کے پیچھے خاموش کھڑی تھی۔ اسمہا کو دسا کہہ رہا تھا۔

”اس نے کہا ہے کہ اپنے نفس کو مارو.... انسان طلب کا پہلاری ہے اور طلب شیطان ہے۔ لیکن مشکل ہے شیطان سے بچنا اور نجات کا
راستہ شیطان سے دور بھاگنے میں ہے۔ سو اگر تمہارا نفس طلب کا غلام ہے تو بہتر ہے اس سے بچنے کے لئے خود کو فنا کر دو اور فنا نجات ہے.... فنا
نجات ہے.... فنا نجات ہے.... فنا نجات ہے....“

میں نے آگے بڑھ کر شمعانی کو جھنجھوڑا۔ لیکن اس کی حالت غیر ہو رہی تھی۔ اس کا پورا بدن کانپ رہا تھا، آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے
چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ میرے ہنسنے پر بھی وہ میری طرف متوجہ نہیں ہوئی، اور میرے بازوؤں میں جھول گئی۔ وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ تب میں نے
اسے خاموشی سے بازوؤں میں اٹھایا اور طویل فاصلہ طے کر کے اسے پھول راں کی دادی میں لے گیا۔ میں اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔
کافی دیر کے بعد وہ ہوش میں آگئی۔ لیکن اس کے حواس اب بھی گم رہے ہوئے تھے۔ دو مجھے، کچھ کر مجھ سے چٹ گئی اور پھر رونے لگی۔

”شمعانی۔ شمعانی۔ تمہیں کیا ہوا۔... مجھے بتاؤ تمہیں کیا ہوا؟“

”میں.... میں تمہارے پاس آ رہی تھی۔“ اس نے ہچکیاں لیتے ہوئے کہا۔ ”تب.... مہاتما کے جسمے کے قریب سے گزرتے ہوئے مجھے
یوں لگا جیسے کسی نے میرے پاؤں پکڑ لئے ہوں۔ میں بل بھی نہ سکی اور میں نے دیکھا.... میں نے دیکھا، اسمہا کو دسا مہاتما کے سامنے ہلکتی کر رہے
تھے۔ ان کے الفاظ ایسی تھے کہ.... اپنی خواہشات کے لئے خواہ کو مارو۔ خواہشات پوری نہ ہونے دو.... خواہشات شیطان ہوتی ہیں اور میں بل بھی
نہ سکی۔ میں.... میں بھی تو بہک گئی تھی....“ وہ پھر رونے لگی اور میں پریشان ہو گیا۔

”شمعانی ہوش میں آؤ۔“

”آگئی ہوں.... ہوش میں آگئی ہوں۔“ اس نے سسکتے ہوئے کہا۔ ”میں نے اسے بھاؤ دیا تھا۔ میں اپنی خواہشات کی غلام بن گئی تھی۔“

مجھے واپس جانے دو۔“

"شیمانی۔" میں چیخ پڑا۔

"میں واپس جانا چاہتی ہوں۔ مجھے واپس جانے دو۔" اس نے کہا اور تڑپ کر میرے بازوؤں سے نکل گئی۔

"شیمانی۔ ہوش میں آؤ۔ ہم آج ہی یہاں سے نکل چلتے ہیں۔ تم نے وعدہ کیا تھا۔" میں نے کہا۔ لیکن وہ تیزی سے دوڑ پڑی تھی۔

میں نے اس کا تعاقب کرنے کی کوشش نہیں کی اور خاموشی سے اپنی جگہ کھڑا سے دیکھتا رہا۔ میرے ناثرات عجیب تھے۔ اس لڑکی سے میں

کافی متاثر ہو گیا تھا اور اسے اس طرح نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ لیکن اس کا ذہن پھر پلٹ گیا تھا اور یوں لگ رہا تھا جیسے اب وہ دوبارہ مجھ سے ملنے کی کوشش نہیں کرنے گی۔ چنانچہ اب کیا کرنا چاہیے۔

پھر میں نے فیصلہ کیا کہ اسے یہاں سے اٹھا کر لے جاؤں۔ خواہ زبردستی سہی۔ ٹھیک ہو جائے گی خود بخود..... جو ہو گا دیکھا جائے گا اور پھر

یہ فیصلہ کرنے کے بعد ایک بار پھر میں جگڑے کی طرف چل پڑا۔ ذہن میں وہی بات تھی۔ بہت سے فیصلے کئے تھے۔

رات کے آخری پہر میں جب میں دوبارہ جگڑے میں داخل ہوا تو کچھ چہل چہلی ہی تھی۔ حالانکہ اتنی جلدی یہاں چہل چہلی نہیں ہوتی

تھی۔ راہب ایک طرف جا رہے تھے اور میں نے محسوس کیا کہ ان کا رخ بدھ کے مجسمے کی طرف ہے۔

دور ہی سے میں نے ایک منظر دیکھا۔ بدھ کے مجسمے کے قریب ایک انسانی بدن شعلوں میں گھرا ہوا تھا پورے بدن سے شعلے بلند ہو رہے

تھے اور راہب جھمکتے لگائے کھڑے تھے۔ میں بھی تڑپ پھینچ گیا۔

"کیا ہوا... کیا بات ہے؟"

"شیمانی نجات کے راستے پر چل پڑی ہے۔ اس نے خود کو جلا کر رکھ کر دیا ہے۔ اس نے نجات حاصل کر لی ہے۔" راہب نے مجھے

بتایا۔ اور میں ساکت رہ گیا۔ میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے پروفسر..... اس نے کہا تھا کہ کچھ نہ کچھ ضرور ہو گا۔ کیونکہ اس نے گوگا کا نام لیا

ہے..... اور جو اس نے کہا تھا وہ ہو گیا تھا۔ شیمانی اب راکھ کے ذہیر کے سوا کچھ نہ رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

اسکا کر دسا مجھ سے تھوڑے ہی فاصلے پر کھڑا تھا۔ سب خاموش تھے۔ ان کے عقیدے کے مطابق تو شیمانی نے ایک نیک کام کیا تھا لیکن

میرا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ میں آہستہ آہستہ کر دسا کے نزدیک پہنچ گیا اور پھر میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا دیا۔

کر دسا نے چونک کر مجھے دیکھا..... "تم اس وقت.....؟ یہاں؟" اس نے تعجب سے پوچھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔ کر دسا؟" میں نے سرو لہجہ میں سوال کیا۔

"ایک راہب نے خود کو بھسم کر لیا ہے۔"

"کیوں؟"

"نجات حاصل کرنے کے لئے۔" کر دسا نے سکون سے جواب دیا۔

"اسمعا کرو سا.... یہ نجات کی ضرورت اچانک کیوں پیش آجاتی ہے؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"انسان بہت کمزور ہے اور اس کا مقابلہ شیطان جیسے موذی بہکانے والے سے ہے۔ یہ کمزور راستی اکثر اس کے جال میں پھنس جاتی ہے۔

لیکن بدھانے سے نجات کا راستہ دکھا دیا ہے اور اس کے بعد شیطان کی کچھ نہیں چلتی...." اسمعا کرو سا نے سکون سے جواب دیا۔

"میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں کرو سا۔" میں نے کہا۔

"کہو۔"

"یہاں نہیں۔ میرے ساتھ آؤ۔" میں نے کہا اور اسمعا کرو سا میرے ساتھ چل پڑا.... میں اسے لے کر ایک گوشے میں پہنچ گیا۔

میرے ذہن میں بے پناہ غصہ تھا، حالانکہ جو کچھ ہوا تھا وہ ایک طور سے غلط نہ تھا۔ یہ ان کا اپنا عقیدہ تھا۔ اس میں کسی دوسرے کا دخل کیا معنی

رکھتا تھا۔ لیکن بس یہ احساس تھا کہ شہمائی کو وہ نہیں کرنا چاہیے تھا جو اس نے کیا تھا اور یہ بات بھی ذہن میں تھی کہ اسے اس کے لئے مجبور کیا گیا ہوگا....

میں نے اسمعا کرو سا کی جانب دیکھا۔ اس کے چہرے پر کوئی خاص بات نہیں تھی.... وہی سکون، وہی مانوس انداز.... البتہ اس وقت

اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نہیں تھی وہ بیچیدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا....

"کیا بات ہے مسافر....؟" اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"اسمعا کرو سا۔ شہمائی نے خود کو جسم کیوں کیا؟"

"میں نے تجھے بتایا مسافر کہ اس کا نفس اس کی فطرت اسے کسی ایسے کام کے لئے مجبور کر رہی ہوگی جو بدھائی کی تعلیمات کے خلاف ہو

گا۔ اس نے خود کو اس کام سے باز رکھنے کی کوشش بھی کی ہوگی لیکن اس کے نفس نے وہ سب کچھ نہ کرنے دیا اور اس نے یہی بہتر سمجھا کہ وہ اپنی زندگی

ختم کر دے.... نفس کو قتل کرنے کے لئے مر جانا ہمارے مذہب میں بہت بڑی نیکی ہے مسافر اور شہمائی نے یہ نیکی حاصل کر لی...."

"ہوں.... کیا اس کی موت سے پہلے تم لوگوں کو یہ بات معلوم نہ ہو سکی کہ اس کی خودکشی کی وجہ کیا تھی....؟ اور جس چیز کو تم نفس کا نام دیتے

ہو اس نے اسے کس بات کے لئے مجبور کیا تھا؟"

"ضروری نہیں مسافر کہ ہم ساری باتیں معلوم کریں...." اسمعا کرو سا نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"تو کیا کسی شخص کے مرنے یا خودکشی کرنے تک کے حالات سے تم واقفیت نہیں رکھتے۔ اسمعا کرو سا....؟" میں نے تیلھے لہجے میں سوال کیا۔

"نہیں مسافر.... ہم اسے ضروری نہیں سمجھتے۔ ہاں اگر کوئی بات معلوم ہو جائے تو یہ دوسری بات ہے...."

"اسمعا کرو سا۔ تمہیں معلوم ہے کہ شہمائی کو اس کے نفس نے کیوں خودکشی پر تارا دیا....؟"

میرے سوال پر اسمعا کرو سا مجھے عجیب نگاہوں سے دیکھنے لگا اور پھر اس نے بھاری آواز میں کہا....

"ہاں مجھے معلوم ہے...."

"اور میں جانا چاہتا ہوں...."

”تم سب کچھ جانتے ہو مسافر.....“ اسمہا کروسانے جواب دیا۔

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ وہ ذات، وہ ہستی، وہ شخصیت تیری تھی جس کی وجہ سے اسے موت کی وارپوں میں جانا پڑا۔“ اسمہا کروسانے کہا۔

”اسمہا کروسا۔ کیا اسے کسی نے اس بات کے لئے مجبور کیا.....“

”کس بات کے لئے؟“

”میرا مقصد خودکشی سے ہے.....“

”ہاں۔“

”کس نے مجبور کیا اسے؟“ میں نے بھاری لہجہ میں کہا۔

”اس کے ہر دم نے اس بات پر مجبور کیا۔“

”اور کوئی شخص، ایسا بیرونی شخص جس نے اسے اس بات پر مجبور کرنے کی کوشش کی ہو.....؟“

”نہیں۔ ایسا کوئی نہیں ہے۔“ اسمہا کروسانے جواب دیا۔

”لیکن تم یہ سوال کیوں کر رہے ہو؟“

”اس لئے اسمہا کروسا کہ میں جسے پسند کرتا ہوں۔ وہ صرف میری ملکیت ہوتی ہے اور اگر کوئی دوسرا شخص اس کے اور میرے درمیان

داخلت کرنے کی کوشش کرے تو پھر وہ میرے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر جاتا ہے۔“

”نہیں نوجوان مسافر یہ تو ابھی بات نہیں ہے۔“ اسمہا کروسانے کسی قدر بدلے ہوئے انداز میں کہا.....

”کیا بات اچھی ہے اور کیا بات بری۔ اس کے بارے میں، میں زیادہ نہیں سوچتا..... اسمہا کروسا تم اس بات کو ذہن نشین کر لو کہ اگر مجھے

یہ بات معلوم ہوگئی کہ شہمائی کو کسی نے مرنے پر مجبور کیا ہوگا تو میں اسے نیست و نابود کر دوں گا۔“

”نیست و نابود کرنے والی صرف ایک ذات ہے۔ کوئی دوسری ذات نہیں.....“ اسمہا کروسانے جواب دیا..... اور میں اسے خون خوار

انظروں سے دیکھنے لگا۔

”یہ تمہیں وقت بتائے گا اسمہا کروسا۔“ میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

”بہت بہتر۔ اب مجھے اجازت دو..... مجھے اور بہت سے کام کرنے ہیں۔“ اسمہا کروسانے کہا اور مڑ کر واپس چل دیا۔

میرے ذہن میں پنکھاریاں ہی بھر گئی تھیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ یہ شخص خود کو بہت کچھ جانتا ہے۔ ابھی تک اسے میری حیثیت، میرے

شخصیت معلوم نہیں ہے۔ لیکن اب مجھے ان لوگوں کو اپنے بارے میں بتانا ہی دینا چاہیے۔ حالانکہ شہمائی مر چکی تھی۔ اب وہ میری دسترس سے دور تھی اور

میں اسے واپس نہیں لاسکتا تھا۔

میرے ذہن میں ان لوگوں کے خلاف نفرت و انتقام کا جذبہ ابھر رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔
اسمہا کر دسا تمام آداب بالائے طاق رکھ چکا تھا اس نے مجھ سے کس قدر بیزاری کا اظہار کیا تھا۔

اس نے کہا تھا کہ وہ جارہا ہے کیونکہ اسے بہت سے اور بھی کام ہیں..... ظاہر ہے میں اسے لے کر آیا تھا اور میں اس کی وجہ سے یہاں تک پہنچا تھا۔ ورنہ یہ بھی ممکن تھا کہ میں کسی اور جانب کا رخ کرتا..... اور بہر صورت میں نے اس کی مدد بھی کی تھی۔
اب اگر ان تمام باتوں کے بعد اس ایک واقعہ کے لئے وہ ان تمام باتوں کو فراموش کر چکا ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ بہر حال مجھے اس کی کسی امداد کی ضرورت نہیں ہے۔

دیر تک میں پکڑے میں کھڑا انہی حالات کے بارے میں سوچتا رہا... اور پھر میں نے فیصلہ کر لیا کہ اس سستی کو چھوڑ دینا ہی بہتر ہوگا....
کیا فائدہ ان بیکار لوگوں کو قتل کرنے سے، میں نے سوچا۔ ہاں..... لیکن اسمہا کر دسا کے ان الفاظ کا جواب میں ضرور دینا چاہتا تھا۔
اور وہ جواب یہ تھا کہ میں شانا کو یہاں سے نکال لے جاؤں نہ کسی شہمائی، شانا ہی تھی۔
تب میں اسمہا کر دسا کے مکان کی جانب چل پڑا۔ جہاں میرا قیام تھا..... مجھے نہیں معلوم کہ یہاں تک شہمائی کی موت کی اطلاع پہنچی ہے یا نہیں..... یا ان لوگوں کو بھی یہ بات معلوم ہے کہ شہمائی کی موت کی وجہ میں بنا ہوں۔ یا نہیں معلوم۔

بہر صورت میں مکان میں داخل ہوا تو حسب معمول میری پذیرائی کی گئی۔ جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ ابھی ان لوگوں کو حالات کا کوئی علم نہیں ہے۔ انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ اسمہا کر دسا سے میرے تعلقات کس وجہ سے خراب ہو گئے ہیں۔ چنانچہ میں اپنی رہائش گاہ کی جانب چل پڑا۔
شانا تو بس میرے قدموں کی آہٹ کی منتظر رہتی تھی۔ چنانچہ وہ فوراً میرے پاس پہنچی گئی اور میں اسے گہری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔
شانا میرے قدموں کے نزدیک بیٹھ گئی تھی۔ وہ دل و جان سے مجھ پر نڈا تھی اور اس کا کہنا تھا کہ میرے بغیر اس کی ہر رات سوتی ہوتی ہے اور دن پھیکا پھیکا سا محسوس ہوتا ہے۔

"شانا" میں نے اسے پرکارا اور وہ پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"کیا بات ہے پورنا؟" اس نے پوچھا۔

میرے ذہن میں شہمائی ابھر آئی۔ کیونکہ یہ نام اسی نے مجھے دیا تھا۔ بہر صورت شانا بھی اس نام سے واقف ہو چکی تھی۔

"شانا میں یہ سستی چھوڑنا چاہتا ہوں....."

"کیوں.....؟" شانا کی آواز میں سراسیمگی تھی۔

"بس میں یہاں نہیں رہنا چاہتا....."

"لیکن اس کی وجہ پورنا.....؟" شانا عجیب سے لہجے میں بولی۔

"شانا" میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں ایک آوارہ گرد ہوں اور کوئی منزل میرے لئے منزل کی حیثیت نہیں رکھتی۔ میں چلتے رہتا پسند کرتا

ہوں..... راستہ میں اگر کبھی تنگن محسوس ہوئی یا پھر ٹھہرنے کا موقع ملا یا دل چاہا تو جو بھی آبادی نظر آئی وہاں کچھ عرصے کے لئے ٹھہر جاتا: دن اور کچھ وقت قیام کرنے کے بعد وہاں سے آگے بڑھ جاتا ہوں..... چنانچہ تمہاری ہستی میں آئے ہوئے مجھے کافی دن ہو گئے ہیں۔ لہذا اب میں یہاں سے جانا چاہتا ہوں.....

"نہیں پورنا..... ایسا نہ کہو..... ایسا نہ کہو۔" شانا سر اسید لہجے میں بولی۔

"شانا مجھے جانا ہی ہے..... اور اب تو یہاں سے جانا بہت ضروری ہو گیا ہے۔ تم یہ سمجھ لو کہ میں کسی بھی قیمت پر یہاں نہیں رک سکتا....."

"کیوں..... آخر کیوں....." شانا نے راتے ہوئے پوچھا۔

"اس لئے کہ اب اس ہستی کے لوگ میرے مخالف ہو چکے ہیں۔"

"ہستی کے لوگ.....؟" شانا نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں شانا۔"

"لیکن ہستی کے لوگ تمہارے مخالف کیوں ہو گئے۔ پورنا؟" شانا نے اپنے آنسو خشک کرتے ہوئے کہا۔

"شانا تمہارے مذہب میں جو تعلیمات ہیں۔ میں ان کے خلاف جا چکا ہوں۔ اب یا تو میں یہاں سے چلا جاؤں، یا پھر دوسری صورت

میں اس ہستی کے لوگوں کو میری ذات سے نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔"

"پر اس کی وجہ کیا ہوئی پورنا....." شانا نے پوچھا۔

"وجہ میں تمہیں نہیں بتا سکتا شانا..... البتہ تمہارے لئے ایک پیش کش ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا.....؟" شانا نے پوچھا۔

"کیا تم میرے ساتھ چلنا پسند کرو گی؟"

"کہاں.....؟" وہ تعجب سے بولی۔

"جہاں بھی میں جاؤں..... کیا تم ایک ایسے مسافر کا ساتھ دو گی جس کی منزل نامعلوم ہے یا یوں کہا جائے کہ اس کی کوئی منزل ہی نہیں۔"

بس جو چلتا ہی رہتا ہے اور چلتے رہنا چاہتا ہے..... اگر تم میرا ساتھ دینا چاہو تو میرے ساتھ چلو....." میں نے کہا اور شانا گردن جھکا کر سوچنے لگی۔

پھر اس نے آہستہ آہستہ میری طرف دیکھا اور آگے بڑھ کر میری گردن میں ہاتھیں ڈال دیں..... اس نے اپنا سر میرے سینے سے لگا دیا

تھا۔" میں تمہارے ساتھ جاؤں گی پورنا..... میں تمہارے ساتھ جاؤں گی..... میرا یہاں کچھ بھی نہیں رہا ہے۔"

تب اسی وقت دروازے پر تھستھی محسوس ہوئی اور شانا نے بھی شاید یہ آواز سن لی۔ دو آنچل کر پیچھے ہٹ گئی۔

میں نے دیکھا کہ اسمحہا کروسا کے خاندان کے کچھ نوجوان دروازے کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں..... ان میں ایک اوتیز عمر کا شخص بھی

موجود تھا..... یہ اسمحہا کروسا کا بیٹا تھا۔

اور یہاں اس کی خاصی حیثیت اور اہمیت تھی۔ وہ سب مجھے کڑی نگاہوں سے گھور رہے تھے۔

تب اس شخص نے آگے بڑھ کر شاننا سے کہا..... "شاننا کھڑی ہو جا۔" اور شاننا کھڑی ہو گئی۔

"شاننا....." وہ دوبارہ بولا۔ "کیا تمہیں اپنے نفس پر قابو نہیں رہا ہے کہ تو بدھا کی تعلیمات سے اس قدر غافل ہو گئی ہے کہ ان کی خلاف ورزی کرنے لگی ہے۔ احق لڑکی ہمیں تو نفس کشی کی تعلیم دی گئی ہے پھر تو نفس کی غلام کیسے بن گئی؟ اگر تیرا دل اس شخص کو چاہتا ہے تو تیرے اوپر کوئی ایسی پابندیاں تو نہیں تھیں..... تو اسے حاصل کرنے کے لئے وہ سب کچھ کر سکتی تھی جو کسی نوجوان کے لئے کیا جاسکتا ہے..... لیکن تو نے جو کچھ کیا ہے، کیا اس کے بعد تیری حیثیت اس کالی ہستی سے مختلف رہ گئی ہے۔ جس کا نام ہم لوگ لینا پسند نہیں کرتے۔"

"بابا....." شاننا نے احتجاجی لہجے میں کہا۔ "بابا میں اسے چاہتی ہوں اسے پیار کرتی ہوں..... اس کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔"

"یہ تو ہم سے کیوں کہہ رہی ہے؟ جو کچھ تو چاہتی تھی وہ تو تو کر چکی ہے اور یہ نوجوان میں اس کے بارے میں کیا کہو، بس اس کے سوا کہ یہ آستین کا سانپ ہے۔" نوجوان شخص فراتے ہوئے لہجہ میں بولا۔

"اپنی زبان کو قابو میں رکھو اسے شخص۔" میں نے خون خوار لہجے میں کہا۔ اور وہ شخص بھڑک اٹھا۔

"اور ہم لوگ قابو میں ہیں اسے نوجوان آدمی، اور نہ تم جو کچھ کر کے آئے ہو اب وہ شیر کے چپے چپے پر عیاں ہو چکا ہے۔"

"کیا مطلب؟"..... میں نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

"شہمائی..... معصوم لڑکی شہمائی..... جو تمہاری ہجرت سے موت کا شکار ہوئی ہے۔"

"سنو۔ سامنے سے ہٹ جاؤ۔ میں شاننا کو لئے جا رہا ہوں اور تمہارے لئے بس اتنا کافی ہے کہ میں تمہاری نگاہوں کے سامنے تمہاری عزت کو اپنے چنگل میں دبوچ کر لئے جا رہا ہوں۔ اس سے زیادہ اگر کسی نے کچھ کرنے کی کوشش کی تو پھر تم میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچے گا۔" میرا پارو عروت پر پہنچ گیا تھا۔

اس شخص نے تو کچھ نہ کہا لیکن ان نوجوانوں نے خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھا، پلٹے اور کہیں چلے گئے، جب وہ واپس آئے تو ان کے ہاتھوں میں لمبے لمبے نیزے تھے۔ وہ شخص جو ہمارے آگے کھڑا تھا چونک پڑا اور پھر اس نے نوجوانوں کی طرف دیکھا اور ان سے مخاطب ہو کر بولا۔

"نہیں اس کے باوجود کے یہ ہمارا مہمان ہے، بہتر یہی ہے کہ..... خاموشی سے اسے نکل جانے دو۔"

"لیکن..... اس نے، اس نے ہمارے اعتماد کو قتل کیا ہے۔ اس نے ہمیں دھوکہ دیا ہے۔ شہمائی کی موت کے باوجود یہ اپنے آپ کو بے

قصور سمجھتا ہے اور اس کے تیور بہت خراب ہیں۔ کیا ہم اس کو سزا نہیں دے سکتے.....؟"

"سزا اور جزا کسی اور کے ہاتھ میں ہے۔ اس نے برا کیا ہے، برا پائے گا۔ اس نے شہمائی کو موت کی طرف ہتھیل دیا ہے اور اب شاننا کو

بھی موت کی طرف لے جا رہا ہے۔ ہم صرف اتنا کر سکتے ہیں کہ اس شیطان کو اپنی ہستی سے نکال دیں۔" اس شخص نے کہا اور دوسرے نوجوان خونخوار نظروں سے مجھے دیکھنے لگے۔

اور اب میرے لئے کچھ برداشت کرنا ممکن نہ تھا..... میں نے ایک ہی تھپڑ اس شخص کے گال پر مارا اور اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی.. وہ نیچے گر کر تڑپنے لگا تھا..... نوجوان بری طرح پھر گئے۔ انہوں نے نیزے تانے اور یہ ممکن تھا کہ میں ان پر حملہ بھی کرتا اور انہیں نیست و نابود کر دیتا کہ مجھے دور سے اسمہا کرو سا کی آواز سنائی دی۔

”رک جاؤ۔ فوراً راک جاؤ۔“ اور نوجوان یہ سن کر رک گئے..... اسمہا کرو سا نہ جانے وہاں کیوں پہنچ گیا تھا۔

میں نے اسمہا کرو سا کی طرف دیکھا اور پھر غرائی ہوئی آواز میں کہا..... ”یہی بہتر ہے انہیں روک لو ورنہ یہ سبھی اس کی مانند فنا ہو جائیں گے۔“ میں نے زمین پر پڑے ہوئے شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا..... جس کے منہ سے خون بہ رہا تھا اور جواب بھی ایسیاں رگڑ رگڑ کر دم توڑ رہا تھا..

اسمہا کرو سا نے اسے دیکھا اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ”مسافر یہ میرا بیٹا تھا۔“

”کوئی بھی ہوا اسمہا کرو سا..... اب مجھے تمہاری ہستی کے کسی بھی فرد سے کوئی بچہسی نہیں ہے۔ ہاں میں اس لڑکی کو لئے جا رہا ہوں۔“ میں نے شانا کی طرف دیکھ کر کہا اور اسمہا کرو سا نے بھی شانا کی طرف دیکھا۔

دیر تک دیکھتا رہا اور پھر اس نے قہقہہ سے کہا۔ ”شانا تو امبا کرو سا کی پوتی ہے۔“

”ہاں۔“ شانا کے منہ سے سرسراتی ہوئی آواز نکلی۔

”کیا تو اس نوجوان کے ساتھ جائے گی؟“

”نہیں۔“ اس نے آہستہ سے کہا اور میں چونک کر اس کی جانب دیکھنے لگا۔

شانا جواب تک اس قدر محبت کا اظہار کر رہی تھی، نجانے کیوں ایک لمحہ میں بدل گئی تھی۔ وہ عجیب سی نظروں سے اسمہا کرو سا کو دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ میری طرف دیکھنے لگی..

”بول مسافر اب تو کیا چاہتا ہے؟“

”اگر یہ نہ جانا چاہے تو میں اسے مجبور نہیں کروں گا اسمہا کرو سا۔“ میں نے زہر خند سے کہا۔

”یہ تیرے سامنے انکار کر رہی ہے.....“ اسمہا کرو سا نے کہا۔

”ٹھیک ہے تب پھر میں یہاں سے جا رہا ہوں.....“ میں نے کہا اور شانا کی جانب دیکھا۔ لیکن اس کا چہرے بدستور جھکا ہوا تھا۔

میں جانتا تھا کہ اسمہا کرو سا کی موجودگی میں شانا بدل گئی ہے لیکن مجھے اس کی پروا نہیں تھی..... نہیں جاتی تو جہنم میں جائے میرا مقصد تو صرف اس ہستی سے پیچھا چھڑانا تھا۔ باقی نوجوانوں کو میں نے معاف ہی کر دیا تھا..... حالانکہ انہوں نے مجھ پر نیزے تانے تھے..... ظاہر ہے وہ جذباتی ہو گئے تھے اور جذباتی طور پر اگر کوئی عمل کر لیا جائے تو اسے معاف بھی کیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ میں نے گہری نگاہوں سے ان کو دیکھا..... ”بابا..... بابا اسمہا کرو سا ہم اس شخص کو اس طرح نہیں جانے دیں گے..... یہ ہمارے

اعتماد سے کھیل رہا ہے....." نو جوانوں میں سے ایک نے کہا۔

"اور امہا کرو سا..... میں چاہتا ہوں تم ان لوگوں کو مجھے روکنے سے نہ روکو۔ میں خود یہاں سے چلا جاؤں گا اور اب میں شانہ سے بھی دستبردار ہو چکا ہوں۔"

"نو جوانوں۔" امہا کرو سا ان نو جوانوں سے مخاطب ہو کر بولا۔ "بہتر یہی ہے کہ اسے نکل جانے دو۔"

"ہا ہا کرو سا اگر ہم نے اسے نکل جانے دیا تو ہم زندگی بھر سرنڈاٹھا سکیں گے ہمیں بھی خود کشی کرنا ہوگی۔"

"بہتر یہی ہے، میرے بچے۔ کہ اگر تمہارا غصہ، تمہارا نفس، تمہارا جلال، تمہارا دل یہی کہہ رہا ہے کہ اس کا خون بہا دو تو تم اپنے نفس کو قابو میں رکھو جس طرح بھی ممکن ہو تم اپنے نفس سے بچنے کی کوشش کرو، کیونکہ یہی تمہارا دھرم ہے اور یہی تمہاری تعلیم....."

"تو پھر ہمیں روکنے کی اجازت دی جائے جو دھرم کہتا ہے۔" ایک نو جوان بولا۔

"ہاں دھرم کی کسی بات سے روکنے کی مجال کس میں ہے۔" امہا کرو سا نے کہا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے بجلی سی کو گئی۔

نو جوانوں میں سے ایک نے اپنا نیزہ شانہ کے سینے میں پھوست کر دیا اور شانہ کے حلق سے خون نکل گیا..... پھر اس نے دوسرے نو جوان کا نیزہ پھین کر اپنے سینے میں گھونپ لیا اور اس کے بعد..... کے بعد دیگرے چاروں نو جوانوں نے بھی اپنے نیزوں کی انیاں اپنے پہلو کی طرف کر کے انہیں اپنے جسم میں داخل کر لیا۔

میں ساکت و جاہل رہ گیا تھا..... یہ سب کچھ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

وہ آہستہ آہستہ نیچے گرنے لگے۔ جو کھڑا رہ سکتا تھا وہ ابھی تک کھڑا تھا..... باقی جس میں سکت نہیں رہ گئی تھی وہ زمین پر گر پڑا تھا..... اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ تمام نو جوان اور شانہ ختم ہو چکے تھے۔

میں اب بھی حقاقت آسیرنگا ہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ یہ سب کچھ جو ہوا تھا مجھے بھلا اس کی کیا پرہاہ ہو سکتی تھی۔

چنانچہ میں نے امہا کرو سا کی طرف رخ کیا اور کہا۔ "ٹھیک ہے امہا کرو سا میں جا رہا ہوں..... لیکن تمہاری ہستی سے کچھ اچھی یادیں میرے ساتھ نہیں ہیں۔"

"نم اب بھی چاہتا ہوں یہاں رک سکتے ہو نو جوان مسافر۔ ہم تمہیں منع نہیں کریں گے۔ لیکن تمہیں اخلاق اور ان پابندیوں کا خیال رکھنا ہوگا جو ہمارے مذہب میں بے حد ضروری ہیں..... اور نہ ہمیں دشمنی بھی آتی ہے....."

"اور.. امہا کرو سا میں تمہیں اس قابل ہی نہیں سمجھتا کہ تم سے دشمنی کی جائے....."

اور امہا کرو سا ہر بلی نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔ شاید اس انداز میں اس کی قوم کے بارے میں میرا کہنا اسے برا لگا تھا..... بہر صورت میں نے اس کی پروا نہ کی پروا نہ کرنا اور لگا تار بڑھتا چلا گیا۔

"جو لوگ اتنے بزدل ہوں کہ اپنے ہاتھوں مر جانا پسند کریں، اور کسی دوسرے سے انتقام نہ لے سکیں، میرے نزدیک وہ کوئی بھی حیثیت

نہیں رکھتے۔ چنانچہ میں اب یہاں رک کر کیا کروں گا۔"

میں نے کہا اور آگے بڑھ گیا..... سمجھا کرو سائے مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی.....

اس ہستی سے کوئی خوشگوار یاد میرے ساتھ نہیں تھی..... حالانکہ شیمانی ایک بڑے عرصے کے بعد مجھے اس روپ میں ملی تھی جو میرے لئے پسندیدہ تھا... وہ لاہور کی میری ساتھی بھی بن سکتی تھی اور ایک طویل عرصے تک میں اس کے ساتھ زندگی گزار سکتا تھا۔ لیکن بہر صورت وہ جس حماقت کا شکار ہو گئی، میں اسے حماقت نہیں کہوں گا، یہ ان کا مذہبی مسئلہ تھا اور کسی کے مذہبی معاملات میں دخل اندازی گناہ ہے اور اگر ان کے ہاں یہی سب کچھ تھا تو ظاہر ہے میں کیا کر سکتا تھا...؟

میرے سامنے جن نوجوانوں نے اپنے آپ کو قتل کیا تھا میری نگاہوں میں ان کی کوئی وقعت نہیں تھی۔ ٹھیک ہے ان کا مذہب انہیں نفس کشی سکھاتا تھا لیکن یہ مسئلہ میری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ کسی کے لئے اسے مارنے کی بجائے خود جان دے دو...

لیکن پروفیسر..... اصول، مذہب اور حالات جو کچھ بھی ہو ہمیں ان میں دخل اندازی کی ضرورت بھی کیا ہے.....؟

چنانچہ میں اس ہستی سے نکل آیا... ضروری نہیں تھا کہ میں اسی جانب رخ کرنا جہاں سے میں آیا تھا..... زمین تو بے حد وسیع تھی، جہاں بھی قدم اٹھتے وہیں چلا جاتا، جہاں بھی میری دلچسپی کا سامان ہوتا میں وہاں جا سکتا تھا..... سو میں ہستی سے باہر نکل آیا.....

لوگ سب معمول اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ کچھ کو ان حادثات کا پتہ تھا، کچھ ان سے بے خبر تھے...

بہر حال مجھے ان سے کیا غرض تھی۔ میں خاموشی سے اپنا سفر طے کر رہا رہا۔ ویسے اس ہستی میں آنے کے بعد صرف شیمانی تھی جس کے ساتھ کچھ اچھا وقت گزارا تھا، باقی اور کچھ نہ مل سکا تھا مجھے۔

میں نے سمجھا کرو سا کے اس علم میں دلچسپی لی تھی مگر یوں لگتا تھا جیسے اس قسم کے علوم میری قسمت ہی میں نہیں ہیں..... اگر نہیں ہیں تو میں بھی ان کے لئے ویوانہ تو نہیں ہو رہا تھا۔ ظاہر ہے جادو دیکھ کر میں کیا کرتا.....؟

مجھے جادو سے کون سے فائدے اٹھانے تھے..... ہاں اگر ایک علم کی حیثیت سے وہ مجھے مل جاتا تو میں علم کے حصول کے لئے تو سرگراں رہتا ہی تھا.....

میں نے نہ جانے کتنا سفر طے کیا تھا اور اس وقت میرے ذہن میں کچھ بھی نہیں تھا، جب میں نے اس سیاہ پہاڑی کو دیکھا، جس پر دو سینک ابھرے ہوئے تھے..... بالکل سیدھے سیدھے سینک... جنہیں دیکھ کر حیرت ہوتی تھی..... حالانکہ ان کے نیچے کوئی ایسا سر نہ تھا جیسے بکری کی شکل مشابہت دی جاتی..... البتہ سینک ویسے ہی تھے.....

اور مجھے کوکلہ یاد آگئی... وہ عجیب و غریب کردار، جس سے بدھ مت کے ماننے والے بے پناہ نفرت کرتے تھے اور جس کی نحوست... اور..... اچانک میرے ذہن میں ایک خیال آیا تھا۔ مرنے والے نوجوان وہی تھے جو مجھے لے کر اس مکان میں داخل ہوئے تھے، یعنی امبا کرو سا کے

وہ عزیز واقارب جن کے حوالے مجھے کیا گیا تھا اور انہیں میں سے ایک نے گوگلہ کا ذکر بھی کیا تھا، جب کہ دوسروں نے اسے سرزنش کی تھی کہ گوگلہ کا ذکر مت کرو۔ کیونکہ اس کی نحوست تمہارے لئے نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے۔۔۔۔۔

اور اگر غور کیا جائے تو وہ سب ہی اس نحوست کا شکار ہو گئے تھے اور شہنائی بھی۔۔۔ جس نے یہ خندہ ظاہر کیا تھا کہ گوگلہ کا تذکرہ کرنے سے نحوستیں ظاہر ہوتی ہیں۔۔۔ وہ خود بھی اس کا شکار ہو گئی تھی۔۔۔۔۔

اگر سوچا جاتا تو یہ بات ذہن میں آ سکتی تھی کہ وہ سب گوگلہ کی نحوست کا شکار ہو گئے تھے۔۔۔ لیکن دوسرے لمحے مجھے اپنے اس خیال پر ہنسی آ گئی۔۔۔ ذرا میں بھی تو دیکھوں اس نحوست کو آخر وہ کون ہے اور کیوں منحوس ہے۔۔۔ چنانچہ میرا رخ اس پہاڑی کی جانب ہو گیا۔

اچانک ہی دلچسپی کا سامان نکل آیا۔۔۔ اگر گوگلہ بھٹل جاتی ہے تو میں اس کا قرب حاصل کرنے کی کوشش ضرور کروں گا۔۔۔ میں نے سوچا۔۔۔ یقیناً وہ جاہور گرنی میرے لئے دلکش اور دلچسپ ثابت ہو سکتی ہے۔۔۔۔۔

حالانکہ اس سے پہلے منور ما کا تجربہ خاصا سخت تھا۔ وہ جس انداز میں میرے پیچھے پڑی تھی وہ تو خاصا ہمایاں تک تھا اور سچی بات تو یہ ہے کہ وہ دور میری زندگی کا خاصا خراب ترین دور تھا۔۔۔۔۔

لیکن اس کے باوجود میں ہار ماننے والوں یا خوفزدہ ہو جانے والوں میں سے تو نہ تھا۔۔۔ میں منور ما کو مدد گاہ رکھتے ہوئے گوگلہ کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا، چنانچہ میں تیزی سے پہاڑی کے دامن کی طرف چل پڑا۔۔۔ جہاں ایک عجیب و غریب شکل کا غار مجھے نظر آ رہا تھا۔۔۔۔۔

عجیب و غریب میں اس لئے کہہ سکتا تھا کہ اس کا دہانہ شیر کے منہ کی مانند تھا اور یوں لگتا تھا جیسے کسی چٹان کو تراش کر اس میں یہ سوراخ بنایا گیا ہو اور یہ غار قدرتی نہ ہو۔۔۔۔۔

پھر بھی یہ دلچسپ جگہ میرے لئے پرکشش تھی، چنانچہ میں تیز رفتاری سے اس کی جانب بڑھنے لگا۔ اور چند ساعت کے بعد میں شیر کے منہ والے غار کے دہانے پر تھا۔۔۔ جیسا کہ اڑناؤں کے لوگوں نے بتایا تھا کہ گوگلہ ان کے لئے منحوس نام ہے اور خود میں نے بھی عقیدے کا کرشمہ دیکھا تھا۔ یعنی یہ کہ جس نے میرے سامنے یہ تذکرہ کیا تھا۔ وہ اب موجود نہیں تھا۔۔۔ لیکن اس بات کی حقیقت کیا تھی؟ یہ تو بیٹھے اس دہانے کے اندر داخل ہو کر ہی پتہ چل سکتا تھا۔۔۔۔۔

لیکن یہ پتھر کا شیر، یہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔۔۔ غار کے کسی دہانے کو یہ شکل دے دینا بلاشبہ بڑی ہمت تھی۔۔۔ اور دہانہ بھی معمولی نہیں تھا۔ ایک چھوٹے موٹے پہاڑ کو ہی یہ شکل دی گئی تھی۔

کیا یہ انسانی ہاتھوں کا کرشمہ ہے۔ یا ہوا کی کاٹ نے یہ عجیب و غریب کارنامہ انجام دیا ہے۔۔۔۔۔

بہر حال میں اس کے قریب پہنچ گیا اور قریب پہنچ کر اسے غور سے دیکھا۔۔۔۔۔

بلاشبہ یہ انسانی ہاتھوں کا کارنامہ تھا۔ لیکن خوف کا یہاں کیا سوال پوچھیں۔۔۔ اس کے اندر کیا ہو گا مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی۔۔۔ ان

لوگوں سے بدل ہو گیا تھا، اب دیکھنا یہ تھا کہ اندر کیا ہے۔ چنانچہ میں اس عظیم الشان چٹان کے بالکل نزویک پہنچ گیا جس میں شیر کا سر تراشا ہوا تھا اور

اسی وقت مجھے ایک خوفناک غرابٹ سنائی دی۔ یہ شیر کی غرابٹ تھی اور میں نے چٹان بٹتے ہوئے دیکھی، بالکل اسی انداز میں جیسے شیر گردن ہلارہا ہو۔ اس کے ساتھ ہی شیر کی آنکھوں کے گڑھ رہن ہو گئے تھے۔۔۔۔۔

پھر ایک کرخت اور کسی قدر مکروہ آواز سنائی دی۔۔۔۔۔ "اپنی جگہ رک جاؤ۔۔۔۔۔ اس سے آگے بڑھنے کی کوشش موت ہے۔۔۔۔۔"

"خوب تو تم بولتے بھی ہو۔۔۔۔۔" میں نے مسکرا کہا۔

"اور جو کچھ کہا گیا ہے۔ درست بھی ہے۔"

"میں مرنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن مرنے کے لئے تم نے اسی جگہ کا انتخاب کیوں کیا؟"

"یہ تو اپنی اپنی پسند ہے۔" میں نے کہا اور آواز چند ساعت کے لئے رک گئی۔ پھر دوبارہ سنائی دی۔

"کیا تم بدھ راہب ہو؟"

"ہاں۔ ہوں۔"

"میرنی تو توں کو آزمانا چاہتے ہو؟"

"یہی سمجھ لو۔"

"لیکن میرا خیال کچھ اور ہے۔"

"وہ بھی بتا دو۔"

"اپنی مذہبی رسومات کے تحت تم نے مرنے کا فیصلہ کیا ہے اور چونکہ تم لوگ مرنے کے معاملے میں زیادہ سے زیادہ اذیت کے طالب ہوتے ہو اس لئے تم نے اس جانب کا رخ کیا ہے۔"

"واہ۔ اسے پیار سے پتھر۔ تم تو زندہ انسانوں سے زیادہ ذہین معلوم ہوتے ہو۔ مگر تمہارے سر پر سینک کیوں ابھرے ہوئے ہیں؟"

"کیا مطلب۔؟" آواز ابھری۔

"ہاں۔ اوپر دو سینک نظر آتے ہیں۔ کیسی انوکھی بات ہے کہ تم نیچے سے شیر اور اوپر سے مبری ہو۔۔۔۔۔" میں نے مذاق اڑانے والے انداز

میں کہا اور چند ساعت کے لئے پھر خاموشی طاری ہو گئی۔ "بہر حال میں اندر آ کر بتی تم سے ملاقات کروں گا۔" میں پھر آگے بڑھا۔

"میں کہتا ہوں رک جاؤ۔۔۔۔۔ اندر داخل ہونے کا نتیجہ دیکھ لو۔" آواز آئی اور دوسرے لئے شیر کا جہز بند ہو گیا۔ اس کے پتھر پلے پلے لہے

دانت ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے۔ اور بلاشبہ ان کے درمیان آنے والی کوئی بھی شے بچ نہیں سکتی تھی۔۔۔۔۔ دانت پھر کھل گئے۔

"اچھا کھیل ہے۔ لیکن میرے اندر داخل ہوتے وقت اگر تم نے ایسی حرکت کی تو ہمیشہ کے لئے دانتوں سے محروم ہو جاؤ گے۔"

"یہ بات ہے تو پھر ٹھیک ہے آ جاؤ۔" آواز میں غصہ تھا۔ لیکن جوں ہی میں دہانے کے قریب پہنچا۔ آگ کے شعلے وہاں سے نکل

پڑے۔ بڑی تیز آگ تھی جو میرے بدن کے گرد چھا گئی۔ لیکن کسی کو کیا معلوم تھا کہ اس آگ نے میرے لئے کیا فرحت فراہم کی تھی۔ میں شعلوں کے درمیان کھڑا تھا اور پھر بھیا تک شعلے بند ہو گئے۔ میں نے قبضہ لگا لیا۔ اور پھر میں غار کے دبانے میں داخل ہو گیا۔ اوپر نیچے کی دانٹوں کی شکل میں ترشی ہوئی چٹانیں تیزی سے حرکت میں آئیں اور میں نے ان کے درمیان ہاتھ پھنسا دیئے۔ میں نے جو کہا تھا وہی کرنا چاہتا تھا اس لئے میں نے مضبوطی سے انہیں پکڑ لیا اور پھر دونوں ہاتھوں کی قوت و مختلف سمتوں میں صرف کرنے لگا۔ یوں لگا جیسے چٹانیں اپنی جگہ واہیں جانا چاہتی ہوں۔ لیکن میں بھلا کہاں چھوڑنے والا تھا۔

پھر دو تڑاٹے ہوئے۔ اور چٹانوں کے دو بڑے رگلے نوٹ کر اندر غار میں جا گئے۔ اب شیر کے دانٹوں میں ایک چھوٹا خلا بن گیا تھا۔ میں اطمینان سے اندر داخل ہو گیا۔

غار کا پہلا ہی حصہ دیکھ کر میں نے پسندیدہ انداز میں گردن ہلائی تھی۔ یہاں خاصی روشنی جو دیواروں میں نصب ہرے ہرے بیروں سے پھوٹ رہی تھی۔ اندر کا ماحول برا صاف ستھرا تھا۔ لیکن میں ابھی جا تڑا ہی لے رہا تھا کہ سامنے والی دیوار کے دوسرے دروازے یا چٹان کے دبانے سے دھڑا دھڑا آواز سنائی دے لگی۔ سو کھٹے ہوئے ڈھانچے، جن کے استخوانی ہاتھوں میں تیشے دبے ہوئے تھے اور وہ اس طرح پوزیشن لے رہے تھے جیسے میرے اوپر حملہ آور ہونے والے ہوں۔ میں نے ان پھدکتے ہوئے ڈھانچوں کو دیکھا اور پھر زور سے آواز دی۔

”گوکلہ۔ میں تمہارا مہمان ہوں۔ کیا تمہارے ہاں مہمانوں کا استقبال اس طرح کیا جاتا ہے؟“

”مہمان گیالی جی بن جلائے کے مہمان ہیں۔ زبردستی کے مہمانوں کو زبردستی سے ہی روکا جاتا ہے۔ تھوڑی سی زبردستی اور کر دو۔ اس کے بعد تمہارے بارے میں سوچوں گا۔“ ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ لہجے میں چبک تھی۔

”لیکن اس کے بعد تمہارے تعلقات بہتر نہ رہیں گے۔“

”اس کا فیصلہ بعد میں کر لیں گے۔ ابھی تو میرے پاس بیٹھا رکھ لیں۔ میں تمہیں ان سب سے محفوظ کروں گی اور یہ وقت اتنا ہو گا کہ تمہیں یہاں آنے کا لطف آ جائے گا۔“

”اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے۔ میں تمہاری اس جنت کو کھنڈر بنا دوں گا۔“ میں نے کہا اور خود ہی ڈھانچوں پر حملہ کر دیا۔ کئی تیشے خاصی قوت سے میرے بدن پر پڑے۔ لیکن میں نے ان میں سے دو کو پکڑ لیا اور پھر ان کی ہڈیاں ادھر ادھر بکھر گئیں۔ دوسرے ڈھانچے آگے پیچھے سے میرے اوپر برابر حملہ کیر رہے تھے لیکن میں ان میں سے دو کو کھٹکانے لگانے لگا اور ڈھانچے کھرنے لگے۔ وہ خاموشی سے لڑ رہے تھے۔ ذرا سی دیر میں ان کی تعداد بہت کم رہ گئی۔

”رک جاؤ۔۔۔۔۔ نسوانی آواز نے حکم دیا اور ڈھانچے رک گئے دو میری طرف رخ کئے کھڑے تھے۔۔۔۔۔“ چلو تم سب اٹھ جاؤ۔۔۔۔۔“ اس نے کہا اور ایک حیرت انگیز منظر میرے سامنے تھا۔ کھرنی ہوئی ہڈیاں یکجا ہو رہی تھیں اور پھر وہ تمام ڈھانچے کھڑے ہو گئے تھے اور انہیں بنا کر وہیں غار میں جانے لگے۔ میں خاموش کھڑا ان کو دیکھ رہا تھا پھر آخری ڈھانچہ اندر چلا گیا۔ اور جب خاموشی طویل ہو گئی تو میں نے اسے مخاطب کیا۔

"گوکلہ۔ دیر ہوگئی۔ میں تمہارے لئے کھیل کا انتظار کر رہا ہوں۔"

"لامہ..... معلوم ہوتا ہے کافی ریاضت کی ہے..... لیکن بڑی تعجب خیز بات ہے..... تم اداؤں اور قبیلے کے لوگوں میں رہنے کی بجائے اس طرف کیوں آ گئے ہو.....؟" نسوانی آواز نے کہا۔

"یہ دوستانہ سوال ہے اور فی الحال ہماری دشمنی چل رہی ہے۔"

"تم کوئی دوستانہ احساس لے کر یہاں آئے ہو؟"

"ہاں..... میں دشمن بن کر نہیں آیا تھا۔"

"یہ نہ ماننے کی بات ہے۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ تم میں سے ہر ایک کا مشن یہی رہا ہے کہ گوکلہ کو ختم کر دو۔ اسے فنا کر دو جو تمہارے مذہب کو نہیں مانتی....."

"کتنے لوگوں نے ایسی کوشش کی ہے؟"

"ان میں سے کچھ کو تو تم دیکھ چکے ہو..... ان کے علاوہ بھی بہت سے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"یہ جن سے تم جنگ کر چکے ہو..... یہ سب مہمان گیارہ تھے، اور گوکلہ کو فنا کرنے آئے تھے۔ مگر میں نے ان سب کو زندہ ہی سکھایا ہے اور

اب یہ میرے غلام ہیں۔"

"یہ سب لامہ تھے.....؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"ہاں..... ان کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔ ویسے بڑے نیک ہوتے ہیں یہ سب۔ مجھے فنا کرنے کا سو داؤا بہن میں لے کر آتے ہیں پھر

میری غلامی کرتے ہیں۔ ان کی خوبی یہ ہے کہ یہ کبھی بغاوت نہیں کرتے....." نسوانی آواز آخر میں ہنس پڑی۔

"لیکن میرے خیال میں تمہارا علم مکمل نہیں ہے گوکلہ۔" میں نے کہا۔

"اُد۔ کیوں؟" اس نے بھی دلچسپی سے پوچھا۔

"اس لئے کہ تم مجھے دیکھ نہیں سکتیں، صرف قیاس کر سکتی ہو۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھی۔"

"میں بددعا لامہ نہیں ہوں۔ اس لئے نہ تم مجھے غلام بنا سکتی ہو نہ تمہارا علم میرے اوپر کامیاب ہو سکتا ہے۔ کیا ان لڑنے والوں کے علاوہ

تمہارے پاس کچھ نہیں ہے؟"

"بہت کچھ ہے۔ اگر تم دیکھنے کے خواہش مند ہو تو میں تمہیں مایوس نہیں کروں گی۔ لیکن یہ تم نے کیا کہا کہ تم لامہ نہیں ہو۔"

"میرا اندازہ درست ہے نا کہ تم مجھے دیکھ نہیں سکتیں، صرف محسوس کر سکتی ہو۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ ٹھہرو۔ میں تمہیں تمہارے بارے میں بتاتی ہوں۔" اس نے کہا اور پھر میں نے دیکھا کچھ ہیروں کی چمک بڑھ گئی تھی۔ روشنی میرے اوپر پڑ رہی تھی۔ لیکن دوسری طرف خاموشی ہی رہی۔ پھر کافی دیر کے بعد اس کی آواز سنائی دی۔

"سنو۔ تم واقعی ان سے مختلف ہو۔ تم تو واقعی انوکھے ہو۔ لیکن پھر تم کون ہو؟"

"تم نے کہا تھا کہ تم ابھی میرے بارے میں بتاتی ہو۔"

"ہاں۔ لیکن تم نے خوب روپ بدلا ہے۔ تم نے اپنی ذات پر پیشہ خول بڑھا رکھے ہیں۔ ویسے میں تمہارے علم سے متاثر ہوئی ہوں۔ تم

نے اپنے آپ کو جو بنا رکھا ہے وہ میری سمجھ میں بھی نہیں آیا۔"

"اور کبھی نہیں آئے گا گوکلہ... لیکن تم ہو کہاں؟"

"تم سے بہت دور... اتنی دور کہ تم مجھ تک نہیں پہنچ سکتے اگر میں نہ چاہوں۔ لیکن تم حج بناؤ کیا تم لامہ نہیں ہو...؟"

"ہرگز نہیں۔"

"تم مہارتا بدھ کو بھی نہیں مانتے؟"

"اس طرح نہیں جیسے اس کے پیرو مانتے ہیں۔ ہاں اس کی تعلیمات میں بہت سی اچھائیاں ہیں۔ میں انہیں تسلیم کرتا ہوں۔" میں نے

جواب دیا۔

"ہوں۔" گوکلہ کی آواز ابھری۔ "اور بدھ مت کا کوئی بھی ماننے والا بدھ کے بارے میں ایسے الفاظ ادا نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں یہ بات

تسلیم کر لیتی ہوں کہ تم بدھ لامہ نہیں ہو... پھر تمہاری شکل و صورت اور حلیہ بھی ویسا نہیں ہے۔ یہ تمہارا بدن سنہرا کیوں ہے؟"

"اس آگ سے پوچھو جس نے مجھے جانے کی کوشش کی تھی۔"

"کیا تم بہت بڑا غم رکھتے ہو؟"

"میں ان باتوں کا جواب تمہیں کیوں دوں؟ تمہارا محکوم نہیں ہوں۔ اگر تم دوستی کا ہاتھ بڑھائیں تو پھر ہمارے ایک دوسرے پر حقوق ہوتے۔"

"لیکن میں نے تمہارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ میں نے تمہیں قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اگر تم غیر معمولی نہ ہوتے تو ضرور مارے

جاتے۔ ان حالات میں تمہاری قوت اور تمہاری عجیب حیثیت سے متاثر ہو کر اور یہ معلوم کرنے کے بعد کہ تم بدھ نہیں ہو... اگر میں تم سے دوستی

کی خواہش ظاہر کروں تو... کیا تم اسے قبول بھی کر لوں گے...؟"

"ممکن ہے... میں نے جواب دیا۔"

"لیکن کیا اس دوستی میں خلوص ہوگا؟"

"یہ تو دوستی ہونے کے بعد ہی پتہ چل سکتا ہے۔"

"اور اگر یہ پیشکش میں اب کروں...؟"

"تب بھی میں اسے قبول کر لوں گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ گوگلہ کہ میں خود کو بہت کچھ سمجھتا ہوں۔ اگر تمہارے ذہن میں خلوص نہ بھی ہو تب

بھی میری ذات کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔"

"خود پر اتنا مان رکھتے ہو۔"

"ہاں... میں نے جواب دیا۔"

"اگر میں یہ مان توڑ دوں تو...؟"

"تو پھر میں تمہیں تسلیم کر لوں گا... میں نے جواب دیا۔"

"اور میرے احکامات کی تعمیل کروں گے؟"

"ہاں۔"

"خو! میں تمہیں بھی ذہانِ نچے میں تبدیل کر کے اپنا غلام بنا لوں۔"

"ہاں۔ مجھے منظور ہے۔" میں نے کہا اور گوگلہ کسی سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر آہستہ سے بولی۔

"تم اپنے وقت کے انوکھے انسان ہوں۔ لیکن... میرا نام گوگلہ ہے۔ آؤ میرے پاس آ جاؤ۔ میں اپنے اور تمہارے راستے کے تمام

پرے ہٹا رہی ہوں۔" اس نے کہا اور میرے سامنے سے عمار کی وہ عظیم الشان دیوار ہٹ گئی جس میں سوراخ تھا اور جس سوراخ سے ذہانِ نچے اندر

آئے تھے۔ لیکن دوسری طرف ایک سپاٹ جگہ کے علاوہ کچھ نہ تھا... ہاں آگے جا کر یوں لگتا تھا کہ جیسے اس چٹان کا اختتام کسی گہری کھائی میں ہوا ہو۔

"چلے آؤ اجنبی... آگے آؤ اور اپنی بہت کوتاہی... گوگلہ کی آواز ابھری اور میں آگے بڑھ گیا۔ ممکن ہے اس چوڑے میدان کے بعد

کوئی گہری کھائی ہو... اگر ایسا بھی ہو تو میں کھائی میں کود جاؤں گا۔ نتیجہ کچھ بھی ہو۔ لیکن اس سپاٹ جگہ کے اختتام پر تھوڑا سا نیچے اتر کر ویسی ہی

چوڑی سیزمی تھی اور مجھے تھوڑی سی حیرانی بھی ہوئی۔ میں اس دوسری سیزمی پر کود گیا اور اس کے اختتام پر میں نے ویسی ہی تیسری سیزمی دیکھی۔

خوب... تو یہ میرے مان کا امتحان ہے۔ میں نے سوچا اور پھر میں نے تیزی سے یہ عظیم الشان سیزمیاں طے کرنا شروع کر دیں۔ لیکن

پر دینسر... مجھے واقعی الجھن ہونے لگی تھی... سیزمی کے بعد سیزمی آتی جا رہی تھی اور اختتام نہیں تھا... اب سیزمیوں کے دنوں سمیت کوئی منظر نہ تھا۔

اوپر آسمان اور دونوں طرف گہری کھائیاں... ایک دفعہ میں نے سوچا بھی کہ ان گہری کھائیوں میں چھلانگ لگا دوں لیکن پھر میں نے خیال کیا کہ ممکن

ہے گوگلہ اسے میری بزدلی تصور کرے... سو میں نیچے اترتا رہا... اور سورج چھپ گیا... چاند نکل آیا اور میں نے اپنے سفر جاری رکھا... چاند میرے

ساتھ ساتھ سفر کر رہا تھا اور میں نہ جانے زمین کے کون سے طبق میں پہنچ گیا... اگر گوگلہ کا خیال تھا کہ میں ٹھک کر گر جاؤں گا تو یہ اس کی حماقت تھی کیونکہ

اگر یہ سفر صدیوں بھی جاری رہے تو میں اسے طے کرنا رہا ہوا اور کبھی ٹھک کر نہ بیٹھوں گا... اگر وہ خود اس سفر کو طویل کر رہی تھی تو ہمارے ہی ماننا پڑے گی۔

آخر وہ کب تک انتظار کرے گی۔

چاند آخری منازل طے کر رہا تھا اور میں سیزھیاں اترتا جا رہا تھا۔ ذہن پر وحشت طاری تھی لیکن میں نے ایک لمحے بھی یہ احساس نہ ہونے دیا کہ میں تھک گیا ہوں۔ یہاں تک کہ آسمان سفید ہونے لگا اور پھر جب سورج نے سر ابھارا تو..... میں آخری میزھی سے نیچے اتر رہا تھا۔

اس کے آگے ایک وسیع و عریض جنگل پھیلا ہوا تھا۔ نہایت خوشنما جنگل یہاں درخت کثرت تھے۔ لیکن ایسے انوکھے درخت جو میں نے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ پورے جنگل میں ایک خوشگوار مہک پھیلی ہوئی تھی۔

میں رک کر چاروں طرف دیکھنے لگے۔ تب میری نگاہ کسی سفید شے پر پڑی۔ ایک عظیم الشان اندھا تھا۔ اتنا بڑا اندھا جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ زمانہ قدیم میں، میں نے بے شمار بڑے بڑے جانور دیکھے تھے لیکن ان کے اندھے بھی اتنے بڑے نہیں تھے۔ بہر حال میں نے وہ فاصلہ بھی طے کیا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔

لیکن وہاں پہنچ کر معلوم ہوا تھا کہ وہ اندھا نہیں کوئی عمارت ہے۔ اس میں صرف ایک دروازہ نظر آ رہا تھا۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور دروازے کی سیزھیاں طے کرتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ پروفیسر اندر کے مناظر بھی انوکھے تھے۔ اتنی حسین جگہ میں نے اس سے قبل نہیں دیکھی تھی۔ اندر جو روشنی تھی وہ قدرتی نہیں تھی۔ بس ایک عجیب سی سحر انگیز روشنی جسے کوئی نام نہیں دیا جاسکتا تھا۔ چاروں طرف چھوٹے چھوٹے گول حوض بکھرے ہوئے تھے جن کے درمیان سنہری چمکدار گھاس اگی ہوئی تھی۔ یہ حوض بھی سفید پتھر کے تھے۔ میں ان کے درمیان سے گزر کر اس بارہ دوری کی طرف بڑھنے لگا جو رنگین دیواروں سے آراستہ تھی..... اور بارہ دوری کے درمیان مجھے سنگ مرمری کے ایک تخت پر ایک حسین عورت نظر آئی جس نے بے حد خوشنما لیکن ہار ایک لباس پہنا ہوا تھا۔ اس کے سر پر تاج بھی تھا جس میں رنگین پتھر چمک رہے تھے۔ بالکل جوان اور انتہائی پرکشش شخصیت کی مالک عورت تھی۔ اس کی آنکھیں بے حد حسین اور کشش انگیز تھیں اور ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے انداز میں شناسائی تھی۔

اور پھر مجھے دیکھ کر اس کی مسکراہٹ اور گہری ہونٹیں۔ "آؤ اجنبی نوجوان... اس بارہ دوری میں آ جاؤ....."

"تمہاری آواز سے میں جان رہا ہوں کہ تم گولکھ ہو۔"

"ہاں۔ تمہارا اندازہ درست ہے۔"

"میرا خیال ہے تم خود تھک گئیں، گولکھ۔"

"کس سلسلہ میں؟"

"اس سے زیادہ تم اس سفر کو طویل نہیں کر سکتی تھیں کیونکہ پھر تمہیں ہی اکتاہٹ ہونے لگتی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہ جھکنے والے انوکھے انسان۔ پہلے تو اس طویل مسافت کو رکے بغیر طے کرنے کے لئے میری داد تمہیں قبول کر۔ میرا خیال تھا تو اپنا علم

آزمائے گا اور یہ فاصلہ مختصر کرے گا۔"

"انسوس میرے پاس کوئی ایسا علم نہ تھا۔"

"خوب۔ لیکن میں بھی تجھ پر واضح کر دوں کہ یہ فاصلے میں نے طویل نہیں کئے تھے۔ میں نے تیرے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں کھڑی کی۔"

"لیکن زمین کی گہرائیوں میں اتنی وسعت کہاں سے آگئی؟"

"اور... تو نے زمین کی گہرائیوں کا تعجب کیا ہے... یہ زمین کا آخری طبق ہے جسے ہسپتال بھی کہتے ہیں اور تحتِ لٹری بھی۔ اور یقیناً کرو

کہ تو نے ایک رات میں اتنی تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے سات طبقے کئے ہیں۔"

"ان الفاظ میں فریب کتنا ہے...؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تجھے دیکھنے کے بعد تجھ سے فریب کرنے کو جی نہیں چاہتا۔" اس نے جواب دیا۔

"خیر آنے والے وقت تیرے غلوں کی نشاندہی کر دے گا۔"

"یقیناً... بیٹھے جا... میں تجھے کیا پیش کروں... غلوں دل سے ہٹا دے کیا تمک گیا ہے۔ آرام کرنا چاہتا ہے، بھوکا ہے، کچھ کھانا چاہتا

ہے۔ سن تو میرا مہمان ہے اور تو پہلا مہمان ہے جسے میں نے تحتِ لٹری میں بلایا ہے... جب تک تجھے مہمان کہوں گی دھوکہ نہ دوں گی..."

"نہیں گوکلہ۔ نہ تو کا بوا ہوں نہ بھوکا ہوں۔"

"پھر بھی کچھ تو کھالے۔ میں تیرے لئے کچھ منگوائی ہوں۔" اس نے کہا اور دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے۔ تب میں نے خوبصورت تھالیاں

نضا میں اڑتے دیکھیں۔ وہ ہمارے سامنے پہنچ گئیں۔ ان میں نازہ انگور، سیب، انگترے اور دوسرے اچھل رکھے ہوئے تھے۔

"انہیں کھانے سے تجھے کوئی نقصان نہ ہوگا۔" اس نے بے تکلف کہا۔

"تیری باتوں سے حماقت کی لذت آتی ہے گوکلہ! میرے لئے وہ چیز سنگا جو تیرے خیال میں مجھے نقصان دے سکے۔"

"ابھی۔ حالات کس قدر بدل گئے ہیں، تیری شخصیت مجھے پسند آئی ہے۔ میں تم سے اظہارِ عشق نہیں کر رہی، نہ آئندہ کروں گی لیکن جس

طرح میں اپنی دنیا میں انوکھی ہوں اسی طرح میرا خیال ہے کہ پہلے طبق میں بھی تجھ جیسا دوسرا نہیں۔ اس لئے میں تجھے پسند کرنے لگی ہوں اور اپنے

اور تیرے درمیان اختلاف کم کرنا چاہتی ہوں۔"

"اس کی ایک ہی صورت ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا...؟"

"تو مجھے اپنے بارے میں سب کچھ بتائے گی۔ یہاں تک کہ مجھے اپنے علم سے بھی روشناس کرائے گی۔"

"کیا تو بھی ایسا ہی کرے گا؟"

"ہاں... لیکن اس وقت جب تجھے میرے اوپر مکمل اعتماد ہو جائے گا۔"

"انوکھا ہے، سچ انوکھا ہے۔" وہ مسکرا کر بولی۔ پھر کہنے لگی۔ "اس ہسپتال کے اندر آنے کے بعد بھی تیرا مان اپنے اوپر قائم ہے... اگر

بے توجہ کیوں... کیا تو یہاں سے باسانی واپس جاسکتا ہے...؟" اس نے سوال کیا۔

"تو پھر اپنی باتوں پر اتر آئی ہے گوکلہ۔ حالانکہ تو نے دیکھا کہ میں نے ابھی تک تیری کسی بڑی حیثیت کو تسلیم نہیں کیا۔ ہاں میں یہاں سے

واپس بھی جا سکتا ہوں اور..... اور بھی بہت کچھ کر سکتا ہوں۔"

"خام خیالی ہے..... بہر صورت جب ہم دوستی کی بات کرتے ہیں تو پھر ان باتوں کی گنجائش کیا رہ جاتی ہے۔"

"ہاں گنجائش تو نہیں رہتی۔ لیکن کبھی اگر تیرے ذہن میں یہ احساس پیدا ہو کہ میں کسی طور بے بس ہو گیا ہوں تو اپنی دوستی کو بالائے طاق

رکھ کر اور مجھ سے کہہ دینا کہ میں جو کچھ کر سکتا ہوں کروں..... سو میں کر لوں گا۔"

گوگلہ پیار بھرے انداز میں مجھے دیکھ کر مسکراتی رہی، اس نے میری اس بات کا جواب کوئی نہیں دیا..... پھر بولی۔

"ٹھیک ہے۔ تو مجھے تیری یہ بات منظور ہے۔ تو مجھے اپنے بارے میں بتا، میں تجھے اپنے بارے میں تفصیلات بتاؤں گی لیکن اس سے پہلے

میں پھر یہ چاہوں گی کہ تو کچھ کھاپی لے۔"

"اگر ہم دوست ہیں تو گوگلہ پھر اس میں کوئی ہرج نہیں ہے۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ میرے خیال میں اب اس سے سخت گفتگو

کرتے رہنا مناسب نہ تھا۔ میں جو کچھ تھا، میں جانتا تھا۔ گوگلہ جو کچھ تھی یقیناً وہ بھی جانتی تھی۔ بہت ساری باتیں اس کے اندر میرے لئے پرکشش

تھیں اور مجھے یقین تھا کہ وہ مجھ میں دلچسپی لے رہی ہے۔

گوگلہ نے میرے لئے جو کچھ منگوایا تھا میں نے اسے رغبت سے کھایا۔ گوگلہ خود بھی میرا ساتھ دیتی رہی تھی۔ ہاں وہ جگہ جہاں ہم لوگ

بیٹھے ہوئے تھے بے حد خوبصورت اور آرام دہ تھی۔

البتہ میں نے دیکھا کہ یہاں کسی اور انسان یا جانور کا وجود نہ تھا، کوئی ایسی آواز کوئی ایسی تحریک دکھائی یا سنائی نہ دیتی تھی جس سے یہ

احساس ہوتا کہ گوگلہ کے علاوہ بھی یہاں زندگی کے کچھ اور آثار ہیں۔ ویسے اس عورت کو میں نے گہری نظروں سے دیکھا تھا۔ جہاں تک اس کی کشش

کا تعلق تھا تو بلاشبہ وہ سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخن تک اچھی اور پرکشش عورت کہی جا سکتی تھی البتہ اس کے بارے میں جو روایات تھیں وہ

عجیب و غریب تھیں۔

تھوڑی دیر تک ہم لوگ خاموشی سے خشک میوے اور پھل کھاتے رہے۔ گوگلہ دل ہی دل میں مسکراتی تھی، جس کا احساس اس کے چہرے

پر بنتے ملتے انداز سے ہورہا تھا کہ وہ ناخوش نہیں ہے۔ کئی بار اس نے اپنی جا دو بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا بھی تھا اور مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے وہ

میری ذات کو پڑھنا چاہ رہی ہو۔

میں نے یہ بات صرف محسوس کی تھی اس نے جواب میں نظر اٹھا کر اسے نہیں دیکھا تھا۔

ویسے بھی پرائیوسر حقیقت یہ تھی کہ میرے نزدیک گوگلہ بحیثیت عورت کے کوئی کشش نہیں رکھتی تھی..... کیونکہ عورتوں کے مسئلہ میں، میں تو

کبھی متاثر ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ بڑی بڑی حسین عورتیں میری زندگی میں داخل ہو چکی تھیں..... گوگلہ سے زیادہ عجیب، اس سے زیادہ پراسرار، ہاں یہ

دوسری بات ہے کہ ہر نئی آنے والی اپنے اندر الگ حیثیت اور الگ شخصیت رکھتی تھیں۔ اس کے علاوہ اووار کے لحاظ سے بھی ان کے اندر کافی

تبدیلیاں پیدا ہو جاتی تھیں..... اس طرت گوگلہ بھی میرے لئے جکش تھی اور کچھ عرصہ اس کا ساتھ مل جاتا تو کوئی بری بات بھی نہ تھی۔ البتہ میں اس

سے اس قسم کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا چنانچہ میں خاموش ہی رہا۔

پھر گوگلہ نے پیار بھرے انداز میں کہا: "نوجوان اپنا نام نہیں بتاؤ گے؟"

"پورا نا۔" میں نے جواب دیا اور میری نگاہوں میں شہنائی گھوم گئی۔ ایک لمحے کے لئے میرے چہرے پر ایک رنگ آیا لیکن اس طرف سے

گوگلہ سے بالکل محسوس نہ کر سکی۔ دوسرے لمحے میں پرسکون تھا۔

"پورا نا..... بہت خوب بلاشبہ تمہیں پسند کیا جا سکتا ہے۔" وہ مسکراتی ہوئی بولی۔ "میرا نام تمہیں کہاں سے معلوم ہوا؟"

"ہستی کے لوگوں سے....." میں نے جواب دیا۔

"اورد..... وہ مجھے کس انداز میں یاد کرتے ہیں۔"

"بہت ہی غلط انداز میں..... وہ تمہارا نام لینا پسند نہیں کرتے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں وہ مجھے منحوس کہتے ہیں..... یہ بات مجھے معلوم ہے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ میں ان کے لئے بہت بڑی نحوست ہوں۔ دیکھو پورا نا یہ تو

انسان کی اپنی مرضی اور فطرت کی بات ہے۔ میں ان کے درمیان گئی تھی۔ میں نے ان کے ساتھ رہنا چاہا۔ میرے دل میں یہ خیال نہیں تھا کہ میں

انہیں کوئی نقصان پہنچاؤں گی۔ لیکن انہوں نے اپنا مذہب مجھے مسلط کرنے کی کوشش کی، انہیں میری وہ تو تمہیں پسند نہ آئیں جن سے میں ان پر فوقیت

رکھتی تھی۔ انہوں نے کہا کہ میں بدھ مت کی پیروی کروں جاؤں، اب پورا نا یہ بھی تو ہے کہ اگر تم بذات خود کسی طاقت کے مالک ہو، تو تم کسی کے غلام کیوں

بنو..... میں اپنے طور پر تو زور دینا چاہتی تھی لیکن ان لوگوں نے زبردستی مجھے اپنے بنائے ہوئے ایک دائرے میں مقید کرنا چاہا اور میں نے اسے قبول نہ

کیا۔ تب میں ان پہاڑوں میں آئی۔ تم یقین کرو میں نے ان کی ذات کو نقصان پہنچانے کی کوئی کوشش نہیں کی ہے۔ میں نے کبھی ان کے خلاف

کوئی ایسا کام نہیں کیا جو ان کے لئے باعث تکلیف ہو، لیکن بدھ راہب مجھے نیست و نابود کرنا ہی مسئلہ سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ مجھے نیست و

نابود کرویں گے تو انہیں بہت بڑا ثواب ملے گا۔ اب اگر ایسے لوگ میرے پاس آکر مجھے برباد کرنے کی کوشش کریں تو پورا نا تم خود ہی بتاؤ، کیا پھر میرا

حق نہیں ہے کہ میں انہیں نیست و نابود کروں..... سو میں نے ایسا ہی کیا..... وہ ڈھانچے جو میرے لئے تم سے لڑے تھے یہ سب بڑے بڑے بدھ

جکشتو تھے جو یہاں تک پہنچے اور میرا شکار بن گئے۔"

"ہاں پورا نا۔ تو یہ سب خود تمہارے غاروں تک پہنچے تھے؟"

"ہاں پورا نا۔ یہ سب مجھ پر حملہ آور ہوئے تھے۔ بڑی بڑی عجیب قوتیں لے کر مجھ پر حملہ کیا تھا..... میں یہ نہیں کہتی کہ کوئی مذہب کمزور ہے

بلکہ یہ دوسری بات ہے کہ کوئی جب کسی کو فنا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو دوسرا بھی اپنا بچاؤ کرتا ہے۔ میں ان پر حاوی ہو گئی۔ یہ دوسری بات ہے، میں

نے خود کو کبھی دنیا سے الگ نہیں سمجھا۔ میں تو صرف اپنے طور پر زندگی گزارنا چاہتی تھی۔ پھر ان لوگوں کو کیا تکلیف تھی کہ مجھ کو روکتے۔ کیا تم بھی ان

کے مذہب سے تعلق نہیں رکھتے۔ کیا تم نے جو کچھ کیا ہے وہ حقیقت ہے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر تم ہی بناؤ..... ان لوگوں نے تم پر اپنا مذہب مسلط کرنے کی کوشش کی ہوگی۔"

"نہیں مجھے اس ہستی میں آئے زیادہ وقت نہیں گزرا۔ ممکن تھا وہ اس قسم کی کوشش کرتے لیکن ابھی تک ایسا نہیں کیا گیا۔"

"اور... تو پھر تم کس حیثیت سے ان کے درمیان تھے؟"

"بس ایک مسافر کی حیثیت سے... کیا تم نے اسمہا کرو سا کا نام سنا ہے؟"

"اسمہا کرو سا..... ہاں، کیوں نہیں۔ وہ شخص مجھے یاد آ رہا ہے۔ ایک بوز ہار اہب جو خاصی تو توں کا مالک تھا اور بڑی حیثیت رکھتا تھا ان

لوگوں کے درمیان... لیکن اس نے تو مرن تیاگ لیا تھا۔ تم اس کے بارے میں کیا بتا رہے تھے۔"

"مرن تیاگ سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"ایک ایسی چلہ کشی جس میں موت قبول کر لی جانی ہے اور زندگی سے ایک تھوڑا کر لیا جاتا ہے۔ یعنی زندگی کے کچھ سال وقت کو قرض

دے دینے جاتے ہیں لیکن یہ اس راہب کی منطق تھی۔ اس کی یہ کوشش کامیاب ہوئی یا نہیں مجھے اس بارے میں کچھ معلوم نہیں۔"

"اسمہا کرو سا کی یہ کوشش کامیاب ہو گئی تھی۔"

"تمہیں کیسے معلوم۔"

"جن غاروں میں اس نے چلہ کشی کی تھی میں انہی کی طرف جا نکلا اور پھر اسے اس کی ہستی تک لانے والا میں ہی ہوں۔"

"اور یہ تب تو ہستی والے تم سے بہت متاثر ہوئے ہوں گے۔"

"ہاں۔ لیکن وہ زندگی سے دور کے لوگ ہیں۔"

"بالکل درست کہا تم نے... وہ دلچسپیوں سے منہ موڑتے ہیں حالانکہ کمزور انسان اس دنیا میں ایک بلبلے کی مانند آتا ہے۔ بیشک اس پر

اخلاقی ذمہ داریاں ضرور ڈالی جاتی ہیں لیکن اس حد تک نہیں کہ وہ مقید کر دیا جائے۔"

میں خاموشی سے گردن ہلاتا رہا۔ پھر گولہ بولی۔ "تم ان غاروں کی طرف کیوں آئے تھے؟"

"نم سے ملاقات کرنے۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ میں نے تمہارے بارے میں بہت سی داستاںیں سنی تھیں۔ تم سے ملنے، تمہیں دیکھنے کا اشتیاق تھا۔"

"اور۔ ہاں تم جیسا انسان ایسا ہی ہو سکتا تھا حالانکہ تم نے میری نحوست کے قصے وہاں سنے ہوں گے۔"

"ہاں۔ کچھ دلچسپ واقعات بھی دیکھے تھے۔"

"مثلاً۔" اس نے دلچسپی سے کہا اور میں نے مختصراً اسے واقعات بتا دیئے۔ وہ بدستور مسکراتی تھی اور جب میں خاموش ہو گیا تو وہ بولی۔

"درحقیقت انسان عقیدوں کا غلام ہے اور فطرت اس کی رہنمائی اس طرف کر دیتی ہے جس طرف وہ سوچتا ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال تھا۔"

"لیکن پورا تم ہو کون؟ اور ان علاقوں کی طرف کیسے آئے؟ اس کے علاوہ تمہارا نام مقامی لوگوں کی مانند کیوں؟ اور تمہارا تعلق اس

علاقے سے نہیں ہے۔"

"یہ نام بھی شیمانی نے دیا ہے۔"

"وہی لڑکی جس کے بارے میں تم نے بتایا کہ اس نے خودکشی کرنی۔"

"ہاں۔"

"اس سے قبل تمہارا نام کیا تھا؟"

"یہ ایسی بات ہے گوگل۔ جس کے بارے میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔ اس وقت جب تم سے بہت سے سوالات ہو جائیں گے۔"

"اور کیوں۔"

"اس لئے کہ یہ بتانے کے لئے مجھے تمہیں بہت سی تفصیلات بتانی پڑیں گی۔ جس کے بعد تم میری حیثیت تسلیم کر لو گی اور میرے آگے

بہتیار ڈال دو گی۔"

"اور۔ اگر میں یہ کہوں کہ یہ نام ممکن ہے۔" وہ دلکش مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"میں اسے ممکن بنا دوں گا۔ ایسی جلدی بھی کیا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور گوگھاہٹنے لگی۔ پھر بولی۔

"نہیک ہے۔ آنے والا وقت ہم دونوں کے لئے دلچسپ تجربات لائے گا۔ اس لئے ہمیں انتظار کرنا چاہئے۔ اب رہ گیا سوال اس کا کہ

ہمارا سلسلہ گنٹکوا کے کہاں سے جڑے۔"

"میں مختصراً تمہارے سوال کا جواب دوں گا۔ میں ایک آوارہ گرد ہوں۔ بے مقصد گھومتا پھرتا ہوں۔ مجھے دنیا دیکھنے اور اس کے بارے

میں معلومات حاصل کرنے کا بہت شوق ہے اور میں اس شوق کی تکمیل کے لئے سرگرداں ہوں۔"

"اور۔ تو تم نے زمین کا بہت بڑا حصہ دیکھ لیا ہوگا؟"

"ہاں۔"

"تم نے بہت سے علم سیکھے ہوں گے اور یہ سوال بیکار ہے کیونکہ اس کا اندازہ تو میں کر ہی سکتی ہوں۔"

"کس طرح۔۔۔؟" میں نے سوال کیا۔

"تم آگ سے نہیں جلتے۔۔۔ حالانکہ عام انسان ہوتے تو آگ تمہیں جھسم کر دیتی۔"

"اور۔ ہاں میں نہیں جلا۔"

"اس کے علاوہ پتھر کی مضبوط چٹانیں تم نے توڑ دیں۔ کیا تم اسے علم کی طاقت کے سوا کچھ اور کہو گے۔" گوگل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں کوکلہ۔ تم اسے علم کی نہیں میرے بدن کی طاقت کہو۔"

"نہیں پورا۔۔۔ کسی کے بدن میں اتنی طاقت نہیں ہوتی۔"

"اس کا فیصلہ بھی بعد میں ہو جائے گا۔"

"ہاں ضرور!۔۔۔ مگر جب اتنی باتیں بتادیں ہیں تو اپنا نام بھی بتا دتا کہ میں تمہیں اس نام سے پکاروں۔"

"میرا کوئی نام نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" وہ تعجب سے بولی۔

"یہی بات ہے۔ لوگ مجھے اپنی پسند کے نام دیتے رہے ہیں۔ تم بھی اگر چاہو تو جس نام سے پسند کرو پکار سکتی ہو۔"

"مگر ایسا کیوں ہے؟"

"اس سوالی کو بعد کے جوابوں میں شامل کراؤ۔" میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔

"چالاک ہو۔۔۔ میرے بارے میں جان لیا اپنے بارے میں نہیں بتانا چاہتے۔ لیکن میرے بارے میں سنو گے تو حیران رہ جاؤ گے۔"

"میں حیران رہ جانا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ہوں۔۔۔ تو سنو۔۔۔ میرا نام اسی کوکلا ہے۔ زمین کے بارے میں تمہاری معلومات کتنی ہیں میں نہیں جانتی۔۔۔ لیکن چونکہ میں خلوص دل

سے تمہیں اپنے بارے میں بتا رہی ہوں اس لئے یہ بات بھی میں خود ہی بتائے دے رہی ہوں۔۔۔ زمین کی گہرائیاں مختلف درجے رکھتی ہیں۔ ان

میں سے کچھ جگہیں انسانوں سے آباد ہیں اور کچھ نہیں ہیں۔ یہ زمین کا ساواں طبق ہے اور اسے تمہاری زمین پر تحت الٹری کہا جاتا ہے۔ جہاں

تمہاری دنیا کے لوگوں کی پہنچ ناممکن ہے۔۔۔ لیکن۔۔۔ میں یہیں کی پیداوار ہوں۔"

"اس ساواں طبق کی۔۔۔؟"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"تو کیا یہاں باقاعدہ آبادی ہے؟"

"ہاں۔ اسی طرح جیسی تمہاری دنیا میں۔"

"لیکن ان اطراف میں تو کوئی نظر نہیں آیا۔ میں نے باہر نکل دیکھے جن میں جانور بھی نہیں اور کوئی جاندار تحریک نہیں ہے۔"

"اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں میری حکومت ہے اور میں اپنی دنیا کے لوگوں میں بھی ممتاز حیثیت رکھتی ہوں اور یہ علاقہ میں نے ترتیب دیا

ہے۔۔۔ میں نے یہاں سے تمام جانداروں کو نکال دیا ہے اور اب کوئی میری مرضی کے بغیر یہاں نہیں داخل ہو سکتا۔۔۔"

"بہت خوب۔۔۔ ویسے اس جگہ سے ہٹ کر آبادی موجود ہے؟"

"پورنی پوری آبادی۔۔۔" وہ مسکراتی ہوئی بولی۔۔۔ "بالکل تمہاری دنیا کی مانند۔۔۔ ہاں مگر زندگی دار مختلف ہے۔"

”وہ کس طرح...“

”ان کے مکانات پتھر پئے نہیں ہوتے۔۔۔۔۔ اس کے علاوہ وہ اتنے ترقی یافتہ نہیں ہیں۔ جتنے اوپر کے لوگ۔ تم دیکھ لو گے۔“

”خبردار گوگلہ۔ تم نے یہ تذکرہ کر کے میری دلچسپی بہ پناہ بڑھا دی ہے۔ گوگلا اگر تم سب کچھ درست کہہ رہی ہو تو میں زمین کا یہ طبق ضرور دیکھوں گا اور میں چاہتا ہوں کہ ہمارے درمیان سے منافرت کے پردے ہٹ جائیں۔ میں کسی برے مرادے سے تمہارے پاس نہیں آیا۔ ان لوگوں نے مجھے ناپسند کیا تو میں وہاں سے ہزار ہو گیا۔ حالانکہ میں چاہتا تو ان لوگوں کو ٹھیک کر سکتا تھا۔“

”وہ کس طرح۔۔۔“ گوگلہ نے پوچھا۔

”اپنی ملاقت سے۔۔۔۔۔ تم نے چٹانوں کو توڑنے کی بات کی تھی۔ کیا تمہیں اپنے غلام ڈھانچے یا نہیں۔ جن کی ہڈیاں بکھر گئی تھیں۔“

”ہاں۔ اور تمہارے بدن پر ان کے تیشے ناکارہ تھے۔“

”تم نے دیکھا تھا۔“

”ہاں۔“

”لیکن کس طرح۔ تم تو یہاں تھیں۔“

”کیا تم نے اپنے علم کی چادر نہیں اوڑھ لی تھی۔ ایسی چادر جس نے تمہارے جسم کی حفاظت کی تھی۔“ گوگلہ نے سوال کیا۔

”نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اس کا تجربہ بعد میں ہو جائے گا۔“

”خیر۔ بہر حال میں نے اپنے علم سے سب کچھ دیکھا۔ یہ سفید عمل ایک آئینہ ہے جس میں تمہاری دنیا میں دیکھ سکتی ہوں اور میری آواز بھی

تم تک پہنچ سکتی ہے۔“

”بہت خوب۔۔۔۔۔ میں تمہارے اس علم کی قدر کرتا ہوں۔“ میں نے متاثر لہجے میں کہا۔

”لیکن تم ابھی تک مجھے الجھتا رہے ہو۔“ اس نے کہا۔

”نہیں گوگلہ۔ پہلے میری پسند باتوں کے جواب اور دے دو۔“

”چلو پوچھو۔“

”تم جادو جانتی ہو؟“

”ہاں۔۔۔۔۔ ہمارے ہاں۔۔۔۔۔ زمین کے طبق میں یہ عام ہے۔ میں نے ایک طویل عرصہ میں یہ جادو سیکھا ہے اور اس میں مہارت حاصل کی۔“

”تمہاری عمر کتنی ہے؟“

”تمہاری زمین کی کئی صدیوں کے برابر۔ تم میری عمر چار سو سال کہہ سکتے ہو۔“

”اور تمہاری طویل عمری تمہارے علم کا ہی ایک حصہ ہیں۔“

”نہیں۔“

”اور۔ تو پھر تم اتنے طویل عرصے سے زندہ کیسے ہو؟“

”زمین کے اس طبق میں عمریں طویل ہوتی ہیں۔ ہم تقریباً سو سال میں جوان ہوتے ہیں اور اس کے بعد پانچ چھ سو سال تک جوان رہتے ہیں اس کے بعد بڑھا پھر شروع ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں طویل تر عمر ہزار یا گیارہ سو سال تک ہوتی ہے۔“

”اور۔“ میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ انوکھا انکشاف تھا۔

”کیا تمہاری اس زمین کے نیچے کچھ اور ہے۔“

”نہیں کیوں؟“

”بس سوچ رہا تھا ممکن ہے، وہاں کوئی میرا ہم عمر نکل آئے۔ مجھے اس سے مل کر خوشی ہوگی۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔

”میں نہیں سمجھی۔“

”سمجھاؤں گا۔ بہر حال یہ بتاؤ تمہاری زمین کے لوگ آزادانہ ہماری دنیا تک پہنچ سکتے ہیں۔“ میں نے سوال کیا۔

”ہرگز نہیں۔۔۔ کوئی بھی نہیں۔۔۔۔۔۔ یہ کوشش صرف میں نے کی اور میں اپنی دنیا میں ممتاز ہوں۔۔۔ میری دنیا کے صرف چند ہی لوگوں کو

معلوم ہے کہ میرا تعلق باہر کی دنیا سے بھی ہے اور وہ میری عظمت کو تسلیم کرتے ہیں۔“ گوگلڈ نے جواب دیا۔

”خوب۔۔۔۔۔ تو کو یا تمہارا تعلق زمین سے بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ اپنی دنیا سے۔“ میں نے سوال کیا۔

”ہاں۔۔۔ میں نے اس کے لئے کوشش کی ہے۔ میں تمہاری دنیا میں پہنچی ہوں اور میں نے تمہارے لوگوں کے بارے میں بہت کچھ معلوم کیا

ہے۔ میں نے اتنی معلومات کی ہیں کہ اب میں اس طرح جانتی ہوں جیسا کہ اپنی دنیا کو۔۔۔۔۔۔“

”ہاں، مجھے اس کا احساس ہے اور مجھے یہ بات جان کر حیرت ہوئی ہے کہ تمہارا تعلق اس دنیا سے نہیں ہے۔“

”پورا۔ اب مجھ سے نبی سب کچھ پوچھنے جاؤ گے یا تم بھی اپنے بارے میں بتاؤ گے۔۔۔“

”بات دراصل یہ ہے گوگلڈ! کہ میں اندازہ کر رہا تھا کہ میرے بارے میں تمہارے خیالات کیا ہیں۔ اب تمہاری شخصیت کے جو پہلو

میرے سامنے آئے ہیں ان سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ بلاشبہ تم اپنی دنیا میں ایک مکمل شخصیت ہو۔ ایک بھرپور حیثیت کی مالک اور اب اگر کوئی

دوسرا تمہارا مقابل ہو تو اس سلسلے میں تمہیں کوئی تعرض نہ ہوگا اور نہ ہی تم حسد محسوس کروگی، چنانچہ ان خیالات کے تحت میں اپنے بارے میں تمہیں سب

کچھ بتا دوں گا۔۔۔۔۔“ میں نے کہا۔

”مجھے خوشی ہوگی۔۔۔۔۔۔ رہا تمہاری دنیا کا مسئلہ تو دیکھو میں وہاں جا کر کوئی مذہب تو قبول نہیں کر سکتی تھی۔۔۔۔۔۔ ہاں میری خواہش تھی کہ میں ان

لوگوں میں رہوں، ان کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جانوں، ان کے ذریعے دوسرے علاقوں کے بارے میں معلومات حاصل کروں اور خود

دوسرے علاقوں میں جاؤں۔۔۔۔۔۔ لیکن وہ میرے مخالف بن گئے، میرے دشمن ہو گئے، یہ دشمنی انہی کی پیدا کی ہوئی ہے۔۔۔۔۔۔ اس میں میرا کیا قصور تھا۔

کیا تم سمجھتے ہو پورا، کہ ان کا رویہ درست تھا؟

”ہاں، مجھے اس کا اعتراف ہے۔۔۔۔۔ ان کا رویہ درست نہ تھا۔“ میں نے کہا۔

”تم بھی میرے لئے کوئی ایسی شخصیت نہ تھے پورا، جسے میں نقل کر دینا ہی ضروری تصور کرتی۔۔۔۔۔ ہاں، چونکہ میں تمہیں بدھ راہب تصور کرتی تھی اور جب تم نے اس کے خلاف کہا تو میں نے اس پر یقین نہ کیا، تب میں نے تم پر اپنی قوتوں کا اظہار کرنا چاہا اور اپنی قوتوں کا اظہار تم پر کیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ میری قوتوں نے تم پر اثر نہ کیا اور یوں تم میری پسندیدہ شخصیت بن گئے۔ تم نے جس طرح پائال کا سفر طے کیا پورا، یہ تمہارا ہی کام تھا۔۔۔۔۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کوئی شخص اس طرح پائال میں آسکتا ہے۔ لیکن میں اپنی آنکھوں سے سنہیں تمام بیڑھیاں طے کرتے دیکھتی رہی۔۔۔۔۔ تم نے کہیں بھی کسی چیز کا ہمارا نہ لیا اور یہ بات میرے لئے تعجب خیز بھی ہے پورا۔۔۔۔۔

پھر جس طرح تم نے یہ طویل ترین سفر اتنے کم وقت میں اور ر کے بغیر طے کیا ہے، تمہاری دنیا کے عام انسان یہ قوت نہیں رکھتے پورا۔۔۔۔۔

اور یہی بات میرے لئے حیرانی کا باعث بن گئی تھی۔۔۔۔۔“

”اس کی وجہ ہے گوکلہ۔“

”کیا؟“

”یہی کہ میں بھی اس دنیا کے عام انسانوں میں سے نہیں ہوں۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب؟“ گوکلہ نے، پچھپچھاہوں سے دیکھا۔

”مطلب یہ ہے گوکلہ کہ اگر تم یقین کرو اور یقین نہ کرو تو اپنی تمام تر علمی قوتوں کو آزما لو۔۔۔۔۔ اور میرے بارے میں معلوم کر لو یا پھر میرے

بیان کی تصدیق کر لو، کہ میری عمر۔۔۔۔۔ میری عمر لامحدود ہے، میں صدیوں سے زندہ ہوں۔ اتنے طویل عرصے سے زندہ ہوں جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتیں۔ میرا خیال ہے تمہاری دنیا میں آبادی کا وجود بھی نہیں تھا اس وقت جب میں پیدا ہوا تھا۔“

”کیا مطلب۔“ گوکلہ تعیّرانہ انداز میں بولی۔

”ہاں گوکلہ جو کچھ میں نے کہا وہ درست ہے۔۔۔۔۔ میں نے صدیاں دیکھی ہیں ادوار سے گزرا ہوں۔۔۔۔۔ صدیوں نے مجھے دیکھا ہے، یہ

چاند، ستارے، سورج، زمین و آسمان نجانے کب سے میرے راز داں ہیں۔ اور میں دنیا کا سفر طے کرتا چلا آ رہا ہوں، میں نے صدیوں کا سفر طے کیا ہے۔ ان کے۔ ادوار دیکھے ہیں گوکلہ اور یہ صدیاں مجھے اس زمین پر بھٹکا رہی ہیں۔ چنانچہ اسکا کرومایا، دوسرے لوگ میری ذات کی گردنک نہ پہنچ سکتے تھے۔ اور گوکلہ یہ کام تمہارے بس کا بھی نہیں۔

میں نے تم سے جو کچھ کہا ہے وہ حقیقت ہے، میں تمہارے علم کو دعوت دے چکا ہوں کہ وہ میرے بیان کی تصدیق کرے، اور میرے

بارے میں فیصلہ کرے، اس لئے گوکلہ میں نے خود کو کوئی نام نہیں دیا۔ کیونکہ کوئی نام دینے والا موجود نہیں تھا۔ جس نے جو چاہا کہا۔ اس لئے میں نے تمہیں بھی دعوت دی کہ تم اپنی پسند کا کوئی نام مجھے دو۔۔۔۔۔ میں نے صدیوں سے دیکھا ہے کہ لوگ مجھے اپنی پسند کا نام دے رہے ہیں۔۔۔۔۔ اس کا نکات

کے ہزاروں راز ہائے سر بستہ میں نے حل کئے ہیں۔ اس کے باوجود نام کے سلسلے میں، میں لوگوں کا محتاج ہوتا ہوں..... وہ مجھے جو چاہے نام دے دیتے ہیں۔

ستارے میرے دوست ہیں گوگلڈ، آگ میری بہترین ساتھی ہے۔ وہ میرے بدن کو کبھی نہیں جلاتی..... پانی کی گہرائیاں مجھے کبھی نہیں ڈبو تیں..... برف کی سردی میرے جسم کو کبھی نقصان نہیں پہنچاتی..... اور تمہاری دنیا کے وہ تمام حربے جنہیں تم دوسرے انسانوں کو نقصان پہنچانے انہیں قتل کرنے میں استعمال کرتے ہو میرے جسم، میری ذات کے لئے بے اثر ہیں۔ کیونکہ صدیوں نے مجھے ایک ٹھوس شکل دی ہے اور ایسا ٹھوس کردار دیا ہے جس میں کوئی لچک نہیں ہے۔ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں صدیوں پر حاوی ہوں تو غلط نہ ہوگا اور میں نہیں اس کا تجربہ کرنے کی دعوت بھی دوں گا۔ میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی علم نہیں ہے کہ صدیاں میری مدعاں رہی ہیں اور میری تجربات بہت کچھ سکھاتے رہے ہیں اور یہی کچھ میرا علم ہے۔

تمہارا علم جسے تم جاو کہتے ہو وہ میں نہیں جانتا..... وہ میرے لئے متحیر کن ہے اور میں اسے سیکھنے کا خواہشمند بھی ہوں کیونکہ میرے پاس علم کا ذخیرہ ہے۔ میں نے جو کچھ دیکھا اسے اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا اور دنیا جو کچھ کرتی رہی ہے وہ بھی میرے ذہن میں محفوظ ہے..... چنانچہ تمہاری یہ زمین میرے لئے انوکھی اور اجنبی ہے۔ لیکن میں تم سے یقین سے کہہ رہا ہوں گوگلڈ کہ مجھے کوئی زوال نہیں ہے۔“

تم کہتی ہو کہ تمہاری زمین کے لوگ گیارہ صدیاں زندہ رہ سکتے ہیں..... لیکن جہاں تک میرا سوال ہے میں تو صدیوں سے زندہ چلا آ رہا ہوں، نجانے میرا یہ سفر کب تک جاری رہے گا۔

یہ تھی میری داستان گوگلڈ۔ اس میں اگر کوئی جھول پاد تو یہ صرف تمہارا کام ہوگا کہ تم اس کی تصدیق کرو..... میں تمہیں ہر طرح کی آزادی دیتا ہوں..... ہاں اگر میری بات تسلیم کر لو تو پھر ایک درخواست میں تم سے کر رہا ہوں گا۔“ میں نے کہا اور گوگلڈ کی طرف دیکھا۔

وہ پتھر کے بت کی طرح ساکت تھی۔ شاید اسے میری باتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ بہر صورت وہ خاموش رہی..... اور اس کی یہ خاموشی مجھے عجیب سی لگ رہی تھی۔ اس نے مجھ سے سوال نہ کیا اور کافی دیر تک وہ خاموش رہی۔

”تم شاید حیرت کا شکار ہو گئی ہو گوگلڈ؟“

”آہ.....“ گوگلڈ چونک پڑی..... اس نے نیچے سے اوپر تک مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیا..... کیا جو کچھ تم نے کہا وہ حقیقت ہے۔ کیا تم مجھ سے کوئی خوبصورت اور گہرا جھوٹ نہیں بول رہے۔“

”نہیں گوگلڈ..... میں کہہ چکا ہوں کہ اب ہم جب ظلوں کی باتیں کر رہے ہیں تو اس میں جھوٹ شامل نہیں ہونا چاہیے۔ میں تم سے جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ بالکل صحیح ہے۔ اس میں جھوٹ کا کوئی پہلو نہیں۔“

”تب تم میرے لئے حیرت انگیز ہو پورنا..... حیرت انگیز صدیوں کے بیٹے۔“ اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ ”میں تمہاری عزت بھی کرتی ہوں، میں سوچ رہی ہوں کہ اب تک میں اپنے بارے میں غلط فہمیوں کا شکار رہی ہوں، لیکن تم سنو۔ میری بات سنو۔ میں نے تم پر یقین کیا

ہے..... لیکن مکمل طور پر نہیں۔ کیونکہ بہر صورت میں بھی کمزوریوں کا شکار ہوں۔ میں تمہیں آزماؤں گی۔"

"ہاں۔ میری طرف سے مکملی اجازت ہے تمہیں اس سلسلہ میں ہر قسم کی اجازت ہے..... جس طرح تم چاہوں میں حاضر ہوں۔ لیکن اس

کے بعد ہماری پرظلمتوں و دستوں کا آغاز ہونا چاہیے۔ میں تم سے وہ سب کچھ سیکھوں گا، میں وہ سب کچھ دیکھوں گا جو میری پسند اور میری طلب ہیں۔"

"یقیناً تم نے جو کچھ بتایا ہے انہی کی بنیاد پر میں زمین کے ساتویں طبقے پر تمہیں ایک مہمان کی حیثیت سے خوش آمدید کہتی ہوں۔" گوگلہ

نے کہا اور میں نے مسکرا کر گردن ہلادی۔

تھوڑی دیر تک ہم لوگ خاموش بیٹھے رہے پھر گوگلہ اٹھ کھڑی ہوئی..... "آز پورنا... اب ہم یہاں سے چلیں۔ یہ یوں سمجھو مہمان خاندان تھا

جہاں میں نے تمہیں خوش آمدید کہنے کے لئے ٹھہرا نا مناسب سمجھا لیکن اس سے آگے میری اور زمین ہے جہاں میں خود رہتی ہوں۔ تمہیں یقیناً میری

قیام گاہ پسند آئے گی۔"

"زمین کا یہ طبقہ جس قدر خوشنما ہے۔ میرا خیال ہے زمین اس کی عشر عشر بھی نہیں..... میں نے اس کا تھوڑا سا حصہ دیکھا ہے۔ لیکن یہاں

جس قدر خوش گوافرحت کا احساس ہوتا ہے اس کا کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں یہ کون سا وقت ہے۔"

"یہاں وقت کا کوئی تعین نہیں ہے پورنا۔ یہاں ہمیشہ ہی یہی وقت رہتا ہے۔ یہاں سورج نہیں چمکتا، ہاں جو ناصلا تم نے طے کیا ہے

اس کو دیکھتے ہوئے اگر تم یہ سوچو کہ روشنی کی پہنچ یہاں بھی اسی انداز سے ہوگی جس طرح تمہاری زمین پر تو یہ تمہاری بھول ہوگی تم یوں سمجھو پورنا کہ

وقت یہاں..... زمین کے اس حصے میں ساکت و جامد ہے۔ ہاں صدیوں کے گزرنے کا احساس ہمیں زمین سے پھوٹنے والی کوئیوں سے ہوتا ہے۔

جب یہ چھوٹی ہوتی ہیں بڑھتی ہیں..... اور پھر روخت بن جاتی ہیں۔ اس کے بعد مرجھا کر سوکھ جاتی ہیں۔ اس طرح ہم صدیاں گزرنے کا اندازہ

لگاتے ہیں۔ ہاں میں تمہاری زمین کے لوگوں کی مانند صدیوں کا تعین کر سکتی ہوں۔ لیکن یہاں کے لوگ صدیوں کو اس انداز سے نہیں جانتے۔"

"اوہ....." میں نے متاثر انداز میں گردن ہلادی۔ "اس لحاظ سے گوگلہ تم یہاں بڑی مدبرانہت ہوئیں۔"

"ہاں۔ یہاں کے لوگ مجھے اس حیثیت سے مانتے ہیں۔" گوگلہ نے جواب دیا۔

"کیا تمہارے یہاں بھی حکومت کا تصور ہے۔ ذہانت اور طاقت کی برتری تسلیم کی جاتی ہے؟"

"ہاں۔ کیوں نہیں۔ فطرت کے اصول ہر جگہ یکساں ہیں۔ میں نے تمہاری زمین کے بے شمار اصول اپنے ہاں سے مختلف نہیں پائے۔"

"یہاں حکومت ہے؟"

"ہاں۔"

"حکمران کون ہے؟"

"پوشنا۔ پراسرار قوتوں اور بے پناہ طاقت کا مالک۔"

"سازشیں ہوتی ہیں۔ حکمرانی کی خواہش ذہنوں میں پروان چڑھتی ہے۔"

"بٹنگ.."

"جنگیں بھی ہوتی ہیں؟"

"اس انداز میں نہیں جس طرح تمہارے ہاں ہوتی ہیں۔ اس معاملے میں ہمارے اصول یکے ہوتے ہیں.."

"کیا مطلب؟"

"میرنی دشمنی تم سے ہے۔ میں اس کا اعلان کروں گی اور تمہیں اس سے آگاہ کروں گی۔ پھر تمہارے مقابلے کے لئے اپنی قوت مجتمع

کروں گی اور تم سے جنگ کروں گی۔ اس جنگ کے لئے پہلے ہی مجھے سوچنا چھٹنا پڑے گا۔ اگر میں محسوس کروں گی کہ میں تم سے کمزور ہوں اور جنگ نہیں کر سکیں گی تو پھر اس جنگ کے لئے کسی اور کو نامزد کروں گی اور وہ میری جگہ جنگ کرنے گا۔ لیکن میرے مقابل کو آزادی ہوگی کہ وہ اسے اچھی طرح پرکھ لے جس کو میں نے نامزد کیا ہے۔ اسی طرح اگر وہ خود کو میرے فائز کئے ہوئے شخص کے ہم پلہ نہ پائے تو اپنی طرف سے کسی دوسرے کو تیار کر سکتا ہے۔"

"اوہ۔ یہ تو اچھا اصول ہے۔"

"ہاں۔ یہاں یہ دیت نہیں ہے کہ بس انسانوں کے غول لے کر چڑھو ڈرے اور جو کچھ پایا نیست دنا ابو کروا۔"

"اچھا اصول ہے۔ مجھے پسند آیا۔" میں نے کہا اور پھر ہم دونوں یہاں سے اٹھ گئے۔ زمین کی یہ دور افتادہ گہرائیاں مجھے بہت پسند آئی

تھیں پروفیسر۔ اور میں ان میں بے پناہ دلکشی محسوس کر رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ اس انوکھی سرزمین پر میرا دل خوب لگے گا اور میری کتاب میں وہ بھی شامل ہو جائیگا جو دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔"

"لیکن تحت العزے کے بارے میں تو بہت سی روایات ہیں.. اچانک فرزانہ بول پڑی اور وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔"

"کیا...؟" اس نے سوال کیا..

"معاف کرنا تمہارے تسلسل میں فرق پڑا۔ لیکن یہ موضوع میرے لئے بہت دلکش ہے۔" فرزانہ نے معذرت آمیز انداز میں کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ پوچھو۔"

"تم نے اس دنیا کو دیکھا ہوگا؟"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"جیسا اس نے کہا تھا دیا ہی پایا۔"

"ہاں جیسا گوگل نے مجھے بتایا تھا دیا ہی پایا۔"

"مگر ہمارے ہاں تحت العزے صرف ایک روایت ہے۔"

"اس کی وجہ ہے.."

"کیا وجہ ہے؟"

"تمہاری دنیا کے لوگ وہاں تک نہیں پہنچ سکے۔ لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہ کر سکے۔ اس لئے انہوں نے اس سے بہت سی روایات

منسوب کر لیں۔"

"جیسے چشمہ حیواں کا تصور... 'فرزانہ بولی۔"

"چشمہ حیواں کا کیا تصور ہے پر و فیسر؟" اس نے خاموش بیٹھے ہوئے پر و فیسر سے سوال کیا اور پر و فیسر کسی خیال سے چونک پڑا۔

"تحت الارضی کو مختلف معنوں میں یاد کیا جاتا ہے۔ اس کے لئے زمین کی گہرائیاں ہی متعین نہیں کر دی گئی ہیں بلکہ ایک ایسی جگہ جہاں عام

انسانوں کے پہنچنے کا تصور نہیں کیا جاسکتا اور جو دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔"

"میں نے کہا نا پر و فیسر... اس کی وجہ ہے۔"

"یعنی یہ کہ انسان اس تک نہیں پہنچ سکتا۔"

"ہاں یقیناً۔"

"لیکن ہماری تاریخ میں چند کردار ایسے ہیں جو اس تک پہنچے ہیں۔"

"ممکن ہے۔ ناممکن تو نہیں ہے... کیا وہ کردار نمایاں خصوصیات کے حامل تھے؟"

"ہاں۔"

"تب مانا جاسکتا ہے۔ چشمہ حیواں کی بات رہ گئی۔"

"ہاں۔ اس سے ایک روایت منسوب ہے۔"

"کیا؟"

"یہ کہ اگر کوئی شخص اس چشمے سے پانی پی لے تو زندہ جاوید ہو جاتا ہے۔ تمہاری طرح کبھی نہیں مرتا۔"

"کیا کسی ایسے انسان کا وجود ہے؟"

"بظاہر نہیں۔"

"تب تم اسے بھی روایت کہہ سکتے ہو پر و فیسر... میں نے ایسا کوئی چشمہ یہاں نہیں دیکھا۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ ان کی طویل العمری کا راز

یہی ہو۔"

"کیا؟" فروزاں نے گہری سانس لے کر پوچھا۔

"یہی کہ وہاں کا پانی ہی ایسا ہو جو انسان کو لمبی عمر بخش دیتا ہو۔"

"بہر حال ایسا کوئی مخصوص چشمہ نہیں تھا، ہاں؟"

"میں نے نہیں دیکھا۔"

"خیر... تمہاری کہانی میں ہم نے درمیان میں دخل دیا ہے۔"

"نہیں... ایک دلچسپ بات مجھے معلوم ہوئی ہے۔ میں اس کے بارے میں بھی اور کچھ جاننا چاہتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"مثلاً؟"

"اس چشمے کو اور بھی کوئی نام دیا جاتا ہے؟"

"ہاں، مذاہب کے بیشتر عقیدوں میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ بندو اسے امرت چل کہتے ہیں۔ مسلمان آپ حیات... وغیرہ۔"

"بہر حال میں نے کوئی مخصوص چشمہ وہاں نہیں دیکھا۔ پروفیسر اور پھر ہم دونوں وہاں سے اٹھ گئے۔ گوگلہ جو کچھ ثابت ہوئی تھی وہ بے حد

تجربہ خیز تھا اور یہ حقیقت ہے پروفیسر کہ صدیاں گزارنے کے باوجود مجھے کوئی ایسا کردار نہیں ملا تھا جیسی یہ عورت تھی۔ میں ہنستا تھا اس بات پر کہ بدھ راہب اس سے نفرت کرتے تھے اور اس کے مقابل انے کی کوشش کرتے تھے۔ حالانکہ گوگلہ کا جادو تو بہت بلند تھا اور ایسا انوکھا تھا کہ مجھ جیسا انسان بھی اسے نہ سمجھ سکا۔ اس کے سامنے منورنا جیتی جاوگر نیاں اور بڑے بڑے مدبر کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے جنہوں نے اپنی پوری زندگی علوم سیکھنے میں گزار دی تھی۔"

بہر حال گوگلہ مجھے اس انڈے نما عمارت سے نکال لائی اور پھر چھلوں سے لدے ہوئے ایک خوشناباغ کی طرف چل پڑی جو دور سے ہی

نظر آ رہا تھا۔ مہکتے ہوئے راستے اور جیسے دھیمے ہادلوں جیسا سا، انوکھی وادی تھی پروفیسر... آٹھ بجی دو میرے ذہن میں محفوظ ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم باغ میں داخل ہو گئے اور پھر دور سے میں نے ایک اور عمارت دیکھی۔ یہ بھی سفید پتھروں کی عمارت تھی۔ لیکن اس کی بناوٹ اوپر کی دنیا جیسی تھی اور اسے انوکھا نہ کہا جاسکتا تھا۔ لیکن اس عمارت میں بھی کوئی دوسرا وجود نہیں نظر آیا۔ البتہ اندر کا منظر اتنا حسین تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ میں نے اس کے لئے پسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔

"ہاں تمہاری دنیا کی عمارتوں کی مانند ہے۔" گوگلہ نے کہا اور پھر اس نے مجھے میری رہائش گاہ دکھائی۔ "میرا خیال ہے تم یہاں خوش رہو گے۔"

"یقیناً۔ یہ دلکش جگہ ہے۔ لیکن گوگلہ... تم نے یہاں کسی اور کو نہیں رہنے دیا؟"

"جانوروں اور پرندوں کو بھی نہیں۔"

"کیوں؟"

"میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ اس طبق میں جاو عام ہے۔ اسے بھی ایک فن کی حیثیت سے سیکھا جاتا ہے۔ اس کے ذریعے بہت سے کام

ہوتے ہیں... اوک ایک دوسرے کے علوم کی نوڈ میں بھی رہتے ہیں۔ اس لئے میں نے جانداروں کو یہاں سے دور رکھا ہے۔"

"لیکن پرندے اور دوسرے جانور... انہیں تم نے یہاں سے کیوں ہٹا دیا؟"

"وہ بھی ان کے کام آجاتے ہیں۔"

"اور... وہ کس طرح؟"

"میں تمہیں تجربہ کر کے دکھا دوں گی۔"

"تب پھر گوگلہ۔ میں تم سے درخواست کروں گا کہ قیام کی بجائے تم متحرک رہو اور مجھے ان عجائبات کی سیر کراؤ۔"

"اگر ایک بات کہوں پورنا تو برا تو نہیں مانو گے؟"

"نہیں... کہو۔"

"تم نے جو کچھ کہا ہے اسے کسی حد تک ثابت تو کرو تا کہ مجھے بھی یقین ہو کر میرا مقابل ایک انوکھا انسان ہے۔"

"یقیناً۔ میں تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا "بو لو کس انداز میں میرا امتحان لینا چاہتی ہو؟"

"تم نے کہا تھا کہ تم بے انتہا طاقتور ہو، آگ تمہیں نہیں جلا سکتی اور پتھروں کی دہ چٹانیں تم نے اپنے جسم کی طاقت سے توڑی تھیں۔"

"ہاں۔ میں نے درست کہا تھا۔"

"اگر تم جیسا کہ کہہ چکے ہو برا نہیں مانو گے اور درحقیقت برائے مانو تو کیا میں تم سے کہوں کہ میں تمہارا امتحان لینا چاہتی ہوں۔"

"ضرور۔ میں ہر امتحان کے لئے تیار ہوں۔"

"اگر تمہیں میرے امتحان سے نقصان پہنچ گیا تو تم یہ تو نہیں سوچو گے کہ میں نے جان بوجھ کر تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے؟"

"نہیں ہرگز نہیں۔"

"تب میرے ساتھ آؤ... گوگلہ نے کہا اور وہاں سے بھی باہر نکل آئی۔ اب وہ اس عمارت کے پچھلے حصے کی جانب جا رہی تھی۔ اس نے

ایک کمرے سے گزرتے ہوئے سیاہ رنگ کے بیج اٹھائے اور مٹی میں بند کر کے چل پڑی۔ تب وہ عمارت کے عقبی حصے میں بھوری چٹان کے قریب پہنچ گئی۔ میں نے زمین دیکھی، بھورے رنگ کی زمین تھی، ہماری زمین کی مانند۔

تب گوگلہ نے وہ سیاہ بیج زمین پر دے مارے اور میں نے ایک خوفناک منظر دیکھا۔

"زمین کے ایک طویل حصے میں ایک خوفناک آگ بھڑک چکی تھی۔ دیکھتے ہی خوف آتا تھا۔ عام لوگ اگر اس آگ کو دیکھتے تو خوف سے

دب جاتے۔ ایسی ہی خوفناک اور جاندار قسم کی آگ تھی جس میں نارنجی رنگ ضرورت سے زیادہ شامل تھا۔ لیکن میرے چہرے پر کوئی خوف نہ پیدا ہوا

اور بہرے آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک آگئی۔ گوگلہ نے میرے امتحان کے لئے جو راستہ اختیار کیا تھا میں تو خود اسے پسند کرتا تھا۔ چنانچہ میں نے

اس کی جانب مسکرا کر دیکھا اور گوگلہ معنی خیز نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں دل ہی دل میں اس کی اس حرکت پر مسکرا رہا تھا۔

"یہ آگ ہے اور بلاشبہ ایسی شدید آگ کہ جس قدر آگ کی طاقت کا تصور کیا جائے وہ اس پر پورا اترتی ہے۔ تو کیا میرے نوجوان ساتھی

میرے یہاں۔ تم اس آگ میں داخل ہونا پسند کرو گے؟"

"میں نے کہا نا گوگلہ کہ جو کچھ میں کہہ چکا ہوں، اس کا ہر عملی ثبوت دینے کے لئے تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا اور پھر اطمینان سے

شعلوں کی سمت بڑھ گیا۔ جو پوری آب و تاب سے بھڑک رہے تھے۔

گوگلک سنسٹی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی..... اور پھر میں شعلوں میں داخل ہو گیا۔

اور پروفیسر۔ ہاشمہ یہ آگ زندگی ہی تھی، ایسی آگ جس کی طاقت بے پناہ تھی اور جو میرے جسم کو اس طرح چھو رہی تھی کہ اس سے قبل آگ نے اس مانند میرے جسم کو اس طرح نہیں چھوا تھا۔ مجھے یوں لگا جیسے میرے مسامات میں زندگی دوڑ رہی ہو۔ یہ تیز آنچ تو میری زندگی کی مناسبت تھی اور میں اس آگ میں خود کو غم کرنے لگا۔

مجھے احساس ہی نہ ہو رہا تھا کہ میں کہاں ہوں، کیا کر رہا ہوں، اس آگ میں کیوں آیا ہوں، بس ایک کیف و سرور کا مسند رہتا جو میری رگ و پے میں اترتا جا رہا تھا۔

اور احمق گوگلک نہیں سمجھتی تھی کہ اس طرح تو اس نے میری زندگی کو جاڑی ہے..... اس طرح اس نے میری روح کے لئے وہ غذا فراہم کی ہے جو شاید میری روح کی سب سے بڑی طلب ہے، نجانے کیوں، نجانے کیوں..... گوگلک آنکھیں چماڑ چماڑ کر مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نہیں سمجھتا کہ میں اسے نظر آ رہا تھا یا نہیں۔ لیکن اس کے چہرے پر کسی قدر تشویش اور پریشانی کے آثار تھے۔

نجانے یہ کیسی تشویش تھی۔ وہ آگ کے بالکل قریب آکھڑی ہوئی تھی اور گردن اٹھا اٹھا کر مجھے دیکھ رہی تھی شاید آگ کی سونٹی چادر میں میرا بیوا بھی اسے نظر نہیں آ رہا تھا۔

دیر تک میں غسل آتش سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ پھر جب شعلے میرے قدموں سے نیچے ہو گئے تو میں آگ سے باہر نکل آیا۔ گوگلک کی خوشی بھری چیخ بھی ان چیخوں سے مختلف نہیں تھی جو ایسے موقع پر حیرت زدہ انسانوں کی ہوتی تھی۔ میرا بدن پوری رات کے چاند کی مانند سنہرا ہو گیا تھا اور میرے بال اور چمک اٹھے تھے۔ وہ دوڑتی ہوئی میرے قریب پہنچ گئی۔

"آہ..... پورنا..... تم تو..... تم تو..... ارے یہ تمہارا بدن....." وہ میرے سینے پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں خمیں کے آثار تھے۔ "لیکن آگ..... افوہ، آگ کے خشق ہے۔ مگر تم صدیوں سے زندہ ہو تب بھی..... آگ سے تمہارا کیا واسطہ..... آہ..... تم کتنے خمیں ہو گئے ہو۔"

"کیا میں اپنے قول پر پورا اتر ہوں؟"

"ہاں مکمل طور پر..... اور پورنا..... یہ ناممکن ہے، بالکل ناممکن، بڑے سے بڑا جاو آگ میں جل کر راکھ ہو جاتا ہے۔ پھر تم نے محسوس کیا ہوگا، ہم ایک راستے سے گزرے تھے، ایک چوڑے در کے نیچے سے، جہاں ایک سیاہ جسم ستون کی مانند کھڑا تھا۔"

"میں نے غور نہیں کیا۔"

"تم اس کے نیچے سے گزرے تھے، جبکہ میں اس سے بہت دور سے آئی تھی تاکہ اس کا سایہ بھی مجھ پر نہ پڑے۔"

"ہاں..... شاید۔"

"جانتے ہو وہ کیسا جسم ہے؟"

"نہیں.. میں نے جواب دیا.."

"اس کے نیچے سے گزرنے والے کا سارا جاہ و سلب ہو جاتا ہے یہ میں نے ان دشمنوں کے لئے تعمیر کیا ہے جو علم میں مجھ سے بڑھ جانا چاہتے ہیں.. "گوکلہ نے کہا۔"

"اوہ۔ اس طرح تم نے میرا جاہ و سلب کرنے کی کوشش کی تھی؟" میں مسکرایا۔

"ہاں۔ میں انکار نہیں کروں گی۔ اگر تم اپنے علم کے ذریعے آگ سے بچنے کی کوشش کرتے تو کامیاب نہ ہو سکتے اور جل کر راکھ ہو جاتے۔"

"گو کیا یہ بھی میری زندگی موت کی کسوٹی تھی؟"

"ہاں پورا..... میں سوچ رہی تھی اگر تم ایک عام جاہوگر ہو تو..... بہر حال اس دنیا کے راز یہاں سے باہر نہ جائیں۔"

"نم بہت گہری ہو گوکلہ۔"

"لیکن پھر بھی میرے خلوص میں کھوٹ نہیں تھا۔ یہ تو ایک پرکھ تھی، صرف ایک پرکھ... اور میں نے اس بات کا برا بھی نہیں منایا ہے۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ میں نے جو جو دعویٰ کئے ہیں انہیں آزمانے کے لئے میری بے خیالی میں کوئی بھی کارروائی کر سکتی ہو۔" میں نے کہا اور گوکلہ پر خیال انداز میں مجھے دیکھتی رہی.. پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"تمہاری ایک بات کی تو تصدیق ہو گئی پورا... یعنی یہ کہ تم ایک انوکھے انسان ہو جو جاہوگر کی تو نہیں رکھتا بلکہ کچھ ایسی تو میں اس میں سرایت کر گئی ہیں جو سمجھ میں نہیں آتیں..... اور ان حالات میں نم میرے لئے بہت کارآمد ہو.."

"میں نہیں سمجھا۔"

"ابھی تمہیں اس بارے میں نہیں سمجھاؤں گی۔"

"میں چاہتا ہوں تم جلد از جلد میرے سارے امتحان لے لو تاکہ اس کے بعد میں تمہارے ساتھ تمہاری اس دنیا کی سیر کر سکوں۔"

"اوہ۔ یہ کام اتنا مشکل نہیں ہے۔ اول تو میں اب تمہارا امتحان کیا لوں گی اور پھر ہمارے درمیان اتنا فاصلہ بھی نہیں کہ میں تمہیں اپنی دنیا کی سیر بھی نہ کر سکوں۔"

"شکریہ.. میں نے گردن ہلائی اور پھر چونک کر بولا.. "ایک بات اور بتاؤ گوکلہ؟"

"پوچھو... جو دل چاہے پوچھو۔ میں تو تمہیں دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہی ہوں۔" اس نے مسکرا کر گردن جھٹکتے ہوئے پوچھا۔

"تمہارے ہاں... بقول تمہارے یکساں کیفیت رہتی ہے یعنی دن اور رات کا کوئی تصور نہیں ہے.. پھر تم آرام کے وقت کا تعین کس طرح کرتے ہو.. یا پھر تمہاری طویل العمری کا راز یہ تو نہیں ہے کہ تم سوتے ہی نہیں دو؟"

"نہیں۔ یہ بات نہیں۔ البتہ سونے اور آرام کرنے کے لئے کسی وقت کا تعین نہیں ہے۔ جب تھکن محسوس ہوئی آرام کرنے آیت مئے۔"

"اوہ۔ یہ انوکھا سلسلہ ہے.. میرا خیال ہے ہماری دنیا کے رہنے والوں کے لئے یہ بات بڑی الجھن کا باعث ہوگی۔"

”یقیناً۔ لیکن یہاں کے لوگ اس کے عادی ہیں اور پھر تمہیں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ تمہارا جب دل چاہے آرام کر لیا کرو۔“
 ”نہیں۔ میں پریشان نہیں ہوں۔ بس ان عجائبات کے بارے میں سوچ سوچ کر حیران ہوں۔“
 ”جس طرح میں تمہارے لئے۔“

”شاید۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”مرد اور عورت کے تعلقات کے بارے میں تم نے مجھے تفصیل نہیں بتائی۔“
 ”ارد۔ ہاں یہ بات اہم ہے خاص طور سے تمہاری دیتا کے لئے ایک بات تو بتاؤ صدیوں کے بیٹے، جیسا کہ تم نے، نایا اور جیسا حالات سے ظاہر ہے کہ تم اپنی دنیا کے عام انسانوں سے مختلف اور ایک عجیب انسان ہو۔ خود تمہارے اندر کون سی باتیں عام انسانوں سے مختلف ہیں؟“
 ”میرا خیال ہے کہ کوئی خاص فرق نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”فرق تو ہے۔ تم ان سے ہزار گنا طاقتور ہو تمہارا بدن صدیوں کی دھوپ میں تپ کر اتنا ٹھوس بن گیا ہے کہ اس پر کوئی شے اثر انداز نہیں ہوتی۔“
 ”ہاں۔ یہ تبدیلی میرے اندر ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”صدیوں میں کسی بھی دور میں تمہاری ضروریات کیا رہی ہیں؟“
 ”بالکل عام انسانوں کی مانند۔“

”کیا اس میں عورت بھی شامل ہے؟“
 ”یقیناً۔“ میں نے جواب دیا۔

”کوئی عورت تمہارے قریب رہی؟“
 ”ہاں۔۔۔ بارہا۔“ میں نے احتیاطاً کہا۔

”تب تمہاری اولاد بھی ہوگی؟“
 ”نہیں۔“

”کیوں؟“ اس نے دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پروفیسر۔ کوئی عام عورت اس بے باکی سے یہ سوالات نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن یہ صدیوں پرانی عورت۔۔۔ ظاہر ہے یہ طویل تجربات رکھتی تھی۔

”شاید میں عام انسانوں سے اس مسئلے پر جدا ہو جاتا ہوں۔۔۔ شاید میری اولاد میری ہی خصوصیات کی حامل ہوتی اس لئے فطرت نے میرے اندر یہ تبدیلی کر دی۔“

”یہ عجیب بات ہے اور اس طرح میری سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ بہر حال تم حسین عورتوں سے متاثر ہوتے ہو۔ ہاں یہ تو بتاؤ پھر ان عورتوں کا کیا ہوا۔ انہوں نے کس طرح تمہارا ساتھ دیا؟“

”جب تک ان کی زندگی رہی جیتی رہی۔۔۔ بڑھی ہو گئیں اور پھر مر گئیں۔“

"تم اسی طرح جو ان رہتے ہو؟"

"ہاں۔۔۔ جب سے میں نے خود کو محسوس کیا۔ میں اسی مانند ہوں۔"

"تب تو تمہاری ساتھی بوزھی عورتیں، بڑی احساس کتری کا شکار ہو جاتی ہوں گی؟"

"ہاں۔ لیکن میں نے ان کی زندگی میں انہیں کسی بے اعتنائی کا احساس نہیں ہونے دیا اور انہیں مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوئی۔"

"ایسا کیوں ہو پورا۔۔۔ لیکن ظہور۔ تمہیں یہ نام شہانی نے دیا تھا؟ لیکن بقول تمہارے وہ مرچل ہے۔ اگر میں تمہیں اپنی پسند کا کوئی

نام دے دوں تو؟"

"مجھے اعتراض نہیں ہوگا۔"

"تب میں تمہیں کاس کہوں گی۔"

"اس کے معنی مجھے بتاؤ؟"

"نا قابلِ تسخیر۔ اس نے جواب دیا اور مسکرانے لگی۔"

"لیکن ایسی بات نہیں ہے۔ میں قابلِ تسخیر ہوں۔" میں نے بھی اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"تم نے سوال کیا تھا نا کہ میں نے ان عورتوں کا ساتھ کیوں دیا؟"

"ہاں۔"

"میں عورت سے سخر ہو جاتا ہوں۔ ان سب نے جو انی مرے ساتھ گزارے، چنانچہ ان کے بڑھاپے کا احترام میرا فرض تھا۔"

"یہ تمہاری اچھائی ہے۔ لیکن ان کے اندر کی عورت غیر ظہور ہوتی ہوگی۔ وہ تمہیں دیکھ کر ضرور احساس کتری کا شکار ہو جاتی ہوں گی۔"

"ممکن ہے۔ لیکن اب میرا سوال کا جواب دو۔"

"ہاں ضرور۔۔۔ تم نے کیا پوچھا تھا؟"

"تمہارے ہاں عورت دمرہ کے ردا بٹا کیا ہیں؟"

"میرا خیال ہے کائنات کا ہر ذرہ محبت کے جذبے سے آشنا ہے۔ جہاں خود تولیدی کا وجود ہے وہاں پر دو صنفیں ایک دوسرے سے متاثر

ضرور ہیں۔ ہر جاندار خواہ وہ کسی شکل میں ہو، انسان ہو یا یوان، صنف سے ضرور متاثر ہے۔ بلکہ بعض جگہ تو پودے اور لکڑی، ہی دوسری چیزیں بھی اسی

طرف مائل ہیں۔ چنانچہ ہم تو انسان ہیں اور وہ صنفوں کا وجود یہاں بھی ہے۔"

"روا بٹا؟" میں نے سوال کیا۔

"تقریباً تمہاری دنیا سے ملنے چلتے۔ البتہ تمہارے ہاں اخلاقی پابندیاں ہیں۔ ہمارے یہاں نہیں۔ یہاں اپنی پسند اور خواہش ہر

کیفیت پر فوقیت رکھتی ہے۔"

"اور تو گوگلہ..... تمہاری پسند کا بھی کوئی مرد ضرور ہوگا؟" میں نے ایک نازک سوال کر دیا اور وہ کسی سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر ایک دم مسکرا پڑی۔ "ہاں۔ میری پسند کا ایک مرد تھا۔ لیکن میں اس کی سب سے بڑی دشمن ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"کناشی..... پہلے وہ کناشی تھا۔ اب کچھ اور ہے۔ لیکن وہ کچھ بھی ہو۔ میں اسے کناشی ہی سمجھتی ہوں اور چونکہ اب وہ کناشی نہیں ہے اس لئے میں اس کی دشمن ہوں۔ کناشی گوگلہ کے بچپن کا ساتھی تھا۔ اس کے ساتھ پرورش پائی تھی اس لئے۔ اس کے ساتھ زندگی گزارنے کا عہد کیا تھا۔ لیکن چونکہ وہ حکمران کا بیٹا تھا اسے حکمران بنانا تھا۔ اس لئے اس نے علوم سیکھے اور چونکہ وہ اس کی استطاعت رکھتا تھا اور غیر معمولی تھا اس لئے وہ عظیم بن گیا..... اور عظیم بننے کے بعد گوگلہ اس کی نظروں میں لچ ہو گئی سو اس نے گوگلہ کو ٹھکرادیا۔ پھر وہ حکمران بن گیا اور اس نے بچپن کے وعدے بھلا دیئے۔ اس نے اعلان کر دیا کہ وہ اسے اپنائے گا جو اس کے معیار کی اوگی ورنہ تمہارے بے گار اور اولاد کو نہ پیدا کرنے گا۔"

"خوب..... پھر کیا ہوا؟"

"گوگلہ اس سے نفرت کرنے لگی کیونکہ وہ مفرور ہو گیا تھا۔ تب گوگلہ نے اسے نچا دکھانے کے خواب دیکھے اور ان خوابوں کی تکمیل میں مصروف ہو گئی۔ میرا علم تمہارے سامنے ہے۔ میں خود بھی کاس بن گئی اور میں نے ایک علاقے پر اپنی حکومت قائم کر لی۔ لیکن یہ ظلم کی حکومت ہے اور ابھی میں کناشی سے مقابلے کے قابل نہیں ہوئی ہوں۔ میں اپنی تمام قوتوں کو مجتمع کر کے اس کے سامنے جاؤں گی اور پھر اسے بدترین شکست دوں گی۔" گوگلہ نے کہا اور مجھے ہنسی آنے لگی۔ شاید اس مخلوق کی تقدیر یہی تھی۔ کچھ بھی بن جائے لیکن کہیں نہ کہیں سے گڑ بڑ نکل آتی ہے۔ یہ عظیم الشان جاوگرنی جس نے خود کو نبھانے کیا بنا لیا تھا، خود بھی ایک امتحان چکر میں پھنسی ہوئی تھی..... لیکن پھر وہی بات تھی پر وہ فیئر..... اگر اس کی تقدیر میں یہی تھا تو میں یا کوئی اور کیا کر سکتا تھا۔

"طاقت حاصل کرنے کے بعد تم نے اسے دیکھا تھا گوگلہ؟"

"کیوں نہیں۔ جب وہ شہنشاہ بنا تھا تو سب سے پہلے میں نے ہی اسے مبارک دی تھی۔"

"پھر اس نے کیا رویہ اختیار کیا؟"

"اس وقت تو کچھ نہیں..... لیکن شہنشاہ بننے کے کچھ عرصے کے بعد اس نے اعلان کیا کہ وہ اس سے شادی کرے گا جو اس کی مانند کاس ہو۔"

"پھر تم نے اس سے بات کی؟"

"ہاں۔ میں اس کے سامنے روئی تھی۔ گڑبڑانی تھی۔"

"کیا جواب دیا اس نے؟"

"کہنے لگا کہ وہ ناقابل تخیر ہے اور چاہتا ہے کہ اس کی محبوبہ بھی اس جیسی ہو جبکہ میں ایک عام لڑکی ہوں۔"

”کیا اسے تمہارے بارے میں معلوم ہے؟“

”کس سلسلے میں؟“

”یہی کہ جنٹلمن کے اس حصے پر تم نے اپنی اجارہ داری قائم کرنی ہے اور اب تم بھی کاس بن گئی ہو؟“

”اس قدر نہیں۔ ممکن ہے کسی نے اس تک شکایت پہنچادی ہو۔ لیکن ایسی باتوں کو وہ زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ یہ ہمارے ہاں کا اصول ہے۔“

”مگر کوئی اپنے غلم میں کامل ہو جاتا ہے تو وہ اپنے علاقے میں اپنی برتری کا اعلان کر دیتا ہے اور پھر وہاں من مانی کرتا ہے۔ پھر اس علاقے کے دوسرے باغلم لوگوں کے لئے جنگ کی بات ہوتی ہے اور وہاں سے نچا دکھانے کے لئے کوشاں ہو جاتے ہیں اور اگر زیادہ طاقتور ہو جاتے ہیں تو برتری کا اعلان کرنے والے غلم کو توڑ کر اسے غلام بنا لیتے ہیں۔ لیکن ان باتوں کی شہنشاہ کو پروا نہیں ہوتی کیونکہ وہ بہر حال سب پر قادر ہوتا ہے اور جب کوئی اس کے مقابل آئے تو وہ اسے ٹھیک کر دیتا ہے۔“

”ایسے واقعات بھی پیش آتے ہوں گے؟“

”کیوں نہیں۔ اس نے اپنی طاقت کا لوہا منوالیا ہے اور اپنے ہر مقابل کو زیر کیا ہے۔“

”کیا وہ صرف غلم کی قوت سے لڑتا ہے؟“

”نہیں۔ جسمانی قوت میں بھی وہ عظیم ہے۔“ گوگلہ نے بتایا اور میں اس غلمسانی دنیا کے بارے میں سوچنے لگا۔ واقعی بڑی انوکھی تھی۔ ہر

لحاظ سے دلچسپ اور منفرد... تجویزی دیر تک سوچنے کے بعد میں نے کہا۔

”تم چاہو تو مجھ سے ایک سو وا کر سکتی ہو گوگلہ۔“

”سو وا... کیا سو وا؟“

”میں ہر طرح تمہاری مدد کروں گا۔ تمہاری طرف سے میں کناشی کو کھستے دوں گا اور تمہیں اس سے برتر ثابت کروں گا..... اور اس کے

بدلے میں تم مجھے اپنے غلم سے آشنا کر دو گی۔“

”نہ.....“ گوگلہ کچھ سوچنے لگی۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ”نہ بلاشبہ طاقتور ہو لیکن اس کے غلم کے سامنے تمہاری کچھ نہیں چلے

گی..... رہی میرے غلم کی بات..... تو... کاس۔ میں تمہیں ان کی حقیقت سے آشنا کروں گی..... اگر تم چاہو تو انہیں حاصل کر لیتا۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔“

”کوئی خاص مسئلہ ہوتا ہے انہیں حاصل کرنے کے لئے؟“

”ہاں بڑی سخت آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے، بڑا وقت درکار ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے تمہیں کامل بننے میں صدیاں لگ جائیں گی اور

تمہیں احساس ہو گا کہ تم نے یہ دور ضائع کیا ہے۔ جبکہ ہماری تو زندگی کا دارو مدار اسی پر ہوتا ہے۔“

”ہوں۔“ میں خیال میں ڈوب گیا۔

اور یہ حقیقت تھی پروفیسر..... ظاہر ہے میں اتنا وقت کسی ایسے علم کے حصول میں منانے نہیں کر سکتا تھا.... حالانکہ وقت کا مسئلہ کوئی ایسا نہ تھا، میرے پاس بہت وقت تھا..

گوگلہ صدیوں کی بات کر رہی تھی۔ میں اس وقت تک اس کے ساتھ اس علم کے حصول میں مصروف رہ سکتا تھا جب تک اس کی زندگی رہے۔ گو یہ زندگی قتی بھی طویل کیوں نہ ہو۔

لیکن پھر وہی بات میرے ذہن میں آئی تھی کہ کیا اتنا وقت میں پرسکون رہ کر گزار سکتا ہوں..... یہ تو بڑا مشکل تھا جبکہ میں تو زندگی میں تنوع کا قائل تھا، زندگی کی سست رفتاری مجھے بالکل پسند نہیں تھی۔ بہر حال میں نے دل میں سوچا کہ میں معلوم کروں گا کہ اس علم کے حصول کا ذریعہ کیا ہے۔ چھوٹی چھوٹی چند باتیں معلوم ہو گئیں تو وہی میرے لئے بہتر ہیں۔ کیونکہ بہر حال مجھے جاہل سیکھ کر کسی کو اپنا مطیع تو نہیں کرنا تھا اور نہ ہی میں کوئی ایسی جاہل گیری قائم کرنا چاہتا تھا جہاں میرا راج ہو۔ کیونکہ اس قسم کے مواقع تو مجھے ملتے رہتے تھے.... لیکن میں نے اس سلسلے میں کبھی کوئی کوشش نہیں کی۔ چنانچہ میں خاموش رہا اور پھر اس خاموشی کو گوگلہ نے ہی توڑا..

”کیوں کاس۔ کیا اب تم آرام کی ضرورت نہیں محسوس کر رہے؟“

”کیا مطلب؟“

”میرا مطلب ہے کہ کافی وقت گزر چکا ہے اب تم کچھ دیر آرام کر لو۔“ گوگلہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جیسی تمہاری مرضی گوگلہ.... میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہارا وقت تم میرے ساتھ بسر کرو۔ ظاہر ہے تمہارے اپنے بھی کچھ مسائل ہوں گے..“ میں نے کہا اور گوگلہ مسکرائے گی..

”میرے مسائل کچھ بھی نہیں ہیں.. بس سادہ سی زندگی گزار رہی ہوں۔ جو کچھ میرا مقصد ہے میں تمہیں بتا چکی ہوں.. لیکن مجھے ایک بات پر بڑی حیرت ہے کاس۔“ گوگلہ نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

”کس بات پر؟“

”اس پر کاس کہ تم جس انداز میں یہاں آئے ہو اور جس طرح میں نے تمہارے اوپر اعتماد کیا ہے، یہ میری فطرت کے خلاف ہے۔ ہمیں ہر طرح ہوشیار رہنا ہوتا ہے.. ہمارے علم میں یہ بات بھی نہایت ضروری ہے..“

”اوہو۔ میرا خیال ہے تم ایک دلچسپ بات کہہ رہی ہو گوگلہ.... تم نے بڑے اطمینان سے میرا اعتماد کر لیا ہے؟“

”ہاں کیوں؟“

”اور یہ اطمینان اپنا جواب نہیں رکھتا..“

”کیا مطلب؟“

”اگر میں واقعی جاؤں گا تو تمہارے اس طلسمی بت کے نیچے سے گزرنے کے بعد اپنی توہن کو سینٹا تو آگ میرا کیا حشر کرتی... اور

اس کے بعد اس چیز کو تم اطمینان کہہ رہی ہو۔"

"اور۔۔۔" گوکلہ ہنس پڑی۔ "ہاں بلاشبہ کاس۔ میں نے اطمینان کا لفظ غلط استعمال کیا ہے۔ ورنہ جو کچھ میں نے تمہیں بتا دیا ہے اس کے بعد میرے پاس کچھ باقی نہیں رہ گیا ہے اور میرا خیال ہے کہ تم اگر مجھے نقصان پہنچانا چاہو تو آسانی پہنچا سکتے ہو۔۔۔ یہ دوسری بات ہے کہ میں اپنے بچاؤ کے لئے بھی کچھ کروں۔"

"گوکلہ۔۔۔ یہ تصور ذہن سے نکال دو کہ میں تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہتا ہوں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ میری تم سے براہ راست کوئی دشمنی نہیں ہے۔ کوئی بھی ایسا معاملہ نہیں ہے جو براہ راست میرے اور تمہارے درمیان ہو۔۔۔ ہاں اگر دناتو تم یقین کرو کہ تم اپنی تمام تر قوتوں کے باوجود مجھ سے زیر ہو جاتیں۔"

"تم بہت بڑی بڑی باتیں کرتے ہو کاس۔ بہر حال میں یوں مان لیتی ہوں کہ تم ایک ایسے انسان ہو جس کی عزت کی جاسکتی ہے اس کے علاوہ اس سے محبت بھی کی جاسکتی ہے۔" گوکلہ نے جواب دیا۔

"نہیں گوکلہ۔ میں تمہیں ایک معمولی سی بات بتا دوں۔ وہ یہ کہ اگر میں تمہیں اپنے بازوؤں میں بھینچ کر اس جھکے کے نیچے سے گزر جاؤں جس کے ہاتھ فضا میں بلند ہیں اور جس کے سائے سے بھی تم بچنے کی کوشش کرتی ہو تو پھر بناؤ تمہارے اندر کیا رہ جاتا ہے؟"

"اور۔۔۔" گوکلہ کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ "اور۔۔۔" اس نے ایک بار پھر اسی انداز میں کہا اور پھر کچھ سوچنے لگی۔

"بے شک میں نے جلد بازی میں حماقت کی ہے۔"

"لیکن تمہاری یہ حماقت تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گی گوکلہ۔ میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ میں کبھی تمہیں نقصان پہنچانے کے بارے میں سوچوں گا بھی نہیں۔ بھلا تم خود ہی بتاؤ مجھے اس سے کیا ملے گا۔۔۔۔۔ ہاں اگر تم میری دشمن ہو تیں تو میرا خیال ہے اب تک تمہارا عظیم کدہ فنا ہو جانا۔۔۔۔۔ میں اسی قسم کا انسان ہوں۔"

گوکلہ نے کوئی جواب نہ دیا تھا اس کا چہرہ اتر سا گیا تھا۔ پھر اس نے گردن ہلائی اور کہنے لگی۔

"اٹھو کاس۔۔۔۔۔ آرام کرو۔"

اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ میرنی آرام گاہ بے حد دلکش تھی۔ ہر قسم کی خوبصورت چیزوں سے آراستہ وہ تمام چیزیں جو آرائش کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔۔۔۔۔ میں نے انہیں بے حد پسند کیا تھا۔ تب میں آرام کرنے کے لئے لیٹ گیا۔ گوکلہ دروازہ بند کر کے باہر نکل گئی تھی۔

نیند تو خیر کسے آتی۔ اس کے علاوہ یہاں چونکا۔ دن اور رات کا تعین نہیں تھا اور میں سونے کا مزہ لیں بھی نہیں تھا۔ اور یہ ضروری نہیں تھا کہ میں سو ہی جاتا۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔ میں نے گوکلہ کی بتائی ہوئی ساری کہانی پر پوری طرح غور کیا۔۔۔ غور کیا اور سوچتا رہا۔ پھر مجھے احساس ہوا کہ بلاشبہ میں ایک انتہائی دلچسپ جگہ آچھسا ہوں۔

گوکلہ نے اپنی ہستی کے بارے میں جو کچھ مجھے بتایا تھا اس نے معلوم ہو رہا تھا کہ واقعی یہ ہستی دلچسپ ہوگی اور یہ بھی ممکن تھا کہ یہاں کچھ

ایسی دلچسپیاں میرنی منتظر ہوتیں جو مجھے پسند آئیں۔

سو اگر اچھا وقت گزرا تو میں زیادہ سے زیادہ وقت یہاں گزارنا پسند کروں گا اور اگر طبیعت پر کوفت سوار ہوتی تو پھر گوگلہ سے اجازت لے لوں گا۔ ویسے یہ عورت جا دو گرتی ضرور تھی اور بہت سی غلط باتیں اس کے اندر تھیں۔ جیسا کہ بدھ راہنماؤں نے مجھے بتایا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک اچھی دوست اور اچھی ساتھی بھی ثابت ہو سکتی تھی۔ بشرطیکہ اس کے ساتھ بھی اچھا سلوک کیا جاتا۔

دوسرا معاملہ کناشی کا تھا۔ کناشی کے بارے میں گوگلہ نے مجھے جو کچھ بتایا تھا وہ بھی میرے لئے خاص دلچسپ تھا۔ حالانکہ میں نہیں چاہتا کہ اب کسی ایسے جگڑے میں پڑوں جس میں خرابی ہو کسی سے مقابلہ کرنا پڑے یا ایسی کوئی بات ہو۔

لیکن گوگلہ کے لئے... اگر گوگلہ نے چاہا تو کناشی سے بھی بہت لیا جانے گا... انہی خیالات میں آنکھوں میں غنوغی سی آگئی اور پھر میں سو گیا۔

پھر گوگلہ ہی نے جگا یا تھا۔ غالباً کہا کرتی تھی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور بے حد حسین لگ رہے تھے۔ ایک لمحے کے لئے دل چاہا کہ اسے خود پر تھیں لوں۔ لیکن دوسرے لمحے خیال آیا کہ وہ ایک محبت زدہ لڑکی ہے۔ ممکن ہے وہ میری اس بات کو پسند نہ کرے۔ چنانچہ میں نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر روک لئے۔ گوگلہ خود بھی ایک قدم پیچھے ہٹ گئی تھی لیکن اس کی مسکراہٹ بدستور قائم رہی، تب اس نے شیریں لہجے میں کہا۔

"کاس..... جاگو گے نہیں؟"

"میں جاگ گیا ہوں گوگلہ... کیا بہت دیر سے سو رہا ہوں؟" میں نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

"ہاں... تمہیں طویل وقت گزار چکا ہے کاس۔" وہ آہستہ سے بولی اور میں اٹھ گیا۔

وہ مسکراتی نگاہوں سے میری جانب دیکھ رہی تھی۔ پر اس کے ہونٹوں پر ایک شرارت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے کہا۔ "آؤ ٹھنڈے پانی سے غسل کر لو کاس..... میرا خیال ہے تمہارے ذہن اور جسم کی تمام کسل دور ہو جائے گی۔"

"چلو گوگلہ..." میں نے بھاری لہجے میں کہا اور گوگلہ مجھے لے کر باہر نکل آئی۔

عمارت کے عقبی حصے میں انتہائی خوبصورت تالاب بنا ہوا تھا، جس کے کنارے سنگ مرمر کی پرینا ایستادہ تھیں اور وہ اپنے ہاتھوں سے تالاب میں پانی پھینک رہی تھیں۔ بڑا خوبصورت منظر تھا بڑی حسین نقش نگاری کی گئی تھی۔ گوگلہ نے مجھے تالاب میں اتر جانے کے لئے کہا اور پھر بولی۔ "میں تمہارے لئے لباس لے کر آتی ہوں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور حقیقت بہت ہی ٹھنڈا پانی تھا، بہت ہی سرد۔ لیکن اس وقت جسم کو بڑا دلکش لگ رہا تھا۔ میں دیر تک نہاتا رہا اور میرے رگ و پے میں سردی کی لہریں اترتی رہیں۔ گوگلہ میرے لئے لباس لے آئی۔ جب وہ آئی تو میں پانی میں تھا۔ اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھ کو دیکھا اور پھر وہاں پلٹ گئی۔

جو لباس گوگلہ لائی تھی وہ میرے لئے اچھی تھا لیکن پہننے کے بعد وہ مجھے بے حد آرام دے محسوس ہوا تھا۔ ویسے پروفیسر... اس قسم کی چیزیں

میرے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں۔ بارہا میں بے لباس بھی رہا اور مجھے کوئی احساس نہیں ہوا۔۔۔ بدلتے ادوار کے ساتھ ہی اخلاق کا تعین بھی ہوتا تھا۔ میں کون کون سی اقدار اپناتا؟

لیکن گوگلڈ سٹشدرہ گئی تھی۔ وہ عجیب سی رنگا ہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ”میں نے تو پہلے ہی اعتراف کیا ہے۔“

”کس بات کا گوگلڈ؟“

”یہی کہ تم نے ادوار لوٹ لئے ہوں گے۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ بد نصیب گوگلڈ پہلے ہی زندگی کی چوٹ کھا چکی ہے۔“ اس نے ٹھنڈی سانس لی۔

”میں اب بھی نہیں سمجھا گوگلڈ؟“

”نم بے حد خوبصورت ہو۔۔۔ اور اس لباس میں جو کچھ لگ رہے ہو میں الفاظ میں نہیں بیان کر سکتی۔۔۔ ایک بات اور کہوں گا س؟“

”کہہ دو۔۔۔“ میں نے گہری سانس لی۔

”نم جب نیند سے جاگے تھے تو میں تمہارے پاس موجود تھی۔ تم نے بے اختیار مجھے اپنی ہانہوں میں لینے کی کوشش کی تھی۔“

”ہاں گوگلڈ۔۔۔ اس وقت میرا ذہن نہیں جاگا تھا اور تم مجھے بہت خوبصورت لگ رہی تھیں تمہارے کھلے ہالوں نے تمہاری دکھائی بڑھادی تھی۔“

”کاس! اگر میں کناشی کی محبت کا شکار نہ ہوتی تو۔۔۔ تو تمہارے قدموں میں زندگی گزارنا فخر سمجھتی۔ لیکن مجھے معاف کر دو۔۔۔ میں بچپن سے اس کی محبت کا شکار ہوں اور مرتے وقت تک رہوں گی۔ گو میں اب اس سے نفرت کرتی ہوں لیکن میں اپنی زندگی کے لئے کسی اور مرد کا انتخاب نہیں کر سکتی۔ انسوؤں تمہاری گرم جوش نگاہوں کے جواب میں میرے پاس کچھ نہیں ہے۔“

”میں اس بات کا برا نہیں مانوں گا گوگلڈ۔۔۔ تم اپنے ذہن سے یہ خیال اور ان لمحات کو نکال دو۔ میں تمہارے جذبات کا احترام کرتا ہوں۔۔۔ لیکن کیا اس کے ساتھ ایک سوال بھی کر سکتا ہوں؟“

”ضرور۔ اب تم مجھ سے پوچھا مت کرو۔۔۔ اور سنو۔ میں نے جو امتحان کی بات کی تھی اسے بھی ذہن سے نکال دو۔“

”او۔ کیوں؟“

”اس لئے کہ اب مجھے تمہاری ذات پر مکمل اعتماد ہے۔۔۔ میں آنکھیں بند کر کے کہتی ہوں کاس کہ اب میں تمہیں اپنے سب سے قریب سمجھتی ہوں۔ ممکن ہے یہ میری محبت ہی ہو۔“

”لیکن میں تمہارے بچپن کے جذبات کی حفاظت کروں گا۔“

”اگر تمہاری ذات کی بلندیاں مجھے برکائیں تو مجھے سنبھال لینا کاس۔۔۔ عورت کا پیار بدنام نہ ہونے دینا کیونکہ۔۔۔ تم بے چارہ کشش رکھتے ہو۔“

"میں وعدہ کرنا ہوں گوگلہ۔"

"مگر کوئی سوال کر رہے تھے؟"

"ہاں... اگر تم نے کناٹھی کو شکست دے دینی اور وہ تمہارے قدموں میں آگراتب کیا تم اسے سینے سے لگا لو گی؟"

میرے اس سوال پر وہ سر جھکا کر کچھ سوچنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔

"نہیں کاس۔ میرے انا سے قبول نہیں کرے گی۔ میں نے انتقام کا پل تیسرے کیا ہے اور اس پل کی تیسرے میں مجھے بڑی مشکلات سے گزرنا پڑا

ہے۔ میں اپنی جنت اکارت نہیں کروں گی۔"

"چلو ٹھیک ہے.. اب کھانے کا بندوبست کرو۔ یہاں تو وقت کا تعین اتنی نہیں ہوتا.. لیکن پیٹ ہر تعین کر سکتا ہے.."

"چلو ٹھیک ہے۔ ہم پیٹ ہی کو وقت کا آلہ سمجھ لیتے ہیں۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر میرے ساتھ روانہ ہو گئی۔ ام عمارت کے ایک

اور حصے میں پہنچ گئے اور یہاں انواع و اقسام کے کھانے موجود تھے۔ گوگلہ نے مجھے اشارہ کیا اور تکلف کا سوال ہی نہیں تھا میں شروع ہو گیا۔

"کاس۔" کھانے کے بعد گوگلہ نے مجھے مخاطب کیا۔ "تم ہماری بستریاں دیکھنے کے خواہش مند ہونا؟"

"مناسب۔" میں نے جواب دیا اور گوگلہ چند ساعت کی اجازت لے کر چلی گئی۔ پھر وہ آئی تو اس کے جسم پر دوسرا لباس تھا۔

"آؤ....." اس نے کہا اور میں بھی اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ پھر جب ہم دونوں اس عمارت کے بیرونی دروازے پر پہنچے تو میں نے

یہاں دوسرے جاندار دیکھے... سفید رنگ کے، دو گھوڑے جو خوبصورت ساز سے آراستہ تھے..

گوگلہ نے تیری طرف دیکھا اور میں اچھل کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ گوگلہ بھی دوسرے گھوڑے پر جا بیٹھی تھی اور پھر دونوں گھوڑے آگے

بڑھ گئے..... میں نے ان کے بارے میں گوگلہ سے کوئی سوال نہیں کیا اور ہم ایک اجنبی راستے پر دوڑنے لگے.. راستہ میرے لئے اجنبی تھا۔ ظاہر ہے

گوگلہ ان راستوں کو اچھی طرح پہچانتی ہوگی۔

لیکن میں اس حسین علاقے کی خوبصورتی میں گم ہو گیا۔ میں نے زمین کے بے شمار روپ دیکھے تھے۔ لیکن یہ گہرائیاں..... یہ گہرائیاں

اس قدر دلکش تھیں کہ نگاہیں خیرہ ہوتی تھیں۔ یہاں اجنبی رنگ بکھرے ہوئے تھے۔ گھاس کا رنگ گہری سرخ تھا اور کہیں سبز۔ اسی طرح رنگ رنگ کے

درخت تھے.. ہر چیز تعجب خیز تھی اور سارا ماحول طلسمی معلوم ہوتا تھا..

پھر ایک مخصوص جگہ سے نکلنے کے بعد گوگلہ نے کہا۔ "اب میری زمین ختم ہو چکی ہے۔"

"اود.. مطلب یہ کہ جس علاقے میں تم نے پابندی لگا رکھی ہے؟"

"ہاں.."

"گوگلہ۔ مقامی لوگ تمہیں پہچانتے ہیں؟"

"نام سے..... مجھے بہت کم لوگوں نے دیکھا ہے.."

”کیوں؟“

”ظاہر ہے میری زندگی کا ایک مشن تھا اور میں اپنے مشن کی تکمیل میں مصروف تھی اور لوگوں میں نہیں رو سکی۔“

”اور یہ بات ہے۔“ میں نے کہا۔۔۔۔۔ راستے میں، میں نے عجیب سے جانوروں کی ایک ڈار دیکھی۔ ان کے صرف دو پاؤں تھے کھال

چیتے کی کھال کی مانند تھی جن پر سفید اور نیلے نقش تھے۔ اپنے دو پاؤں پر وہ تیزی سے پھدکتے ہوئے جا رہے تھے جبکہ ان کی حساست کافی تھی۔

”یہ کون سے جانور ہیں؟“

”جن۔۔۔۔۔ یہاں ان کا شکار کیا جاتا ہے اور ان کا گوشت بہت لذیذ ہوتا ہے لیکن انہیں شکار کرنا آسان نہیں ہے۔“

”کیوں؟“

”یہ سست روی سے جا رہے ہیں۔ لیکن خطرے کا احساس ہونے کے بعد یہ جس رفتار سے دوڑتے ہیں۔ تم اس کا تعین بھی نہیں کر سکتے۔“

”ادھو۔ کیا وہ بہت تیز دوڑتے ہیں؟“

”ہاں۔ گھوڑوں سے دس گنا زیادہ تیز۔“

”صرف دو پاؤں سے؟“ میں نے پوچھا۔

”ہاں۔ ان دو پاؤں میں انہیں بڑی قوت حاصل ہے۔“ گوگلہ نے جواب دیا۔

”پھر ان کا شکار کیسے کیا جاتا ہے؟“

”شکار۔۔۔۔۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور پھر اس نے جانوروں کی اس ڈار کی جانب دیکھا۔ ایک جانور کا انتخاب کیا اور پھر

اس کی جانب انگلی اٹھا دی۔ جانور اوندھے منہ زمین پر گر اٹھا۔ پھر وہ اٹھ نہ سکا۔

میں نے تعجب سے گوگلہ کی طرف دیکھا۔ لیکن دوسرے لمحے میرا تعجب رفع ہو گیا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ وہ کام کر سکتی ہے۔

”کیا یہ مر گیا؟“ میں نے پوچھا۔

”نہیں زندہ ہے۔ بس چل پھر نہیں سکتا۔“

جانوروں کی ڈار برق رفتاری سے آگے بڑھ گئی تھی۔ تب میں نے گوگلہ کی جانب دیکھا اور کہا۔

”گوگلہ۔ تم اسے کھڑا کر دو۔“

”کیوں؟۔۔۔۔۔ یہ بھاگ جائے گا۔“ گوگلہ نے کہا۔

”ظاہر ہے اس وقت ہم اس کا کریں گے بھی کیا۔ ہمیں فی الوقت شکار کی ضرورت نہیں ہے لیکن اگر تم کہو تو میں بھی اسے شکار کر سکتا

ہوں۔“ میں نے کہا اور گوگلہ کافی حیرانی سے تعجب سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

”لیکن کیسے۔۔۔۔۔ اپنے علم کے زور سے؟“ گوگلہ نے پوچھا۔

"ہاں۔ علم کے زور سے۔"

"اور۔ تب تو میں ضرور دیکھوں گی۔" اس نے کہا اور میں اپنے گھوڑے سے نیچے اتر گیا۔

میں نے ایک پتھر اٹھالیا اور میرا علم تو یہی تھا پروفیسر۔ جس کا مظاہرہ میں گولکھ کے سامنے کرنا چاہتا تھا۔

گولکھ نے اپنی انٹھی ہوئی انگلی نیچے گرا دی اور جانور برق رفتاری سے اٹھ گیا۔ بلاشبہ وہ اتنی تیزی سے اٹھ کر بھاگا تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے

بہت دیر نکل گیا۔ تب میں نے ہاتھ میں پکڑا ہوا پتھر پوری قوت سے اس کی جانب پھینک دیا۔

پروفیسر۔ اگر پتھر اسے نہ لگتا تو مجھ سے شرمندگی سے گروں بھی نہ اٹھائی جاسکتی تھی لیکن میں نے اس وقت اس رفتار اور اس مہارت سے

پتھر کو پھینکا تھا کہ وہ جانور کی دونوں ناگوں میں جا کر لگا۔ گولکھ نے تعجب سے اس پتھر کو دیکھا تھا اور پھر ہم برق رفتاری سے اس جانور کی طرف دوڑنے لگے۔ دور ہی سے ہم نے اس جانور کو گرتے دیکھا تھا۔

گولکھ اور میں اس کے سامنے پہنچ گئے تھے۔ جانور کی دونوں ٹانگیں نوٹ گئی تھیں۔ تب گولکھ نے بنور جانور کی طرف دیکھا اور گہری

گہری سانسیں لینے لگی۔ پھر میرے جانب رخ کر کے بولی۔

"تم بے شک عظیم ہو کاس۔" اس نے پیار بھرے لہجے میں کہا اور پھر جانور کو اٹھا کر گھوڑے پر رکھ لیا۔ تب وہ دوبارہ بولی۔ "یہ ہمارا شکار

ہے۔ لیکن تم نے وہ بات بزرگوار رکھی ہے کاس۔ کہ تمہارا علم تمہاری قوت ہے اور بلاشبہ میں نے اس بات کو دل سے تسلیم کر لیا ہے۔" گولکھ نے کہا۔

کجاہات کی اس سرزمین پر گھوڑے دوڑتے رہے۔ کانی وقت گزر گیا۔ پتہ ہی نہ چلتا تھا کہ دن کا کون سا حصہ ہے۔ بہر حال پھر گولکھ نے

ہی اپنے گھوڑے کی رفتار سست کر دی۔

"کیوں گولکھ؟" میں نے پوچھا۔

"کیا تم بھوک نہیں محسوس کر رہے؟"

"ہاں۔ میرا خیال ہے ہمیں کانی وقت گزر چکا ہے۔"

"بہت کانی۔"

"ٹھیک ہے۔ شکار ہمارے پاس موجود ہے۔" میں نے کہا اور ہم گھوڑوں سے اتر پڑے۔ گولکھ گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ پھر اس نے

مسکراتے ہوئے کہا۔

"کاس۔"

"ہوں۔" میں نے اسے دیکھا۔

"تم ایک بات کا یقین کرو کاس۔ میرے دل میں تمہارے لئے وہ جذبہ پیدا نہیں ہو سکا جسے ایک عورت اور مرد کا جذبہ کہا جاسکتا ہے۔

لیکن اس کے باوجود ہر لمحے مجھے احساس ہوا ہے کہ تم میری زندگی کا جزو بنتے جا رہے ہو۔"

"میں اس احساس کو فروغ نہیں دیتا چاہتا گوگلہ۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ میں غلوصلوں سے تمہیں کناشی کی امانت سمجھتا ہوں۔" میں نے کہا اور گوگلہ نے گردن ہٹکا دی۔

"بار بار اس کا تذکرہ نہ کرو۔"

"بہر حال تم اسے چاہتی ہو۔"

"تمہیں بھی چاہتی ہوں کاس..... اور اب الجھن میں پڑتی جا رہی ہوں۔"

"کیسی الجھن میں؟"

"تمہارے ساتھ گزرنے والے لمحات میرے لئے بے حد دلکش ہیں مجھے زندگی سے ایک دلچسپی کا احساس ہونے لگا ہے۔"

"میں تمہیں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔"

"کاس۔ اگر اس سفر کے دوران واقعی میں تم سے محبت کرنے لگی تو.....؟"

"تب گوگلہ۔ میں سنجیدگی سے ایک بات کہوں گا۔"

"کیا؟"

"میں محبت کے معاملے میں بہت صاف ہوں۔ مجھے اپنا دوسرا نمبر پسند نہیں ہے۔ تم واقعی جذبے کے تحت مجھے چاہو گی اور میں اس چاہت

کو قبول نہیں کروں گا۔"

"تمہارے جیسے مرد کے لئے یہی ضروری نہیں ہے۔ اس سے تمہاری شان میں اضافہ ہوتا ہے۔" گوگلہ پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ کر

بولی۔ "اور میں بھی سوچتی ہوں کہ اگر ایسا ہو گیا تو..... تو میری پوری زندگی کی محبت اکارت جائے گی۔"

"وہ کس طرح؟"

"ظاہر ہے پھر مجھے کیا پڑی ہے کہ میں کناشی سے مقابلہ کرتی پھروں۔ یہ تو میری محبت کی توہین کا انتقام ہے..... اگر محبت ہی نہ ہو تو پھر

توہین کیسی؟"

"زندگی کا مشن ضرور پورا ہونا چاہیے گوگلہ۔"

"میں سوچتی ہوں..... اچھا اب اس شکار کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"کیا تم لوگ گوشت بھون کر کھاتے ہو؟"

"ہاں۔"

"تب پھر میں تمہارے لئے گوشت تیار کرتا ہوں۔"

"چلو تکلیف کرو... لیکن تم آگ کیسے جلاؤ گے؟"

"نم کیسے جلاتی ہو؟" میں نے سوال کیا اور گوکلہ مسکرانے لگی پھر اس نے ایک طرف دیکھا۔

"سو کھے گھاس پھوس کا ذمیر ایک طرف پڑا ہوا تھا۔ اس نے ہاتھ کی مٹھی بند کی اور گھاس کی طرف رخ کر کے مٹھی کھول دی۔ دوسرے

لمبے گھاس میں شعلے بھڑک چکے تھے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اے۔ گوکلہ... اس کا مطلب ہے تمہارے ہاں سارا کاروبار جاوہ سے ہوتا ہے۔"

"ہاں۔ زیادہ تر لوگ اپنا کام اسی طرح چلا لیتے ہیں لیکن دو لوگ جو اس علم سے نادانف ہیں... اور جو نہیں رکھتے دو دوسروں کے محتاج

رہتے ہیں۔"

"خوب۔ اس کا مطلب ہے کہ جو شخص بستی کا سربراہ ہو گا باقی لوگ اس کے محتاج ہوتے ہوں گے۔"

"ہاں۔ یقیناً ایسا ہی ہوتا ہے۔"

"تب تو واقعی وہ اس کی بڑی عزت کرتے ہوں گے اس کے بغیر ان کا کوئی کام ہونا ہی مشکل ہے۔"

"ہاں مثلاً یوں ہوتا ہے جیسے آگ ہی کی بات ہے۔ انہوں نے ایک دفعہ آگ روشن کر دی اور دوسرے لوگ اس سے زندگی بھر استفادہ

حاصل کرتے رہے۔ وہ یہ روشن آگ بجھنے نہیں دیتے۔"

"اورہ۔ اس طرح یہ گاڑی چلتی ہے۔ لیکن گوکلہ... یہاں پر پھر وہی بات آجاتی ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیا؟"

"میں بھی آگ جاہل ہوں۔"

"کس طرح؟" گوکلہ نے پوچھا۔

"اپنے علم کے ذریعے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور گوکلہ ہنس پڑی۔

"تمہارا علم واقعی مجھے متحیر کر دیتا ہے۔ اچھا تو... ذرا اجاگر دکھاؤ۔" اس نے دوبارہ اپنی مٹھی بند کر لی اور شعلے جو بھڑک چکے تھے۔ سرد پڑ گئے۔

میں بھلا اسے اپنے علم سے آگاہ کیوں نہ کرتا۔ چنانچہ میں نے بھی گھاس کے اسی ڈھیر کا انتخاب کیا اور پھر دوڑنی پتھر اٹھائے۔ میں نے

دونوں پتھروں کو ایک دوسرے پر زور سے تھسا اور آگ نکل پڑی۔ خشک گھاس نے ایک ہی بار میں آگ پکڑ لی اور دوبارہ روشن ہو گئی۔

گوکلہ دلچسپی سے میری طرف بڑھی اور اس نے تعجب سے آگ کو دیکھا۔

"حیرت انگیز... انتہائی حیرت انگیز... یہ بھی طاقت کا کرشمہ ہے؟" اس نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"نہیں۔ یہ تجربہ ہے۔ زمانہ قدیم کا انسان اسی طرح آگ روشن کرتا تھا۔ پھر ہم دونوں پتھروں کی اس خاصیت پر گفتگو کرتے رہے۔

جانور بھٹنے کے لئے آگ پر رکھ دیا گیا۔ گوشت کھانے کے بعد ہم وہیں آرام کرنے لیٹ گئے۔ گھوڑے گھاس چر نے لگے تھے۔"

اور پھر اچانک ہی ہماری نظر بیک وقت ایک طرف اٹھی تھی۔ وہ ایک چوزے پھیلاؤ کا درخت تھا اور اس پر بڑے بڑے پھل لٹکے ہوئے تھے۔ لیکن یہ پھل..... یہ پھل..... زندہ انسان تھے۔ تو جسے بدن کے انسان..... جن کا نیچے کا بھڑغانا تھا۔
گوکا ابھی سنبیدیگی سے اٹھ گئی۔
”گوکلہ..... یہ..... یہ.....“
”درخت کے پھل نہیں ہیں بلکہ..... آؤ۔“ وہ اسی سنبیدیگی سے بولی اور ہم دونوں درخت کی جانب بڑھ گئے۔

☆..... ☆..... ☆.....

تخت اٹرنی کی ہر چیز انوکھی تھی۔ اب تک میں نے جو کچھ دیکھا تھا وہ میرے لئے بہت دلکش تھا۔ حالانکہ صدیاں میری نگاہوں میں تھیں اور زندگی کے بے شمار عجائبات میری نگاہوں سے گزرنے لگے۔ لیکن جاو۔
پروفیسر اس علم سے میں ابھی تک ناواقف تھا۔ یہ سب کچھ مادرائے عقل تھا اور ذہن ان مناظر سے الجھ جاتا تھا۔ درخت میں جو لوگ لٹکے ہوئے تھے ان کے بال بہت لمبے تھے لیکن وہ عورتیں نہیں تھیں۔ سارے چہرے مردوں کے تھے۔ ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ ہلکیس ہلکی رہے تھے لیکن ان کے بدن نیچے سے غائب تھے اور یہ انوکھے پھل بڑے عجیب لگ رہے تھے۔ میں نے گوکلہ کا چہرہ دیکھا۔ اس کے چہرے پر غصے کے تاثرات تھے آنکھوں میں سبز چمک لہرا رہی تھی۔ وہ درخت کے نزدیک پہنچ کر رک گئی۔
”کہاں کے باسی ہو؟“ گوکلہ نے ایک سوال کیا۔
”چاندی کی زمین کے۔“ ہتھار آوازیں ابھریں۔
”کس کے پیغامبر ہو.....؟“
”یوشا کے۔“ وہی تمام آوازیں دوبارہ ابھریں۔
”کیا پیغام ہے؟“ گوکلہ نے پوچھا۔

”یہی کہ اس درخت کے بعد تمہاری زمین ختم ہو جاتی ہے۔ یوشا تک یہ اطلاع پہنچ گئی ہے کہ تم نے زمین کے ایک حصے پر اپنی حکومت قائم کرنے کا اعلان کر دیا ہے اور قرب و جوار کے لوگوں کو پریشان کر رہی ہو۔ یعنی دوسرے تمہارے وجود سے پریشان ہیں۔ چنانچہ اس سے پہلے کہ یوشا تمہیں سزا دینے کے لئے آتا اس نے تمہاری حد مقرر کر دی ہے اور حکم دیا ہے کہ اس حد سے زیادہ تمہیں بڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ ہاں اگر تم نے یہ بات نہ مانی اور آگے بڑھنے کی کوشش کی تو ممکن ہے یوشا وقت سے پہلے ہی پہنچ جائے۔“
”اوہ۔ اوہ۔ میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ وہ وقت سے پہلے ہی میری جانب متوجہ ہو جائے۔“ گوکلہ نے کہا۔

اور پھر میری جانب دیکھ کر بولی۔ ”یہ پیغامبر ہیں کناشی کے دور تم نے سنا کہ کناشی کو بھی علم ہو گیا ہے آئی گوکلہ ایک طاقت ایک حیثیت حاصل کر چکی ہے۔ سوس کا غرور کیسے برداشت کرے گا اس بات کو کہ وہ جو دم بھرتی رہی اس کی محبت کا آج اس کے برابر آنے کا دعویٰ کرے۔ اور یہ

درخت اس بات کی نشاندہی کرتا ہے جس پر اس کے پیغامبر لگے ہوئے ہیں۔"

"لیکن یہ کیسے پیغامبر ہیں گوگل۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"یہ اس سرزمین کے لوگ ہیں کاس۔ یہ وہ ہیں جو عتاب کا شکار ہوتے ہیں اور یہاں قیدیوں کو قید کرنے کیلئے کسی قید خانے کی ضرورت

نہیں ہوتی بلکہ انہیں ایسی ہی سزائیں دی جاتی ہیں۔"

"تو کیا یہ قیدی ہیں اور سزا کاٹ رہے ہیں۔" میں نے پوچھا۔

ویسے پر دیکھو سزاؤں کی یہ انوکھی قسم میں نے پہلی بار ہی دیکھی تھی جس پر میں حیران ہوا تھا لیکن اس قدر نہیں کہ اپنے تاثرات گوگل سے

چھپانا پاتا۔ حالانکہ اس زمین پر میں عجیب و غریب دنیا میں دیکھ چکا تھا۔ متحیر کن، پراسرار مسائل سے نمٹ چکا تھا۔ سو درخت پر لگے ہوئے یہ انسان

میرے لئے زیادہ حیرانی کا باعث نہ بن سکے۔

"ہاں۔ ان کے ہاتھ چھین لئے جاتے ہیں، کبھی پاؤں چھین لئے جاتے ہیں، کبھی آنکھیں چھین لی جاتی ہیں اور وہ اپنی یہ سزا پوری کرتے

ہیں۔" گوگل نے جواب دیا۔ اور بولی۔ "کاش تم ان لوگوں کو دیکھو جن کے آدھے بدن غائب ہیں۔ ان کے آدھے بدن یوشنا کی تحریل میں ہوں

سے اور جب ان کی سزائیں پوری ہو جائیں گی تو ان کے آدھے بدن جو اس وقت ان کے وجود سے علیحدہ ہیں انہیں مل جائیں گے۔ چنانچہ یوں

سجھوں کہ یہ قیدی ہیں جنہیں پیغامبر کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔"

"بہت خوب۔ گو یوشنا سے تمہاری چھڑ گئی؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں چھڑ تو پہلے ہی گئی تھی لیکن صرف میری طرف سے اور اب یوشنا یا کناشی میرے ہارے میں مکمل طور پر واقف ہو گیا ہے۔ لیکن اس

تک اطلاع پہنچانے والا کون ہے؟" گوگل نے پر خیال لہجے میں کہا اور آدھے جسموں والے لوگوں کی جانب متوجہ ہو گئی۔

"سنو۔" گوگل نے آدھے پیغامبروں کو مخاطب کیا اور ان سب کی نگاہیں گوگل کی جانب گھوم گئیں۔

"تم صرف قاصد ہو۔ اور قاصد اپنے فرائض انجام دیتے ہی دشمنی نہیں کرتے تم یوشنا کے قیدی ہو اس کے ہمدرد نہیں۔ تم نے اس کا پیغام

مجھے دیا۔ میں نے سمجھا، سو چا، سنا اور اب میرا عمل میری مرضی کے مطابق ہوگا لیکن مجھے بتاؤ کہ یوشنا تک میری حکومت کی اطلاع کس نے پہنچائی؟"

"فلوس نے۔" ان لوگوں نے جواب دیا اور گوگل کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں۔

"ہوں۔ مجھے یقین تھا۔" گوگل نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "لہیک ہے گورنا کا مہر یہ بات کیسے برداشت کرنے کا کہ گوگل اس کی ہستی پر

تائید ہو۔ لیکن اس کے جواب میں اسے جو کچھ ملے گا وہ زیادہ دیکھے گی۔" گوگل نے کہا۔ اس کا چہرہ آگ کی طرح تھمارا ہوا تھا۔ پھر اس نے اپنے دونوں

ہاتھ بلند کئے۔

وہ آہن کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ اس کے ہاتھوں کی ہتھیلیاں سخت سے سخت تر ہوتی جا رہی تھیں۔ پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ نیچے گرائے اور

انہیں درخت کی جانب پھیلا دیا۔ اس کے ہاتھ کی ہر انگلی سے شعلے نکل رہے تھے اور درخت میں آگ لگ گئی۔ درخت سے لگے ہوئے آدھے جسم والے

انسان کرب سے چیخنے اور چلانے لگے۔ ان کے جسم جلنے لگے تھے۔ لیکن ان کے جسم درخت سے کھل نہیں سکتے تھے۔ وہ بری طرح تڑپنے لگے تھے۔
میں یہ دردناک منظر دیکھ رہا تھا۔ درخت دھڑا دھڑا جل رہا تھا۔ اس میں لگے ہوئے قیدی بھی اسی آگ کا شکار ہو رہے تھے۔ چند لمحات کے بعد درخت نے زمین چھوڑ دی۔ آگ بہت شدید تھی اور اس آگ سے میں اچھی طرح واقف تھا۔ کیونکہ تھوڑی دیر پہلے میرا اس آگ سے سابقہ پڑ چکا تھا۔

گوکہ کے ہاتھوں میں اس سلسلے میں جو قوت تھی۔ وہ بے پناہ تھی۔ چند ساعت کے بعد جلتے ہوئے درخت کی لکڑیاں کونلوں میں تبدیل ہونے لگیں اور پھر وہ راکھ بن گئی۔ لگے ہوئے قیدیوں میں سے اب کوئی بھی زندہ نہ بچا تھا۔
گوکہ کا بدن آہستہ آہستہ کپکپا رہا تھا۔ پھر اس نے میری جانب دیکھا اور بولی۔
”میں نے کناشی سے اعانہ جنگ کر دیا ہے اس کے قاصدوں کی موت اس کی سب سے بڑی توہین ہے اور مجھے یقین ہے کہ اس کی اطلاع اسے بہت جلد پہنچ جائے گی۔“

”پھر اب۔“ میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

”اب کیا کاں۔ اب آگے بڑھیں گے۔ آگے بڑھیں گے اور فلوس کو اس کی بھری کی سزا دیں گے۔“

”نہیک ہے میری تو تقدیر ہی میں یہ لکھا ہے۔ لیکن پھر بھی گوکہ چلو جیسا تم پسند کرو یہی ہوگا۔“

ہم دونوں وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ گوکہ خاموشی سے چل رہی تھی اس کے چہرے پر جانے کیسے کیسے تاثرات تھے۔ میں بھی خاموش تھا، حیرت کی اس دنیا میں میری قتل زیادہ ساتھ دے رہی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ یہاں کیسے کیسے اسرار ہیں۔ یہ عورت منور ماسے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ منور ماجاد گرنی تھی۔ اس نے بہت کچھ کیا تھا۔ لیکن تحت العریٰ کی یہ جادوگرنی اس سے بہت زیادہ تیز تھی۔ جس طرح کھڑا ہوا درخت جل کر خاک ہو گیا تھا۔ وہ قابل دید منظر تھا۔ نجانے اس کی قوتیں کون کون سے کھل کھلا سکتی ہیں۔

یوں بھی پردیسی میری زندگی تو تھی ہی تجربات کا مسکن۔ میں اس کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔

گوکہ حد سے زیادہ خاموش تھی۔ بہت کچھ سوچ رہی تھی کناشی کے بارے میں۔ کناشی جو اس کا محبوب تھا لیکن جو اب اس کا دشمن تھا۔ اس شخص کے بارے میں جو کچھ کہا گیا تھا وہ میرے لئے خاصا تعجب خیز تھا۔ میں چاہتا تھا کہ یہاں اپنی قوتوں کو زیادہ سے زیادہ آزماؤں۔ اپنی قوتوں کو دیکھوں۔ اور غور کروں کہ تحت العریٰ کا جادو زیادہ قوت رکھتا ہے یا کہ میں۔

چلتے رہے ہم دونوں۔ اور ایک طویل سفر کے بعد دور سے ایک ہستی کے آثار نظر آئے۔ تب گوکہ نے کہا۔

”یہ گورنا ہے۔“

”جس کا وہ بر بقول تمہارے فلوس ہے۔“

”ہاں۔ لیکن اس سے پہلے ہم لوگ اس ہستی میں دو سطحوں کی مانند داخل ہوا کرتے تھے۔ فلوس نے بھی مجھ سے کھل تھان کا وعدہ کیا تھا

لیکن افسوس و درد و غم و غلاف دکا اور اس نے یہ اطلاع کناشی تک پہنچاؤں۔ حالانکہ کناشی خود بھی بہت جلد اس کی کوششوں سے واقف ہو جاتا۔ لیکن اس کا مقصد صرف کناشی سے وفاداری اور مجھ سے دشمنی ہے۔ چنانچہ ڈانوں کو سزا دینا تو بہت ضروری ہے۔" گوکلہ نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم لوگ ہستی کے نزدیک پہنچ گئے۔

دن اور رات کا کوئی تعین تھا ہی نہیں۔ ہستی میں روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ تب ہم دوڑوں ہستی میں داخل ہو گئے اور دیکھنے والے ہمیں دیکھ کر اپنے اپنے کاموں کو چھوڑ کر کھڑے ہو گئے۔ غالباً گوکلہ ان کے لئے بہت بڑی حیثیت رکھتی تھی۔ ان کے چہروں پر خوف کے آثار سن آئے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگے اور گوکلہ دھت سے میرے کان کے نزدیک منہ لاکر بولی۔

"دیکھ رہے ہو کاس۔" اس نے کہا۔

"ہاں۔"

"کیا محسوس کر رہے ہو؟" گوکلہ نے پوچھا۔

"میں محسوس کر رہا ہوں گوکلہ کہ یہ لوگ تم سے خوش نہیں ہیں۔"

"نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔ یہ سب مجبور ہیں۔ جیسا کہ میں تمہیں بتا چکی ہوں۔ انہیں اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے عہدوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ یہ عہدہ برائے طرح سے چھوٹے حکمران ہوا کرتے ہیں۔ ان پر یہ ذمہ داری عائد کی جاتی ہے کہ وہ اپنے لوگوں کا خیال رکھیں۔ سو ان کے لوگ ان کے لئے مجبور ہوا کرتے ہیں اور اگر وہ ان کی اطاعت نہ کریں تو پھر کیا کریں۔" گوکلہ نے کہا۔

"اس کا مقصد ہے گوکلہ کہ اس وقت وہ تم سے تعاون نہیں کریں گے۔"

"مجھے ان کے تعاون کی ضرورت بھی نہیں ہے۔" گوکلہ نے جواب دیا۔

"خیر ظاہر ہے تم بہتر سمجھتی ہو گی ان معاملات کو، میں تمہارے ساتھ ہوں۔ سو جو چاہو کرو۔"

میں نے کہا اور گوکلہ نے گردن ہلا دی۔ پھر اس نے ایک ہاتھ کھڑا کیا اور لوگ اس کی جانب متوجہ ہو گئے۔

"میرے نزدیک آؤ۔ گورنا کے لوگوں سے نزدیک آؤ" اس نے آواز دی اور لوگ ایک دوسرے کی جانب دیکھنے لگے۔

پھر ان میں سے دو یا تین آدمی آگے بڑھے اور گوکلہ کے سامنے پہنچ گئے۔ لیکن وہ سادہ نہ تھے۔

"تم۔ کیا تم مجھے کاس تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہو۔" گوکلہ نے پوچھا۔

آگے بڑھ کر آنے والوں نے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھیں اور پھر ان میں سے ایک بڑھا آدمی آگے بڑھا اور کہنے لگا۔

"گوکلہ۔ بلاشبہ وہ عظیم قوتوں کی مالک ہو گی لیکن غلوں نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم تیری اطاعت نہ کریں۔"

"ادو۔ بوز حالوں شاید پوشنا کا بیرو بن گیا ہے۔" گوکلہ نے غضبناک لہجے میں کہا۔

"پوشنا کا بیرو بننا کوئی بری بات تو نہیں ہے گوکلہ۔ تمام ہستیوں کے حکمران اس زمین کا مالک۔ وہ ہم پر قادر ہے۔ اگر ہم اس کے حکم کی

تعمیل کریں تو کیا اس میں بہاری زندگی کی حفاظت نہیں ہے۔“

”نھیک ہے لیکن میں اس علاقے پر اپنی حکمرانی کا دعویٰ کر چکی ہوں۔“ گوکھ نے مضبوط لہجے میں کہا۔

”اس کے لئے بہتر یہ ہے گوکھا کہ تو فلوس سے بات کر لے اور اس کے بعد جو نتیجہ ظاہر ہوگا ہم اس پر عمل کریں گے۔“

”ہوں۔ گویا اپنے طور پر تم مجھ سے تعاون کرنے کے لئے تیار نہیں ہو۔“

”ہم انہن میں ہیں گوکھا، ہم تجھ سے بھی الگ نہیں ہیں اور کاس پوشا کے احکامات کی تعمیل سے بھی انکار نہیں کر سکتے۔“

”نھیک ہے۔“ گوکھا نے آہستہ سے کہا اور ان لوگوں کو حکم دیا۔

”جاؤ۔“ وہ سب پیچھے ہٹنے لگے تھے۔

پھر گوکھا میری جانب مڑی اور بڑے دھیمے انداز میں مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے بولی۔

”ہم فلوس کے محل کی جانب چلتے ہیں کاس۔“

میں نے دونوں شانے ہلانے اور اس کے ساتھ چل پڑا۔ پروفیسر، مجھے اس بات سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی کہ گوکھا کہاں جا رہی ہے اور کیا

کرنے والی ہے۔ میں تو ان تمام معاملات میں دلچسپی لے رہا تھا۔ یہ دنیا اور پرکی دنیا سے مختلف تھی اور اس کے علاوہ اس میں ایک دلکشی میرے لئے

تھی۔ سو میں تو دیکھنے والا تھا اور دیکھنے میں کوئی ہرقت بھی نہیں تھا۔ ہاں اگر ضرورت پیش آتی اس بات کی کہ میرا عملی قدم بھی اٹھے اس سلسلے میں۔ تو میں

نہیں تھا پیچھے کسی طور بھی اس سلسلے میں۔ چنانچہ گوکھا چلتی رہی اور پھر ایک خوبصورت محل کی جانب جا کر رک گئی جہاں دو آہنی پہرہ دے رہے تھے۔

گوکھا کو دیکھ کر انہوں نے اپنے ہتھیارز میں کی جانب جھکا دینے اس کا مقصد تھا کہ اسے محل میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ گوکھا نے خوشگوار لگا ہوں

سے انہیں دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔

”چونکہ فلوس سے دوستانہ مراسم ختم ہو چکے ہیں اس لئے ابتدائی طور پر اس کے لئے پہلا ٹھکانہ۔“

اس نے کہا اور پھر اس نے دونوں انگلیاں محافظوں کی جانب اٹھا دیں۔ محافظوں کو آگ لگ گئی تھی۔ ان کی دردناک چیخیں سن کر بہت

سے لوگ جمع ہو گئے۔ تب گوکھا نے دونوں ہاتھ پھیلا دیے اور ٹیپ سے انداز سے چاروں جانب دیکھنے لگی۔ تب اس نے ایک شخص کو اشارے سے

بلایا اور بولی۔

”فلوس کو میرے سامنے پیش کر دو۔ اس کے برعکس اگر تم نے میرا دستہ روکنے کی کوشش کی اور مجھے یہاں سے بنانا چاہا تو تم سب اپنی

زندگیوں کو کھونے کے خود ذمہ دار ہو گے۔“ اس نے غضبناک لہجے میں کہا۔

جھپٹتا ہٹیں گویا تلیں اور ان لوگوں کے چہروں پر خوف کے آثار نظر آنے لگے۔ پھر وہ پیچھے ہٹ گئے۔ ان میں سے چند افراد اندر چلے

گئے تھے۔ تب محل کے دروازے پر فلوس نظر آیا۔

ایک طویل العمر بوزھا جس کے کال برف کی مانند سفید تھے۔ اس کی پلکیں لٹک کر اس کے کال پر آ پڑی تھیں۔ آنکھیں کھولنے کے لئے

اسے ہاتھوں کا سبار لینا پڑا ہاتھ۔ تب اس نے اپنی آنکھوں سے پلکیں اٹھائیں۔ آنکھوں پر زور دے کر پہلے گوکلا کو دیکھا اور پھر مجھے۔ پھر بھاری لہجے میں بولا۔

"گوکلا تو کس حیثیت سے اس بستی میں آئی ہے؟"

"کاس کی حیثیت سے۔"

"لیکن یوشنا کا حکم ہے کہ کاس کی حیثیت سے تجھے اس بستی میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔"

"اس نے یہ حکم تمہیں دیا ہے فلوس؟"

"ہاں۔"

"کیا تم اپنے اندر یہ قوتیں پاتے ہو کہ مجھے ردک دو۔" گوکلا نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"یوشنا نے مجھے کچھ قوتیں عنایت کی ہیں اور اس کا مصروف بھی ہے کہ میں تجھے روکوں۔ چنانچہ میں ان کے استعمال سے باز نہیں رہ سکتا۔"

بوزھے فلوس نے سرد اور بے جان سے لہجے میں کہا۔

"تب ٹھیک ہے فلوس تم یوشنا کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دو اور میں اپنا حق استعمال کرتی ہوں۔" گوکلا نے کہا۔

اور پھر وہ اس طرح سے چیخے ہٹ گئی جیسے کہ کچھ کرنا چاہتی ہو۔ فلوس کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے سراسیمگی کے آثار پیدا ہوئے

تھے۔ پھر اس نے بھاری اور بردبار لہجے میں گوکلا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"گوکلا۔ مجھے علم ہے کہ تیری قوتیں بے پناہ بڑھ گئی ہیں۔ مجھے یہ بھی علم ہے گوکلا کہ تو نے اس علاقے پر قبضہ جمانے کا اعلان بے وجہ نہیں

کیا ہوگا لیکن فلوس یوشنا کے اشاروں پر چلتا ہے اور اس کے احکامات پر عمل بھی کرے گا۔ چنانچہ اب جو کچھ ہوگا وہ یوشنا کے نام پر ہوگا۔" فلوس نے کہا

اور پھر لوگوں کو ادھر ادھر ہٹ جانے کے لئے کہا گیا۔ تمام لوگ چیخے ہٹ گئے۔

گوکلا نے میری طرف دیکھا اور مجھ سے بولی۔ "کاس۔ تم بھی چیخے ہٹ جاؤ۔ یہ جسمانی لڑائی نہیں ہے اور تم بتا چکے ہو کہ تم صرف جسمانی

لڑائیوں کے ماہر ہو۔" گوکلا نے کہا اور میں گروہ میں گرہن بنا کر چیخے ہٹ گیا۔

تب گوکلا نے آسمان کی جانب ہاتھ اٹھائے۔ اس کی دونوں انگلیاں تشبیہی انداز میں ابل رہی تھیں۔ اس نے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں جگڑ

رکھی تھیں۔ پھر اس نے اپنے ہاتھوں کو کھولا اور ان میں دو کالے گولے چمک رہے تھے۔ تب گوکلا نے وہ دونوں گولے فلوس کی طرف پھینک دیئے۔

خوفناک دھماکے ہوئے اور فلوس کے ارد گرد آگ ہی آگ پھیل گئی لیکن میں نے دیکھا کہ نیلے رنگ کا ایک ہلکا سا غبار فلوس کے بدن سے

خارج ہوا اور اس نے اس پھیلتی ہوئی آگ کو بجھا دیا۔

یہ کھیل میرے لئے براؤکش تھا پروفسر مجھے یقین ہے کہ یہ سب کچھ تمہیں متاثر نہیں کر رہا ہوگا لیکن مجھے ایسا ہی لگا تھا۔ میں اس علم کا قائل

ہو گیا تھا اور تحت العری میں تو شاید اس کھیل کی حکومت تھی جس کا اندازہ مجھے جگہ جگہ ہوا۔ وہ لوگ تو جاوہی کے ذریعہ زندگی گزارتے تھے۔

آگ بجھ گئی تو گوگلا نے دوسرا درک کیا۔ اس بار سرد لہریں خارج ہوئی تھیں اور فضا میں بے حد نشتر ادا رہنے والی ننگی پیدا ہو گئی تھی لیکن فلوں نے اسے بھی ناکام بنا دیا تھا۔ تب فلوں نے فضا میں ہاتھ اٹھا دیئے۔

”یوشنا مجھے تیری مدد کی ضرورت ہے“۔ اس نے ہاتھوں کو عجیب انداز میں چکر دیئے اور دوسرے لمحے میں نے عجیب و غریب منظر دکھایا۔

میں نے دیکھا کہ فولادی سلاخوں کا بنا ہوا ایک چمکدار پنجرہ کہیں سے نمودار ہوا اور گوگلا اس پنجرہ میں قید ہو کر رہ گئی۔ فلوں نے سنجیدہ لگا ہوں سے گوگلا کو دیکھا۔ گوگلا اس پنجرے کے اندر چاروں طرف چکر لگا رہی تھی۔ پھر اس نے پنجرے کی سلاخوں پر ہاتھ رکھے اور سلاخیں ٹیڑھی ہو گئیں لیکن حیرت کی بات تھی سلاخیں ٹیڑھی ہونے کے بعد سیدھی ہو گئی تھیں۔ گوگلا مختلف انداز میں ان سلاخوں کو توڑنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن سلاخیں ٹیڑھی ہوتی اور پھر سیدھی ہو جاتی تھیں بالکل کسی بڑکی مانند اور چند ساعت کے بعد گوگلا کے چہرے سے پریشانی کا اظہار ہونے لگا۔

میں دلچسپی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا لیکن فلوں نے دوبارہ ہاتھ ادا پر اٹھائے اور فضا میں سے ایک اور پنجرہ برآیا۔ یہ پنجرہ میرے لئے آیا تھا۔ میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔

واہ۔ اس کا مقصد ہے کہ فلوں نے سوچا کہ میں اس کا محافظ ہوں سو اس نے مجھے بھی قید کر دیا لیکن بہر صورت میں اپنے طور پر ابھی کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ منور یا جادو میں دیکھ چکا تھا اور جادو بلاشبہ میری زندگی سے مختلف چیز تھی۔ میں اس طلسم میں پھنس کر رہ گیا تھا اور اس طلسم میں میری قوتیں بھی ختم ہو کر رہ گئی تھیں چنانچہ ابھی میں اس بات کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا کہ میں گوگلا کا مکمل طور پر ساتھی ہوں۔ میں پہلے یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ گوگلا کہاں تک قوتیں رکھتی ہے۔

لیکن یوں لگتا تھا جیسے گوگلا کی ساری قوتیں اس پنجرے میں قید ہو جانے کے بعد زائل ہوتی جا رہی ہیں۔ وہ اب کسی قدر سرا سہہ نظر آرہی تھی۔ میں دیر تک اسے غور سے دیکھتا رہا۔ اچانک فلوں کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

”گوگلا اس بات کا اعتراف کرنے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے کہ یہ قوت میری نہیں بلکہ یوشنا کی ہے اور نہ میری قوتیں تھکتے کبھی بھی قید نہ کر سکتی تھیں لیکن دیکھ یوشنا نے بالآخر نینچ پالی ہے اور دونا قابلِ تسخیر ہے۔ درحقیقت وہ اس سر زمین کا کاس ہے۔“ فلوں قہقہے لگا کر ہوا بولا۔

”میں اسے فنا کر دوں گی۔ میں اسے فنا کر دوں گی۔“ گوگلا نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”بلاشبہ یہ تیری اور اس کی لڑائی ہے۔ اگر تو اسے فنا کر دے گی تو ہم سب تجھے برتر و اعلیٰ تسلیم کر لیں گے تیری اطاعت کریں گے لیکن فی الوقت تو یہاں قید ہے اور اس وقت تک قید رہے گی جب تک کہ یوشنا تیرے بارے میں کوئی نیا حکم نہ دے۔ ہاں گوگلا یہ کون ہے۔ اس کے بارے میں مجھے پتا کہ یہ بھی تیرا کاس ہے۔“

”میں نہیں مانتی۔“ گوگلا نے جواب دیا۔ یہاں شاید اس نے ذہانت و عقل مندی سے کام لیا تھا۔ اور یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی کہ میں بھی دہسانی قوتوں کا مالک ہوں۔ مبادا میں کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہو جاؤں۔

لیکن اس وقت پروفیسر، میں بڑولی سے کام نہیں لے سکتا تھا۔ مجھے کچھ بولنا ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے بھاری لہجے میں کہا۔
 "ہاں فلوس۔ میں گوکا کا ساتھی ہوں۔ میں اس کی قوتوں کا قائل ہوں۔ میں اس کا مددگار بھی ہوں۔ تم جو سلوک اس کے ساتھ کر رہے ہو
 وہی میرے ساتھ بھی کر دو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔"

"خوب۔ خوب۔" فلوس نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر اس نے اپنے لوگوں کی جانب دیکھ کر کہا۔

"جاؤ ہستی والوں کے سامنے یہ باتیں دہراؤ۔ ان سے کہہ دو کہ گوکا اب یوشنا کی قیدی ہے۔ اس کی برزی تسلیم نہ کریں۔ وہ علاقہ جسے گوکا
 اپنی ملکیت سمجھتی ہے اس پر قبضہ کر لیں۔ گوکا گلست کھا چکی ہے اور اب وہ اس وقت تک قید رہے گی جب تک کہ چھ بارشیں اس پر سے نہ گزر جائیں۔"
 لوگ چاروں طرف اڑ گئے اور فلوس اپنے محل کی جانب چلا گیا۔ گوکا غضبناک انداز میں غرار ہی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ
 پنجرے کی سلاخیں توڑ کر پھینک دے۔ اس سلسلے میں وہ تھوڑی سی زخمی بھی ہو گئی تھی۔

میں یہ دلچسپ مناظر دیکھ رہا تھا۔ تب میں نے اپنے ذہن میں ایک بات سوچی۔ اگر میں اپنا پنجرہ توڑنے کی کوشش کروں تو.....
 کیا میں اس میں کامیاب ہو جاؤں گا؟ کیا جاوہ کی قوتیں میری صدیوں کی قوت پر بھاری پڑ جائیں گی؟ کیا مجھے پھر گلست کا سامنا ہوگا؟
 یقین کرو پروفیسر، یہ باتیں میرے لئے خاصی تکلیف دہ تھیں اور یہی ساری باتیں سوچتے ہوئے کبھی کبھی میرا دل چاہتا تھا کہ میں اس علم
 سے استفادہ کروں، اسے بھی کھل طور پر سمجھ لوں۔ میری جسمانی قوتیں بے پناہ تھیں اور میں ہر جگہ فاتح تھا لیکن یہ علم مجھ پر فاتح رہا تھا۔ میں چند
 ساعت سوچتا رہا، گوکلہ مجھ سے زیادہ دور نہ تھی۔ تب میں نے اسے آواز دی اور گوکلہ مجھے دیکھنے لگی۔

"گوکلہ۔ کیا تم خود کو بے بس محسوس کر رہی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ ہرگز نہیں۔"

"تب تم اس پنجرے سے آواز کیوں نہیں ہو جاتیں؟"

"میں۔"

"ہاں تم۔"

"میں۔ میں کوشش کروں گی اور مجھے یقین ہے کہ میں اس سے نکل جاؤں گی۔ یہ کجنت فلوس اپنی قوت پر نہیں بلکہ یوشنا کی قوت پر اکڑ رہا
 ہے۔" گوکا غراتی ہوئی آواز میں بولی۔

"لیکن اس نے صاف کہہ دیا ہے گوکلہ کہ تم یوشنا کی قیدی ہو۔" میں نے کہا اور گوکا کے حلق سے ایک تیز غراہٹ ابھری۔

"نہیں میں کسی کی قیدی نہیں ہوں۔ اگر میں یوشنا کو گلست نہ دے سکی اور اگر میں فلوس کو جہنم رسید نہ کر سکی تو....." گوکلہ دانت

پیس کر خاموش ہو گئی۔ وہ اب کافی حد تک پریشان نظر آرہی تھی اور میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کے اندر بے بسی ہے۔ مکمل بے بسی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہستی کے بے شمار لوگ اس جگہ پہنچ گئے تھے۔ وہ سب گوکلہ اور مجھے دیکھ رہے تھے۔ ہم دونوں قیدی تھے لیکن میں نے یہ

بات بھی محسوس کی کہ وہ لوگ ہمیں اس طرح سے دیکھ کر خوش نہیں ہوئے تھے۔ بس ایک عجیب سی خاموشی ان سب کے چہروں پر طاری تھی۔ تب فلوس بھی ہاں آگیا۔ اس نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”یوشنا کے وفاداروں۔ جیسا کہ تمہیں معلوم تھا کہ گوکھ نے کچھ عرصہ قبل ایک مخصوص علاقے پر اپنا قبضہ جما لیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ کاس ہے۔ یوشنا کے خادم کی حیثیت سے یہ میرا فرض تھا کہ میں یوشنا کو اس بات کی اطلاع دوں۔ سو میں وہاں پہنچا اور میں نے اسے ساری باتیں بتائیں۔ لیکن یوشنا ایک عظیم قوت ہے۔ وہ صرف اس ہستی ہی کا حکمران نہیں ہے بلکہ اپنی قوتوں کے ذریعہ ہم سب پر حکومت کرتا ہے۔ اس کی برکتیں ہم سب کو زندگی کی ضروریات سے مرصع کرتی ہیں۔ چنانچہ اس کے خادم کی حیثیت سے میں اس کے پاس پہنچا اور میں نے اسے ساری باتیں بتائیں اور یوشنا نے مجھے اپنی کچھ قوتیں عنایت فرمادیں۔ اس نے کہا کہ وہ خود تو بہت عظیم ہے اس تک پہنچنا تو بہت بعد کی بات ہے، وہ یہ کام صرف ہستی کے حکمرانوں سے لے سکتا ہے تاکہ اس کے ہنسن اس کی طاقت کا لوہا مان لیں۔ اس کا حکم تھا کہ گوکھ اس علاقے میں نہ آئے اور گوکھ نے اس کا حکم نہ مانا۔ سو تم نے دیکھا کہ گوکھ یہاں آئی۔ اس علاقے میں جو اس کے لئے ممنوع ہے اور یہاں آنے کے بعد اس نے اعلان کیا کہ وہ کاس ہے۔ میں نے نہ تسلیم کیا اور یوشنا کا پیغام اور وہ قوتیں گوکھ تک پہنچادیں جو یوشنا نے مجھے گوکھ کے لئے بخشی تھیں اور یہ ہدایت کر دی تھی کہ ان قوتوں کو گوکھ کے علاوہ کسی دوسری ذات پر استعمال نہ کیا جائے۔“

سو میں نے اس کی امانت اس طرح خرچ کی جیسا کہ اس نے مجھے بتایا تھا اور دیکھو تم کہ گوکھ اذیت ہے اور مقصد ہے اس کا یہ کہ وہ کاس نہیں ہے اور سوچو تم یوشنا کتنا عظیم ہے اور دیکھو تم مجھے کہ میں اس کا وفاداروں میں سے ہوں۔ اس کا وفادار بن کر میں نے فکست نہیں کھائی۔ یوشنا عظیم ہے، عظیم رہے گا۔ آئی تم یہ بات سن لو کہ گوکھ کسی علاقے کی حکمران نہیں ہے۔“

لوگوں نے ان باتوں کا بھی کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ یہ سن کر گوکھ کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا دماغ پھٹ جائے گا۔ وہ چہرے سے کافی پریشان نظر آ رہی تھی۔

سو میں نے اس وقت مداخلت مناسب کبھی۔ حالانکہ میں نہیں جانتا تھا کہ فلوس یا یوشنا کے جادو سے میں کس حد تک بچ سکتا ہوں لیکن نجانے کیوں مجھے یہ باتیں پسند نہیں آتی تھیں اور میں یہ تسلیم نہیں کر پار ہا تھا کہ میں ان لوگوں کے سامنے بے بس ہوں۔ میں کبھی بھی بے بس نہیں تھا۔ میں صدیوں کا بیٹا تھا اور صدیوں کے ظلم سے آشنا تھا۔ سو میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”سنو گورنا کے لوگوں..... فلوس نے اپنی قوت آزمائی ہے لیکن یہ سوچنا کہ یوشنا سب سے بہتر اور سب سے برتر ہے تمہارے لئے مناسب نہ ہو گا اور تم مصیبت و بنیادی میں پھنس جاؤ گے۔ یہ بتا ہی لانے والا میں ہوں گا۔“

میں... جو گوکھ کا ساتھی ہوں۔ یہ قید میں نے اس لئے قبول کی ہے کہ گوکھ نے مجھے اس سے آزاد ہونے کی پیشکش نہیں کی لیکن اب تم دیکھو کہ گوکھ کے پاس کون کون سی قوتیں ہیں۔ میں نے کہا اور میرے دونوں ہاتھ اس ہنسنی ہنسنی تک پہنچ گئے۔

میں نے ان سلاخوں کو جو بڑکی مانند کھینچ جاتی تھیں دونوں ہاتھوں سے ہنایا اور سلاخیں سلتی چلی گئیں۔ صورت حال ایسی تھی کہ اگر میں ان

ساختوں کو دوبارہ چھوڑ دینا تو وہ دوبارہ اپنی جگہ پر پہنچ جاتیں لیکن میں نے دونوں ہاتھوں سے انہیں اتنا سمیٹ دیا کہ میں باہر نکل سکوں۔ اور پھر میں نہیں سمیٹتے ہوئے باہر نکل آیا اور لوگوں کے منہ سے عجیب و غریب آوازیں نکل گئیں۔ تب میں گوکا کے پنجرے کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے گوکا کو باہر نکال لیا، پھر اس نے خونخوار آواز میں کہا۔ ”ہاں، تو ہے یوشنا کی کوئی دوسری قوت جو تو مقابلاً بلے میں استعمال کر سکے۔“

فلوس متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ تب گوکا نے میری جانب دیکھا اور کہنے لگی۔

”کاس فلوس کو فنا کر دے۔“

سو پروفیسر، اس عجیب و غریب بوز سے کے لئے میرے دل میں ہمدردی تو تھی نہیں البتہ اس کی بزرگی مجھے اس کا احترام کرنے پر مجبور کر رہی تھی لیکن وہی بات ہے جس کے ساتھ رہنا اسی کے ساتھ گانا۔ چنانچہ میں فلوس کی جانب بڑھا۔

فلوس کی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا اور میں آہستہ آہستہ چلنا ہوا اس کے نزدیک جا پہنچا۔

”میں تیرا مخالف نہیں ہوں بوز سے فلوس۔ لیکن گوکا کا اس ہے۔ وہ اس ہستی کی اور اس علاقے کی حکمراں ہے اور اس کی حکمرانی کے لئے تجھے ختم کرنا بہت ضروری ہے۔“ چنانچہ میں نے اپنا ہاتھ سیدھا کر کے فلوس کی گردن کی طرف بڑھا دیا۔

فلوس نے اپنے دونوں ہاتھ سامنے کر دیئے تھے۔ شاید وہ اپنی قوتیں آزمانا چاہتا تھا۔ اس کے ہاتھوں کی انگلیوں سے ویسے ہی شعلے نکل رہے تھے جیسے میں نے گوکا کی انگلیوں سے نکلنے دیکھے تھے۔ وہ شعلے میرے بدن سے گزرائے۔

لیکن آگ۔ آگ اگر ساری قوتوں کا مظہر ہے تو آگ میری دوست ہے۔ میرا وجود آگ کے شعلوں میں گھر گیا لیکن میرے ہاتھ بوز سے فلوس کی گردن پر تھے اور تب میں نے بوز سے فلوس کو بھی ان شعلوں میں تھسیٹ لیا۔

تب دیکھنے کا منظر تھا۔ فلوس کے سفید بال دھڑا دھڑا جل رہے تھے۔ وہ چلا رہا تھا اور آگ اس کے بدن کے گرد لنگ سے لنگ تر ہوتی جا رہی تھی۔ وہ آگ جو اس نے میرے لئے بھیجی تھی اب اسے خود جا رہی تھی اور جیسا کہ گوکا نے بتایا تھا کہ ہر قسم کا جاوہ آگ میں جل کر ختم ہو جاتا ہے تو فلوس کی بھی یہی کیفیت تھی۔ وہ فنا ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ نیچے زمین پر پڑا تھا۔ تب گوکا نے خوشی سے بھر پور لہجے میں کہا۔

”گورنا کے لوگوں۔ فلوس مارا جا چکا ہے۔ اور یہ ہماری ہستیوں کا اصول ہے کہ جو فاتح ہو وہ ہر طرح اس ہستی کی قسمت کا مالک ہوتا ہے تو بناؤ تم کیا تسلیم کرتے ہو گوکا کو اس ہستی کا کاس.... یا نہیں؟

ہاں اگر تم اسے کاس تسلیم نہ کرو گے تو وہ تم پر تباہی لائے گی اور تم نے دیکھا میرے ساتھی کو کہ اس نے کس طرح یوشنا کے جاوہ کو ناکام بنا دیا۔ یہ بات تم ہی بہتر جانتے ہو کہ فلوس کی اپنی قوت نہ تھی جو تباہ ہو گئی لکوس تو صرف چند لمحات کا مہمان تھا البتہ میں یوشنا کو براہ راست لٹا کرتی ہوں اور میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ چند ساعت کے بعد تم یوشنا کا بھی وہی حشر دیکھو گے جو فلوس کا ہوا ہے۔ تم اس بات کو اپنی آنکھوں سے دیکھو گے جس کا میں وعدہ کرتی ہوں۔“

ہستی کے لوگوں پر سکوت طاری تھا۔ اس بات میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں تھی کہ فلوس مر چکا تھا۔ وہاں کے لوگ صرف جاوہ

کے پرستار تھے اور اس شخص کو مانتے تھے جو سب سے زیادہ طاقتور ہو۔

چنانچہ گوکا کے بارے میں انہوں نے اس طرح اپنی محبت کا اظہار کیا جیسے وہ ہمیشہ سے پوجتے آئے ہوں اور انہوں نے اس کے قہر کو پہنچ کر اپنا سر تسلیم خم کیا اور اس کی برتری کو مانا۔

گوکا فاتحانہ انداز میں فلوں کے محل میں داخل ہو گئی تھی اور اس کے بعد اس نے ان تمام لوگوں کو قید کر دیا جو فلوں کے فناوار تھے۔ مجھے حیرت اس بات پر ہوئی تھی کہ میں نے بوڑھے فلوں کو اچھی طرح دیکھا تھا۔

عمر کے لحاظ سے وہ بہت ضعیف تھا۔ اس کی پلکیں اور بال بال بالکل سفید اور بہت بڑھے ہوئے تھے اور اس سے یہ احساس بھی ہوتا تھا کہ وہ بہت زیادہ طویل العمر تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس کے محل میں نوجوان لڑکیوں کی بہتات تھی جن کے بارے میں سوال کرنے پر مجھے گوکھا نے بتایا۔

کہ چونکہ فلوں حکمران تھا اس لئے ہر حکمران کے لئے یہ ضروری بات ہے کہ اس کے پاس بے شمار کنیریں اور خادماں ہوں اور تم اس بات کا تو اندازہ لگا ہی چکے ہو کہ اس کے یہاں عموں کا تعین وہ نہیں ہے جو اوپر کی دنیا میں ہے۔ یہاں جوانی کے لئے بھی ایک بہت لمبی عمر کا تعین کیا جاتا ہے۔ یعنی اوپر کا انسان جس عمر میں جوان ہوتا ہے اس طبقے پر عمر اس صورت میں صرف چند برس آگے بڑھتی ہے۔ یعنی اتنی عمر کا تعین ہوتا ہے کہ تمہارے ہاں چھٹی پشت جنم لے کر ختم ہو جاتی ہے۔

ساری باتیں حیرت انگیز تھیں پروفیسر۔ بلاشبہ زمین کے اس طبقے پر آباد دنیا میرے لئے بے حد دلکش، تعجب خیز تھی اور میں ہر چیز کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ ابھی تک میرے ذہن میں یہ خواہش پیدا نہیں ہوئی تھی کہ یہاں میری بھی کوئی عورت ہو۔ تم جانتے ہو پروفیسر کہ عورت تو ہمیشہ ہی میری دنیا میں شریک رہی اور اب مجھے اس سے اتنا لگاؤ نہیں رہ گیا کہ اگر وہ نہ ہو تو میں زندگی کو ویران محسوس کرنے لگوں۔ میں تو مختلف تفریحات کا عادی تھا۔ کبھی ستارہ شناسی، کبھی ادوار کی تہذیب اور کبھی لوگوں کا انداز رہائش، سو یہ پرکشش دنیا مجھے پوری طرح مطمئن کر رہی تھی۔

"تعجب ہے۔ اس دنیا میں، جہاں تمہیں کاس کا مرتبہ دیا گیا تھا تمہاری کوئی عورت نہ تھی۔" پروفیسر کی مٹی نے پوچھا۔

اور میں نے اس کے سوال پر اس کی جانب دیکھا۔ "نہیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "اس وقت تک زمین کے اس طبقے پر میری کوئی عورت نہ تھی۔ آئندہ اگر آجاتی تو کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں تو تم اس دنیا کی بات کر رہے تھے کاس۔" پروفیسر نے کہا۔

"ہاں پروفیسر۔ میں زمین کے اس طبقے پر کسی بدلی کا شکار نہیں تھا بلکہ خوش تھا۔ گوکہ کی کیفیت بھی عجیب تھی۔ وہ اس خیال میں رہتی تھی کہ کسی طرح کناشی کو شکست دے اور اپنی محبت کا رنگ بدلے۔ بچانے اس کے ذہن میں کیا تھا۔ لیکن پھر بھی اس کی عجیب و غریب کیفیات میں نے بارہا نوٹ کی تھیں۔ بارہا محسوس کی تھیں۔

میں نے بنور فلوں کا محل دیکھا۔ بے حد شاندار محل تھا اور یہاں کے لوگوں کو درحقیقت اس صحن کا احساس نہ تھا، کیونکہ وہ خود بھی انہی چیزوں کی مانند حسین تھے۔

گوگلہ کی صورت بھی دیکھنے کے قابل تھی۔ بلاشبہ اسے لاکھوں حسیناؤں میں حسینہ تسلیم کیا جاسکتا تھا۔ اس کے علاوہ فلوس کے نکل میں جو خاہدہ مائیں اور کنیزیں تھیں اپنی مثال آپ تھیں اور اب بھی میں کسی جانب متوجہ نہیں ہوا تھا۔

ہاں گوگلہ کے بارے میں محسوس کرتا تھا جب بھی وہ تنہا ہوتی ہے تو مجھے عجیب سے انداز میں دیکھتی رہتی ہے اس کی آنکھیں اس وقت بے حد عجیب اور ویران ہوتی ہیں۔ ان نگاہوں میں بہت کچھ ہوتا ہے۔

میں نے ان نگاہوں کو پڑھا تھا اور ان کے بارے میں تجربہ بھی کر لیا تھا میرا اندازہ تھا کہ گوگلہ ایوانگی کی حد تک اس شخص کو چاہتی ہے جس کا نام کناشی ہے اور جو یہاں کی روایت کے مطابق اب پوشنا کہلاتا ہے۔

لیکن محبت اور انتقام کے درمیان کی یہ عورت بڑی الجھی الجھی رہا کرتی تھی اور میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کا انجام یا اختتام کیا ہوگا۔ ممکن تھا کہ اگر وہ کناشی پر قابو پالیتی تو اسے معاف کر کے اپنے قدموں میں گرا لیتی۔ جہاں تک اس کے اپنے کہنے کا تعلق تھا تو وہ یہی کہا کرتی تھی کہ وہ بالآخر کناشی کو نکالتے دے گی اور اسے زمین کی گہرائیوں میں اس جگہ دفن کرے گی جہاں سے وہ کبھی ابھر نہ سکے۔ وہ اس کے جادو کو فنا کر دے گی۔

پھر بھی میں نہیں سمجھتا تھا۔ وہ انتقام اور محبت کے درجہ جاذبوں میں پھنسی ہوئی تھی۔ وہ بیک وقت کناشی کو چاہتی تھی اور اس سے شدید قسم کی نفرت بھی کرتی تھی۔ البتہ میں نے محسوس کیا تھا وہ بے پناہ الجھی ہوئی تھی۔

اور اس کی الجھنوں کو محسوس کر کے میں نے گوگلہ سے کناشی کے بارے میں بات کی۔

”لیکن گوگلہ۔ کیا ضروری ہے کہ تم اپنے جادو سے کناشی کی قوتوں پر بھی قابو پالو؟“ میں نے سوال کیا۔

”میں تمہارا مطلب نہیں سمجھ رہی ہوں کاش۔ تم یہی کہنا چاہتے ہو نا کہ میں فلوس کے جادو ہی سے دست کی تھی لیکن تم یہ بھی تو دیکھو کہ وہ فلوس کا جادو نہیں تھا بلکہ کناشی کا جادو تھا۔ جہاں تک نلبس کی حیثیت اور قوت کا تعلق ہے تو اسے میں تباہی فنا کر سکتی تھی۔“

”نہیک ہے کناشی ہی کا جادو سہی لیکن کیا تم اس کے سامنے بے بس نہیں ہوئی تھیں؟“

”میرے ساتھ تم جو ہو۔“ اس نے پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا اور میں نے اس کی جانب دیکھا پھر بولا۔

”نہیک ہے گوگلہ۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں تم لوگوں کی مانند جادو کی قوتیں نہیں رکھتا بلکہ ایک عام انسان کی حیثیت سے میں ذرا بالاتر ہوں۔ اس سے زیادہ کوئی بات نہیں ہے۔“ میں نے کہا۔

”کاش تم اپنے آپ کو جس قدر کمتر بنا کر پیش کرتے ہو۔ مجھے اس پر بعض اوقات حیرت ہوتی ہے اور بعض اوقات غمہ بھی آتا ہے۔“

”کیوں؟“

”اس لئے کہ تم وہ ہو جو اس روئے زمین پر دوسرا کوئی نہیں ہے۔“ گوگلہ نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

”گوگلہ تمہارا کہنا ممکن ہے کسی حد تک نہیک ہو لیکن جادو کے معاملے میں تو میری کوئی معلومات نہیں ہیں۔ اس سلسلے میں تو میں کچھ نہیں

جاننا گھر میں تمہوڑا سا جادو دیکھ جاتا تو زیادہ اچھا ہوتا۔“

گوکا کچھ سوچنے لگی تھی۔ پھر اس نے پر خیال انداز میں مجھے دیکھا اور بولی۔

”تو تم جادو دیکھنا چاہتے ہو کاس؟“

”ہاں گوکا۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ یہ کیسا علم ہے جو ایک عام انسان کو اتنی طاقت دیتا ہے۔“

”لیکن اس کے لئے تمہیں طویل عمر درکار ہے کاس۔ میرا مقصد ہے کہ تمہیں اپنے سارے مشاغل ترک کرنے کے بعد تمہیں ایک لمبے

عرصے تک تنہائیوں میں رہنا ہوگا۔ جادو دیکھنے کے لئے تنہائیاں بے حد ضروری ہیں۔“

”میں یہ تنہائیاں اپناؤں گا گوکا کیونکہ میں اس علم کو دیکھنا چاہتا ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”لیکن میری ایک بات مانو گے کاس۔“ گوکا نے لجاجت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں کہو۔“

”کیوں نہ تم اس وقت تک اس خیال کو ذہن سے نکال دو جب تک کہ میں کناشی پر قابو نہ پاؤں۔“

”ٹھیک ہے گوکا مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے۔ لیکن پھر یہ سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ تم کناشی کی قوتوں کے مقابلے میں مکمل نہیں ہو۔ اس

انداز میں اگر کہیں تم کناشی پر قابو پانے میں ناکام ہو جاتیں تو میں تمہاری مدد کرتا بہر صورت میری جسمانی قوت جس قدر ہے اس کے ساتھ تو میں

تمہاری مدد کروں گا لیکن سوچ لو اگر تم کسی جادو کی الجھنوں میں پھنس گئیں تو شاید میں تمہاری مدد نہ کر سکوں گا۔“ گوکا کسی گہری سوچ میں کم ہو گئی تھی۔

پھر اس نے آہستہ سے میری جانب دیکھا اور بولی۔

”تب ہمیں سلاٹوں کو پکارنا پڑے گا۔“

”سلاٹوں کو کون ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”استاد اعظم، جس نے مجھے علم کی دولت سے روشناس کرایا ہے اور جو اس زمین کے طبق کا قدیم ترین انسان ہے۔ بہت عظیم انسان ہے وہ

اس دنیا کا حکمران، جو صدیوں سے زندہ ہے۔“

”اوہ.... کہاں ہے وہ؟“

”زمین کی گہرائیوں میں۔ وہاں جہاں برف کے تودے اکٹھے ہو گئے ہیں، وہاں ہے۔ وہ ہمیشہ زمین میں دفن رہتا ہے۔ ہاں جب اسے

پکارا جائے تو وہ اس پکار پر غور کرتا ہے اور جب قابل غور سمجھتا ہے تو آ جاتا ہے۔“

”میں اس کے ساتھ ایک طویل عرصے تک رہی ہوں اور اسی نے مجھے علوم کی دولت سے بہرہ ور کیا ہے۔ لیکن تمہاری دنیا کے حساب سے

جب بارہ برس گزر جاتے ہیں تو وہ خود بخود کچھ لگات کے لئے زمین سے باہر آ جاتا ہے اور باہر کی دنیا کے نظارے کرتا ہے۔ مستقبل کے بارے میں

سوچتا ہے۔ مستقبل کی پیشن گوئیاں کرتا ہے اور پھر اپنی دنیا میں واپس چلا جاتا ہے۔“ گوکا نے کہا۔

”اور.. میں نے تجب سے آنکھیں پھاڑ دیں۔ گویا میری نسل کا کوئی دوسرا فرد.. میں نے دل ہی دل میں سوچا.. اور میری دلچسپی کچھ اور بڑھ گئی سو میں نے گولڈ سے پوچھا۔ ”لیکن سلاٹس کے پاس تم کیوں جاؤ گی گولڈ؟“

”اس سے مشورہ لینے.. سلاٹس سے میں نے یہ بات پہلے ہی کہہ دی تھی کہ میں جو کچھ سیکھ رہی ہوں وہ ایک انتقام کا جذبہ رکھتا ہے.. بلاشبہ میں کاس جتنا چاہتی ہوں لیکن اس میں بھی ایک جذبہ پہنا ہے۔“

”وہ کیا گولڈ؟“ میں نے سوال کیا۔

”کاس براصل میں کناشی کو شکست دینا چاہتی تھی اور اس سے انتقام لینے کے لئے میں نے بہ علم سیکھا۔ سلاٹس اعظم نے پہلے تو مجھے منع کیا کہ میں کسی انتقام کے جذبے کے تحت جادو سیکھنے کی کوشش نہ کروں۔ لیکن پھر وہ میری لگن سے متاثر ہو گیا تھا۔ ایک طویل عرصے تک اس نے مجھے اپنی صحبت بخشنے کے بعد آزاد کر دیا تھا اور کہا تھا کہ میں اس سے زیادہ اس کے پاس نہیں رہ سکتی.. ہاں میں نے اسے کبھی نہیں دکھا لیکن اس نے مجھے اجازت دی تھی کہ اگر میں زندگی میں تین بار اسے دکھاؤں اور اگر مجھے اس کی ضرورت پڑے تو وہ میری مدد کرنے پر تیار ہو جائے گا۔ چنانچہ کیوں نہ ہم اس سے مشورہ کریں۔ میں اس کے پاس جاؤں اسے دکھاؤں اور تمہارا مسئلہ اس کے سامنے پیش کروں۔“ گولڈ نے کہا۔

”ہاں ضرور گولڈ۔ میں اس سے ملنا پسند کروں گا۔“ میں نے جواب دیا۔

”بس تو پھر ٹھیک ہے۔ ہم چلتے ہیں اور یہ بستی چونکہ میری ملکیت ہے۔ یہ علاقہ میرے زیر نگرانی ہے اس لئے یہاں سے جانے سے پہلے ضروری ہے کہ اپنا کوئی جانشین یہاں چھوڑ دوں۔“

”جانشین کون ہوگا گولڈ؟“ میں نے سوال کیا۔

”اس جانشین کا مجھے انتخاب کرنا ہوگا کاس۔ اور یہ تو طے شدہ امر ہے کہ ہم اس وقت تک واپس نہیں لوٹیں گے جب تک کہ پوشا کے لئے کوئی مناسب فیصلہ نہ کر لیا جائے۔ یا ایسے کسی فیصلے کے تحت ہمیں یہاں آنے کی ضرورت پیش نہ آجائے۔ کیا خیال ہے تمہارا؟“ گولڈ نے پوچھا اور میں پر خیال نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

”ٹھیک ہے گولڈ۔ یہ تمہاری زمین ہے یہ تمہارے معاملات ہیں ان کے بارے میں تم بہتر فیصلہ کر سکتی ہو۔ میں ہر طرح تمہارے ساتھ ہوں.. جہاں تک تو توں کے حصول کا معاملہ ہے.. بوں بھی میں سمجھتا ہوں کہ وہ صرف تمہارے لئے ہے۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے تو دنیا کا کوئی جادو میرے لئے خطرے کا باعث نہیں ہے اس سے میں پوری طرح نمٹ سکتا ہوں۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ اس جادو کے خلاف میری طاقت کوئی ایسا قدم نہ اٹھا سکے جسے میں موثر کہوں.. چنانچہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے گولڈ وہ تمہارے لئے ہے اور اس سرزمین کے معاملات مجھ سے بہتر تم جانتی ہو۔“ میں نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے کاس.. میں تمہارے بارے میں بہت کچھ جان گئی ہوں اور مجھے امید ہے کہ اور بھی بہت کچھ جان جاؤں گی۔ میرا ذہن آج کل جس کشمکش کا شکار ہے ممکن ہے تم اس پر یقین نہ کرو۔ لیکن ٹھیک ہے دقت آنے پر ممکن ہے ہم کوئی بہتر فیصلہ کر سکیں۔“

میں نے گوکلا کی بات کا جواب نہیں دیا تھا۔ ذہن کے چھپے الفاظ میں وہ جن خیالات کا اظہار کر رہی تھی میں ان سے واقف تھا اور پروفیسر جہاں تک میرا معاملہ ہے تو شاید میں تمہیں ہمیشہ یہی بتاتا رہا ہوں کہ میں نے بعض اوقات زندگی کے اقدار سے بے پناہ ہمتی میں گزر کر اقدامات کئے ہیں اور مجھے اپنے ان اقدامات پر کوئی شرمندگی بھی نہیں ہوئی ہے۔ بس ظاہر ہے میں اپنا مطلب نکالنے کے لئے ایسے کام بھی کر سکتا تھا جو انتہائی پست ہوتے لیکن میرے لطف نے کسی کمزور پر کسی مظلوم پر برتری حاصل کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا اور میں ہمیشہ ایسے لوگوں کی امداد ہی کرتا رہا۔

گوکلا بلاشبہ حسین تھی اس کے حصول کی خواہش بھی کی جا سکتی تھی لیکن اس نے جو باتیں کہیں ان سے پروفیسر میری انا کو ذمہ لگا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ یہ عورت ایک دوسرے مرد سے متاثر ہے اور اگر اس سے مایوس ہونے کے بعد یہ میری طرف راغب ہوتی ہے تو یہ میری شخصیت کا داغ ہے۔ کناشی اس کو مل جائے۔ اس سے ملاقات کے بعد وہ یا یہ اسے اپنی نفرت کا شکار بنا لے اور اس کے بعد یہ مجھ سے رعبت کا اظہار کرے تو شاید میں اسے اپنی زندگی کے کچھ لحظات دے دوں۔ لیکن اس صورت میں جب کہ وہ صرف جذباتی ہو کر مجھ تک آئے۔ بہ میرا خیال ہے میرے لئے قابل قبول نہیں تھا۔

گوکلا نے فلوئس کے محل پر اس طرح قبضہ جما لیا تھا جیسے کہ وہ برسوں سے اس کی میراث ہو۔

گورناہستی کے سارے لوگ اس کے ساتھ تعاون کر رہے تھے اس کے احکامات کی تعمیل کر رہے تھے۔

پھر جب ایک صبح اس نے اپنے دربار میں۔ ہاں پروفیسر میں اسے دربار ہی کہوں گا۔ وہی انداز تھا جو عام دنیا کا ہوتا ہے۔ تو جب اس نے اپنے دربار میں بے شمار لوگوں کو طلب کیا اور پھر اس میں سے ایک صحت مند اور توانا شخص کو اشارہ کر کے اپنے نزدیک بلا یا تو میں نے دلچسپ لگا ہوں سے اس شخص کو دیکھا۔

"تمہارا نام سلاسی ہے؟" گوکلا نے سوال کیا۔

"ہاں میرا نام سلاسی ہے۔" اس شخص نے نکاہیں بھنگائیں اور ادب سے جواب دیا۔

"اور میں یہ بھی جانتی ہوں سلاسی کے بے شمار لوگ تمہاری عزت کرتے ہیں اور تم سے محبت بھی کرتے ہیں۔"

"ہاں میں ان کے ہر طرح کام آنے کی کوشش کرتا ہوں۔" سلاسی نے جواب دیا اور پھر متحیرانہ انداز میں بولا۔

"لیکن مقدس کاس۔ میں نہیں جانتا کہ تجھ سے یہ باتیں کس نے کہی۔"

"میرے علم نے سلاسی۔ کیا تم میرے علم کو علم نہیں سمجھتے؟" گوکلا نے عجیب سے انداز میں پوچھا۔

"نہیں نہیں۔ مقدس کاس۔ میں ایسا نہیں سمجھتا، بس یونہی میں نے یہ سوال کر لیا تھا۔"

"تو سلاسی سنو۔ میں یوشنا کو شکست دینے کا عزم کر چکی ہوں اور اس عزم کے تحت میں خود اس کے پاس پہنچنا چاہتی ہوں چونکہ مجھے اسے شکست دینا ہے اور اس پورے علاقے پر مجھے اپنی حکمرانی قائم کرنی ہے۔ اس لئے ابتدائی طور پر میں اپنی ملتوہ زمینیں تمہارے حوالے کر رہی ہوں۔ تمہارے نائب کی حیثیت سے اس زمین پر حکمرانی کرو گے اور میری غیر موجودگی میں میرے کاس رہو گے ہاں اپنی تو تمہیں بخش رہی ہوں۔ وہ

تو تیں جن سے تم کسی بھی چھونے دشمن کا ہاسانی مقابلہ کی سکوں گے اور مجھے یقین ہے اس بات کا کہ یوشاتم تک نہیں پہنچ سکے گا اور جب میں یوشا تک پہنچ جاؤں گی تو یہ دیکھوں گی کہ میری غیر موجودگی میں تمہاری کارکردگی کیا رہتی ہے۔ ممکن ہے میں تمہیں پھر کسی علاقہ کا سب سے بڑا مددگار بنا دوں تو کیا تم اس کے لئے تیار ہو؟

"مقدس کاس کے احکامات کے تعمیل نہ کرنا گناہ عظیم ہے اور سلائی اس گناہ عظیم کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ میری زندگی تیرے لئے حاضر ہے اور اب جب تو نے اتنا بڑا اعزاز بخشا ہے تو میں جو کچھ کروں گا تم ہوگا۔ میں اس اعزاز کو اپنے لوگوں کی اصلاح کرنے پر صرف کرنے کی کوشش کروں گا۔ میں اس اعزاز کا جواب اسی طرح دے سکتا ہوں کہ تیرے نام کے ساتھ اس ہستی کے لوگوں کو بہتر زندگی اور بہترین ضروریات فراہم کرتا ہوں۔"

"تو آؤ میرے سینے سے لگ جاؤ۔" گوکلہ نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور دوسرے لئے وہ شخص گوکلہ کے جسم میں اس طرح پھوست ہو گیا جیسے وہ ایک جان و دقالب ہوں۔ لیکن اس ملاپ میں کسی قسم کے ایسے جذبات نہیں تھے جن میں ایک عورت اور مرد کا تصور ہو۔

سلائی کے چہرے پر بے پناہ عقیدت تھی اور گوکلہ کے چہرے پر ایسے تاثرات جیسے وہ اپنی کسی اورنی ملازم سے گلے لکرا سے عزت بخش رہی ہو تب سلائی پیچھے ہٹا۔ اس نے اپنے ہاتھوں کی جانب دیکھا اور پھر اپنے پیروں کی طرف۔ اور ہوا یوں کہ اچانک سلائی کے قدم زمین سے اٹھنے لگے۔ وہ نضا میں کئی گز اونچا چلا گیا تھا اور پھر وہ متحیرانہ انداز میں اسی طرح پیچھے ہٹنے لگا۔ لیکن اس کے پیروں میں زمین نہیں تھی۔ زمین کافی نیچے تھی اور دیکھنے والے تعجب سے اسے دیکھ رہے تھے۔

تب آہستہ آہستہ وہ زمین پر اترا آیا اور اس نے ایک سرسٹ آمیز انداز لگایا جس میں گوکلہ کی تعریف و تحریف کی گئی تھی۔

"تو نے محسوس کیا سلائی کہ اب تو وہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔ کیا تجھے اپنے اندر کچھ تبدیلیاں محسوس ہوئیں؟"

"ہاں مقدس کاس۔ یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے زمین کے بہت سے پوشیدہ راز مجھ پر کھل گئے ہوں۔ میری پہنچ آسمانوں کی وسعتوں تک ہو بلاشبہ۔۔۔ بلاشبہ میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ مجھ میں نمایاں تبدیلیاں آئی ہیں۔" سلائی نے کہا۔

"یہ تبدیلیاں وہ اعزاز ہیں سلائی جو میں نے تجھے بخشا ہے۔" گوکلہ نے کہا۔

"ہاں مقدس کاس۔ میں یہ اعزاز ہمیشہ سینے سے لگا کر رکھوں گا اور تیرے اس انعام کو ہمیشہ مددگار رکھوں گا جو تو نے مجھے عطا کیا ہے۔"

"تو اب گورنا کے لوگوں تمہارا کاس اب سلائی ہے۔ تم اس کے احکامات کی تعمیل کرو گے اور اگر یہ تم سے بد معاملہ لکھ کرے یا تمہارے ساتھ سختی سے پیش آئے تو تم اس کا حساب سختی سے کرو گے۔ میں اس حساب کو دیکھوں گی اور اس کے بعد سلائی کے مستقبل کا تعین کریں گی۔" گوکلہ نے کہا۔

اور گورنا کے لوگوں نے گوکلہ کے نام کے نعرے لگائے اور پروفیسر بہت سی چیزیں وہاں پیردنی دنیا سے مختلف نہیں تھیں، خوشی کا انداز، غم کا اظہار، ایک دوسرے پر اعتماد اور بے اعتمادی سب کچھ اسی انداز میں تھا جس طرح تحت العزنی کے اوپر والی زمین پر۔ البتہ میں ایک خاص خوش تماشاکی ہی کی حیثیت رکھتا تھا۔ گوکلہ نے سلائی کو سب سے بڑا مدد برقرار کرنے کے بعد یہ دربار برخواست کر دیا۔ لوگ وہاں سے چلے گئے۔ جب وہ میرے ساتھ ٹکوس کے نکل کے اس حصے میں آئی جہاں تبھی ٹکوس کی نشست ہوا کرتی تھی۔ وہ ایک نشست گاہ پر دراز ہو گئی تھی۔

انتہائی آرام و نشست گاہیں تھیں اور جس جگہ ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہاں کا ماحول بے حد روان پرور تھا۔
گوگلہ کی نیم باز آنکھوں میں ہلکی ہلکی مسکراہٹ جھانک رہی تھی اور میں بغور اسے دیکھ رہا تھا۔

تب اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ ”بڑی خوشی ہو رہی ہے کاس کتنی خوشی ہو رہی ہے۔ میں زندگی کے ان مسائل سے آہستہ آہستہ عہدہ برآ ہوتی جا رہی ہوں۔ یہ جو میری طویل ترین زندگی میں ہمیشہ میرے ذہن سے چپکے ہانکے تھے، بس اب ایک آخری پھانس رہ گئی اور میں اسے پھانس ہی کہوں گی کیونکہ میرے ساتھ تم جیسا جو اس مرد ہے۔ اور یہ پھانس یوشا با کناشی ہے۔ اور اس کے بعد میں نہیں جانتی کہ میری زندگی کا راستہ کیا ہوگا اور کون سا ہوگا اور تم اس راستے پر کہاں کھڑے ہوئے ہو گے۔“

گوگلہ کی باتوں کا میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ظاہر ہے وہ جو کچھ کہہ رہی تھی وہ اس کے جذبات تھے اور بے شمار لوگوں کے درمیان میری حیثیت ایک آہنی کی طرح رہی تھی لیکن مجھے یہ جانتیں ہی پسند تھیں۔

پروفیسر تم خود سوچو زندگی گزارنے کا کوئی نہ کوئی راستہ تو ہوتا ہی ہے۔ سو میں نے یہ راستہ پسند کر لیا تھا اور اگر میں اس سے دور ہونے کی کوشش کرنا تو کہاں جانا؟ کسی دیرانے میں اگر قیام کرتا تو کب تک وہاں دل نگار ہوتا۔۔۔۔۔ میں انسانوں سے کچھ مختلف ضرور ہوں لیکن انسانیت کی خصلت سے دور نہیں ہوں۔

چنانچہ دنیا بھر کے مشاغل سے مجھے بھی دلچسپی تھی اور یوں ہی میں زندگی گزار بھی سکتا تھا۔

بے شمار لوگ میرے ساتھ رہے تھے۔ میں نے اپنی قوتوں سے ان کی امداد کی تھی اور ہوا یہی تھا پروفیسر کہ اس کے بعد وہ لوگ فنا ہو گئے تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے ان کا عروج دیکھا تھا۔ سکندر کی ابتدا، انتہا، یکسوئی تھی اور پھر ان کا اختتام بھی میری نظروں کے سامنے ہوا تھا۔ چنانچہ ایک طرح سے میں اپنے آپ کو ان سب سے ہی بہتر سمجھتا تھا اور ان کے معاملات میں دلچسپی لینا میرا مشغلہ تھا۔
دوسرے دن جس کا تعین صرف میں گزارے ہوئے وقت سے کر سکتا تھا۔۔۔۔۔ میں اور گوگلہ تیار ہو گئے۔

سفر کے لئے ہم نے اپنے مخصوص گھوڑے لئے اور ز اوراد کے طور پر گوگلہ نے چند چیزیں بھی رکھ لی تھیں۔ ہتھیار بھی تھے اور گوگلہ کا نائب سلاخی ہمیں ہستی کے اس سرے تک چھوڑنے آیا تھا جس کے بعد طویل وعریض میدان شروع ہو جایا کرتے تھے۔

یہ میدان سرسبز گھاس اور خضوں اور پھولوں سے لدے ہوئے تھے یوں بھی میں تمہیں بتا چکا ہوں پروفیسر کہ زمین پر تم اس طلسم کا تصور بھی نہیں کر سکتے جو میں نے تحت العری میں دیکھا۔ چشمہ کے متعلق تم نے اور تمہاری بیٹی نے سوال کیا تھا، تو میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں نے وہاں ایسا کوئی چشمہ نہیں دیکھا اور نہ ہی اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ تمہارے اپنے عقیدے کے مطابق اس کا کوئی وجود ہوگا لیکن میں اس سے آج تک ناواقف رہا ہوں۔ نہ میں نے اس چشمے سے پانی پیا ہے اور نہ ہی میں نے کسی سے اس کے بارے میں سنا ہے۔ ہاں تحت العری کے لوگوں کی طویل اہمیری کارا ز اگر وہاں کا پانی تھا تو میں تمہاری بات کو اس انداز میں تسلیم کرنے لیتا ہوں، بہر حال میں اور گوگلہ سفر کر رہے تھے۔

ہم جن راستوں سے جا رہے تھے وہاں چاروں طرف حسین مناظر بکھرے پڑے تھے، کہیں سرسبز میدان تھے، کہیں برف پوش پہاڑ، کہیں

درختوں کا سلسلہ، جو قسم ہونے کو نہ آرہا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ زمین کے اس طبق پر ہریالی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ چنانچہ ہم سفر کرتے رہے۔

"ایک بات تم سے پوچھوں بھروسہ و اخلاقت کر رہی ہوں جس کی معافی چاہتی ہوں۔" فرزانہ نے اچانک کہا اور ایک لمحے کے لئے بھر دی سکوت طاری ہو گیا جو اس قسم کے سوالات پر اکثر ہو جایا کرتا تھا۔

وہ شاید اس حسین دنیا سے واپسی پر اپنے آپ کو اجنبی اجنبی سا محسوس کر رہا تھا۔ چند لمحے وہ کھوئی کھوئی نگاہوں سے فرزانہ کو دیکھتا رہا پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں مجھے تعجب تھا کہ بہت دیر سے تم نے کوئی سوال نہیں کیا... اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سوال بے حد اہم ہے۔" فرزانہ نے کہا۔

"یقیناً ہوگا۔"

"تم اس دنیا میں کتنے عرصے رہے؟"

"ایک طویل عرصہ۔"

"کیا تم اس طویل عرصے کے ماہ و سال بتا سکتے ہو؟"

"نہیں... میں ماہ و سال کا تعین نہیں کر سکتا لیکن ہم اسے ایک طویل ترین عرصہ کہہ سکتے ہیں۔ میں نہیں بتاؤں گا کہ میں نے وہاں زندگی

کس طرح گزاری اور کیا کچھ دیکھا... لیکن اگر تم اس عرصہ کا تعین کر سکتی ہو تو یہ مجھے لو کہ وہاں میں نے صدیاں گزاریں۔"

"اوہ... اتنا طویل عرصہ۔"

"ہاں۔"

"اور ایک ہی جگہ۔"

"ہاں۔"

"تو کیا تم اس کے بارے میں بتانا پسند کرو گے۔"

"ہاں۔ میں تمہیں بتا دوں گا اس بارے میں۔"

"ٹھیک ہے۔ میری مراد صرف یہی ہے کہ زمین پر ہم جس قدر خشکی اور پانی کا تعین کر سکے ہیں وہ یہ ہے کہ اس دنیا میں تین حصہ سمندر ہے

اور ایک حصہ خشکی۔ نخت الثریٰ میں کیا سمندر موجود تھا؟"

"ہاں۔ بالکل اسی طرح جیسے تمہاری زمین پر۔"

"کیا اس کا حجم بھی اتنا ہی تھا؟"

"میں نہیں سمجھا فرزانہ۔"

"میرا مقصد ہے کہ اگر ہم اسے تقسیم کریں تو زمین اور ایک کا فرق کیا وہاں بھی نمایاں تھا؟"

"یہ میں نہیں کہہ سکتا خانوں۔ لیکن وہاں بھی طویل ترین سمندر تھے جن کے راستے لمبے لمبے سفر ہوا کرتے تھے۔ اور جہاں تک زمین کا

مسئلہ ہے میرے خیال میں وہاں کی زمین اس زمین سے کسی بھی طور کم نہیں تھی۔"

"بس میں یہی معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہاں کی زمین محدود تو نہیں تھی اس میں اتنی زمینیں تھیں جتنی کہ ہمارے ہاں ہیں۔"

"یقیناً بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی۔"

"اورد۔ اس کا مقصد ہے کہ تم نے تو وہاں بہت کچھ دیکھا ہوگا خاص طور سے اس صورت میں جب کہ تم نے اتنا طویل عرصہ وہاں گزارا۔"

"ہاں۔ وہاں میں نے بہت کچھ دیکھا جس کے بارے میں، میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" پردیفسر خادر نے درمیان میں دخل دیا۔

"تو میں کہہ رہا تھا پردیفسر کہ ہم سفر کرتے رہے۔ حسین ترین مناظر دیکھے، آبشار، دوسب کچھ جس کا ہم اس دنیا میں تصور کرتے ہیں۔"

وہاں پر بھی موجود تھا لیکن اس کا حسن اس دنیا سے کہیں زیادہ تھا۔

بالآخر میں یہی بات کہوں گا کہ ماہ و سال کا تعین تو میں نہیں کر سکتا کیونکہ وہاں نہ تو دن کا تعین تھا اور نہ رات کا، موسم اور روشنی وہاں ہمیشہ

یکساں رہتے تھے۔ لیکن اپنے طور پر میں کچھ اندازے لگا لیا کرتا تھا۔

میں یہ اندازے لگانے میں ماہر تھا کہ ہم کتنا سفر طے کر چکے ہیں اور اپنے اندازے کے مطابق جو تھے روز ہم ایک ایسے میدان میں داخل

ہو گئے جہاں سے میدانوں پر برف شروع ہو گئی تھی۔ یہاں آگے سبز نہیں تھا۔ یا ہوگا لیکن برف نے سبزے کو ڈھک لیا تھا۔ یہاں کہیں کہیں برف

میں سیاہ دھبے نظر آ جاتے تھے جو در سے سیاہ معلوم ہوتے تھے لیکن نزدیک پہنچنے پر ان میں چھپا ہوا سبزہ صاف نظر آ جاتا تھا۔ جس کا مقصد تھا کہ برف

نے اس علاقے کو ڈھک لیا ہے۔ برف کا یہ حسین علاقہ اتنا حسین تھا کہ میں اسے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ چاروں طرف روئی کے اونچے اونچے

پہاڑ تھے، کھلے کھلے میدان تھے۔ برف جیروں کے پیچھے آ رہی تھی کہیں برف نرم تھی اور کہیں وہ سخت۔

گھوڑے البتہ وہاں ہمارا ساتھ نہ دے سکے اور گولک نے ایک گہری سانس لے کر گھوڑے روک دیئے۔

کیا بات ہے گولک؟"

"بس کاس یہاں سے ہمیں پیدل سفر کرنا ہے۔"

"اورد۔ ٹھیک ہے لیکن گھوڑوں کو کہاں چھوڑو گی۔"

"بس یہیں۔ گھوڑے سمجھدار ہیں، برف کے میدانوں میں داخل ہونے کی بجائے وہ سبز میدانوں میں گھومنا پسند کریں گے۔"

"لیکن اس کے بعد گولک؟"

"اس کے بعد علم کا سفر شروع ہو گا۔"

”اوہو۔ ہاں میں سمجھتا ہوں کہ تم مھوڑوں کی محتاج نہیں ہو۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور گوکا ابھی مسکرانے لگی۔

”لیکن گولک یہاں سے وہ جگہ تھی اور ہے جہاں ہمیں استادِ اعظمِ سلاٹوس سے ملاقات کرنا ہے۔“

”سلاٹوس کے بارے میں، میں تمہیں دیتا ہوں اس کا سکہ وہ بیکراں ہے۔ وہ سمندر ہے۔ اس کے سانپوں کی آوازیں زمین کے چپے چپے پر سنی جاسکتی ہے۔ اس کے علم کی عظمت کا یوشنا بھی قائل ہے بلکہ یوشنا نے بھی اس کی خدمت میں حاضر ہونے کی کوشش کی تھی لیکن نبھانے کیوں عظیم سلاٹوس اسے ناپسند کرتا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ یوشنا جس علم کے لئے اس کے پاس آیا تھا اور سلاٹوس اسے وہ علم نہیں دینا چاہتا تھا۔

لیکن کاس یہ زمین محدود نہیں ہے یہاں علوم کا ایک لامتناہی سمندر ہے جس کا سلسلہ غیر محدود ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کچھ ایسی آوازیں جو سمجھ میں نہ آنے والی ہیں کس کی ہیں۔ کون ہے وہ۔ جو علم کے سمندر کا ایک عظیم پھیلاؤ ہے اور اس زمین کے چپے چپے پر اس کی سانپیں مکر رہی ہیں۔ ہاں وہ خواہاں وہاں ہیں ایک نام رکھتے ہیں، ایک حیثیت رکھتے ہیں۔ شخصیت آشنا ہوتے ہیں وہ لوگوں کے لئے جیسے کہ سلاٹوس۔

لیکن یوشنا نے جن لوگوں سے تعلیم لی وہ بھی عظیم ہیں اور بلاشبہ وہ بھی علم کے سمندر ہیں۔ ان کا بھی علم محدود نہیں ہے ورنہ یوشنا اس پوری سرزمین کا کاس نہ ہوتا۔ تو میں تمہیں یہی بتا رہی تھی کہ سلاٹوس احمق ہے ہم اسے وہاں اس محل میں بھی آواز دے سکتے تھے اور اسے ہم یہاں بھی پکار سکتے ہیں۔ لیکن یہ دوسری بات کہ وہ اس آواز پر توجہ نہ دیتا ہاں جس جگہ اس نے مجھے تعلیم دی تھی اور جس جگہ پہنچ کر اسے پکارنا میرا فرض تھا میں وہیں پر آ گئی ہوں اور وہ جگہ برف کی یہ واوی ہی ہے۔ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ سلاٹوس اعظم درخت کی گہرائیوں میں سوتا ہے اسکی عبادت گاہ یا یوں کہوں کہ اس کی علم کا دائرہ اپنی درخت پوش پہاڑوں کے نیچے ہے اور وہ وہیں سکون محسوس کرتا ہے۔ کیونکہ وہ دنیا کے ہنگاموں سے کنارہ کش ہو چکا ہے اس نے اپنی زندگی علوم کے حصول میں وقف کر دی ہے۔ وہ جو خوش نصیب ہوتے ہیں اگر اس تک پہنچ جائیں اور وہ اپنے علم کے سمندر کے کچھ قطرے انہیں دے دے تو ان کی نصیب جاگ اٹھتے ہیں۔ اب یہ میری اپنی تقدیر کی بات ہے کہ میں اسے اس بات پر آمادہ کر سکوں کہ جس مقصد کے تحت میں اس کے پاس آئی تھی وہ پورا نہیں ہو سکا اور مجھے مزید کچھ باتوں کی ضرورت ہے، یہ تو تمہیں اگر مجھے میرے کاس کی شکل میں مل جائیں تب بھی مجھے اعتراض نہیں ہے کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ میں تمہاری ان باتوں کی مالک ہوں۔

پورا تم مجھے دل سے پسند آئے ہو۔ اور میں یہی چاہتی ہوں کہ تم بھی احمق و دہوتوں کے مالک بنو۔ تمہاری جسمانی قوتیں جس وجہ سے بھی ہوں۔ تمہارا علم جو میرے نزدیک ایک پراسرار علم ہے یا پھر جو کچھ تم نے کہا ہے وہی صحیح مان کر بھی میں تمہیں بے پناہ پسند کرتی ہوں اور میری خواہش یہی ہے کہ تم جو میری زندگی میں ایک بہترین معائنہ ثابت ہوئے ہو میری معیت میں کچھ اور حاصل کرو۔ وہ جو میری خواہش بھی ہے اور وہ جو تمہیں بہت کچھ دے سکتا ہے۔

سو ہم کچھ اور آگے بڑھیں گے اور اس کے بعد میں اپنی تمام تر آرزوؤں کے ساتھ سلاٹوس کو پکاروں گی اور اپنی تقدیر کو کسوٹی پر پرکھوں گی کہ اگر وہ ہماری آواز کی پکار میں ہم تک پہنچتا ہے تو کامیابی ہمارا مقدر ہے۔“

جو کچھ گولک نے مجھ سے کہا تھا وہ میرے لئے بے حد حیرت انگیز تھا۔ درخت کے نیچے کی دنیا میرے لئے بہت دلکش تھی اور میں سوچ رہا تھا

کہ یہ سلاٹس اعظم کون ہے۔ میری دلی خواہش تھی پروفیسر کہ اس زمین پر مجھے اپنی نسل کا کوئی فرد مل جائے۔ ایک آدمی مجھے ایسا ضرور مل جائے جس سے میں پوچھوں۔

کہ زندگی کا یہ رخ کون سا ہے جس پر میں گامزن ہوں۔ اس دنیا کو میرے انداز میں دیکھ کر اس کے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے یا نہیں کیا۔ تم یقین کر دو پروفیسر کہ کبھی کبھی تو میں خود اپنی نگاہوں میں ایک مہر بنا جاتا ہوں۔ میں سوچتا ہوں کہ میں دنیا کے تمام انسانوں سے مختلف کیوں رہا۔ کون سی خصوصیت تھی مجھ میں؟ لیکن جو کچھ میرے اندر ہے، اتنا رہے گا۔ وہ میں تمہیں بتا چکا ہوں اس سے مختلف کوئی بات نہیں تھی۔۔۔۔۔ ہم برف کے اس وسیع ترین میدان میں آگے بڑھتے رہے اور پھر ایک جگہ پہنچ کر گولڈرک گئی۔

میری نگاہوں نے اس کا جائزہ لیا اور میں سمجھ گیا کہ یہ اس کی منزل ہے۔ یہاں سے اسے یا تو ناکام واپس لوٹنا تھا یا پھر کمرانی کی بلند یوں پر چڑھنا تھا۔

گولڈرک گئی اور میں بھی رک گیا تھا۔ اس کے بعد اس نے میری جانب دیکھا تھا۔ پھر وہ آستہ سے بولی۔

"کاس تم مجھ سے اتنی دور چلے جاؤ کہ میں تمہیں ایک چھوٹی سے نقطے کی مانند نظر آؤں۔ اس سے زیادہ تمہیں کچھ احساس نہ ہو۔"

"گولڈرک میں تمہیں اپنی قوتوں کے بارے میں بتاتا رہا ہوں۔ اگر تم مجھے اتنی دور چلے جانے کے لئے کہو گی کہ تم مجھے ایک نقطے کی مانند نظر آؤ

تو اس کے لئے مجھے شاید اپنی دنیا ہی میں واپس جانا پڑے گا۔" میں نے کہا۔

"میں نہیں سمجھی؟" گولڈرک بولی۔

"تم اس برف کے میدان کے آخری سرے پر چلی جاؤ گولڈرک میں وہاں بھی تمہیں اسی انداز میں دیکھ سکوں گا جتنا یہاں اپنے قریب دیکھ رہا ہوں۔"

"سچ۔" گولڈرک نے حیرت سے کہا۔

"ہاں میری آنکھوں کی بینائی لامحدود ہے گولڈرک۔" میں نے جواب دیا۔

"میں سمجھ نہ کہوں گی کاس۔ میں سمجھ نہ کہوں گی۔ تم جو کچھ ہو، جس حد تک ہو اور سب میرے لئے بڑا تعجب خیز ہے۔ خاص طور سے اس

دقت جب تم کہتے ہو کہ تمہارے پاس وہ فن نہیں ہے جسے ہم جادو کہتے ہیں۔ ہاں اگر تم یہ کہتے کہ تمہارا جادو ہمارے جادو سے بے پناہ مختلف ہے اور

زمین پر تم نے ایسے علوم سیکھے ہیں جو تخت اٹرنی میں رہنے والوں کے لئے تعجب خیز ہیں۔ تو شاید مجھے اتنی حیرت نہ ہوتی۔ لیکن تم صرف یہ کہتے ہو کہ

تمہاری ذہنی اور جسمانی قوتیں ہی اس قدر ہیں کہ تمہیں تمام علوم پر سہقت حاصل ہے۔ تو وہ بات مجھے سخت متحیرانہ کر دیتی ہے بہر صورت میرے کہنے کا

مقصد صرف یہ تھا کہ اب جب میں اپنے استاد سلاٹس کو آواز دوں گی تو یہاں خاصا بگام ہوگا۔ خاصا شور ہوگا اور میں یہ بھی نہیں چاہتی کہ سلاٹس

غضبناک ہو کر میرے سامنے آئے کیونکہ میں اسے اس کی نیند سے جگاؤں گی۔۔۔۔۔ تو وہ تمہیں دیکھے اور تمہیں دیکھنے کے بعد اس کے ذہن میں کوئی اور

بات پیدا نہ ہو جائے۔ یہ باتیں مجھے پریشان کرتی ہیں۔"

"مجھے خود سے کچھ فاصلے پر رہنے دے گولڈرک۔ میں برف کے کسی تودے کی آڑ میں ہو جاؤں گا اور اس کے بعد تو اپنا کام کر اور بس اس سے

زیادہ میرے بارے میں نہ سوچ۔" میں نے کہا۔

"جیسی تمہاری مرضی کا اس۔" گوگلہ نے کہا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔۔۔۔۔ میں اس سے کافی دور نکل آیا۔ اور پھر پہاڑ کے ایک بڑے توڑے کی آڑ میں رک کر میں نے گوگلہ کو دیکھا۔

گوگلہ نے میری جانب سے توجہ چھوڑ دی تھی۔ اب وہ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑا رہی تھی اور اس کے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آسمان کی جانب اٹھی ہوئی تھیں۔ کبھی کبھی یہ انگلیاں مزے میں اور پھر سیدھی ہو جاتیں۔ پھر اس کے حلق سے ایک تیز آواز نکلی۔

"سلاٹوس۔" بلاشبہ یہ آواز اتنی خوفناک اور اتنی شدید تھی کہ قرب و جوار سے برف کے ذرات اڑنے لگے اور پوری واوی اس آواز سے تھرا گئی۔ اس آواز میں اتنی شدت تھی کہ میرے کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔۔۔ ماحول کی دلچسپی کو تو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا پروفیسر۔

گوگلہ نے تین آوازیں دیں اور برف کے ذرات فضا میں اس قدر منتشر ہو گئے کہ فضا میں کبر چھا گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ آواز کا یہ کون سا جاو تھا جس نے برف کو متزلزل کروایا تھا۔

ہاں تھوڑی سی دیر کے بعد اب تک ایک جگہ سے میں نے اس انداز میں دھواں سا اٹھتے دیکھا جیسے آتش فشاں پھٹ رہا ہو اور اس سے لاوا بہ رہا ہو۔ لیکن یہ لاوا برف کالا تھا۔ برف کے ذرات زمین سے بلند ہوتے جا رہے تھے اور پھر وہ اتنی بلندی پر پہنچ گئے کہ حیرت ہوئی تھی۔

برف کا ایک اور پہاڑ نمودار ہو گیا تھا جو ذرات کی شکل میں تھا۔ پھر یہ ذرات آہستہ آہستہ زمین پر پھینچنے لگے۔ اور چند ساعت بعد جب ذرات کا دھواں چھٹا تو میں نے ایک انتہائی طویل القامت بوزھے کو دیکھا۔

انقا طویل القامت جس کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا تھا۔ گوگلہ اس کے قدموں کے نزدیک ایک ننھی سی بچی محسوس ہو رہی تھی۔ بوزھا جو برف کا بنا ہوا معلوم ہوتا تھا اپنی برقی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے نیچے نگاہ کی اور گوگلہ کو دیکھا۔ چند ساعت وہ اسے دیکھتا رہا تھا۔ پھر اس کا جیم کم ہونے لگا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ پوری طرح انسانی شکل میں آ گیا۔

گو میں ان دونوں سے مناسب فاصلے پر تھا لیکن ان کی آوازیں سناتا تھا۔ ان کی حرکات دیکھ سکتا تھا۔ گوگلہ نے سر جھکا لیا تھا تب برف کے بوزھے کی آواز ابھری۔

"کون ہے تو؟"

"گوگلہ ہیں سلاٹوس۔ تیرے قدموں میں ایک طویل عرصہ گزار چکی ہوں۔" گوگلہ نے جواب دیا۔

"تب تو یہ جانتی ہوگی کہ میں اپنے نیندہ آرام میں دخل اندازی پسند نہیں کرتا۔" سلاٹوس نے کہا۔

"میں جانتی ہوں سلاٹوس۔" گوگلہ نے جواب دیا۔

"اس کے باوجود تو نے مجھے ان آوازوں میں پکارا جو میری نیند میں دخل انداز ہوتی ہیں اور ان آوازوں سے کوئی افسوس واقف نہیں لیکن

تو نے ان سے فائدہ اٹھایا جو تجھے میری بتاتی ہوئی تھیں۔"

”ہاں سلاؤس..“ گوکلہ نے صاف لہجے میں کہا۔

”تب یقیناً کوئی ایسی ہی بات ہوگی جس کے لئے تجھے یقین ہوگا کہ میں اسے سن کر اپنی نیند میں خلل اندازی پر ناراض نہیں ہوں گا۔“
 ”نہیں سلاؤس تو طاقت اور عظمت کا دیوتا ہے۔ تیرے پاس قوتیں ہیں جو تجھے عام کاموں سے مبرا کرتی ہیں۔ لیکن وہ جن کے پاس قوتیں نہیں ہیں وہ کہاں جائیں۔ اگر وہ اپنی الجھنیں اپنی پٹیلانیاں لے کر تیرے پاس آتے ہیں تو اس لئے کہ وہ تجھ پر مان رکھتے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں کہ سلاؤس انہیں مایوس نہیں کرے گا۔“ گوکلہ نے جواب دیا۔

”لیکن سلاؤس کسی کا پابند نہیں ہے کہ جب کوئی اسے پکارے وہ اس کی خدمت میں پہنچ جائے۔“

”میں یہ بھی جانتی ہوں عظیم سلاؤس لیکن صرف یہ بتا کہ میری الجھن مجھے کہاں لے جاتی۔ کیونکہ میرے پاس جو کچھ ہے وہ تیرا جین منت ہے اس صورت میں، میں تیرے پاس نہ آتی تو کہاں جاتی..“
 ”تو کس الجھن میں گرفتار ہے گوکلہ۔“

”سلاؤس تو نے میری جانب سے اپنی آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ تو ابھی تک نیند میں گم ہے۔ ان لئے نہ تو نے مجھے پہچانا اور نہ ہی میرے بارے میں سوچا اور میں یہ سوچ بھی نہیں سکتی کہ سلاؤس ان لوگوں سے کوئی سوال کرے گا جو اس کی بارگاہ میں صرف اس لئے حاضر ہوتے ہیں کہ اس سے امداد چاہیں۔ سلاؤس کا علم لامحدود ہے اور سلاؤس کی قوتیں بھی لامحدود ہیں اور لامحدود قوتوں کا مالک اپنی قوتیں سینے برف کی گہرائیوں میں پوشیدہ ہے اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ وہ حکمران ہے اور جو لوگ اس کے مقابل آئیں گے اس سے شکست کھائیں گے۔ نیند کی یہ سیری اسے وسعت بخشتی ہے اور وہ اپنی دنیا میں گمن رہتا ہے لیکن وہ جو اس کے طالب ہوں آخر کار اس کے پاس تو پہنچیں گے ہی۔ ظاہر ہے انہیں سلاؤس کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ سلاؤس کے غلام ہوتے ہیں..“

سلاؤس چند ساعت خاموش رہا۔ پھر اس نے اوجھرا وھر دیکھا اور گوکلہ سے مخاطب ہو کر بولا۔ ”تیرے ساتھ اور کون ہے؟“
 ”عظیم سلاؤس کی قوتیں جاگ رہی ہیں؟“ گوکلہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور سلاؤس کے چہرے پر تمکنت پیدا ہو گئی۔

”اسے آواز دے۔“

”جو حکم سلاؤس..“ گوکلہ نے کہا۔... اور مجھے آواز دی..

”کاس۔ سامنے آ جاؤ۔“

اور میں برف کے تودے سے باہر نکل آیا.. میں گوکلہ اور سلاؤس کی سارنی باتیں سن چکا تھا۔
 سلاؤس نے اپنی سرزدگاہوں سے مجھے دیکھا.. دیکھتا رہا اور پھر یوں محسوس ہوا جیسے اس کی آنکھوں میں روشنیاں جاگ اٹھی ہوں.. اس کی نگاہوں میں دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے مجھے سر سے پاؤں تک بغور دیکھا اور پھر آہستہ سے مسکرایا۔
 میں بوڑھے سلاؤس کے کچھ کہنے کا انتظار کرتا رہا تھا.. جب بوڑھا میرا بغور جائزہ لے چکا تو گوکلہ سے مخاطب ہوا۔

”واہ۔ انوکھا انسان ہے۔ گوگلہ یہ کون ہے؟“

”عظیم سلاؤس۔ اس نے اپنا نام پورا نہ بتایا ہے لیکن چھوٹی چھوٹی قوتوں کے ساتھ میں اسے کاس تسلیم کر چکی ہوں۔“

”صرف کاس۔“ سلاؤس نے استہزاانہ انداز میں کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

سلاؤس کے لہجے میں کوئی ایسی ہی بات تھی جس نے مجھے چونکنے پر مجبور کر دیا تھا تاہم میں نے کوئی رد عمل ظاہر نہ کیا۔ حالانکہ میرے ذہن

میں بھی بہت سے سوالات چل رہے تھے لیکن میں صرف انہیں ہی دیکھتا رہا تھا۔

”میں نہیں سمجھی سلاؤس۔“

”تو سمجھ گی بھی نہیں گوگلہ۔ ابھی تیراظم بند ہوا ہے۔“ سلاؤس نے کہا اور پھر میری جانب دیکھ کر بولا۔

”کاس۔ صرف کاس۔ خوب۔ یقیناً تجھے اپنی اس توہین پر غصہ آنا چاہئے تھا لیکن تو بڑا سرد مزاج ہے۔ شاید اس برف کی مانند اور یہ بھی

ممکن ہے کہ شاید تو نے زندگی کا طویل حصہ برف کے نیچے گزارا ہو۔ بہر حال میں پہلے گوگلا سے بات کر لوں پھر تجھ سے تفصیلی گفتگو کر دوں گا۔“

باہم بڑھے کی یہ گفتگو میرے لئے خاصی سنسنی خیز تھی اس نے جس انداز میں خطاب اور جھجکے بغیر میرے بارے میں تبصرہ کیا تھا اس نے

مجھے چونکا دیا تھا۔ چنانچہ میں اس کی بات میں دلچسپی لینے پر مجبور ہو گیا تھا۔ تب سلاؤس گوگلا کی جانب متوجہ ہو کر بولا۔

”کیا تو برف کی گہرائیوں کے مسکن تک جانا پسند کرے گی۔“

”عظیم سلاؤس۔ اپنی اس خاموشی سے سوال نہ کرو۔ اسے صرف حکم دو۔ کیا میں اس قابل ہوں کہ وہ بارہ عظمت کی اس درس گاہ تک پہنچ سکوں؟“

”ہاں گوگلہ تو نے مجھے آواز دی تھی اور میں اپنی نیند اپنے سکون میں مداخلت پسند نہیں کرتا۔ تو نے جو الفاظ کہہ کر مجھے متاثر کرنے کی کوشش

کی وہ متاثر انگیز ضرور تھے لیکن اس کے باوجود مجھے مطمئن نہیں کر سکے تھے لیکن تمہارے ساتھ جو ہے اسے دیکھنے کے بعد میں تمہیں خوش آمدید کہتا

ہوں۔ آؤ۔۔۔ آؤ۔۔۔“

بوزھا آگے بڑھ گیا۔ گوگلہ میری طرف دیکھ کر مسکرائی اور پھر ہم دونوں بوزھے کے پیچھے چل پڑے۔ زیادہ نہیں چلنا پڑا۔ بوزھا برف کی

زمین کے ایک غار کے نزدیک پہنچ گیا اور پھر وہ غار کی گہرائیوں میں اترنے لگا۔ یہاں بھی سبز حیاں بنی ہوئی تھیں لیکن ہم زیادہ گہرائیوں میں نہیں گئے۔

یہ ایک عظیم الشان غار تھا۔ لاناہتواسیع اور کشادہ۔ لیکن یہاں بے انتہا چیزیں پڑی ہوئی تھیں۔ انوکھی چیزیں۔ ان میں زمانہ قدیم کے ان

جانوروں کے عظیم الشان ڈھانچے بھی موجود تھے جو اب مفقود ہیں۔ بڑی بڑی مچھلیوں کے اجسام بھی تھے۔ انسانی ڈھانچوں کی تعداد بھی کافی تھی۔

بڑے بڑے مرتبان بھی رکھے ہوئے تھے۔ ایک جگہ خوش میں زندہ مچھلیاں بھی تیر رہی تھیں۔ مصنوعی درخت بھی تھے۔ سب سے حیرت انگیز وہ

درخت تھے جو غار میں مخصوص طور سے لگائے گئے تھے اور ان پر پھل لگ رہے تھے حالانکہ یہاں دھوپ وغیرہ کا کوئی گزر نہیں تھا۔

غرض دیکھنے کے قابل جگہ تھی اور میں اسے دیکھ رہا تھا اور بوزھا میری صورت دیکھ رہا تھا۔ گویا ہم دونوں ایک دوسرے کو پہچاننے کی کوشش

کر رہے تھے پھر میری نگاہیں بوزھے سے ملیں اور وہ مسکرایا۔

"میں اپنی اس مختصری دنیا میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں کاس۔" اس نے کہا۔

"اور میں تمہاری اس توجہ کا شکر گزار ہوں۔"

"میری توجہ نہیں کاس میری توجہ بے مقصد نہیں ہے۔ میرا علم میرے ذہن میں ٹھوکر میں مادر باپے اور میرے علم نے کبھی مجھے دھوکا نہیں دیا۔"

"شاید۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"بہر حال ہم پہلے اس کی سنیں گے۔ میں اسے پہچان گیا ہوں، ہاں گوکلہ مجھے یاد آ گیا ہے کہ میں نے تجھے علم دیا تھا لیکن اس وقت تیرے

سینے میں انتقام کی آگ روشن تھی۔"

"یہ آگ آج بھی سگ رہی ہے سلاؤس۔"

"کیا تو اپنا انتقام نہیں لے سکی۔"

"نہیں مقدس سلاؤس۔ تو نے گوکلہ کو وہ علم نہیں دیا جو یوشنا کے مقابلے پر برتر ثابت ہو سکے۔"

"اس کی وجہ میں نے تجھے بتائی تھی گوکلہ۔ علم انسان کو صلاحیت بخشتا ہے، قدرت بخشتا ہے لیکن وہ جو قادر ہو جائیں موم کی مانند ہو جاتے

ہیں اور جب وہ پتھروں کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں تو زمین پہل جاتی ہے۔ کھیتیاں اجڑ جاتی ہیں، سرنگی بکھر جاتی ہے۔ اگر تیرا علم تجھے موم بنا دینا تو

اس کے حصول میں کہیں آگے ہوتی۔"

"لیکن جس کا مقصد حیات انتقام ہو تو....." گوکلہ نے کہا۔

"تو ظلم اس سے بھاگتا ہے۔"

"لیکن تو کان کھول کر سن لے سلاؤس.. میں یوشنا سے انتقام کی قوت تجھ سے حاصل کروں گی اگر تو مجھے اس غار سے باہر پھینک دے گا تو

میں تجھے چیخ چیخ کر پکارتی رہوں گی۔ اور اس برف میں فنا ہو جاؤں گی.. میں تجھ سے فتح لے کر جاؤں گی سلاؤس، یا موت.. گوکلہ کا چہرہ تہمتانے لگا

اور سلاؤس ہنس پڑا۔

"ضدی بچے پیارے لگتے ہیں۔ تیرا کیا خیال ہے صدیوں کے تجربہ کار.. اس نے میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا لیکن اس نے

جس نام سے مجھے پکارا تھا اس نے میرے احساس کو یقین کی شکل دے دی.. بوڑھا دانشور بلاشبہ اپنے علم میں ان تمام لوگوں سے آگے تھا جو اب تک

مجھے مل چکے تھے اور میں تو ہمیشہ ہا علم لوگوں کی قدر کرتا رہا ہوں۔

سو میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی.. "ہاں تیرا خیال درست ہے سلاؤس.."

"لیکن میں اس ضدی بچی کا کیا کروں؟"

"بچوں کی ضد پوری کرنا ہی پڑتی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن علم تو دلوں کو وسعت دیتا ہے۔ طاقت کی دنیا تو محبت کا مسکن ہوتی ہے.. میں اس کے انتقام کی تکمیل کے لئے اسے وہ کچھ کیسے دے

دوں جس کی یہ اہل نہیں ہوگی۔"

"میں خود کچھ نہیں مانگ رہی سنانوس۔ اگر تیرا خیال ہے کہ میں تیرے دیئے ہوئے علم کو اس انتقام کے بعد بھی ناجائز طور پر استعمال کروں گی تو اس کے لئے میری ایک تجویز ہے۔" ٹوکھانے کہا۔

"کیا؟" سنانوس نے کہا۔

"مقدس سنانوس۔ اس نے اپنا نام پورا نہ بتایا ہے۔ اس نے اپنے بارے میں عجیب و غریب باتیں بتائی ہیں۔ اور متحیر کن بات یہ ہے کہ یہ جو کچھ کہتا ہے وہ کر دکھاتا ہے۔ اس کے علوم منفرد ہیں۔ ہاں میں نے اسے دیوار طلسم شکن کے بیچے سے نکال کر آگ میں جھونک دیا لیکن آگ نے اسے اور روشن کر دیا اور مقدس سنانوس۔ تو جانتا ہے کہ آگ سارے طلسم توڑ دیتی ہے لیکن اس کی قوتیں بحال رہیں۔ پوشنا نے اپنے خادم فلوس کو قوتیں دیں اور مجھے فنا کرنے کے لئے کہا لیکن اس نے اپنے ہاتھوں سے فلوس کو ختم کر دیا۔ اس کے باوجود پوشنا سے مقابلے کے لئے میں اسے کھل نہیں پاتی۔ میں چاہتی ہوں کہ تو اسے وہ قوتیں عطا کر دے کہ میری جانب سے یہ پوشنا کو لٹکارے اور اسے شکست دے۔"

"اوہ۔ تو قوتیں اس کے لئے چاہتی ہے؟"

تب اس نے میرا بازو پکڑ کر مجھے کھینٹ لیا اور تعجب سے مجھ سے دیکھنے لگا۔ اور ایک بار پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "میرے علم نے میری آنکھوں کو جو بینائی بخشی ہے ان کے تحت اکثر اوقات میرے اندازے غلط نہیں نکلتے۔ تیرنی تحریر میرے علم میں اضافہ بنے گی۔"

"میرنی تحریر۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ تو صدیوں کی پراسرار کتاب ہے۔ میرا علم بھی یہی بتاتا ہے اور تیرے اندر نہ جانے کیا کیا چھپا ہوا ہے میں ان رازوں میں اسے تلاش کر لوں گا۔"

"تب میں تجھے یہ کتاب پڑھنے کی دعوت دیتا ہوں۔"

"میں تیرا شکر گزار ہوں۔ آداب میں تجھے سزا دیئے سے روٹنا اس کراؤں۔ اس طرف آ۔" اس نے کہا اور مجھے پھر ایک طرف کھڑا کر دیا۔ خود وہ ان زاویوں سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا اور میرے بدن میں سر بہرے دوڑنے لگیں۔ بلاشبہ یہ سردی نقطہ انجماد سے ہزار گنا زیادہ تھی۔ میری جگہ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو اس کی رگوں میں خون جم کر پتھر ہو جاتا لیکن میرے بدن کو یہ شدت برداشت کرنیکی عادت تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں وہاں سے بھی ہٹ گیا۔ تب اس نے مجھے بہت سے زادیئے دکھائیے اور اس کا یہ دانش کدہ تو درحقیقت ایسا تھا پر دفسر کہ دل چاہا کہ بوزھے کی زندگی کی کتاب یہیں بند کر دوں اور اس پر قبضہ جمالوں لیکن کسی ایسے صاحب علم کا قتل میرے ہاتھوں کبھی نہیں ہو سکتا تھا۔

"میرے دل میں ذہن میں بے شمار سوالات ہیں جو میں تجھ سے کرنا چاہتا ہوں اور بدبختی سے میں ان کی ترتیب درست نہیں کر پا رہا لیکن اس کے بغیر میں تجھ سے سوالات بھی نہیں کر سکتا۔ تو نے اس دانش کدے کو دیکھا۔ کیسا پایا؟"

"ایسا کہ اس سے قبل کسی ایسی جگہ کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔"

"میں نے جس انداز میں اسے تعمیر کیا ہے ابھی اس کے بہت سے پہلو پوشیدہ ہیں لیکن تو نے یہ بھی دیکھا کہ میں نے تجھے شدید آگ اور سرہری میں کس طرح ڈھکیل دیا۔ حالانکہ میں تیری موت نہیں چاہتا تھا۔"

"اس سلسلہ میں کیا کہو گے؟"

"علم کا اعتماد۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ میں نے یہ بھی تسلیم کر لیا اور تمہارے اس وائس کدے کو بھی برتر اعلیٰ سمجھتا ہوں۔ اب میں چاہتا ہوں کہ تم وہ کہو جو کہنا چاہتے ہو۔"

"تب یہاں سے چلو نشست گاہ میں بیٹھ کر گفتگو ہوگی۔"

"چلو۔" میں نے کہا اور ہم اس عجیب و غریب جگہ سے باہر آ گئے۔ میں تو اب اس بوڑھے کا عاشق ہو گیا تھا۔ بلاشبہ اس کا علم ہے پناہ تھا اور اس نے جو کچھ کیا تھا وہ بہت خوب تھا۔ ایک دوسری جگہ ہم دونوں آکر بیٹھ گئے۔

"پہلے میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں۔" سلاٹس نے کہا۔

"ضرور۔"

"گوگلہ کے لئے تم کس قدر سنجیدہ ہو؟"

"اس کی خواہشات پوری ہونا چاہئیں۔"

"ہاں۔ یوشا بلاشبہ پناہ پر اسرار قوتوں کا مالک ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ بہتر نہیں ہے۔ اسے اپنی طاقت پر ناز ہے اور اس طاقت کے ساتھ وہ انصاف نہیں کرتا۔ ایک زمانے میں وہ میرے پاس بھی حصول علم کے لئے آیا تھا لیکن میں نے اس سے معذرت کر لی۔ میں اپنا علم غلط استعمال کے لئے نہیں دے سکتا تھا۔ لیکن گوگلہ بھی انتقام کی ویرانی ہے۔ خیر ایک بات اور بتاؤ۔ جب تم اس کی مدد کرنا چاہتے ہو تو پھر تم اسے یہاں کیوں لائے؟"

"خود اس کی خواہش تھی۔"

"کیا مطلب؟"

"میں نے یوشا کے پہلے ہر کارے غلوں کا ختم کر دیا لیکن میں نے گوگلہ کو یہ بات بتادی تھی کہ میں نے اسے علم کی نہیں جسم کی قوتوں سے ختم کیا ہے اور ان قوتوں کے بارے میں اسے بہت ثبوت دے چکا تھا چنانچہ گوگلہ نے فیصلہ کیا کہ پہلے مجھے تمہارے پاس لائے اور تم سے درخواست کرے کہ مجھے علم کی قوت بھی دے دو۔ اس کے بعد مجھے یوشا کے مقابلے پر لے جایا جائے۔"

"لیکن تم نے اس فیصلے سے اتفاق کیوں کیا؟" بوڑھا بدستور چہیتے ہوئے سوالات کر رہا تھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہی کہ تمہیں کسی اور قوت کی ضرورت نہیں تھی۔ تم..... اپنے تجربات میں اضافہ کے لئے یہ بات مان سکتے تھے لیکن کسی سے قوت لے کر تم کسی کے مقابلے کی تیاری نہیں کر سکتے۔"

بوزھے کی ہر بات مجھے متحیر کر دیتی تھی پر ڈیفرس، میری داستان میں تم ایسے کئی مدد بروں کے بارے میں سن چکے ہو جنہوں نے میرے بارے میں جاننے کے دعوے کئے۔ ان میں بڑے بڑے ستارہ داراں بھی تھے لیکن ستاروں میں میرا ماضی الجھا ہوا ہے اس لئے وہ کچھ نہ بتا سکے لیکن یہ شخص اس طرح میرے بارے میں گفتگو کر رہا تھا جیسے میرے اوپر ایک نگاہ ڈالنے کے بعد یہ میرے بارے میں سب کچھ جان گیا ہو۔

"کیوں۔ تم نے یہ کیوں سوچا؟"

"اس لئے کہ تم اپنی قوت سے مطمئن ہو اور یہ اطمینان تمہارے چہرے اور بدن کے ایک ایک عضو سے نمایاں ہے۔" سٹائن نے جواب دیا۔

"تیرے دعوے بڑے فیصلہ کن ہوتے ہیں سٹائن۔ کیا تیرے خیال میں تیرے انداز میں کوئی لچک نہیں ہو سکتی؟"

"کیوں نہیں۔ لیکن میں تجھے کھل طور پر جان سکتا ہوں۔"

"تب پھر کیوں نہ پہلے تو مجھے میرے بارے میں سب کچھ بتا دے اس کے بعد ہم دوسری باتیں کریں گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ بہت سوں نے مجھے میرے بارے میں بتانے کی کوشش کی ہے لیکن ناکام رہے۔"

"ممکن ہے میرا علم بھی پورے طور پر میری مدد نہ کر سکے۔ لیکن اس کے باوجود میں کوشش کروں گا کہ دوسروں سے زیادہ بتا سکوں۔"

"تو نے ابتدائی اندازے کیا گائے جن کے تحت تو بول رہا ہے؟"

"تیرا تعلق تحت العزلی سے نہیں ہے۔"

"نہیک ہے۔"

"لیکن اس کے باوجود تیرے چہرے پر صدیوں کے رنگ کھڑے ہوئے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"تیرے چہرے کے ہر نقش میں ماضی کی ایک داستان پوشیدہ ہے۔ تیری یہ چمکدار حسین آنکھیں کسی ایک دور کی تخلیق نہیں اور اس سے

اندازہ ہوتا ہے کہ تو نے طویل ترین ادوار کے نظارے کئے ہیں۔"

"یہ صرف تیرا مشاہدہ ہے۔"

"ہاں۔ میرے علم کا ایک حصہ۔"

"اس مشاہدے سے تو نے کیا اندازہ قائم کیا؟"

"یہی کہ تو انوکھی حیثیت کا انسان ہے۔ کیونکہ اوپر کی دنیا میں اتنی طویل عمریں نہیں ہوتیں کہ صدیوں کے نقش یوں لکیروں میں کندہ ہو

جائیں اس لئے بلاشبہ تو دوسروں سے مختلف اور عجیب قوتوں والا ہے۔"

"خوب.. یہ تو نے مشاہدے کی بات کی.. اب اپنے غم کی روشنی میں میری تفسیر بتا.." میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور تم جانتے ہو پروفیسر کہ میں خود ستائی کا شوقین نہیں تھا.. اپنے بارے میں اس کے سزا سے سن کر اس کے تھیرے لطف اندوز نہیں ہونا چاہتا تھا بلکہ مجھے عظیم انسانوں کی تلاش رہتی تھی.. بوڑھے کے اس طلسم خانے میں.. میں نے جو تھا وہ اسرار و مدبر کی اعلیٰ مثال تھا.. اور اگر یہ شخص علم و ہنر کا سمندر ہے تو میں بھی اس سے بہرہ ور ہونا چاہتا تھا.. چنانچہ یہ خواہش صرف اسی طلب کا نتیجہ تھی..

"یقیناً.. لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے بارے میں جاننے کے شوقین ہیں.. مجھے تیری ذات سے لگاؤ ہے تو تجھے میرے علم سے.. کیا میں نے غلط کہا؟"

"نہیں.. تیرا خیال درست ہے.."

"تو میں خود بھی دیر کرنے کا قائل نہیں ہوں لیکن یہ تو بتا کہ کیا تو اوپر کی دنیا کے لوگوں کی مانند آرام کا قائل ہے؟"

"نہیں.. بلکہ میں اس سلسلہ میں تمہاری دنیا کے نظام سے زیادہ متاثر ہوں.."

"یعنی؟"

"یعنی یہ کہ انسان اپنی جسمانی قوتوں کے تحت جب تک مصروف عمل رہ سکے اور جب تنہا محسوس کرے تو آرام کرے.. ایک تعین کے تحت آرام کا وقت کم از کم میرے جیسے انسانوں کے لئے ضروری نہیں ہے.."

"ہاں یہی بات ہے.. یہاں نندن نکلتا ہے نہ رات ہوتی ہے بس جب تنہا محسوس کرو، آرام کرو.. لیکن تو نے میری بات کا جواب نہیں دیا.."

"نہیں سلاٹون.. میں آرام کی ضرورت نہیں محسوس کر رہا بلکہ تیرے جیسے عالم کے ساتھ تو شاید میں کبھی تنہا محسوس کروں.."

"تب پھر آؤ.. ہم ایک بار پھر اسی دانشکدے میں چلتے ہیں، میں وہاں تیرا مشاہدہ کروں گا اور اپنے ذہن میں اس کی تفسیر تحریر کر لوں گا کیا تو اس کے لئے تیار ہے؟"

"یقیناً.. میں نے جواب دیا اور ہم دونوں اس نشست گاہ سے اٹھ گئے.. ایک بار پھر میں رنگوں کی اس پراسرار دنیا میں پہنچ گیا جو بلاشبہ میرے لئے پرکشش تھی.."

"اس دانشکدے میں کائنات کا ہر زاویہ موجود ہے.. آئیں تجھے ماضی کے سائے میں کھڑا کروں اس طرف آ.. اس نے کہا اور میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا.. بوڑھے سلاٹون مجھے ایک رخ پر کھڑا کر کے ہٹ گیا.. اور پھر اس کی نگاہیں اوپر اٹھ گئیں.. میں اسے دیکھتا رہا اور اس کے ساتھ ساتھ میری نگاہیں بھی ان اطراف کا طواف کرتی رہیں جہاں وہ دیکھ رہا تھا.."

دانشکدے کے رقبے میں زادیوں میں اٹھ کر میں نجانے کتنی دیر تک کھڑا رہا.. میں نے اپنی کیفیت تبدیل نہیں کی تھی.. بوڑھے سلاٹون کے ساتھ میں مکمل تعاون چاہتا تھا اور تعاون کر بھی رہا تھا..

بہر صورت پروفیسر ایک بات کا تو میں اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ بلاشبہ ان تمام دانشوروں سے زیادہ دانشور اور ان تمام باعلموں سے زیادہ

عالم ہے جو مجھے مل چکے تھے۔ جنہوں نے اپنے طور پر ستارہ دانی میں اور بہت سے علوم میں کمال حاصل کیا تھا۔ سلاووس ان سب سے افضل و اعلیٰ تھا اور اس کا مظاہرہ صرف اس وانفکدے سے ہوتا تھا جس کی دیواریں بہشت پہلوتھیں اور ہر دیوار ایک نئے رنگ کی حامل تھی اور ہر نیارنگ علم کا منبع۔

کافی دیر اسی طرح گزر گئی۔ سلاووس کی نگاہیں بھٹکتی رہیں اور اس کے چہرے پر مختلف تاثرات ابھرتے رہے۔

گو میں ان تاثرات کا صحیح تجزیہ نہ کر سکا تھا لیکن میں اتنا سمجھ رہا تھا کہ کوئی ایسی بات ہے جس نے سلاووس کو متحیر کیا ہے پھر اس نے گروں

جو کائی اور کافی دیر تک آنکھیں بند کئے رہا۔ پھر نگاہیں اٹھا کر میری جانب دیکھا۔

”تیرا شکر یہ صدیوں کے جیلے۔ تیرا شکر یہ۔ اب اس زاویے سے واہیں آجا۔“ اس نے کہا۔

اور پروفیسر اس نے مجھے جس نام سے پکارا تھا بلاشبہ اس میں اس کے علم کی تفسیر تھی۔ میں نے آخری بار اسے مدبر و دانشور تسلیم کر لیا اور

میرے دل میں اس کا بے پناہ احترام جاگ اٹھا۔

میں نے تہیہ کر لیا پروفیسر کہ اگر یہ شخص میرا دوست بن کر مجھے اپنے علم سے روشناس کرائے گا تو شاید ساری زندگی میں اس سے زیادہ کسی

کی عزت نہیں کروں گا۔ چنانچہ میں اس کے کہنے سے ہنستا آیا۔ اس نے میری بدن کو ٹھونک کر دیکھا اور متحیرانہ انداز میں بولا۔

”بلاشبہ تو میری زندگی کے سارے علوم کا ذخیرہ ہے۔ ایک خزانہ ہے جو میں نے تیری شکل میں دیکھا اور پایا اور میں اس بات سے انکار

نہیں کر سکتا کہ تیری قیمت اتنی ہے کہ میرا یہ سب کارخانہ یہ دانش کدہ جو میں نے شدید محنت کے بعد زمین کے نیچے قائم کیا ہوا ہے اور یہ ساری کاوشیں

جو میں نے آج تک کی ہیں۔ اگر تیرے عوض رکھی جائیں تو اس سے کہیں زیادہ قیمتی ہے۔“

”اور سلاووس تم نے میری اتنی تعریفیں کر دیں کہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اب تمہارا شکر یہ ادا کروں یا اجتنوں کی طرح سے تمہاری شکل

دیکھوں۔“ میں نے کہا۔

”نہیں میرے دوست نہیں۔ تو کائنات کی ایک ایسی تفسیر ہے کہ میں حیران رہ گیا ہوں۔ ہاں اگر تو چاہے تو دوستی کے سلوک کے طور پر تو

صرف میرے ساتھ تعاون کر جو میں تجھے کہوں اس کی حقیقت کا اعتراف یا انکار کرتا رہ۔“

”فھیک ہے میں تیار ہوں۔“

”تب آ۔ اب ہم یہاں سے چلتے ہیں اور میں تجھے تیرے بارے میں بتاؤں۔ پھر تو مجھ سے جو سوالات چاہے کرنا۔“ بوڑھے نے کہا اور

ایک بار پھر ہم وہاں سے نکل آئے۔۔۔ ان تمام حالات میں کسی بوریٹ کا تعلق نہیں تھا خاصی دلچسپ صورت حال تھی۔

نشست گاہ میں آکر ہم بیٹھ گئے۔ سلاووس بدستور پر شوق نگاہوں سے مجھے دیکھے جا رہا تھا۔ پھر اس نے آگے بڑھ کر میری دونوں آنکھیں

چوم لیں۔

”ان آنکھوں نے صدیاں دیکھی ہیں۔ ان آنکھوں نے وہ سب کچھ دیکھا ہے جو کوئی اور نہیں دیکھ سکا ہوگا۔ بلاشبہ۔ بلاشبہ یہ آنکھیں عظیم

ہیں۔ میں نہیں جانتا میرے دوست کہ میں تجھے کون کس نام سے پکاروں۔ اگر میں تجھے صدیوں ساز کبوں تو غلط نہ ہوگا بلکہ میرے خیال میں یہی بہتر ہے

لیکن گوگل نے کہا تھا کہ کوئی تجھے پورا نام سے پکارنا تھا۔ میں تجھے پورا نام کہوں، کاس کہوں، صدیوں کا جینا کہوں، کیا کہوں۔ کیا تو مجھے بتانا پسند کرے گا صدیوں کے بیٹے کہ میں تیرا کیا نام لوں۔“ بوز حے سلاٹوس نے پوچھا۔

”یہ تیری سوج پر منحصر ہے سلاٹوس۔ تو جو نام چاہے مجھے دے۔“ میں نے جواب دیا۔

”تب میں تجھے کاس ہی کہوں گا۔ بلاشبہ میں جسے کاس کہوں گا وہ درحقیقت کاس ہی ہوگا۔ ناقابل تفسیر۔ اور تو اس وقت سے ناقابل تفسیر ہے جب کہ تفسیر کا تصور بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ ہاں میرے دوست میرا علم یہی کہتا ہے۔ اور کیا تو اس بات کو بتانا پسند کرے گا کہ کب تو نے دنیا کی ابتدا نہیں دیکھی۔ کیا تو نے اس وقت بھی اپنے آپ کو محسوس نہیں کیا تھا جب انسان موسسات سے بہت دور تھا جواب دے میرے دوست جواب دے۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے گروں بلانی۔

”اور پھر بدلتے ہوئے ادوار کے ساتھ تیری زندگی آگے بڑھتی رہی۔؟“ سلاٹوس نے سوال کیا۔

”یہ بھی ٹھیک ہے سلاٹوس۔“

”تو نے دنیا میں تہذیب کا ارتقاء دیکھا تو نے انسان کی عقل و دانش کا تماشا دیکھا تو نے دیکھا کہ انسان کس طرح ترقی کی جانب گامزن ہوا تو نے یہ بھی دیکھا کہ انسان کس طرح اپنے طور پر زندگی گزارنے کے بہتر ذرائع حاصل کرے گا۔“

اور میں بوز حے سلاٹوس کی باتوں کو بخور سنتا رہا اور اس کے مشاہدے کا قائل ہو گیا۔ وہ اپنے فن میں یکتا تھا اور میں اسے تسلیم کر چکا تھا۔

”تو نے ٹھیک کہا بوز حے سلاٹوس۔ میں تیری قدر تیری عزت کرتا ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”سن صدیوں کے بیٹے سن۔ تو ہر دور میں انسان کا معاون رہا ہے میرے دوست لیکن اس کے باوجود میں یہ کہوں گا کہ میرا سارا علم تیری شخصیت کے سامنے نااہل ہو جاتا ہے۔ میں حیرت سے دیکھتا ہوں کہ تو وہ ہے جس کے لئے کوئی تعین نہیں کیا جاسکتا اور جس کا علم نہ ستاروں میں پوشیدہ ہے اور نہ چاند کی روشنی میں۔ نہ زمین کی تہائیوں میں، نہ آسمان کی دستوں میں۔ ہاں تیرے بارے میں کوئی حتمی بات تو شاید کوئی بھی نہ کہہ سکے اور جو کچھ بتانے کی کوشش کرے گا تیرے لئے وہ حتمی نہ ہوگا میں نے تیری شخصیت کو جانچا ہے لیکن تیری ماہیت اور عظمت سے ابھی تک لاعلم ہوں۔“

”تمہارا خیال درست ہے سلاٹوس۔ اپنی ماہیت کے بارے میں تو کوئی آخری فیصلہ میں بھی نہیں کر پایا ہوں۔“

”اور میں نے تیرے بارے میں جو کچھ کہا کیا اس میں غلطی ہے؟“

”نہیں۔ میرا خیال ہے جن صدیوں کا تم ذکر کر چکے ہو وہ صدیاں میری زندگی میں آ کر گزر چکی ہیں اور ان صدیوں میں مجھے بے شمار دانشور ملے، بے شمار ستارہ شناس ملے، یونان میں، مصر میں، بابل میں اور نہ جانے کہاں کہاں میں نے ایسے لوگوں سے ملاقاتیں کیں جو علم و دانش کا پیکر تھے اور جنہوں نے دنیا کا ایک ایک راز معلوم کر لیا تھا لیکن میرے بارے میں کوئی بھی اتنی تفصیل سے نہیں بتا سکا جتنا کہ تم نے بتایا ہے۔ اور بلاشبہ مجھے وہ سارے ادوار یاد ہیں جن سے گزر کر میں تم تک پہنچا ہوں۔ سو میں نے خلوص دل سے تمہارے علم کا اعتراف کیا ہے سلاٹوس اور میں نے تمہیں ایک اعلیٰ مدد برتھلیم کر لیا ہے۔ یوں میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تم سے کوئی بات نہیں چھپاؤں گا جبکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جنہوں نے مجھے متاثر

کیا اور میرے بارے میں جاننے کے خواہش مند رہے لیکن میں نے انہیں تفصیل نہیں بتائی اور وہ تشدد رہے۔
 "تیرا جو پاس ہونا کاسب سے برا محو بہ ہے اور میں تجھے خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ایک پیشکش بھی کرتا ہوں۔"
 "کیا؟"

"میں نے جو کچھ بھی حاصل کیا ہے۔ اب تک میں نے جتنا علم سیکھا ہے میں اس کا کوئی پہلو تجھ سے پوشیدہ نہیں رکھوں گا۔ سب کچھ تیرے سامنے وہ ہوگا۔ تجھے بھی ادوار کی، انسان کی، کائنات کے سرستہ رازوں کی جستجو ہے اور میں بھی انہی کا رسیا ہوں۔ سو ہم دونوں مل کر اپنے علوم کا تبادلہ کریں گے اور نئے علم سیکھنے کے لئے کاوشیں بھی۔"

"مجھے منظور ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پروفیسر بلاشبہ یہ دوسری زندگی کا سب سے شاندار دور رہا۔ اس دور کو میں ان صدیوں کا سنہری دور کہوں گا کیونکہ ایک عظیم وانشور میرے ہاتھ لگا تھا۔

"بڑی عمدہ بات ہوئی ہے۔ بہت ہی اٹلی۔ ہاں اب گوگل کی بات کرو۔ یوشنا کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"
 "گوگل سے چاہتی ہے؟"

"ہاں۔ لیکن اس کی چاہت نے اب دشمنی کا رنگ بدل لیا ہے۔"

"کیا یہ دشمنی بھی محبت کا ایک رنگ نہیں ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"بلاشبہ۔ لیکن اس میں ایک تبدیلی کا امکان ہے۔" بوڑھے سلاٹس نے کہا۔
 "وہ کیا؟"

"بعض اوقات رازدراں بھی محبوب بن جاتے ہیں۔"

"اوہ۔ لیکن میں اس سے اس کی محبت نہیں چھینوں گا۔"

"عورت کا تیری زندگی میں کیا دخل رہا ہے؟" سلاٹس نے پوچھا۔

"ایک ضرورت، ایک لحاظی ضرورت، کبھی میں نے اسے منوں بھی سمجھا ہے، عمر کا ساتھی بھی سمجھا ہے اور درحقیقت عورت کا یہی روپ کامل ہے۔ لیکن میرے لئے نہیں۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ اس کی عمر میرا ساتھ نہیں دے سکتی۔"

"وہ بوڑھی ہو جاتی ہوگی؟"

"ہاں اور پھر مر جاتی ہے۔"

"تیرے دل میں محبت کا عنصر ہے؟"

"ایک انسان ہی کی مانند" میں نے جواب دیا۔

"تو ہمدردی کو تو محبت نہیں سمجھتا؟"

"اس میں ایک تبدیلی کر لو۔ ہمدردی میرا ہمسر ہے۔ محبت میری ذہنی چٹنگی ہے، میں محبت کو درگ نہیں دے سکتا جو انسان دیتے ہیں۔"

"یعنی؟"

"نفاذ بقا، میرے بس میں نہیں ہیں میں نے کسی مرنے والے کو موت سے چھیننے کی کوشش نہیں کی ہے۔ میں نے اسے زندہ کرنے کے

خواب نہیں دیکھے اور جب وہ زندہ ہوتا ہے تو اس سے ورنی کا تصور نہیں کیا۔ لیکن موت کے بعد اسے بھولنے میں مجھے کوئی دشواری نہیں ہوئی۔"

"غالباً اس لئے کہ تو اس کا عادی ہو گیا ہے۔"

"سو فیصدی۔"

"تو عام انسانوں کی مانند کبھی تھکتا نہیں؟"

"نہیں۔ مری ہسپانی قوتیں کبھی زوال پذیر نہیں ہوتیں۔"

"تجھے نیند آتی ہے؟"

"نیند نہیں۔ البتہ میں عام انسانوں کی طرح کبھی کبھی سکون کا متلاشی ہوتا ہوں۔ لیکن اس وقت جب میرے سامنے کوئی مشغلہ نہ ہو۔ اوپر

کی دنیا کے لوگ دن رات کے عادی ہوتے ہیں۔ چنانچہ رات کو زندگی معطل ہو جاتی تھی اور اس کے ساتھ ہی مجھے بھی خاموش ہونا پڑتا تھا۔ ہاں

میرے سناںدرا ایک بیزارگی کی کیفیت ضرور ہے۔"

"کیسی بیزارگی؟"

"ادوار کی طوالت۔ مسلسل ایک ہی کیفیت مجھے ماحول سے بیزار کر دیتی ہے اور اس وقت میں سکون کا متلاشی ہوتا ہوں۔۔۔ اس سکون کے

لئے میں ایک طویل نیند سو جاتا ہوں اور اس طرح سونے کے بعد جب میں جاگتا ہوں تو ادوار بدل چکے ہوتے ہیں اور پھر یہ بدلا ہوا ماحول میرے

لئے غیر دلچسپ نہیں ہوتا میں اس میں پوری دلچسپی لیتا ہوں۔"

"یہ نیند کتنی طویل ہوتی ہے؟" سلاٹوس نے پوچھا۔

"بعض اوقات صدیاں بیت جاتی ہیں۔"

"اس دوران تیرا بدن؟"

"مکفوظ رہتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تو اس کی حفاظت کے لئے کوئی بندوبست کرتا ہے؟"

"ہاں مختصر سا۔"

"کیا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ تو نیند کے عالم میں کسی کے ہاتھ جا لگا ہو؟"

"ہاں۔ لیکن جب میرے اندر زندگی دوڑتی ہے تو دوسروں کی جو کیفیت ہوتی ہے وہ قابل دید ہوتی ہے۔"

"یقیناً ہوتی ہوگی لیکن یہ تو جتنا کہ اگر نیند کے دوران کوئی تیرے سکون میں مداخلت کرے تو کیا تیری آنکھ کھل جاتی ہے؟"

"ہاں۔"

"کیا تو کسی میعاد کا تعین کر کے نہیں سوتا؟"

"تعین ہوتا ہے لیکن اگر درمیان میں مداخلت ہو جائے تو میں جاگ جاتا ہوں۔"

"ہد لے ہوئے ادوار کے ڈھنگ ہی اور ہوتے ہوں گے؟"

"پیشک۔"

"تو خود کو ان میں ضم کس طرح کر لیتا ہے؟"

"اس کا ایک ذریعہ ہے۔"

"کیا۔" اس نے پوچھا۔

"ستارہ شناسی میں ستاروں سے ادوار کی باتیں کرتا ہوں اور وہ مجھے مستقبل کی تفصیل بتا دیتے ہیں۔ میں جاگتا ہوں تو اس دور سے

ناواقف نہیں ہوتا۔"

"یعنی امر ہے۔" بوڑھے نے سر ہلاتے ہوئے کہا کہ وہ سمجھنے والا تھا اور جانتا تھا ان ساری باتوں کو کسی با علم کی مانند۔ "تو تیری زندگی تو

صد ہا کہانیوں سے عبارت ہوگی۔"

"کہانیاں ہی تو کتابت سے پھلتی ہیں۔"

"ہاں۔ لیکن میری زندگی میں یہ حسن نہیں ہے۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ میں تیری طرح لامحدود نہیں۔ ہر شبہ میں بھی صدیوں سے زندہ ہوں لیکن میری عمر کا اختتام ہے اور میں اس دور کی جستجو نہیں

کرتا جو ایک طویل وقفے کے بعد آنے والا ہوتا ہے اور اس دور میں کمن رہتا ہوں جس میں سانس لے رہا ہوں۔" بوڑھے سلاٹس نے جواب دیا۔

"بات عورت کی ہو رہی تھی۔" میں نے اسے یاد دلایا۔

"ہاں عورت کی بھی اور گولڈ کی بھی۔"

"یقیناً گولڈ ہی کے سلسلے میں یہ بات نکلی تھی اور جو کچھ تو کہہ رہا ہے سلاٹس میرا خیال ہے اسے سمجھنے میں، میں نے غلطی سے کام نہیں لیا۔

تو نے کہا تھا کہ کبھی کبھی راز داراں محبوب بھی بن جاتا ہے۔ اور یہ منزل تو آکر گزر چکی ہے سلاٹس۔"

”اور.. گویا.. گوگلڈ نے تجھ سے اظہارِ عشق کیا تھا..“

”نہیں.. اسے اظہارِ عشق نہ کہو.. اس نے یہی کہا تھا کہ وہ کناشی سے نفرت کرتی ہے اور میرے ساتھ رہ کر میری کچھ خوبیوں سے متاثر ہو کر

اس کے ذہن میں یہ تصور پیدا ہو چلا ہے کہ کاش کناشی سے پہلے وہ مجھ سے ملی ہوتی..“

”یہی تو ابتداء ہے میرے دوست..“ بوڑھے سلاٹوس نے مسکراتے ہوئے کہا.. اور میں اس راتیں مزان بوڑھے کو دیکھنے لگا..

”لیکن میں اس ابتداء کو ابتداء ہی رہنے دوں گا..“

”آخر کیوں؟“

”اس لئے کہ یہ میری زندگی کا اصول نہیں رہا ہے.. عورت ہینک میری زندگی میں بار بار داخل ہوتی ہے لیکن میں نے کبھی بھی خود کو کسی

عورت کے لئے نمبر دو نہیں سمجھا.. اگر رہا ہوں تو اس کا واحد محبوب رہا ہوں اور اگر کسی کو محبت سے مایوس ہو کر کسی کے حصول میں ناکام رہا.. تو کوئی عورت

میری جانب آئے، میرے لئے وہ قابل قبول نہیں ہوتی..“ میں نے جواب دیا..

”خوب.. خوب.. تو گوگلڈ کی اعانت میں عورت نہیں ہے..“ سلاٹوس نے پوچھا..

”ہرگز نہیں.. قطعی نہیں..“

”تب ٹھیک ہے.. لیکن اگر وہ تجھ سے اس قدر متاثر ہو گئی کہ کناشی کے بعد اس نے تجھے اپنی زندگی میں داخل کرنے کے بارے میں سوچا

تو کیا ہوگا؟“

”میں نہیں کہہ سکتا سلاٹوس کہ کیا ہوگا لیکن اتنا میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ عورت کو کبھی اپنی منزل نہیں سمجھتا..“

”ہاں.. تیری زندگی سے یہ بات واضح ہے.. تو ٹھیک ہے تو گوگلڈ کی مدد کر دے حالات جو کچھ بھی ہوں اور جس انداز میں بھی آگے

بڑھیں ان کو دیکھ لینا اور اگر تو چاہے تو کناشی سے جنگ میں تو خود بھی جا، اور میں بھی چلوں گا ہم دونوں اسے اس کی منزل تک پہنچا دیں..“

”اور کیا تو اس کے لئے تیار ہو جائے گا سلاٹوس؟“

”کیوں نہیں.. تیرے ساتھ تو اب میں زندگی کے بہت سے لمحات گزارنے کا فیصلہ کر چکا ہوں..“ سلاٹوس نے جواب دیا..

”تب ٹھیک ہے.. میں اپنی جسمانی قوتوں سے اس شخص کو زیر کرنے کی کوشش کروں گا.. لیکن اگر کبھی تیری ضرورت پیش آجائے تو تو مدد کر

دینا.. اس سلسلے میں تجھے اتنا ساتھ تو دینا ہوگا..“

”ہاں یہی بہتر ہوگا اور مجھے یقین ہے کہ اگر جسمانی قوتوں سے اسے زیر کیا جائے تو بات اتنی بری نہ ہوگی..“

”ہاں سلاٹوس میں تیری بات سے اتفاق کرتا ہوں..“

”بالکل ٹھیک ہے کاس، اگر ہم اپنے علم کو کسی انسان کو نقصان کے لئے استعمال کریں تو ہمارا ضمیر کبھی مطمئن نہیں ہو سکتا اور یہ علم سے

بغاوت بھی ہوگی.. چنانچہ اگر کسی جسمانی قوت کے تحت کسی انسان کو زیر کر بھی لیا جائے تو اپنے آپ کو لاحقہ وہ قوتوں کا حامل بناتا ہے تب انسان کو اتنا

برا نہیں لگتا۔

لیکن علم کے حصول کے لئے ایک شرط بھی عائد ہوتی ہے اور یہ شرط علم کی طرف سے ہی عائد کی جاتی ہے۔ چنانچہ اگر کشاشی سے مقابلے میں تجھے کچھ وقتیں پیش آئیں تو میں تیرے ساتھ رہوں گا۔ دوسری صورت میں یہی بہتر ہے کہ تو بسسانی طور پر اسے شکست دے اور گوکلہ کو اس کی منزل پر پہنچا دے اور اس کے بعد ہم استے چھوڑ دیں گے۔ وہ اپنی زندگی کے راستے طے کرنے کی اور ہم اپنے علم کے۔“

سلانوس نے کہا اور بات طے ہو گئی۔ گوکلہ اب تک ہمارے کمرے میں نہیں آئی تھی، تب سلانوس ہی نے کہا کہ اب غذا کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ چنانچہ اس نے غذا کی تیاری کی لئے وقت مانگا اور میں گوکلہ کی تلاش میں چل پڑا۔

اس عجیب و غریب ماحول میں میں اجنبی ضرور تھا لیکن سلانوس نے مجھ پر اس قدر اعتبار کر لیا تھا کہ اس نے مجھے راستہ بتانے کی ضرورت بھی نہیں سمجھی اور میں اس کارخانے کے ایک ایک حصے کو دیکھتا ہوا چلا رہا۔

کئی بار میں نے گوکلہ کو آوازیں بھی دیں۔

تھوڑی دیر کے بعد گوکلہ مجھے نظر آ گئی۔ وہ ایک گول دروازے سے جو پتھر لے عمارت میں قدرتی ہی معلوم ہوتا تھا نکل رہی تھی۔

گوکلہ کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ اس نے مجھے دیکھا اور پھر متعلقہ سی میرے نزدیک پہنچ گئی۔

”اوہ کاس۔“ اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

”کیا تم سو گئی تھی گوکلہ؟“

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ بس یونہی میں نے ایک مناسب جگہ لیٹ کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔۔۔۔۔ ہاں سناؤ۔ وہ سلانوس کہاں ہے؟“

گوکلہ نے اسی متعلق لہجے میں پوچھا۔

”غذا کا بندوبست کرنے گیا ہے ہم لوگوں کے لئے۔“

”خیر۔ تمہارے اس سے دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے؟“

”ہاں گوکلہ بلاشبہ وہ علم عمل کا سمندر ہے۔“ میں نے جواب دیا اور گوکلہ پھیکے سے انداز میں مسکرائی۔

”اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ سلانوس کا علم لامحدود ہے۔ وہ بے پناہ وسعت رکھتا ہے۔“

”یقیناً۔“ میں نے جواب دیا۔

”تمہاری اس سے کیا بات ہوئی کاس؟“

”بہت سی کارآمد گنٹلو اور گوکلہ تجھے یہ سن کر خوشی ہوگی کہ سلانوس بھی ہمارے ساتھ کشاشی کی سرکوبی کے لئے چلے گا۔“

”کیا۔؟“ گوکلہ اچھل پڑی۔

”ہاں سلانوس اس کے لئے تیار ہو گیا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ چلے۔“ میں نے جواب دیا۔

"اور.... اوو..... کاس.." گوکلہ بے اختیار ہیرے نرہ یک آگئی.. اس نے میرے سینے پر دونوں ہاتھ رکھے اور پھر اپنا سر بھی نکا دیا.. لیکن میں نے اس کی پذیرائی نہیں کی تھی.. "کاس تو ایسی ہی بے پناہ تو توں کا مالک ہے کوئی بھی تیرا مطیع ہو سکتا ہے.. سلاؤس جس نے شاید کبھی زندگی میں تحت لٹری کے کسی انسان کو اتنی اہمیت نہ دی ہوگی کہ وہ اسے کچھ دقت بھی دے سکے.. ہاں اس نے جن لوگوں کو علوم سیکھائے ہیں خود سے کافی دور رکھا ہے.. البتہ انہیں حکم دیتا رہا.. ہدایات جاری کرتا رہا لیکن اپنی قربت کی خواہش سلاؤس نے کبھی پوری نہیں کی تھی.. لیکن تو..... تو ابتداء ہی سے میری لئے بھی پراسرار رہا ہے اور شاید سلاؤس کے لئے بھی اور کتنے تعجب کی بات ہے کہ سلاؤس ایک ایسے معرکے میں حصہ لینے کا فیصلہ کر چکا ہے جس کے لئے وہ مجھے بار بار منع کر چکا ہے لیکن کاس.. کاس تو ایسی ہی تو توں کا مالک ہے.."

"میرنی صرف یہ خواہش ہے گوکلہ کہ میں تمہیں تمہاری منزل تک پہنچا دوں.."

"اور اس کے بعد.." گوکلہ نے برق پاش نکا ہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا..

"اس کے بعد میں اپنے راستے چل پڑوں گا.." میں نے بے رحمی سے جواب دیا..

"تیرے راستے؟" گوکلہ نجیب سے لہجے میں بولی..

"ہاں گوکلہ تیری یہ دنیا عجیب ہے.. میں اس سے بے حد متاثر ہوا ہوں میں اس دنیا کے پچھے پچھے کو دیکھنا چاہتا ہوں.."

"لیکن اگر تو میرے ساتھ اس دنیا کو دیکھے تو کوئی حزن ہے؟"

"ہاں گوکلہ.."

"کیا حزن ہے کاس..؟" گوکلہ دکھ بھرے لہجے میں بولی..

"میں طویل عرصے سے اس دنیا کو شہاد بگھتا آ رہا ہوں اور مجھے بھی تنہائی کی عادت پڑ گئی ہے اگر کوئی ایسی شخصیت میرے ساتھ ہو.. جو اس

دنیا کی مانند دلکش ہو تو میری توجہ ہٹ جاتی ہے اور میں تحقیق کی قوت کھو بیٹھتا ہوں.."

"لیکن کاس میں تیرے کام میں مداخلت نہیں کروں گی.."

"تو کیا چاہتی ہے گوکلہ؟"

"تیرا قرب.."

"کیوں؟" تیرا محبوب تو کناشی ہے.."

"نہیں کاس.. اب میرا محبوب تو ہے.."

"مجھے یقین نہیں ہے گوکلہ.."

"کیوں؟"

"ایک بات بتا.. کیا تو کناشی سے انتقام کے جذبہ کو ترک کر سکتی ہے؟"

"تو یہ چاہتا ہے؟"

"اگر چاہوں تو؟"

"تو میں اس جذبہ کو ترک کر سکتی ہوں۔ حالانکہ اس کے بعد مجھے اپنی طویل زندگی کے زیاں کا شدید افسوس ہوگا۔"

"لیکن تیری توجہ میری طرف کیوں ہوگئی گوگل؟"

"اس لئے کہ تو کناشی سننے بھی عجیب ہے۔ تو اس سے زیادہ خواہ صورت ہے اور تو اس سے زیادہ خوبیوں کا مالک ہے۔" گوگل نے جواب دیا۔

"کیا جذبے یوں فنا ہو جاتے ہیں گوگل۔ یا تو تھک گئی ہے؟"

"میں صرف ابھی ہوئی ہوں کاس۔"

"کیوں ابھی ہوئی ہے؟"

"اس سے قبل۔ یعنی اس وقت سے قبل جب تو میرے سامنے نہیں آیا تھا۔ میرے دل میں صرف ایک جذبہ تھا کناشی سے انتقام۔ لیکن

اب ایک اور خیال پیدا ہو گیا ہے۔"

"کیا خیال؟"

"تیرا خیال۔ تیری شخصیت کا معما اب میرا اور خیال بن گیا ہے کہ تو کیا ہے۔ اور جب تیرے بارے میں سوچتی ہوں تو الجھ جاتی ہوں

اور پھر تو میری آنکھوں میں میرے خیال میں ایک معما بن کر رہ جاتا ہے۔ میں سوچتی ہوں کہ میں کناشی کے لئے وقت کیوں ضائع کروں۔"

"یہ خیال کی پائیداری تو نہیں گوگل۔؟"

"ہاں مجھے احساس ہے۔"

"اس طرح تو تیری ساری زندگی کا مقصد ختم ہو جانا ہے۔"

"مجھے یہ بھی احساس ہے۔ لیکن بس۔ میں پریشان ہوں کاس۔ میں سخت پریشان ہوں۔"

"میں اس سلسلہ میں ایک تجویز پیش کر سکتا ہوں۔"

"کیا؟" اس نے پوچھا۔ درحقیقت اس کے چہرے پر پریشانی کی جھلکیاں تھیں۔

"تو اپنے جذبے کی آگ کو سرد نہ کر گوگل۔ کناشی سے اپنا انتقام لے لے اتے ٹکست دے دے۔ اسے نچا دکھا اور جب تو اس پر قابو پالے اور

اسے مسخر کر لے تو پھر فیصلہ کرنا کہ تو کناشی کو زیادہ چاہتی ہے یا مجھے۔"

گوگل سوچ میں ڈوب گئی پھر تھکے تھکے لہجے میں بولی۔ "تیری تجویز اچھی ہے لیکن اس میں کچھ الجھنیں بھی ہیں۔"

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"اگر کناشی تیرے ہاتھوں مارا گیا اور میرے دل نے کہا کہ میں اسے زیادہ چاہتی تھی تو۔ پھر میں کیا کروں گی اور اگر تو کناشی کے ہاتھوں

خانا ہو گیا تو کیا میں اپنے دل کو سمجھا سکوں گی؟ کیا مجھے تیری موت کا دکھ نہ ہوگا؟

"گوکلہ میں تیرا ساتھ دے سکتا ہوں لیکن اسی شرط پر کہ تو پہلے اپنے مقصد کی تکمیل کر اس کے بعد میرے بارے میں سوچ۔"

"نھیک ہے۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔" ابھی ہوئی عورت نے کہا اور پردے میں خاموش ہو گیا۔

عورت خوبصورت ننھی پرو فیئر۔ لیکن اس کا یہ روپ مجھے پسند نہیں آتا تھا۔ ممکن تھا کہ اس وقت میں گوکلہ کا ساتھ قبول کر لیتا جب تک مجھے

سلاؤس نہیں ملتا تھا۔ لیکن عورتیں تو بہت مل سکتی تھیں۔ ہاں سلاؤس جیسا شخص بار بار نہیں ملے گا۔ اگر میں گوکلہ کی بات مان کر اس کا ساتھ قبول کر لیتا

تب بھی ابجھن تھی اور وہ ابجھن یہ تھی کہ پھر میں ایک مستقل عورت کا ساتھی بن جاتا جس کے ذہن میں یہ احساس ہوتا کہ میرے لئے اس نے اپنے

مشن سے توجہ کر لی ہے۔ اس طرح مجھے اس کی بھرپور پذیرائی کرنی پڑتی اور گوکلہ اسے اپنا حق سمجھتی۔ لیکن تحقیق کی کتاب کا کوئی باب ایسا نہیں تھا کہ

میں نے کسی عورت کے لئے اپنی جستجو ترک کی ہو اور نہ ہی اب میں یہ چاہتا تھا۔

پھر سلاؤس نے ہماری گفتگو کا سلسلہ تو ز دیا۔ وہ غذا کا انتظام کرنے کے بعد ہمارے پاس پہنچ گیا تھا۔

اس نے ہمیں دعوت دی اور ہم دونوں اس کے ساتھ چل پڑے کہانے کے دوران سلاؤس نے کہا۔ "لڑکی میں تجھ سے پہلے بھی کہہ چکا

ہوں کہ تو میرے لئے قابل امتنا نہیں تھی۔ لیکن میری آنکھوں نے وہ ہیرا دیکھ لیا جو تو ساتھ لائی تھی اور مجھے اپنی بیٹائی پر نخر ہے۔ اس طرح میں تیرا بھی

شکر گزار ہو گیا اور بالآخر ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم دونوں تیری مدد کریں۔"

"میں تمہاری شکر گزار ہوں مقدس استاد۔" گوکلہ نے کہا۔

"کیا تو جانتی ہے کہ یوشنا کی موت کے بعد تو اس سرزمین کی کاس ہوگی؟"

"ہاں۔ اگر اسے فلکست دے سکی۔"

"کیا بات ہے تو اتنی خوش نہیں ہے گوکلہ؟"

"ہاں۔ مقدس سلاؤس۔ میں ایک ابجھن میں گرفتار ہو گئی ہوں۔"

"کیسی ابجھن؟"

"بعض اوقات مقاصد کے راستے زندگی کی منزل بن جاتے ہیں۔"

"صاف صاف کہہ۔ کیا کہنا چاہتی ہے؟"

"میں اس سے محبت کرنے لگی ہوں سلاؤس۔"

"کس سے؟" سلاؤس اچھل پڑا۔

"کاس سے۔ اور اب میرے دو مقصد ہو گئے ہیں جن میں سے ایک کو میں ترک کرنے کے لئے تیار ہوں۔" گوکلہ نے کہا۔

"کون سے مقصد ترک کر دے گی تو؟"

"کیا؟"

"وہ یہ کہ مجھے اپنی تحقیق اپنی طویل نر زندگی کا مشن دنیا کی تمام تر چیزوں سے زیادہ عزیز ہے اور میں اس میں کسی بھی صورت میں گوگلہ کی مداخلت پسند نہیں کرتا۔ اگر وہ پوشنا سے انتقام لینا نہیں چاہتی اور اسے معاف کر چکی ہے تب بھی میں اسے اپنی زندگی میں کوئی جگہ دینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا اپنا مقصد دوسرا ہو چکا ہے۔"

"ہاں گلہ نھیک ہے کاس۔ ہم اپنے علم سے نجانے کون کون سی منازل طے کریں گے اس میں ایک عورت کو رخصت انداز نہیں ہونا چاہیے۔"

"مگر اب کیا کیا جائے؟"

"گوگلہ کو اس کی جگہ پہنچا دیا جائے۔ پوشنا کو شکست دینے میں پوری طرح دلچسپی لے رہا ہوں۔ چنانچہ ہمیں اس کی کوئی بات نہیں ماننی چاہیے۔ اس میں یہ جو فی سوج پیدا ہوئی ہے میرا خیال ہے ہمیں اسے ہوا دینی چاہیے۔ یعنی پوشنا سے جنگ اور بہتر یہ ہے کہ ہم جلد از جلد یہاں سے نکل چلیں۔ تاکہ پوشنا کو شکست دینے کے بعد اپنی دنیا میں واپس آ جائیں اور اس کے بعد اگر وہ ہمیں لاکھوں آوازیں دیں تب بھی ہم دف کی اس نکتہ چینی مرکز سے باہر نہیں نکلیں گے۔" میں نے کہا۔

"بلاشبہ... بلاشبہ۔ تحقیق کرنے والے کامل لوگ وہی ہوتے ہیں جو زندگی میں کسی بھی رکاوٹ کو برداشت نہ کریں اور میں جانتا ہوں کہ تیری صدیاں کیوں کامیاب ہیں۔ تو نے کسی ایک منزل کو اختتام نہیں بنا یا کاس۔ تیری یہ زندگی صدیوں چلے گی کیونکہ جو لوگ کہیں اختتام نہیں سمجھتے وہ آگے بڑھتے ہی رہتے ہیں۔ نھیک ہے ہم کچھ عرصے کے بعد پوشنا سے جنگ کریں گے۔"

اور پروفیسر میں نے اور سلاٹس نے مل کر ایک پروگرام باقاعدہ ترتیب دے لیا۔

بلاشبہ اس سفر میں گوگلہ کا جوش وہ نہیں تھا جو کچھ عرصہ قبل تھا وہ کم صم نظر آ رہی تھی۔ لیکن بہر صورت ہم اس کی اس کیفیت کو زیادہ اہمیت نہیں دے رہے تھے۔ بلکہ یوں سمجھا جائے تو بہتر ہے کہ ہم اس بوجھ کو سر سے اتارنا چاہتے تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ مقدس سلاٹس اگر چاہتا تو گوگلہ کو اپنی دنیا سے باہر نکال سکتا تھا۔ یعنی وہ اپنے غاروں میں بند ہو جاتا اور گوگلہ کی کسی پکار پر کان نہ دھرتا۔ خواہ وہ پکار پکار کر مر جاتی۔ لیکن چونکہ ہم گوگلہ کے مشن کی تکمیل کے لئے یہاں تک آئے تھے اس لئے اسے کسی بھی طور نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔ ہاں اگر وہ اپنی منزل پالیتی تو اچھا تھا اور البتہ یہ بات طے ہو چکی تھی کہ اس کی منزل یہاں نہیں تھی۔ چاہے وہ پوشنا کو قتل کر دے یا اسے معاف کر دے۔

تو میں اس ولکش اور پراسرار دنیا کے مناظر سے لطف اندوز ہونا آگے بڑھتا رہا۔ سلاٹس اور گوگلہ میرے ساتھ تھے۔ گوگلہ نے نوو میں ایک نیا عزم پیدا کیا تھا۔ اس نے راستے میں بھی یہ بات کہی تھی کہ وہ منزل سے ہٹک گئی تھی اور اس کے لئے معافی چاہتی ہے۔

جوں جوں ہم آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ مناظر حسین ہوتے جا رہے تھے۔ ورمیان میں بستیاں بھی پڑیں لیکن ہم نے انہیں نظر انداز کر دیا اور پھر روشنی کا سفر کرتے ہوئے ہم ایسے علاقے میں پہنچ گئے۔ پروفیسر جسے روج کائنات کہا جا سکتا ہے۔... اس سے زیادہ حسین منظر کا تصور نہیں کیا جا سکتا کس قدر خوبصورت جگہ تھی وہ۔ حسن و جمال بے مثال۔ تب سلاٹس نے کہا۔

"بیشک اس نے اپنے ظلم سے اسے لازوال حسن بخشا ہے لیکن اس کا ظلم بے عمل ہے۔"

"کیوں سلاؤس؟"

"ہم اس کے دشمن کی حیثیت سے اس کے اس قدر نزدیک پہنچ گئے ہیں۔ لیکن وہ ہم سے لاعلم ہے جبکہ اسے نہیں ہونا چاہیے تھا۔"

"اوه۔ یہ درست ہے۔"

"یہ درست نہیں ہے۔" ایک آواز فضا میں گونجی اور اس کے ساتھ ہی ماحول پر اندھیرا سا چھا گیا۔ ایک تیز آواز فضا میں گونجنے لگی۔ اور پھر

ہوا کے تیز جھوٹے گئے ہماری طرف آنے لگے یہ جھوٹے گئے اپنے دامن میں ریت اور مٹی کے گولے سمیٹے ہوئے تھے۔

سلاؤس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کاس۔ اس نے مجھے نکارا۔"

"ہوں۔"

"وہ ہم سے لاعلم نہیں ہے۔ اس نے تیز آنندھیوں کو ہمارے استقبال کے لئے بھیجا ہے اور میں یہاں خود غرضی سے کام لوں گا۔"

"وہ کس طرح؟" میں نے پوچھا۔

"یہ آنندھیاں اتنی تیز ہوں گی کہ جو کچھ ان کے جلو میں ہوگا تمہارے سامنے آجائے گا لیکن ہم ان کا مقابلہ کریں گے۔ تم ان کے مقابلے

میں اپنی کون سی قوت استعمال کروں گے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔" سلاؤس نے کہا۔

"تو پھر دیکھو سلاؤس۔" میں نے جواب دیا۔

"ہواؤں کا شور بے پناہ تھا اور اب اس میں گڑگڑائش بھی شامل ہوگئی تھیں۔ سلاؤس نے دونوں ہاتھ بلند کئے اور پھر ایک ساتھ گرا دیئے

اور میں نے صاف محسوس کیا کہ گوگلہ اور اس کا بدن ٹھوس چٹانوں میں بدل گیا۔ وہ دونوں پتھر کے بن گئے تھے۔ تب میں نے دونوں پاؤں مضبوطی

سے زمین میں جمائے اور اگر یہ پاؤں زمین چھوڑ دیتے تو پھر میں اپنی باقی زندگی خود کو فٹ کرنے میں صرف کرتا۔ لیکن اس سے قبل میں اپنی

صدیوں کی کتاب جلا دیتا جس میں میں نے اپنی قوت کے تذکرے کئے تھے۔

میں نے دیکھا۔ تاورد رخت تنکوں کی مانند اڑے چلے آ رہے تھے۔ وزنی چٹانیں اس آنندھی میں اڑ رہی تھیں اور آنندھی برق رفتاری سے

ہماری طرف آرہی تھی۔ میں قہر آلود لگا ہوں سے اس سیاہ طوفان کو دیکھ رہا تھا جو پوری تیزی اور تندہی سے ہماری طرف بڑھ رہا تھا۔

قریب اور قریب..... اور قریب..... اور۔

☆.....☆.....☆

سیاہ طوفان قریب آ گیا۔ درختوں کے اڑتے ہوئے تنے میرے بدن سے ٹکرائے لیکن میرے بدن کی پھوٹی سی رکاوٹ انہیں روک نہ سکی اور وہ سنسناتے ہوئے آگے نکل گئے۔ اڑتی ہوئی چٹانیں میرے بدن پر لگتی اور یزہ یزہ ہو جاتیں۔

یہی کیفیت ان دونوں کی تھی۔ میں جانتا تھا کہ یہ گولڈ کا علم نہیں بلکہ سلاٹس کا علم ہے۔ گولڈ تو شاید یوشنا کے اس سپے ہی حملے سے فنا ہو جاتی اور میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اگر واقعی سلاٹس ہمارے ساتھ نہ آتا تو میں گولڈ کی حفاظت کس طرح کر سکتا تھا۔ جو کچھ سلاٹس نے کیا تھا وہ تو میرے لئے ممکن نہ تھا۔

میں زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتا تھا کہ گولڈ کو اپنے بازو میں راج بول لیتا اور اس آندھی سے بچانے کی کوشش کرتا لیکن اس شدید آندھی میں ممکن تھا کہ میرے قدم بھی اکھڑ جاتے۔۔۔ اس وقت تو میں اپنی پوری قوت اس بات پر صرف کر رہا تھا کہ میرے پاؤں زمین سے اکھڑنے نہ پائیں اور جس جگہ جیسے ہوئے ہیں جسے وہیں۔ لیکن اگر گولڈ میرے بازوؤں میں ہوتی تو شاید اسے سنبھالنے کے لئے بھی خاصی مشکلات اٹھانا پڑتیں۔ اور میں نے سلاٹس کو تسلیم کر لیا تھا۔ یہ اس کا علم تھا کہ جس نے گولڈ کو ایک ایسی چٹان میں تبدیل کر دیا تھا جو جتنی باہر تھی اس سے پچاس گنا زیادہ اندر زمین میں دفن تھی اور یہ تیز ہوائیں اسے اکھاڑ نہ سکتی تھیں۔

میں سلاٹس کے اس وسیع علم کے بارے میں سوچ رہا تھا اور خوفناک تیز و تند طوفان اپنی بھیانک آواز کے ساتھ ہمارے جسموں سے ٹکرانا گزرتا رہا۔۔۔ نقشہ ہی بگڑ کر رہ گیا تھا۔

جتنے درخت اکھڑے تھے ظاہر ہے فوری طور پر وہ دوبارہ زمین پر نہیں لگ سکتے تھے۔

گولڈ یوشنا نے اپنی تمام تر قوت سے یہ آندھی ہماری جانب بھیجی تھی۔ بڑے بڑے پتھر جو ہماری طرف اڑ کر بری طرح ہمارے جسموں سے ٹکراتے تھے اتنا برا تم تھا ان کا پرونیس کر تم سوچ بھی نہیں سکتے۔۔۔ لیکن بوزھے سلاٹس کے علم نے ان پتھروں کی کسی ٹکر سے ہمیں نقصان پہنچنے نہ دیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ یوشنا کو اس آندھی کا حشر معلوم بھی تھا یا نہیں۔ اس کی دور بین نگاہیں ہم لوگوں کو اس انداز میں دیکھ رہی تھیں یا اس سیاہ طوفان میں ہم بھی اس کی آنکھوں سے پوشیدہ تھے جبکہ میں اس پورے ماحول کو اب بھی دیکھ سکتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ سلاٹس اب بھی علیت میں مجھ سے کہیں آگے ہے۔ بے شک میری ہسمانی قوتیں ایک حیثیت ضرور رکھتی تھیں اور میرا اس طرح جھے رہنا نہ تو کوئی جاؤ تھا اور نہ ہی کوئی ایسا علم جس کے ذریعے میں نے یہ قوتیں حاصل کی ہوں۔۔۔ میں صرف اپنی اس صلاحیت سے کام لے رہا تھا جس نے صدیوں سے اب تک مجھے زندہ رکھا ہوا تھا۔ بالآخر طوفان ہم پر سے گزر گیا۔۔۔ اس کے چپھے کی نفاسی مانند صاف تھی جیسی طوفان آنے سے قبل۔

ہاں ہمارے حلیے جو کچھ بن گئے تھے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتے تھے۔ گولڈ ٹکڑوں کا پہاڑ معلوم ہو رہی تھی اور یہی کیفیت سلاٹس کی بھی تھی۔ اب وہ صرف پتھر نہیں رہ گئے تھے بلکہ ان کے جسموں سے گھاس پھوس اس طرح لپٹ گئی تھی کہ وہ صرف گھاس پھوس کا درخت ہی محسوس ہو سکتے تھے۔ لیکن میری کیفیت یہ نہیں تھی۔ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ اس دوران میں ساکت و جامد نہیں رہا تھا بلکہ پاؤں بلا تا رہا تھا۔

میں تھوڑا سا مختلف تھا..... تب میرے کانوں میں سلاٹوں کی آواز گونجی..

”عظیم کاس!“

”ہاں سلاٹوں۔ کیا بات ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”میں تیرا معترف ہو گیا ہوں عظیم کاس۔ بلاشبہ تیرے ہارے میں کچھ کہا نہیں جاسکتا... میرا غم کہتا ہے کہ یہ قوت جس نے تجھے اس زمین پر اس طرح ساکت و جامد رکھا، جادو کی نہیں ہے۔ یہ صرف تیری جسمانی قوت ہے جو پہاڑوں تک کو متزلزل کر سکتی ہے لیکن کیا اس دنیا کے لوگ اس بات پر یقین کریں گے۔“

”میرا خیال ہے لیکن نہیں ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”ہاں.. یقیناً میرا خیال تم سے مختلف نہیں ہے.. یقیناً وہ تجھے کوئی بہت بڑا جادوگر سمجھتے ہوں گے.. ایک ایسا جادوگر جو ناقابلِ تسخیر ہو۔ بہر حال میری جانب سے اس شاندار کارکردگی پر مبارکباد قبول کرو اور ہاں۔ اب میں تمہارے درمیان نہیں رہوں گا کیونکہ مجھے اعتماد ہے کہ تو باسانی پوشا کی قوتوں سے نرٹ سکتا ہے۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ پوشا کے پاس اب ایسا کوئی حربہ نہیں ہے جو وہ تیرے اوپر یا گوکلہ کے اوپر استمال کرے گا۔ یہ اس کا سب سے کامیاب وار تھا جس میں وہ ناکام رہا..... میں نہیں چاہتا کہ پوشا بھٹے دیکھے اور سوچے کہ گوکلہ کچھ جادو کی قوتیں لے کر میرے ساتھ اس تک آئی ہے۔ میں صرف یہی چاہتا ہوں کہ تو کاس کی حیثیت سے پوشا کو شکست فاش دے اور مجھے یقین ہے کہ تو اس مقابلہ میں کامیاب رہے گا اور یوں میں تجھ سے زیادہ دور نہیں رہوں گا اور جب بھی تجھے میری ضرورت پڑی اور مجھے محسوس ہوا کہ اب تو میری مدد کا محتاج ہے تو میں تیرے نزدیک آ جاؤں گا۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا.. ہاں چند ساعت کے بعد ایک عجیب و غریب منظر دیکھنے میں آیا..

وہ یہ تھا کہ ان میں سے ایک پہاڑ جو سلاٹوں کا تھا آہستہ آہستہ زمین بوس ہونے لگا..... اس پرے تمام تنگے گر گئے.. گویا ان کے نیچے موجود سلاٹوں، موجود نہیں تھا۔

البتہ گوکلہ کے ہاتھ ان تنگوں کو اپنے وجود سے علیحدہ کر رہے تھے اور بمشکل تمام وہ اس میں سے نکلنے میں کامیاب ہوئی.. اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے..... پہلے اس نے میری جانب دیکھا اور پھر سلاٹوں کی جانب..... اور پھر ستھیرا انداز میں چاروں طرف دیکھنے لگی۔

”کیا، کچھ رہی ہو گوکلہ؟“ میں نے سوال کیا۔

”مقدس..... مقدس سلاٹوں..“ وہ آہستہ سے بولی..

”وہ واپس جا چکا ہے۔“

”کنگ۔ کیا مطلب؟“

”ہاں وہ واپس جا چکا ہے..“ میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"لیکن کہاں؟" گوکلہ اب تک متعجب تھی۔

"اپنی دنیا میں۔"

"تمہیں کیسے معلوم کاس۔"

"اس نے جاتے ہوئے مجھے اس کی اطلاع بھی دی ہے۔"

"لیکن کیوں.... کیا وہ ہماری مدد نہیں کرنا چاہتا۔" گوکلہ نے بے چینی سے سوال کیا۔

"اگر وہ ہماری مدد کرنا نہیں چاہتا گوکلہ تو اس آندھی سے ہم لوگوں کا حشر کیا ہوتا۔ کیا تم اس کا اندازہ کر سکتی ہو۔"

"ہاں... بے شک... بے شک... یہ ایسا علم تھا جس سے میں بے خبر ہوں۔" گوکلہ نے جواب دیا۔

"اور یوشانا کا سر ہا ہے۔"

"ہاں۔ اسے ناکام رہنا چاہیے تھا کاس... مقدس سلاٹس ہمارے ساتھ ہے۔"

"نہیک ہے گوکلہ۔ وہ ناکام ہے اور آئندہ بھی ناکام رہے گا۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن سلاٹس کیوں واپس چلا گیا۔"

"اس نے شاید یہاں اپنی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔"

"مگر کیا ہم یوشا پر قابو پانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"ہو جائیں گے گوکلہ... میرے ساتھ آؤ.... عورتوں میں یہی خرابی ہے کہ وہ بے پناہ بولتی ہیں۔ حد سے زیادہ سوالات کرتی ہیں اور اپنی عقل

سے بعید از قیاس باتیں کرتی ہیں کہ سوالات کا جواب دینے والا آکتا جائے۔" میں نے کسی قدر جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور گوکلہ خاموش ہو گئی۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ فیسرہ، کہ یہ اپنی کسی توہین کا احساس تھا یا گوکلہ کی حماقت کا کہ وہ مجھے اتنا معمولی انسان سمجھ رہی تھی کہ سلاٹس کی مدد کے

بغیر میں کچھ نہیں کر سکتا۔ حالانکہ جو کچھ ہو چکا تھا اسے، اس سے ہی اندازہ لگا لینا چاہئے تھا کہ سلاٹس نے مجھے اس جگہ تنہا چھوڑ دیا تھا اور یہ میری توہین

تھیں جس نے مجھے اس انداز میں بحال رکھا تھا لیکن شاید چند ہی ساعت بعد گوکلہ کو اس بات کا احساس ہو گیا۔ لیکن شاید قصور اس کا بھی نہیں تھا۔ اس

خونخاک آندھی نے اس کے حواس معطل کر رکھے تھے اور وہ سوچ و سمجھ کے مادے کو چند ساعت کے لئے گنوا چکی تھی لیکن جوں ہی اس کے حواس بحال

ہونے اس نے تعمیر انداز میں مجھے دیکھا اور بولی۔

"لیکن کاس تمہیں تو کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔"

"ہاں گوکلہ۔"

"اور تم بھی اسی مانند ہو۔"

"ہاں۔" میں نے برا سامنہ بنا کر کہا۔

"اور میں جانتی ہوں کہ تمہارے اوپر سلاٹس کا جاؤنٹس چلا تھا۔ سلاٹس نے تمہیں اس آزمائش میں تنہا چھوڑ دیا تھا۔ مگر تعجب ہے تمہارے قدم زمین پر اس طرح جم گئے جیسے دو ستون ہوں جو اپنی لمبائی سے کہیں زیادہ زمین میں دفن ہوں اور بڑے بڑے طوفان ان کو نہ ہلا سکتے ہوں۔"

"آؤ گوکلہ۔ آگے بڑھیں۔" میں نے کہا اور گوکلہ نے گہرا ن ہلا دی۔ ہم آگے کی جانب چل پڑے۔

پھر اس نے چاروں طرف دیکھا اور بولی۔ "لیکن میں نہیں جانتی کاس کہ سلاٹس کیوں چلا گیا۔"

"اگر جاننا چاہتی ہو تو اس کے پاس واپس چلی جاؤ اور اگر یوشنا کے شہر میں جانا چاہتی ہو تو میرے ساتھ آؤ۔" میں نے غصہ سے کہا اور گوکلہ ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئی۔

اور پھر سبے ہوئے انداز میں میرے ساتھ چلنے لگی۔ تب تھوڑی دور چلنے کے بعد میں نے اس سے کہا۔

"گوکلہ کیا تم یہی کیفیت لے کر یوشنا سے مقابلے پر آنا چاہتی تھیں۔"

"یہ بات نہیں ہے کاس۔ یہ بات نہیں ہے۔"

"پھر کیا بات ہے؟"

"نو میری وہی کیفیت کو کبھی کاس۔ میرے ساتھ دو ایسے ستون تھے جن پر مجھے ناز تھا اور میں ان ستونوں کے سہارے آگے بڑھ رہی تھی۔ گویا میں نے یہ محسوس کیا تھا کہ اب مجھے اپنی قوتوں کے استعمال کی ضرورت نہیں ہوگی۔ میرے ساتھ جو قوتیں ہیں وہ یوشنا کو تباہ و برباد کر دیں گی لیکن سلاٹس کے چلے جانے سے میں تھوڑی سی پریشان ہو گئی تھی۔ تاہم مجھے تیرے اوپر بھی اعتماد ہے۔ تو جو سلاٹس کی مانند زمین پر جم سکتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ پتھر بن کر نہیں بلکہ اپنی اصلی حیثیت میں..... آؤ..... کاش..... کاش..... تو مجھے اپنی قربت میں قبول کر لیتا..... کاش..... میں ان تمام جھگڑوں سے آزاد ہو کر صرف تیری پناہ میں رہتی۔"

"میرا خیال ہے گوکلہ..... اس آندھی نے تیرے حواس مکمل طور پر معطل کر دیے ہیں۔ تو وہ باتیں کر رہی ہے جو غیر انسانی ہیں اور میرا ان

معاملات سے کوئی تعلق بھی نہیں ہے۔ یہاں تو یوشنا کے مقابلے کے لئے آئی ہے لیکن تو عشق کے مرکز میں داخل ہو رہی ہے۔"

"یہ بات نہیں ہے کاس..... میں نے غلط نہیں کہا۔ تم ان باتوں کو غیر انسانی قرار دے رہے ہو اور میں کہتی ہوں کہ یہ باتیں سو فیصدی

انسانی فطرت سے گہرا تعلق رکھتی ہیں۔ بے شک میں یہاں عشق کے مرکز میں داخل ہونے نہیں آئی لیکن تم یہ تو سوچو کہ اگر تم میری محبت کو قبول کر لو تو میں یوشنا کا خیال دل سے نکال دیتی ہوں۔"

"اگر تو یوشنا کا خیال دل سے نکال دیتی گوکلہ تو میں تیری ذات سے بالکل ہی منحرف ہو جاتا۔"

"کیوں؟" گوکلہ نے تعجب سے پوچھا۔

"اس لئے کہ جب تو اپنے برس با برس کے منسوبے کو ایک شخص کے لئے اس طرح بناؤ و برباد کر سکتی ہے تو اس کا مقصد ہے تیرا ذہن ایک

پائیدار حیثیت نہیں رکھتا۔"

"یہ بھی غلط کہہ رہے ہو کاس۔ میں شاید کسی بھی مدد کے لئے اپنی محبت کو اس طرح نہ ٹھکرا سکتی تھی۔ تمہیں دیکھنے کے بعد میرے ذہن میں بہت سی تبدیلیاں پیدا ہوئیں اور نہ اس سے قبل تو میری زندگی کا مقصد ہی ایک تھا۔"

"میری خواہش ہے گوگلہ کہ تو صرف اپنا مقصد حاصل کر اور جو کچھ تجھے حاصل کرنا ہے اسے حاصل کر لے۔ میرا تصور ذہن سے نکال دے۔ میں تیرا ساتھ تو کبھی نہ دے سکوں گا۔" میں نے صاف لہجہ میں کہا۔

اور گوگلہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گئی۔ وہ آہستہ آہستہ میرے ساتھ چل رہی تھی۔ پھر اس نے بھاری لہجہ میں کہا۔
"نجانے کیوں میری تقدیر مجھے بار بار ذلیل کر رہی ہے۔ تو یقین کر کاس کہ میں نے پہلے بھی اس بارے میں سوچا تھا اور خود پر نفرین کی تھی۔ اب میں شرم سے کئی جا رہی ہوں۔" اس نے افسردہ سے لہجہ میں کہا۔

لیکن میں گوگلہ سے بالکل بھی متاثر نہیں ہوا تھا۔ سو میں اسی سر لہجے میں بولا۔

"میرے پاس صرف ایک رائے ہے گوگلہ۔"

"وہ کیا۔ جلدی کہہ کاس۔" گوگلہ بے چینی سے بولی۔

اور مجھے اس کی بے چینی پر ہنسی آئی۔ نادان لڑکی سمجھ رہی تھی کہ میں شاید اس سے اظہار عشق کروں گا لیکن میں بے وقوف نہیں تھا پروفسر، میری زندگی کا کوئی مقصد تھا اور میں اسے تعمیر میں صرف کرنا چاہتا تھا۔ میں عورت کا غلام نہیں بن سکتا تھا اور گوگلہ مجھے نہ جانے کیا بنانا چاہ رہی تھی۔ سو میں نے کہا۔

"وہ یہ کہ میرا خیال اپنے ذہن سے بالکل نکال دے اور اپنے مقصد پر ڈٹی رہو۔" میں نے کہا اور گوگلہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

"ٹھیک ہے کاس۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ آئندہ تجھ سے اس موضوع پر کچھ نہ کہوں گی۔" اس نے مضبوط لہجہ میں کہا۔

ہم دونوں یوشا کے شہر کی جانب جا رہے تھے جو ہمیں دور سے ہی نظر آ رہا تھا۔

اور بلاشبہ پروفسر اس سارے علاقے کی طرح یہ شہر بھی نہایت خوبصورت تھا۔ دور سے دیکھنے پر اتنا حسین نظر آتا تھا کہ آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں لیکن میں اس بات کا متظر تھا کہ بہت جلد یوشا کی جانب سے کوئی قدم اٹھایا جائے گا۔ اور وہ صرف اس آندھی سے ہی مطمئن نہ ہوگا اور بلاشبہ جس شخص نے اتنی دور بینہ کرہاری وہ منتقلوں کی تھی جو ہم سرگوشیوں کے انداز میں اس کے بارے میں کر رہے تھے اور اس کا جواب دینے کے بعد اس نے اپنی قوت کا کبر شہ دکھایا۔ وہ ہماری طرف سے لاعلم نہ ہوگا اور اس بات سے مطمئن نہ ہوگا کہ اس کے دشمن فنا ہو چکے ہیں۔

اگر وہ مطمئن نہیں ہو گیا تھا تو اب تک اسے دوسری کارروائی کر دینا چاہئے تھی۔ یا پھر یہ کہا جاسکتا تھا کہ اس آندھی کی ناکامی اس کے اعصاب پر نکلے بن کر گری تھی اور وہ حیرت سے گنگ رہ گیا ہو۔ اس نے سوچا ہوگا کہ اب کون سی قوت استعمال کی جائے جو اس کے دشمنوں کو فنا کر سکے۔ ہاں ایک بات پر اسے تعجب ضرور ہوا ہوگا کہ اس سے قبل تین انسان تھے اور تین انسان اس کے دشمن تھے اور اب ان میں سے دو باقی رہ گئے تھے۔ ممکن ہے وہ یہ سچے کہ ان میں سے ایک آندھی میں فنا ہو گیا۔

گوکلہ عشق و محبت کی باتیں ختم کر چکی تھی لیکن وہ مطمئن سی تھی اور اب میں سوچ رہا تھا کہ پوشا جو کچھ کارروائی کرے گا، اب اس سے مجھے تنہا ہی نمٹنا پڑے گا۔

پوشا کا خوبصورت شہر قریب آ گیا تھا اور میں اس کے حسن سے بے حد متاثر تھا۔ میں نے گوکلہ کو بھی اس طرف متوجہ کیا۔

"گوکلہ۔ کیا تم اس سے قبل بھی یہ شہر دیکھ چکی ہو؟"

"کیوں نہیں؟" گوکلہ نے اس لہجے میں جواب دیا۔

"بے حد خوبصورت شہر ہے۔"

"ہاں... اس دنیا میں بے مثال...." گوکلہ نے جواب دیا۔

اس کے چہرے پر ماضی کے سائے رینگنے لگے تھے.... اور شاید اسے اپنا کناشی یاد آ گیا تھا.... کناشی جو اس سے محبت کرتا تھا۔

پوشا کے شہر میں داخل ہونے کے بعد ہم تھوڑی دور ہی چلے تھے کہ اچانک سامنے سے بے شمار لوگوں کا جھوم ہمیں اپنی جانب آتا نظر آیا۔

میں اور گوکلہ رک گئے تھے۔ ویسے جس حصے سے ہم داخل ہوئے تھے وہاں پر ہم نے کسی انسان کا وجود نہیں دیکھا تھا۔ گویا اب وہ میرے

اور گوکلہ کے وجود سے واقف ہو گئے تھے اور پوشا شاید کوئی پیش بندی کرنا چاہتا تھا۔ کناشی نے بندوبست کر لیا تھا اس بات کا کہ ہم شہر میں داخل ہو کر

شہریوں کو نقصان نہ پہنچائیں۔ غالباً اس نے اس بات کا فیصلہ اس وجہ سے کیا ہو گا کہ ہم اس کی آمدگی سے بچ گئے تھے جو اس کے جادو کا سب سے

زبردست وار تھا۔

ہمیں جو جھوم نظر آیا اس میں سب سے آگے کناشی کے سپاہی تھے۔ گوکلہ نے مجھے اس کے بارے میں بتایا۔

"کاس۔ یہ کناشی کا محافظ دست ہے۔"

"ہوں۔" میں نے ہنکارہ بھر اور پھر بولا۔ "کیا تم پوشا کے محافظ دستے کے بارے میں ابھی طرح جانتی ہو؟"

"ہاں کاس۔ اس بارے میں، میں ابھی طرح جانتی ہوں۔"

"اس کا مقصد ہے کہ دستے کے پیچھے کناشی بھی ہوگا۔"

"اس کا ان کی بات نہیں ہے وہ ہم سے ملنے آ رہا ہے۔"

"کیا؟" میں نے سوالیہ انداز میں گوکلہ کی جانب دیکھا۔

"ہاں۔ وہ آ رہا ہے۔ پوشا ہم سے ملنے کے لئے آ رہا ہے۔" گوکلہ اذیت چہرے سے بولی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات نظر آ رہے

تھے۔ تاہم میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور اس جھوم کی جانب دیکھنے لگا جو ہمیں دیکھ کر رک گیا تھا۔ ہم خود بھی رک گئے تھے۔ غالباً وہ

ہمارے آگے بڑھنے کا انتظار کر رہے تھے اور ہم ان کا۔

جھوم درمیان سے چھٹا اور دسفیہ گھوڑے نظر آئے۔ ان سفید گھوڑوں میں سے ایک پر بہت ہی باوقار شخصیت سوار تھی۔ بھرپور نوجوان تھا

وہ اس کے پیچھے ایک بار لپٹیں بوزھا تھا۔ خاصا ضعیف العمر معلوم ہوتا تھا وہ۔ اس کے اعضا ست ہو گئے تھے۔ میں نے بغور ان کا جائزہ لیا۔

"اورد..... اورد یہ ستیا ہے۔"

"ستیا کون؟" میں نے سوال کیا۔

"کناشی کا جادوئی مشیر۔"

"اورد۔ تو وہ اپنے محافظ کے ساتھ آیا ہے۔" میں نے جواب دیا اور گوکلہ کچھ مذہب بولی۔

بہر حال ہم اس کے نزدیک آنے کا انتظار کرتے رہے۔ دونوں گھوڑے ست روہی سے سڑ کر رہے تھے اور پورا ہجوم ان کے پیچھے پیچھے چلا

آ رہا تھا۔

تب کناشی نے ہم سے کچھ فاصلے پر گھوڑا روک لیا۔ اس کے بونٹوں پر ایک حسین سی مسکراہٹ تھی۔

اور بے شک، ہلا کسی شہر کے پروفیسر، میں نے تسلیم کیا کہ وہ بے پناہ خوبصورت تھا اور جوانی اس پر نوٹ کرائی تھی۔

لہذا تڑنگا، بلند قامت اور تندرست جسم کا مالک کناشی اپنی تیز بڑی بڑی کسی گہرے سمندر کی مانند گہری آنکھوں سے ہمیں دیکھتا ہوا آگے

بڑھا اور پھر ہم سے چند گز کے فاصلے پر آ کر رک گیا۔

"گوکلہ کو ایٹنا کا سلام۔" اس نے ماتھے پر دو انگلیاں لگا کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"یوشنا... یوشنا۔" گوکلہ نے سوال کیا۔

"ہاں... صرف اور صرف یوشنا... اور تو اس بات کی مختلف نہیں کہ تو یوشنا کو اس نام سے پکارے جس نام سے وہ کبھی مشہور تھا۔"

"ٹھیک ہے، تو کیا سمجھتا ہے کہ میں تیرے پاس مفاہمت اور ہوتی لے کر آئی ہوں۔" گوکلہ نے طنز یہ لہجے میں کہا۔

"ہرگز نہیں..... میں جانتا تھا کہ تو ان عورتوں میں سے ہے جو مفاہمت اور ہوتی کی قائل نہیں ہوتیں۔"

"بالکل ٹھیک جانتا ہے۔ تو نے میرے بارے میں بالکل درست سوچا ہے..... اور یہ بھی سوچا تو نے کہ میں نے تیرے مقابلے کے لئے کیا

کچھ تیاریاں نہیں کیں۔"

"ہاں، ہاں مجھے نظر آ رہا ہے۔ غالباً یہ تیرا محافظ ہے۔" یوشنا نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ یہ محافظ نہیں ہے۔" گوکلہ سخت لہجے میں بولی۔

"تو کیا تو یہ جانا پسند کرے گی کہ یہ کون ہے۔"

"یہ میرا کس ہے۔" گوکلہ نے جواب دیا۔

"ٹھیک... ٹھیک... تو یہ بھی کس ہے اور تو خود بھی کس ہے۔"

"تو کیا شک کرتا ہے میرے کس ہونے پر؟"

”ارے نہیں نہیں..... نہیں.. میں شک نہیں کرتا گوکہ..“ یوشنا طنز یہ لہجہ میں بولا.. ”تو نے خود بھی تو ایک علاقے پر اپنی حکومت کا اعلان کر دیا تھا لیکن اس کے بعد میں نے تجھے پیغام بھیج دیا تھا کہ تو اس سلسلے کو بند کر دے.. یوشنا اس سارے علاقے کا حکمران ہے اور وہ اپنی اس حکمرانی میں کسی کا پونہ برداشت نہیں کرے گا..“

”تو جسے پونہ کہہ رہا ہے یوشنا وہ مستقبل میں تیرے اس علاقے کا حکمران ہے..“ گوکہ نے جواب دیا۔

”اور اس کا نام گوکہ ہے..“ یوشنا نے کہا اور ایک زوردار قبضہ لگایا..... اس کا مشیر بھی مسکرانے لگا تھا۔

یوشنا نے اپنے مشیر کی جانب دیکھا اور بولا.. ”ستیتم نے دیکھا.. یہ... یہ... یہ مستقبل کا حکمران ہے۔ کیا ان علاقوں پر کسی عورت کی حکمرانی قائم ہو سکتی ہے..“ یوشنا طنز یہ لہجہ میں بولا۔

”ہرگز نہیں... ہرگز نہیں... عورت صرف عورت ہے.. وہ کبھی کاس نہیں بن سکتی..“ محافظ نے جواب دیا۔

”اور اس کے ساتھ جو مرد ہے بلاشبہ یہ کچھ انوکھا سا ہے شاید گوکہ کے تھوڑے سے علم کا شاہکار..“

”ہاں لگتا تو ایسا ہی ہے..“ محافظ مسکراتا ہوا بولا۔

”لیکن گوکہ سے پوچھو کہ کیا اس ننھے سے شاہکار کو لے کر وہ یوشنا کے مقابلہ پر آتی ہے..“

”تم لوگ جس قسم کی باتیں کرنا چاہو کرتے رہو مجھے اس پر کوئی بھی اعتراض نہیں.. لیکن یوشنا بہتر یہ ہوگا کہ کام کی بات کرو.. میں تمہیں

”ہمت دیتی ہوں اس بات کو اگر تم چاہو تو مختصر سا سامان لے کر اپنے عزیز واقارب اور ضروری اشیاء سمیت اس علاقے کے کسی ایسے گوشے میں چلے

جاؤ جہاں تم اپنی زندگی کے بقید لحات بسر کر سکو.. میں تمہیں اس کی ہمت اور اجازت دوں گی.. یہ میری رعایت ہوگی تمہارے لئے اور صرف اس لئے

کہ میں بچپن میں تمہیں چاہتی تھی..... اور اگر تم اس رعایت سے فائدہ اٹھانے کے لئے تیار نہ ہو تو پھر مقابلے کے لئے تیار ہو جاؤ..“

”اوہ... اوہ گوکہ!... تو اپنی اوقات سے بڑھ کر بات کر رہی ہے.. کیا غلوں کو ختم کرنے کے بعد تو سمجھتی ہے کہ تو یوشنا کی قوتوں کو فنا کر سکتی

ہے..“ یوشنا غراتے ہوئے لہجہ میں بولا۔

”ہاں یوشنا میں یہی سوچ کر یہاں تک پہنچی ہوں اور تو دیکھ تو نے جس سیاہ طوفان کو ہم لوگوں کے لئے بھیجا تھا ہم نے اسے کس طرح

ناکارہ کر دیا تھا.. اس کے بعد ہم غنظر رہے کہ تو اپنی کسی اور قوت کو آزمانے کا مگر شاید تیرے پاس اور کوئی قوت نہیں تھی..“

”گوکہ کیا تو یہ چاہتی ہے کہ یہ لشکر جو میرے پیچھے ہے تیز دوڑ لگائے اور تیرے ساتھی کے جسم کو روندنا ہوا آگے نکل جائے.. کیا تو یہ چاہتی

ہے کہ تمہارے جسم زمین بوس ہو جائیں اور تمہارا گوشت اس زمین کے ذرات کی مانند ہو جائے اور تمہارا نام نشان نہ ملے.. لیکن اگر تو یہ نہیں چاہتی

تو مجھے غصہ دلانے والی بات مت کر، مجھے بتا کہ میں تیرے ساتھ کیا سلوک کروں... تو اپنی والست میں مجھے فنا کرنے آئی ہے، مجھ سے جنگ کرنے

آئی ہے... حالانکہ ہونا تو یہ چاہئے کہ میں تجھے تیری جسارت کا مکمل طور پر مزہ چکھا دوں اور تجھے تیرے وجود سمیت ہمیشہ کے لئے دفن کر دوں...

لیکن میں یوشنا ہوں... اور یوشنا اپنی رعایا کا محافظ بھی ہوتا ہے اور ان پر مہربان بھی... میں جانتا ہوں کہ تیری کوئی حماقت تجھے اس حد تک لے آئی

ہے، ممکن ہے اس شخص نے تجھے احساس دلایا ہو کہ تو برتر داعی ہو گئی ہے لیکن پوشنا سے مقابلے سے پہلے سوچ، کیا تو اس قابل ہے کہ پوشنا کا مقابلہ کر سکے، یا تیرا یہ کاس اتنی اہمیت رکھتا ہے کہ پوشنا کے مقابلے پر آئے۔۔۔۔۔ تو جانتی ہے گوگلہ کہ میں علم کا سہارا اس وقت لیتا ہوں جب اپنے جسمانی سہارے کھو جاتوں۔۔۔ اور میرا جسمانی سہارا۔۔۔ میں سمجھتا ہوں اس پورے علاقہ میں مجھ جیسا کوئی اور نہ ہوگا۔ کوئی ایسا نہ ہوگا جو میرے گرز، میرے تیشے کی تاب لا سکے، کیا تو اپنے محافظ و معاون کو تگے بڑھائے گی۔۔۔ ہاں میں تیرے اوپر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا کیونکہ پوشنا کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے کسی عورت کو قتل کرے البتہ میرا گھوڑا تیری گردن چبانے میں فخر محسوس کرے گا اور اتے اس بات کا احساس نہیں ہوگا کہ وہ کیا چہارہ بنا ہے۔۔۔ بول کیا چاہتی ہے تو؟" پوشنا نے کہا۔

اور اب خاموش رہنا بہتر نہ تھا۔ سو میں نے گوگلہ کو کندھے سے پکڑ کر پیچھے بنایا اور آگے بڑھ کر بولا۔

"پوشنا! میں اس کے سانحہ آیا ہوں۔۔۔ عورت سے ہاتھ کرنے میں تو بڑا تیز و خطرناک اور چست و چالاک معلوم ہوتا ہے۔ کیا تو ہمیشہ عورتوں سے اسی قسم کی باتیں کرتا آیا ہے۔۔۔ مجھے یقین ہے کہ تیری مردانہ وجاہت اور تیز زبان سے شاید عورتیں متاثر ہو جائیں ہوں گی۔۔۔ لیکن کیا کسی ایسے شخص کے سامنے بھی تو نے عورت کو لولا کا رہا ہے جو اپنے آپ کو اس کا محافظ سمجھتا ہے۔ اگر نہیں تو آج آ۔۔۔ اور تو یہ دیکھ کہ وہ عورتیں جن کے محافظ ہوں ان کو لکا کرنے کا مشر کیا ہوتا ہے۔"

پوشنا کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ اس نے غریب و غضب سے بھرنی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔

"اجحق انسان تو اس علاقے کے کون سے حصے سے تعلق رکھتا ہے۔"

"میں۔۔۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "میں اس پورے علاقے سے تعلق رکھتا ہوں۔۔۔ اور میرا تعلق آج کل اس حصے سے ہے جہاں تو حکمرانی کر رہا ہے۔۔۔ میں دعویٰ کرتا ہوں کہ تو صرف عورتوں سے گفتگو کرنے کے قابل ہے چنانچہ کسی محل کے زبان خانے میں تو نیرا گزر ہو سکتا ہے لیکن کسی ملک کے حکمران کی حیثیت سے نہیں کیونکہ تو بالکل نااہل و ناکارہ ہے۔"

میرا جواب پوشنا کے حواس پر بجلی بن کر گرا تھا۔۔۔ وہ آپے سے باہر ہو گیا اور غریب و غضب میں ڈوبا ہوا آگے بڑھا۔۔۔ پھر اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"اگر میں چاہوں تو میرے بدن سے خارج ہونے والا ایک شعلہ تجھے ہمیشہ کے لئے فنا کر سکتا ہے لیکن زیادہ بولنے والے، بڑھ چڑھ کر باتیں کرنے والے، تجھے زندگی کے چند لمحات اور رہتا ہوں تاکہ دیکھنے والے دیکھیں کہ پوشنا سے بدکلامی کرنے والا کس اذیت سے موت قبول کرتا ہے۔"

"میں نے خود کو گوگلا کا محافظ کہا ہے اور صرف اس کے لئے تجھ سے جنگ کروں گا۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تو، تو میرے قابل نہیں ہے۔ ایسے ضرور اور احمق لوگوں کو میں اپنے قریب بھی دیکھنا پسند نہیں کرتا۔" میں پوشنا کو اور زیادہ غصہ دلانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"گوگلا کے محافظ۔۔۔ تو کسی موت پسند کرنا ہے۔ شاید تو اس کا کاس ہے۔ خوب، خوب۔ دیکھے گی یہ احمق عورت کہ کیا پایا اس نے میرے مقابلے آکر۔ لیکن ایسے نہیں، میں تمہیں عزت دوں گا۔ ان لوگوں کی مانند جو جنگ کرنے آتے ہیں اور فیصلہ سب کے سامنے ہوتا ہے۔ تو گوگلا، آج تو

رہے گی..... کل میدان جنگ میں سب کے سامنے تیرا کاس میرے مقابل آئے گا..... اور اُتر وہ مارا جائے تو میں تجھے بھی دعوت دوں گا کہ تو مجھے وہ کچھ دکھا جس کے بل پتو مجھ سے مقابلہ کرنے کے لئے چلی آئی ہے۔ بہتر یہی ہے گوگلہ کہ اس قسم کے کسی مسئلے کو مسئلہ بنا نہیں رہنا چاہئے، تیرے ذہن میں اگر حکومت کی خواہش ہے تو میرے لئے ناقابل برداشت ہوگی اور میں نہیں چاہوں گا کہ ایسا کوئی خواہش مند میری مملکت میں زندہ رہ سکے۔ چنانچہ بہتر یہی ہوگا کہ اپنے کاس کی موت کے بعد تو بھی موت کی آغوش میں جاسو۔ اور یہی تیرے لئے بہتر ہوگا کیونکہ انسان اگر اپنی زندگی میں کسی ایسی خواہش کی تکمیل نہ کر سکے جو اس کے لئے شدید تر ہو تو موت ہی اس کی تمام حسرتوں کا بہترین حل ثابت ہوتی ہے۔ اور میں یہی چاہوں گا کہ تو جسے میں برسوں سے جانتا ہوں، جو میری طویل عرصے کی شناسا ہے، کسی ایسی اذیت کا شکار ہو کر زندگی نہ گزارے جو اسے ہمیشہ پریشان رکھے..... چنانچہ آؤ اور کچھ وقت میری مہمان رو تھوڑا عرصہ گزار کر تھوڑا وقت نکال کر میں تجھے داوی موت کی جانب بھیج دوں گا۔" پوشٹا نے نہایت غرور بھرے لہجے میں کہا۔

اور پروفیسر، اس کا یہ مفرور انداز مجھے ایک آنکھ نہ بھایا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ پوشٹا کی اہمیت کو، اس کے غرور کو توڑ کر وہ لوں گا۔ پوشٹا نے گھوڑے کا رخ موڑا اور اپنی نونج کی جانب مڑ گیا۔ گوگلہ کے چہرے پر لہجے سے تاثرات تھے۔

میں نے ان تاثرات کو دیکھا..... وہ خاصی افسردہ نظر آ رہی تھی۔ تب وہ مزید انداز میں مسکراؤی۔

"کیا خیال ہے کاس؟"

"جو تیرا خیال ہو گوگلہ۔"

"اس نے کچھ وقت طلب کیا ہے۔ کیوں نہ ہم اسے وہ وقت دے دیں کاس۔" گوگلہ نے بے جاں سے لہجے میں پوچھا۔

"گوگلہ جو تیری مرضی مجھے کیا اعتراض۔ لیکن اس وقت تک ہماری حیثیت کیا ہوگی۔"

"اس کا فیصلہ تو وہی کرے گا۔" گوگلہ نے جواب دیا۔

اس کی ذہنی کیفیت کیا تھی اس بارے میں میں کوئی اندازہ نہیں لگا پایا تھا۔ وہ کیا سوچ رہی ہے، کیا چاہتی ہے، کیا کرے گی، اس بارے

میں، میں جان نہ سکا تھا۔ بہر حال وہ جو کچھ بھی چاہتی میں تو اس سے تعاون کرنے کے لئے آیا تھا..... اور ہر موقع پر اس کا معاون بننا چاہتا تھا۔

چنانچہ میں بھی اس کے ساتھ کھڑا رہا..... تب پوشٹا کے بہت سے آدمی ہمارے نزدیک آئے اور ان میں سے ایک نے گوگلہ سے کہا۔

"موت کی واویلوں میں جانے والی، کچھ وقت پوشٹا کی مہمان رہ کر ہمیں خدمت کا موقع دے۔ ہمارے ساتھ آ۔"

گوگلہ نے غمزہ انداز میں گردن بلاری اور پھرتا گئے بڑھ گئی۔ میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ پوشٹا نے غالبان لوگوں کو ہدایت وے دی تھی کہ

ہمیں کہاں ٹھہرنا ہے اور ہمارے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے۔

اور پھر ایک خوبصورت سے مکان میں، میں اور گوگلہ داخل ہو گئے۔ یہاں ہماری اچھی خاصی خاطر مدارت کی گئی اور اس حسین علاقہ کو دیکھ

کر میں تو حیران ہی رہ گیا تھا، اتنا خوبصورت علاقہ تھا کہ جہاں سے جانے کو جی نہ چاہے۔

یوشنا جس انداز میں ہمارے سامنے آیا تھا اور پھر جس انداز میں اس نے ہمیں کچھ وقت دیا تھا، میں نے تو اس کے بارے میں سوچا نہ تھا..... لیکن گوگلہ اس بارے میں بہت کچھ سوچ رہی تھی۔

طویل وقت تک وہ خاموش رہی.. اس نے مجھ سے بھی کوئی بات نہ کی۔ پھر جب ہم دونوں نے آرام کی ضرورت محسوس کی تو ایک جگہ جا کر بیٹ گئے..... یہ آرام کی جگہ تھی..... تب گوگلہ نے میری جانب دیکھا اور بولی۔

"کاس۔ تم بھی خاموش ہو۔"

"ہاں گوگلہ۔ میں تمہاری طرف سے بولنے کا انتظار کر رہا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"میں کیا بولوں کاس۔.. تم نے میری زبان ہی نہیں لی.. اس نے غمزہ لہجے میں کہا۔

"میں نے..۔۔۔" میں نے سمجھا نہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں کاس۔"

"مگر کیوں کر...؟"

"کاس میں یہاں نہیں آنا چاہتی تھی۔ میں نے تمہیں کہا تھا کہ یوشنا بے حد مفرور ہو گیا ہے۔ کناشی شاید اب اپنا نام بھی بھول گیا ہے۔ اب وہ خود کو کناشی نہیں سمجھتا۔ وہ صرف یوشنا رہ گیا ہے اور یوشنا نے جس طرح مجھ سے بات کی، جس انداز میں مجھ سے شناسائی کا اظہار کیا وہ تم نے سن لیا۔ کیا اس کے بعد بھی میں تم سے کوئی توقع رکھ سکتی ہوں۔ حالانکہ کاس میں تمہیں بہت سی باتیں بتاؤں تو تم حیران رہ جاؤ۔"

"وہ کون سی باتیں ہیں گوگلہ۔" میں نے استیقا سے پوچھا۔

"کاس... یوشنا مجھے بے حد چاہتا تھا، دم بھرتا تھا میری محبت کا، جب ہم چھوٹے سے تھے تو یوشنا کی زندگی کا زیادہ تر وقت میرے ساتھ ہی گزرتا تھا۔ وہ میری ایک ایک بات سے خوش ہوتا تھا، میری ناز بر وار ہاں کرتا تھا اور ہر وقت مجھے اپنے سینے سے لگائے پھرتا تھا۔ ہم اس طرح اپنی زندگی کی منازل طے کرتے رہے لیکن پھر نہ جانے کیوں اس کے ذہن میں بہت سی تبدیلیاں آ گئیں۔ کاس میں حیران رہ گئی تھی وہ عجیب و غریب ہو گیا تھا۔ حالانکہ مجھے امید تھی کہ وہ ہمیشہ مجھے اسی طرح چاہتا رہے گا۔ ہمیشہ اسی طرح سینے سے لگائے رکھے گا لیکن نبھانے کیوں، نبھانے کیوں اس کی یہ حالت ہو گئی اور اس نے میری محبت کا دم بھرنا چھوڑ دیا..... اور اب دیکھا تم نے کاس، کیا یہ گفتگو کسی محبت کرنے والے کی ہو سکتی ہے، اس نے مجھ سے اس طرح گفتگو کی، جیسے وہ صرف میرا شناسا ہے، اس شناسائی کی نوعیت کیا تھی۔ شاید یہ سوال ہمیشہ کے لئے اس کے ذہن سے نکل گیا ہے....."

گوگلہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے نکلنے لگے۔

لیکن ان آنسوؤں نے مجھے متاثر نہیں کیا تھا..... میں گوگلہ پر جھلا گیا تھا، میرے ذہن میں ایک عجیب سا احساس پیدا ہو گیا تھا۔ آخر یہ عورت چاہتی کیا ہے، یوشنا کی بھی تعریفیں کر رہی ہے، مجھے بھی احمق بنانا چاہتی ہے۔ میں ایک عجیب تنی الجھن کا شکار ہو گیا تھا۔ مجھے اس کے ان آنسوؤں سے نفرت ہو گئی تھی..

لیکن پھر بھی میں نے اپنی اس نفرت کا اظہار نہ کیا اور گوکلا کی باتیں خاموشی سے سنتا رہا۔

”لیکن کاس میں اب اس سے پیار نہیں کرتی، میں اسے نہیں چاہتی، میں اس سے محبت نہیں کرتی۔ اب اگر میدان جنگ میں تو اسے قتل کر دے گا تو اسے شکست دے دے گا تو مجھے کوئی اذیت نہیں ہوگی۔ میں یہی سوچوں گی کہ اس مفروضہ شخص کا یہی انجام ہونا چاہیے۔ لیکن کاس۔ اگر تو اس کے ہاتھوں مارا گیا تو اس کے بعد..... اس کے بعد میری زندگی میں کوئی دکھائی باقی نہ رہ جائے گی میں فوراً اسے لاکاروں کی اور کوشش کروں گی اس بات کی کہ وہ جلد از جلد مجھے بھی موت کے گھاٹ اتار دے....“

”تو کہنا کیا چاہتی ہے گوکلہ۔ تیری باتیں جس قدر اچھی ہوئی ہیں شاید تو انہیں محسوس نہیں کر رہی۔ لیکن میں ان باتوں کی وجہ سے الجھن میں پڑ گیا ہوں۔“ میں کسی قدر جھلنے ہوئے انداز میں کہا۔

”اوہ۔ کیا میں نے ایسی کوئی بات کہی ہے جس نے تجھے الجھن میں ڈال دیا ہے کاس؟“ گوکلہ نے پوچھا۔

”ہاں گوکلہ۔ تو وہ مختلف باتیں کر رہی ہے....“

”کیا مطلب کاس.....“ گوکلہ تعجب سے بولی۔

”میرا خیال ہے گوکلہ تو اتنی نادان نہیں ہے۔ میری بات کو سمجھنے کی کوشش کر۔ تو مجھے بتا کیا میں سے قتل کروں یا نہ کروں؟“

”کاس.....“ گوکلہ استہزائیہ انداز میں بولی۔

”نہیں۔ گوکلہ میں ان باتوں کو نہیں مانتا تو اپنی مرضی جلد بیان کر۔.... باقی رہا مسئلہ میرا تو اس سر زمین پر مجھے قتل کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

میں جیسا ہوں ویسا ہی رہوں گا۔ لیکن اس کے بعد اگر میں اسے قتل کروں تو تو مجھے کچھ نہ کہے گی۔ تو میرے سامنے روئے گی بھی نہیں اور میں یہ بھی

نہیں چاہوں گا کہ ہمیشہ تیرا حاشیہ بردار بنا رہوں۔ میں تیرے قریب زیادہ وقت نہ گزار سکوں گا گوکلہ سو تو جلد از جلد فیصلہ کر لے....“

”مگر میں اب بھی نہیں سمجھی کاس۔ کیا فیصلہ۔ تو کیا کہنا چاہتا ہے۔“ گوکلہ میری باتوں سے سخت تعجب نظر آ رہی تھی۔

”میں نے اس وقت تک تیرا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا تھا.... گوکلہ۔ جب تک کہ تجھے تیری حیثیت نہ لو اوہوں۔ میں پوشنا کو شکست دوں گا

اور اس کے بعد یہاں سے جانا پسند کروں گا۔“

”لل۔ لیکن کہاں.....؟“

”جہاں میرا دل چاہے گا گوکلہ۔“

”تو کیا تو بتانا نہیں چاہتا کاس؟“

”ہاں گوکلہ میں اس پوری دنیا میں کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہوں۔“ میں نے سخت لہجے میں کہا۔

”کاس تم سچ کہتے ہو کہ تم مجھے جواب دہ نہیں ہو لیکن تمہاری اس ساری گفتگو سے مجھے ایک بڑا سا احساس ہوتا ہے....“

”کیا احساس؟“

"شاید تم مجھ سے ناراض ہو؟"

"نہیں..... ناراض نہیں....."

"پھر کاس۔ تم خود ہی وجہ بنا دو....." گوکلہ اپنائیت سے بولی۔ لیکن مجھے اس کی اس اپنائیت سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔

"دراصل گوکلہ میں تیری دوہری شخصیت سے نالاں ہوں۔"

"دوہری شخصیت؟"

"ہاں اگر تو اسے چاہتی ہے تو اس کے قتل پہ کیوں آمادہ ہو گئی اور اگر نہیں چاہتی تو تیرے اندر یہ جو کیفیت ابھر رہی ہیں، ان کا مقصد کیا

ہے.....؟ جہاں تک میرا مسئلہ ہے میں تجھے بتا چکا ہوں کہ میں تجھے اپنی عورت کی حیثیت سے قبول نہیں کر سکتا..... اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تو پوشاک کی

محبت کا شکار ہے اور صرف مجبوراً میرا ساتھ پسند کر رہی ہے۔"

"نہیں کاس..... ایسا نہ کہو۔" گوکلہ نے درو بھرے لہجے میں کہا۔

"کیوں نہ کہوں۔"

"تم نے..... دراصل..... غلط سمجھا۔" وہ انک انک کر بولی۔

"براہ کرم گوکلہ میں کسی قسم کی ذاتی اذیت نہیں پال سکتا۔ تم جو محسوس کر رہی ہو کیا اسے بیان نہیں کر سکتیں....." میں اب کافی ہنسنے لگا تھا۔

شکار ہو چکا تھا۔

"میں..... کاس..... میں..... دراصل..... میں واقعی الجھی ہوئی ہوں....." گوکلہ نے کہا اور رونا شروع کر دیا۔

اور پردہ فیسر ہر دور کی عورت میں مجھے ایک نمایاں خوبی یا نمایاں خرابی نظر آتی..... وہ نمایاں خوبی یا خرابی اس کے آنسو ہیں پرہ فیسر ہر دور کی

عورت روتی ہے، جب وہ بے بس ہو جاتی ہے، جب وہ اپنی حماقتوں سے خود ہی تنگ آ جاتی ہے تو رونا شروع کر دیتی ہے اور رونا تو مجھے قطعی پسند نہیں

تھا۔ بہر حال ہنسنے کا اظہار میرے لئے مناسب نہیں تھا۔

چند ساعت کے بعد میں ٹھیک ہو گیا اور پھر میں نے گوکلہ کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"گوکلہ تو یقین کر کہ تو بہت احمق ہے۔"

"کیا مطلب....." گوکلہ ایک دم حیران رہ گئی۔

"تو اپنے طور پر اس پورے علاقہ کی کاس بننے کی کوشش کر رہی ہے اور عورتوں کی طرح رونا بھی رہی، جبکہ اس پوری مملکت کا کاس بننے کے

لئے تجھے اپنے عورت پن کو بھول جانا چاہیے..... تجھے کافی سخت جان ہونا چاہیے۔"

"میں مرد نہیں ہوں کاس۔" گوکلہ نے جواب دیا۔

"تو پھر مملکت کا کاس کیوں بنا جاتی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"میں سمجھتی ہوں کہ یہ سداری میں بہتر طور پر اٹھا سکتی ہوں۔ کاس لیکن..... وہ دراصل..... میں الجھتی ہوں۔"

"الجھنے کی ضرورت نہیں ہے گوگلہ..... وہ فیصلہ جو تو کر کے آئی ہے، تو نے جس انداز میں پوشنا کو لاکا رہا ہے اب اس کے بعد کچھ سوچنا ہے کار ہے۔ آنے والا وقت اس بات کا فیصلہ کرے گا کہ مستقبل کیا ہوگا۔ گوگلہ اس علاقے کی حکمران تو ہوگی یا پوشنا....." میں نے کہا اور گوگلہ سر و آہ بھر کر بولی۔

"ٹھیک ہے کاس۔" وہ چند ساعت سوچتی رہی۔ اس نے اپنے آپ کو کافی درست کر لیا۔ پھر سنبھلے ہوئے لہجہ میں بولی۔

"میں سمجھتی ہوں پوشنا اتنا بہا اور نہیں ہے جتنا کہ خود کو نکالنا ہر کرتا ہے۔"

"کس طرح سمجھتی ہے تو؟" میں نے پوچھا۔

"کیا تم نے محسوس نہیں کیا.....؟"

"نہیں....."

"اس نے وقت مانگا ہے۔"

"تو اس سے کیا ہوتا ہے گوگلہ.....؟" میں نے سپاٹ لہجے میں سوال کیا۔

"کاس تم جانتے ہو وقت مانگنے کا مطلب کیا ہوتا ہے۔"

"نہیں میں نہیں جانتا....."

"سوچنے کے لئے کچھ کرنے کے لئے..... وہ اپنے دانش کدے میں جانے کا تمہارا اناجھ تیار کرے گا، اسے پرکھے گا اور اس کے بعد تمہارے مقابلے کی تیاریاں کر کے تمہارے سامنے آنے گا۔ وہ بلاشبہ ایک چالاک انسان ہے۔ تمہیں لاکا کرتے وقت اس کے ذہن میں غیظ و غضب تھا۔ لیکن اس کے بعد شاید اسے عقل آگئی۔ اس نے سوچا کہ اس کی بھیجی ہوئی آندھی تمہیں اکھاڑ نہ سکیں۔ نہ تباہ کر سکیں تو اس کا مطلب ہے کہ واقعی تم کچھ لے کر آئے ہو۔ چنانچہ اس نے پیش میں آ کر اس وقت مقابلہ کرنے کی کوشش کی بجائے وقت طلب کیا اور تمہیں اپنے مہمان کی حیثیت سے رکھ لیا۔ اب دو تمہارے بارے میں معلومات کر کے آئے گا اور اس کے بعد تم سے جنگ کرے گا۔" گوگلہ نے کہا۔

"اور۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا گوگلہ۔" میں نے جھلا کر کہا۔

"فرق کیوں نہیں پڑے گا۔ کاس۔"

"اس لئے کہ فرق اس وقت پڑے گا جب وہ میرے بارے میں صحیح معلومات حاصل کر کے آئے گا اور جب وہ صحیح معلومات حاصل کر کے آئے گا تو مجھ سے جنگ نہیں کرے گا....." میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے لیکن ایسی صورت میں اسے خاموشی سے روکنا ہو گا پڑے گا۔" گوگلہ نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

”ہاں۔ یہ یہاں کا قانون ہے کہ اگر دو لاکار نے والوں میں سے ایک خاموشی سے روپوش ہو جائے تو دوسرے کو ناسمجھ قرار دیا جاتا ہے اور پھر گم ہو جانے والے کی کوئی حیثیت کسی کی نگاہ میں نہیں رہتی، وہ لوگوں کی نگاہ میں مفتوح بن جاتا ہے۔“

”اور۔ تب تو ٹھیک ہے۔ بہر حال میں تمہیں صرف ایک بات بتاؤں گا یا ایک پیش گوئی کروں گا کہ یوشنا کی موت بالکل نزدیک ہے اور تم اس کے لئے تیار ہو۔“ میں نے کہا اور گوگل نے گردن ہلا دی تھی۔

میرے ذہن میں یوشنا کے لئے کوئی خاص بات نہیں تھی۔ بس میں جانتا تھا کہ مقابلہ ہو گا اور اس کے بعد یوشنا کوئی بھی قوت لے کر آجائے میں اسے فنا کروں گا۔ مجھے اس بات کا یقین تھا۔ یوشنا نے ہماری خاطر مدارات میں واقعی کوئی کمی نہ اٹھا رکھی تھی، اس کے ساتھی ہمارے آگے پیچھے پھر رہے تھے، ہر ممکن کوشش تھی ان کی کہ وہ ہماری ہر ضرورت پوری کر دیں۔

میں نے تو کوئی تکلف نہیں کیا تھا لیکن گوگلہ شدید جذباتیت کا شکار رہی تھی۔ غالباً کشمکش اس کے ذہن میں اب بھی اس قوت سے موجود تھا جیسے پہلے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس کی محبت اب انتقام کی شکل اختیار کر گئی تھی۔

جیسا کہ میں بتا چکا ہوں پروفیسر کہ وہاں دن رات کا یا گزرنے والے وقت کا کوئی تعین نہیں کیا جاسکتا تھا۔ البتہ ان لمحات میں جبکہ لوگ آرام کرتے تھے اور جب جاگتے غصے تو اسے آج یا کل کا نام دے دیا کرتے تھے۔ غالباً کل کا تصور ان کے ذہن میں بھی موجود تھا۔ چنانچہ اس لحاظ سے جب وقت گزر چکا تو یوشنا کے وہ آدمی، جو اس وقت بھی ہمارے سامنے موجود تھے۔ جب یوشنا نے مقابلے کے لئے کہا تھا، بالآخر ہمارے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے اسنہرا سیاہ انداز میں مجھے دیکھا اور کہنے لگے۔

”گوگلہ اور گوگلہ کے کاس۔ کیا گزرنے ہوئے وقت نے تمہیں کچھ سکھایا ہے؟ کیا تمہارے ذہنوں میں کچھ تبدیلیاں پیدا ہوئی ہیں؟ اگر کوئی تبدیلی پیدا ہوئی ہے تو ہمیں اس کے بارے میں بتا دو تاکہ ہم یوشنا کو جا کر اطلاع دے دیں کہ اس نے جو انتظامات کئے ہیں، انہیں ترک کر دے اور اگر تم اپنے فیصلوں پر برقرار ہو تو پھر یوشنا تمہیں میدان جنگ میں آنے کی دعوت دیتا ہے۔“

”اور۔ کیا یوشنا بذات خود ہم سے خوفزدہ ہے اور اگر خوفزدہ ہے تو اسے ہمارا پیغام دو کہ وہ علاقہ چھوڑ کر کہیں چلا جائے اور کسی پہاڑ کے دامن میں یا کسی ویران علاقے میں اپنا مسکن بنا لے جہاں انسانوں کا گزرنہ نہ ہو۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اسے تلاش کر کے قتل کرنے کی کوشش نہیں کریں گے لیکن اگر اس کی موت نے اسے طلب کر ہی لیا ہے تو پھر اس سے کہو کہ مقابلے سے بھاگنے کی کوشش نہ کرے۔“ میں نے جواب دیا اور میرے اس جواب پر تمام لوگوں کے چہرے غصے سے سرخ ہو گئے تھے لیکن انہوں نے ایک لفظ بھی نہ کہا۔ تب کچھ ایر کے بعد ان میں سے ایک شخص نے کہا۔

”تو پھر میدان جنگ میں چلنے کی تیاری کرو۔“

”ٹھیک ہے تم جاؤ ایک آدمی کو یہاں چھوڑ جاؤ۔ ہم آتے ہیں۔“ میں نے کہا اور اس شخص نے گردن ہلا دی۔

پھر ان میں سے ایک آدمی رہ گیا اور باقی لوگ چلے گئے۔ میں نے گوگلہ کی طرف دیکھا۔

گوکلہ کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا، تب میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

”گوکلہ۔ جس مقصد کے تحت یہاں آئی ہو اسے پورا کرو۔۔۔ اور مقصد پورا کرنے کا یہ انداز نہیں ہوتا۔“

”میں۔۔۔ میں۔۔۔ میں معذرت خواہ ہوں، میں شرمندہ ہوں، بس میں اپنی ذہنی کیفیات تمہیں نہیں بتا سکتی کان۔“

”اور اب میں تمہیں پوچھنا بھی نہیں چاہتا گوکلہ۔ میں نے جو کچھ کہا تھا کہہ دیا ہے اور اب یوشنا سے جنگ میرا ذاتی مسئلہ بن گیا ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ میں تمہیں روکنے کی کوشش نہیں کروں گی کان۔ چلو چلتے ہیں۔“ گوکلہ نے کہا۔

اور میں آگے بڑھ آیا۔۔۔ اور بلاشبہ اب اس عورت سے مجھے الجھن ہی ہونے لگی تھی۔

اس نے اتنی شدید تک و دو کی تھی اور میں نے اس کا بھر پور طور پر ساتھ دیا تھا۔ اب یہ بات تو مناسب نہیں تھی کہ یہاں تک آنے کے بعد

میں واپس چلا جاؤں۔

”اگر تمہیں اس بات سے شدید اختلاف ہے تو میں نظر ثانی کر سکتا ہوں۔۔۔“ بالآخر میں نے کہا۔

”میں تو اب خاموش ہوں گا اس۔“ وہ برلی۔

”لیکن تمہارا چہرہ بہت سی کہانیاں سن رہا ہے۔“

”تم ان کہانیوں پر غور مت کرو۔“

”آخر کیوں؟“

”بس تم اسے عورت کی کمزوری خیال کرو۔“

”حالانکہ جس مقصد کے لئے تم نے ذہنی تک و دو کی ہے، اس کی تکمیل کے وقت تمہیں اتنا لگا نہیں ہونا چاہیے۔“

”بس مجھے تم دونوں ہی عزیز ہو۔ کسی ایک کو نقصان پہنچا تو میں۔۔۔ میں۔۔۔ وہ خاموش ہو گئی۔

اس کی دورخی کیفیت مجھے ناپسند تھی۔ میدان جنگ میں یہ تو نہیں ہو سکتا تھا کہ میں گوکلہ کے اترے ہوئے چہرے کو دیکھوں اور یوشنا سے

رہایت ہوتوں۔ میں نے بے شمار انسانوں سے جنگ کی تھی اور انہیں شکست دی تھی لیکن اس بار میرا مقابلہ ایک ایسے انسان سے تھا جو جسمانی قوتوں

کے علاوہ ایسی پوشیدہ قوتوں کا مالک بھی تھا جن کے بارے میں، مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔

میدان جنگ بلاشبہ میدان جنگ تھا۔ انسانوں کا ایک سندر ٹھانیں مار رہا تھا۔ پھر جب دور سے انہوں نے ہمیں دیکھا تو ساری گرد نہیں

اس طرف گھوم گئیں۔ ایک عجیب منظر تھا اور میرے ذہن میں گدگدنی ہو رہی تھی۔ اس قسم کے مناظر میری زندگی میں پہلی بار نہیں آئے تھے، پروفیسر۔

میں تو بار بار ایسے مقابلوں میں حصہ لے چکا تھا۔

میں فاتحانہ شان سے میدان میں داخل ہوا۔ گوکلہ میرے ساتھ تھی ویسے اصواوں کا خیال رکھا گیا تھا۔ چونکہ گوکلہ خود جنگ نہیں کر رہی تھی

بلکہ اس کے کاس کو جنگ کرنا تھی۔ اس لئے اس کے لئے بھی ایک عمدہ نشست گاہ بنائی گئی تھی اور وہاں وہ ایک فریق کی حیثیت سے بیٹھی ہوئی تھی۔

دوسری طرف پوشنا بھی اپنی جگہ بیٹھا تھا۔ وہ ایک انوکھے لباس میں تھا۔ ایک عبا پہنے ہوئے جس میں ہیرے ٹنکے ہوئے تھے۔ گوگلہ کو اس کی نشست پر بھیج دیا گیا اور میں بھی اس کے نزدیک ایک دوسری نشست پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد چند لوگ ایک مخصوص طرز کے ڈھول لے کر میدان میں آگئے اور زور زور سے انہیں پینے لگے۔ گوگلہ خاموش تھی۔ وہ سکوت کے عالم میں تھی اور اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ ڈھول پینتے رہے اور پھر ایک بوڑھا آدمی چند لوگوں کے ساتھ میدان میں آ گیا۔ اس نے ہاتھ اٹھائے اور ڈھول خاموش ہو گئے بولتے ہوئے لوگ بھی خاموش ہو گئے تھے۔ تب بوڑھے کی آواز ابھری جو اس کی عمر کی بہ نسبت کافی تیز تھی۔ اس نے گرجا آواز میں کہا۔

”دلن والو۔ جو کچھ تمہارے سامنے ہو رہا ہے، تمہارے لئے اجنبی نہیں ہے۔ بستیوں کا حکمران وہی ہوتا ہے جو ہزار آنکھیں، ہزاروں ہاتھ اور پاؤں رکھتا ہو۔ جس کی قوت دوسری تمام قوتوں پر حاوی ہو خواہ وہ انسان ہوں یا جانور، خواہ وہ آگ ہو یا طوفان۔ ان چیزوں پر قدرت رکھنے والا ہمارا کاس ہوتا ہے لیکن صدیوں کے اصولوں کے مطابق اگر کوئی زیادہ قوتیں لے کر سامنے آئے تو وہ بھی قابل احترام ہوتا ہے اور اس سے پوچھا جاتا ہے کہ خود اس کی خواہش کیا ہے۔ اگر وہ حکمرانی طلب کرے تو پھر کاس اعظم پر واجب ہوتا ہے کہ وہ خود کو اس سے برتر ثابت کرے۔ آنے والا اگر کسی چیز کا طالب ہوتا ہے تب بھی کاس اعظم کو اس کے بارے میں غور کرنا ہونا ہے۔ اگر کاس اعظم قبول کرے تو وہ چیز آنے والے کو بخش سکتا ہے اور اگر وہ قبول نہ کرے لیکن آنے والے کی طلب برقرار رہے تو کاس اعظم اسے سزا دے سکتا ہے۔ سو لوگوں۔ تم نے گوگلہ کا نام ضرور سنا ہوگا۔ کچھ عرصہ قبل کی مجلس میں گوگلہ کا نام زیر بحث آیا تھا کیونکہ یہ عرصہ دراز کی بات ہے جب گوگلہ نے پہاڑوں کے ایک سلسلہ میں اپنی مملکت کا اعلان کیا تھا لیکن پھر پوشنا نے ہمارے حکمران نے فلوس کو طاقت دی کہ وہ گوگلہ سے سب کچھ چھین لے۔ گوگلہ کو پیغام دیا گیا۔ اس نے وہ پیغام ٹھکرا دیا اور اپنے کاس کے ذریعے فلوس کو ختم کر دیا اور بااثر وہ اپنی حکمرانی تسلیم کرانے یہاں تک چلی آئی۔ مقدس پوشنا نے اصولوں کا احترام کیا۔ یہاں سے اس نے آندھی بھیجی، جو گوگلہ کو زیر نہ کر سکی اور پھر پوشنا نے کھلے میدان میں گوگلہ سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

ہم وطنوں۔ چونکہ یہ مقابلہ گوگلہ کے کاس سے ہے جو مرد ہے اور بلاشبہ تم نے دیکھا ہوگا کافی مختلف نظر آتا ہے عام لوگوں سے۔ اس لئے اس مقابلے کو دوسرانی مقابلہ اور اس کے بعد علم کا مقابلہ کہا جا سکتا ہے۔ اب گوگلہ کا کاس اور مقدس پوشنا ایک دوسرے سے سوالات کریں گے اور میں ان کے درمیان ثالث کے فرائض انجام دوں گا۔“

بوڑھے نے پہلے پوشنا کی طرف اور پھر میری جانب دیکھا اور پوشنا اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ وہ مسکراتا ہوا میدان کے درمیان آ گیا۔ بوڑھے نے مجھے اشارہ کیا اور میں بھی میدان میں پہنچ گیا۔ درمیان میں بوڑھا کھڑا ہوا تھا۔

”تم دونوں ایک دوسرے سے طریقہ جنگ یا دوسرے کسی بھی مسئلے پر سوالات کر سکتے ہو، ایک دوسرے کا مافی الضمیر معلوم کر سکتے ہو۔ پہلا سوال پوشنا کرے گا۔“

خوبصورت نوجوان نے گردن خم کی اور میری جانب دیکھنے لگا۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”نوجوان تیرا نام کیا ہے؟“

”گوگلہ مجھے کاس کہہ کر پکارتی ہے۔“

"لھیک ہے لیکن تیرا نام تو ہوگا؟"

"وہ اسے ظاہر نہیں کرنا چاہتی۔" میں نے جواب دیا۔

"اور تو؟" اس نے پوچھا۔

"میں اس کی ہر خواہش سے تعادل کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا گوگلڈ تھ سے عشق کرتی ہے؟" اس نے براہ راست سوال کیا اور مسکرانے لگا۔ اس کے انداز میں شرارت تھی جیسے لوگوں کے سامنے دو

کوئی اہم انکشاف کرنا چاہتا ہو۔

"نہیں۔ بلکہ وہ تمہ سے عشق کرتی ہے کناشی۔ وہ تیرے بچپن کی ساتھی ہے جسے تو پوشا بن کر بھول گیا ہے، جبکہ اس سے قبل تو اس سے پیار

کرنا تھا۔" میں نے اس کا داؤ اسی پر پلٹ دیا اور پوشا ایک لمحے کے لئے میرے جواب سے بوکھلا گیا۔

"کیا تو اسے بھول گیا پوشا؟" میں نے فوراً پوچھا۔

"نہیں۔ لیکن میں نے اس سے کوئی وعدہ نہیں کیا تھا اور جب اس نے اپنی محبت کا حوالہ دیا تو میں اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔"

"گو یا تو اسے پہچانا ہے؟"

"کیوں نہیں۔" پوشا نے جواب دیا۔ وہ کچا پڑ گیا تھا اور بدلہ لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ چند لمحات اس نے سوچا پھر بولا۔ "تو بات یوں ہوئی کہ

گوگلڈ مجھ سے عشق کرتی ہے اور تو گوگلڈ کو چاہتا ہے؟"

"نہیں۔ ہم دونوں کے درمیان چاہت کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔"

"پھر تو اس کا مددگار کیوں بنا؟"

"یہ بات اس کے اور میرے درمیان ہے۔"

"کیا تو اس کی تخلیق ہے؟"

"نہیں۔"

"کیا اس نے تجھے اپنے علم سونپے ہیں؟"

"نہیں۔" میں نے صاف گوئی سے کام لیا۔

"گو یا تو جن تو توں سے جنگ کرے گا وہ تیری اپنی ہوں گی؟"

"ہاں۔"

"اگر تو یہ جنگ جیت لے تو کھراں کو گلہ رہے گی یا تو خود؟"

"گوگلڈ۔"

"اور تیری حیثیت کیا ہوگی؟"

"کچھ نہیں۔"

"کیا گوگلڈ تجھ سے شادی کرے گی؟"

"نہیں۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔

"پھر کون سا لالچ تجھے موت کے نزدیک لے آیا ہے؟"

"میں غرور شکن ہوں۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا اور میری یہ آواز سکوت طاری کر دیتی تھی کیونکہ اس میں میرا غضب ہوتا تھا اور یہ

غضب اس وقت جاتا تھا جب کوئی خود کو عظیم تر ثابت کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ سو لوگوں نے چونک کر مجھے دیکھا۔

"کیا مطلب؟" یوشنا نے پوچھا۔

"گوگلڈ کی زبانی میں نے سنا کہ تو یوشنا ہے۔ مجھے اس سے کوئی ہنچھی نہیں تھی کیونکہ مجھے حکومت کرنا پسند نہیں۔ تب اس نے کہا کہ تو عظیم تر

ہے۔ سو میں نے تسلیم کیا کیونکہ عظیم میں ہوں اور کسی دوسرے کا یہ دعویٰ غلط ثابت کرنا میرا فرض ہے۔ چنانچہ میں گوگلڈ کو لے کر یہاں آیا۔"

"اس کا کاس بن کر؟"

"ہاں۔"

"ٹھیک ہے۔ تجھے اپنی عظمت ثابت کرنے کا پورا حق ہے۔ صرف ایک سوال کا جواب اور ہے۔"

"ضرور پوچھو یوشنا۔ ضرور پوچھو۔"

"تو نے ظلم کہاں سے حاصل کیا ہے؟"

"کہیں سے نہیں۔"

"کیا مطلب؟" یوشنا تعجب سے بولا۔

"ہاں۔ میں تجھ سے ظلم کی توت سے نہیں لڑوں گا بلکہ صرف میری ہسانی تو تمیں تیرے مقابل آئیں گی۔" میں نے کہا اور میری

آواز بیٹھار لوگوں کے لئے حیرت کا باعث بن گئی۔ خود یوشنا نے تعجب سے ہڈھے ٹالٹ کودیکھا اور تعجب سے بولا۔

"یہ کیا کہہ رہا ہے؟"

"جو کچھ کہہ رہا ہے وہ بے حد تعجب خیز ہے۔" بوڑھے نے بھی گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیا اس سے جنگ میری تو ہین نہیں ہے؟ کیا یہ جاننے کے بعد بھی میں اس سے جنگ کروں یہ حکوم سے ناواقف ہے؟" یوشنا نے

حقارت سے کہا۔

"نو جوان کاس۔ تو جو کچھ کہہ رہا ہے اسے سمجھتا بھی ہے؟"

"اچھی طرح۔" میں نے ہنس کر جواب دیا۔

"اور تو مقدس پوشا کو اپنی جسمانی قوتوں سے زیر کرنے گا؟"

"یقیناً۔"

"پوشا سے کہو کہ اپنے علم کی قوت سے مجھے نہیں ڈالے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو بہر حال برتر و اعلیٰ رہے گا ورنہ میرے ہاتھوں مارا جائے

گا۔" میں نے بھی حشرات سے جواب دیا اور پوشا غریظ و غضب سے سرخ ہو گیا۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہ شخص جنموٹ سے کام لے رہا ہو۔" بالآخر اس نے کہا۔

"لیکن یہ جنگی اصول کے خلاف ہے۔ اے شخص اگر تو صرف جسمانی قوتوں سے جنگ کرے گا تو کیا اس کا ثبوت بھی دے گا؟ کیا تو آتش

دائرے سے نکلے گا جو ظلم ممکن ہے اور تیرے پاس سحر کی جتنی قوتیں ہیں سب چل کر دکھ ہو جائیں گی۔ سحر تو ایک امانت ہوتی ہے جس کی توہین کی

جائے تو وہ ختم ہو جاتا ہے۔"

"تیری گفتگو بہت طویل ہے بوزھے، اور یہ حقیقت ہے کہ تو کناشی کا نمک خور ہے لیکن اس وقت تو نے کناشی کی مقدس امانت سنبھالی

ہوئی ہے اس کے ساتھ بھی انصاف کر۔ میں اس آتش دائرے سے گزرنا چاہتا ہوں تاکہ تم لوگوں کی بگو اس ختم ہو اور میں اس کا غرور توڑنے کے لئے

عملی کارروائی کروں۔" میں نے ناگواری سے کہا اور بوزھے نے گہری سانس لی۔

"تو نے ٹھیک کہا۔" اس نے جواب دیا اور پھر لوگوں کو اشارہ کیا۔ وہ اس کے قریب آگئے تو بوزھے نے انہیں ہدایات دیں اور وہ چلے

گئے۔ تب اس نے پوشا سے پوچھا۔

"پوشا۔ کیا تو اس کے خلاف صرف جسمانی قوت صرف کرے گا؟"

"جسمانی بھی اور سحر کی قوت بھی۔ میں اسے ہر طرح زیر کروں گا۔ میں کوئی پابندی قبول نہیں کروں گا۔" پوشا نے کہا۔

"کیا تم اس کے لئے تیار ہو؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"ہاں۔ میں تیار ہوں۔"

تب بوزھے نے دونوں ہاتھ بلند کئے اور پھر ہم دونوں کے درمیان سے ہٹ گیا۔ پوشا اپنے تخت کی طرف چل پڑا اور لباس وغیرہ بدلنے

لگا۔ اب وہ جنگ کا لباس پہن رہا تھا اور پرد فیسر۔ میں تو کسی لباس کا عادی ہی نہیں تھا سوائے اس مختصر لباس کے جسے پہن کر جنگ کرنے کا صحیح لطف

آتا تھا۔ یعنی جانور کے ہڈے کا مخصوص لباس، جو صرف ستر پوشی کر لیتا تھا۔ چنانچہ میں نے بھی اپنا لباس اتار دیا اور صدیوں کی رعونت میرے وجود

پر چھا گئی۔ وہ رعونت جو ساری دنیا کو حقیر سمجھتی ہے، کوئی بھی ہونانی ہے اور وجود بخشنے والے نے مجھے ایک نہ مننے والا وجود عطا کیا تھا۔ چنانچہ کسی کی مجال

کہ مجھے زیر کرنے کی سوچے اور اگر سوچے تو میں اس کا وجود ہمیشہ کے لئے فنا کروں۔

آتش دائرہ روشن ہو گیا۔ ایک عظیم طاقت جو کسی احاطہ کا باہر ہوتی تھا اور اس کے کنارے آگ اگل رہے تھے۔ لانے والے اسے بڑے تقدس

کے ساتھ لائے تھے اور پھر چھ بوزھے آدمیوں نے اس پر منتر پڑھے اور دائرے کے شعلے نیلا بٹ اختیار کر گئے۔

تب انہی میں سے ایک بوزھے نے زار زور سے کہا: ”دیکھئے دار۔ دائرہ ظلم شکن ہو گیا ہے۔ پوشا کے عظیم مقابل نے کہا ہے کہ اس کے پاس کوئی علم نہیں ہے وہ صرف ہسانی قوتوں سے جنگ کرے گا اور اس کی پرکھ کے لئے یہ دائرہ روشن کیا ہے۔ اگر وہ جھوٹ بول رہا ہے تو اپنا ظلم کھو بیٹھے گا اور اس کے بعد بھی اسے پوشا سے جنگ کرنا ہوگی۔ سو۔ اسے شخص اور اپنے دعوے کا ثبوت دے۔“

میں آگے بڑھا اور دائرے میں داخل ہو گیا۔ ایک کے بجائے کئی بار میں اس دائرے میں آنے جانے لگا اور اس تیز آگ سے خوب لطف اندوز ہوا۔ دیکھنے والے مجھے عجیبانہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے اور پوشا بھی کسی قدر حیران نظر آ رہا تھا۔

تب وہی بوزھا آگے بڑھا جو مالٹ تھا۔

”لھیک ہے نہ جوان تو صادق ہے اور اب یہاں کوئی نہیں ہے جو تیری بات پر یقین نہ کرے۔ بس لوگوں دائرے بنا دو۔“

اور پھر میدان صاف ہو گیا پر نیسر۔۔ اور یہ شخص جو میرے سامنے ہتھیاروں سے لیس ہو کر آیا، میرے لئے چیونٹی کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس نے میرے تیشے کی ضرب نہ دیکھی تھی اور پھر جب میرا پسندیدہ ہتھیار مجھے مل جائے تو پھر میری جولانی کا کیا ٹھکانہ۔ ہتھیاروں کے انتخاب کا حق مجھے دیا گیا تھا اور نہ جانے اتنا بھاری تیشہ انہوں نے کیوں بنایا تھا۔ میں نے ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر اسے اٹھا لیا اور اسے تو لے لگا۔ میری آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں۔ تیشہ کافی بھاری اور میری پسند کے مطابق تھا۔

دیکھنے والی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک بڑھتی جا رہی تھی۔ بالآخر میدان صاف ہو گیا اور اب ہم دونوں ایک دوسرے کے مقابل تھے۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ میرے مقابل نے بھی تیشہ ہی پسند کیا تھا لیکن اس کا تیشہ بالکا تھا اور وہ اسے نہایت پھرتی سے بلا سکتا تھا جبکہ اس کے خیال کے مطابق میں بھاری تیشے کو زباہ پھرتی سے حرکت نہیں دے سکتا تھا۔

مقابلہ شروع ہو گیا۔ پوشا بے حد چالاک و چست معلوم ہوتا تھا۔ تیشہ ہلاتے ہوئے اس نے کئی بار مجھے جھکائی دی لیکن مجھے بدکنے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر تیشہ میرے بدن پر آ بھی پڑتا تو کون سا مجھے نقصان پہنچاتا اس لئے میں نے اسے کسی نا تجربہ کار بچے کی طرح نظر انداز کیا اور پوشا نے میری اس لاپرواہی سے فائدہ اٹھانے کے لئے حملہ کر دیا۔

لیکن اس بار میں نے تیشہ سامنے کر لیا تھا۔ پورنی قوت سے چلایا ہوا تیشہ میرے بھاری تیشے پر پڑا اور پوشا کے ہاتھ سے نکل گیا۔ پوشا کا ہاتھ جھنجھنا گیا تھا۔ وہ میرے دار سے بچنے کے لئے کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کا تیشہ میرے قدموں میں پڑا تھا لیکن میں اپنی شان کے خلاف نہیں کر سکتا تھا۔ کسی کو نہ بتا سکتا تھا کہ حملہ کیوں کرتا۔

میں نے پاؤں کے انگوٹھے سے اس کے تیشے کو اس کی جانب اچھال دیا اور بڑی حقارت تھی میرے اس انداز میں۔ پوشا نے تیشہ لپک لیا تھا لیکن وہ اس حقارت آمیز رویے سے جھلا گیا تھا۔ وہ پھرتی سے آگے بڑھا اور تازہ توڑ کئی حملے مجھ پر کئے لیکن اس بار میں نے صرف ہسانی پھرتی دکھائی تھی۔ اس کے وارشانیں کی آوازوں کے ساتھ میرے ادھر ادھر سے گزرنے لگے اور پھر میں نے پہلا وار کیا اور بڑا کاری دار تھا۔

یوشا کا تیشہ والا ہاتھ بازو کے قریب سے کٹ گیا اور یوشا کے حلق سے طویل کردہ نکل گئی۔ اس کا ہاتھ اور تیشہ نیچے گر پڑا تھا۔ یوشا نے دوسرا ہاتھ کٹے ہوئے بازو کے لپٹتے خون پر رکھ لیا اور وائٹ پیس کر زور سے ایک آواز نکالی۔ دوسرے لمحے اس کا کٹا ہوا ہاتھ زمین سے بلند ہوا۔ تیشہ اسی طرح اس میں وبا ہوا تھا اور پھر یہ بازو مجھ پر پھینکے گئے لگا۔ میں نے وائٹ پیس کر ان حملوں کو روکا اور پھر میں نے بھی دو تین ہار تیشہ گھمایا اور بازو کے کلزے کر دیئے۔ پھر میں برق رفتاری سے یوشا کی طرف لپکا اور میں نے اس پر وار کیا لیکن دوسرے لمحے یوشا کا بدن دھواں بن گیا اور میرا تیشہ اس سے گزر گیا لیکن یوشا میرے عقب میں نمودار ہوا تھا اور اس بار اس کے دونوں ہاتھ سلامت تھے اور وہ ہنس رہا تھا۔

”میرے ہزار وجود ہیں لو جو ان.. تجھے ایک ہزار بار مجھے قتل کرنا ہوگا۔ ہا شب تو نے میرا ایک وجود فنا کر دیا۔ دیکھ دو پڑا ہوا ہے میرا مردہ وجود لیکن کب تک تو کشتوں کو قتل کرے گا۔ آکوشش کر۔ میں کئی بار تیرے ہاتھوں مرنے کو تیار ہوں۔“

میں نے تھوڑے فاصلے پر پڑی یوشا کی لاش کو دیکھا لیکن یوشا میرے نزدیک بھی کھڑا تھا۔ اب میں جھلا گیا تھا۔ میں نے وار کیا اور یوشا کی گردن از گئی لیکن فوراً ہی تیسرے یوشا نے اہ گردن لپک لی۔ وہ نب بھی مسکرا رہا تھا۔ پھر اس نے اپنا ایک ہاتھ پھیلا ہوا اور درجن بھر یوشا میرے مقابل آگئے۔ میرا کام تیز ہو گیا۔ ایسے شخص کو اب رعایت دینا میرے لئے ناممکن نہیں تھا۔ میرا تیشہ جس رفتار سے کام کر رہا تھا وہ دوسروں کے لئے سخت حیران کن تھی۔

ذرا سی دیر میں میں نے ان کا صفایا کر دیا۔ میدان میں یوشا کی تفر با پندرہ لاشیں پڑی تھیں اور یوشا اپنے لئے ہتھیار منتخب کر رہا تھا۔ اس بار میں نے کافی لمبی تلوار اٹھائی تھی۔ تیلی اور لمبی تلوار، کیونکہ تیشہ وہ ایک بار بھی میرے جسم کو نہیں چھو سکا تھا۔ ایک بار پھر وہ مسکراتا ہوا میرے سامنے آ گیا۔

”یوشا! اگر تیرے دن ہزار وجود ہوں تب بھی میں ان میں سے ایک بھی نہیں چھوڑوں گا۔ بس تو میدان چھوڑ کر مت بھاگنا۔“

”نہیں میرے شیر۔ اگر بھاگنا چاہوں تو تب بھی بھاگ نہیں سکتا۔ فیصلہ لازمی ہے۔ دونوں میں سے ایک کو فنا ہونا پڑے گا۔“

”تب ٹھیک ہے۔“ میں نے کہا اور اس کے بعد ہم دونوں کے درمیان ایک خوفناک جنگ ہونے لگی۔ یوشا بڑی بے جگری سے لڑ رہا تھا۔

لیکن میں بھی اس وقت شدید محنت کر رہا تھا۔ میں اس پر یہ ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتا تھا کہ ہتھیار میرے بدن پر بے اثر ہیں اور پھر میں نے مزید دس ہار اسے قتل کیا۔ ایک مرتبہ تو وہ سراعتب سے آجاتا تھا۔ پھر وہ ایک دم گھبرا گیا۔ یوشا کی ایک نہیں چل رہی تھی اور میدان میں اس کی ایشوں کے انبار لگے جا رہے تھے۔

دیکھنے والے ساکت تھے۔ گولکھ کا چہرہ عجیب نور ہاتھ اور اب یوشا کی ہنسی بھی گم ہوتی جا رہی تھی۔ لب وہ سنجیدہ تھا۔ پھر وہ تشریح زدہ نظر آنے لگا۔ پھر اتنی لاشیں میدان میں بچھ گئیں کہ میدان بھرنے لگا۔ میرے بدن پر ابھی ایک نشان بھی نہیں لگا تھا۔ تب چانک یوشا رک گیا۔ اس نے چاروں طرف دیکھا اور پھر بوز حصے کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔

”میں اب نہیں لڑنا چاہتا۔“

چاروں طرف ہنگامہ ہو گیا تھا۔ "یوشنا نے ہار مان لی۔ یوشنا کو شکست ہو گئی۔ یوشنا کو شکست ہو گئی۔" لوگ بڑی طرح سے چیخ رہے تھے۔
 "خاموش ہو جاؤ۔ خاموش ہو جاؤ۔" بوڑھا چیخا۔

"کاس گوکلہ۔ مقدس گوکلہ۔ ہماری یوشنا گوکلہ ہے۔" لوگ بڑی طرح شور مچا رہے تھے۔

"خاموش ہو جاؤ۔ خاموش ہو جاؤ۔ سنو تو، خاموش ہو جاؤ۔"

"اب ہم تمہاری بات نہیں مانیں گے۔ ہم اب تمہاری بات نہیں مانیں گے۔" لوگ بدستور چیخنے جا رہے تھے۔

تب بوڑھا گوکلہ کے پاس پہنچا۔ "تم انہیں حکم دو کہ وہ خاموش ہو جائیں۔" اس نے گوکلہ سے استدعا کی لیکن گوکلہ کے حواس خود غائب تھے۔

بشکل تمام وہ کھڑی ہوئی۔ "خاموش ہو جاؤ۔ خاموش ہو جاؤ۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور لوگ خاموش ہو گئے۔ تب بوڑھے نے کہا۔

"وطن کے لوگوں! سنو۔ شور مچانے سے کیا حاصل، جو کچھ ہوا ہے، وہ سب کے سامنے ہے۔ کناشی جو اب سے کچھ دیر قبل ہمارا یوشنا تھا،

ہمارے آباؤ اجداد کی مقدس رسم کے مطابق شکست کھا چکا ہے اور یہ شکست اس نے خود اپنے منہ سے قبول کی ہے۔ تم نے دیکھا کہ گوکلہ، کاس گوکلہ،

عظیم گوکلہ اپنے جس کاس کے ساتھ آئی تھی، اس نے سب سے پہلے یہ ثابت کیا کہ وہ کسی جادو کے زیر اثر نہیں ہے۔ وہ جادو کی قوتوں سے نہیں بلکہ

جسمانی قوتوں سے جنگ کرے گا اور اس کے لئے وہ مقدس دائرہ جو ہمارے آباؤ اجداد کے دور سے ہر قسم کے جادو سلب کرنے کی قوت رکھتا آ رہا ہے،

اس نے یہ ثابت کیا کہ گوکلہ کا کاس کسی جادو کی قوت کے زیر اثر نہیں ہے اور اس کاس نے اس دائرے سے نکل کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ جو کچھ کہہ رہا

ہے وہ درست ہے۔ بلاشبہ اس نے اپنی جسمانی قوتوں سے یوشنا کے بے شمار ہم شکلوں سے، اس کے ہزاروں قوتوں سے جنگ کی اور لوگوں تم جانتے

ہو کہ یہ جنگ ناقابل یقین تھی۔"

کسی جسمانی قوت سے ایسی جنگ نہ دیکھی گئی نہ سنی گئی۔ بہر حال کاس گوکلہ جس مقصد کو لے کر یہاں آئی تھی وہ پورا ہو گیا ہے اور انہوں

نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ طاقت ان کے زیر اثر ہے۔ سو ہم اپنے آباؤ اجداد کے ان اصولوں کو نہیں بھولیں گے۔ میرا مقصد کاس گوکلہ سے ہے۔ جنگ

جیت جانے کے بعد وہ ہماری حکمرانی ہے۔ اس پورے علاقے کی حکمرانی ہے اور اس بات کو تسلیم کر لینے میں کسی کو عار نہیں ہے کہ کاس گوکلہ سب سے

زیادہ طاقتور ہیں سب سے زیادہ با علم ہیں۔"

"ہم تسلیم کرتے ہیں محترم ستیا۔" جھوم کی آواز سنائی دی لیکن بوڑھے نے انہیں خاموش ہونے کا اشارہ کیا اور جھوم پر پھر سناٹا چھا گیا۔

"یہ کاس انہوں نے جہاں سے بھی حاصل کیا، جس طرح انہوں نے اسے اپنی مدد پر آمادہ کیا، یہ ان کا اپنا مسئلہ ہے اور یہ تمام کام ہمارے

اصولوں سے ہٹ کر نہیں ہے اس لئے گوکلہ کو کاس تسلیم کر لینے میں ہم میں سے کسی کو بھی عار نہیں ہے۔ وہی کناشی کی بات، جو کبھی یوشنا تھا تو اب اس کی

کوئی حیثیت نہیں رہ گئی ہے۔ ہاں وہ شخص جس نے اسے زیر کیا ہے، اس کی زندگی کا مالک ہے اور کناشی اس کا غلام۔ کناشی اگر اس کے احکامات سے

سرتابی کرے گا تو رسم کے مطابق اس کو ریزہ ریزہ کر دیں گے۔"

چنانچہ اب کہنا یہ ہے کہ بس طریقے سے ہمارے یہاں یہ رسومات چلی آ رہی ہیں، اسی طریقے سے انہیں انجام دیا جائے۔ ہم کناشی کے

ہاتھ باندھ کر اسے نئے کاس کے سامنے پیش کر دیں گے اور نیا کاس مکمل طور سے اس کا مالک ہوگا۔ چنانچہ میں اعلان کرتا ہوں کیونکہ مجھے اس کا حق بخشا گیا ہے کہ اب ہماری کاس گوکلہ ہے۔“

ایک بار پھر شور سے کان پڑی آوازیں سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ لوگ بے پناہ چیخ رہے تھے، چلا رہے تھے اور گوکلہ کے نام کے نعرے لگا رہے تھے۔ اور یہ تو ہوتا ہی چلا آ رہا تھا پرفیسر کوئی نئی بات تو تھی نہیں اور میں جانتا تھا کہ اس کے بعد بھی یہی ہنگامے ہوں گے۔ چنانچہ میں خاموشی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ پھر جب کناشی کے ہاتھوں میں وہی باندھ کر اس کا سرا میرے ہاتھ میں دیا گیا تو میں نے مسکرا کر اس کی جانب دیکھا۔

کناشی نے گردن جھکا لی تھی۔

دوسرے لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے تھے۔ گوکلہ کو بے شمار افراد نے گھیر لیا تھا۔ گویا اب وہ مجھ سے کچھ دور ہٹ گئی تھی۔ تب میں نے کناشی کے قریب پہنچ کر اس کے شانوں پر ہاتھ رکھا اور مسکرا دیا۔

کناشی نے نگاہیں اٹھا کر میری جانب دیکھا، اس کی آنکھوں میں خیالت تھی۔ تب میں نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھوں سے وہی کھول دی اور نرم لہجے میں کہا۔

”فخ و شکست میدان جنگ کا زیور ہے میرے دوست۔ یہاں پر ہمیں انہی دونوں چیزوں میں سے کچھ ملتا ہے۔ تمہارے لوگوں کی رسم کے مطابق تمہیں میری نلامی میں دے دیا گیا ہے لیکن میں تمہیں ایک باوقار شخصیت سمجھتا ہوں، ایک ایسا حکمران، جس نے اپنی قوت سے حکومت حاصل کی تھی اور حکمران غلط فیصلے نہیں کرتے۔ آج تک ہم دونوں ایک دوسرے کے مخالف تھے لیکن آج تم میری پناہ میں ہو اور جو لوگ میری پناہ میں ہوتے ہیں، میں ان کے ساتھ ایسا سلوک کرتا ہوں کہ کبھی ان کی دل آزاری نہ ہو۔ سو اس سلسلے میں اس رسم کی ضرورت نہیں ہے۔ تم میری محبت کی ذور میں بندھ کر میرے ساتھ آؤ اور تعاون کرو۔“

کناشی نے تعجب سے میری شکل دیکھی۔ غالباً اسے ان الفاظ کی توقع نہیں تھی۔ اس نے یہی سوچا ہوگا کہ فاتح مغتوحوں کے ساتھ جو سلوک کرتے ہیں وہ قطعی انسانیت سوز ہوتا ہے۔ وہ ان کے لئے نرم لہجے نہیں رکھتے۔ میرے نرم لہجے نے اسے حیران کر دیا تھا۔

تب میں نے اسے اشارہ کیا اور کناشی میرے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ اس وقت گوکلہ تک پہنچنا ممکن نہیں تھا کیونکہ اس کے مداح، اس کے عوام اسے گھیرے ہوئے تھے اور اسے کسی قیمت پر چھوڑنے کو تیار نہ نہیں تھے۔ وہ کشاں کشاں گوکلہ کو یوشا کے محل کی طرف لے جا رہے تھے، جہاں اب گوکلہ کی حکمرانی ہوگی۔ پھر گوکلہ نے ہی ان لوگوں سے کچھ کہا اور بہت سے لوگ میری تلاش میں چل پڑے۔

مجھے پانا تو کوئی مشکل کام نہ تھا کیونکہ میں ان سب میں نمایاں تھا۔ چنانچہ بوز ہا مستیا اور اس کے بہت سے ساتھی میرے نزدیک پہنچ گئے۔ انہوں نے مجھے بھی اسی طرح دوازے میں لے لیا تھا جیسے انہوں کو گلہ لیا تھا۔ کناشی میرے ساتھ تھا۔

انہوں نے تعجب سے کناشی کے کھیلے ہوئے ہاتھ دیکھے، بوز سے کہے ہونوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”جو حیران کن فاتح ہوتے ہیں اندر سے بڑے عجیب ہوتے ہیں۔“ بوز سے لے کہا اور میں مسکرا دیا۔

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور ان کے ساتھ چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں بھی گوگلہ کے نزدیک موجود تھا۔ گوگلہ کے چہرے پر اس وقت بھی عجیب سے تاثرات تھے۔ وہ سرور بھی نظر آرہی تھی اور نرزدہ بھی۔ اس نے پہلے مجھے دیکھا پھر کناش کی طرف اور نہ جانے کیوں وہ کھوسی گئی لیکن چند لمحات کے بعد ہی اسے جیسے ہوش آ گیا اور اس نے بوز سے کہا۔

”ہم محل کی جانب جانا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں سے کہو کہ آرام کے بعد ان سے دو بار ملاقات کی جائے گی۔“

بوز سے نے گوگلہ کے الفاظ دہرا دیئے اور لوگ چیخے بٹ گئے۔ تب ہمیں محل کی جانب لے جایا گیا۔ اس بار محل میں ہمارا داخلہ بہت ہی اعلیٰ طریقے سے تھا۔ گو اس سے قبل بھی ہمارے ساتھ کوئی بہ اسلوک نہیں کیا گیا تھا لیکن اس وقت ہم مالک کی مشیت سے اندر داخل ہوئے تھے۔

گوگلہ نے بالکل تباہی طلب کر لی تھی۔ ہاں اس نے صرف مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں اس کے ساتھ آؤں۔

چنانچہ محل کے ایک بہت بڑے کمرے میں گوگلہ مجھے لے کر پہنچ گئی۔ باقی لوگ باہر ہی بندھ گئے تھے۔ کناشی کو ان کے حوالے کر دیا گیا تھا۔

تب گوگلہ نے کمرے کا دروازہ بند کیا اور میری جانب دیکھنے لگی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی اور پھر اس نے دونوں ہاتھ

پھیلائے اور میرے نزدیک آ کر مجھ سے لپٹ گئی۔

”اس کے باوجود تو مجھے کہتا ہے کہ میں تجھ سے پیار نہ کروں۔“ اس نے کہا لیکن میرے جذبات نے اس کی کوئی پذیرائی نہیں کی تھی۔

میرے ہاتھوں نے اس کے گرد کوئی حلقہ نہیں بنایا۔ وہ کافی دیر تک اس بات کی منتظر رہی کہ میں بھی اسے محبت سے سینے سے چسلاؤں۔ اس نفع کی خوشی

میں اسے قبول کروں یا اس بات کا اظہار کروں کہ میں بھی اسے چاہتا ہوں لیکن یہ سب جذبات کی باتیں تمہیں پر دھیس اور میں اتنا احمق یا جذباتی

نہیں تھا۔ چنانچہ میں خاموش ہی رہا۔ البتہ میں نے گوگلہ کو خود سے جدا کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں اس کے جذبات کو نہیں نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔

پھر اسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دئی اور میں نے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی۔

آنے والا استیہی تھا۔ اس نے اوب سے گردن جھکائی اور بولا۔

”امور سلطنت کے سارے لوگ جمع ہو گئے ہیں۔ وہ نئی حکمران کے احکامات سننا چاہتے ہیں، میں انہیں کیا جواب دوں؟“

”صرف ایک۔“ گوگلہ نے غضب ناک لہجے میں کہا۔ ”اور وہ یہ کہ جب تک میں ان میں سے کسی کو طلب نہ کروں کوئی مجھ تک آنے کی

کوشش نہ کرے۔“

”جو حکم۔“ بوز سے نے جواب دیا اور وہاپس چلا گیا۔ گوگلہ اب بھی عجیب سی نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے ایک گہری

سانس لے کر کہا۔ ”کاس۔ میں تیرے لئے انہیں بن گئی ہوں نا؟“

”نہیں گوگلہ۔ البتہ مجھے تجھ پر حیرت ہے۔“

”کیوں؟“

”تو نے کناشی کی محبت کے کتنے انسانے سنائے تھے مجھے۔“

"ہاں لیکن کاس تم عورت کو نہیں سمجھو گے۔" گوکلہ غمزدہ سانس لے کر بولی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
"کیا کہنا چاہتی ہے تو؟"

"تم سمجھو گے کہ تم فاتح ہو اس لئے میں تم سے اللہ کا اظہار کر رہی ہوں۔"

"نہیں۔ یہ بات نہیں ہے اس لئے کہ بہر حال میں نے تیرے لئے ہی یہ سب کچھ کیا ہے اور اس بات کو تو انہی طرح جانتی ہے کہ میں حکومت کا خواہش مند نہیں ہوں۔"

"ہاں یہ درست ہے۔"

"ایسی صورت میں، میں یہ بات نہیں سوچ سکتا۔"

"بہر حال میں تجھے مجبور نہیں کروں گی۔ البتہ مجھے بتاؤ اب کیا کرے گے؟"

"تم سے ایک اجازت طلب کروں گا گوکلہ۔ چونکہ اب تم اس پورے علاقے کی حکمران ہو اس لئے مجھے یہ اجازت دو کہ میں تمہارے اس علاقے میں کہیں بھی چلا جاؤں میرے اوپر پابندی عائد نہ ہوگی۔"

"ایسے الفاظ کہہ کر مجھے شرمندہ مت کرو۔ میں تمہاری منت کرتی ہوں۔"

"اور۔ میرا مقصد یہ نہیں تھا۔"

"میرے بارے میں تم نے کیا سوچا؟"

"تھوڑی دیر کے بعد بتاؤں گا۔" میں نے جواب دیا اور پھر گوکلہ کے پاس سے چلا آیا۔ حالانکہ پروفیسر۔ دو عورت تھی۔ جس قدر طاقت ور

تھی، مجھے اس کے بارے میں علم ہو گیا تھا۔ اس کے جادو سے تو میں قطعی متاثر نہیں تھا لیکن بہر حال عورت کی دلکشی بذات خود بہت بڑا جادو ہوتی ہے اور یہ جادو میرے اوپر چل سکتا تھا کیونکہ طویل عرصہ گزر چکا تھا عورت کی قربت حاصل کیے لیکن نہ جانے کیوں اس عورت سے کدورت تھی مجھے، میں کسی قیمت پر اس کا قرب نہیں چاہتا تھا۔

تب میں کناشی کے پاس پہنچ گیا، دو بے چارہ اب ایک قیدی بن گیا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کاس۔ عظیم کاس۔" اس نے کہا۔

"کناشی۔" میں نے سنجیدگی سے اسے مخاطب کیا۔ "میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"تو مجھ سے اجازت کیوں لے رہے ہو۔ تم میرے مالک ہو۔" اس نے کہا۔

"میدان جنگ میں ہم دشمن تھے لیکن چونکہ اب دشمنی ختم ہو گئی ہے اس لئے ہم دونوں عام انسان ہیں۔ تمہاری دنیا کی رسم کے مطابق میں

تمہارا مالک ہوں لیکن میں نے اس بات کو دل سے تسلیم نہیں کیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"میں تمہارا آقا نہیں ہوں۔"

"تو کیا تم نے مجھے آزاد کروایا؟"

"اسی وقت جب میں نے تمہاری رسیاں کھوئی تھیں۔"

"بیشک تو عظیم ہے۔ اگر مجھے تیری عظمت کا اندازہ ہوتا تو میں کبھی تجھ سے جگمگ نہ کرتا۔ طاقت کے نشے سے چہرست ہاتھی ہمیشہ من

کے بل کرتے ہیں لیکن جو طاقتور ہونے کے علاوہ متحمل مزاج بھی ہوتے ہیں۔ وہ ناقابلِ تسخیر ہوتے ہیں۔ یہ میرا علم ہے لیکن اس کے باوجود میں

تیرا پرستار ہوں۔ بتا کیا حکم ہے میرے لئے؟"

"کناشی۔ کیا یہ حقیقت ہے کہ گوگلہ تجھ سے محبت کرتی تھی؟"

"طاقت کا تخریب ہونا ہے کاس۔ طاقت در بننے سے قبل ہم دونوں ایک دوسرے کے لئے دیوانے تھے لیکن پھر میں نے سوچا کہ میں

ناقابلِ تسخیر ہوں اور گوگلہ۔۔۔ وہ صرف ایک خوبصورت لڑکی ہے۔ اپنی عورت کے بارے میں، میں نے سوچا کہ اسے بھی میری مانند عظیم ہونا چاہیے

اور وہ میرے ذہن سے نکل گئی لیکن آج کنشت سے دوچار ہونے کے بعد جیسے سارے ظلم ٹوٹ گئے ہیں۔"

"کیا محسوس کر رہے ہو؟" میں نے دلچسپ لگا ہوں سے اسے دیکھا۔

"یہی جیسے ایک طویل سفر کے بعد واپس آیا ہوں۔"

"گوگلہ کے لئے اب تمہارے دل میں کیا مقام ہے؟"

"صرف احساسِ شرمندگی۔ میں اس کے سامنے نہیں جا سکتا۔"

"اور اگر وہ تمہیں قبول کر لے؟"

"ناممکن ہے۔"

"میں اسے ممکن بنانا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور وہ تعجب سے مجھے دیکھنے لگا۔

"میں نہیں سمجھا؟"

"میں تمہیں اپنی نظما سے آزاد کر چکا ہوں اس لئے اب تمہیں حکم نہیں دے سکتا لیکن ایک دوست کی حیثیت سے ایک خواہش کا اظہار

ضرور کرنا چاہتا ہوں۔"

"سر آنگھوں پر کاس۔"

"تم گوگلہ کو واپس لاؤ گے، کوشش کرو گے کہ اس کے دل پر لگی نفرت کی مہر ٹوٹ جائے اور پھر اس سے شادی کر لینا۔ میری صرف یہی

خواہش ہے۔"

کناشی کی آنکھیں تعجب سے پھیلی گئی تھیں۔ وہ متحیرانہ لگا ہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے بڑی خجالت سے کہا۔

”مجھے صرف ایک بات بتا دو کاس۔“

”ہاں ضرور پوچھو۔“

”کیا تم بھی اسے چاہتے ہو؟“

”قطعاً نہیں۔“

”پھر تم نے اس کے لئے یہ سب کچھ کیوں کیا؟ ایسا تو کوئی نہیں کرتا۔ کسی نے آج تک کسی دوسرے کی ایسی بھرپور مدد دہندگی ہوگی۔“

”ممکن ہے لیکن میں اسی فطرت کا مالک ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔ کناشی پریشان ہو گیا تھا۔

”کیا سوچتے ہو وہ میرے بارے میں۔ کیا سوچے گی وہ۔۔۔ وہ تو یہی خیال کرے گی کہ شکست کھانے کے بعد میں زندگی بچانے کے

لئے اس سے محبت کی بھیک مانگ رہا ہوں۔ وہ مجھے ٹھکرا دے گی کاس۔ وہ مجھے قبول نہیں کرے گی۔“

”تمہیں یہ کوشش کرنا ہوگی کناشی۔“

”نہیک ہے۔ میں تمہارے حکم سے سرتابی نہیں کروں گا۔“ اس نے ٹوٹی ہوئی آواز میں کہا۔

اور پھر ان دونوں کی گفتگو میں نے بھی سنی پر ڈینسر۔ گوکلہ نے بلاشبہ کناشی کو بہت ذلیل کیا۔ اس نے وہی سب کہا جو کناشی نے مجھ سے کہا

تھا لیکن چونکہ وہ میری طرف سے مایوس ہو چکی تھی۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ میں اس کی محبت قبول نہیں کروں گا اس لئے بالآخر وہ مان گئی اور

پھر آنسوؤں بھری شکایت کے بعد گوکلہ نے اسے سینے سے لگا لیا۔

میرا کام ہو چکا تھا اور اب مجھے کیا پڑی تھی کہ اخلاقی قدروں کی پابندی کرتا، چنانچہ یہ ضروری تو نہیں تھا کہ میں ان لوگوں کو اپنی رہائی کے

بارے میں بتاتا۔ وہ اس بات پر ضد کرتے کہ میں ابھی یہاں رکوں، میری خوشامدی کرتے اور میں مجبور ہو جاتا۔ یہ ساری باتیں میرے لئے ناقابل

قبول تھیں۔ میں اس ہستی میں گو بہت ہی باتوں سے متاثر ہوا تھا لیکن سب سے زیادہ مجھے جس ہستی سے دلچسپی تھی وہ سلانوس تھا۔

سلانوس نے مجھے جو کچھ دکھایا اور بتایا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس جیسا شخص مجھے صدیوں میں نہیں ملا ہے۔ یہ سلانوس ہی تھا، جس

نے اپنے ہشت پہلو دانش کدے میں میرا ماضی تلاش کر لیا تھا اور نہ اس سے قبل بے شمار لوگوں نے کوشش کی تھی لیکن وہ میرے بارے میں کچھ نہ جان

سکتے تھے۔

بہر حال سلانوس سے جو کچھ ملے ہوا تھا میں اسی کے مطابق کام کرنا چاہتا تھا۔

چنانچہ اس شام میں نے ایک گھوڑا طلب کیا اور گھومنے کے انداز میں باہر نکل آیا۔ اس سے قبل بھی میں گھومنے کے لئے چلا جایا کرتا تھا اور

گوکلہ کو اس بات پر کوئی تشویش نہیں ہوا کرتی تھی۔

ایسے گوکلہ اور کناشی اب ایک دوسرے میں گم ہو گئے تھے۔ شہر والوں کی کیا کیفیت تھی، مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ چنانچہ میں نے

اپنا گھوڑا شہر سے باہر جانے والے راستے پر ڈال دیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں اس راستے پر تھا۔ جہاں سے گزر کر میں یوشنا کے شہر میں داخل ہوا تھا۔

میرا گھوڑا برق رفتاری سے جا رہا تھا۔ چند ساعت کے بعد میں نے محسوس کیا کہ میرے پیچھے کسی اور گھوڑے کے قدموں کی آہٹ بھی ہے۔ میں نے گھوم کر دیکھا تو بابا سلاٹس میرے پیچھے سیاہ رنگ کے گھوڑے پر سوار چلا آ رہا تھا۔ اس کی داڑھی ازرانی تھی اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس نے اپنے گھوڑے کی لگا میں کھینچ لیں اور یہی عمل میں نے بھی کیا۔ سلاٹس چند ساعت کے بعد مسکراتے ہوئے ہوا۔

”کہاں جا رہے تھے پورا نا؟“

”تمہارے پاس۔“ میں نے جواب دیا۔

”مگر میں تو خود تمہارے پاس موجود تھا۔“ سلاٹس نے کہا۔

”مجھے نہیں معلوم تھا سلاٹس۔ البتہ تمہارے اس طرح مل جانے سے مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے۔“

”ہاں پورنا۔ میں تم سے بالکل دور نہیں تھا۔ بہت نزدیک تھا اور تم نے جو کچھ کیا اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔“

”اوہ۔ گویا تم وہاں میدان جنگ میں بھی موجود تھے؟“

”ہاں۔ میں نے ایک ایک لمحہ تمہیں دیکھا ہے۔ میں نے تمہیں کہاں چھوڑا ہے۔ دراصل پورنا میں تمہاری طاقت کے بارے میں مکمل طور

سے جاننا چاہتا تھا اور اس کے علاوہ میں کچھ غلط فیصلوں کا بھی شکار تھا، جن کی اب میں نے تصحیح کر لی ہے۔“

”کیسی غلط فیصلاں سلاٹس؟“

”میں یہی سوچتا رہتا تھا کہ ممکن ہے کہیں کسی جگہ تو یوشا کی طاقت سے مار نہ کھا جائے۔ حالانکہ تو نے دیکھا ہوگا پورنا کہ یوشا جسمانی قوتوں

میں بھی اپنا اپنی نہیں رکھتا تھا۔ میری مراد کناشی سے ہے چونکہ یوشا اب گولڈ ہے، کناشی جسمانی طور پر بھی بہت طاقتور تھا لیکن پہلے چند حملوں ہی میں

اسے احساس ہو گیا کہ اس کے مقابل جو شخص ہے وہ اس سے کئی گنا زیادہ طاقتور ہے۔ جب اس نے نور اپنے علم کا سہارا لیا اور اگر وہ اپنے علم کا سہارا نہ لیتا

تو میرا خیال ہے کہ وہ چند ساعتیں ہی اس کے غرور کا خاتمہ کرنے کے لئے کافی ہوتیں لیکن وہ جس طرح تم سے لڑا، اس کا تمہیں اندازہ ہوگا۔ اس نے اپنی

ساری قوت مکمل طور پر جنگ میں بھونک دینی تھی۔ اس نے اپنی جسمانی اور علمی دونوں قوتوں کو تم پر آزما دیا لیکن مجھے خوشی ہے کہ وہ تم پر فتح نہ پا سکا۔“

”ہاں اور میرے لئے یہ تجربہ بڑا دلکش تھا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بلشبہ، بلاشبہ اس نے بہت سی قوتیں حاصل کر لی ہیں اور میں اس کا معترف بھی ہوں۔“

”لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی سلاٹس۔“ میں نے کہا۔

”کون سی بات؟“

”اس نے کہا تھا کہ میں ہزارہ جو درکھتا ہوں لیکن میں نے جتنے لوگوں کو قتل کیا میرا خیال ہے وہ ہزار تو نہ تھے۔“

”بالکل صحیح ہے۔ دراصل اس میں یوشا کی ایک سوچ شامل تھی۔“

”کیا؟ میں نہیں سمجھا؟“ میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

”آؤ سنز شروع کرتے ہیں۔ گھوڑوں کو آگے بڑھاؤ۔ ظاہر ہے ہمیں راستے میں گنگلو ہی کرنی ہے۔“ سلاؤس نے کہا اور میں نے گروں ہلا دی۔ تب ہمارے گھوڑے ست روٹی سے آگے بڑھنے لگے۔ سلاؤس میرے گھوڑے کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ تب اس نے میری جانب دیکھا اور بولا۔

”دراصل یوشا نے اپنی تھوڑی سی قوت بچا کر رکھنا چاہی وہ آٹھ دن تک کچھ نہ کچھ کرنا چاہتا تھا۔“

”اوہ۔ لیکن اس سے اس کا مقصد واضح نہیں ہوا؟“

”ہاں درست ہے۔ مقصد اس وقت واضح ہوتا جب وہ کچھ کر لیتا لیکن وہ کچھ نہ کر سکا تھا اور جب اس نے محسوس کر لیا کہ وہ پار رہا ہے تو اس نے اپنے ہزار و جوا میں سے صرف چند کو سامنے کیا۔ جتنے اس کے روپ تم نے نقل کئے اس کے بعد اسے شکست تسلیم کر لینی چاہیے تھی لیکن اس کے ذہن میں ایک اور بات تھی کہ اگر اس کی جان بچ جائے تو اپنے چند و جود بچا کر لے جائے تاکہ انہیں استعمال کر سکے۔“

”اوہ۔ تو گویا اس کی نیت صاف نہ تھی؟“

”ہاں بلاشبہ۔ تم کیا سمجھتے ہو۔ کیا وہ تمہاری غلامی پسند کرتا۔ ہرگز نہیں میرا خیال ہے وہ اس وقت تک تم سے محبت سے خوش آتا جب تک وہ تم سے خوف محسوس کر سکتا اور اس کے بعد وہاں سے فرار ہو جاتا تاکہ پچا کچھیا ظلم اس کے کام آجائے۔“

”خوب۔ بہر حال مجھے اس بات سے کوئی دلچسپی نہ تھی اور نہ ہی میں یوشا کو غلام بنانا چاہتا تھا۔ یقین مانو سلاؤس کہ اس علاقے میں آ کر میں نے بے شمار حیرت انگیز چیزیں دیکھی ہیں۔ بے شمار چیزوں نے مجھے متاثر کیا لیکن اس علاقے کا حسن اور گوگلہ بھی شامل تھی۔ یقین کرہ اگر گوگلہ کشاش سے محبت نہ کرتی تو میں اسے اپنی عورت بنانا پسند کرتا لیکن میں کسی ایسی لڑکی کو اپنی عورت بنانا پسند نہیں کرتا جو مجھ سے پہلے کسی دوسرے کا دم بھرتی ہو اور اس کی محبت سے مایوس ہو کر میرے پاس آئی ہو۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ مکمل طور پر مجھے ہی چاہتی ہو خواہ اس کی کیفیات کچھ بھی ہوتی۔ لیکن یہاں جس چیز نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے وہ تم ہو سلاؤس اور میں نے اسی لیے کو بہتر سمجھا ہے ان دوسرے لحاظ سے جس میں تمہارا ساتھ نصیب ہو۔ میں تم سے بہت کچھ سیکھنا چاہتا ہوں۔ تمہاری تخلیق حیرت انگیز ہے۔“

”تمہاری مراد میرے دانش کدے سے ہے؟“ سلاؤس نے پوچھا۔

”نہ صرف دانش کدہ بلکہ وہ ساری چیزیں جو تم نے اپنے برفانی غاروں میں چھپا رکھی ہیں۔“

”ہاں وہ میرا ظلم ہے اور میں نے اپنے ظلم سے تمہارے بارے میں اور بھی بہت کچھ معلوم کیا ہے۔“

”خوب، خوب۔ مجھے یقین ہے کہ جو کچھ تم نے معلوم کیا ہے وہ غلط نہ ہوگا۔ یہ اعتراف میں نے صدیوں میں بہت کم لوگوں پر کیا ہے۔“

”میں اس کے لئے تمہارا شکر گزار ہوں۔“ سلاؤس نے جواب دیا۔

”لیکن بتاؤ تو سہی سلاؤس، آخر تم نے میرے بارے میں مزید کیا معلوم کیا؟“ سلاؤس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

اس کے بعد کافی دیر تک خاموشی رہی۔ میں اس کے بولنے کا منتظر تھا لیکن جب میں نے محسوس کیا کہ وہ کسی خیال میں ڈوبا ہوا ہے تو میں بھی خاموش ہو گیا۔

"طویل مسافت طے کرنے کے بعد ہا آخربم برف کے اس عظیم تہہ خانے میں پہنچ گئے جہاں سلاٹوں کی دنیا پھیلی ہوئی تھی۔ یہاں پہنچ کر سلاٹوں نے مجھ سے کہا۔

"اس دوران جب تم گولڈ کو اس کے مقصد کی تکمیل میں مدد دے رہے تھے۔ میں یہاں تمہارے استقبال کی تیاریوں میں مصروف تھا۔"

"اورد۔ لیکن تم نے تو کہا تھا سلاٹوں کے تم مجھ سے زیادہ دور نہیں تھے؟"

"ٹھیک ہے لیکن تم نے ایک بات نہیں سوچی۔"

"کیا؟"

"جب کنٹاشی کا علم اسے بزور وجود بخش سکتا ہے تو سلاٹوں نے بھی علوم کے حصول میں طویل وقت ضائع کیا ہے۔"

"اورد۔ واقعی تم نے درست کہا۔"

"آؤ۔ پہلے میں تمہیں تمہاری قیام گاہ دکھا دوں۔ غاروں کے اس عظیم سلسلہ میں بظاہر ہم دونوں کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ کیا تم یہاں

اکتاہٹ محسوس کردیں گے؟"

"ہرگز نہیں۔"

"تو صدیوں کے بننے۔ تم مجھ سے اپنے صدیوں کے تجربات سے روشناس کراؤ گے اور میں تمہیں علم کے کرشمے دکھاؤں گا۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور ہم دونوں چل پڑے۔ ایک انتہائی پرسکون اور آرام دہ جگہ اس نے میری قیام کے لئے منتخب

کی تھی۔ میں نے اس سے مکمل طور پر اتفاق کیا اور اس جگہ کو اپنی رہائش گاہ کے طور پر قبول کر لیا۔ بوزھے سلاٹوں نے میرے آرام کی تمام چیزیں مہیا

کردی تھیں۔ پھر اس نے کہا۔

"اس کے باوجود تم یہاں محدود نہیں ہو۔ میں تمہیں ایک ایسے فن سے روشناس کراؤں گا جو تمہاری روت تک خوش کروے گا اور تم تنہائی

سے نہیں اکتاؤ گے۔"

"کیا مطلب؟"

"بتاؤں گا، بتاؤں گا۔" بوزھے نے پراسرار انداز میں مسکراتے ہوئے گردن ہلائی پھر بولا۔ "بہر حال تم نے بھی ایک طویل سفر کیا ہے۔"

"اور طویل جدوجہد کی ہے۔ تم تھک گئے ہو گے۔ میں بھی تھک گیا ہوں اس لئے کچھ دیر ہم آرام کریں گے۔"

"مناسب۔" میں نے جواب دیا۔

"تو مجھے اجازت؟" اس نے اٹھتے ہوئے کہا اور میں نے گردن ہلائی۔ بوزھے اچھا گیا اور اس کے جانے کے بعد میں اس آرام دہ بستر پر

لیٹ گیا جو میری اس قیام گاہ میں موجود تھا۔ لیٹنے کے بعد میں نے اپنے ذہن کو آزا چھوڑ دیا اور میرے ذہن میں صدیاں گردش کرنے لگیں، نجانے کیا کیا یاد آیا لیکن یہ یادیں میرے لئے غم ناک نہیں تھیں۔ میں ایک تماشائی سے زیادہ نشیبت نہ رکھتا تھا اس یادوں کے ہجوم کے درمیان۔ اور نہ جانے کس وقت آنکھیں بند ہو گئیں، پلکیں جڑ گئیں اور یکساں رہنے والا وقت سرکنے لگا۔ جب میں جاگا تو میرے نزدیک پتلوں کے برتن اور شراب کے جگ رکھے ہوئے تھے۔ یہ سلاٹس کی کارروائی ہوگی۔

میں نے کچھ پھل کھائے، دو چارجام شراب کے چڑھائے اور پھر میں وہاں سے باہر نکل آیا۔ لمبی سڑک سے گزر کر بالآخر میں سلاٹس کی تجربہ گاہ میں پہنچ گیا جہاں وہ اطمینان سے لیٹا ہوا کچھ سوچ رہا تھا۔

میری آہستہ پرورد چوڑکا اور سیدھا ہو گیا۔ اس کے ہونٹوں پر استقبالیہ مسکراہٹ پیدا ہو گئی تھی۔ "آؤ۔ تم گہری نیند سگے تھے پورنا۔"

"ہاں۔ یہ پرسکون جگہ نشہ آور ہے۔"

"یقیناً یقیناً اور اس پر تمہاری جوانی۔ یہ کتنی تعجب خیز بات ہے پورنا کہ ہم لوگ صدیوں کی عمر رکھتے ہیں۔ خود کو بے حد طویل العمر گردانتے ہیں لیکن بالآخر ہم جوانی سے گزر کر بڑھاپا بھی پاتے ہیں اور تم اس طرح جوان ہو کہ دیکھ کر رشک آتا ہے۔"

"ایک بات بتاؤ سلاٹس؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ پوچھو۔"

"تمہیں بوزھا ہونے کتنا عرصہ گزر گیا؟"

"جب میں نے خود کو جوانی کی امنگوں سے دور پایا تو میری عمر تین صدیاں تھی اور اس کے بعد مزید چار صدیاں گزر چکی ہیں۔"

"اور۔ اتنا طویل بڑھاپا۔"

"ہاں۔ بے شک بڑھاپا اتنا طویل نہیں ہونا چاہیے۔ جوانی کتنی ہی طویل ہو کوئی احساس نہیں ہوتا۔" بوزھے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہاری جوانی کیسی گزری؟"

"بری نہیں رہی۔"

"یہاں مردوں اور عورتوں کی عمر یکساں ہی ہوتی ہوگی؟"

"ہاں لیکن موت کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے۔"

"تمہاری جوانی کی ساتھی؟"

"مرچکی ہے۔"

"اس کے بعد کوشش نہیں کی؟"

"بڑھاپا آ گیا۔" بوزھے نے ہنستے ہوئے کہا اور میں بھی ہنسنے لگا۔ کافی دیر تک ہم دلچسپ گفتگو کرتے رہے اور پھر میں نے سلاٹس سے

کہا: "یوں تو تم نے اپنی عظیم الشان تجربہ گاہ میں جو تجربہ دکھایا ہے۔ وہ سب میرے لئے حیران کن ہے اور اس سے میں نے تمہاری ذہنی صلاحیتوں اور بے پناہ تخلیقی تجربوں کا اندازہ کیا ہے لیکن تم نے مجھ سے ایک اور حیرت انگیز بات کہی ہے بابا سنانوں۔ اس کا کیا مقصد تھا۔ یہ میں جانتا چاہتا ہوں۔"

"کون سی حیرت انگیز بات؟" بابا سنانوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی جس سے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ میرا مطلب سمجھ گیا ہے لیکن اس کے باوجود مجھ سے کہلوانا چاہتا ہے اور میں نے اس میں عار محسوس نہیں کی اور کہا۔

"نم نے کہا تھا بابا سنانوں کہ تم میری تنہائی دور کرنے کے لئے بھی کچھ کر سکتے ہو۔" میں نے کہا۔

"ہاں میں نے کہا تھا۔"

"میں جانتا چاہتا ہوں کہ وہ تنہائی کیسے دور ہوگی اور کون لوگ میری اس تنہائی کے رفیق ہوں گے؟"

"بڑی دلچسپ لگے گی تمہیں یہ بات پورنا۔ تمہاری آنکھوں میں صدیاں بسی ہوئی ہیں۔ ان صدیوں میں تمہاری زندگی میں بے شمار لڑکیاں آئی ہوں گی ان کی شکلیں تمہارے ذہن میں موجود ہوں گی۔ ان کی خوشبو کی مہک تمہارے غنٹوں میں ہوگی۔ کیا یہ غلط ہے؟" بابا سنانوں نے رنگین لہجے میں پوچھا اور میں مسکرا دیا۔

"ہاں۔ تمہارا خیال درست ہے۔"

"دیکھو پورنا ماضی میں جو کچھ ہو چکا ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی، یعنی ماضی جس انداز میں گزرا ہے ہم اپنی کوششوں سے اس میں کوئی رد و بدل نہیں کر سکتے لیکن جو کچھ گزر چکا ہے وہ فضاؤں میں محفوظ ہے، تمہارے ذہن میں محفوظ ہے اور یہ آوازیں تمہارے ذہن کو چھو کر بھی گزرتی ہیں۔ ایسی صورت میں اگر ہم چاہیں تو ماضی کچھ لحظات کے لئے واپس بھی بلایا جاسکتا ہے۔ یعنی ماضی کے آئینے میں جھاک کر تم ان ستاروں تک پہنچ سکتے ہو جو تمہاری زندگی میں آچکے ہیں۔ اسی لحاظ سے تمہاری پسندیدہ لڑکیاں جو تمہارے ساتھ زندگی میں آچکی ہیں ان سب کا دیدار تم دوبارہ کر سکتے ہو خواہ کسی بھی انداز میں وہ موت سے ہٹنا ہوئی ہوں۔" ہوزھے سنانوں نے کہا اور میں حیران رہ گیا۔

"لیکن بابا سنانوں۔ ماضی کا یہ قرب ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"سمجھ جاؤ گے پورنا۔ مقصد دراصل یہ ہے کہ وہ لڑکیاں جو کسی بھی حالت میں تم سے جدا ہوئی ہیں تمہیں دوبارہ مل سکتی ہیں اور اسی انداز میں ماضی کے گزرے ہوئے لحظات کو دوبارہ موزا جاسکتا ہے اور وہ تم تک پہنچ سکتی ہیں لیکن اگر تم ان سے حال کے بارے میں معلومات کروں گے تو ظاہر ہے وہ لاعلم ہوں گی لیکن ماضی کے وہ لحظات جو تمہاری زندگی کے بخشش ہیں انہیں لوٹایا جاسکتا ہے اور وہ تمہیں اس بارے میں بتادیں گی، چنانچہ تم جب بھی محسوس کرو کہ تم تنہائی اور بے کینی کا شکار ہو رہے ہو تو ماضی کے کسی درق کو الٹو اور ایک بوجھ سے نجات پا جاؤ۔" سنانوں نے کہا۔

"اور کیا یہ ممکن ہے؟" میں نے سخت حیران کن لہجے میں کہا۔

"ہاں۔"

"لیکن کیسے سنانوں کیسے؟" میں اپنے توجہ پر قابو نہ پاسکا تھا۔

"پورتا۔ میرے دانش کدے میں جو کچھ ہے بلاشبہ تم اس سے بے حد متاثر ہو گے۔ تم جب چاہو وہاں جا سکتے ہو۔ میں تمہیں ماضی کے اوراق اٹھانے کا طریقہ بتا دوں گا۔ بات صرف ایک زاویے کی ہے جسے بچانا تمہارا کام ہوگا۔"

"سلاؤس۔ بس میرے پاس الفاظ نہیں ہیں جس سے میں تمہاری کارکردگی اور ذہانت کی تعریف کر سکوں۔"

"بس بس۔ میں اپنی تعریف سے خوش ہونے والوں میں سے نہیں ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میری مقابل ایک ایسا شخص ہے جو مجھ سے بدرجہا تجربہ کار اور حیران کن شخصیت کا مالک ہے۔" سلاؤس نے جواب دیا۔

"بہر حال سلاؤس میں جلد از جلد تمہارے اس تجربے سے روشناس ہونا چاہتا ہوں اور اس کے علاوہ بھی میری یہ خواہش ہے کہ ہم اپنا وقت ضائع کیے بغیر اپنے اپنے تجربے کا اظہار کریں۔ میں تمہارے اس دانش کدے کو دیکھ کر بے حد متاثر ہوا ہوں اور اپنے بارے میں یہ سوچنے لگا ہوں کہ صدیوں کا تجربہ مجھے کوئی ایسی چیز نہیں دے سکا جس سے میں کوئی ایسا دانش کدہ بناؤں، جہاں ماضی، حال اور مستقبل کے آئینے موجود ہوتے۔"

سلاؤس مسکرانے لگا اور پھر بولا۔ "تو آؤ میرے دوست میں تمہیں اس ہشت پہلو غار کی سیر کراؤں۔"

"چلو سلاؤس۔" میں خوشی کے ساتھ اٹھ گیا۔

سلاؤس مجھے غار میں لے گیا۔ چمکتے ہوئے رنگین زراذیے اپنی لہریں اتار رہے تھے۔ سلاؤس ان زراذیوں کے بارے میں مجھے بتانے لگا۔

پھر اس نے مجھے ایک زاویے پر کھڑا کروایا اور بولا۔

"پورتا۔ یہ ماضی کا زاویہ ہے۔ تم یہاں ذرا سی تبدیلی رخ کے ساتھ ماضی کے اس حصے میں جھانک سکتے ہو جہاں سے تم گزرتے ہو۔ بولو تمہیں کون سا رخ ہر کار ہے؟ کم از کم کتنی صدیاں پہلے کی بات کر رہے ہو؟"

"سلاؤس۔ میں آٹھ صدیاں پیچھے اونا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور سلاؤس نے میرے جسم کو ایک مخصوص زاویے سے کھڑا کروایا۔

پھر اس نے مجھ سے آہستہ سے کہا۔ "پورتا اپنی گردن آہستہ آہستہ گھماؤ۔" اس نے میری سر کو ایک رخ پر متعین کرتے ہوئے کہا۔

"بہتر سلاؤس۔" میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔

"اب تم دیکھو۔ تمہارے سامنے ماضی رقصاں ہے۔" سلاؤس نے کہا اور میں اس کے متعین کردار میں جھانکنے کی کوشش کرنے لگا۔

لیکن پروفیسر بے حد حیران کن بات تھی بے پناہ حیران کن۔ میں صدیوں میں وہ کچھ نہ پایا تھا جو اس بوزھے سلاؤس نے مجھے دیا تھا۔

اور پروفیسر ماضی کے اس زاویے پر کھڑے ہو کر میں نے سب سے پہلے لیپاس کا تصور کیا۔ لیپاس، جو میری زندگی میں بہت ہی اہم شخصیت کی مالک تھی، میری محبوبہ، جسے میں نے اکثر یاد کیا تھا اور بلاشبہ میں اس کے قرب سے بہت آگے نکل آیا تھا لیکن لیپاس ابھی تک میرے ذہن سے چمکی ہوئی تھی۔

سو میں نے دیکھا کہ سمندر کی لہریں تیز تند لہریں برق رفتاری سے میری جانب آرہی ہیں۔ ان لہروں پر ایک خوبصورت سا جہاز بھسل رہا ہے۔ آہستہ آہستہ وہ جہاز میرے نزدیک پہنچ گیا اور مجھے محسوس ہوا کہ جہاز نے میرے بدن کو چھو لیا ہے۔ پھر کچھ لوگوں کے چیخنے کی آوازیں سنائی

دیں۔ ان لوگوں نے ہاتھ آگے بڑھائے اور مجھے جہاز پر کھینچ لیا۔

میں نے دیکھا کہ یہ سب میرے جانے پہچانے لوگ تھے۔ سب کے سب مجھ سے آشنا نظر آتے تھے۔ میں نے ان کی جانب غور سے دیکھا اور وہ مسکرانے لگے۔ تب میں نے دور سے لیپاس کو دیکھا۔

وہی مردانہ لباس، جس میں، میں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا، پہنے ہوئے ایک مستول سے لگی کھڑی ہوئی مسکرائی تھی۔ میں آہستہ سے اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

”مجھے پہچانتی ہو لیپاس؟“ میں نے پوچھا۔

”کیوں نہیں۔ بھلا یہ کیا بات ہوئی لیکن تم کئے کہاں تھے۔“ اس نے پیار بھری آواز میں کہا اور میں تعجب سے اسے دیکھنے لگا۔ میں نے سوچا کہ لیپاس کو میری آمد پر یقیناً کوئی حیرت نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ ماضی ہے۔ وہ ماضی جو اپنی اصل شکل میں میرے سامنے ہے اور میں نے سوچا کہ وہ کون سا منظر تھا جب میں سمندر میں نیچے اتر تھا اور اترنے کے بعد اس کے پاس گیا تھا لیکن مجھے یہ سب کچھ یاد نہ آ سکا لیکن لیپاس کا دور اس کی موجودگی میرے لئے کافی ہلکشی کا باعث تھی۔ میں اس وقت کو دیکھ رہا تھا جس سے میں ایک طویل عرصہ تک وابستہ رہ چکا تھا اور وہ میری زندگی میں میں ایک خاص دخل رکھتی تھی۔

تب میں نے کچھ اور سوچا۔ بلاشبہ بوزھے سلانوس نے مجھے ماضی میں دھکیل دیا ہے لیکن کیا میں اس ماضی کو چھو بھی سکتا ہوں؟

سوچ رہے کے لئے میں نے ہاتھ بڑھا کر لیپاس کا ہاتھ پکڑ لیا اور لیپاس نے محبوبانہ انداز میں اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا اور میں نے اس خوبصورت ہاتھ کو چوم لیا۔

”لیپاس۔ میں نہیں جانتا کہ تم اس وقت کیا ہو لیکن جو کچھ بھی ہو میرے بارے میں کیا محسوس کر رہی ہو؟“

”کچھ بھی نہیں۔۔۔۔۔ کچھ بھی تو نہیں لیکن تم کیسی باتیں کر رہے ہو، میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔“

میں نے ایک طویل سانس لی اور گردن گھما کر دوسری جانب دیکھا۔ لیکن شاید یہاں غلطی ہو گئی تھی۔

جوں جوں میں نے گردن گھمائی میرے سامنے بے شمار تصاویر بکھر گئیں۔ اب نہ وہ جہاز تھا، نہ لیپاس تھی اور اس وقت میں نے جو کچھ دیکھا وہ بھی میرے لئے تعجب خیز تھا۔

بہت دور پہاڑی چٹانوں کے درمیان بے شمار لوگ تنگ دھڑنگ، وحشی صفت بھاگ دوڑ رہے تھے۔ غالباً وہ کسی جانور کے شکار کی فکر میں سرگرداں تھے اور اسی وقت میرے کانوں میں بوزھے سلانوس کی آواز گونجی۔

”نہیں میرے دوست نہیں۔ میں نے تمہیں جس زاویے میں کھڑا کیا تھا۔ اس میں تمہارے ذہن میں گردش وہیں تک تھی جہاں تک تم نے سوچا تھا لیکن زاویہ بدلنے کی شکل میں تمہارا ذہن دوسری جانب مزگیا ہو گا تم اس ماحول کو محسوس کرو جس میں اس وقت خود کو پار ہے ہو۔ سوچو کیونکہ یہ

سب کچھ تمہارے اپنے ذہن کا عکس ہے۔ اس میں کوئی بات اجنبی نہیں ہے۔ ہاں صرف یہ ہے کہ تم جس کردار سے روشناس تھے اسے گم کر بیٹھے ہو۔“

”اود۔“ میں نے تعجباً نہ لہجے میں کہا اور اس زاویے سے بٹ آیا۔ نہ جانے کیوں میرا ذہن کسی حد تک چکرا گیا تھا۔ تب میں نے سلاٹس سے پوچھا۔

”اس کا مقصد ہے سلاٹس کہ میں جس ماحول میں جانا چاہتا ہوں اس میں، جس زاویے کی طرف رخ کروں بھئی رخ پر کھڑا بنا ہوگا؟“

”ہاں۔ جب ہم اس ماحول میں خود کو جذب پاؤ گے تو بھول جانا کہ تم کسی زاویے پر ہو اور اس وقت تم وہاں سے واپس نہ آ سکو گے کیونکہ تمہارا جسم ساکت ہو جائے گا الیت تمہارا تصور ایک عملی حیثیت اختیار کر کے اس دور میں داخل ہو جائے گا لیکن ابھی چونکہ تم صرف ایک تماشائی کی حیثیت سے اس ماحول میں تھے اور تم نے خود کو اس ماحول میں جذب نہیں کیا تھا بلکہ حیرانی کی منزل میں تھے اس لئے تمہارے چہرہ گھمانے سے وہ منظر تمہاری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ ہاں اب اگر تم چاہو تو میں تمہیں دوبارہ اسی زاویے میں لے جا سکتا ہوں لیکن میرا مقصد یہ ہے کہ پہلے میرے تجربے کی روشنی میں ان تمام مناظر کو دیکھو جس کا تعلق تمہاری زندگی سے ہے۔“

”دلچسپ۔ نہایت ہی دلچسپ۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”سلاٹس۔ تو بلاشبہ حیرت انگیز تو توں کا مالک ہے۔ تیرا یہ طلسم کہ جسے تو نے نہ جانے کتنی کاوشوں سے بنایا ہے۔ اسے میں اپنی کتاب میں جگہ ضرور دوں گا۔ بلاشبہ میں نے تجھ جیسے افراد نہ کبھی دیکھے اور نہ ہی جتنے کبھی ایسا آدمی نصیب ہو گا۔“ میں نے کہا اور سلاٹس مسکرائے گا۔

”دیسے مجھے تمہاری واپسی کا دکھ ہے پورا نا۔ دراصل میں تمہیں یہ بتانا بھول گیا کہ زاویے کے رخ کو منحنی کر لینا ضروری ہے لیکن کیا کوئی ایسا جذبہ جاتی منظر تو نہ تھا جو تمہارے لئے بہت بڑی اہمیت رکھتا ہو؟“

”نہیں سلاٹس۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن ظاہر ہے انسان جس ہستی کا سب سے پہلے تصور کرتا ہے وہ اس کی پسندیدہ ترین ہستی ہوتی ہے۔ بلاشبہ میں اپنی ایک ایسی ہی ہستی کو دیکھ رہا تھا۔“

”کیا وہ تیری محبوبہ تھی پورا نا؟“

”ہاں سلاٹس۔“

”کیا نام اس کا؟“ سلاٹس نے پوچھا۔

”لیپاس۔ میری قدیم محبوبہ لیپاس۔ اس کے ساتھ میں ایک سمندری جہاز میں سوار تھا سلاٹس۔ میرا خیال ہے عورتوں میں مجھے اس عورت نے بے پناہ متاثر کیا اور ابھی میں اسے جی بھر کے دیکھ رہا تھا کہ منظر بدل گیا۔“

”نہم پھر اسی زاویے کو اپنا سکتے ہو پورا نا۔ بات صرف یہ ہے کہ ابھی یہ زاویے تم سے اجنبی ہیں۔ تم جب چاہو اس دنیا میں واپس جا سکتے ہو، جب بھی چاہو خود کو کسی بھی ماحول میں کسی بھی منظر میں ضم کر سکتے ہو۔ یہ تمہاری اپنی قوت کی بات ہوگی۔ یہ تمہارے اپنے بس میں ہوگا۔ آؤ میں تمہیں ان سے روشناس کرادوں۔“ سلاٹس نے کہا۔

اور پھر وہ مجھے ان زاویوں کے بارے میں بتانے لگا اور میں حیرانی سے ان ساری چیزوں کو دیکھتا رہا۔ بلاشبہ ماضی میں اوت جانے کا یہ بہترین طریقہ تھا۔

میں ان ساری چیزوں کو دیکھتا اور سمجھتا رہا۔ یوں بھی یہ میرے لئے کوئی اہم بات نہ تھی کہ میں انہیں بخوبی ذہن نشین کر لوں۔ چنانچہ اس وقت میں نے ماضی کے کسی بھی حصے میں گم ہونے کی بجائے ان زواہوں سے واقفیت زیادہ ضروری سمجھی اور سلاٹس سے پوچھا۔

"کیا اسی طرح تم مستقبل کو بھی دیکھ سکتے ہو؟"

"یقیناً۔"

"اس کا مقصد ہے کہ تمہارے پاس اس سے بھی زیادہ اہم چیز موجود ہے جو میرے پاس ہے۔ میں مستقبل بنی کے لئے ستاروں کا سہارا لیتا ہوں لیکن ستاروں سے زیادہ دلکش طریقہ یہ ہے کہ تم اپنے دانش کدے میں بیٹھ کر ماضی میں بھی جھانک لیتے ہو اور مستقبل کی پیشگوئی بھی کر لیتے ہو۔"

"یقیناً اور یہ سارا علم ستاروں کے علم ہی سے حاصل کیا گیا ہے لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ ستارے آسمان پر ہوتے ہیں اور میرا یہ دانش کدہ روئے زمین پر ہی ساری چیزوں سے روشناس کرا دیتا ہے۔"

"تب تو سلاٹس تم نے مستقبل کے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم کیا ہوگا۔"

"ہاں۔ مستقبل کے بہت سے کردار بہت سی چیزیں میری نگاہوں کے سامنے ہیں۔ ان میں تحت العرانی کے اس حصے کا ماضی اور مستقبل بھی ہے جہاں ہم لوگ ہیں اور اس دنیا کا بھی جسے تم اپنی دنیا کہتے ہو۔"

سلاٹس نے کہا اور میں حیرت سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔ گویا اس نے ہماری دنیا کا تعین بھی کر لیا تھا اور یوں بھی اس نے میرے بارے میں جو کچھ بتایا تھا اس کے بعد یہ سوچنا تو حماقت کی بات تھی کہ اتنے میرے بارے میں یہ ساری تفصیلات معلوم نہ ہوں گی۔ اسے یقیناً یہ بھی معلوم ہوگا کہ میں گوگلہ کے پاس کیسے آیا۔ بہر حال اس با علم بوڑھے سے میں جتنا متاثر ہوا تھا، صدیوں کی زندگی میں کوئی شخص کوئی ہستی مجھے اتنا متاثر نہیں کر سکتی تھی۔

تھوڑی دیر تک میں بوڑھے سلاٹس کی شکل دیکھتا رہا۔ پھر میں نے عقیدت بھرے لہجے میں کہا۔ "تم نے یہ سب کچھ کس طرح کیا ہوگا سلاٹس؟"

"سخت جانفشانی سے۔ میں نے اپنے علم کو یہاں تک پہنچانے کے لئے بہت سی ایسی چیزوں کو چھوڑ دیا جو مجھے بہت عزیز تھیں۔"

"بلاشبہ۔ تمہیں باہر کی دنیا سے بہت دور جانا پڑا ہوگا۔"

"ہاں۔ میں نے ساری دنیا چھوڑ دی تھی۔ ساری دنیا۔ بوڑھے نے ایک طویل سانس لے کر جواب دیا۔

"بہر حال سلاٹس.. میں نے اس سے قبل تم جیسا مدہ نہیں دیکھا۔ میں تمہارے علم تمہاری صلاحیتوں کا اعتراف کرتا ہوں۔" دیر تک میں بوڑھے سلاٹس سے مختلف سوالات کرتا رہا۔ میرے ذہن میں نئی روشنیاں جاگ رہی تھیں۔ اگر سلاٹس کا یہ دانش کدہ مستقبل میں بھی لے جا سکتا ہے تو یہ تو بہت ہی شاندار بات ہے۔ ماضی کو تو دیکھا ہوا ہوتا ہے لیکن مستقبل...

اگر انسان مستقبل کی تصویر دیکھ لے تو اس سے بڑی بات کیا ہو سکتی ہے چنانچہ چند ساعت کے بعد میں نے اس سے سوال کیا۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ بابا سلانوس کہ ہم مستقبل کے زاویے میں داخل ہو کر اس کے مناظر بھی دیکھ سکتے ہیں۔"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"تم کبھی مستقبل میں گئے ہو؟"

"میں! ہاں لیکن صرف چند بار۔ میں نے یہ زاویے آزمائے تھے اور میری یہ تخلیق حیرت انگیز ثابت ہوئی۔"

"کیا محسوس کیا تم نے؟"

"ظاہر ہے وہ سب انوکھا تھا، ناقابل فہم لیکن میرا خیال ہے اب صورت حال مختلف ہوگی۔" بوڈھے نے پر خیال نگاہوں سے مجھے دیکھتے

ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"میں تمہارے بارے میں غلطیوں کو جو ان پورنا۔ خود میری سستی میں لائق و فائق نوجوان ہیں جن کا علم بھی کافی ہے لیکن جو کچھ میں نے کہا

ہے، وہ ان کی سمجھ میں نہیں آئے گا اور اس کی ایک خاص وجہ ہے اس لئے کہ میں نے وہ نہیں کیا جو کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔"

"ان کے علوم تحت الٹری تک محدود ہیں اور تحت الٹری کی کہانی مختصر ہے۔ بلاشبہ یہاں بھی بے شمار واقعات پیش آئے ہیں لیکن اس میں

ایک خرابی ہے وہ یہ کہ یہاں کے مسائل میں ابتداء سے ابتدا تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔"

"اور! یعنی تمہارے خیال میں یہاں کا انسان ترقی سے ہمکنار نہیں ہوا؟"

"ہوا، لیکن ایک محدود دائرے میں اور اس کے مستقبل میں بھی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ بالکل یکساں، جبکہ اوپر کی دنیا میں تجسس بہت

زیادہ ہے اور تجسس ترقی کی پہلی منزل ہے۔"

"خوب۔" میں نے دلچسپی سے گردن ہلایا۔

"اس لئے میں نے اپنے وطن کے کسی نوجوان کو اپنے ساتھ شریک نہیں کیا، جبکہ تمہاری کیفیت دوسری ہے۔ بے شک تم ان علوم سے

آراستہ نہیں ہو جو یہاں رائج ہیں لیکن تمہاری آنکھوں میں صدیاں سنائی ہوئی ہیں۔ تم نے انسان کو ابتدا سے دیکھا ہے۔ تمہارا علم چشم دید ہے اور تم

تجربات کی ان منزلوں سے گزر چکے ہو جہاں کوئی علم نہیں لے جا سکتا اس لئے میرے دوست صرف تمہیں مجھ سے دلچسپی نہیں جیسے بھی تم سے اتنی ہی

دلچسپی ہے۔"

"شکر یہ سنانوس۔"

"مجھے تو خوشی ہے کہ مجھے کوئی ایسا ساتھی مل گیا جو مجھے سمجھ اور پڑھ سکتا ہے۔"

"میں نے صدیوں پر مشتمل ایک کتاب تحریر کی ہے سلانوس۔ اس میں انسان کے بارے میں بہت کچھ درج ہے۔"

”آہ! وقت بیل دید چیز ہوگی۔ کیا میں اسے پڑھ سکوں گا؟“

”کیوں نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”میری طرف سے مطمئن ہو جاؤ تب میں تم سے وہ کتاب طلب کروں گا اور پھر میں اس کا مطالعہ کروں گا۔“

”ضرور لیکن یہ تو بتاؤ، اگر ہم ماضی یا مستقبل میں جائیں گے تو خود اس دور میں ہماری کیا حیثیت ہوگی، صرف ایک دیکھنے والے کی؟“

”کیا یہ سوال کوئی دوسرا کر سکتا تھا؟ ہرگز نہیں، تم نے مجھے سمجھا، تم نے میری کاوشوں کو محسوس کیا تبھی یہ سوال تمہارے ذہن میں ابھرا۔“

بوڑھے نے تفسیریں آمیز لہجے میں کہا۔

”تو بتاؤ سلاٹس؟“

”ماضی گزر چکا ہے۔ میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ ماضی میں ہم کوئی رد و بدل نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر ہم ماضی کے زاویے سے گزر کر وہاں اس

ماحول میں پہنچیں تو ہمیں کسی ایسے کردار کا انتخاب کرنا ہوگا جسے ہم ماضی سے انخوا کر لیں اور پھر اس کی حیثیت اختیار کر لیں۔ اس شخصیت کی حیثیت

سے ہم ماضی میں داخل ہو سکتے ہیں۔ دوسری صورت میں ہم صرف دیکھنے والے ہوں گے جو ماضی میں کوئی دخل اندازی نہیں کر سکتا۔ اس کے برعکس

ہم مستقبل میں خود اپنے لئے کوئی جگہ بنا سکتے ہیں کیونکہ ہم صرف مفروضہ ہوں گے اور وہ وقت ہمارے بعد کا وقت ہوگا۔“

”گویا مستقبل میں ہم اپنی مرضی کا کردار ادا سکتے ہیں؟“

”یقیناً۔“

”بہت خوب اور اس کے لئے ہمیں کوئی اقدار قبول نہ کرنا ہوں گے؟“

”بلاشبہ۔“

”تو کیا تم مجھے مستقبل کی سیر نہیں کراؤ گے سلاٹس؟“

”کیوں نہیں۔“

”اچھا یہ بتاؤ کیا مستقبل میں جانے کے لئے ہمیں کسی دور کا تعین کرنا ہوگا یا کہیں بھی کسی بھی دور میں ہماری گنجائش نکل سکے گی؟“

”ہم کسی بھی دور میں جا سکتے ہیں لیکن مستقبل کے سلسلہ میں ایک کمزوری رہ گئی ہے۔“ بوڑھے سلاٹس نے جواب دیا۔

”وہ کیا؟“

”ابھی میری کاوش مستقبل کی مخصوص حدود میں ہیں، یہ لامحدود نہیں ہوئی ہیں۔ یعنی میں صرف ایک مخصوص دور تک جا سکتا ہوں، اس کے

بعد کے دور کے لئے ابھی مجھے کافی کام کرنا ہوگا۔“

”کتنی دور تک جا سکتے ہیں ہم؟“

”تقریباً ہزار صدیاں آگے۔ ممکن ہے اس سے بھی کچھ آگے۔ بس، اس کے آگے ابھی تاریکی ہے۔“ سلاٹس نے جواب دیا۔

"بہت کافی ہے سلاٹس۔ معمولی بات نہیں ہے۔" میں نے پر جوش لہجے میں کہا۔ بلاشبہ اس شخص کی کاوشیں قابل قدر تھیں اور اس سے بہت کچھ سیکھا جاسکتا تھا۔ میں سلاٹس سے اس بارے میں بہت سے سوالات کرتا رہا۔ پھر میں نے خاموش ہو کر ایک گہری سانس لی۔

"تو صدیوں کے بیٹے تمہارا اور کوئی سوال باقی رہ گیا ہے؟"

"نہیں سلاٹس۔ بہر حال میں تمہارے علم کی عظمت کا قائل ہو گیا ہوں۔ میرے پاس جو کچھ ہے وہ تمہارے عم نے تجھے بتا دیا ہے۔ مجھے بتاؤ میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں۔"

"تمہارا بدن چاند کی طرح چمکتا ہے اور آگ اور پانی تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔ تمہاری جوانی صدیوں سے یونہی برقرار ہے اور نہ جانے کب تک برقرار رہے گی۔ میں تم سے کچھ نہیں چاہتا۔ تمہاری جسمانی خوبصورتی اور طاقت کے بارے میں، میں اپنے طور پر تحقیق کروں گا۔ بس تم مجھے اس کی اجازت دو۔" بوزھے سلاٹس نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم ایسا کیوں چاہتے ہو سلاٹس؟ کیا اپنے علم میں اضافے کے لئے؟"

"ظاہر ہے اور میرے لئے انتہائی دلکش بات ہے۔ لیکن اس کے علاوہ بھی میرا کچھ اور مقصد ہے۔" سلاٹس صاف گوئی سے بولا۔
"وہ کیا؟"

"میں خود بھی تم سے متاثر ہوں۔ اگر میں صدیوں کے سفر میں تمہارا ساتھی بن جاؤں تو صدیوں کی تاریخ بدل جائے۔"

"سلاٹس۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں تمہارے ہر تجربے کا ہدف بنوں گا۔ مجھے منظور ہے۔" میں نے خلوص دل سے کہا اور بوزھے کی آنکھوں میں بے پناہ چمک پیدا ہو گئی۔

"میرے دوست، میں دغدغہ کرتا ہوں کہ تمہیں تمہاری ضرورت کی ہر چیز فراہم کروں گا، تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی میرے پاس اور سنو یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ میں فوری طور پر اپنا کام مکمل کرنے کے بارے میں سوچوں۔ ہاں ہم دونوں اپنے اپنے کام شروع کریں گے۔ تم اس پورے دانش کدے کی ایک ایک چیز کے بارے میں تحقیق کر سکتے ہو۔ مجھ سے جو پوچھنا چاہو گے میں خلوص دل سے تمہیں بتا دوں گا اور جب بھی موقع ملے گا میں تم سے تحقیق کروں گا۔"

"پورے خلوص کے ساتھ منظور ہے لیکن سلاٹس، تمام باتوں سے قطع نظر، جوانی اور دلکشی کے حصول کے چہچہے کوئی دیکھیں جذبہ بھی ہے؟"

"ہاں میرے دوست، جوانی کی طلب ایک ایسی طلب ہے جو شاید آخری سانس تک باقی رہتی ہے۔ انسان سب کچھ بھول جائے لیکن جوانی کو نہیں بھول سکتا۔"

"خوب۔ مگر بدبختی سے جو لوگ اس سے آشنا ہیں وہ اس کے زیاں کی نہیں سوچتے اور بعض اوقات اس سے بہرہ ور نہیں ہوتے۔"

"اپنی بات کر رہے ہو؟"

"یہی سمجھو۔ گوگل کی آخری خواہش یہی تھی کہ میں اس کے ساتھ رہوں۔ وہ اپنے صدیوں پرانے محبوب کو چھوڑنے پر آمادہ تھی۔"

”اور پھر کیا وہ تمہیں پسند نہیں تھی؟“

”یہ بات نہیں ہے سنانوس لیکن میرے لئے وہ دوسری عورت ہوتی۔ یوں تو میری زندگی میں بے شمار عورتیں ایسی آئی ہیں جو ماکا میں تھیں اور انہوں نے اپنے شوہروں سے چھپ کر میری قربت حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن واقعی حیثیت رکھتی تھیں۔ اپنے ساتھ ایک مستقل عورت کی حیثیت سے کسی کو جگہ دینے کے لئے میرا ایک معیار ہے جس پر گولڈ پوری نہ اترتی تھی۔“

”آہ! خوب۔ یہ جوانی بول رہی ہے۔ یقین کرو میرے دوست، جوان لوگوں کو دیکھ کر دل جاگ اٹھتے ہیں۔ میں بھی یہی سب کچھ چاہتا ہوں۔“ بوڑھے سنانوس کے چہرے پر حرص کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اتنا با علم ہونے کے باوجود اس وقت وہ بچہ لگ رہا تھا اور انسان کا یہ روپ بھی میرے لئے دلچسپ تھا پر ایسے، بہر حال میں نے سنانوس کی ساری شرمیں منظور کر لیں۔ اس دور میں میرے علم نے صدیاں پھلانگ لی تھیں اور بوڑھا سنانوس مجھے دنیا کا سب سے زیادہ با علم شخص نظر آیا تھا۔

ہم لوگ اس رات تک گفتگو کرتے رہے جب تک تھک نہ گئے۔ بائیس تھیں کہ ختم ہونے ہی کو نہ آتی تھیں۔ تب سنانوس نے ایک آنکرائی لیتے ہوئے مجھے مخاطب کیا۔ ”پورا نا۔ کیا تم تھکن نہیں محسوس کر رہے؟“

”اوہ! میں تھکتا نہیں سنانوس۔ میں آگے ضرور جاتا ہوں۔ تھکن میرے قریب سے بھی نہیں گزرتی۔ لیکن اگر میری دلچسپی کا سامان موجود ہو تب وہ تمہاری باتیں اتنی دلکش ہیں کہ اگر صدیوں کرتے رہے تو میں تھکوں۔“

”کیا یہ بات قابل رشک نہیں ہے؟“ بوڑھے نے تحسین آمیز نگاہوں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

”کیوں، کیا تم تھکن محسوس کر رہے ہو۔“

”شدت سے لیکن تمہارے چہرے پر ایسی ایک بھی لکیر نہیں ہے۔“

”بہر حال میری خواہش ہے کہ تمہارا علم تمہاری تحقیق تمہیں بھی وہی صفات عطا کرے جو میرے اندر ہیں۔ صدیوں کے سفر میں اگر تم جیسا دانش مند ہم سفر مل جائے تو میرے لئے اس سے زیادہ خوشی کی کیا بات ہوگی۔“

بوڑھے کی آنکھوں میں خواہشوں کے چراغ جل رہے تھے۔ تب اس نے کہا۔ ”کیا ماضی تمہارے ذہن میں بھی ہے پورا اور اس ماضی کی داستانیں بھی دلکش ہوں گی۔ کیا تم مجھے بھی ان داستانوں میں کوئی کردار بنا سکتے ہو؟“

”میں نہیں سمجھا؟“ میں نے تعجب سے کہا۔

”ماضی میرے لئے صرف ایک کہانی ہے لیکن ان کہانیوں میں تمہاری حیثیت ایک کردار کی ہوگی۔ اگر تم اپنے ماضی کے کسی حسین ورق کو اننو تو تم خود اس میں موجود ہو گے۔ اس وقت اگر تم چاہو تو مجھے اس زاویے میں آواز دے سکتے ہو لیکن میرے لئے کردار کا انتخاب تمہیں کرنا ہوگا اور جب میں اس کردار کی حیثیت سے تمہارے ماضی میں داخل ہوں گا تو ظاہر ہے بدلا ہوا ہوں گا لیکن خود میرا وجود ایک ہوا کی مانند ہوگا اور اس کے محافظ بھی تم ہو گے۔ بولو کیا تم یہ ذمہ داری قبول کر دے گے؟“

”اور! کیا یہاں تک ممکن ہے؟“

”ہاں۔ یہ میرے علم کا ایک حصہ ہے۔“

”تب میرے دوست، ہم کچھ حسین کہانیوں کا انتخاب کریں گے۔ میں تمہیں ماضی کے دلکش کرداروں کے درمیان لے جاؤں گا اور تم

مجھے مستقبل میں۔“

”منظور۔“ بوڑھے سلاٹوں کا چہرہ جھلکانے لگا۔ اس کے خوابوں پر مجھے حیرت ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ مجھ سے گفتگو کرتا رہا پھر بولا۔

”اب مجھے اجازت دو پورنا۔ اگر تم آرام کرنا چاہو تو تمہاری مرضی اور اگر زاویوں کی سیر پسند کرو تو میرا خیال ہے تم جیسے ذہین انسان کو میری ضرورت

نہیں پڑے گی۔“

”اپنی غیر موجودگی میں تمہیں میری یہاں موجودگی پر کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا سلاٹوں؟“

”سلاٹوں! اپنی زندگی کی اس ساری کہانی کو تمہارے اشارے پر تباہ کر سکتا ہے۔ تم جیسا دوست مل جائے تو اس کے بعد دوسری چیزوں کی

کوئی اہمیت نہیں رہتی۔“

”شکر یہ سلاٹوں۔“ میں نے جواب دیا اور پھر سلاٹوں اس دانش کدے سے نکل گیا۔ اس کے اس قدر اعتماد نے مجھے بہت متاثر کیا تھا۔

بہر حال اس کے جانے کے بعد میں دیر تک خیالات میں ڈوب رہا۔ یہ جو کچھ تھا میرے لئے ناقابل یقین تھا۔ ماضی کے یہ آئینے کس قدر دلکش تھے۔

میں ان کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ ان تمام چیزوں سے میں پوری طرح لطف اندوز ہونا چاہتا تھا۔ خاص طور سے مستقبل میں جانا میرے

لئے بہت دلکش تھا۔

رہی بوڑھے سلاٹوں کی طلب، تو اس بے چارے کا مستقبل مجھے زیادہ بہتر نظر نہیں آتا تھا کیونکہ اس سے قبل بھی کسی نے میری مانند جوانی

حاصل کرنے کی کوشش کی تھی اور آگ میں جل کر خاک ہو گیا تھا۔ بہر حال اگر اس کا علم اسے کچھ دے سکے تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔

کافی دیر تک میں خیالات میں ڈوب رہا اور پھر میں نے اس دانش کدے سے ہلکے... حیرت کدے کو تڑکانے کا فیصلہ کر لیا۔ ماضی کے بے شمار

نقوش میرے ذہن میں موجود تھے لیکن میں کسی خاص دور میں جانے کا خواہش مند نہیں تھا۔ بس یہ زیادہ مجھے جہاں بھی پہنچا دے۔

چنانچہ میں تیار ہو گیا۔ جو کچھ مجھے بوڑھے سلاٹوں نے بتایا تھا، اس کے مطابق میں ماضی کے زاویے کے سامنے پہنچ گیا۔ میں نے پہلے

ایک رخ اختیار کیا اور اس کے بعد اپنے انداز میں تبدیلی پیدا کرنے لگا۔ انوکھی تخلیق تھی یہ۔ میری نگاہوں کے سامنے بے شمار تصاویر رقصاں ہو گئیں

اور پھر میں نے رک کر سانس لی تو کچھ جانے پہچانے نقوش ابھر آئے۔ میں اس جگہ ساکت ہو گیا تھا۔

آہ! زیادہ پرانی بات نہیں تھی۔ درخت سے چنسی حسینہ کو میں نے صاف پہچان لیا تھا۔ یہ شانہ ہی تو تھی، جو خنزردہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی

تھی۔ مجھے یاد آیا، اس وقت میں نے یہ درخت جز سے اکھاڑ دیا تھا اور شانہ کو درخت سمیت لے کر چل پڑا تھا۔

خنزردہ شانہ مجھے اجنبی نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ میرے دل میں اس کے لیے پیارا مندر بنا تھا۔ تب میں نے اسے آواز دی۔

"شمانہ! اور وہ چونک پڑی۔"

"نم... تم کون ہو؟"

"سیوتا... تیرا سہوتا۔ کیا تو نہیں پہچانتی مجھے؟"

"نہیں۔ تو دو اکا کی بیٹی ہے نا جس نے سکاٹی ہسٹی کے لئے آتش فشاں میں کوکر جان دی تھی؟"

"ہاں لیکن میں تمہیں نہیں پہچانتی۔"

"شمانہ! شمانہ تو مجھے پیار کرتی ہے... تو....." لیکن شمانہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تب اچانک مجھے سنانوس کی بات یاد آئی۔ اگر تم مانسی کو

بدلنے کی کوشش کرے گے تو یہ تمہارے لئے ممکن نہ ہوگا۔ ہاں تم مانسی کو دہرا سکتے ہو۔

تب میں نے اس درخت کو گرفت میں لے لیا اور اسے اکھاڑ کر ایک جگہ رکھ دیا اور پھر شمانہ کا گداز بدن میرے بازوؤں کی گرفت میں

تھا۔ میں نے نگاہوں کے زاویے میں ہال برابر تبدیلی کی اور خود کو شمانہ کے ساتھ چھوٹی سی کشتی میں پایا۔ باوہان کھل گئے تھے اور شمانہ کے حسین منتوش

نما ہاں ہو گئے۔ چمکی رنگ، جاندار چہرہ، لمبے لمبے ہال جو ہوا میں اڑ رہے تھے۔

"لیکن اس طرقت تو سمندر کی سیر کا کچھ لطف نہیں آئے گا۔"

"کشتی کو گہرے سمندر میں پہنچنے دو پھر لطف آئے گا۔" اس نے مسکرا کر کہا اور پھر حکیم ہاکو کی آواز سنائی دی۔

"میں نے تم جیسا انسان کبھی نہیں دیکھا اور پھر جمیل کا ایک خوبصورت منظر جہاں شمانہ کسی مچھلی کی مانند تیر رہی تھی۔ یہاں بھرا ہوا تھا اس

کے بدن میں۔ مجھے شدید بے کلی محسوس ہونے لگی اور میں اس منظر کو تلاش کرنے لگا۔ جب یہ یہاں میری آغوش میں تھا اور وہ منظر بھی میری گرفت

سے دور نہ رہا۔ شمانہ کی محبت نوت پڑی تھی اور وہ میری آغوش میں ترپ رہی تھی۔

اور میں اس زاویے پر ساکت ہو گیا۔ کب تک نہ جانے کب تک۔ میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ میں اس منظر کو نگاہوں سے اوجھل ہونے

دوں... اور طولی زین وقت گزر گیا۔ نہ جانے کب سنانوس میرے پاس پہنچ گیا۔ اس کی نگاہوں میں شوق تھا لیکن میں شمانہ میں کھویا ہوا تھا۔

تب مجھ کو سنانوس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور میں چونک پڑا۔ میرا دماغ ایک دم گھوم گیا اور سب کچھ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

"مجھے انسوس ہے میرے دوست۔" سنانوس نے کہا لیکن میں کھوئی کھوئی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ سنانوس گہری نگاہوں سے میری

صورت دیکھ رہا تھا۔ "یوں لگتا ہے جیسے میں نے تمہارا کوئی پسندیدہ وقت چھین لیا؟"

"آہ! یہ تم ہو سنانوس؟" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے ایک آہ بھر کر کہا۔

"میں نے اخلاق و شرافت کا واسن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔" اس نے کہا۔

"نم کب آئے؟"

"دیر ہوئی لیکن میں نے مانسی کے اس زاویے میں داخل ہونے کی کوشش نہیں کی ورنہ میں بھی تمہارے سہارے اس منظر کو دیکھ سکتا تھا جو تم

دیکھ رہے تھے۔

”تب تو تم نے بہت اچھا کیا۔“ میں پھیکے انداز میں مسکرایا۔

”آہ! کیا تمہاری کوئی محبوبہ تھی تمہارے ساتھ؟“

”ہاں۔“

”اور تم اسے چاہتے بھی تھے؟“

”ہاں سلاٹوس۔“

”مجھے واقعی افسوس ہے اور میں شرمندہ ہوں لیکن کیا تم اسی وقت سے یہاں ہو، میرا مطلب ہے جب میں یہاں سے گیا تھا؟“

”ہاں۔ کیا تمہیں دیر ہوگئی۔ میرا مطلب ہے تم نے آرام نہیں کیا؟“

”عزیزم۔ میں کافی دیر تک آرام کرنے کے بعد یہاں تک پہنچا ہوں۔ اتنا آرام کہ میرے اعضا پرسکون ہو گئے ہیں اور تم اس وقت سے

یہاں موجود ہو؟“

”ہاں۔“ میں نے ایک سرد آہ بھری۔

”ماضی تمہارا جانا پچھانا ہے لیکن مستقبل ہم دونوں کے لئے اجنبی ہو گا اور پھر مستقبل میں ہم خود ایک کردار ہوں گے اور ایک کردار کی

ہیئت سے ہم اس ماحول سے زیادہ لطف اندوز ہو سکیں گے۔ کیا خیال ہے؟“ سلاٹوس نے پوچھا۔

”ہاں۔ لیکن تم نے یہ عجیب چیز بنائی ہے سلاٹوس۔“ میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔

”تم ابھی تک اداس ہو؟“

”میرا ماضی۔“ میں نے کہا۔ ”میرا ماضی بے شمار ایسی داستانوں سے بڑ ہے جو وقت نے میری نگاہوں سے ادا نھل کر دیں۔ حالانکہ میں

انہیں نظر انداز نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن گزرتے وقت کے آگے میری ایک نہیں چل سکی اور وہ مجھ سے جدا ہو گئے جن کی جدائی مجھے منظور نہیں تھی۔“

”ایک بات اور ہے پورا۔ ایک طرح سے تمہاری یہ طویل العمری تمہارے لئے تکلیف دہ بھی ہوگی؟“

”کس طرح؟“

”ماضی کے داغ۔ حالانکہ تم عام انسانوں سے مختلف ہو۔ تمہارے اندر بہت سی خصوصیات انسانوں سے بالکل مختلف ہیں لیکن اس کے

باوجود تم انسانوں سے زیادہ دور نہیں ہو اور انہی کے درمیان وقت گزار رہے ہو کیونکہ تمہارا کوئی الگ قبیلہ نہیں رہا۔ اگر تم اپنے قبیلے والوں کے درمیان

رہتے تو انسانوں کے اس قدر قریب نہ آتے۔ ان حالات میں تمہاری اپنی کیفیات بعض اوقات انسانوں سے مختلف نہ ہوتی ہوں گی۔“

”ہاں۔ یہ حقیقت ہے۔“

”ان حالات میں ماضی کے داغ بعض اوقات ضرور دکھتے ہوں گے؟“

"ہاں سلاٹس۔ گو میں نے زمین و آسمان کی گردش کی تبدیلی کو قبول کر لیا ہے لیکن بعض کردار..... بعض کردار اب بھی ذہن میں رکھتے ہیں۔"

"اس وقت بھی تم کسی ایسے ہی کردار میں کھوئے ہوئے تھے؟"

"ہاں۔"

"کوئی لڑکی؟" بوزھے نے اوپاشوں کے سے انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ میری کہنیت اب درست ہوتی جا رہی تھی۔ میں دانش کدے کے اس سحر سے نکل آیا تھا۔

"کون تھی وہ؟" بوزھے نے پوچھا اور میں نے اسے نوفا کی داستان سنائی۔ شانہ، کائی، ہاکو اور سکائی کے اندر گھسی آنے والوں کے بارے میں تفصیل بتائی۔ بوزھے کا چہرہ دلچسپی سے سرخ ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بچوں کی ہی چمک تھی۔ یہاں تک کہ میں نے اسے شانہ کی موت کی تک کی کہانی سنا دی اور جب میں خاموش ہوا تو بوزھے کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

"آہ! میرے دوست۔ تمہاری یہ کہانی بے شمار مختلف تہذیبوں کے لئے ہوئے ہے لیکن اس میں قدیم کلچر اور ایک اجنبی دنیا کی ساری داستانیں چھپی ہوئی ہیں۔ کسی دلکش، کسی انوکھی، کسی حیرت انگیز اور سنو آئندہ جب تم اپنے ماضی میں لوٹو گے تو میں بھی تمہارے ساتھ ہوں گا۔ میں اس انوکھی دنیا کو ضرور دیکھوں گا۔"

"ضرور سلاٹس۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اس وقت غالباً تمہاری محبوبہ تمہاری آغوش میں ہوگی؟" بوزھے کے منہ سے رال بہ رہی تھی۔ مجھے تعجب ہوا اتنی چیزوں پر قدرت کے باوجود عورت سے اس قدر دور ہے اور ان کے لئے ترستا ہے۔

"ہاں۔ شانہ کا دلکش وجود میری آغوش میں تھا اور کتنی مسکین تھی وہ۔ میں تمہیں اس سے ضرور ملاؤں گا لیکن ایک شرط پر۔"

"کیا، کیا؟ جلدی کہو۔"

"اس سے قبل تم مجھے مستقبل کی سیر کراؤ گے، جیسا کہ ہمارے درمیان معاہدہ ہوا تھا۔"

"بالکل۔ بالکل۔ تیار ہو جاؤ۔ ہمیں خود بھی مستقبل کا ایک کردار بن جانا ہے، اس ماحول کو سمجھنے کی وقتیں ضرور پیش آئیں گی لیکن....."

لیکن.....

"سب ٹھیک ہو جائے گا، سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔" میں نے کہا اور بوڑھا مسکرانے لگا۔ بہر حال اب ہم اس حیران کن ایجاد کے

سہارے مستقبل کے سفر کی تیاریاں کر رہے تھے۔

☆.....☆.....☆

سلاؤس بلاشبہ بہت بڑا مفکر اعظم تھا۔ اس دور کی زبان میں اگر کہا جائے پروفیسر۔ تو وہ ایک عظیم سائنسدان اور ایک عظیم ستارہ شناس تھا۔
 وائٹ کڈے کو تخلیق کر کے اگریوں کہا جائے کہ اس نے نسخہ کائنات کر لی تھی تو بے جا نہ ہوگا۔ اس کے پراسرار زاویے جن جہانوں کی سیر
 کراتے تھے ان کے بارے میں سوچ سوچ کر عقل دنگ رہ جاتی تھی۔ بلاشبہ یہ دانش کدہ میری صدیوں کی دیکھی ہوئی تمام چیزوں سے زیادہ عجیب
 اور ان تمام علوم سے زیادہ بہتر تھا جو میری نگاہوں میں آچکے تھے۔

میں نے اس میں اپنا ماضی دیکھا اور اس ماضی میں، میں نے حقیقتاً یہی محسوس کیا کہ میرا ماضی ایک بار پھر لوٹ آیا ہے اور اس بار بھی میرے
 تاثرات وہی تھے۔ ان میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ میں جن گزرے ہوئے کرداروں سے ملا تو میرا عمل یہ تھا کہ مجھے اس بات کا مکمل طور پر احساس تھا کہ
 میں ان گزرے ہوئے کرداروں سے مل چکا ہوں اور ان کے ساتھ جو واقعات پیش آچکے ہیں، وہ ماضی ہیں۔

اس کے باوجود میں نے ان واقعات کی دکاشی میں کوئی فرق نہیں محسوس کیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے تاریخ ایک بار پھر خود کروہرائی ہو اور وہی
 سب کچھ ہو رہا ہوں جو میں کر چکا ہوں۔ اس میں کوئی فرق نہیں تھا۔ ہاں ایک احسان تھا، ایک جانا پہچانا احساس جو کسی کام کو کرنے کے بعد ہوتا
 ہے۔ اور یہی وائٹ کڈے کے زاویوں کی سب سے بڑی خوبی تھی۔ ورنہ ہم ماضی کو اگر اس انداز سے دیکھیں کہ وہ ماضی ہے اور ہم تماہیں تو کوئی
 خاص بات پیدا نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن جب اچانک ہماری شخصیت ماضی میں اس انداز میں شامل ہو جاتی تھی تو ہم متعجب رو جاتے تھے۔

سلاؤس نے ماضی کی اس دنیا میں مجھے تنہا چھوڑ دیا اور میں برف کے اس وسیع و عریض میدان کے نیچے آ جاؤ یہ دنیا دیکھو دیکھو کہ متعجب ہو رہا
 تھا۔ بلاشبہ یہ ایک عجیب و غریب کائنات تھی جہاں کا حکمراں سلاؤس تھا۔

اس نے مجھے جو کچھ دکھایا، جو کچھ عمل اس نے کر رکھے تھے، اسے دیکھ کر مجھے یوں لگا جیسے میرا صدیوں کا تجربہ اس کی فکر کے آگے بچ ہے۔
 سلاؤس اکثر مجھ سے ملاقات کیا کرتا تھا اور مجھ سے میری ضروریات کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہتا تھا۔ اس دوران میں جب بھی سلاؤس
 سے ملا، میں نے اس کی فکر، اس کی سوچ، اس کے عمل، اس کے کردار، کر رہا اور سلاؤس نے مسکرا کر میرا شکر یہ ادا کیا، تب... ایک دن مسکراتے
 ہوئے اس نے مجھ سے کہا۔

”میرے عظیم بہانہ حالات کے تحت میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمہیں مختلف نام دیتا ہوں۔ یوں سمجھو کہ تم اس فکر و عمل کی دنیا میں ایک
 دیکھنے والے کی حیثیت رکھتے ہو اور میں تم میں ایک اور دنیا تلاش کر رہا ہوں۔“
 ”میں نہیں سمجھا سلاؤس۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تمہارا ماضی گو تمہارے لئے کوئی خاص حیثیت نہیں رکھتا چونکہ تم اس سے گزر چکے ہو۔ لیکن میرے لئے وہ بہت کچھ ہے جبکہ تم اس سے
 گزر کر اسے فضول سمجھتے ہو۔ جب تم زاویوں میں پہناؤ ہو کر ماضی کے کسی جزیرے میں چلے جاتے ہو تو میں بھی تم سے زیادہ دور نہیں ہوتا۔“
 ”کیا مطلب؟“ میں چونک پڑا اور سلاؤس کے جہنوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، ایک عجیب و غریب پراسرار سی مسکراہٹ۔

"ہاں.. میں نے غلط نہیں کہا.. تم اس وقت ایک جیتے جاگتے وجود ہوتے ہو اور میں بھی ایک جیتے جاگتے وجود کی مانند ہوتا ہوں.. گو تمہارے سامنے نہیں ہوتا لیکن میں اپنے آپ کو اس زاویے کی سیدھ میں آزاد چھوڑ دیتا ہوں جہاں سے گزر کر تم ماضی میں داخل ہوتے ہو.."

"اور تو اس کا مقصد ہے کہ تم بھی میرے ساتھ ہوتے ہو.."

"ہاں.. لیکن ایک ہوا کی شکل میں، ایک روشنی کی صورت میں، وہاں صرف میرا تصور تمہارے سامنے ہوتا ہے اور صرف دیکھنے والی آنکھ تمہارے ماضی کو دیکھتی ہے.. یوں میرے لئے تم ایک ایسی کتاب ہو جسے میں صدیوں کی کتاب کہہ سکتا ہوں.. اور تم ان زاویوں میں اپنا ماضی دیکھ کر لطف اندوز ہوتے ہو.. اس طرح ہم دونوں نہایت مددگی سے اپنا اپنا کام انجام دے رہے ہیں.."

"لیکن سلاٹوس.. میں تو یہی سمجھتا رہا ہوں کہ تم صرف میرے لئے ایثار کر رہے ہو.. تم نے اپنے اس دانش کدے کو میرے لئے جس طرح کھول دیا ہے بلاشبہ یہ بہت بڑی بات ہے اور میرا خیال ہے تم نے جس فراخ دلی کا ثبوت دیا، بہت کم لوگ اس فراخ دلی کا ثبوت دے سکتے ہیں اور اس بات پر میں تمہارا بے حد شکر گزار ہوں.."

"اس کی وجہ ہے میرے دست.. سلاٹوس نے بھاری لہجے میں کہا..

"کیا؟"

"یہ کہ تم اس قابل ہو کہ دنیا کی ہر چیز سے تمہیں روشناس کرایا جائے.. خود تمہاری نگاہوں میں صدیوں کا جو تجربہ پوشیدہ ہے.. وہ میرا مددگار ہے.. تم یقین کرو، تمہاری آنکھوں سے میں نے ماضی کو دیکھا اور اس سے بہت کچھ حاصل کیا.. لیکن میرا خیال ہے تم میری بات سمجھ رہے ہو گے.. میں جس انداز میں تمہارا تعاقب کرتا ہوں، وہ بہت ہی دلکش اور دلچسپ ہے.. ماضی کے زاویے بلاشبہ تمہیں ہر دور سے آشنا کرا سکتے ہیں لیکن جس دور میں کوئی ایسا کردار تمہاری نگاہوں میں رچا ہوا ہو جس کو میں انجمنی طرح جانتا ہوں تو پھر اس کردار کی سوچ تمہارے ذہن میں شامل ہو کر تمہیں ایک دل خوش کن تصور دے گی.. سلاٹوس نے کہا..

"اور.. تو اس کا مقصد ہے کہ اب تم کچھ اور آگے بڑھ گئے.. یعنی وہاں صرف تم ایک روح کی حیثیت سے نہیں ہوتے بلکہ میرے وجود میں شامل ہوتے ہو؟"

"ہاں.. صدیوں کے بیٹے ہاں.. سلاٹوس نے کہا..

"تو پھر بابا سلاٹوس... ایک بات تو بتاؤ.."

"پوچھو.."

"کیا اس وقت جب میں ایسے لحاظ میں ہوتا ہوں جو زندگی کے دلکش لحاظ کہلاتے ہیں تو تمہارا وجود مجھ سے قسماً دور ہونا ہے؟"

"تم سے... تم دور کی بات کر رہے ہو، میں تو تم میں شامل ہونا ہوں پورا نا.. سلاٹوس نے مسکراتے ہوئے کہا..

"یہ تو گمراہ ہو گئی سلاٹوس.. میں نے تمہارا انداز میں کہا..

”کیوں؟“

”اس کا مقصد ہے کہ میری وہ محبوبائیں، جو ماضی میں میری آغوش میں ہوتی تھیں اور اب ان کا کچھ حصہ تم تک بھی پہنچ جاتا ہے۔“ اور سلاٹس بھی ہنسنے لگا پھر وہ ایک آنکھ دبا کر مسکراتا ہوا ہوا۔

”میں بوزھا ہوں چکا ہوں میرے دوست۔ میں زندگی کی ان لذتوں سے بہت پیچھے رہ چکا ہوں۔ اگر تمہارے سہارے میرا ماضی مجھے کچھ دے جاتا ہے تو کیا تم اسے پسند نہیں کرتے۔ کیا تم نہیں چاہو گے کہ وہ لذت جو سلاٹس کے ہاتھوں چھٹ چکے ہیں اسے مل جائیں۔“

”نہیں نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے بابا سلاٹس۔ میں تو تمہیں آئندہ کی دعوت بھی دیتا ہوں۔ بہر حال تمہاری دنیا میں مجھے بہت کچھ ملا ہے، میں نے بہت کچھ پایا ہے۔“ میں نے کہا اور سلاٹس سنجیدہ ہو کر ہوا۔

”اگر یہاں رہ کر تم اور بھی کچھ حاصل کر لو تو مجھے صرف خوشی ہی ہوگی۔ ظاہر ہے میرے لئے اس سے اچھا موقع اور کون سا ہوگا۔“

”لیکن بابا سلاٹس۔ میں اب چاہتا ہوں کہ تم کوئی ایسی چیز مجھے دکھاؤ جس سے میں نا آشنا ہوں۔ میں اپنے تجربات میں ہمیشہ اٹھانے کا خواہش مند رہا ہوں۔“

”مثلاً مجھے بتاؤ تم کیا جاننے کے خواہش مند ہو۔ تم اپنے تجربات میں کیا اضافہ چاہتے ہو؟“ سلاٹس نے آدھنگی سے پوچھا۔

”میں اپنا ماضی دیکھتا رہا ہوں بابا سلاٹس۔ کیا اس ماضی میں کبھی مجھے تمہارا ماضی بھی نظر آ سکتا ہے؟“

”کیوں نہیں۔ جس طرح تم اپنا ماضی لیتے ہو، میرا ماضی بھی داپس آ سکتا ہے۔ لیکن میرے ماضی میں ایسی کوئی خوبی نہیں جس سے تم بہت زیادہ لطف اندوز ہو۔ ایک عام اور سپاٹ ماضی ہے۔“

”تب بھی میں چاہتا ہوں کہ ماضی کا کوئی ایسا ورق میرے سامنے آئے جو میری نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔“

”میرا اپنا اندازہ ہے صدیوں کے بیٹے۔ میرے دوست کہ بے شک تم صدیوں میں ایک وجود بن کر رہے ہو، تمہاری اپنی حیثیت بے شمار علاقوں سے منسلک رہی ہے لیکن وہ علاقے اب بھی تمہاری نگاہوں سے پوشیدہ ہوں گے جہاں تم اس وقت نہیں پہنچ سکتے ہو گے۔ کیونکہ ہر دور میں دنیا ترقی ہی وسیع تھی اور اس وسیع دنیا میں بے شمار واقعات رونما ہوئے ہوں گے۔ ایسے واقعات جو تمہاری نگاہوں سے پوشیدہ ہوں گے۔ چنانچہ ان ادوار میں بھی تمہارے لئے یقینی طور پر دلکشی ہو سکتی ہے۔ تم وہ بھی دیکھ سکتے ہو جو اس وقت تم نہیں دیکھ سکتے۔ حالانکہ وقت گزر چکا ہے اور تمہاری صدیوں کی کتاب صرف ان واقعات سے مرصع ہے جو تمہیں پیش آچکے ہیں۔ تم نے اس میں صرف اپنے تجربات تحریر کئے ہیں۔ اب ماضی کے یہ اوراق تمہیں اور بھی بہت سے رازوں سے روشناس کریں گے۔ میری آنکھوں میں خوشی کی چمک پیدا ہو گئی تھی۔“

بلاشبہ سلاٹس نے جو کچھ کہا تھا وہ تو درست ہی تھا۔ ماضی میں بھی بے شمار واقعات ایسے ہوں گے جو مجھ سے پوشیدہ رہنے اور میں ان تک نہیں پہنچ سکا۔ میری کتاب ان واقعات سے نا آشنا تھی۔ ایسی صورت میں کچھ خوبصورت واقعات اگر میری کتاب میں شامل ہو سکیں تو اس سے اچھی کیا بات ہو سکتی تھی۔ لیکن یہاں پھر وہی سوال تھا کہ خود ماضی میں میرا پناہ وجود کیا ہوگا؟ اس بارے میں میں صرف دیکھنا چاہتا تھا کہ سلاٹس نے اس

بارے میں کیا کیا ہے۔ یہ عظیم مفکر، عظیم سائنسدان جو کچھ نہ کر لیتا کم تھا۔ میں اس کی صلاحیتوں سے متفق تھا۔

”بابا سلاؤس۔ بلاشبہ ہماری دنیا کا ماضی بے شمار ایسے واقعات سے پر ہوگا جو میری پہنچ سے دور رہے ہوں۔ لیکن اس وقت میں تختِ اہلگری میں ہوں۔ میرے ذہن میں یہ ذواش بھی ہے کہ میں تم لوگوں کے بارے میں مکمل طور پر جان سکوں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم تختِ اہلگری کے کسی باب کو میرے سامنے کھول دو۔“

”کیوں نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے ماضی ہر جگہ کا ماضی ہوتا ہے، تختِ اہلگری میں بھی ایسے بے شمار واقعات پیش آچکے ہیں جو دلکشی کے حامل ہیں۔۔۔ اگر تم چاہو تو میں تمہارے لئے ان کا انتخاب کروں۔“

”میں بڑی خوشی سے اس بات کو تسلیم کرتا ہوں۔“ میں نے کہا۔

”تو پھر مجھے اجازت دو اور بنا۔ میرے پاس بھی ایک ایسی کتاب ہے جس میں ایسے واقعات درج ہیں جو خاصے دلچسپ اور دلکش ہیں۔ تو میں ان میں سے کوئی ایسا دلکش زاویہ تلاش کر کے تمہیں وہاں تک لے جاؤں گا جو تمہیں ان واقعات تک پہنچا سکے۔“

”مثلاً؟“ میں نے سوال کیا۔

”یہ تو میں تمہیں بعد ہی میں بتاؤں گا کیونکہ میں ابھی تک تجربات کو ایک حد تک رکھے ہوئے تھا اور یہ تجربات میری ذات تک محدود تھے۔ ہاں جب کوئی ایسا دیکھنے والا اور کوئی ایسی چشم بینا میرے ساتھ ہو جس کے سامنے میں جو ابد ہوں تو پھر ظاہر ہے ایسی صورت میں پورنا۔۔۔ انسان کی دلچسپی بڑھ جاتی ہے۔ اس ماحول اور ان حالات میں اس کے لئے دلکشی بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ جنہیں وہ فزنی طور پر دیکھتا چلا آیا ہے اور اس وقت میرا یہی حال ہے۔ اس ماحول سے میری دلچسپی آج کئی گنا زیادہ بڑھ گئی ہے۔“

”خوب۔ تو تم اب اس سلسلے میں کچھ کرنا چاہتے ہو؟“

”ہاں۔ میں یہی چاہتا ہوں کہ ماضی کے جس دور میں تم چارہ ہو وہاں تمہاری اپنی بھی ایک حیثیت بن جائے اور ان کے لئے مجھے ایک ایسے کردار کا انتخاب کرنا ہے جو ماضی میں موجود ہو۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ ہم ماضی کے لئے کوئی کردار تخلیق نہیں کر سکتے۔ لیکن اس کردار کو ہر اضرار سے بچا سکتے ہیں۔“

”اور ہو۔ اس کا مقصد ہے کہ میں خود پر کوئی کردار بھی جاری کر سکتا ہوں؟“ میں نے سوال کیا۔

”ہاں میرے دوست پورنا۔۔۔ لیکن اس کے لئے خاصی محنت کرنا پڑے گی اور اس کردار کے لئے ضروری بھی۔“

”میں تو تیار ہوں سلاؤس۔ میرا خیال ہے اس سے اچھی کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی لیکن ایک بات میں جاننا چاہتا ہوں۔“

”کیا؟“

”جب میں اس کردار کی روح اپنالوں گا تو میری اپنی صلاحیتوں کا کیا ہوگا؟“ میں نے سلاؤس کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”یہی تو سب سے بڑی خوبی ہے میرے دوست کہ تمہاری اپنی صلاحیتیں اسی طرح برقرار رہیں گی۔“

"حیرت انگیز.. بے حد حیرت انگیز۔ گویا میں اس کردار کی مادیت میں شامل ہو کر اپنی سوچ بھی برقرار رکھ سکوں گا؟"

"پبلک۔ تم اس کردار کو اپنانے کے باوجود خود میں زندہ رہو گے اور تمہیں یہ احساس رہے گا کہ یہ کردار مستعار ہے۔"

"حیرت انگیز، بے حد حیرت انگیز۔" میں نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔ بوزھے سلاٹس نے مجھے جو کچھ بتایا تھا وہ عقل سے بعید بات تھی اور پروفیسر۔ میں بھی جو کچھ تمہیں بتا چکا ہوں اس میں تمہارے لئے بھی عقل سے بعید بہت سی باتیں ہوں گی لیکن ہمیں ان باتوں کو قبول کرنا ہی ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ ہمارے ہوش و حواس سے دور رہتی ہیں اور جب ہم ان کا ثبوت پیش کرتے ہیں تو یہ سوچتے ہیں کہ یا تو ہم اس دنیا کے انسان نہیں ہیں یا اس دنیا کو دیکھ رہے ہیں جو ہم سے مختلف ہے۔

"ہاں.. اس میں کوئی شک نہیں ہے۔" پروفیسر نے اس کی بات کی تائید کرتے ہوئے جواب دیا۔

"تو پروفیسر.. بوزھے سلاٹس میرے پاس سے چلا گیا اور میں اپنی رہائش گاہ میں واپس آ گیا۔"

اب تک میری زندگی جن ادوار یا جس انداز میں گزری تھی.. اس میں نیا پن تھا۔ میں یکسانیت کا شکار بھی ہو جایا کرتا تھا لیکن اس یکسانیت کو ختم کر لینا میرے لئے زیادہ مشکل نہ ہوتا تھا۔

اس بار جس دانشور سے میرا واسطہ پڑا تھا اس کے بارے میں میرے سوچ بڑی عجیب تھی۔ بلاشبہ صدیوں میں میرے سامنے اس طرح کی کوئی شخصیت نہیں آئی تھی اور یہ شخصیت ان تمام مفکروں اور دانشوروں سے بلند اور اعلیٰ تھی جو اب تک مجھے مل چکے تھے۔ یوں تو بے شمار لوگوں کے بارے میں، میں نے اس انداز میں سوچا تھا لیکن یہ بات بھی ایک ثبوت ہے اس بات کا کہ جوں جوں تہذیب آگے بڑھتی رہی ہے، جوں جوں انسان ادوار سے آگے بڑھتا گیا ہے تو اس کی سوچ میں ایسی عجیب عجیب تبدیلیاں نمودار ہوتی رہی ہیں جو بعد میں حیرت انگیز بن جاتی ہیں۔ لیکن اس کے بعد ایک اور انسان پیدا ہوتا ہے جو پہلے انسان سے بہت زیادہ تیز، چالاک اور عظیم دانشور ہوتا ہے۔

اور تم یقین کرو پروفیسر کہ انسان کو یہ عطیہ ادوار دیتے ہیں۔ سو میں نے سوچا کہ اس انداز میں تو کوئی انوکھی بات نہیں تھی۔ بلاشبہ جتنے لوگ مجھے ملتے رہے تھے اور علم و دانش کے پیکر تھے محاماً انہم تھے، وہ میرے لئے اجنبی تھے لیکن جنہیں میں نے بڑا تسلیم کیا، ان کے پاس بھی کچھ نہ کچھ ایسی چیزیں تھیں جو دوسروں سے مختلف تھیں اور یہ بدلتے ہوئے ادوار ہی کا عطیہ تھا..... انسان کی ترقی کا منظر تھا۔

اس گفتگو کا پس منظر یہ ہے پروفیسر کہ یہ ہو سکتا ہے آنے والے وقت کی کہانی سناتے وقت میں کسی سے مفکر یا دانشور کا ذکر کروں جو سلاٹس سے کہیں زیادہ ارفع، اعلیٰ ہو۔ لیکن اس وقت جس دور کی میں بات کر رہا ہوں۔ سلاٹس نے مجھے جو کچھ دکھایا، جو کچھ میں نے اس کے پاس دیکھا اور محسوس کیا، وہ اتنا کچھ تھا کہ میں حیران رہ گیا۔

اب تک میں اس تحت العری میں حسن و عشق کی چاشنی سے دور رہا تھا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ تحت العری میں آنے کے بعد میں نے بے شمار چیزیں دیکھی تھیں لیکن انہیں چھونے سے گریز کیا تھا۔

گوئلک میرے اس قدر نزدیک رہی تھی لیکن وہ عورت کی حیثیت سے میرے لئے ناقابل بھروسہ تھی.. میں اسے اپنے قرب میں برداشت

نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں اس عورت سے دور ہی رہا تھا۔

یوں تحت العزلی میں رہنے کے بعد جو تشنگی میرے ذہن میں ابھرتی تھی اسے ان زواہیوں نے دور کر دیا تھا۔ میں جب اپنے ماضی میں جاتا تھا تو مجھے ایک عجیب سے سکون کا احساس ہوتا تھا، چنانچہ عورت کی تشنگی میرے ذہن میں نہیں تھی۔

سو جب سلاٹوس میرے پاس واپس آیا تو میں بڑے سکون سے بیٹھا ہوا تھا اور سلاٹوس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

”تو تلاش کیا ہے میں نے ایک ایسا باب میرے دست جو بلاشبہ تمہارے لئے دلکش ہوگا۔“

”ہاں۔ یہ باب ہے اس طویل عرصے قبل اس وقت کا جب تحت العزلی میں بھی لوگ زندگی گزارنے کے مناسب طریقوں سے واقف نہیں تھے لیکن انسانیت اور لطم کا ایک تصور ضرور تھا اور اسی تصور کے تحت سردار بھی ہوا کرتے تھے اور ان کے مسائل بھی۔ گو مسائل زیادہ الجھے ہوئے نہیں تھے لیکن بہر صورت مسائل ہی ہوا کرتے تھے اور جو کہانی تمہاری لگا ہوں کے سامنے آئے گی وہ بھی چھوٹے چھوٹے مسائل کی کہانی ہے لیکن میں تمہیں روشناس نہیں کرانگا اس سے کہ اگر تم ہو گئے روشناس اس کہانی سے تو تمہارے اندر میں تمہارے افکار میں تمہارے دیکھنے میں وہ دلچسپی یا وہ تجسس ہوگا جو کہ اس کہانی کو جانے بغیر تمہیں محسوس ہوگا اور محسوس کرو گے اس طرح تم لطف۔“

”ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔“ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”البتہ اتنا میں تمہیں ضرور بتا دوں کہ کہانی ہے اپنی ٹس کی۔ اپنی ٹس جو اس وقت تحت العزلی کے ایک بہت بڑے حصے کا حکمران تھا اور بلاشبہ ایک انتہائی بہادر اور دلیر شخص تھا۔ بہت بڑا دانش مند تھا اور اس کے دور میں بہت ساری ترقیاں ہوئیں۔“

”تو کیا تو مجھے بتائے گا سلاٹوس کہ وہ ترقیاں کیا تھیں۔“

”ہاں پورنا۔ تحت العزلی میں زراعت کا تصور اس نے شروع کیا اور یہ جو تم سبز و باغات دیکھ رہے ہو، اس میں بہت بڑا حصہ اپنی ٹس کا ہی تھا۔ اپنی ٹس نے لوگوں کو زندہ رہنے کا ایک اور طریقہ سکھایا اور لوگوں نے اس پر عمل بھی کیا۔ لیکن..... ہماری کہانی اس بات سے متعلق نہیں ہے بلکہ ہم تو ایک اور ہی زاویے کو کھول رہے ہیں۔ ایک ماضی کا انکشاف کر رہے ہیں اور اس دور کی بات کر رہے ہیں جو بہت ہی دلکش گزارا تھا جو تحت العزلی کی تاریخ میں آج تک محفوظ ہے۔ ہاں میں تمہیں ایک بات اور بتانا چاہتا ہوں پورنا۔“

”وہ کیا سلاٹوس۔“ میں نے پوچھا۔

”وہ یہ کہ جب تم خود کو کسی اور رنگ میں پاؤ جو تم سمجھ نہ پاؤ تو اس سلسلے میں تم حیران نہ ہونا بلکہ یہ سمجھ لینا کہ یہ میری اس کاوش کا نتیجہ ہے جو میں نے تمہیں اس ماحول میں ضم کرنے کے لئے کی ہے۔ ہاں تم سمجھ رہے ہونا میری بات، میرا مقصد ہے کہ اگر میں تمہیں کسی ماضی کے کردار میں شامل کر دوں تو تم اس ماضی سے گھبرانا نہیں۔ بلکہ اس صورت میں تم اس ماضی کو زیادہ اچھی طرح دیکھ سکو گے۔ میں تمہیں محسوسات کے اس حصے میں لے جا رہا ہوں جہاں تم خود کو اس کا جزو پاؤ گے۔“

”اور اس ماحول میں تمہاری اپنی کیا حیثیت ہوگی سلاٹوس؟“

”دور نہ ہوں گا پورا تم سے زیادہ دور نہ ہوں گا۔ تم بے فکر رہو۔“ سلاٹوس نے جواب دیا اور میں نے گردن ہلا دی۔
”تب ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔“

”تو پھر آؤ۔“ سلاٹوس نے کہا اور میں آگے بڑھ گیا۔ نہ جانے بوڑھا سلاٹوس کون سے علم کے ذریعے یہ ناقابل یقین کارنامہ انجام دیتا چاہتا تھا۔ بہر حال اس شخص پر مجھے عملی اعتبار تھا اور میں نے جو کچھ دیکھا تھا اور جو کچھ محسوس کیا تھا اس سے اس بات پر میں یقین کر سکتا تھا کہ سلاٹوس جو کچھ کہہ رہا ہے اس میں کوئی غلط بات نہیں ہے۔

بہشت پیادہ دانش کدہ حسب معمول تھا۔ اس کے زاویے ایک دوسرے پر منعکس ہو رہے تھے اور بوڑھا دانشور میرا بازو پکڑے اس انداز میں ان زاویوں کے درمیان چل رہا تھا جیسے رقص کر رہا ہو۔ اسے کسی مخصوص زاویے کی تلاش تھی اور یہ تو میں جانتا تھا کہ وہ نہ صرف اس دانش کدے پر حاوی ہے بلکہ یہاں سے نکل کر بھی بہت سی پراسرار قوتوں کا مالک تھا۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ بے حد مطمئن تھا اور مجھے کوئی ایسا احساس نہیں تھا جو میرے ذہن میں تردد پیدا کرتا۔ میں بھی اس بوڑھے دانشور کے ساتھ ساتھ اس کی مرضی کے مطابق چل رہا تھا۔ وہ سرنی جہاں اس کی یہ تھی کہ میں خود بھی نت نئے تجربات کا شوقین تھا۔

یوں بھی پروفیسر۔ مجھے اس سے کیا فرقی پڑ سکتا تھا۔ میں تو ایک مطمئن انسان تھا جسے دنیا کی کسی چیز کا کوئی خوف نہیں تھا۔ چنانچہ بوڑھا سلاٹوس زاویوں کی تلاش میں سرگرداں رہا۔ میرا بازو اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔ میرے خیال کے مطابق اسے یہ فکر ہوگی کہ زاویہ اسے مانس میں گم کر دے گا اور کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اس سے پیچھے رہ جاؤں۔

ہاں۔ ان زاویوں سے گزرتے ہوئے میرے دل و ذہن میں بے شمار خیالات آرہے تھے۔ میرنی نگاہیں بھی ایسے عجیب و غریب مناظر دیکھ رہی تھیں جو اس سے پہلے میری نگاہوں کے سامنے سے نہیں گزرے تھے۔ ہاں اتنا میں جانتا ہوں کہ یہ سب تحت العرنی کی باتیں ہیں اور بوڑھا انہی کے درمیان چکر رہا ہے۔ اسے ایک مخصوص زاویے کی تلاش ہے جس میں وہ جانا چاہتا ہے اور پھر اچانک میں نے بوڑھے کی گرفت میں سختی محسوس کی۔

اور دفعتاً میں نے محسوس کیا جیسے میرا بدن بے حد ہلکا ہو گیا ہو۔ بوڑھا اب مجھ سے آگے تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ طعنے کی صورت میں میرے گرد پھنسا دیے تھے۔ پھر یوں لگا جیسے ہم ہواؤں میں پرواز کرتے جا رہے ہوں۔ ہلکی ہلکی ہوائ تھی۔ پھر ایک عجیب سا احساس ہوا اور ایک عجیب سا ماحول نظروں کے سامنے آ گیا۔

بھورے رنگ کے پہاڑ تھے جن کے دامن میں سبز پھیلا ہوا تھا اونچے اونچے پہاڑ، دیکھنے سے یہ کوئی بڑی چراگاہ معلوم ہو رہی تھی۔ درمیان میں بھیڑوں کے غول کے غول موجود تھے۔ مہولی سوئی بھیڑیں جو اون سے بھرنی ہوئی تھیں۔ سبز گھاس کے درمیان سفید بھیڑیں بے حد خوبصورت معلوم ہو رہی تھیں۔

”بڑا نکلتا منظر ہے سلاٹوس۔“ میں نے اپنے عقب میں دیکھتے ہوئے کہا لیکن سلاٹوس اس کا تو کہیں نام و نشان نہیں تھا۔ میں نے قرب و

جوار کے مناظر کو دیکھا مجھے یوں لگا جیسے یہ ساری چیزیں اجنبی ہو گئی ہوں۔

"سلانوس۔" میں نے ایک بار پھر اسے آواز دی لیکن سلانوس کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ تب مجھے ایک حیرت انگیز احساس سے دوچار ہونا پڑا اور میں باہا سلانوس کا قائل ہو گیا۔

"میرا جسم، میرا لباس، یہ سب عجیب و غریب تھا، میں نے اپنے جسم کو دیکھا۔ میں؛ ہیلے ڈھالے لباس میں لمبوس تھا اور سر پر عمامہ۔ میں نے کبھی ایسی پگڑی نہیں بانٹھی تھی۔"

اوہو گویا۔ گویا۔ میں نے حیرت سے سوچا۔ زاویوں کا استعمال تو میں اس سے پہلے بھی کر چکا تھا۔ میں نے وہ تمام مناظر دیکھے تھے جو مجھے میرے ماضی میں لے جاتے تھے لیکن ماضی کے کسی دور میں اپنی شخصیت، ایک مکمل شخصیت کو کسی دوسری شخصیت میں ضم کر دینا یہ ایک تعجب خیز بات تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ اس میں دانش کدے کی دانش کا دخل نہیں تھا بلکہ یہ بوزھے کی اپنی کوشش تھی کہ اس نے وہ کردار بھی مجھے دینے کے لئے میری ظاہری شخصیت کو ختم کر دیا۔

میرے چہرے پر ہلکی ہلکی ذرا سی بھی اگ آئی تھی۔ جبکہ اس سے پہلے اس کا کوئی وجود نہیں تھا اور جب میں نے اپنے ہاتھ کی طرف غور کیا تو اس میں ایک لکڑی بھی تھی۔ اوہو واقعی چرہ دہا ہوں۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا اور دفعتاً میرے ذہن میں کچھ نام گرانے لگے۔

میرا نام ہیکٹی ہے۔ اوہو واقعی میں تو جی جی ماضی کا ایک کردار بن چکا ہوں۔ ہیکٹی، واقعی ایک عجیب و غریب نام ہے لیکن چرہ دہا۔ میں نے تعجب سے سوچا۔ اچانک ہی میں بہت ساری بھینڑوں کا مالک بن گیا ہوں اور پھر بھینڑیں چرہ دہا ہوں لیکن میرا باپ کون ہے اور یہ کون سے ماحول کی بات ہے۔ تب مجھے احساس ہوا کہ میرے باپ کا نام ہیڈس ہے اور ہم خاندانی چرہ دہا ہے۔

بڑی دلچسپ بات تھی یعنی میں جس رنگ میں تھا جس طبعی اور لباس میں تھا، اس کے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا کہ میں کون ہوں کیا ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ مجھے اپنی اصل شخصیت بھی یاد تھی یعنی کہ میں جو تھا اس کے بارے میں بھی جانتا تھا اور جو نہیں تھا اور بنا ہوا تھا اس کے بارے میں بھی اچھی طرح جانتا تھا۔ کتنی تعجب خیز بات تھی لیکن اس کے باوجود مجھے یہ ماحول بے حد پسند آیا تھا۔

اب دیکھنا یہ تھا کہ اس بدلی ہوئی شخصیت میں مجھے کیا کرنا ہوگا، جو شخصیت، جو روپ مجھے دے دیا گیا تھا اس کی اپنی حیثیت کیا تھی اور میرا باپ اور اس کے علاوہ جو میرے متعلقین ہیں وہ مجھ پر کسی قسم کا شک کرتے ہیں یا نہیں۔ ویسے اس کا کوئی امکان نہیں تھا۔ بڑی دلچسپ بات تھی اور میں اس سے پوری طرح لطف اندوز ہو رہا تھا، میں وہ سب کچھ جانتا تھا جو مجھے اس کردار میں کرنا تھا۔

دیر تک میں ان بھینڑوں کو اور اس بدلے ہونے ماحول کو دیکھتا رہا۔ کتنی حسین جگہ تھی، اس دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ یعنی تخت العری کا وہ حصہ جو اب اس دنیا سے بھی مفقود ہو چکا ہے، میری نگاہوں کے سامنے تھا۔ بوزھے سلانوس کی عظمت پر میں جس قدر رشک کرتا تھا وہ عظیم تھا۔ ... بے حد عظیم۔

اس نے وہ چیز بنائی تھی جس کے بارے میں میں سوچتا ہوں کہ اس دور کے لوگ اگر آخری کوشش بھی کر لیں تو بڑا مشکل ہو گا اس کے

لئے۔ کیونکہ اس کے بعد میں نے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی۔

کانی ویر تک میں بھیڑوں کو دیکھتا ہوں پر غور کرتا رہا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ دو وقت ہوتا جا رہا تھا جب واپسی کی تیاریاں کی جاتی ہیں۔ دفعتاً میں نے اپنے وڈوں ہاتھ اپنے چہرے کے آگے رکھے اور ایک عجیب سی آواز میرے ہونٹوں سے نکلی۔ میں نے اس آواز پر غور کیا اور ہنس پڑا لیکن اس آواز کا رد عمل بہت ہی عجیب تھا۔ وہ بھیڑیں جو منتشر تھیں۔ دفعتاً چاروں طرف سے ایک ہی جگہ جمع ہوئے لگیں اور میں حیران رہ گیا۔

"خوب، بہت خوب۔ یعنی جانور بھی اس طرح سے کسی آواز سے واقف ہو سکتے ہیں۔ میں نے سوچا اور اس پہاڑے قطعے سے نیچے اترنے لگا جہاں سے بیٹھا ہوں بھیڑوں کو دیکھ رہا تھا، جب تمام بھیڑیں جمع ہو گئیں تو میں نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی لکڑی کو اشارہ کیا اور وہ آگے بڑھنے لگیں۔ گویا اب میں اپنی ہستی کی طرف واپس جا رہا تھا۔ میری رفتار زیادہ تیز نہیں تھی کیونکہ بھیڑیں سست روی سے چل رہی تھیں۔

پھر اس وقت جب ایک چھوٹی سی ندی کے قریب سے گزر رہا تھا تو میں نے ایک حسین چہرہ دیکھا۔

یہ ایک لڑکی تھی۔ تحت اثر کی اپہرا، اس نے مجھے دیکھا اور دور ہی سے آواز لگائی۔

"ہے ہیلو۔" اس نے مجھے آواز دی اور میں رک گیا۔

"کیا بات ہے پشکا؟"

"ٹو ایک ہی سوال بار بار کیوں کرتا ہے۔ جانتا ہے میں تیرے ہی انتظار میں ندی کے کنارے کھڑی ہوا کرتی ہوں اور جب ٹو یہاں سے گزرتا ہے تو اسی اجنبی لہجے میں مجھ سے پوچھتا ہے کہ کیا بات ہے پشکا؟" اور منہ چڑاتے ہوئے بولی۔

"پشکا! تو میرے لئے میرے پاس مت آیا کر۔ میں تجھ سے کئی بار کہہ چکا ہوں کہ میرا بچھا چھوڑ دے۔"

"ہاں۔ ہاں، تیری تو بس ایک ہی عادت ہے کہ ٹو ایک بات کہہ دینا ہے اور کبھی اس کا بچھا نہیں چھوڑتا۔"

"تیری بھی تو بس ایک ہی عادت ہے۔ ہر دفعہ ندی کے پاس آکھڑی ہوتی ہے۔ اس وقت جب میں واپس جاتا ہوں، مجھے آواز دیتی ہے اور ایک ہی بات پوچھتی ہے۔ ہے ہیلو! کیسے ہو؟ کہاں جا رہے ہو؟ کیا کر رہے ہو؟" میں نے سخرے پن سے کہا اور وہ ہنس پڑی۔ اس کی ہلکی بڑی دلکش تھی۔ ایسے جیسے نقرئی گھنٹوں میں بج رہی ہوں۔ تب میں نے اپنا جائزہ لیا اور میرے ذہن میں بے شمار خیالات برقعے۔

ہاں۔ یہ پشکا ہے۔ مجھ سے محبت کرتی ہے اور میری ہی ہستی کی ہے لیکن میں تو اسے نہیں چاہتا۔

اور یہ افسوس کی بات ہے۔ میں نے سوچا۔ اے جناب سنانوں صاحب۔ کیا ماضی میں تھوڑی بہت رد و بدل ہو سکتی ہے؟ لڑکی خاصی اچھی ہے، خاصی دلکش ہے لیکن یہ جناب حضرت، ہیلو، یہ اس سے نخرے کر رہے ہیں۔ آخر کیوں؟ کیا سمجھتے ہیں خود کو۔ دیکھو بھائی سنانوں۔ جب تم نے اس قدر تہدیلیاں کی ہیں تو ایک چھوٹی سی تہدیلی اور کر دو۔ وہ یہ کہ اگر میں کسی کو دیکھوں، اسے پاؤں، اسے چاہوں تو اس کو حاصل کرنے کی قوت مجھ میں ہونا چاہئے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا لیکن جناب صورت حال بدلی نہیں جا سکتی تھی۔ ماضی میں رد و بدل ناممکن تھا۔

تو پروفیسر! میں نے اس لڑکی کو پسند کیا لیکن ہیلو جس کی حیثیت مجھے ہی گئی تھی اسے بالکل پسند نہیں کرتا تھا۔ عجیب آدمی ہو گا وہ بھی، اتنی

حسین لڑکی کو پسند نہیں کرتا تھا لیکن اب تو اس آدمی کے کردار ہی میں مجھے وقت گزارنا تھا اور ماضی کو تہل میں نہیں کیا جاسکتا تھا چنانچہ میں نے اس لڑکی کی جانب سے اپنی توجہ ہٹائی اور بھینڑ میں بانگنا ہوا آگے بڑھ گیا۔

وہ میرے نزدیک چل رہی تھی اور راتے میں مجھ سے طرح طرح کی باتیں کرتی جا رہی تھی۔ بڑی شرارتی تھی۔ وہ مجھ سے میری بھینڑوں کے بارے میں پوچھتی اور پھر پلٹ کر ایک دم کہتی۔ "ارے ہیکٹی۔ اس میں کچھ بھینڑیں کم ہیں۔" میں چونک جاتا کیونکہ یہ ساری بھینڑیں میری اپنی نہیں تھیں بلکہ ہستی کے مختلف لوگوں کی تھیں۔ میں انہیں چراتا تھا اور ہستی کے لوگ مجھے دوسری چیزیں مہیا کر کے دیتے تھے۔

پھر میں ہستی میں داخل ہوا تو پھلکا مجھ سے الگ بہت گئی۔ "کل اسی وقت میں تیرا انتظار کروں گی۔" اس نے آہستہ سے کہا اور میں نے اسے گھورتے ہوئے دیکھا۔ دو مجھے منہ چراتی ہوئی بھاگ گئی تھی۔

میں ایک لمحے تک اسے دیکھتا رہا۔ پھر ہستی کے ان مکانات کی جانب بڑھ گیا جہاں سے میں بھینڑیں چرانے کے لئے لا کر آتا تھا۔ میں نے ان تمام بھینڑوں کو ان کے احاطے میں پہنچایا۔ یہ میرا کام تھا اور پوری ہستی سے چرانے کے لئے لائی جانے والی بھینڑیں بانہ ہتا پھرا۔ پھر جب میں نے آخری بھینڑ بھی وہاں کے لوگوں کے حوالے کر دی تو پھر میں ایک جانی پھپھائی ہستی میں داخل ہو گیا جہاں میرا ایک مکان تھا۔ گویا بڑے ہی غریب تھے ہم لوگ، کیونکہ ہمارے گھروں میں اپنی ایک بھینڑ بھی نہیں تھی۔ میرا باپ دروازے کے سامنے بیٹھا ایک عجیب قسم کا لمبا سا بانس کا کلا منہ میں لگائے تھا جس سے ہار بار دھواں بلند ہو رہا تھا۔ گویا وہ کسی قسم کا تمباکو پی رہا تھا۔ اس نے مجھے دیکھا اور بولا۔

"اوہو چرواہے! شہزادے۔" اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"کیا بات ہے بابا؟" میں نے کہا۔

"میں پوچھ رہا ہوں کہ تمہیں چرواہا کہوں یا شہزادے۔"

"جو دل چاہے کہہ لو بابا۔" میں نے خوش دلی سے جواب دیا۔

"ارے نہیں بھئی۔ جو تم کہو گے وہی کہوں گا حالانکہ تم شہزادہ بننے کا خواب دیکھ رہے ہو جب کہ بد قسمتی یہ ہے کہ تم چرواہے ہو اور یہ امکان نہیں ہے کہ تم شہزادے بنو، چنانچہ میرے بچے! تم چرواہے ہو چرواہے ہی رہو گے۔" میں نے بوڑھے کی باتیں سنیں لیکن اچانک ایک اور پیارنی سی لڑکی میرے سامنے آگئی۔ "اوہو بھیا آگئے۔" اس نے بڑے پیار سے مجھے پکارا۔

"بھیا۔" میں نے توجہ سے سوچا۔ عجیب سی بات تھی پروفیسر اسادی زندگی میں نے نہ ماں کے بارے میں سوچا نہ باپ کے بارے میں لیکن اب میرا باپ بھی تھا ماں بھی تھی اور ایک پیاری سی بہن تھی اور یہ ساری چیزیں مجھے عجیب سی لگ رہی تھیں۔

میرا ہاتھ خود بخود اس لڑکی کے سر پر جا بیٹھا، میں نے پیار سے اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ "کیسی او؟"

"ٹھیک ہوں بھیا۔ تم واپس آگئے۔ بس میں تمہارا انتظار کر رہی تھی۔" اس لڑکی نے جس نے مجھے بھیا کہا تھا مسکرا کر جواب دیا۔

"پلو اب تو میں آ گیا؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ دیکھو بھیا۔ میں نے تمہارے لئے کیا کچھ تیار کر کے رکھا ہے۔"

"کیا؟" میں نے اس سے پوچھا۔ اور لڑکی میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اندر کی طرف لے گئی۔ وہ جگہ جہاں وہ لڑکی مجھے لے کر گئی تھی شاید باورچی خانہ تھی۔ تب لڑکی آگے بڑھی اس نے تلی اور پتھر کے برتنوں میں سے چند چیزیں نکال کر میرے سامنے رکھ دیں۔ یہ سب کھانے کی چیزیں تھیں جنہیں میں بڑے شوق سے کھانے لگا اور اتنی اس ماحول میں مجھے بے حد لطف آیا تھا۔ لڑکی پیار بھری نظروں سے مجھے اب بھی تک رہی تھی اور مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے میں بھی اسے بہت جانتا ہوں۔

"ہاں تو بھیا۔ اب تیاریاں کس دور میں ہیں؟"

"کیسی تیاریاں؟"

"نم اپنی لس کے جشن میں جا رہے ہونا؟ اور وہاں تم پر سی فون کے حصول کے لئے شہزادوں سے جنگ کرو گے، کیوں بے تابی بات؟" اس نے سوال کیا اور میرے ذہن میں کچھ اور عجیب و غریب باتیں آئیں۔

"تو تیرا کیا خیال ہے۔ کیا میں اس قابل نہیں ہوں؟"

"نہیں نہیں۔ دیکھنے والے کچھ بھی کہیں۔ پر یہ بات تو ہستی کے بچے بچے کی زبان پر ہے کہ یہ کیسی جیسا جوان ساری ہستی میں تقریباً بنا ناممکن ہے۔"

"تو پھر مجھے جانا چاہیے کیوں؟"

"کیوں نہیں بھیا۔ بات اگر اچھی نسل اور ان لوگوں کی نہیں ہے جن کے پاس گھوڑوں کے بڑے بڑے گلے اور پتھروں کے اونچے اونچے مکان ہیں یا جو خوبصورت لباسوں میں ملبوس رہتے ہیں تو میں یہی کہوں گی کہ میرے بھیا جیسا کوئی بھی دوسرا ان پورے علاقوں میں کوئی نہ ہوگا اور اگر پر سی فون خود ایسی لڑکی ہے جسے اونچی نمارتوں اور گھوڑوں کے بڑے بڑے گلوں کی ضرورت نہ ہو تو وہ میرے بھیا کے علاوہ کسی کو پسند نہ کرے گی۔ رہی مقابلے کی بات تو میں یہی کہوں گی کہ بھلا ہم کی جیسا تو جوان اور دوسرا..... نہیں..... وہ کہاں۔" اس نے شرارت آمیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور میں بھی مسکرا پڑا۔

"لیکن بابا تو کہتا ہے کہ میں چرہ اباں ہوں اور چرہ ابا ہی رہوں گا۔" میں نے شکایت آمیز لہجہ میں کہا۔

"بابا کی تو تم بات ہی نہ کرو بھیا۔ بابا تو میرا خیال ہے پیدا بھی دو چار بھیڑیں لے کر ہی ہوا ہوگا۔ اس کے ہاتھ میں ایک لکڑی ہوگی اور وہ بھیڑیں ہانکتا ہوا ماں کے شکم سے برآمد ہوا ہوگا۔" لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا اور مجھے ہلسی آگئی۔

"سچ کہتی ہوں بھیا۔" وہ نہ جانے کس قسم کا انسان ہے، جب دیکھو کار، بار کی باتیں، جب دیکھو بھیڑوں کی باتیں۔ گویا اس کا پسندیدہ مشغلہ یہی ہے کہ کتنی عمر کی بھیڑ کتنا اون وے سکتی ہے، کتنی عمر کی بھیڑ بچہ پیدا کر سکتی ہے اور کتنی عمر میں دردہ۔" لڑکی نے ہونٹ سکود کر کہا اور مجھے بے حد ہلسی آئی۔

پھر مجھے اپنی ماں نظر آئی۔ یہ عورت جو کسی زمانے میں بے حد خوبصورت ہوگی لیکن اب تو عجیب و غریب تھی بے حد موٹی تھی وہ۔

تو یہ تھا ماضی کے اس دور میں میرا کنبہ میرا خاندان اور سلاٹس کا وہ عطیہ جو اس نے ماضی میں مجھے عطا کیا تھا۔

لیکن خوب تھا یہ عطیہ اور حالات یہ بتا رہے کہ ماضی کا یہ عطیہ جو سلاٹس میرے سامنے لایا ہے یقینی طور پر دلچسپ ہوگا اور اس پر میرا کردار۔ اس نے تو سونے پر سہاگے کا کام انجام دیا تھا۔ میں جس انداز میں سوچ رہا تھا یاد دیکھ رہا تھا اور محسوس کر رہا تھا وہ بڑا ہی مزے دار تھا اور اس سے میں پوری طرح سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ کھانے پینے کے بعد میری اس مجھ سے باتیں کرنے لگی اور جو راز مجھ پر منکشف ہوئے وہ یہ تھے۔

کہ تخت الخری کے ان علاقوں کا شہنشاہ اپنی اس جس کا جشن ہونے والا تھا۔ پرسی فون اس کی بیٹی ہے۔ اس نے اپنے جشن سے قبل یہ اعلان کیا تھا کہ اس جشن میں وہ اپنی بیٹی پرسی فون کے لئے شوہر کا انتخاب کرنے کا اور اس انتخاب کے لئے اس نے دور دور کے نوجوانوں کو طلب کیا تھا جو پرسی فون کے شوہر بننے کے لئے مقابلہ کر کے اس کے قابل ہونے کے بارے میں لوگوں کو بتائیں اور خود کو اس اہل بنا لیں کہ وہ آئندہ اپنی اس کی جگہ شہنشاہ یا اس کے نائب ہوں گے۔

بات کچھ یوں تھی کہ یہاں بھی شاہی خاندان اسی طرح پرورش پاتے تھے اور حکومتیں وہی طرح پشت در پشت تبدیل ہوا کرتی تھیں جس طرح کہ ہماری بیرونی دنیا میں اور اپنی اس چونکہ کسی نہ یہ اولاد کا مالک نہیں تھا اس لئے ان نے اپنی بیٹی کے ذریعے اپنی حکومت کا وارث منتخب کرنا تھا۔ سو یہی ہوتا تھا تخت الخری میں بھی کہ جب شہنشاہ کی اولاد نہ رہتا تو اس طرح بیٹی ہو تو اس طرح بیٹی کے شوہر کو یہ حکومت مل جایا کرتی تھی اور اس طرح وہ اپنی بیوی کے ماٹے سے شہنشاہیت کے دور میں داخل ہو جایا کرتا تھا۔ اس طرح خاندان بھی بدلتے رہا کرتے تھے اور حکومت بدستور ایک ہی خون کے پاس رہا کرتی تھی۔

تو اس جشن میں جن نوجوانوں کو طلب کیا گیا تھا، ان میں سے کسی پر ذات پات کے لحاظ سے کوئی پابندی نہ تھی کہ وہ صرف نسل، رنگ یا دولت سے تعلق رکھتے ہوں۔ بس ضرورت صرف اس بات کی تھی کہ جو مقابلے میں جیت جائے اور اپنی اس کا جانشین ثابت ہونے کے لئے خود کو اس کا اہل ثابت کرے۔

اور یہ جو حضرت بیکی تھے یعنی میں، تو وہ بھی بھڑیں چراتے چراتے اچانک تخت الخری کے اس علاقے کے شہنشاہ بننے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ تندرست و جوان تھے۔ اس لئے شاید ان کے قبیلوں کی لڑکیوں نے انہیں چڑھا دیا تھا۔ ان میں چپکا، ہی لڑکی کو تو میں دیکھ ہی چکا تھا، وہ بہت زیادہ محبت کا اظہار کرتی تھی اور پھر میری بہن جس کے خیال کے مطابق اس پورے قبیلے میں مجھ جیسا خوبصورت جوان اور کوئی تھا ہی نہیں۔ تو ان سب سے نل کر بیکی کا وارث خراب کر دیا تھا اور وہ سوچنے لگا تھا کہ اپنی اس کی بیٹی پرسی فون کے انتخاب میں وہ خود بھی حصہ لے۔

ویسے یہ تو بھی بات تھی اور میرا خیال ہے کہ اوپر کی دنیا میں بھی یہی سب کچھ ہوتا تھا۔ اس میں کون سی نئی بات تھی۔ گویا کسی کے حصول کے لئے مقابلہ اور مقابلہ یقینی طور پر تلوار اور نیزے کا ہوگا یا پھر ممکن ہے کہ گولہ کے سلسلے کی طرح اس میں بھی کوئی جادو کا سلسلہ کارفرما ہو لیکن مجھے الجھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ بیکی کا کردار مجھ پر مسلط تھا اور مجھے وہی کچھ کرنا ہوگا جو بیکی نے کیا ہوگا اور یقینی طور پر جو انجام بیکی کا ہوگا وہی میرا بھی ہوگا لیکن ایک بات جو میرے ذہن میں ابھی پیدا ہوئی تھی وہ یہ بھی کہ سلاٹس کہاں ہے۔

کیا اس نے اس دنیا میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا یا پھر لیا تھا تو وہ مجھ سے دور کیوں تھا؟

اگر وہ میرے نزدیک ہوتا تو کم از کم اس موضوع پر اس سے گفتگو کرتا۔ ماضی میں ظاہر ہے اس نے بھی اپنا کبر کی نہ کوئی کرہ وار پیدا کیا ہوگا

اور یہیں کہیں قرب و جوار میں ہوگا لیکن کہاں؟

اور پھر اچانک مجھے ہنسی آگئی۔ میں سلاٹوں کو پرسی فون کی حیثیت سے ماضی کے اس حصے میں دیکھ رہا تھا اور میں بہت ہنسا۔ ایسی امتحانہ

ہا میں میرے ذہن میں گردش کرتی رہتی تھیں... بہر حال ان سب کے باوجود مجھے اس ماحول سے بہت دلچسپی تھی۔ مجھے بہت لطف آ رہا تھا۔

اپنی قیام گاہ پر جو میرے معمولات تھے، میں ان کے مطابق کام کرتا رہا۔ بہت سی باتیں میرے ذہن میں خود بخود آ جاتی تھیں، بہت سے

رشتے میرے ذہن میں خود بخود آ جاتے تھے۔ یوں بھی یہ سیدھے سادے لوگوں کی ہستی تھی۔ میرا گھر انہی سیدھا سا رہا ہی تھا۔ ایک چرواہے کا گھرانہ

جس میں میرا باپ بیڈلس ساری زندگی بھر باں چرانے کے بعد آج کل معطل ہو کر اپنی ذمہ داری میرے سپرد کرنے کے بعد الطینان سے بیٹھا ہوا تھا۔

ہونا تو سہ چاہیے تھا کہ بسکی بھی ساری زندگی بھیڑیں چراتا۔ اس کا باپ اس کی کہیں شادی کر دیتا، وہ بچے پیدا کرتا اور پھر اپنی بھیڑیں اپنی

اولاد کے حوالے کر کے اس دنیا سے سدھار جاتا لیکن تحت الٹری کے ماضی میں بھی دلچسپ داستانیں نکھری پڑیں تھیں اور ان داستانوں میں سے ایک

داستان بسکی کی بھی تھی۔

اب وہ داستان کیا تھی یہ تو آئندہ ہی معلوم ہو سکتا تھا۔ میں تو اس داستان سے مکمل طور پر ناواقف تھا اور نا ہی بوزھے ساٹوں نے مجھے اس

کے بارے میں بتایا تھا۔ یوں میں اچھی زندگی کے سوزکات رہا تھا۔

سو ہوا یوں کہ اپنے معمولات کے مطابق ایک دن میں بھیڑیں لے کر نکلا اور اس میدان میں پہنچ گیا جہاں بھیڑیں چرتی تھیں۔ میں نے

بھیڑوں کو چھوڑ دیا اور خود اسی پہاڑ پر جا بیٹھا جہاں سے بیٹھ کر میں حسین موسم اور سرسبز درختوں کا نظارہ کیا کرتا تھا۔ سبز رنگ کے میدان میں سفید

بھیڑیں کپاس کی گزیوں کی مانند ہوا میں تیرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اور بے حد دلکش لگ رہی تھیں۔

اس کھلائے ہوئے ماحول میں ان سفید بھیڑوں کا حسن کچھ اور بڑھ گیا تھا اور میں اپنے طور پر بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا کہ تحت الٹری کا موسم

یہاں کا ماحول اور یہاں کار کا ہوا وقت کتنا عجیب و غریب ہے۔ کم از کم اور باتوں کو اگر نظر انداز کر بھی دیا جائے تو اس موسم کو نظر انداز کرنا بہت مشکل

ہے اور میں جو صدیوں پر نگاہ رکھتا تھا، اس ماحول میں خود کو بے حد خوش پارہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ کیا میں اپنی عمر کا کچھ حصہ اس دور میں ضائع تو نہیں

کر رہا؟ لیکن ایک بات اور بھی میرے ذہن میں تھی کہ یہ ماضی تھا جس کا شمار میری زندگی میں اضافے کا باعث نہیں بن سکتا تھا، ہاں اس میں وہ لمحات

ضرور ضائع ہوں گے جو میرے تخلیقی لمحات ہوں گے۔

سو میں نے دور سے ایک شخص کو دیکھا جو میری جانب چلا آ رہا تھا۔ وہ ایک بہت ہی خوبصورت گھوڑے پر سوار تھا۔ تندرست و توانا گھوڑا۔

اور آنے والا ایسا لگتا تھا جیسے میرے پاس ہی آ رہا ہو۔ سو جب وہ کچھ قریب آیا تو میں نے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھی۔ اس نے شناسائی کے

ساتھ انداز میں ہاتھ ہلایا اور میں جان گیا کہ وہ ہائون ہے۔ ہائون میرا گہرا دوست تھا۔

میں نے محسوس کیا کہ میرے دل میں بھی اس کے لئے بڑی گنجائش ہے اور میں بھی اسے دیکھ کر خوش ہو گیا ہوں۔ یوں ہاپٹون اس بھورنی پہاڑی کے نزدیک پہنچ گیا۔ میں پہاڑ سے اترنے لگا۔ ہاپٹون خود بھی گھوڑے سے نیچے اتر گیا تھا۔ اس نے انوں ہاتھ پھیلائے اور میرے دونوں تونابا تھ اس کے شانوں سے جا لگے۔

”آہ۔ میرے دوست ہمیں۔ تم یہاں موجود ہو اور تم جانتے ہو کہ ہاپٹون جب بھی آتا ہے، تمہارے لئے کوئی عمدہ خبر ہی لے کر آتا ہے۔“

”کیا خوش خبری ہے وہ میرے دوست؟“ میں نے سوال کیا۔

”بتاتا ہوں ذرا صبر کرو۔“ ہاپٹون نے کہا اور پھر بولا۔ ”کیا تمہیں معلوم ہے کہ اپنی نس کا جشن جلد سے جلد شروع ہونے والا ہے۔ میں نے دیکھا تھا ان علاقوں کو دلہن بنا رکھا ہے اس کے علاقے کے بہت سے لوگ اس میں خیمہ زن ہیں اور کیا میرے دوست تم نے ملتوی کر دیا ہے اپنے ارادے کو؟“

میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ میرا جگرنی دوست ہے اور اس کا راز مجھ پر عیاں ہوتا جا رہا تھا کہ وہ کون ہے، کہاں رہتا ہے؟ وہ قسمتِ لڑائی کے ایک دوسرے علاقے میں رہتا تھا اور وہ میرا مخلص دوست تھا اور میں بھی اسے پسند کرتا تھا۔

”نہیں میرے دوست۔ ارادے کہاں ملتوی کیے جاتے ہیں لیکن مجھے اپنے باپ سے خوف محسوس ہوتا ہے۔“

”کیوں۔ کیسا خوف؟“ ہاپٹون نے پوچھا۔

”وہ ہمیشہ مجھ پر طنز کرتا رہتا ہے۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ میں ایک چر داہا ہوں، مجھے اپنی زندگی بھینڑوں میں بسر کرنا چاہیے لیکن میں شہزادہ بننے کے خواب دیکھ رہا ہوں لیکن میں شہزادہ نہیں بن سکتا۔ میں چر داہا ہوں اور چر داہا ہی رہوں گا۔ میں اپنی نس کی بیٹی کو اپنی دلہن نہیں بنا سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جشن میں شرکت کے لئے بڑے بڑے سوار ماجائیں گے اور میں ایک ننھی سا آدمی ہوں جو فون پہ گری سے پوری طرح واقفیت بھی نہیں رکھتا، اس کے باوجود میرا عزم مصمم ہے اور میں اس جشن میں شرکت کرنا چاہتا ہوں۔“

”تو کب؟“ ہاپٹون نے پوچھا۔

”کب تک ہمیں روانہ ہو جانا چاہیے؟“

”بس جس قدر جلد ہو سکے۔ میرا خیال ہے کہ تم میرے ساتھ ہی چلو۔“

”ہاپٹون۔ کیا تم مجھے ایک بات بتاؤ گے؟“

”ضرور۔ پوچھو۔“

”کیا تم بھی اس جشن میں، اس مقابلے میں شرکت کا ارادہ رکھتے ہو؟“

”نہیں، بھئی نہیں۔“

”کیوں کیا اس کی کوئی وجہ ہے؟“

”ہے بھی اور نہیں بھی۔ یوں بھی میں اپنے بازوؤں کو اس قدر مضبوط نہیں پاتا اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ مجھے لڑائی بھڑائی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ البتہ مجھے دیکھنے کا شوق ہے اور جب میرا دوست اس جشن میں شریک ہوئی رہا ہے تو پھر مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ اس جشن میں شرکت کے لئے ناگم ازادوں۔ یوں بھی میں جانتا ہوں کہ میں کسی بھی صورت میں اپنی لیس کی بیٹی کو حاصل نہیں کر سکتا۔ میرے نزدیک ساری باتیں بے مقصد ہیں۔“

”ٹھیک ہے ہائون۔ جب میں بھیڑیں لے کر واپس جاؤں گا تو تم میرے ساتھ چلو گے اور میرے اس سخت گیر باپ کو متاثر کرنے کی کوشش کرو گے۔ اس سے کہو گے کہ قسمت آزمانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یوں بھی اسے میرے شوق میں مداخلت نہیں کرنا چاہیے۔“

”اوہو۔ دراصل باپوں سے مجھے ہمیشہ ڈر لگتا ہے۔ خود میرا باپ بھی میری نگاہ میں ہے جس نے مجھے ہمیشہ کسی قابل ہونے سے روکا اور اس لئے روکا کہ کہیں میں اپنا پیشہ نہ چھوڑ دوں۔ میں آج بھی برتن بناتا ہوں، کل بھی برتن بناؤں گا اور یوں میری پوری زندگی برتن بناتے بناتے گزر جائے گی۔ اب تو وہ برتن میرے ذہن میں اس طرح رچ بس گئے ہیں کہ ان سے ہٹ کر میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ بلکہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اپنی لیس کی بیٹی کے لئے مقابلہ کرنے سے بہتر ہے کہ کوئی اور برتن تخلیق کر لیا جائے۔“ ہائون نے مسخرے پن سے کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔

بہر صورت اس وقت تک وہ میرے سامنے رہا جب تک بھیڑوں کو لے جانے کا وقت نہ آ گیا اور پھر میرے ساتھ ہی وہ اپنے گھوڑے کی باگ چکر کر میرے گھر آیا تھا۔ ہائون نہ صرف میرا دوست تھا بلکہ میرے گھر میں بھی نہایت مقبول تھا۔ اس کا اندازہ مجھے یوں ہوا کہ وہ میری بہن کا شکیتر بھی تھا۔

میرے گھر میں اس کی بہت عزت کی گئی کیونکہ میرے باپ نے طے کیا تھا کہ ہائون کے ساتھ میرے بہن کی شادی ہوگی۔ چنانچہ ہائون کی خوب خاطر مدارت ہوئی۔ اس کا گھوڑا اس طے میں باندھ دیا گیا۔ میری ماں ہائون سے باتیں کرتی رہی اور میری بہن ہائون کے لئے خاص خاص حصے تیار کرتی رہی۔ ہائون اس خاطر مدارت کے لئے نہیں آیا تھا۔ بس اس کے ذہن میں یہ بات تھی کہ وہ مجھے جشن میں لے جانے کے لئے تیار کرے۔ سو اس وقت جب آرام کا وقت نزدیک آیا تو اس نے میری ماں میرے باپ اور میری بہن کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

”کیا خیال ہے بہنکی۔ کیا تم اپنی لیس کے جشن میں شرکت کے لئے نہیں جاؤ گے؟“

”ارادہ تو رکھتا ہوں۔“ میں نے وہی زبان میں کہا اور میرا باپ تسخرا نہ لگا ہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر ہائون کی طرف دیکھ کر بولا۔

”کتنا وقت رہ گیا ہے جشن میں؟“

”بس تیاریاں مکمل ہو گئی ہیں۔ میں اس طرف کا ایک چکر لگا کر آیا ہوں۔ کیا عظیم الشان انتظامات ہو رہے ہیں۔ اب تو سارے انتظامات

مکمل ہو گئے ہیں۔ کیونکہ کچھ وقت کے بعد جشن شروع ہو جائے گا۔“ ہائون نے جواب دیا۔

”ہوں۔ تو تم اس جشن میں شرکت کے لئے جا رہے ہو؟“ میرے باپ ہیڈ لیس نے پوچھا۔

”ہاں بزرگ محترم۔“

"تو پھر جوان ہاچون۔ کیا میں اپنی بیٹی کے لئے کبھی دوسرے شوہر کی تلاش میں لگا ہوں دوڑاؤں؟" میرے باپ کے لہجے میں بدستور طنز تھا۔
"میں نہیں سمجھا بزرگ محترم؟"

"یقیناً تم بھی اپنی بس کی بیٹی پر ہی فون کے شوہر بننے کے امیدوار ہو گے اور جشن میں ہونے والے مقابلوں میں حصہ لو گے؟"
"ہاں۔ صرف ایک شکل میں بزرگ۔" ہاچون بہت چالاک تھا۔
"کون سی شکل؟"

"بشرطیکہ وہاں برتن بنانے کا مقابلہ ہو۔ جنگ و جدل سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے محترم بزرگ۔ ہاں برتن بنانے کے مقابلے میں، میں ضرور حصہ لوں گا۔"

"واہ۔ واہ۔ جی خوش کرو یا تم نے ہاچون۔ بالکل درست کہا تم نے جو جس کام سے واقف ہو۔ اسی کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ لیکن ہمارا بیٹا ایسا نہیں۔ ہمیں ہمیشہ اپنے معمول سے اپنی فطرت سے بغاوت پر آمادہ رہتا ہے۔ اس بیوقوف کا خیال ہے کہ وہ پرستی فون کا مناسب ترین شوہر ہے اور اپنا حق حاصل کر کے اس علاقے کی عزت کو چار چاند لگا دے گا۔" میرے باپ نے مسخرانہ انداز میں کہا اور پھر برنی طرح ہنسنے لگا۔
مجھے غصہ آنے لگا تھا لیکن ہاچون چالاک کی سے کام لے رہا تھا۔ اس نے مجھانہ انداز میں میری صورت دیکھتے ہوئے کہا۔ "اوہ۔ تو کیا میرے دوست۔ میرے عزیز ترین دوست ہمیں۔ تم اس بارے میں سوچ رہے ہو؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ جشن میں شرکت کے لئے تو بہت دور دور سے لوگ آئیں گے اور ان میں ایک سے ایک جنگ ہو گا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تب ہاچون خود ہی میرے باپ سے بولا۔ "آپ کو کیسے معلوم بزرگ ہینڈلس کہ ہمیں یہ ارادہ رکھتا ہے؟"
"پوری ہستی اس کے ارادے سے واقف ہے۔"

"ہرگز نہیں۔ ممکن ہے لوگوں نے مذاق میں یہ بات اڑا دی ہو۔ کیا آپ نے ہمیں سے اس بارے میں کچھ پوچھا ہے؟ اور اس سے پوچھنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ اور اگر یہ جشن میں جائے گا تو میرے ساتھ اور میں اتنا حق نہیں ہوں کہ اس کے خیال کو ہوا دوں، نہ صرف ہوا دوں بلکہ اگر اس کے ذہن میں ایسی کوئی حماقت ہے تو اسے نکال دوں۔"

"ہاں بیٹے تم سمجھا رہے ہو۔ بھلا ایک چراغے کا بیٹا ان مورماؤں سے کیسے مقابلے کرے گا؟"

"بالکل بالکل۔ میرا خیال ہے میرا دوست انہیں بھی بھیڑیں سمجھتا ہے۔" ہاچون ہنستا ہوا بولا اور پھر میرے باپ سے کہنے لگا۔ "تو میں اس لئے آیا ہوں بزرگ کہ اپنے دوست کو اپنے ساتھ جشن میں شرکت کے لئے لے جاؤں۔"

"جہمیں تو منع ہی نہیں کر سکتا اس نالائق کے ذہن سے خناس تو اتر جائے۔ اس بات کی ذمہ داری کون لیتا ہے کہ یہ کوئی حماقت کرنے کی کوشش کرے گا تو اسے روک دیا جائے گا؟" میرے باپ نے کہا۔

"میں یہ ذمہ داری قبول کرتا ہوں۔" ہاچون نے کہا۔

"تب ٹھیک ہے۔ مجھے اعتراض نہیں ہے۔" ہیڈلس نے جواب دیا اور ہانچون نے میری کلائی پکڑ لی۔
 "انٹو ہسکی۔ مجھے غم سے کچھ دوسری باتیں کرنا ہیں انٹو۔" اور اس کے بعد اس نے مجھے ایک لمحہ وہاں نہ رہنا دیا اور ایک سفسان گوشے میں
 لے آیا۔

"کیسی رہی؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہایت نامعقول بات ہے۔ میرا ارادہ اٹل ہے۔ اگر میں جشن میں جاؤں گا تو اس مقابلے میں ضرور حصہ لوں گا۔"

"احسن... بالکل ہی احسن۔" ہانچون غصے سے بولا۔

"کیا مطلب؟"

"اگر تمہارا باپ ہیڈلس تمہیں جشن میں شرکت کی اجازت ہی نہ دے تو تم کیا کرو گے؟"

"اس کے فیصلے سے بغاوت۔" میں نے جواب دیا۔

"وہ کس طرح؟"

"چھپ کر فرار ہو جاؤں گا۔"

"اور۔۔۔ لیکن اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اس نے تمہیں اجازت دے دی ہے۔" ہانچون نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم نے اس سے کیا وعدہ کر لیا ہے۔"

"جو کیا ہے ٹھیک کیا ہے۔ متعہد تمہیں یہاں سے لے جانا تھا۔ سو میں نے یہ معرکہ سر کر لیا ہے۔ اگر تم بغاوت کر کے جاتے تو تمہارے

ذہن میں الجھن ہوتی اور تم اس جشن سے پوری طرح لطف اندوز نہ ہو پاتے اور وہ دشمن سے پھیلنے رہتی۔ باقی رہی دوسری بات تو نہ گھوڑا اور بے نہ

میدان، وقت آنے پر دیکھا جائے گا۔"

"لیکن ہانچون۔ صاف صاف کہے دیتا ہوں اگر تم نے مجھے مقابلے میں حصہ لینے سے روکا تو میں تمہاری بات نہیں مانوں گا۔"

"بڑی مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہے بے چارہ ہانچون اور کیوں نہ ہو۔ اس گھر میں اسے کسی لڑکی کا شوہر بن کر آنا ہے۔ ارے ہاں وہ تمہاری

پشکا کا کیا حال ہے؟"

"نم اسے میری پشکا کیوں کہتے ہو؟ میں اسے ذرا پسند نہیں کرتا۔"

"حالانکہ اسے پسند کیا جاسکتا ہے لیکن ذہن میں پرسی فون رچی بسی ہو اور نہ ہوا کسی پشکا کو کیا اہمیت دے گا۔ خیر۔ اس بد قسمت لڑکی کے لئے

افسردہ ہونے کے سوا کیا کیا جاسکتا ہے۔"

پرسی فون واقعی چالاک تھی۔ میں اس سینڈ کی ذہنیت سے اچھی طرح واقف تھا لیکن اس سلسلے میں میری اپنی ذہانت پوشیدہ تھی اور اس کی

وجہ یہ تھی کہ ماضی میں کوئی رد و بدل ممکن ہی نہیں تھا بلکہ اگر میں ایسی کوشش کرتا تو ناکام بھی ہو سکتا تھا۔

چنانچہ اسی لئے میرے باپ نے جاتے وقت کچھ ہدایات مجھے کی تھیں اور ہائپون کو اور ہائپون نے بھد ظلوس انہیں تسلیم کر لیا تھا۔ اس نے کسی بات میں کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے مجھ سے بھی التجا کی تھی کہ میں خاموش رہوں اور اس بات میں دخل اندازی نہ کروں۔ یوں اس نے میرے باپ کو تیار کر لیا تھا اس بات پر کہ وہ بخوشی مجھے اجازت دے دے اور میرا باپ پوری طرح مطمئن تھا چنانچہ میں بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور ہم دونوں چل پڑے۔

پھر جب ہم نے پہلی منزل پر قیام کیا تو ہائپون نے اس بارے میں سنجیدگی سے مجھ سے گفتگو کی۔ "ہاں میرے جوان ساتھی اب تم بتاؤ تمہارے ارادے کیا ہیں؟"

"کس بارے میں؟" میں نے سوال کیا۔

"کیا واقعی تم دشمن کے مقابلوں میں حصہ لینا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔"

"میرا خیال ہے۔ میں تم سے عمر میں کچھ بڑا ہوں۔ چنانچہ ان لمحات کے تجربے کو مددگار نہ رکھتے ہوئے میں بھی تم سے یہی کہوں گا کہ اس خیال کو ترک کر دو اور ناراض ہونے کی بجائے مجھ سے اس بارے میں بحث کرو کہ میں تمہیں کیوں منع کر رہا ہوں۔"

"میں اس بارے میں کسی مشورے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔"

"خیر۔ خیر ایک بات بتاؤ۔"

"پوچھو۔" میں نے بیزارگی سے کہا۔

"کیا تم نے پرسی فون کو دیکھا ہے کبھی؟"

"نہیں۔"

"میں نے دیکھا ہے۔" اس نے کہا۔

"اور کیا واقعی اس کی شکل و صورت کیسی ہے؟"

"ایسی کہ اگر اہلی نس میری اولادوں کو بھی یہ حکومت بخش دے تو میں اس سے شادمانہ نہ کروں۔ یاد تم یہ تو سوچو کہ اگر بیوی خوبصورت نہ ہوتی کیا حکومت کو چانا جائے؟"

"پرسی فون خوبصورت نہ ہو۔۔۔ ناممکن ہے۔"

"نہیں یہ بالکل درست ہے تم خود کچھ لو گے۔ ہاں یہ تاؤاگر دو خوبصورت نہ ہوئی تب پھر تم اس مقابلے میں حصہ لو گے؟"

"ہرگز نہیں۔ ایک وقت اس کی زیارت کرائی جائے گی۔ وہ دوسروں کے سامنے ضرورت آئے گی۔ کم از کم ان کے سامنے جو اس کے لئے

جائیں پنچا اور کریں گے۔"

”بس تو پھر یہ فیصلہ اس وقت ہو جائے گا۔“

”ہاں۔ غفلت کی کم از کم ایک بات کہی تم نے۔“ ہاپون نے بیٹے ہونے کہا اور پھر ہم اوہراوہر کی باتیں کرنے لگے۔ ہاپون نے اپنی دانست میں گویا مجھے کسی حد تک رام کر لیا تھا لیکن ماضی کبھی نہیں بدلتا۔

ہم نے دور سے خیموں کا شیر آباد دیکھا۔ یہ شہر دشمنیوں سے جگہ گارہا تھا۔ اس کو خوب روشن کیا گیا تھا اور اس سے کافی خوبصورتی پیدا ہو گئی تھی۔ ایسا حسین سجایا گیا تھا اس علاقے کو کوویکھ کر آ نکھیں خیر ہو جاتی تھیں۔ میں دلچسپی سے یہ سارے مناظر دیکھ رہا تھا۔ میرا دوست ہاپون دوسرے کاموں میں مصروف تھا، اس نے اپنے لئے بھی ایک خیر حاصل کیا تھا اور اسے لگانے کے لئے مناسب جگہ تلاش کرنے لگا۔

میرے مشورے پر ہاپون نے اپنا خیر۔ ایک خاص جگہ دوسرے خیموں سے ہٹ کر ایک چھوٹی سی کنکلتا ندی کے قریب لگا دیا تھا جس کا پانی بے حد شفاف تھا اور جس کی تہہ سانہ نظر آتی تھی اس میں گول اور خوبصورت سے پتھر ندی کے شفاف پانی میں بہت حسین دکھائی دیتے تھے اور ہاپون نے بھی اس جگہ کو بے حد پسند کیا تھا۔

”لیکن ہم خیموں کی رو سے کچھ ہٹ گئے ہیں۔ ہسکی۔“ اس نے اپنا خیر نصب کرنے ہوئے کہا۔

”اس سے کیا فرق پڑتا ہے ہاپون۔ اس جگہ خیر لگانے پر کوئی پابندی تو ہے نہیں اور پھر کون سا زیادہ فاصلہ ہے۔ یہاں سے کھڑے ہو کر ہم سب کو ہی دیکھ سکتے ہیں اور اس گنجان جگہ کی نسبت زیادہ پرسکون ہے۔“

”ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے میرے دوست۔ اور یوں بھی تم جانتے ہو تمہارا دوست ہر معاملے میں تم سے متعلق ہوتا ہے۔“ ہاپون نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد خیر نصب ہو گیا۔ تب ہم نے اپنے گھوڑے خیسی کی پشت پر باندھ دیتے اور سفر کی تکان دور کرنے کے لئے آرام کرنے لگے۔ بعض اوقات میں اپنی کیفیات میں نمایاں تبدیلی محسوس کرتا تھا۔ یعنی میری جسمانی حیثیت وہ نہیں تھی جو میری اصلی شخصیت کے ساتھ تھی۔ چونکہ میں ماضی کے کردار میں ڈھل گیا تھا اس لئے ایک عام انسان تھا اور ان خصوصیات سے خاصا دور چلا گیا تھا اور جو میری ذات کا خاصہ تھیں یا پھر میری ذات میں پوشیدہ تھیں۔ یہ صرف اس وقت محسوس ہوتا تھا جب میں خود کو محسوس کرتا تھا لیکن جب میں خود کو اس کردار میں ضم سمجھتا تو مجھے کوئی احساس نہیں ہوتا تھا لیکن جب میں اپنے ذہن کو نونو اور غالباً شعور میں جھانکتا تو میری شخصیت ابھر آتی تھی اور پھر مجھے وہ ساری باتیں ایک خواب کی مانند محسوس ہونے لگتی تھیں۔ اس وقت شاید میں اپنی اصلی حیثیت میں ہی آ جاتا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میری جسمانی ساخت پر بھی وہ چیز اثر انداز ہوتی ہے یا نہیں۔۔۔ اگر کبھی اس کا تجربہ کرنے کی ضرورت پیش آتی تو اس کا تجربہ بھی کر لیا جائے گا۔ میں نے سوچا۔

یہاں آنے والے لوگوں کے لئے اچھی ٹش نے معقول بندوبست کیا تھا۔ یعنی انہیں عمدہ خوراک تقسیم کی جاتی تھی۔ ان کے گھوڑوں کے لئے بھی خوراک مہیا کی جاتی تھی اور اس کام پر بے شمار غلام مامور تھے۔

چنانچہ ہمیں آرام کرتے ہوئے زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ چند غلام ہمارے گھوڑوں کے لئے راتب لے آئے۔ ہاپون نے راتب لے لیا اور انہیں گھوڑوں کے سامنے رکھ دیا۔ پھر وہ ان میں سے ایک غلام سے کہنے لگا۔

”بھائیوں.. میں خود بھی بھوکا ہوں..“ جس پر غلاموں نے جواب دیا کہ دو قلعی لکڑیہ کرے۔ انہیں بہت جلد خوراک مہیا کر دی جائے گی۔ میں ان ساری چیزوں کو نہایت دلچسپی سے دیکھتا رہا۔ حالانکہ یہ ماحول میرے لئے اجنبی تھا لیکن بے حد دلکش تھا۔

سافٹوئس جس نظریے کے تحت مجھے یہاں بھیجا تھا۔ اس کے لئے میں اس کا شکر گزار تھا اور... تحت الطرائق کا ماضی شاید کبھی میری نگاہ میں نہ آتا لیکن آج میں ماضی کے اس جزیرے میں تحت الطرائق کے ماضی کے ایک درق میں گم تھا۔

تھوڑی دیر تک ہم دونوں آرام کرتے رہے پھر نہ جانے کس طرح ہانپوں کی آنکھ لگ گئی۔

میں نے اسے سوتے دیکھا۔ ہانپوں کی تیز تیز سانسیں ابھر رہی تھیں اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”سوتے رہو میرے دوست.. میں تو ان خیموں کی سیر کے لئے جا رہا ہوں۔“ میں نے کہا اور اپنے نیسے سے باہر نکل آیا۔

بھانت بھانت کے لوگ تھے اور سب کے سب خوبصورت، ان میں عورتیں بھی تھیں مرد بھی تھے۔ عورتیں غالباً وہ تھیں جنہیں لوگ اپنے ساتھ لائے تھے۔ کچھ عورتیں مقامی تھیں جو سیر و تفریح کی غرض سے اور کچھ اپنے رشتے داروں سے ملاقات کے لئے یہاں آگئی تھیں۔ ماحول کافی حد تک بے تکلف تھا۔ دوسرے معنوں میں ایک ایسا ماحول جسے کافی حد تک دلچسپ و دلکش کہا جاسکتا تھا۔ کوئی ایسے اقدار نہ تھے کہ مرد عورت سے دار رہے۔ جشن کے سلسلے میں ناچ گانے ہو رہے تھے۔ موسیقی کی تیز لہریں ابھر رہی تھیں اور ہر شخص اپنی اپنی دھن میں مست تھا۔

ان میں وہی نہیں تھے جو شہزادی پرسی فون کے لئے مقابلہ کرنے آئے تھے بلکہ ایسے لوگوں کی تعداد تو اٹھائیوں پر گنی جاسکتی تھی۔ ہاں جشن میں شرکت کے لئے آنے والے بے شمار لوگ تھے اور یہ سب اپنی نرس کے رشتے داروں میں سے تھے۔

میں خود بھی انہی کی معیت میں خیموں کے شہر میں گھومتا رہا۔ کئی جگہ ناچ رنگ دیکھ کر میں رکا۔ رقاصائیں اپنے فن کا کمال دکھا رہی تھیں۔ ان کے جسم بے حد خوبصورت تھے اور انہیں بے حد دلکش۔ لوگ غول درغول ان کے گرد جمع تھے اور وہ ان کا دل بہلا رہی تھیں۔ کئی جگہ مجھے کئی لڑکیاں بے حد پسند آئیں لیکن اکھ کی بات یہ تھی کہ یہ لڑکی کی حیثیت سے میں پرسی فون کے لئے مقابلہ کرنے آیا تھا اور اس صورت میں مجھے کوئی ایسی اوجھی با پوچھوڑی حرکت نہیں کرنا چاہیے تھی جس سے میں دوسروں کی نگاہوں میں آؤں۔ اور پھر پرسی فون کے لئے مقابلہ کرنے کے قابل نہ رہوں۔

ظاہر ہے شہنشاہ اپنی نرس اپنی بیٹی کے لئے کسی پر وقار کا انتخاب کرنا پسند کرتا اور کوئی ایسا آدمی جو کسی رقاصہ کے ساتھ رنگ رلیوں میں مصروف ہو جائے قابل اعتبار نہیں ہو سکتا اور یقینی طور پر اس کے لئے مقابلے میں شامل ہونا وقت طلب امر بن جاتا چنانچہ میں نے ان رقاصاؤں کو دور ہی سے دیکھنے پر اکتفا کیا اور اپنے طور پر خود کو مطمئن کر کے آگے بڑھتا رہا۔

خیمے اتنے مطلوب و عزیز علاتے ہیں ایسا وہ تھے کہ ان کے درمیان ایک دقت میں گھوم لینا ممکن نہیں تھا۔ تاہم میں جتنی دیر تک گھوم سکا۔ گھومتا رہا۔ پھر میں نے واپسی کی سوچی۔

کافی دیر گزر چکی تھی اور میرا خیال تھا کہ کہیں میرا راست ہانپوں جاگ نہ اٹھا ہو اور جاگنے کے بعد کہیں میرے لئے پریشان نہ ہو۔ چنانچہ میں واپس اپنے خیمے کی جانب چل پڑا۔ میں تیزی سے اپنا راستہ طے کر رہا تھا۔

اور کیا تھی اچھی بات تھی کہ ہم نے اپنا خیمہ ان تمام خیموں سے ہٹا کر ندی کے کنارے لگایا تھا۔ ورنہ خیموں کے اس شہر میں اپنے خیمے کی تلاش واقعی ایک مشکل کام ہوتا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے خیمے کے نزدیک پہنچا اور میرا خیال درست ہی تھا۔

میرا دست بائوں امتحانوں کے سے انداز میں منہ پھانڈے اور اصرار دیکھ رہا تھا۔ پھر اس کی نگاہ مجھ پر پڑی اور وہ میرے نزدیک آ گیا۔

”کہاں چلے گئے تھے یہاں۔ میں تمہارے لئے پریشان تھا؟“ اس نے گھبرا کر سوال کیا۔

”کیوں؟“ میں نے طنز یہ لہجے میں سوال کیا۔

”بس، بس یونہی۔ نجانے کیوں میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمہاری حفاظت کرتا ہوں۔“ بائوں نے کہا۔

”اپنے دل کی اس اتقانہ چاہ کو ذہن سے نکال دو۔ میں بچہ نہیں ہوں اور نا ہی تم یہاں کے گھراں ہو۔“ میں نے کہا اور بائوں گردن ہلانے لگا۔

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے لیکن تم اس خیال کو کیا کرو گے کہ میں اپنے ذہن میں تمہیں بچہ ہی تصور کرتا ہوں۔“

”آخر کیوں۔ کیا اس کی کوئی وجہ بتا سکتے ہو۔“ میں نے سوال کیا۔

”ہاں ہاں کیوں نہیں؟“

”تو پھر بناؤ کہ اس کی وجہ کیا ہے؟“

”بھئی اگر تم بچہ نہ ہوتے تو پرسی فون کو حاصل کرنے کے لئے مقابلہ کرنے کی کیوں سوچتے۔“ بائوں نے کہا اور میں جھلاہٹ میں اسے دیکھنے لگا۔

”کیا مطلب ہوا اس بات کا۔“ میں نے غصیلے لہجے میں پوچھا اور بائوں نے دادوں ہاتھ اور پر اٹھادیے۔

”نہیں نہیں میرے دوست۔ ان الفاظ سے نہ تو تمہاری توہین مقصود ہے اور نہ ہی تمہیں کتر ثابت کرنا ہے۔ بس بات صرف یہی ہے کہ مقابلے میں شرکت کے لئے وہ بڑے بڑے سوراٹے ہیں جو اپنے عظیم اور اپنی قوت پر ناز کرتے ہیں اور خود وہی کیا لوگ بھی انہیں مانتے ہیں اور ان کے درمیان تم..... بہر صورت بھیڑوں کے گھراں ہی کہاؤ گے۔“ بائوں نے کہا اور دائوں میں زبان دہالی جیسے اس کے منہ سے کوئی غلط جملہ نکل گیا ہو۔

میں اسے غصیلی لگا ہوں سے دیکھتا رہا پھر میں نے طنز یہ انداز میں کہا۔ ”ٹھیک ہے بائوں۔ اور تم دیکھو گے کہ تمہارے ان بڑے بڑے سوراٹوں کے درمیان یہاں کی کارنامے دکھاتا ہے۔“

”یقیناً۔ یقیناً۔ تمہاری اولوالعزمی مجھے یہ امید ہے، یہ بتاؤ کہاں کہاں ہو آئے؟“

”بہت دور نکل گیا تھا۔“ میں نے جواب دیا۔

”جشن خوب زور و شور سے جاری ہوگا؟“

”ہاں۔ خیموں کے درمیان رقاصاؤں کے ڈیسے بڑے ہی خوبصورت ہیں اور ان میں ناپنے والیاں بھی بے حد حسین۔“

"واہ واہ.. ہاپون دونوں ہاتھ ملتا ہوا ہوا.. لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان ایک ایسا رشتہ قائم ہونے والا ہے کہ اگر میں یہاں اپنے طور پر کوئی تفریح کرنا چاہوں تو مجھے سوچنا پڑے گا۔"

"کیوں...؟" میں نے سوال کیا۔

"اس لئے کہ تم اپنے باپ سے میری شکایت بھی کر سکتے ہو اور اس کے بعد میری شادی کا مسئلہ کھٹائی میں پڑ جائے گا۔" ہاپون نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

"نہیں ہاپون ایسا نہیں ہوگا۔ میں خود بھی تمہارے ساتھ شریک ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تم... ہاں۔ یہ تو ٹھیک ہے میرے دوست لیکن کیا پرسی فون کے لئے ہونے والے مقابلوں کے باوجود تم ان رقاصہ بان میں دلچسپی لو گے؟"

"دراصل مجھے نہیں معلوم ہاپون کہ پرسی فون کے لئے مقابلہ کرنے میں کیا کیا ذرائع اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ لیکن اگر ہم دوسروں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہی رہیں اور اس وقت تک خود کو ظاہر نہ کریں میرا مقصد یہ ہے کہ یہ نہ بتائیں کہ ہم میں سے ایک پرسی فون کے لئے مقابلہ کرنے والوں میں شامل ہے تو ہم اپنے طور پر تفریح کر سکتے ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ ہمیں کون دیکھے گا اور کون ہمیں یاد رکھنے کی کوشش کرے گا۔ یہاں تو سب اپنے اپنے طور پر جس طرح چاہتے ہیں مصروف ہیں۔"

"ہاں۔ یہ تو ٹھیک ہے لیکن بس بات یہی ہے کہ ہم دوسروں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہیں۔"

"ہم پوشیدہ رہیں گے۔" میں نے کہا اور ہاپون تیار ہو گیا۔ تب ہم باہر نکل آئے اور اس کے بعد جشن کی ہنگامہ آرائیوں میں مصروف ہو گئے۔ رقص و رنگ کی تحفلیں جگہ جگہ پر تھیں اور لوگ اپنے طور پر ان میں دلچسپیاں لے رہے تھے۔

پھر ایک رقاصہ میرے نگاہوں کا مرکز بن گئی۔ کسٹن اور خوبصورت تھی اور بڑا خوبصورت رقص کر رہی تھی۔ یہ استقبالیہ رقص تھا جس میں دو دور سے آنے والوں کی آمد پر خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ ہاپون نے میری دلچسپی کو محسوس کر لیا اور مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ کس سیاست کے تحت یہ ذرا مد کر رہا ہے۔ اس نے اس انداز میں اس رقاصہ کی تعریف کی کہ میرا دل بے چین ہو گیا۔

"واہ۔ واہ۔ کیا حسین لڑکی ہے اور کتنی خوبصورت، کیا رونے زمین پر تم نے اس سے زیادہ خوبصورت لڑکی دیکھی ہے؟"

"میں نے رونے زمین کے صرف مختصر سے حصے کو دیکھا ہے ہاپون.. اس لئے کیا کہوں.. میں نے جواب دیا۔"

"اس کے باوجود میرا تجربہ تم سے زیادہ وسیع ہے یہی۔ ذرا دیکھو تو سہی کتنا حسین رقص کر رہی ہے۔ بلاشبہ اسے لاکھوں میں دیکھ کر کہا جاسکتا ہے لوگ نام و نمود کے دیوانے ہوتے ہیں.. وہ حکومت کے خواہش مند ہوتے ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں.. ورنہ اگر پرسی فون اور اسے ایک دوسرے کے سامنے کھڑا کر دیا جائے تو اس کے سامنے پرسی فون تو کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی، میں نے اسے دیکھا ہے اور یہی ہے جب تم بھی اسے دیکھو گے تو یہی سوچو گے کہ لوگ کیسے دیوانے ہوتے ہیں جو کسی ایک عورت یا تھوڑی سی زمین کے لئے جان دینے چلے آتے ہیں۔" ہاپون نے کہا اور ہاتھ بٹا رہا۔ لیکن میں رقاصہ کے رقص میں مگن تھا اور اس کے حسین بدن کے انجانے خطوط میں کھہ پاتا تھا۔

حالانکہ رقص بڑا شاندار تھا لیکن رقصہ کے بدن کی گولائیاں مجھے اپنی طرف کھینچ رہی تھیں حتیٰ کہ رقصہ رقص کرتے کرتے میرے نزدیک آگئی اور میں نے اپنی گردن سے قیمتی موتیوں کا ہار نکال کر اس کی گردن میں ڈال دیا رقصہ نے ایک خاص ادا سے مسکرا کر مجھے دیکھا اور سر خم کر دیا۔ اس کی آنکھوں میں بھی پسندیدگی کے آثار تھے۔

رقصہ کئی بار رقص کرتے ہوئے میرے نزدیک آئی اور پھر جب وہ میرے نزدیک ہی تھی تو اس نے آہستہ سے کہا۔

"رکنا..... جانا نہیں....." اور پھر وہ اپنی حسین کمر کو بل دیتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ میں حیران رہ گیا تھا۔ ہانپوں بد معاش نے اس کے جملے

سن لئے تھے۔ پھر وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"تو یہ ہوتی ہے قسمت اور اسے کہتے ہیں تقدیر حالانکہ ہانپوں بے چارہ بھی جوان ہے، تندرست و توانا بھی ہے اور بد شکل بھی نہیں ہے اور

پھر یہاں جو اتنے سارے لوگ موجود ہیں سب کے سب احمق ہیں جو اس رقصہ کا رقص دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ تمہارا انتخاب کر چکی ہے اور تم نے اس کا ٹھیک ہے بھائی ہانپوں۔ تم یہاں کیوں کھڑے ہو؟"

وہ چیخے پلٹ کر جانے لگا تب میں نے اس کا بازو پکڑ لیا۔ "ارے، ارے ہانپوں ہر وقت کا نخرہ اچھا نہیں ہوتا۔" میں نے کہا۔

"اوه۔ اس میں نخرے والی کیا بات ہے؟ اگر تم انسان ہو تو تم ہانپوں بھی اپنے سینے میں دل رکھتا ہے کیا؟ اس رقصہ کو پسند نہیں کر سکتا۔

اب یہاں اس کی موجودگی کا کیا جواز ہے؟"

"گو یا تم یہاں اب میرے لئے کچھ بھارت رک نہیں سکتے؟"

"تمہارے لئے تو ساری زندگی رک سکتا ہوں، ایسی کیا بات ہے۔" ہانپوں مسکرا کر ہلا پلٹ آیا۔

پھر رقصہ نے اپنا رقص ختم کیا اور لوگ وہاں سے واپس جانے لگے۔ ظاہر ہے وہ سب رقص کے لئے جمع تھے۔ جب رقصہ نے اپنا

کاروبار بند کر دیا تو پھر ان کے رکنے رہنے کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے لیکن میں اور ہانپوں وہاں ٹھہرے رہے۔ رقصہ نے میری طرف دیکھا اور مسکراتی ہوئی میرے نزدیک پہنچ گئی۔

"اگر مناسب سمجھو تو تھوڑی دیر یہاں بیٹھو۔" اس نے برق پاش نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

"بہتر۔" میں نے جواب دیا اور رقصہ کے قریب پہنچ گیا۔

"ارے ہاں یہ کون ہے۔ شاید تمہارا دوست۔" اس نے سوال کیا۔

"ہاں۔"

"تب پھر آؤ۔ تم بھی آ جاؤ۔" اس نے ہانپوں کی طرف دیکھ کر کہا اور ہانپوں بھی میرے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

میں ہانپوں اور رقصہ تینوں ایک بڑے خیمے میں داخل ہو گئے۔ رقصہ کے جو ساتھی تھے ان کے خیمے الگ الگ تھے اور غالباً وہ اس کے

معاملات میں مداخلت کے عادی نہیں تھے کیونکہ وہ سب اپنے اپنے خیموں میں واپس چلے گئے تھے۔ تب رقصہ ہمیں اپنے خیمے میں لے گئی۔ اس نے

ہمیں بیٹھنے کے لئے ہزرے سے منڈھی ہوئی کرسیاں پیش کیں اور ہم دونوں بیٹھ گئے۔

"میں تمہارے لئے شربت کا انتظام کرتی ہوں۔" اس نے کہا اور خیمے سے باہر نکل گئی۔

"وہ۔۔۔ بھئی واہ۔۔۔ میں تو تمہاری تسست پر شکر کر رہا ہوں، بیٹی۔" ہانچون نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے اس وقت تم خاموش رہو تو بہتر ہے، ہمیں ذرا دیکھنا چاہئے کہ یہ کیا کرتا چاہتی ہے؟"

"چاہتی ہے؟ اب بھی یہ سوال کر رہے ہو کہ کیا چاہتی ہے۔" ہانچون نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔

رقاصہ اندر داخل ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک آٹا بہ اور چند گلاس تھے جس میں اس نے شربت گلاسوں میں انڈیل کر ہمیں دیا اور تیسرا

گلاس خود لے کر بیٹھ گئی۔ "بات یہ ہے کہ میں نغایہ کی رہنے والی ہوں۔ نغایہ میں میرا ایک شناسا ایسا بھی تھا جو بالکل تمہاری صورت کا تھا۔ بچپن ہی سے

میں اسے پسند کرتی تھی اور وہ مجھے چاہتا تھا لیکن پھر یوں ہوا کہ وہ ایک پرانے سے اچھل کر گیا اور اس کی بنیاں سرمہ بن گئیں۔ میرے ذہن میں

آج تک اس کی صورت نقش ہے، ظاہر ہے میں اسے دوبارہ نہیں پاسکتی تھی لیکن میں نے تمہیں دیکھا تو وہ میرے ذہن میں اس بری طرح آیا کہ میں

نے اسکی شکل میں تمہیں دعوت دے دی۔"

"خوب۔۔۔ تو تو یا میں کسی کا ہم شکل ہونے کی وجہ سے تمہاری توجہ کا مرکز بنا ہوں۔" میں نے سوال کیا۔

"تو اس میں حیرت ہی کیا ہے۔ ظاہر ہے اگر رقیب رو سیاہ موجود نہ ہو تو پھر عیش ہی عیش ہوتے ہیں۔" اور رقصہ مسکراتے لگی۔

"ٹھیک کہا تم نے۔ لیکن میں تمہارے نام سے واقف ہوں۔" رقصہ نے سوال کیا۔

"یہ بیٹی ہے اور میرا نام ہانچون ہے۔" ہانچون نے جلدی سے جواب دیا اور میں مسکراتے لگا۔

"بڑی خوشی، دوئی تم دونوں سے مل کر۔ لیکن کیا بیٹی تم میرے ساتھ کچھ وقت گزارنا پسند کرو گے۔" اس نے کہا۔

"ہاں کیوں نہیں۔" میں نے جواب دیا اور رقصہ مسکراتے لگی۔ پھر وہ ہانچون کی جانب دیکھ کر بولی۔

"لیکن اس خلوت میں تمہاری کیا گنجائش ہے؟"

"کچھ نہیں۔" ہانچون نے جلدی سے اپنا شربت حلق میں انڈیا اور کھڑا ہو گیا۔ پھر وہ خیمے کے دروازے کی جانب پہنچ کر چلنا اور رقصہ۔

سے بولا۔

"میں جاننے سے پہلے تم سے کچھ بات کہنا چاہتا ہوں۔ کیا تم مجھے کچھ لچھات دہگی۔" اس نے عجب سے لہجے میں کہا۔

"ہاں کہو۔ کیا بات کرنا ہے۔" رقصہ نے کہا۔

"نہیں نہیں۔ اپنے دوست کے سامنے میں تم سے کچھ نہ کہوں گا۔"

"ٹھیک ہے پھر میں باہر آتی ہوں۔" اس نے میری طرف دیکھ کر کہا اور معذرت کے انداز میں گردن خم کر کے باہر نکل گئی۔ نجانے وہ

بدعاش ہانچون اس سے کیا کہنا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد رقصہ مسکراتی ہوئی اندر آئی۔

”بڑا ہی مسخڑ ہے تمہارا دوست .. بڑی ہی عجیب باتیں کرتا ہے .. کہنے لگا کہ نوجوان بیگنی کا میں زبردست خیال رکھوں وہ بچوں کی طرح معصوم ہے اگر زیادہ بچپن کرے تو اسے سہارا دیا جائے .. بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی۔“

میں نے رقاصہ کے چہرے کی جانب دیکھا۔ نہانے وہ سچ کہہ رہی تھی یا پھر مجھے بنا رہی تھی۔ بہر صورت رقاصہ سے ہر قسم کی توقع رکھی جا سکتی تھی چنانچہ میں خاموش ہو گیا۔

تب رقاصہ نے میرے لئے ایک گلاس شربت کا تیار کیا اور اپنے ہاتھ سے میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”تم سے شناسائی پر تم سے قربت پر میں جس قدر خوش ہوں اس کا اظہار نہیں کر سکتی ہم اظہار کے طور پر چند ایسے کام کرایا کرتے ہیں جن سے ہماری خوشیوں کا اظہار ہو جایا کرتا ہے سو کیا تم میرے ساتھ ایک گلاس شربت پینا پسند کر دو گے؟“

”کیوں نہیں .. میں نے جواب دیا اور رقاصہ خوش ہو گئی .. اب اس بات کا جواز نہ رہا تھا کہ میں اس سے سوال کرتا کہ وہ کیوں میری جانب متوجہ ہوئی کیونکہ اس نے مجھے اس بارے میں بتا دیا تھا ..

رقاصہ کا قرب بے حد حسین تھا اس کے جذبات کی خوشبو میرے ذہن و دل کو معطر کر رہی تھی اور یہ قرب طویل سے طویل تر ہو گیا۔ رات ہوئی تو رقاصہ نے شراب کے جام اور صراحیوں نکال لیں سو میں بیگنی کی حیثیت سے اس کا تمہ کیوں نہ رہتا .. میں نے شراب پینا شروع کر دی۔ ہاں یہ بات مجھے یاد نہیں رہی تھی کہ اس وقت تک میری اصلی حیثیت نمایاں نہیں رہ سکتی تھی جب تک میں نہ چاہتا۔ بیگنی کی حیثیت ہی کیا تھی سو وہ چند جام پینے کے بعد غنودہ ہو گیا۔ وہ نہ جانے کب تک رقاصہ کی آغوش میں کھیلتا رہا .. اتے یاد نہیں تھا کہ اس نے رات کیسے رقاصہ کے ساتھ گزارنی .. ہاں صبح کو بھی وہ ہوش میں نہ آیا اور جب سو راج چڑھ گیا تو رقاصہ نے ہی اسے جھنجھوڑ کر جگایا۔

”بیگنی۔ میرے عزیز کیا تم نہیں جاگو گے؟“ اس نے کہا اور میں نے انگڑائی لے کر اسے دیکھا۔

بڑی ہی حسین نظر آ رہی تھی وہ۔ غالباً ابھی ابھی غسل کر کے آئی تھی اور اس کے لابلے بالوں سے پانی کے حسین قطرے چمک رہے تھے اور میرے جذبات پھر سے مچلنے لگے۔

”نہیں۔ یوں نہیں۔“ رقاصہ نے میرے سینے پر سر رکھ کر مچلتے ہوئے کہا۔

”لیکن کیا تم اپنے مشن پر نہیں جاؤ گی؟“

”کون سے مشن پر؟“

”تم رقص و سرود، نایچ گانے کے لئے یہاں آئی ہو، یقیناً تمہیں شاہ اہی نس نے بلایا ہو گا اور اگر تم باہر جا کر شاہ کے لوگوں کا دل نہ بہلاؤ گی تو کیا اس بات پر تم سے باز پرس نہیں کی جائے گی؟“

”نہیں۔“ رقاصہ نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ ہم پیشہ ور نایچ گانے والے ضرور ہیں لیکن کسی کے پابند نہیں۔ اہی نس کے بلائے پر یہاں

آئے ہیں اور اس بات کے مشتاق ہیں کہ وہ ہماری عزت کرے چنانچہ اگر میں نہ جاؤں تو یہاں سیل نہیں لگے گا اور بس .. اس سے زیادہ کچھ نہ ہوگا۔“

"تب پھر ٹھیک ہے۔" میں نے گروں ہلاوی اور راقصہ نے شراب کے برتن پھر سے نکال لئے اور اب جب شراب و شباب یکجا ہو جائیں تو پھر ہوش میں آنے کو کس کا دل چاہتا ہے۔ میں پھر سے بے ہوش ہو گیا اور یہ بے ہوشی نجانے کتنی طویل رہی۔ تب میرا دوست ہائپون ای میرے پاس پہنچا اور اس نے شکایتی انداز میں کہا۔

"غائبانہ تم بھول گئے ہو سکیں کہ تم کسی اور کے ساتھ یہاں آئے تھے اور وہ اکیلا تمہارے خیمے میں تمہارا منتظر ہوگا۔"

"اور ہائپون.. میں تو تمہارے پاس آنے ہی والا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"نہیں۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، جب تک یہ لڑالہ یہاں موجود ہے تمہارے پاس پہنچنے کا کوئی امکان نہیں ہے اور تم بھلا ہائپون کو یا، کرہ کے نہیں یہ دنیا بڑی بے وفا ہے اور انسان ہزاپ مروت.. برسوں کی واسی بھول جاتے ہیں.. اور خوشی کے چند لمحات کو ہمیشہ یاد رکھتے ہیں۔ بڑے ہنسوس کی بات ہے.. ہائپون مجھے شرمندہ کرتا رہا اور میں مسکراتا رہا پھر اس نے مجھ سے کہا۔" کیا اب بھی تم میرے ساتھ نہیں چلو گے؟"

"کیوں نہیں ہائپون۔ ہاں میں ذرا غنایہ سے اجازت لے لوں۔"

"بہت خوب... بہت خوب۔ گویا اب اپنے دوست کے ساتھ جانے کے لئے تم غنایہ سے اجازت لو گے۔"

"ہاں ہاں۔ کیوں نہیں۔ میں غنایہ کی قربت کو بے حد پسند کرتا ہوں سوا گرد و بار اس کے پاس واپس آنے کے لئے میں اس سے دوستانہ تعلقات رکھوں تو اس میں کیا حرج ہے۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے کوئی حرج نہیں.. ہائپون نے جواب دیا اور میں غنایہ کے پاس واپس پہنچ گیا۔ غنایہ بانوں میں کٹھمی کر رہی تھی.. اس نے مسکرا کر میری جانب دیکھا لیکن میں نے ہنسوس کیا کہ اس کی مسکراہٹ اس قدر پر جوش نہیں ہے۔ پھر بھی میں نے کہا۔

"میں جا رہا ہوں غنایہ اور ممکن ہے بہت دیر تک واپس نہ آسکوں۔"

"ٹھیک ہے کوئی حرج نہیں ہے تم اپنے تمام کام نہٹالو۔ اس کے بعد میرے پاس آ جانا۔" غنایہ نے جواب دیا۔

اور میں نے ہنسوس کیا کہ اس کے انداز میں گرجوشی نہیں ہے.. مجھے اس بات پر تعجب ہوا تھا لیکن ایک رقصہ سے اس سے زیادہ کیا توقع رکھی جاسکتی تھی۔ میں بھی اتنا سستانہ تھا کہ اس کی قربت کے لئے دیوانہ ہو جاتا ظاہر ہے یہاں تو میں کسی اور ہی مقصد کے لئے آیا تھا اور وہ مقصد پورا کرنے میں ہی میری عاقبت تھی.. ورنہ ہائپون کا مذاق اس کے طنز میرے دل کو چھلنی کر دیتے وہ یہی کہتا کہ میں عقل کھو بیٹھا اور وہاں سے خوفزدہ ہو کر واپس چلا آیا۔ چنانچہ میں اپنے دوست ہائپون کے ساتھ واپس خیمے میں چلا آیا۔ تب میں نے ہائپون سے کہا۔

"ہائپون میرے دوست یہ تو ہنسوس کی بات ہے کہ میں اپنا کافی قیمتی وقت اس رقصہ کے چکر میں ضائع کر چکا.. میں نہیں جانتا کہ یہاں جشن کی تقریبات میں کیا کچھ ہوا اور کیا کچھ ہونے والا ہے.. بہر صورت میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر ہی یہاں سے واپس لوٹوں گا اور مجھے اس سے کوئی نہیں روک سکتا۔ ہاں ذرا یہ تو بتاؤ کہ جشن کی کیا تفصیلات ہیں.. معاملہ کہاں تک پہنچ چکا ہے۔" میں نے سوال کیا۔

"بس کوئی خاص بات نہیں کل صبح پرسی فون کا ویدار کر آیا گیا تھا لوگوں کو اور اب وہ اپنے خیمے میں واپس جا چکی ہے اور اس کے بعد جن

لوگوں کو عقل آئی وہ نو خاموشی سے اپنے خیموں میں دلہنس چلے گئے اور جو احمق اب بھی حکمرانی کے طلبکار ہیں وہ جان کی بازی لگا رہے ہیں۔ مقابلے شروع ہو چکے ہیں اور بہت سے لوگ یا تو مارے جا چکے یا زخمی ہو چکے ہیں۔" ہاپٹون نے بتایا اور میں سن رہا گیا۔

"کیا... کیا پرسی فون کا ویدار کرا، ہاگیا؟ کیا تم بھی اس میں شامل تھے ہاپٹون؟"

"میں شامل تو تھا لیکن پرسی فون کے بارے میں، میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ میں اسے دیکھ چکا ہوں۔ وہ انتہائی بد شکل عورت ہے،

اسے لڑکی کہنا تو میرے خیال میں لڑکیوں کی تو ہیں ہے۔"

"تجربہ ہے۔ تجربہ ہے لیکن اب کیا کیا جائے، میں تو ان مقابلوں میں حصہ لینا چاہتا ہوں لیکن میں پرسی فون کی صورت بھی نہ دیکھ سکا۔"

"ہاں۔ اب تو مجبوری ہے۔ تم اس کی صورت کیسے دیکھ سکتے تھے تم تو اس وقت غنائی کی آغوش میں خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔"

میں سوچ میں ڈوب گیا۔ بلاشبہ اب مجھے احساس ہو رہا تھا کہ میں ایک رقصہ کے لئے اپنے مقصد سے ہٹ گیا ہوں۔ لیکن سوال یہ پیدا

ہوتا ہے کیا اگر پرسی فون شکل و صورت کی اتنی بری ہے تو کیا میں اسے بیوی بنا کر سستی میں لے جاؤں تو لوگ مجھے ہوشمند سمجھیں گے۔ ہاں وہ ضرور مجھے

عقل مند گردائیں گے۔ ایسا عقل مند جس نے دولت کے پیچھے اپنا سب کچھ لٹا دیا لیکن میرے ذہن میں ان دونوں میں سے کوئی چیز نہیں تھی۔ بلاشبہ

اگر پرسی فون میری پسند کی لڑکی ہوتی جیسا کہ میرا خیال تھا تو پھر حکمرانی ہاتھ آجاتی تو برآمدہ تھا لیکن اب جب کہ مجھے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ وہ صورت و شکل

کی انتہائی خراب ہے تو پھر مجھے کیا کرنا چاہیے تھا۔ میں اسی بیچ ٹیم میں الجھا ہوا تھا اور اس کا کوئی حل میرے پاس نہیں تھا۔

ہاپٹون بد بخت سیر و سفر تاج کے لئے نکل گیا تھا۔ اس بد بخت نے مجھے ساتھ لینا بھی مناسب نہیں سمجھا تھا اور وہ ایک حد تک صحیح بھی تھا کیونکہ

میں نے ایک رقصہ کے جال میں پھنس کر اسے نظر انداز کیا تھا۔ سواب اس کی باری تھی۔ لیکن میں نے اس کی پروا نہیں کی۔ اس شام میں پریشانی کے

عالم میں کافی دور نکل گیا جیسا کہ میں نے بتایا کہ میرا نیمہ ندی کے ساتھ تھا اور یہ بڑی دور تک گنگنائی ہوئی چلی جا رہی تھی۔ خیموں کا ایک لہنا چکر

کاٹ کر میں پھر ندی کے کنارے پہنچ گیا اور نجانے کیا ہوا کہ مجھے ایک چمکدار پتھر بے حد بھایا۔ یہ پتھر پانی کے ریلے کے ساتھ آہستہ آہستہ آگے بڑھ

رہا تھا کبھی وہ رک جانا کبھی ریلے کے ساتھ بہتا اور کبھی آگے بڑھنے لگتا اور اس پتھر پر لگا ہیں جھانکے میں بھی آگے بڑھتا رہا۔

یہ ایک احمقانہ سی بات تھی لیکن انداز بے خیالی کا تھا اور اس میں میرے کسی جذبے کو دخل نہ تھا۔ ہاں یہ دوسری بات تھی کہ بعض اوقات

حالات اور تقدیر کچھ ایسا وقت اور کچھ ایسے حالات بخش دیتے ہیں کہ پتہ بھی نہیں چلتا۔ وہ ناواقف ہوتا ہے کہ تقدیر اسے کہاں لے جا رہی ہے لیکن

تقدیر اسے وہاں لے جاتی ہے جس راستے کو وہ کھو چکتا ہے۔ سو میں بھی چمکدار پتھر کے ساتھ سیر کرنا ہوا نہ جانے کہاں نکل گیا۔ تب میں نے سوچا کہ یہ

پتھر نہ جانے مجھے کہاں لے جائے گا شاید ندی کے آخری کنارے تک، اور میں اتنی دور نکل جاؤں گا کہ مجھے راستے کا بھی اندازہ نہیں رہے گا۔ گو یہ

ندی ایک بہترین راستے کی لکیر تھی لیکن اب اس سے آگے پہنچنا عقلمندی نہیں تھی۔ لیکن میں اس پتھر کو اتنا پسند کر چکا تھا کہ اب اسے چھوڑنا مناسب

نہیں تھا۔ سو میں نے ندی میں قدم رکھا، پانی میں اتر اور وہ پتھر میں نے اپنے ہاتھوں میں اٹھالیا۔

کیا حسین پتھر تھا۔ میں اسے دیکھ کر حیران رہ گیا لیکن اچانک ایک عجیب سی بات ہوئی۔

پتھر میرے ہاتھ ہی میں تھا۔ جب میں نے نسوانی قبیبوں کی آواز سنی۔ میں پہلے مزکرہ کھینے لگا۔ نجانے یہ پریاں کہاں سے اتریں تھیں یعنی طور پر زمین سے ان کا کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا تھا۔ سب کی سب ذرق برق لباسوں میں ملبوس تھیں اور ان کے درمیان ایک ایسا چہرہ تھا جسے دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی تھی۔

دہلتا ہوا حسین چہرہ آنکھیں تھیں کہ جگمگاتے ہوئے بیرے۔ میں تعجباً انداز میں کھڑا نہیں دیکھتا رہا۔ پھر ان کی نگاہ بھی مجھ پر پڑ گئی۔ تب وہ ایک دم ہنستے ہنستے خاموش ہو گئیں۔ وہ سب متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھنے لگیں۔ تب ان سے ایک آگے بڑھ کر مجھ سے بولی۔

”تمہیں نہیں معلوم کہ اس علاقے میں آنا ممنوع ہے؟“ اس نے بھاری لہجے میں مجھ سے کہا۔

لیکن میں نے لڑکی کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا مجھ پر تو سحر طاری ہو گیا تھا۔ میں ان ستاروں کے جھرمٹ میں چھپے ہوئے اس منور چاند کو دیکھ رہا تھا جس سے ایک عالم منور ہو رہا تھا۔ میں اسے دیکھتا رہا۔ تب ایک لڑکی نے آگے بڑھ کر میرا شانہ ہتھیار دیا۔

”تم نے سنا نہیں کہ میں نے کیا کہا ہے کیا تم ہوش و خرد سے بالکل بی بیگانہ ہو گئے ہو۔“ لڑکی کا لہجہ کافی تیز ہو گیا تھا۔

”کیا بات ہے؟“ میں نے چونک کر اس سے پوچھا۔

”یہاں آنا ممنوع ہے۔“

”اچھا۔“ میں نے بے خیالی سے جواب دیا۔

”اچھا کے بچے۔ میں کہہ رہی ہوں یہاں عام لوگ داخل نہیں ہو سکتے اور ہاں تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟“

”پتھر۔“

”کیسا پتھر؟“ لڑکی نے چونک کر پتھر کو دیکھا۔

”ہاں یہ پتھری مجھے یہاں تک لایا ہے اس پتھر نے ہی میری رہنمائی کی ہے۔“ میں نے آہستہ سے کہا لیکن میری نگاہیں اسی چاند کا طواف کر رہی تھیں۔

”تب تم یہ رہنما پتھر ہمیں دے دو کہیں یہ ہی تمہاری موت کا سبب نہ بن جائے۔“ اسی لڑکی نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”اگر اس پتھر نے میری رہنمائی کی ہے اور میں اس بات کا موجب بنا ہے کہ میں اس چاند سے ٹکڑے کو دیکھوں تو یہ میرے لئے بے حد قیمتی ہے اور میں اسے کسی طور تمہارے حوالے نہ کروں گا۔“ میں نے جواب دیا۔

”خواتمہاری جان کیوں نہ لے لے۔“

”جان کیا حیثیت رکھتی ہے۔ اگر کوئی عزم ہو تو۔“

”اوہو۔۔۔ تو تمہارے ذہن میں کوئی عزم ہے۔“

”ہاں۔“

"اور ہو..... وہ کیا ہے؟"

"میں اس کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"کس کے بارے میں؟" اس لڑکی نے چونک کر مجھے دیکھا۔

"وہ جو تمہارے درمیان ایسی ہی نظر آ رہی ہے کہ ستاروں کے جھرمٹ میں چاند۔"

"خوب۔ بہت خوب۔ تو گو یا تم شاعر ہو۔" اس نے کہا۔

"ہاں اسے دیکھ کر شعر کہا جاسکتا ہے۔" میری نگاہیں ابھی تک اس پر جمی ہوئی تھیں اور میں خود کو ذہنی طور پر عجیب تر پارہا تھا۔ وہ نہیں تھا

جو اب تک رہا تھا بلکہ وہ تھا جس کے خول میں، میں آ گیا تھا۔

نو جوان حسینہ الجھی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ شاید سمجھ نہیں پائی تھی کہ میں کون ہوں اور ان سے ایسی باتیں کیوں کر رہا ہوں جو

اس کی ساتھی تھیں۔ اس کے چہرے پر بے چینی کے آثار تھے۔ پھر وہ چند قدم آگے بڑھ آئی۔ اب وہ میری نگاہوں کے سامنے تھی اور میں اسے مہبت

پر شوق نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ تب اس نے آہستہ سے کہا۔

"نسیان کیا بات ہے؟"

"عجیب سا نو جوان ہے، الٹی سیدھی باتیں کر رہا ہے شہزادی پر سی فون ہماری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا۔ ہم اس کی باتوں کا کیا جواب دیں۔ آپ

خود ہی اس سے پوچھیں کہ یہ کون ہے اور اس نے منور علاقے میں آنے کی جرات کیسے کی....." تب حسینہ نگاہیں سوالیہ انداز میں میری جانب اٹھیں۔

"کون ہو تم؟" باریک لبوں سے پوچھا گیا۔

"لوگ مجھے یہی کہتے تھے لیکن اب میرا دل چاہتا ہے کہ خود کو کچھ نہ کہوں اس تیرا سا یہ سمجھ لوں خود کو! میں نے جواب دیا۔

"عجیب الٹی سیدھی باتیں کر رہے ہو کیا تم نہیں جانتے کہ اس علاقے میں آنا ممنوع ہے۔"

"ہاں۔ میں نہیں جانتا تھا لیکن اگر مجھے یہ ظلم ہو جاتا کہ یہاں تو ہے تو پھر میں سارے امکانات کو نظر انداز کر دیتا۔" میں نے کہا۔

"تم اپنی زندگی سے بیزار ہو؟"

"تھا نہیں... جو گیا ہو۔"

"ہوں..... کب سے؟" طنزیہ انداز میں پوچھا گیا۔

"جب سے تجھے دیکھا ہے۔" میں نے بھی اسی انداز میں جواب دیا۔

"کیا چاہتے ہو؟" بارعب پر وہ قادر آواز ابھری۔

"یہ کہ یا تو تجھے حاصل کر لوں یا پھر زندگی ختم کر لوں۔"

"ہوں.... تو اس کے ذرائع تو موجود ہیں۔" پر سی فون کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

”کون سے ذرائع؟“

”یہاں میرے حصول کے لئے مقابلے ہونے والے ہیں اگر مجھے حاصل کرنا چاہتے ہو تو ان مقابلوں میں حصہ لینے والوں کو شکست دے کر حصول میں ناکام رہ کر خودکشی کرنا چاہتے ہو تو میرے خیال میں اس کا آسان ذریعہ بھی نہیں ہے۔“

”ہاں میں اس ذریعے سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤں گا لیکن میں یہ نہیں جانتا تھا کہ تم پرسی فون ہو۔“

”اوہ یہ تم میری..... تو چین کر رہے ہو۔“ اس نے کسی قدر ناگواری سے پوچھا۔ اس کی حسین پیشانی پر ہلکی سی شکنیں نمودار ہو گئی تھیں۔

”نہیں۔ بلکہ جب تمہارا دیدار عام ہوا تھا تو میں اس جمع میں موجود نہیں تھا۔“ میں نے جواب دیا۔

”اچھا تو یہ بات ہے۔ ٹھیک ہے نو جوان اگر تمہارے ذہن میں یہ بات ہے تو میرا مشورہ مناسب ہے تم اپنی قوت کے جوہر دکھاؤ اور

میرے باپ کو متاثر کرو، مجھے تمہارے نزدیک آنے میں کوئی تامل نہیں ہوگا۔“

”میں ایسا ہی کروں گا اور اب جبکہ یہ تیرنی ہدایت ہے۔“

”ہدایت نہیں.. میں تمہاری طلب کے جواب میں کبہر ہی ہوں۔“

”گویا تیرے ذہن میں میرے لئے کوئی گنجائش نہیں رکھ سکتی؟“ میں نے دکھ بھرنے لہجے میں سوال کیا۔

اور شاید میرے اس انداز نے اس کے اندر کوئی تبدیلی پیدا کی.. اس نے عجیب سے انداز میں اپنی ساتھی لڑکیوں کو دیکھا اور پھر میری

طرف دیکھنے کے بعد اپنی ساتھیوں سے پوچھا۔

”نم ذرا تھوڑی دور ہٹ جاؤ۔ میں تمہاری میں اس سے گفتگو کر کے اسے کچھ سمجھانا چاہتی ہوں۔“

شوخی لڑکیاں شوخی انداز میں ہنسنے لگیں۔ ان کے چہروں پر معنی خیز مسکراہٹ تھی اور وہ پیشانی نگاہوں سے مجھے دیکھتی ہوئی جا رہی تھیں

میں احتیاطاً انداز میں پرسی فون کے سامنے کھڑا ہوا تھا.. تب پرسی فون کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آئے اور اس نے دھیمے لہجے میں کہا..

”کیا تمہارے خیال میں یہ تمہاری دیوانگی نہیں ہے؟“ اس نے سوال کیا..

”آپ کا اشارہ کس جانب ہے پرسی فون؟“ میں نے سوال کرتے ہوئے کہا..

”تم یہاں غالباً جشن میں شرکت کرنے آئے تھے اگر تم میرے حصول کے لئے آنے ہوتے تو تمہاری تمام توجہ میری جانب ہوتی۔ گویا

اس وقت تک تمہارے ذہن میں میرا کوئی خیال نہیں تھا جب تک کہ تم نے مجھے دیکھا نہیں تھا اور اب اس وقت اگر تمہیں یہ معلوم نہ ہوتا کہ میں پرسی

فون... ہوں تو تم ان مقابلوں کا تصور نہیں کرتے۔“

میں نے ایک لمحہ کے لئے سوچا۔ دل تو چاہتا ہوں کہ میں کس مقصد کے تحت یہاں آیا تھا لیکن اس کی موجودگی میں یہ سب کچھ کہنا اس کے

حسن کی توہین تھی چنانچہ میں نے اس بات کو تھوڑا بدل دیا۔

”ہاں پرسی فون تمہارا خیال درست ہے میں تمہارے حصول کے لئے نہیں آیا تھا اور اس کی ایک خاص وجہ ہے۔“

”وہ کیا؟“

"اس کی وجہ یہ ہے کہ پری فون کہ وہ لوگ جو تمہیں دیکھے بغیر تمہارے حصول کے خواہش مند نہ تھے دراصل وہ تمہاری قربت نہیں چاہتے تھے وہ نہیں جانتے تھے کہ تم کیا ہو انہیں بس ایک حسین شہزادی اور ایک حسین مملکت کی ضرورت تھی۔ ان کے ذہن میں ایک حسین مملکت کا تصور موجود تھا جب کہ حسین شہزادی ان کے تصور سے دور تھی۔ انہوں نے اسے دیکھے بغیر اس کے لئے جنگ کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ شہزادی کیسی بھی ہو وہ ہر قیمت پر اسے حاصل کرنے کے بعد اس کی حکومت کو حاصل کرنا پسند کریں گے۔ خود میں ان میں شامل نہیں تھا لیکن جب سے میں نے نہیں دیکھا ہے میں تمہارا حصول قرب چاہتا ہوں اور اگر تمہارے قرب کے لئے مجھے جان بھی دینا پڑے تو وہ میرے لئے ناگوار خاطر نہ ہوگی۔ رتی حکومت کی بات تو مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"آہ... آہ... تم بڑی عجیب باتیں کرتے ہو۔ ایسی عجیب باتیں جو مجھے متاثر کرتی ہیں لیکن اب میں تمہارے لئے پریٹان ہو جاؤں گی۔"

"وہ کیوں...؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کیونکہ تم میرے حصول کے لئے جنگ کرنے کا فیصلہ کر چکے ہو اور وہ جو محبت کرتے ہیں خونخوار نہیں ہوتے۔ جبکہ یہاں ایسے ایسے وحشی ورنڈے سامنے آئیں گے جو جنگ و جدل کے عادی ہوں گے۔"

"نم نے ٹھیک کہا پری فون۔ محبت کرنے والے خونخوار نہیں ہوتے۔ وہ قتل و غارت سے دلچسپی نہیں رکھتے لیکن انسان کے سامنے جب کوئی مطمع نظر آ جائے، کوئی اس کی منزل بن جائے اور اس منزل تک پہنچنے کے لئے اسے دشوار گزار راستوں سے گزرنا پڑے تو میرا خیال ہے اس سے زیادہ پامرد مسافر اور کوئی نہیں ہوتا۔" میں نے کہا اور پری فون عمر زدہ لگا ہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

اس کی آنکھوں میں پیار کے ناثرات سمٹ آئے تھے تب وہ جذب کے سے عالم میں بولی۔ "گو یا تم میرے لئے زندگی کی بازی لگانے کو تیار ہو۔"

"ہاں پری فون صرف اور صرف تمہارے لئے تمہاری حکومت کے لئے نہیں اور میں تمہیں پیشکش کرتا ہوں کہ جب میں تمہیں جیت لوں تو تم اپنی حکومت میں مجھے کبھی شامل نہ کرنا۔"

پری فون چند لمحات کے لئے گردن جوکا کر کچھ سوچنے لگی پھر اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"تم نے... تم نے مجھے تردد کا شکار کر دیا ہے۔"

"کیوں...؟" میں نے سوال کیا۔

"اس سے قبل میں نے اپنے آپ کو دواؤ پر لگا دکھا تھا اور میرے ذہن میں یہ خیال نہیں تھا کہ کون مجھے جیت لے گا بلکہ میں اسی طرح دلچسپی لے رہی تھی جس طرح میرے وطن کے دوسرے لوگ۔ لیکن اب مجھے ان مقابلوں سے کوئی دلچسپی نہ رہے گی۔" اس نے دوسری طرف رخ کرتے ہوئے کہا۔

"آخر کیوں؟"

"اس لئے کہ اب میں نہیں چاہتی کہ کوئی شخص مجھے جیتنے میں کامیاب ہو تمہارے سوا۔" شہزادی پرسی فون نے جواب دیا اور میں متعجب رہ گیا۔ اس نے گویا چند لحظات ہی میں اعترافِ محبت کر لیا تھا اور پروفیسر۔ میں۔ میں خوشی سے دیوانہ ہو گیا تھا۔ یعنی میرے زبان گنگ ہو گئی تھی، میں ایک عورت کے حصول کے لئے اس قدر بخیدہ تھا کہ اس سے قتل کبھی نہ ہوا تھا لیکن اس میں بہت زیادہ تعجب کی بات نہیں تھی کیونکہ میں جس روپ میں تھا اس میں مجھے یہی کرنا چاہیے تھا۔ ٹھیک ہے کیونکہ یہ تو ماضی تھا۔ ماضی جو گزر چکا تھا لیکن بڑا ہی دلچسپ اور حیرت انگیز ماضی کیونکہ میں جس انداز میں سوچ رہا تھا اس میں میری اپنی سوچ بھی شامل تھی۔ اگر اس سوچ میں اس شخص کی یعنی بیٹی کی سوچ اس طرح ضم ہو جاتی جس طرح کہ ہو گئی تھی تو..... یہ ماضی کی ایک حیرت انگیز داستان تھی اور اس کے بارے میں صحیح بات تو بابا سلانوس ہی بتا سکتا تھا کہ اس سوچ میں کون سا جذبہ شامل تھا لیکن سلانوس اس طرح غائب ہوا تھا کہ اس کا کوئی نام و نشان نہیں ملتا تھا، بار بار میں نے اس کی ضرورت محسوس کی تھی اور میرا دل چاہتا تھا کہ سلانوس بھی میرے ساتھ موجود ہو اور مجھے مشوروں سے نوازے لیکن سلانوس تو اس طرح غائب ہو چکا تھا جیسے کہ اس کا کوئی وجود ہی نہ ہو۔ پرسی فون گردن ہٹانے کچھ سوچ رہی تھی اور میں اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ تب میں نے آہستہ سے اس کے نزدیک پہنچ کر اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ دیئے اور دکھ بھرے لہجے میں بولا۔

"مجھے افسوس ہے پرسی فون کہ میں تمہاری خوشگوار اور خوشنما زندگی میں ایک دھبہ لگا چکا ہوں۔ میں نے تمہارے ذہن کی سفید چادر پر خواہ مخواہ گندگی ڈال دی ہے۔" میں نے پشمرہ لہجے میں کہا۔

"نہیں بیٹی اسے گندگی نہ کہو۔ یہ تو زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہوتا ہے۔ آہ نجانے کیوں یہ چمکدار پتھر تمہیں یہاں تک لے آیا۔ شاید چمکدار پتھر میری قسمت کی تاریکیوں میں اور زیادہ اضافہ کرے گا۔"

"لیکن کیوں پرسی فون تم ایسا کیوں سوچ رہی ہو؟"

"اس لئے بیٹی کہ میرے لئے ہونے والے مقابلوں میں جو لوگ شریک ہیں ان کے بارے میں میں نے بہت کچھ سنا ہے۔ تختِ العرش کے کونے کونے سے بہت سے لوگ آئے ہیں جنہیں اپنی ملاقات پر ناز ہے۔ تم بھلا ان سب کا مقابلہ کس طرح کر سکو گے؟"

"میں تمہاری محبت کے سہارے ان سے جنگ کروں گا پرسی فون۔ مجھ سے اس قدر بدلہ نہ ہو۔"

"نہیں۔ میں تمہیں ان سے جنگ کرنے کے لئے نہیں جانے دوں گی۔" پرسی فون نے کہا اور مجھے تعجب ہونے لگا۔ لڑکی تھوڑی سی دیر میں اس قدر متاثر ہو گئی تھی کہ اب وہ میرے لئے پریشان ہو رہی تھی۔

میں سوچتا رہا اور پرسی فون عجیب سی لٹا ہوں سے مجھے دکھتی رہی پھر میں نے پرسی فون سے کہا۔

"اس کے علاوہ کوئی حل بھی کیا ہو سکتا ہے پرسی فون؟"

"سوچو۔۔۔ کچھ سوچو۔ تم اگر چاہو تو میں خاموشی سے تمہارے ساتھ یہاں سے نکل چلنے کو تیار ہوں۔" پرسی فون نے ہلکے پھلکے کی اور میں حیران رہ گیا۔

یہ تو تاریخ میں ایک عجیب و غریب تبدیلی رونما ہو رہی تھی یعنی بے شمار لوگ پرسی فون کو حاصل کرنے کے لئے زندگیوں کا ہاتھ پاؤں لگانے کے لئے آئے تھے اور ایک ایسا شخص جو بذاتِ خود کچھ بھی نہ تھا جو ایک چرہ ہے کا بیٹا تھا اس کا دل جیتنے میں کامیاب ہو گیا تھا اور پرسی فون اس کے لئے سب کچھ ترک کر دینے کو تیار تھی۔

پرسی فون کے ساتھ کی لڑکیاں اب کافی دور چلی گئی تھیں اور اب قرب و جوار میں کوئی نہیں تھا۔ چنانچہ میں اس کا ہاتھ پکڑ کر ندی کے کنارے ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ پھر میں دھیرے سے کہا۔

”پرسی فون۔ تمہاری یہ پیکش میرے لئے دلکش ہے لیکن کیا شاہ اپنی بس تمہیں اس بات کے لئے معاف کر دے گا؟“

”نہ کرے۔۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ میں محسوس کر رہی ہوں کہ یہ چند لمحات میرے لئے بڑے دلکش ثابت ہوئے ہیں۔ یہ وہ لمحات ہیں جو میری زندگی میں کبھی نہیں آتے۔ میں نے اس انداز میں کبھی نہیں سوچا تھا۔ میں نے یہ بات کبھی کسی سے نہیں سنی تھی کہ کوئی پتھر کے سہارے چلتا ہوا یہاں تک آئے گا اور میری پورنی زندگی پر اس طرح قابض ہو جائے گا۔ میں تو اب یہ سوچ رہی ہو کہ اگر کسی نے مجھے حاصل کر لیا تو کیا میں ذاتی طور پر اس شخص کو قبول کر سکوں گی۔ نہیں ہو سکتی نہیں۔ یہ میرے لئے ناممکن ہے۔ تم مجھے بنا ڈاؤں کیا کرنا چاہیے۔ ہاں میں تمہارے لئے ایک ترکیب بھی اور کر سکتی ہوں۔“

”وہ کیا؟“

”اپنے کچھ تیر انداز متعین کر کے مختلف جگہوں پر چھپا دو اور ہر اس شخص کو ہلاک کر دو جو تجھ سے مقابلہ کرے اور تجھ پر حاوی نظر آئے۔“

”اور ہو۔۔۔۔۔“ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ”یہ تو بڑی بچکانہ سوچ ہے۔ ظاہر ہے تیر اندازوں کے چلائے ہوئے تیر دوسروں کو نظر آئیں گے۔“ میں نے کہا اور پرسی فون پریشان لگا ہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

”تو پھر تمہنی کچھ بتاؤ نا۔ میں نہیں چاہتی کہ تم مقابلہ کرو اور میں تمہیں کھو بیٹھوں۔ بس اب میں تمہارے سوا اس دنیا میں کسی کو نہیں چاہتی۔“

”پرسی فون میں تمہیں لے کر یہاں سے فرار ہو سکتا ہوں۔ شاہ اپنی بس میری تلاش میں کونے کونے کو کھنگال ڈالے مجھے اس کی بھی پروا نہیں میں تمہیں پوشیدہ رکھنے میں کامیاب رہوں گا۔ لیکن یہ تمہاری ہی ذمہ داری ہے اور میں اپنی محبت کی یہ توہین نہ چاہوں گا۔ میں تمہیں بزدلوں کی طرح لے کر نہیں بھاگ سکتا۔ میرے لئے موقع ہے پرسی فون کہ میں تمہیں اپنے بازوؤں کی طاقت سے جیتوں، اپنی زندگی کی بازی لگا کر جیتوں اور میں بزدل نہیں ہوں اس لئے تم سے آخری بار کہہ رہا ہوں کہ میں مقابلہ کروں گا اور تمہیں جیت لوں گا۔“

پرسی فون کی آنکھوں میں بہت زیادہ پیار امنڈ آیا تھا۔ پھر وہ آہستہ سے میرے نزدیک آئی اور اس نے میری گردن میں اپنے بازو ڈال دیئے اور میرے سینے پر سر رکھتے ہوئے بے حد ہفتہ باقی انداز میں کہنے لگی۔

”میرے محبوب۔ میں تمہاری کامیابی کے لئے دعا کروں گی۔“ اس نے گویا اعتراف کر لیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ تب میں نے اس کے شانے تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"نھیک ہے پرسی فون۔ اب ہماری ملاقات تمہارے اپنے محل میں شاہ اپنی بس کے سامنے ہوگی جہاں وہ تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے گا۔" میرن لہجہ میں بے پناہ مزاح تھا۔ پرسی فون نے میری پیشانی چومی، میری آنکھیں چومیں اور پھر آہستہ سے پیچھے ہٹ گئی۔

"نھیک ہے میرے محبوب۔ اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ میری دعاؤں میں تمہاری کامیابی پوشیدہ ہوگی۔"

"یقیناً۔" میں نے اس کے ہاتھ دبائے اور اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا پتھر اتارے دے دیا۔ اور بولا۔

"یہ پتھر دہنما پتھر ہے۔ اس پتھر نے مجھے تمہارا پتہ بتایا ہے، تم تک پہنچایا ہے۔ چنانچہ آج سے یہ تمہارے پاس رہے گا میری نشانی کے طور

پر اور میں تم سے اس وقت واپس آؤں گا جب ہم پہلی رات کی تنہائیوں میں یکجا ہوں گے۔"

پرسی فون نے پتھر ہونٹوں سے چوم لیا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا کافولوں کی لونیس کا نپ رہی تھی۔ تب وہ واپس پلٹ پڑی اور میں ہندی کے

کنارے کنارے اپنے ٹھکانے کی جانب چل پڑا۔

ساری رات پرسی فون میری نگاہوں میں گھومتی رہی نہ جانے کیا ہو گیا تھا پروفیسر۔ حسن و عشق کا جو صحیح مزہ میں نے چکھا تھا وہ یہی تھا۔ اس

سے قبل میں نے اس انداز میں عشق و محبت کے بارے میں سوچا تھا لیکن یہ سوچ اس سوچ سے بڑی مختلف تھی اور مجھے پہلی بار یہ احساس ہوا تھا کہ مجھ

سے مختلف لوگ کس طرح ایک دوسرے کو چاہتے ہیں بلاشبہ ان کی چاہت زباہ شہید ہوتی ہے کیونکہ آج میری اپنی خود ہی کیفیت تھی۔

مقابلے شروع ہو چکے تھے۔ ہائپون مجھے ان مقابلوں سے دور رکھنا چاہتا تھا اور یہ تو مجھے بعد ہی میں معلوم ہوا کہ وہ کس گہرے مقصد کے

تحت میرے ساتھ چالیس چل رہا تھا۔ سو جب مقابلے شروع ہوئے اور جتنے لوگ خیموں میں خیمہ زن تھے وسیع و عریض میدان میں پہنچ گئے۔ یہاں

مقابلے ہو رہے تھے تو وہاں ہائپون اور ہسکی شامل نہیں تھے۔ میں چونکا۔ رات کو بہت دیر سے سویا تھا اس لئے صبح دیر تک سوتا رہا اور ہائپون بدعاش نے

مجھے سونے دیا۔ اس نے مجھے جگانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ پھر میں خودی جاگا تھا اور لڑتے ہوئے وقت کو دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ ہائپون ایک کونے

میں بیٹھا اپنے پنجرے سے ایک لکڑی کو نوکدار انداز میں چھیل رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر مسکرایا۔

"تو اب ان رقاصوں کی محبت تمہارے سینے میں اس قدر گہرا رنگ اختیار کر گئی ہے کہ تم راتوں کو گراہش کرتے رہتے ہو۔" اس نے کہا اور

میرے ذہن میں پرسی فون ابھرائی۔ میں مسکرانے لگا تھا اور میں نے کہا۔

"ہاں ہائپون۔ تم نے مجھے ایک نئی دنیا سے روشناس کرایا ہے بات صرف غنا یہ تک ہی نہ تھی۔ بلاشبہ وہ کم سن اور حسین لڑکی تھی۔ یہاں

پر اس سے بھی زیادہ حسین لڑکیاں موجود ہیں۔"

"ہاں بالکل ہیں۔ وہ رقاصہ، غنا یہ تو ان کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے۔" ہائپون نے میری ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔

"لیکن ایک بات اور ہے ہائپون۔" میں نے کہا۔

"وہ کیا؟"

"میری سمجھ میں نہیں آتا۔ ہائپون ہم یہاں کسی اور مقصد کے تحت آئے ہیں اور تم مجھے ان رقاصوں کی جانب متوجہ کر رہے ہو۔"

"اس کی وجہ ہے بسکی۔" ہاپٹون نے کہا۔

"کیا وجہ ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"بات یہ ہے کہ یہاں جو لوگ جشن میں شرکت کے لئے آئے ہیں۔ وہ ان ہنگاموں کو اور جشن میں موجود مقالوں کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے بلکہ وہ صرف اپنے طور پر لطف حاصل کرنے آئے ہیں اور کر رہے ہیں۔ تم مجھے دیکھو کیا میرے انداز میں کہیں باپوسی اور کوئی ایسی حسرت نظر آئی کہ میں بھی سوچتا کہ کاش میں پرسی فون کے لئے مقابلہ کرنے والوں میں شامل ہوتا۔" ہاپٹون نے کہا۔

لیکن بسکی بہت زیادہ چالاک تھا۔ پروفیسر وہ دوستی میں کسی قسم کی مات کھانا نہیں چاہتا تھا۔ سو فوراً بولا۔

"تمہاری بات اور ہے ہاپٹون۔ تم تو میرے حق میں دستبردار ہو چکے ہو۔"

"ہاں اور تمہیں یہ مشورہ دیتا ہوں کہ تم دوسروں کے حق میں دستبردار ہو جاؤ۔" ہاپٹون نے جواب دیا اور میں تعجب سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"تم... تم پھر وہی بات کر رہے ہو جو کئی بار کر چکے ہو اور جس کا جواب میں نے ہمیشہ ہی میں دیا ہے۔ میں صرف اور صرف اسی کے لئے

مقابلہ کرنے آیا ہوں۔ ارے ہاں۔" مجھے جیسے کچھ یاد آیا اور میں دفعتاً چونک پڑا۔

"مقابلے تو آج سے شروع ہونے والے تھے۔"

"تھے کیا ہو چکے ہیں۔"

"کیا مطلب... میں نے اٹھل کر پوچھا۔"

"پرسی فون کے لئے بے شمار دیوانے جان دے چکے ہیں اور وہاں ایک ٹیم میں ایک حسین رقاصہ اس صاحب نظر کی منتظر ہے جو پرسی فون

یا حکومت کا دیوانہ نہ ہو۔ بس صرف اور صرف حسن و عشق سے لطف اندوز ہونا جانتا ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"میں نے اسے دیکھا ہے اس کا نام سمانا ہے اور کیا بتاؤں تم کو بسکی کہ جو ایک بار اسے دیکھ لے دو بارہ کسی کو دیکھنے کی آرزو نہ کرے۔ مجھے تو

تعجب ہے ان بد بختوں پر جو اس جیسی حسینہ کو چھوڑ کر پرسی فون کے لئے جان دینے کو آمادہ نظر آتے ہیں اور اس کے لئے میدان جنگ میں کود پڑے ہیں۔"

"تمہاری باتیں عموماً احمقانہ ہوتی ہیں اور میں نے کبھی ان سے اتفاق کیا ہے نہ کروں گا۔ بہر حال مقابلے تو ابھی شروع ہی ہوئے ہیں۔

میرا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ میں جب چاہوں ان میں شرکت کر سکتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"گو یا... گویا اب بھی تمہارے ذہن میں مقالوں کا سوا ہے۔"

"کیوں...؟ اب کیا ہو گیا۔"

"لل... لیکن۔" ہاپٹون کچھ بول نہ پایا۔

"ہاں... کیوں۔ کیا تمہارے خیال میں، میں نے خوفزدہ ہو کر اپنا ارادہ ترک کر دیا ہو گا؟" میں نے طنز یہ لہجہ میں سوال کیا۔

"خوفزوہ ہونے کی بات نہیں ہے بھائی۔ اگر تمہیں ایک جوان اور حسین عورت کی جستجو ہے تو یہاں ایک نہیں ایک سو ایک عورتیں تمہیں مل سکتی ہیں۔"

"ان ایک سو ایک میں سے مجھے صرف ایک ورکار ہے اور وہ ہے پرسی فون۔" میں نے جواب دیا۔

"گویا غنا نے تمہارے ذہن پر کوئی اثر نہیں کیا؟"

"نہیں۔ بلاشبہ وہ ایک حسین لڑکی تھی، محبت کرنے والی، لیکن اس کے انداز میں بازاری پن تھا اور وہ پوری زندگی مجھ سے منسلک رہنا بھی

نہ چاہتی تھی میرے دوست ہانچوں اور نہ میں اس سے۔"

"تو پھر نانا کو دیکھو۔"

"جتنوں کو دیکھ لیا جائے ہے کار ہے، بے مقصد ہے۔ آؤ اب مقابلے دیکھیں گے۔"

"گویا اب تک میں نے جو کچھ کیا ہے وہ بے مقصد رہا۔"

"کیا کیا ہے تم نے؟"

"جو کچھ کیا ہے میرے بھائی اس میں مجھے بڑی ہی خرابی نصیب ہوئی ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"میں نے غنا یہ کو اس بات پر آمادہ کیا تھا اور اسے الگ سے ایک بڑی رقم بھی دی تھی کہ وہ تم پر اپنی محبت کا فریب زائل دے اور تم اس وقت

پرسی فون کو نہ دیکھنے پاؤ۔ جب اس کا ویدار کر دیا جائے اور تم غنا کی محبت میں گرفتار ہو کر اپنے مشن کو بھول جاؤ۔ یہی میرا مقصد تھا۔"

"گویا اپنی دانت میں تم نے مجھے پرسی فون کے دیدار کے محروم رکھا۔"

"ہاں۔"

"اور اس کی وجہ کیا تھی میرے دوست؟"

"یہ کہ تم بلاوجہ ایک نئی مصیبت میں پھنس جاتے۔ پرسی فون شکل و صورت کی جیسی ہے کم از کم ان حسیناؤں سے اچھی نہیں ہے۔ سو میں نے

سوچا کہ وقت ضائع کرنے کی بجائے بہتر یہی ہے کہ تم اس کی جانب مائل نہ ہو۔"

"لیکن اس سے تمہیں کیا فائدہ ہوا ہانچوں؟" میں نے اس کی بات کا برامانے بغیر مسکرا کر پوچھا۔

"فائدہ.....؟" ہانچوں نے دانت پیٹتے ہوئے کہا۔ "فائدہ صرف یہ تھا کہ میں تمہارے باپ ہیڈ سن سے وعدہ کر کے آیا تھا کہ تمہیں پرسی

فون کے چکر میں نہ پھنسنے دوں گا اور اگر میں یہ وعدہ نہ کرنا تو بلاشبہ تمہارا باپ تمہیں کبھی اس جشن میں شرکت کی اجازت نہ دیتا اور میں تمہاری ہم جلسی

سے محروم رہ جاتا۔"

"انسوس تم نے غلطی کی، اگر تم اس سلسلے میں مجھ سے مشورہ کر لیتے تو میں تم سے کہتا کہ الطمینان سے جشن کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ میں کچھ

وقت کے بعد تم سے قنطوں گا۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"ظاہر ہے اگر میرا ہاپ مجھے اس جشن میں شرکت سے روکتا تو میں چھپ کر یہاں آجاتا۔"

"وہ کس طرح؟"

"وہ اس طرح کہ بھینڑوں کا گلہ لے کر پہاڑوں میں جاتا اور پھر وہاں سے گھر نہ جاتا اور سیدھا جشن میں شامل ہو جاتا۔"

"گو یا تم اپنے ارادے میں اس قدر پر عزم تھے۔"

"تھا نہیں ہوں۔" میں نے جواب دیا اور پھر بولا۔ "چلو آؤ اب ہم مقابلے دیکھیں گے۔"

"اور اتنا۔ میرے بھائی۔ ایک نظر دیکھ لو اسے، اگر پسند نہ آئے اور پرسی فون پر ہزار بار مزہج نہ دو تو میرا نام ہاپٹون سے بدل کر کچھ اور رکھ دینا۔"

"افسوس ہاپٹون۔ پرسی فون سے رات کو میرا سامنا ہو چکا ہے۔"

"رات کو...؟" ہاپٹون نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں۔"

"لیکن... کیسے؟"

"یہ سب فضول باتیں ہیں میرے دوست، بس تم یہ سمجھ لو کہ وہ پورے خلوص سے مجھ سے شادی کرنے پر آمادہ ہے۔ اگر آج یہ مقابلے

ترک کر دیے جائیں تو وہ انتہائی محبت سے میرا ہاتھ تھام لے گی۔"

"کیا... کیا کبہر ہے ہو۔؟" ہاپٹون نے تعجب سے پوچھا۔

"بالکل سچ کبہر ہا ہوں میرے بھائی۔ یہ نندی جس کے کنارے ہم نے خیمہ لگایا ہے، اور تک چل جاتی ہے اور وہاں جہاں خیموں کا شہر ختم

ہو جاتا ہے ایک انتہائی کونے میں جا کر ایک بہت بڑا خیمہ ایسا تہ ہے جس کے چاروں طرف اس قسم کے انتظامات کر دیئے گئے ہیں کہ وہاں کوئی پہنچ

نہ سکے اور وہ خیمہ پرسی فون کا ہے لیکن نندی کے کنارے کنارے چلنے والوں کی پہنچ سے وہ خیمہ دور نہیں ہے۔ باآخریہ نندا نندی پرسی فون تک پہنچا دیتی

ہے۔ اس نندی میں موجود ایک تیز چمکدار پتھر میرا رہ نما بن گیا تھا اور اس نے مجھے نندی کے نزدیک لے جا کھڑا کیا۔ وہ ٹھنڈی اور میں نے اس کی جستجو

کی اور تب نوجوان اور حسین شہزادی نے مجھ سے محبت کا اظہار کیا اور کہنے لگی کہ اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ تخت العزنی کے کسی بھی گوشے تک

جانے کو تیار ہے۔ مقابلہ کرنے والوں کو مقابلہ کرنے دیا جائے اور ہم یہاں سے بہت دور نکل جائیں۔ لیکن میں نے اسے اس حیثیت سے قبول نہیں

کیا۔ میں نے اس سے کہا کہ میں شاد اہی اس کے عہد کو پورا کرنے کے بعد اسے پانا پسند کروں گا اسے بہ گالے جانا میں پسند نہیں کرتا کیونکہ یہ محبت کی

توہین ہے میں اسے دلیرانہ طور پر حاصل کروں گا۔ میں اس کے لئے مقابلہ کروں گا اور اپنے مقابلوں کو شکست دے کر اس کا جائز مالک بن جاؤں گا۔

یہ میرے محبت کا ثبوت ہوگا۔ تب دراضی ہو گئی حالانکہ اس نے یہ تجویز بھی پیش کی تھی کہ وہ اپنے تیر اندازوں کو جمع کر لے گی جو مجھ سے مقابلہ کرنے

والوں کو نفیہ طور پر ہلاک کر دیں لیکن میں نے اس کی تجویز قبول نہیں کی۔ کیونکہ میں بڑولی کا کوئی نشان چھوڑنا نہیں چاہتا۔ سو میرے دوست ہاپون اگر تم مجھے بزدل بنانے کی کوشش کرو تو یہ تمہاری حماقت ہوگی اور میں نے یہ حماقت اپنی پسندیدہ شخصیت پرتی فون کے سامنے کرنا بھی پسند نہیں کی اور نہ ہی میں اسے مناسب سمجھتا ہوں۔"

ہاپون سرپکڑ کر بیٹھ گیا۔ کافی دیر وہ اسی حالت میں گرون جھکائے بیٹھا رہا پھر اس لہجے میں گویا ہوا۔

"انسوس۔ صدانسوس۔ اب تو میری کوئی حیثیت ہی نہ رہی۔ لیکن میں جو کچھ کہہ آیا تھا اس میں نیچا بنوں گا۔ تمہیں مقابلوں سے روکنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔ لعنت ہے سنا تا پراور لعنت ہے غنا یہ پر جو اتھی خاصی رقیں وصول کرنے کے باوجود میرے مقصد میں مجھے کامیاب نہ کرا سکیں۔" ہاپون بہت زباہ پریشانی کا اظہار کر رہا تھا اور مجھے اس کی پریشانی پر ہنسی آ رہی تھی۔

کافی دیر تک وہ بیٹھا ہی انداز میں خود پر لعنت ملامت کرتا رہا اور میں جشن کے سلسلے میں تیار یاں کرنا رہا۔ پھر میں نے اس سے کہا۔

"ہاپون۔ اگر تم میرے ساتھ جانا نہیں چاہتے تو میں تنہا ہی جا رہا ہوں۔" میں نے کہا اور کھڑا ہو گیا۔

"ارے بھائی۔ ارے بھائی ذرا کچھ تو سن لے میری، کچھ تو میری عزت کا خیال کر۔"

"ہاپون۔ مجھے انسوس ہے کہ تم کیسے دوست ہو جو مجھے میرے مقصد میں کامیابی کی وعادینے کی بجائے عورتوں کی طرف متوجہ کر رہے ہو۔

تم ایسے منہ بنا رہے ہو جیسے تمہارا جوان بیٹا مر گیا ہو۔"

"ارے بھائی اس وقت تو تو میرے نو جوان بیٹے کی ہی مانند ہے میں تیرے ہاپ۔ ہیڈ سن سے یہ وعدہ کر چکا ہوں کہ میں تجھے مقابلے میں

حصہ نہ لینے دوں گا اور تیرے ذہن سے یہ بیخظ نکال دوں گا اور اس کے لئے میں نے کیا کچھ نہ کیا۔ میں نے تجھے پرتی فون کے ویدار سے روک رکھا صرف اس لئے کہ تیرا عزم اور پختہ نہ ہو جائے اور تو ان مقابلوں میں حصہ نہ لے سکے۔"

"اور اب؟" میں نے سوال کیا۔

"اب تو میرے ہاتھ میں کچھ نہ رہا۔" ہاپون نے جواب دیا۔

"تو میں نے کہا نا کہ اگر تمہارے ہاتھ میں کچھ نہیں رہا تو تم خوشی سے میرا ساتھ دو اور اب میں چلتا ہوں کیونکہ اس سے زیادہ اصرار میرے

نزدیک حماقت ہے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ پرتی فون کے لئے مقابلہ کرنے والوں کا طریقہ کار کیا ہے اور وہ کس انداز سے جنگ کرتے ہیں اور ہاں یہ مقابلے کب تک جاری رہیں گے۔" میں نے سوال کیا۔

ہاپون چاروں چار میرے ساتھ باہر نکل آیا تھا۔ اس نے میری بات کا فوراً کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ پھر بولا: "اس وقت تک عزیز دوست

بہت تک کہ جیتنے والا صرف ایک نہ رہ جائے۔"

"ہوں۔" میں نے کہا۔ "تو پھر آؤ چلیں۔"

"چلو۔" ہاپون نے کہا اور ہم تیزی سے اس جانب چلنے لگے جہاں خیموں کا پورا شہر موجود تھا۔ براہی رش تھا اور اس رش سے گزر کر اندر

داخل ہونا بڑا ہی مشکل کام تھا لیکن بہتر بات یہ تھی کہ یہ میدان بلند و بالا پہاڑوں کے درمیان واقع ہوا تھا اور جو لوگ انسانوں کے سروں پر سے نگاہیں نہ جما سکتے تھے وہ پہاڑوں پر چڑھ گئے تھے اور ان پہاڑوں سے وہ میدان میں ہونے والے مقابلوں کو بخوبی دیکھ رہے تھے۔ فاصلہ تھوڑا سا زیادہ ہو گیا تھا لیکن وہاں سے بہتر طریقے سے دیکھا جاسکتا تھا۔ سو ہم نے ایک ایسے ٹی ٹیلی کا انتخاب کر لیا۔ یہاں اور بھی بے شمار لوگ موجود تھے، میدان جنگ میں حکومت کے خواہش مند بے شمار نمونہ لوگ مقابلے کی تیاریاں کر رہے تھے اور کچھ مقابلہ کر رہے تھے۔ تلواریں، نیزے، کلہاڑے جو تحت العزنی میں مختلف ساخت کے تھے لیکن ان کا استعمال بیرونی دنیا سے مختلف نہیں تھا وہ ایک دوسرے پر بہت لے جانے کی کوشش میں مصروف تھے، لڑنے والے اپنے مقابل کو شکست دینے، قتل کرنے یا پھر زخمی کرنے کے علاوہ اور کچھ نہ چاہتے تھے اور یہ ہو رہا تھا، طاقتور مقابل کمزور مقابل کو میدان سے باہر نکال رہا تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ایک مقابل نہیں تھا بلکہ کئی کئی مقابل تھے جو ایک سے جیت جاتا تو فوراً دوسرے سے مقابلے شروع کر دیتا۔ زخمیوں کو اور لاشوں کو اٹھانے کا معقول انتظام موجود تھا۔ مرنے والوں کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ انہیں اٹھا کر نہ جانے کہاں ڈال دیا جاتا تھا، ان کو لے جانے کے لئے ایک راستہ بنا ہوا تھا۔

شاہ اپنی ٹیس پتھروں کے ایک بلند تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے نزدیک اس کے امرا بھی تھے۔ وہ بڑی دلچسپی سے یہ مناظر دیکھ رہا تھا۔ وہ مرنے اور بھدے جسم کا ایک اچھے خدو خال کا فٹنس تھا جس کے چہرے پر درندگی اور سٹاک کی ساف نمایاں تھی۔ گویا وہ ان مقابلوں میں بہت دلچسپی لے رہا تھا۔

میں اور ہائپون ان سارے مناظر کو دیکھتے رہے، مقابلوں کے لئے کوئی باقاعدہ تنظیم نہیں تھی بس جو شخص چاہتا میدان میں آ جاتا اور مقابلوں میں شریک ہو جاتا۔ میرے نگاہ کسی ایسے شخص کو تلاش کر رہی تھی جو اب تک حاوی چلا آ رہا ہوں اور میں نے محسوس کیا کہ کئی آدمی تھے جو اپنے مقابل کو شکست دے کر دوسروں سے جنگ کرنے لگے تھے۔ ”لیکن اس کا طریقہ کار کیا ہے؟“ میں نے ہائپون سے سوال کیا اور ہائپون چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

”اس قتل و غارت گری کے مقابلے میں تم مجھ سے پوچھ کچھ کر رہے ہو۔“ اس نے برا سامنے ہناتے ہوئے کہا۔

”ظاہر ہے تم بھی ان میں شریک ہو، مقابلے دیکھنے کے لئے آئے ہو۔“ میں نے سوال کیا۔

”حالت مجبوری۔“ ہائپون نے جواب دیا۔ ”ورنہ مجھے خون خرابے سے زیادہ حسن و عشق کی چاشنی پسند ہے، اب بھی چاہتا ہوں کہ اتنا تک پہنچنے کے راستے نکل سکتے ہیں۔“ ہائپون نے کہا اور مجھے غصہ آ گیا۔

”مجھے تبہ نہیں آتا ہائپون کس قسم کے انسان ہوں۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میرا غزم ہے کہ میں مقابلوں میں حصہ ضرور لوں گا اور جب مر جاؤں گا تو میری لاش، نمبی لاشوں کی طرح اٹھوا کر پھینکوا دی جائے گی۔ زخمی ہوا تو کسی طبیب تک پہنچ جاؤں گا۔ تم اگر جانا چاہو تو مجھے یہاں سے اٹھا کر لے جانا۔ لیکن بار بار میرے جذبات کو مجروح کرنے کی کوشش نہ کرو۔“ میں نے شدید غصے میں کہا اور ہائپون کھسیا گیا۔

”اوہو۔ تو رنگ اتنا گہرا ہے میرے دوست۔“

"ہاں۔ بے حد۔" میں نے جواب دیا۔

"تب میں تمہاری ناپسندیدگی کو کیوں مول لوں جبکہ میرے جیسے دس آدمی... مل کر اسے نہیں انار سکتے۔" ہانپوں نے خود کو سنبھالنے ہوئے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کاش تم یہ بات پہلے سمجھ لیتے تو بلاوجہ میرا ذہن تمہاری طرف سے اتنا خراب نہ ہوتا۔"

"ٹھیک ہے میرے دوست۔ اب تم اپنے ذہن کو تہدیل کر لو میں تمہیں اب ان مقابلوں سے نہیں روکوں گا لیکن کچھ مشورے ضرور دوں گا۔"

"کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"مطلب یہ کہ تمہیں کیا ضرورت ہے کہ تم ابھی سے جا کر مقابلوں میں شریک ہو جاؤ اور بلاوجہ ایک کی بجائے دس آدمیوں سے مقابلہ کر دو۔ اس سے کیا فائدہ۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔" میں نے کہا۔

"سمجھنے کی کوشش کرو۔ جو لوگ ابتدا میں مقابلے میں شریک ہو گئے ہیں میرا خیال ہے وہ خسارے میں رہیں گے۔ وہ آج شام تک لڑتے رہیں گے اور اگر وہ دوسروں پر بھاری رہے تو کل انہیں دوبارہ مقابلہ کرنا پڑے گا۔ سورت حال یہ ہے کہ مقابلہ کرنے والے ایک ایک کر کے زخمی یا قتل ہوتے چلے جائیں گے اور پھر جو آخر باقی رہ جائیں گے وہ مقابلہ کریں گے گویا ایک مقابلہ شروع ہی سے حاوی رہا تو پھر اس مقابلے کو سب سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اس کے برعکس میرے ذہن میں ایک اور ترکیب ہے اور میرا خیال ہے کہ ہر کھمدار آدمی وہی کرے گا۔" ہانپوں نے کہا اور میں نے جلدی سے پوچھا۔

"کیا....." میں ہانپوں کی باتوں میں کافی حد تک دلچسپی لے رہا تھا۔

"اطمینان سے بیٹھو اور اس وقت کا انتظار کرو جب مقابلے ختم ہونے پر آئیں۔"

"تو پھر.....؟"

"تو پھر یہ کہ تم صرف اس آدمی سے مقابلہ کرنا جو تمام مقابلوں کو شکست دیکر تیار رہ گیا ہو اور اپنا مٹانی کسی کو نہ بھٹاتا ہو۔ اس طرح تمہیں اپنی پوری قوت مجتمع کر کے صرف ایک شخص سے مقابلہ کرنا پڑے گا اور وہ شخص بے شمار لوگوں سے لڑ چکا ہوں اس لئے تھک گیا ہوگا۔ اس تھکے ہوئے آدمی سے مقابلہ کرنے کے لئے تم اپنی قوت صرف کر دینا اور میرا خیال ہے کہ یہ بات یہاں کے قانون کے خلاف نہیں ہوگی۔ یعنی تم اس مقابلے میں باآسانی حصہ لے سکتے ہو جو آخری ہو۔" ہانپوں نے کہا اور میں ہانپوں کے بارے میں سوچنے لگا۔ ہانپوں بلاشبہ ایک چالاک آدمی تھا نجانے دوسرے لوگوں نے یہ بات کیوں نہ سوچی تھی حالانکہ اگر یہ بات سچی جاتی تو شاید مقابلے کے لئے ایک بھی شخص میدان میں نہ آتا۔ یہ تو بڑی دلچسپ بات ہے۔" میں نے ہانپوں سے مکمل اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

"بلاشبہ ہانپوں تمہارا ذہن سازشوں میں اور چالوں میں اپنا مٹانی نہیں رکھنا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہ ہے کہ جب کوئی ناوان درست پیچھے پڑی جائے تو اس کا ساتھ دینا ہی پڑتا ہے۔" ہاپٹون نے منمنہل لہجے میں کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ ہاپٹون کی یہ تجویز مجھے بے حد پسند آئی تھی۔

ہم لوگ اس وقت تک مقابلے دیکھتے رہے جب تک شاہ اپنی ٹیس نے مقابلے بند کرنے کا اعلان نہ کر دیا۔ یعنی اب آرام کا وقت تھا اور جسے میں دوسرا دن کہتا تھا اس دن مقابلے دوبارہ شروع ہو سکتے تھے یعنی آج کے مقابلے ختم ہو گئے تھے۔ ان مقابلوں میں باقی رہنے والے صرف چودہ افراد تھے اور ان چودہ میں سے چھ ایسے تھے جو اپنے مقابلوں کو ٹکست دیتے رہے اور کامیاب دکھانے تھے۔ یہ سب کے سب بڑے قوی بیگل اور خوشنظر نظر آ رہے تھے۔ ان کے جسم کی پھرتی دیکھنے کے قابل تھی۔ اگر انہیں اجازت دی جاتی کہ مقابلہ اس وقت تک جاری رکھا جائے جب تک صرف ایک شخص باقی نہ رہ جائے تو میرا خیال ہے کہ وہ پیچھے نہ ہتے۔ لیکن شاہ اپنی ٹیس سکون سے فیصلہ چاہتا تھا۔ چنانچہ مقابلوں کا دوسرا دور شروع ہوا اور وہ بھی اسی انداز میں ختم ہو گیا۔ یعنی آج ان چودہ افراد میں صرف دو افراد باقی بچے تھے۔ باقی سب نئے ادگ آچکے تھے۔ پیشہ لوگ تھے جو مقابلوں کے لئے تیار ہیں کر کے آتے تھے اور ان ہلاک ہونے والوں اور زخمیوں سے سبق نہیں لے رہے تھے۔

اس دوران ہاپٹون مسلسل کوشش میں مصروف رہا تھا کہ مجھے سمجھائے اور ہار رکھنے کی کوشش کرے لیکن میرے ذہن میں تو پرسی فون ہی ہوئی تھی یقیناً وہ سوچ رہی ہوگی کہ ابھی تک میں میدان میں نہیں آیا۔ حالانکہ میں نہیں جانتا تھا کہ پرسی فون ان مقابلوں کو دیکھنے کے لئے آتی ہوگی یا نہیں لیکن میں اب اس کے سامنے اس وقت تک نہیں جانا چاہتا تھا جب تک میں کوئی خاص حیثیت اختیار نہ کر لوں۔ بار بار جا کر اسے متاثر کرنا نہیں چاہتا تھا اور نہ ہی خود اکتانوں کا شکار ہونا چاہتا تھا۔ یقینی طور پر وہ ان مقابلوں کو دیکھ کر بد دل ہوگئی ہوگی اور جب کہ میں اس کے پاس جاؤں گا تو وہ مجھے انہی باتوں کے لئے مجبور کرے گی جن کا کرنا میرے لئے پسندیدہ نہ ہوگا۔ بالآخر اس طویل بیگانگی کے بعد وہ وقت آ گیا جب صرف دو مقابل ایک دوسرے سے نہر آزارہ گئے۔

اور ہوا یوں کہ اپنی ٹیس نے فوری طور پر اعلان کر دیا کہ اب جتنے لوگ مقابلے میں شریک ہونا چاہیں تو ہو جائیں کیونکہ جشن کے ایام ختم ہو رہے ہیں اور مقابلے میں شرکت کی اجازت صرف انہیں دینی جائے گی جو پہلے سے اعلان کر دیں گے۔

تو وہ وقت آ گیا تھا جب مجھے اس مقابلے میں شریک ہو جانا تھا۔ سو میں بھی کھڑا ہو گیا اس مقابلے میں۔

ہاپٹون نے منمنہل انداز میں مجھے دیکھا اور مونہہ سے ایک لفظ بھی نہ کہا اور وہ بڑا بد دل نظر آ رہا تھا لیکن میں نے اس کی پروا نہ کی۔

آخری بار جو آدمی آئے تھے ان کی تعداد کل آٹھ تھی۔ وہ آدمی تو وہ تھے جو مقابلہ کر رہے تھے۔ سوکل تعداد دس تھی اور اب انہیں دس آدمیوں میں مقابلہ ہوتا تھا جن میں میں بھی شامل تھا۔

ان دس آدمیوں کا فیصلہ ہونے میں زیادہ دیر نہ لگتی لیکن شاہ اپنی ٹیس نے کچھ نئے قوانین وضع کر دیئے۔ جن کے تحت صرف دو آدمیوں کو

مقابلے کے لئے میدان میں رہنا تھا۔ وہ اس مقابلے کو بکچھ اور دلچسپ بنانا چاہتا تھا۔ کیونکہ مقابلہ اب آخری دور میں داخل ہو گیا تھا۔

میری ہارنی ابھی نہیں تھی۔ صرف وہ دو مقابل میدان جنگ میں تھے جو پہلے سے مقابلہ کر رہے تھے۔ دونوں بہت پھر تیلے تھے۔ اس کے

عائدہ خنخوار بھی تھے۔ میں دائیں آگیا تھا اور اس بار میں باپوں کے نزدیک نہیں گیا تھا بلکہ خود اس سے بچنے کی کوشش میں لوگوں کی بھیڑ میں داخل ہو گیا تھا۔

میں ایک جگہ جا کر کھڑا ہو گیا۔ تب میں نے دیکھا کہ ایک دبلا پٹلا سانو جوان سا خوبصورت سا آدمی میرے نزدیک آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے میری جانب دیکھا اور آہستہ سے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"میرا نام فیروز نا ہے۔" میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"کیا چاہتے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"نم سے اہم گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"ٹھیک۔" میں نے کہا اور اس نے آہستہ سے گردن بلا دی۔ وہ شخص مجھے دوسرے لوگوں سے ہٹا کر کچھ فاصلے پر لے گیا اور کہنے لگا۔

"تم میں سے کسی بھی شخص کو میں اپنی مقصد براری کے لئے آمادہ کر سکتا ہوں اور اس کے لئے تمہارا ہی انتخاب کیا

ہے۔" اس کا لہجہ پراسرار تھا اور انداز بڑا ہی قہجہ خیز۔ میں نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا، بلاشبہ خوبصورت نو جوان تھا لیکن اس کے چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی اور بدن بہت ہی دبلا پٹلا تھا۔

"میں پھر تم سے یہی سوال کروں گا کہ کیا چاہتے ہو؟" میں نے کہا۔

"میرے دوست میں جانتا ہوں کہ یہاں بے شمار لوگ مقابلوں میں حصہ لینے کے لئے آئے ہیں۔ بہتوں نے جان گنوائی اور بہت سے

زخمی ہوئے لیکن ان سب کے ذہنوں میں صرف ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے اپنی نسل کی حکومت کا حصول اور اگر حکومت کے ساتھ انہیں پری فون بھی

مل جائے تو کون ہے جو اس حسین کو نظر انداز کرنے کا۔ لیکن میرے دوست مجھے ایک صاحب دل کی تلاش ہے۔ سوا جرایہ ہے کہ میں بہت چھوٹی سے عمر

کے اس وقت سے جب مجھے حسن و عشق کا کوئی احساس بھی نہ تھا۔ میں پری فون کو چاہتا ہوں اس سے محبت کرتا ہوں لیکن میرے حالات اور میرے جسم

نے مجھے اس کی اجازت نہیں دی کہ جب پری فون کے حصول کا وقت آئے تو میں ان بہادروں سے نہرود آتما ہوں جو اسے حاصل کرنے کے لئے

آئے ہیں لیکن میں نے اپنے علم کی قوتوں کو اس قدر بڑھالیا کہ میں کسی کو بھی اپنی جانب سے کھڑا کر سکتا ہوں اور اسے کامیاب بنا سکتا ہوں۔ یہ نظم

البدل تھا میری جسمانی قوتوں میں کی کا۔ سو میں اس کام کے لئے تمہیں منتخب کرتا ہوں اور سنو ایک پیکش بھی کرتا ہوں وہ یہ کہ جب تم مقابلے میں

کامیاب ہو جاؤ اور قانون کے مطابق پری فون کے مالک بن جاؤ تو مجھے اپنا آقا تسلیم کر کے یہ اعلان کر دینا کہ تم نے میرے لئے جنگ کی تھی اور تم

میرے کاس ہو۔ اور جب پری فون میری ملکیت بن جائے گی اور اس کا مالک ہونے کی حیثیت سے میں اس حکومت کا مالک بن جاؤں گا تو تمہیں

حکومت کی وادامہ ذمے داریاں سونپ دوں گا جن کے تحت تم مجھ سے کم درجہ نہ رکھو۔ یعنی حکومت کے حصول کی خواہش جو تمہارے ذہن میں پرورش پا

رہی ہے اور تمہیں یہاں تک لے آئی ہے اس انداز میں پوری ہو جائے گی۔ تم تحت اثر کی میں جہاں تک اپنی نسل کی حکومت ہوگی جو کچھ چاہو گے

کرنے کے لئے آزاد ہو گے اس زمین کی حسین عورتیں تمہاری غلام ہوں گی اور اس زمین کا چہرہ چہرہ تمہارے زیرِ تخت ہوگا۔ گویا اصل حکمران تم ہو گے۔

میں تو صرف پرسی فون کا شوہر ہوں گا..... اور میرے دوست میرے یہ خواہش ناجائز نہیں ہے کیونکہ میں بچپن سے اسے چاہتا ہوں اور اسے حاصل کرنے کے خواب دیکھتا رہا ہوں۔ میری بدبختی کہ میں اس قدر طاقتور نہ بن سکا کہ اس کے مقابلے میں براہ راست حصہ لے سکوں۔“

”تو کیا تمہارا علم تمہاری ہیبت میں تبدیل نہیں کر سکتا؟“ میں نے سوال کیا۔

”نہیں۔ میں اپنے لئے اپنے علم سے کچھ نہیں کر سکتا۔ ہاں دوسرے کو میں ناقابل تخییر بنا سکتا ہوں یہی میرا علم ہے۔“ اس نے جواب دیا۔

”لیکن میرے خیال میں تمہارا یہ علم بالکل ناکارہ ہے جو تمہیں بذات خود کچھ نہ دے گا اور تم دوسروں کے محتاج ہو۔“

”میں محتاج نہیں ہوں لیکن بس یہ علوم کی بوجہ کیا ہیں، میں اپنے لئے وہ کچھ نہیں کر سکتا بلکہ دوسروں سے کر سکتا ہوں؟“

”اور تم پرسی فون کو چاہتے بھی ہو؟“

”ہاں۔“

”اور کیا وہ بھی تمہیں اسی انداز سے چاہتی ہے جس طرح تم؟“

”نہیں۔ وہ ایک مغرور شہزادی ہے حالانکہ وہ مجھے اچھی طرح جانتی ہے لیکن اس نے کبھی مجھ سے التفات کا اظہار نہیں کیا اور ہمیشہ مجھے

ایک عام حیثیت دیتی رہی۔“

”لیکن میرے دوست میں تمہیں بھی وہ حیثیت نہیں دے سکتا کیونکہ میں خود بھی پرسی فون کو چاہتا ہوں۔“

”کیا مطلب؟“ اس نے خواہ مخواہ لگا ہوں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

”ہاں اگر تم اپنے علم کے ذریعے ان لوگوں کو شکست دے سکو تو پرسی فون مجھے دے دینا اور حکومت تم خوولے لینا۔ میں اس پر تیار ہوں۔“

میں نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا اور وہ مجھے گھورنے لگا۔ پھر اس نے زہریلے لہجے میں کہا۔

”یہ تو تمہاری خوش بختی تھی کہ میں تمہاری مدد پر آمادہ ہو گیا لیکن شاید تمہاری بد نصیبی تمہاری ذات پر مسلط ہے۔ ٹھیک ہے ٹھیک ہے وقت کا

انتظار کرو تم ویکھو گے ان میں سے صرف وہ شخص کامیاب ہوگا جو میری شرائط قبول کرے گا۔“ وہ آگے بڑھ گیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

خوب عاشق تھا یہ بھی جو دوسروں کے ذریعے اپنے محبوب کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔

☆☆☆☆

فیرونا لگا ہوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ جیسا کہ اس نے کہا تھا کہ وہ اپنے علم کی قوت سے کسی بھی شخص کو فاتح بنا سکتا تھا۔ چنانچہ یہی کہا جا سکتا

تھا کہ اب وہ کسی دوسرے شخص کا انتخاب کرے گا اور گویا میرے مقابلے پر کوئی ایسی قوت ہوگی جس کے ساتھ فیرونا کا علم بھی شامل ہوگا۔ میں نے

لڑنے والوں کو دیکھا وہ ایک دوسرے کو ہر قیمت پر زیر کرنے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔

اور یہ اتفاق تھا کہ میری نگاہ اس شخص پر پڑ گئی جس کے نزدیک، بااقتدار فیرونا کھڑا ہوا تھا۔

وہ شخص بڑے پرتپاک انداز سے فیرونا سے گفتگو کر رہا تھا اور پھر اس نے بڑی گرم جوشی سے فیرونا سے ہاتھ ملایا تھا۔ گویا معاملہ پکا ہو گیا۔

خوب.... اب ذرا اس شخص کے کارنامے بھی دیکھ لئے جائیں اور اندازہ لگایا جائے کہ فیروز، جس کا مددگار ہے، وہ کیا کارنامے سرانجام دیتا ہے۔ یہ شخص میدان جنگ میں اترا ہی چاہتا تھا لیکن فیروز ناکی پیشکش پر وہ بہت جلد راضی ہو گیا تھا۔ گویا دو پرسی فون کو فیروز نا کے حوالے کرنے پر تیار ہو گیا تھا۔ یا پھر اس نے سوچا ہوگا کہ وعدہ کر لینے میں کیا حرج ہے، اس کے ہتھیار سے فاتح بنائیں گے اور وہ کہہ دے گا کہ فیروز نا کے علم کو تو اس نے آواز ہی نہیں دی تھی اور عمدہ طریقہ ہے یہ۔

تب میں نے اسے جنگ کرتے دیکھا۔ عمدہ لڑاکا تھا، شاندار جنگ کر رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے اپنے مقابل کی گردن اتار دی اور اس کی تلوار سے خون کے قطرے ٹپکنے لگے۔ وہ خوش ہو کر زور زور سے ہلکارا ہلاتا تھا۔

”اور کون ہے ہشار کا مقابل؟“ اس کی لٹاکار میدان میں گونج اُٹھی لیکن مقابلہ کرنے والوں کی کیا کمی تھی۔ سب کے سب اپنے زعم میں تھے۔ فوراً ہی دوسرا مقابل آ گیا اور ہشار نے اپنی ہلکار ہالکی۔ ہتھیار گونجی اور اس بار ہشار نے معمولی سے مقابلے کے بعد اپنے مقابل کو سخت زخمی کر دیا۔ یعنی وہ اس قابل نہ رہا کہ مقابلہ جاری رکھ سکے اور بہت جلد ہشار کی آواز پھر ابھری۔

بلاشبہ اگر یہ فیروز نا کی قوت تھی تو خوب تھی اور اگر یہ جوان بذات خود اتنی عمدہ کارکردگی کا حامل تھا تو قابل وار تھا۔ بہت ہی مختصر وقت میں اس نے پانچ مقابلے منحنہ کر دیے اور اس کی تلوار کا رنگ سرخ ہو گیا اور اب اسے نئے خون کی تلاش میں تھا۔

میں نے سوچا کہ بس اب مجھے عمل کے میدان میں اترا آنا چاہئے۔ چنانچہ اس بار اس کی لٹاکار میں نے قبول کی تھی۔ میں میدان میں نکل آیا۔ میرے دوست ہاپون کو میری اس کارروائی کے بارے میں کوئی علم نہ تھا۔ اگر وہ اس وقت مجھے دیکھ رہا ہوگا تو یقینی طور پر شدید اضطراب کا شکار ہو گا کیونکہ اس نے اس شخص کی جس کا نام ہشار تھا، کارروائی دیکھ لی ہوگی اور اندازہ لگا رہا ہوگا کہ اس نے اپنے تمام رقیبوں کو شکست فاش ہی ہے۔ اور اس وقت میرا اس شخص کے سامنے آ جانا ہاپون کی نظر میں ایک صدمہ جانکاہ ہوگا۔ وہ یہ سمجھے گا کہ بس اب اس کا دوست بسکی چند ساعت کا اس دنیا میں مہمان ہے۔

لیکن میرے ذہن میں کچھ اور ہی تھا۔ ہشار نے مجھے دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے اپنی تلوار کو جھکا دیا جس سے بے شمار خون کے قطرے نیچے جا پڑے۔

”تو نے اسے دیکھا، یہ سرخ لہوان تمام دلوں کا ہے جو پرسی فون اور اس حکومت کے خواہشمند تھے۔ تجھے اندازہ ہوگا کہ تیرا حشر بھی ان سے مختلف نہ ہوگا۔ پھر کون سا جذبہ تھے میرے سامنے لے آیا ہے؟“

”صرف ایک جذبہ ہے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”وہ کون سا؟“

”یہ کہ تیری تلوار کے اس خون کو تیرے مردہ جسم سے نکالیں کر دوں اور پھر مردہ بدن سے صاف کر دوں اور ان تمام لوگوں کا انتقام لوں جنہیں

تُو نے ختم کیا ہے۔“

"اور ہو..... گویا تو صرف انتقام کا خواہشمند ہے؟"

"نہیں۔ ساری چیزوں کا خواہشمند ہوں.... اور سب سے پہلی خواہش یہ ہے کہ تجھے قتل کر دوں۔"

"بس اب زیادہ باتیں بنانے کی ضرورت نہیں ہے، سامنے آؤ۔"

میں نے بھی اپنی تلوار سنبھال لی اور مقابلہ شروع ہو گیا۔ تلواروں کی جھنکار میدان میں گونجنے لگی۔

ہشارا کا خیال تھا کہ جس طرح اس نے اپنے تمام مقابلہ کرنے والوں کو چند ساعت میں زیر کر لیا ہے، اسی طرح اس کا ایک اور شکار اس کے سامنے آ گیا ہے چنانچہ اس نے ہیٹنر سے بدل بدل کر صرف ایسے وار کئے جو کارآمد ہوں۔ اس کا خیال تھا کہ وہ زیادہ جھکنے نہ پائے اور مقابلہ کرنے والے کو صرف دو تین وار میں بخند کر دے..... تاکہ دوسرے مقابلہ کرنے والے کے لئے اس کی قوت بحال رہے اور اب تک وہ اسی کارروائی پر عمل پیرا تھا۔ اس کی وجہ شاید اس کی بے پناہ جنگی مہارت اور شمشیر زنی کا اعلیٰ معیار تھا۔ لیکن اس بار اس کا یہ معیار خود بخود ختم ہو گیا کیونکہ اس کے تمام وار میں نے کچھ اس انداز میں خالی کر دیئے تھے کہ وہ حیران رہ گیا تھا۔ میں نے اس کے لئے کوئی محنت نہیں کی تھی، بس تلوار کی ہلکی سی جھنپ سے اسے چکر دیتا رہا تھا۔

تب چند ساعت کے بعد وہ سنبھل گیا۔ اس نے سوچا، صورت حال درست نہیں ہے۔ یہ ضروری تو نہیں تھا کہ ہر مقابلہ کرنے والا ان لوگوں کی مانند ہوتا جو اب تک اپنے احمق پن سے اس کے نشانوں کا شکار ہوئے تھے۔

چنانچہ میں نے دیکھا، اس کے وار کرنے کے انداز میں تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔ اب وہ سنبھل کر وار کر رہا تھا اور لوگ جو اس کی ہر جھنپ کو نیچر نظروں سے دیکھنے کے عادی ہو گئے تھے، اس کی جانب اور متوجہ ہو گئے۔ ان کے انداز میں بے پناہ جوش پیدا ہو گیا تھا اور وہ ہشارا کے ہر حملے کی راہ دے رہے تھے۔

اب میدان میں کافی آوازیں بلند ہونے لگی تھیں اور ہشارا رادانت میں چس کر میری جانب حملے کر رہا تھا۔

میں نے اس دوران جو اندازہ لگایا تھا، وہ یہ تھا کہ ہشارا کا اپنی مضبوط شخصیت کا مالک ہے۔ جنگی مہارت اس میں بے پناہ ہے اور اگر اب اس میں فیرونا کا علم بھی شامل ہے تو وہ کس انداز میں..... میں اس سے ناواقف تھا۔

ہشارا کے حملے تیز سے تیز تر ہوتے جا رہے تھے۔

میں چند ساعت کے لئے پیچھے ہٹ گیا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کس انداز سے ہشارا پر حاوی ہوں۔ میں نے یہ بھی سوچا کہ کیوں نہ نہد اعلیٰ انداز فٹم کر دیا جائے اور خود ہڑہ کر حملے کروں۔ چنانچہ میں نے یہ کوشش شروع کر دی... اور یہ کوشش میرے حق میں یعنی ہیلکی کے حق میں بہتر ہی ثابت ہوئی تھی۔

چند ہی ساعت کے بعد میں نے محسوس کیا کہ میرے تاج توتو (حملوں سے ہشارا کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار نمودار ہو گئے ہیں۔ پھر اس نے بھی کافی فاصلہ کرنے کے بعد پناہ لی اور میں نے محسوس کیا کہ اس کی نگاہیں چاروں طرف کسی کو تلاش کر رہی ہیں۔ اس کی آنکھوں میں چھپا ہوا

اضطراب صاف محسوس کر رہا تھا۔ غالباً اسے یہ احساس ہو گیا تھا کہ اس بار اسے خطرناک مقابلے سے واسطہ پڑا ہے اور اب تک وہ جن لوگوں کو شکست دے چکا ہے، ان کا مسئلہ بالکل مختلف تھا۔۔۔۔۔ اور اس کی بھگتی ہوئی نگاہیں، لوگوں کے بارے میں کچھ نہیں سمجھ سکتے تھے لیکن میں ضرور غور کر سکتا تھا۔ گویا یہ فیرونا سے مدد کی درخواست تھی کہ اس کھنڈ وقت میں فیرونا اس کی مدد کرے۔

میں نے چند ساعت کے لئے رگ کر چاروں طرف دیکھا اور میری نگاہ کافی تیز تھی۔

دلہا پہلا مدقوق سافر و نا آگے آ گیا تھا اور اب سامنے ہی موجود تھا۔ ہشارہ کی نگاہ اس پر پڑی اور میں نے دیکھا کہ فیرونا نے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں اس کے سامنے کر دیں۔ اس نے ان ہتھیلیوں کو اس انداز میں جنبش دینی جیسے کچھ کر رہا ہوا اور ہشارہ کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اس بار وہ بڑے اعتماد سے تلوار لے کر میرے سامنے آگے بڑھا تھا اور میں نے خود کو اس کے لئے تیار کر لیا تھا۔

گویا اس نے محسوس کر لیا تھا کہ اب اس کی فتح یقینی ہے تو پرونیسرا، ہیکلی کی حیثیت سے مجھے خوفزدہ بھی ہونا چاہئے تھا۔ سو ایک لمحے کے لئے میرے دل میں ایسے احساسات ابھرے جو اس سے قبل نہیں ابھرے تھے۔

اس کی تلوار میری تلوار پر پڑی تو مجھے محسوس ہوا جیسے ایک عظیم وزن میری تلوار پر آ پڑا ہو۔ آدہ یہ فیرونا تو واقعی کام کی چیز تھی۔ ورنہ تلوار کے وزن اور پہاڑ کے وزن میں تو فرق ہوتا ہے۔ میں اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ ہشارہ کو بھی احساس ہو گیا کہ صورت حال یکدم بدل گئی ہے چنانچہ اس نے دوسرا حملہ کیا۔ یہ حملہ بھی ایسا تھا کہ میں پینٹر بدل کر وار خالی نہیں دے سکتا تھا بلکہ مجھے اسے تلوار پر روکنا ضروری تھا۔ میں نے تلوار سامنے کی اور میری تلوار وکڑے ہو گئی۔ میں اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔

اصول یہ تھا کہ اگر کسی کے ساتھ ایسا کوئی واقعہ پیش آ جائے تو وہ فوراً شکست کا اعتراف کر لے اور پیچھے ہٹ جائے۔ ایسی صورت میں اسے معاف کیا جا سکتا تھا۔ دوسری صورت میں وہ اعتراف نہ کرے تو اس کے مقابل کو حق تھا کہ وہ اسے قتل کر دے۔ ہاں، جس کے ساتھ حادثہ پیش آ جائے، وہ اگر بہت پھر تیز ہو اور مقابلہ کرنا چاہتا ہو تو دوبارہ ہتھیار حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ یہ ہتھیار ایک مخصوص حصے میں سجے ہوئے تھے اور ان میں تمام آلات حرب موجود تھے لیکن اگر نہبتا، لڑاکا ہتھیاروں کی طرف لپکے تو اس کے مقابل کو حق تھا کہ وہ اسے ہتھیاروں تک پہنچنے سے قبل قتل کر دے۔ چنانچہ ہشارہ متحسب نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اور اندازہ لگا رہا تھا کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں۔

"شکست قبول کر رہے ہو لڑاکے؟" بالآخر اس نے مجھے غائب کیا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ "اگر تم نے با آواز بلند شکست قبول نہ کی اور دونوں ہاتھ اوپر نہ اٹھادیے تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔"

"اور..... وہ میرا ساتھی۔" میں نے خوش ہو کر ہشارہ کے عقب میں دیکھا اور ہشارہ نے اختیار دوسری طرف پلٹا۔ اول تو میں نہبتا تھا لیکن اگر میرے پاس کوئی ہتھیار ہوتا بھی تو میں اس انداز میں اس پر فتح حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ یہ مہلت صرف میں نے اس لئے طلب کی تھی کہ ہتھیاروں تک پہنچ سکوں۔ اور میں نے یہی کیا۔ میں نے باقی رفتاری سے ہتھیاروں کی طرف چھلانگ لگائی تھی۔

ہشارہ کو تو بعد میں احساس ہوا کہ میں کیا چال چل گیا اور جب وہ ہوشیار ہوا تو میں اپنا کام کر چکا تھا یعنی ہتھیاروں کے قریب تھا۔ ہشارہ

میری طرف دوز لیکن مجھے خاصا موقع میسر تھا۔

اغلی قسم کے تمام ہتھیار موجود تھے لیکن میری نگاہ ایک انتہائی لمبے چوڑے کھانڈے پر پڑی اور اس کے ساتھ ہی میرے بدن میں جھرجھری سی دڑ مچی۔ شاید میری شخصیت میرے اندر ابھرائی تھی اور اس وقت یہ ضروری تھا۔ ہسکی کی حیثیت سے میں مقابلے میں کمزور پڑ رہا تھا کیونکہ اس کے ساتھ فیرونا کا علم تھا۔ اس علم کے سامنے آنے کے لئے میرا اپنا کردار ضروری تھا اور میں نے خود کو خود میں محسوس کیا۔ تب قیشہ میرے ہاتھ میں آ گیا اور لوگوں نے اتنا لمبا چوڑا کھانڈا میرے ہاتھ میں دیکھ کر قہقہہ لگایا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ میں اس وزنی کھانڈے کو ایک ہاتھ سے ہلا بھی نہیں سکوں گا۔ ہشارا میرے سامنے آ کر رک گیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"تو بے حد چالاک ہے نو جوان۔"

"کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"تو نے خوب دھوکا دیا مجھے۔"

"جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن یوں لگتا ہے جسے تیرا ذہنی توازن خراب ہو گیا ہے۔"

"وہ کیوں میرے دوست؟"

"کیا تو اس نمائشی کھانڈے سے جنگ کرنے کا؟"

"تجھے اس کی کاٹ پر شک ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں۔ یہ ایک مکمل ہتھیار ہے لیکن اس سے قبل اسے کبھی استعمال نہیں کیا گیا ہوگا۔ اسے استعمال کرنے کے لئے تو قاراز کا کوئی جن ہی اترے گا۔"

"میں قاراز کا جن ہوں۔"

"خوب۔ کیا نام ہے تیرا؟"

"ہسکی۔"

"انسوس۔ ان کے ہاں یہ نام نہیں ہوتے لیکن میں تجھے ایک مشورہ دے سکتا ہوں۔"

"وہ کیا؟"

"کوئی ہلکا ہتھیار لے لے تاکہ تجھ سے جنگ کا لطف اٹھا سکوں۔ تو کھانڈے کو گھما تار دجائے گا اور میں تیری کمر کے دو کڑے کر دوں گا۔"

"مشورہ کا شکریہ لیکن میرا خیال ہے کہ میں زیادہ محنت کرنے کے بجائے جلد ہی مر جانا پسند کروں گا بس یہی میرا فیصلہ ہے۔"

"تو پھر آ جا۔" ہشارا چند قدم پیچھے ہٹ گیا اور میں نے قیشہ کو اپنی گرفت میں لے لیا۔

لوگوں نے پھر اس مقابلے میں دلچسپی لینا شروع کر دی تھی۔ وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ اس شخص جو ہشار کی تلوار کا وزن اپنی تلوار پر برداشت نہ کر سکا، اب تیشے کو کس طرح استعمال کر سکتا ہے۔

لیکن میں بدل گیا تھا۔ میری منگی میں وزنی تیشہ دبا ہوا تھا اور میں ذرا بھی گرانی محسوس نہیں کر رہا تھا۔ تب ہشار نے دو تین بار تلوار کو نمائشی انداز میں گھمایا اور پھر میری طرف لپکا۔ میں نے تیشے کا زبردست وار کیا تھا۔

لیکن ہشار کا فی طاقتور تھا۔ اس نے اس وار سے خود کو بچالیا۔ لیکن تیشہ جس انداز میں اس کی جانب گھوما تھا، وہ لوگوں کے لئے تعجب خیز بات تھی۔ لوگوں کا خیال تھا کہ میں اس انداز میں اسے نہ گھما سکوں گا۔ میں نے اس پر دو تین حملے کئے اور ہشار اچونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ شاید اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ جو کچھ وہ سوچ رہا ہے، وہ درست نہیں تھا۔ صورت حال خاصی خراب تھی۔ چنانچہ کافی احتیاط کے ساتھ وہ چیمترے بدل بدل کر مجھ پر حملے کرنے لگا۔ شاید وہ اس وار کی تلاش میں تھا جو مجھے ناکامی سے دوچار کر دیتا اور اس میں زیادہ ویر نہ لگی۔

میں نے تیشے کا ایک پورا ہاتھ گھمایا اور ہشار نے پیچھے ہٹ کر میرے وار کو روکنے کی کوشش کی لیکن یہ اس کی حماقت تھی۔ میرا تیشہ اس کے بازو پر پڑا اور اس کا بازو کٹ کر الگ جا گیا۔ تلوار کے ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی اور ہشار کے حلق سے درد و کرب میں ڈوبی ہوئی ایک خونخوار چیخ نکلی تھی۔

پورا مجمع چیخ پڑا تھا۔ لوگوں کو اس کامیابی کا یقین نہیں تھا لیکن بہر صورت حقیقت سے کون انکار کر سکتا تھا۔ میں نے فتح حاصل کر لی تھی۔ فیرونا کا علم بے کار ہو گیا تھا۔ اس کا علم زمین پر پڑا تڑپ رہا تھا۔

اس کے بعد صرف چھ لڑاکے میرے سامنے آئے تھے لیکن اب صورت حال دوسری تھی۔ میں آسانی انہیں ایک ایک دور وار میں درست کر رہا تھا اور لوگ حیران تھے کہ تیشہ جب سے میرے ہاتھ میں آیا ہے میں کیا سے کیا بن گیا ہوں۔ بالآخر وہ وقت آ گیا کہ میرا کوئی مقابلہ نہ رہا اور اپنی ناکھ نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر دیئے۔ میرے مداح میری طرف دوڑ پڑے اور ان میں میرا دوست ہاپون بھی تھا۔

ہاپون میرے لئے ڈھال بن گیا تھا۔ اس نے میری کمر میں دونوں ہاتھ ڈال رکھے تھے اور چیخ چیخ کر گیت گارہا تھا۔ ایک عجیب ہنگامہ تھا، ایک عجیب شور و غوغا تھا جس سے میں خود کو آزاد کرانا ممکن نہیں پارہا تھا چنانچہ مجھے ان لوگوں کے دم و دم پر ہی رہنا پڑا تھا۔

اپنی ناکھ نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا اور وہ میرے پاس آگئے۔ میں نے اپنے دوست ہاپون کو ساتھ لے لیا اور سپاہی ہمیں لے کر چل پڑے۔ ہاپون کا چہرہ خوشی سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ عجبتاً انداز میں بار بار مجھے دیکھ رہا تھا۔ ہم سپاہیوں کے درمیان چل رہے تھے لیکن دونوں خاموش تھے۔ تب ہمیں ایک اعلیٰ رہائش گاہ میں ٹھہرایا گیا۔ اب میں اپنی ناکھ کو وارث اور اس کی بیٹی کا شوہر تھا۔ لوگ میری زیارت کو آ رہے تھے اور اس کے لئے باقاعدہ انتظام کیا گیا تھا۔ ایک شدید ہنگامہ تھا، ایسا ہنگامہ کہ کانوں کے پردے پھٹنے جا رہے تھے۔ بہر حال ہاپون کو اور مجھے کافی دیر کے بعد مہلت مل سکی کہ ہم آرام سے بیٹھ کر گفتگو کر سکتے۔

تب ہاپون متحیرانہ انداز میں میرے نزدیک پہنچ گیا۔ وہ چاروں طرف دیکھنے لگا، پھر عجیب سے انداز میں بولا۔

"میرنی سمجھ میں نہیں آتا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ... کہ... وہ تعجب خیز لہجے میں اپنی بات کو اور اچھوڑ کر مجھے دیکھنے لگا۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"ہی کہ کیا ہوگی۔ وہ ہوگی جو بھیڑیں چراتا ہے۔ کیا تو وہی ہے کیا تو وہی بھیڑیں چرانے والا ہوگی ہے لیکن تیرے بازوؤں میں یہ کاتہرے قوت کہاں سے آگئی، میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا ہوگی۔"

"دراصل ہاپون۔ میں نے تجھ سے کہا تھا کہ میں پرسی فون کا شوہر بنوں گا اور حالات جس انداز میں میرے تابع ہوئے تھے یہ تو تجھے اس سے ہی اندازہ لگانا چاہئے تھا لیکن تو نے اپنے دوست کو بھی اس قابل ہی نہ سمجھا۔"

"انسوس، انسوس ہوگی۔ میں تجھے ان معاملات کے روتار ہا۔ اگر ٹوان مقابلوں میں حصہ نہ لے پاتا تو کتنا بڑا المیہ ہوتا۔ وہ جو دوسروں کو شکست دینے کی صلاحیت رکھتا ہے خود اس صلاحیت سے فائدہ اٹھانے سے محروم رہے۔ آہ۔ تو نے چرواہوں کی اس ہستی کی تقدیر بدل دی ہوگی۔ اب وہ ہستی..... حکمرانوں کی ہستی کہلانے گی اور تیرا باپ مجھے یقین نہیں آتا ہوگی بالکل بھی نہیں آتا۔"

ہاپون نجانے کیا کیا کہو اس کرتار ہا لیکن میری نگاہوں میں پرسی فون کا چہرہ تھا۔ وہ پرسی فون جو ستاراں کو نراش کر بانی ہوئی تھی۔ وہ پرسی فون جس کے یا قوتی لبوں پر ہر وقت شیریں مسکراہٹ رہتی تھی۔ وہ پرسی جو اپنے حسن میں یکتا تھی اور اب اب دو میری زندگی کے تقنی قریب تھی۔ اب وہ میری بیوی تھی۔ یہ تصور ہی میرے لئے بڑا عجیب و غریب تھا اور پرڈیو نجانے کیوں میری سوچ میں ہوئی تھی۔ حالانکہ اگر میں اپنے طور پر سوچتا تو پرسی فون تو کیا دنیا کی کوئی عورت بھی میرے لئے اتنی بڑی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ آخر کار میں ان سب سے منفرد تھا۔

اس کے بعد کیا ہوگا مجھے معلوم نہیں تھا لیکن جو کچھ ہوا وہ انتہائی بے لگا تھا۔ شور و ہنگامہ یوں بھی مجھے زیادہ پسند نہ تھا لیکن میرا دوست ہاپون ان سارے ہنگاموں میں بے حد دلچسپی لے رہا تھا۔

لوگ ہمارے آگے بچھے جا رہے تھے۔ ہر وہ سہولت اور تفریح ہمیں فراہم کیا جا رہا تھا جو ممکن ہو سکتا تھا۔ ہمارے خیموں کے سامنے ایک مخصوص وقت میں رقاصوں کی لائن لگ جاتی۔ وہ اپنی آوازیں سے ہمیں مغلوظ کرنے کی کوشش کرتیں۔ ہر چیز کا خاص طور سے خیال رکھا گیا تھا۔ شاہ اپنی لسن نے ابھی مجھ سے ملاقات نہیں کی تھی لیکن بالآخر وہ وقت بھی آ گیا جب اپنی لسن نے مجھے اپنے دربار میں طلب کر لیا۔

میں اس لباس کو پہن کر دربار میں داخل ہوا جو اپنی لسن نے میرے لئے بھجوایا تھا۔ گو بدلی ہوئی شکل میں میری وہ شان نہیں تھی جو اگر اصل حیثیت سے ہوتی تو وہ لوگ حیران رہ جاتے لیکن بہر صورت ہوگی بھی ایک خوبصورت نوجوان تھا اور جس لباس میں تھا اس میں خوب بیچ رہا تھا۔ شاہ اپنی لسن نے تخت سے اٹھ کر میرا استقبال کیا۔ اس کے ہونٹوں پر نہ محبت مسکراہٹ تھی اور اس کی آنکھوں کا اظہار ہو رہا تھا اس لئے درباری بھی احتراماً کھڑے ہو گئے تھے۔ تب شاہ اپنی لسن نے کہا۔

"میرے معزز مہمان، میرے دوست اور ہماری روایات کے فاتح میں تجھے اپنے دربار میں خوش آمدید کہتا ہوں اور صدیوں سے ہماری روایات میں اگر کوئی شخص جو خود کو ان صلاحیتوں کا اہل ثابت کر دے، جو ہمارے ہاں صدیوں سے مانی جاتی ہیں تو پھر اس حکمران کی کوئی حیثیت نہیں رہتی جو وقت کا حکمران ہوتا ہے چنانچہ بادشاہ اپنی لسن بھد خلوص اپنا یہ تخت اپنا یہ اعزاز اور اپنا یہ تاج تیرے حوالے کرنے کے لئے تیار ہے۔ رہی پرسی

فون کی بات تو وہ صرف تیری مرضی ہوگی اگر تو یعنی موجودہ شاد اس سے شادی کرنا پسند کرے تو یہ پرسی فون کی خوش نصیبی ہوگی چنانچہ تاج حکومت آج تیرے سپر کیا جاتا ہے اور پرسی فون کو تیری خادمہ کی حیثیت دی جاتی ہے اگر تو چاہے تو اس خادمہ کو اپنی بیوی بنا کر عزت بخش۔ ورنہ تیری مرضی تو جس طرح چاہے ہمیں رکھ سکتا ہے یہ تیرے اوپر منحصر ہے۔ تو ادھر آ معزز دروسا۔ یہ تاج اب اس نوجوان کا حق ہے جس کا نام ہسکی ہے۔ ہاں۔ اس نوجوان سے چند سوالات میں ضرور کروں گا تاکہ اس کے لئے راہیں متعین کی جا سکیں۔ کیا تو میرے سوالات کے جواب دینے کے لئے تیار ہے نوجوان فاتح اور مستقبل کے حکمران۔ "شاہ اپنی نرس نے مجھ سے سوال کیا۔

"ہاں۔" میں نے پرغور انداز میں جواب دیا۔

"تیرا نام ہسکی ہے تو کون سے علاقے سے تعلق رکھتا ہے۔"

"پہاڑوں کی اس بستی سے جو صرف غریبوں کی بستی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"خود تیری کیا حیثیت ہے؟"

"ایک چرواہا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ہاں اس سے نکل میں صرف ایک چرواہا تھا۔"

"خوب.... خوب۔" شاد اپنی نرس کے چہرے پر کوئی خاص تغیر پیدا نہیں ہوا اور اس نے اپنے آدمیوں کو دیکھ کر کہا۔

"اور وہ شخص جو ابتدا سے اس سلطنت اور فنون جنگ میں نہیں ہوتا سو جب وہ ایسے فاتح کی حیثیت سے ابھرے کہ دوسرے اس کے مقابل نہ ہوں تو سمجھا جانے کہ وہ عظیم تر صلاحیتوں کا مالک ہے جو ان میں نہیں تھیں جو ان کا موم میں معروف رہتے ہیں گویا وہ اپنی کل صلاحیتوں سے ابھرا ہے اور اس کے بعد حکومت میں جو تغیرات رونما ہوتے ہیں وہ ہر شخص کے لئے خوش نما ہوتے ہیں۔ سو میں امید کرتا ہوں کہ لوگوں تمہارا نیا حکمران بلاشبہ اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک ہوگا اور چونکہ وہ تم میں سے ایک ہے اس لئے تمہیں اچھی طرقت جانتا ہوگا۔ میں بے حد پر امید ہوں اور اس بات کا دعویٰ کر سکتا ہوں کہ ہمارا نیا حکمران ہمارے لئے سو مند ہوگا۔ تم بھی غلبہ دل سے اسے اپنا آقا تسلیم کرو۔" شاہ اپنی نرس نے کہا۔

"ہم تسلیم کرتے ہیں۔" پورے دربار سے آوازیں آنا شروع ہو گئیں اور لوگوں نے اس بات کا اعتراف کیا۔

تب وہ شخص جسے دروسا کے نام سے مخاطب کیا گیا تھا۔ اپنی جگہ سے اٹھا وہ ایک بار پیش بڑھا تھا جس کی عمر مجھے بعد میں معلوم ہوئی۔ اس کی عمر پندرہ صدیاں تھیں۔ وہ آگے آیا اور آنے کے بعد اس نے وہ تاج اٹھایا جو اپنی نرس نے اتار کر تخت پر رکھ دیا تھا۔ اس نے وہ تاج اٹھالیا اور میرے سر پر رکھ دیا۔ تمام درباریوں نے فتح کے نعرے لگائے تھے اور ہسکی کو پر خلوص مبارکباد دینے کے ساتھ ساتھ اپنی خدمات کا اعادہ بھی کیا گیا تھا۔

یوں مجھے حکمران بنا دیا گیا۔ میرا دست بائیں میرے ساتھ تھا اسے کوئی منصب دینا میرا کام تھا۔ ہاں میرے ڈائن میں ایک بات تھی وہ یہ کہ اب حکومت حاصل کرنے کے بعد پرسی فون کا مسئلہ بھی حل کر لیا جائے جس کا ایک عاشق فیروز اپنے علوم کے ذریعے اس کے حصول میں ناکام رہا

تھا۔ نہ جانے اس کا کیا حال ہوگا اور اب وہ اپنے علوم کو کون سی شکل دے رہا ہوگا۔

سوہیل کی جڑ واپا اس عظیم حکومت کا حکمران بن گیا اور حکمران کے جو فرائض ہوتے ہیں انہیں انجام دینے کے لئے لوگ اس کی مدد پر متعین ہو

گئے۔ دن اور رات سے خالی یہ مملکت ایک نئے حکمران کے کاغذوں پر آگئی۔

تین ہفتیوں کو حکومت سے دلچسپی ہو سکتی تھی مجھے نہیں۔ البتہ تحت الارٹی کے ماضی کی حسینہ پر سی فون میرے تصورات کا مرکز تھی اور جب

خاصے وقت تک وہ میرے نزدیک نہ آئی تو بالآخر میں نے اپنے دوست ہائپون کو طلب کیا۔

”شہنشاہ کی خدمت میں آداب۔“ ہائپون نے مقامی انداز میں کہا۔

”زیادہ گز بڑکی تو اچھا نہ ہوگا۔“

”میں نہیں سمجھا مانگ۔“ ہائپون نے اسی انداز میں کہا۔

”تم مجھے ان فضول ناموں سے مخاطب نہ کیا کرو۔“

”میں آپ کی رعیت ہوں سرکار۔“

”تم صرف میرے دوست ہو۔“

”اب بھی؟“

”ہاں اور آئندہ بھی۔“

”تب میں خوش نصیبی کے گیت گاؤں گا۔“

”میرنی ایک مشکل حل کرو۔“

”اب جیک کے لئے کوئی مشکل، مشکل نہیں ہے۔“

”ہائپون وقت سے پہلے مت بول پڑا کرو پہلے سن تو لو میں کیا چاہتا ہوں جو کچھ میں چاہتا ہوں اس کے لئے تم سے زیادہ بہتر آدمی اور کوئی

نہیں ہو سکتا اور میں یہ بات صرف تم ہی سے کہہ سکتا ہوں۔“

”کہو سرکار کہو۔“ ہائپون بہ ستور اسی انداز میں بولا۔

”بار میں سب کچھ بن گیا ہوں مگر وہ ابھی تک نظر نہیں آئی۔“

”کون؟“

”پرسی فون۔“ میں نے جھلکے ہوئے لہجے میں کہا اور ہائپون ہنس پڑا۔

”یہ تو واقعی دلچسپ بات ہے شاہ معظم، مگر ایک بات اور فرمائیے کیا پرسی فون کو کبھی آپ نے طلب کیا ہے؟“

”نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

"پھر اس کی کیا مجال کہ شہنشاہ کے حکم کے بغیر تم تک پہنچے۔"

"گویا اسے بلانے کے لئے بھی شہنشاہ بیت کا سہارا لینا پڑے گا؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ غالباً وہ اس بات کی منتظر ہوگی کہ شاہ وقت سے طلب کرے۔" ہاپٹون نے جواب دیا۔

"تو پھر میں اسے کیسے طلب کروں؟" میں نے کہا

"ہاں۔ یہ کام آپ ہاپٹون کے سپرد کر دیں۔"

"بس تو تمہیں بلا یا ہی اس لئے ہے کہ تم جاؤ اور پرسی فون کو ہمارے دربار میں حاضر کرو۔" میں نے سخرانہ انداز میں کہا۔ ہاپٹون نے

بھی اسی سخرانہ انداز میں گروہن جھکائی اور وہاں سے باہر نکل گیا۔

میں انتظار کرتا رہا اور پھر کافی دیر کے بعد دو خدام اندر آئے۔ آنے کے بعد گردن جھکائی اور بولے۔

"اٹھیں اس کی بیٹی پرسی فون باریابی کی منتظر ہے۔"

"جاؤ۔" میں نے جواب دیا۔ یہ سارے الفاظ، یہ سارے آداب میرے لئے اجنبی تھے۔ مجھے ان کی عادت نہیں تھی کیونکہ میں تو ایک

چرواہے کا بیٹا تھا اور پوری زندگی میں نے انہی الفاظ میں گزارنی تھی اور یہی سادہ سے اور عام سے الفاظ میری سمجھ میں آتے تھے۔ ادب آداب کے یہ

الفاظ میرے لئے مشکل تھے لیکن آجکل کئی استاد مجھے شہنشاہ کی حیثیت سے زندگی گزارنے کے آداب کی تربیت دے رہے تھے اور مجھے الفاظ کا مفہوم

سمجھایا جا رہا تھا جو ایک شہنشاہ کے لئے ضروری تھے۔

اپنی بس میرنی شخصیت سے بے حد متاثر تھا، اس نے بھرے دربار میں بھی یہی بات کہی تھی کہ جو شخص اپنی صلاحیتوں سے ایک عظیم حکومت

حاصل کر سکتا ہے وہ حکومت کے لئے واقعی ایک بہتر شخص ہوگا اور تھوڑی سی تربیت اسے اس قابل بنادے گی کہ وہ حکومت کے امور کو آسانی سمجھ سکے۔

پرسی فون میرے سامنے آئی۔ اس کی آنکھوں میں محبت سمٹی ہوئی تھی اور چہرے پر والہیت تھی۔ میرے نزدیک آکر وہ مجھے دیکھتی رہی پھر

آہستہ سے جھک کر کھڑی ہوگئی اور مسکراتے ہوئے بولی۔

"مجھے یاد کیا گیا؟" اس نے شریں لہجے میں کہا۔

"ہاں پرسی فون کیا نام مجھے بھول گئیں؟"

"نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"بتاؤ میں کون ہوں؟"

"وہ جو ندی کے کنارے ایک چمکدار پتھر کے ساتھ مجھے ملے تھے۔"

"کیا تمہیں یقین تھا پرسی فون کہ پتھر کی رہنمائی میں آنے والا تمہاری زندگی کا مالک بن جائے گا۔" میں نے اس کے نزدیک پہنچ کر پوچھا۔

"یقین تو نہیں تھا لیکن جب میں نے خود کو ٹھولا تو میرے دل نے یہی کہا کہ کاش وہ تم ہی ہو جو میری تقدیر کا مالک بنے، میں نے خلوص

دل سے اس بات کو چاہا اور انٹانے یہی کہا تھا۔ "پرتی فون بولی۔"

"کیا؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"جاننے ہو بڑھی انٹانہ کی عمر کتنی تھی۔" وہ پراسرار انداز سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔

"نہیں۔"

"میں صدیاں۔ اور اس کے بعد جب اس کی راکھ فضا میں منتشر ہو گئی تو اس میں یہ قدرت رہی کہ جب چاہے اپنی راکھ کو سمیٹ لے۔"

میں جھوٹ نہیں بولی رہی۔ کئی بار اس نے اپنا جسم سمیٹ کر مجھ سے گفتگو کی ہے اور یہ اس انٹانے کہا تھا کہ ساری زندگی میں صرف ایک بار... صرف ایک بار تم جو خواہش کرو گی تو وہ ضرور پوری ہو گی۔ بشرطیکہ وہ خواہش میرے دل کے اندرونی گوشوں میں بیدار ہو سکیگی میرے ذہن میں اس وقت یہ خیال بھی نہ تھا کہ انٹانے مجھ سے کہا تھا لیکن جب میں نے یہ خواہش کی تو مجھے انٹانے کا قول یاد آ گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ تم کامیاب ہو جاؤ گے۔"

"انٹانہ کی بات ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیوں؟" وہ تعجب سے بولی۔

"مجھے اس کامیابی کے لئے شدید محنت کرنا پڑی ہے۔ فیرونا کا خیال تھا کہ وہ جس شخص کو اپنی تو تیں بخش دے گا وہ فاتح ہو گا لیکن وہ تمہیں

چاہتا تھا اور حکومت کے عوض تمہیں مانگتا تھا۔ بھلا یہ حکومت تم سے زیادہ دکھائے کیسے ہو سکتی ہے۔ وہ تو اجنبی ہی ہو گا یا پھر اس کا نام ہشمار ہو گا کہ جو تمہیں فیرونا کے حوالے کر کے خود صرف حکومت چاہتا ہو۔ ہاں فیرونا اگر مجھ سے حکومت مانگتا اور تمہیں میرے حوالے کرنے پر تیار ہو جاتا تو شاید میں اس سے اس کا علم مانگ لیتا۔"

"فیرونا۔" پرتی فون چونک کر بولی۔

"ہاں فیرونا۔"

"تو کیا وہ تم تک پہنچی گیا؟" پرتی فون سچا انداز میں مجھے غور سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"ہاں۔"

"کیا کہتا تھا وہ؟"

"اس نے مجھے پیکش کی تھی کہ اگر میں حکومت کے لئے جنگ کروں تو وہ اپنی قوت سے اپنی طبیعت سے میری مدد کر سکتا ہے اور فاتح میں

ہی ہوں گا لیکن شرط یہ ہے کہ پرتی فون کو اس کے حوالے کر دیا جائے۔"

"ہنگی۔ تم نہیں جانتے۔ تم نہیں جانتے۔ یہ فیرونا کون ہے کیا میں تمہیں اس کے بارے میں بتاؤں؟"

"ضرور۔" میں نے دلچسپی سے کہا اور پرتی فون کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر ایک نشست گاہ کے قریب لے گیا۔ پھر اس نے اسے پیار سے

بٹھایا اور خود اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ میں اس حسین عورت کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

"فیرونا اتنا کا بیٹا ہے۔ بوزھی اتنا کا جس کی عمر جس صدیاں تھیں اور ہیکٹی وہ بوزھی بے پناہ قوتوں کی مالک تھی اس کے باوجود انصاف پسند تھی۔ سو جب وہ اپنے جسم میں سمٹ کر میرے سامنے آئی تو میں نے فیرونا کی خواہش اس کے سامنے ظاہر کی۔ تب اس نے یہ پیشکش مجھے کر دی تھی کہ فیرونا بلاشبہ بے پناہ قوتوں کا مالک ہے لیکن جب وہ مجھے حاصل کرنے کی کوشش کرے گا تو ناکام رہے گا لیکن مجھے تعجب ہے کہ وہ تمہارے پاس کس طرح پہنچ گیا۔"

"کوئی خاص بات نہیں۔ جب میں مقابلے میں حصہ لینے کے لئے تیار تھا تو اس نے مجھے یہ پیشکش کی تھی لیکن کیا تمہیں علم ہے کہ فیرونا تمہیں ایک طویل عرصے سے چاہتا ہے۔" میں نے پری فون سے سوال کیا۔

"ہاں... اور میں نے اس سے یہ بات بارہا کہی کہ میں کسی طور اس اپنی زندگی میں شامل نہیں کر سکتی۔"

"گو یا وہ ایک ناکام عاشق ہے؟"

"شاید۔" پری فون مسکرا کر بولی۔

"نہیک ہے پری فون، میں نے جس طرح بھی مقابلہ کر کے فتح حاصل کی اور اس کے ساتھ تمہیں اور تمہاری سلطنت کو پایا ہے وہ دیگر چیز ہے لیکن ابھی ایک فتح حاصل کرنا باقی ہے اور میں اس کے بارے میں میں مکمل بھروسے سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"کیا مطلب؟" پری فون تعجب سے بولی۔

"انسانوں سے مقابلہ کر کے حکومتیں حاصل کی جا سکتی ہیں لیکن دلوں کی فتح سب سے مشکل کام ہے۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھتی۔"

"میں تمہارے دل کی سلطنت پر قابض ہونا چاہتا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور پری فون کے چہرے پر شرمیلیں ہی سرنی چھا گئی۔

"نہم اس قدر اچھی کیوں ہوں؟" وہ آہستہ سے بولی۔

"اچھی؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں... دل کی حکومت تو اسی دن تسخیر ہو گئی تھی یہی وجہ ہے چنگدار پتھر تمہیں میرے نزدیک لایا تھا ورنہ میں تمہاری کامیابی کی خواہش

کیوں کرتی؟"

"کیا واقعی؟" میں نے خوش ہو کر پوچھا۔

"ہاں، یہی... میں تمہاری فتح کے بعد انکاروں پر لوتی رہی ہوں اور سوچتی رہی ہوں کہ شاید حکومت حاصل کرنے کی خوشی... میں تم مجھے بھول

گئے تم نے مجھے ذہن سے نکال دیا اور میرے پاس کوئی ذریعہ نہ تھا کہ میں تمہاری توجہ کے بغیر تم تک پہنچ سکتی۔ بس یہی سوچ رہی تھی کہ تم طلب کرو اور

اگر تم طلب نہ کرتے تو میں خود کو دنیا کی بد قسمت لڑکی سمجھتی اور بلاشبہ میری پناہ گاہ کوئی گہرا کنواں ہی ہوتا۔ میں نے تمہیں روز اول ہی سے اپنے دل

میں بس لایا تھا یہی... یقین کرو میں اس انتظار میں تھی کہ تم مجھے کب بلاؤ گے۔"

"تم مجھے اس قدر چاہتی ہو پرسی۔" میں نے اس کے نزدیک پہنچ کر کہا۔

"تم جتنا تصور کر سکتے ہو اس سے کہیں زیادہ۔" پرسی فون نے اپنا سر میرے سینے پر نکا دیا۔

اور مجھے وہ سب کچھ نصیب ہو گیا جس کا میں خواہش مند تھا۔ پرسی فون کی قربت، اس کی محبت مجھے حاصل ہو گئی تھی۔ گویا اب میری فتح مکمل ہو چکی تھی سو ہم، بریک آؤٹنگ کرتے رہے۔ میں نے پرسی فون سے کہا کہ ہم اس ندی کے کنارے اسی کونے تک چلیں گے جہاں ہم نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا اور بھلا یہ کس کی مجال تھی کہ مجھے میرے ارادے سے روکتا۔ سوا انتظام کیا گیا ہمارے لئے اور ہمارے گھوڑے ووڈ نے لگے اس ندی کی طرف جہاں ہماری ملاقات پہلی بار ہوئی تھی اور سیاد پتھروں کی کرسیوں پر بیٹھ کر ہم نے تجدید محبت کا عہد کیا۔

پرسی فون نے میرے ساتھ زندگی گزارنے کی قسمیں کھائیں اور میں نے اسے اپنی ہستی اپنے وطن کے بارے میں بتایا۔ کہا اس سے میں نے کہ ہم چلیں گے جلد ہی اپنی ہستی کی جانب اور ملیں گے ان عزیزوں سے جو میرے باپ، ماں اور بہن ہیں اور جو اس بات پر قطعی متفق نہ تھے کہ میں حصہ لوں ان مقابلے میں اور حصول کی کوشش کروں حکومت کی۔ کہ تھا بیٹا میں چاہتا ہوں کہ تم میری بھیڑیں مجھ سے اس قدر مانوس تھیں کہ اگر میں دور سے گزرتا تو میری خوشبو سونگھ کر وہ مجھ تک پہنچ جاتیں۔ میں نہیں تھا اس حکومت کے قابل لیکن یہی فون تمہاری محبت نے مجھے اس حکومت کا فاتح بھی بنا دیا اور تمہاری محبت بظاہر کر دی ہے۔ یہ کرشمہ ہے تمہاری محبت کا اور وہ سرشار ہو گئی میری گفتگو سے اور ہم یکجا ہو گئے کوئی رخصت کوئی دوری ہمارے درمیان نہ رہی۔ تب دیر گزری اور ہم واپس چل پڑے۔ میں دنیا کی تمام خوشیوں سے مالا مال ہو گیا تھا۔

اور یقین کرو پروفیسر میں اپنی اصلی زندگی کو بھول چکا تھا۔ میرے اندر جب تک ہمیں بیدار رہتا تھا میں صرف ہمیں کے انداز میں سوچتا لیکن میں ہمیں کو نظر انداز کروتا اور میری اصلی شخصیت ابھرتی تو بااثر پرسی فون میرے لئے کوئی حیثیت نہ رکھتی، میں اسے ایک عام عورت سمجھتا تھا۔ میری زندگی تو ان چیزوں سے عبارت تھی۔

ہائون میرا دوست فخر سے سر بلند کئے بھرتا تھا اور جب ہم انتظامات کر رہے تھے اپنے وطن واپس جانے کے لئے تو ہائون نے کہا۔

"کہا تھا تمہارے باپ نے کہ میں تمہیں مقابلے میں حصہ نہ لینے دوں کہ مارے جاؤ گے اور وہ اپنے بیٹے سے محروم ہو جائے گا اور میں نے اسے وعدہ کیا تھا کہ میں اسے صرف اس جشن میں لے جاؤں گا اور نہ شامل ہونے دوں گا مقابلے میں اور کوشش کروں گا ہر ممکن کہ وہ باز رہے اس مقابلے سے جو ہونا تھا پرسی فون کے لئے۔ لیکن بوزھے چرواہے کے ذہن میں یہ خیال بھی نہ ہوگا کہ جب اس کا بیٹا پہنچے گا واپس ہستی میں تو اس کی شخصیت ہی بدلی ہوگی۔ وہ حکمران ہوگا۔ وقت کا اور ہوگا اس کے پیچھے ایک انبوہ عظیم جو اس کا تابع ہوگا اور وہ اس کا حکمران اور جب ہم پانچیس کے اس ہستی میں تو کیا یہی عظیم ہاں ہوگا۔" ہائون مستقبل کے نقشے کھینچتا رہتا تھا۔

اور جب ہم روانہ ہوئے تو پرسی فون ایک خوبصورت رتھ میں میرے ساتھ سوار تھی۔ رتھ جسے میں گھوڑے کھینچ رہے تھے اور کیا تھی شان و شوکت تھی اپنی لہسن کی حکومت کے نئے حکمران کے واپس جانے کی۔

دو بار، پہاڑ میدان طے کرتے ہوئے بالآخر ہم اپنی ہستی کے نزدیک پہنچ گئے ہستی والوں کو اس بارے میں کچھ نہ معلوم تھا اور جب دیکھا

انہوں نے دربار سے ایک لشکرِ عظیم کو تو خوفزدہ ہو گئے اور دوڑ پڑے ہمارے جانب یہ معلوم کرنے کے لئے کہ ہم کون ہیں اور بلاشبہ ہستی والوں کے لئے یہ خبر بڑی تعجب خیز تھی کہ ہستی کا چر واپا ہسکی یعنی ہیڈس کا بیٹا ایک ایسی حیثیت سے اس لشکر میں شامل ہے جو حکمران کہلاتی ہے تو وہ تعجب سے ساکت و جامد رہ گئے اور جب انہیں ہوش آیا تو دوڑ پڑے وہ تمام اڑگ ہستی کی جانب اور پھیلا دی یہ خبر چپے چپے پر کہ ہیڈس کا بیٹا ہسکی حکمران ہو گیا ہے اس سرزمین کا اور نکل آیا بوڑھا ہیڈس بھی اور دیکھنے لگا تعجب سے اس لشکر کو جس کے سب سے آگے اس کا بیٹا ہسکی شاہانہ وقار کے ساتھ چلا آ رہا تھا اور اس کا دوست ہاپیوں اس کے ساتھ تھا۔

ہیڈس کی نگاہوں میں بھی وہ کیفیت تھی جو دوسرے لوگوں کی نگاہوں میں۔ خود اسے بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ جو وہ دیکھ رہا ہے ایک حقیقت ہے یا خواب۔ ہاں اپنے بیٹے کی غیر موجودگی میں اس نے جو خواب دیکھے تھے وہ بڑے سنسنی خیز تھے۔ ان خوابوں سے وہ اکثر پریشان رہا کرتا تھا۔ وہ دیکھتا تھا کہ اس کا بیٹا مقابلے میں حصہ لینے کے لئے میدان میں اترتا ہے اور پھر لوگوں نے اس کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ یہ خواب دیکھنے کے بعد وہ اکثر راتوں کو جاگتا رہتا تھا اور اسے شدید بے چینی تھی کہ کب ہسکی اور ہاپیوں واپس آتے ہیں۔

لیکن ہسکی کی واپسی جشن سے جس انداز میں ہوئی تھی وہ بوزھے ہیڈس کے لئے ناقابل یقین تھی اور اسے بھی وہ بے چینی کی نگاہوں سے اس لشکرِ عظیم کو دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کیا واقعی اس کا بیٹا حکمرانوں کی ٹولی میں شامل ہے۔

تب میں بوزھے ہیڈس کے سامنے پہنچ گیا اور بوزھے ہیڈس کو دیکھ کر میں اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آیا۔ بلاشبہ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ میرا باپ ہی ہے حالانکہ لفظ باپ سے میں ہمیشہ سے نا آشنا تھا پر و فیئر لیکن جس بدلی ہوئی شخصیت میں، میں تھا۔ اس میں مجھے ماں کا بھی احساس تھا، باپ کا بھی اور بہن کا بھی۔

میں نے دور سے اپنی اس محبوبہ کو بھی دیکھا جسے میں اکثر نظر انداز کرتا رہا تھا۔ پشکا جو دور کھڑی عجب سی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ بلاشبہ اس کے چہرے پر محبت کے تاثرات تھے لیکن میں نے اس کی جانب قلمی توجہ نہ دی۔

ہیڈس آگے بڑھا اور کئی قدم چل کر میرے نزدیک پہنچ گیا۔ میں نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے۔ ہیڈس کے چہرے پر عجب سے تاثرات تھے پھر اس کے چہرے پر ہسکی سی مسکراہٹ نظر آئی۔ اس کے بعد اس کی آنکھوں سے لرزتے ہوئے آنسوؤں کے قطرے بہنے لگے۔ وہ دوڑ کر مجھ سے لپٹ گیا۔

”آہ۔ میرے بیٹے، میرے بچے کیا تو ہی ہے کیا میں یقین کر لوں، کیا یقین کر لوں۔“ ہیڈس نے جذباتی لہجے میں کہا۔

”ہاں بابا تم یقین کر لو اور میں نے جو کچھ تم سے کہا تھا اس کے بارے میں بھی سوچو کہ میں نے کبھی غلط نہیں کہا تھا۔“

”نہیں مجھے یقین نہیں ہے، مجھے اب بھی یقین نہیں۔“ بوزھا اپنے آنسوؤں سے آنسو خشک کرنا ہوا ہوا۔

”جسمیں ہر بات پر یقین آجائے گا۔“ میں نے اس کی کمر تھپتھپاتے ہوئے کہا تب میری ماں اور میری بہن بھی مجھ سے آکر لپٹ گئیں اور

عجب منظر تھا۔

ہستی کے سارے لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ تحت العریٰ کا شہنشاہ ایک چرواہا ان میں سے ہے اس کا اپنا ہے جس کے بارے میں وہ ہمیشہ گفتگو کرتے رہے تھے اور جس کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے رہے تھے اور اب وہ اس انداز میں ان کے سامنے آیا تھا اور اب بھی وہ انہیں اجنبی نہیں سمجھتا تو ان کی خوشیوں کی انتہا نہ رہی۔ ایک ایک فرد مجھے گلے لگا کے ملا اور یہاں پر بھی وہی ہنگامہ تھا جس سے میں پہلے سے نمٹتا چلا آ رہا تھا۔

میرے باپ نے مجھ سے پوچھا کہ میں کہاں قیام کروں گا، سو میں نے جواب دیا۔ اسی جگہ جہاں میں پیدا ہوا، پلا بڑھا، اسی ٹونے سے جھوپڑے میں جہاں میں نے اپنی زندگی کے ماہ و سال گزارے ہیں۔ بھلا میں اسے کیسے بھول سکتا ہوں۔ لشکر والوں کی مرضی تھی کہ وہ میرے لئے عہد خیمے کا بندوبست کریں لیکن میں کیسے پسند کرتا اس بات کو۔ سو میں پرسی فون کے ساتھ اس گھر میں ٹھہرا میری ماں، بہن اور وہ سارے لوگوں کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا اور میں اس انداز میں ان سب کے ساتھ پیش آ رہا تھا جیسے کہ پہلے آیا تھا۔ کوئی تبدیلی نہ تھی میرے اندر۔ اور میرا دوست ہائپون۔۔۔ تو مجھ سے زیادہ خوش تھا۔

وہ خوشی سے سینہ چھلائے پھلانے پھر رہا تھا، بہر صورت ہستی والوں کی خوشیوں کی کیفیات کا میں صحیح تجربہ نہیں کر سکا۔ ہستی والے بہت خوش تھے وہ میرے نزدیک رہ کر یہ جاننے کی کوشش کر رہے تھے کہ ایک چرواہے سے شہنشاہ بننے تک کے عمل میں مجھ میں کیا تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔ کیا میں وہی ہو سکتی ہوں یا مجھ میں کچھ تبدیلیاں بھی رونما ہوئی ہیں چنانچہ تم اتنا ہی سمجھ لو کہ وہ لوگ، بیسب کی کیفیات کا شکار تھے۔ ہر شخص انوکھے انداز میں میرے قریب آنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن میرے ذہن میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی تھی سوائے اس کے کہ اب بڑی ذمہ داری مجھ پر تھی اور پرسی فون میری بیوی تھی۔۔۔ وہ رات کو میرے کمرے میں میرے ساتھ ہی تھی۔

"ہیکٹی۔۔۔ اس نے مسکرا کر مجھے مخاطب کیا۔" یہ تمہاری دنیا ہے؟"

"ہاں پرسی یہ ہماری دنیا ہے لیکن تمہاری دنیا سے مختلف۔"

"لیکن ہیکٹی میں کچھ اور محسوس کر رہی ہوں۔"

"کیا۔؟"

"وہی کہ یہ دنیا بھی بے حد دلکش ہے۔ یہاں جس انداز میں خلوص مل رہا ہے اس سے پہلے میں نے ایسا خلوص، ایسی محبت کہیں نہیں دیکھی۔ کیا غریب لوگوں کی دنیا ایسی ہی ہوا کرتی ہے؟"

"ہاں پرسی فون۔ یہ شاہی محلات سے بہت زیادہ مختلف ہے۔"

"ہاں یہاں زندگی باسانی گزارنی چاہی ہے۔" پرسی فون نے کہا اور ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "محبت کے سہارے انسان بہت کچھ کر سکتا ہے ہیکٹی۔ اگر محبت نہ ہو تو مخلوق کی اونچی اونچی دیواریں بے مقصد ہو جاتی ہیں۔ ان دیواروں سے محبت نہیں چھکتی، ان دیواروں کی آگہیں نہیں ہوتیں لیکن یہاں میں لوگوں کو دیکھ رہی ہوں جن میں پیار بھرا ہوا ہے اور یہ پیارا اتنا انوکھا اتنا حلاوت انگیز ہے کہ میں اپنی روح کو اس میں محصور محسوس کر رہی ہوں۔ یہ پیار بہت عظیم ہے۔"

"ہاں پیار بہت عظیم ہوتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

پرسی فون کی محبت، اس کی معیت، اس کی رفاقت، اس کی حقیقت سے میرے لئے بہت عظیم تھی لیکن جب میرے اندر میری اپنی شخصیت عموماً کو آتی تو میں ان سارے معاملات کے بارے میں سوچنے لگتا۔ میں سوچتا کہ سلاٹس نے یہ لہا کھیل کس لئے رچایا ہے اور اب اس کھیل کا انجام کیا ہے۔ ہاں میں جانا چاہتا تھا۔ سو ایک طویل عرصہ گزرا۔ میں چاہتا تھا کہ اس زندگی کو اختتام پر لے آؤں۔ سو میں نے اپنے باپ سے کہا کہ میں اپنی سلطنت میں واپس جانا چاہتا ہوں وہ تیار یاں کرے۔

"نہیں بیٹے۔ ہم اپنی اس مچھوٹی سے ہستی میں خوش ہیں۔" میرے باپ بیڈس نے جواب دیا۔

"نہیں بابا یہ کیسے ممکن ہے جہاں میں ہوں وہاں تم ہو گے اور بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ تم پہاڑوں میں بھیریں چراتے پھرہ اور میں تخت شہنشاہ پر بیٹھوں۔" میں نے اپنے باپ سے پبار سے کہا۔

"بیٹے ہمیں بس یہی رہنے دو، ہمیں یہ ہستی ہمیشہ سے عزیز ہے اور جب ہم کبھی تمہارے بارے میں سوچیں گے تو پہنچ جائیں گے تم تک۔ ہاں تم تک پہنچنا ہمارے لئے ناممکن نہ ہوگا کیونکہ تم ہمارے بیٹے ہو۔ جس طرح شہنشاہوں تک پہنچنا ناممکن ہوتا ہے اب وہ صورت حال نہیں ہوگی۔ ہم جب چاہیں گے تم تک پہنچ جائیں گے۔"

"بہتر بابا۔" میں نے جواب دیا۔ جب میرا باپ بیڈس اپنی دنیا میں مگن تھا تو پھر کیا حق تھا مجھے کہ اس سے اس کی خوشیاں چھین لیتا۔

سو جب میں واپس چلا تو میرے ساتھ میرا باپ نہیں تھا۔ البتہ اس نے میری ماں اور بہن کو اجازت دے دی تھی کہ وہ میرے ساتھ کچھ عرصے کے لئے چلی جائیں اور میں انہیں عزت و احترام کے ساتھ لے کر اپنی حکومت کی جانب واپس چل دیا۔

یہ ہمارے سفر کے نجانے کتنے روز کی بات ہے۔ دن اور رات کا تعین نہ ہونے کی وجہ سے میں کسی چیز کے بارے میں یقین سے نہیں کہہ سکتا ہم سفر کا کتنا وقت طے کر چکے تھے۔ تب میں نے دور سے دیکھا کہ چند گھوڑے میدان میں اتر رہے ہیں اور وہ ہماری ہی جانب آ رہے تھے غالباً ہمارے حکومت کے پایہ تخت سے کوئی خبر لائے تھے۔ میں رک کر ان کا انتظار کرنے لگا۔ میرے ساتھ موجود تمام لشکر بھی رک گیا تھا۔

جب وہ قریب آئے تو دیکھا میں نے کہ سربراہ تھا ان کا وہی دہلا پتلا مدقوق لیکن خوبصورت فیرونا۔ اپنے علم سے دوسروں کو فتح دلانے کی ناکام کوشش کرنے والا فیرونا، دوسروں کے ذریعے اپنی محبوبہ کو حاصل کرنے والا فیرونا، جس سے میں اس وقت کے بعد آج مل رہا تھا اور جو نجانے کہاں غائب تھا۔

فیرونا ہماری طرف ہی آ رہا تھا میں مسکرائی ہوئی لگا ہوں سے اسے دیکھنے لگا اور کرنے لگا انتظار کہ وہ قریب آ جائے۔ پرسے فون رتھ میں ہی تھی وہ حسین رتھ جسے بارو گھوڑے کھینچ رہے تھے۔ رتھ بھی رک چکا تھا ہم سب فیرونا کا انتظار کر رہے تھے۔ تب فیرونا ہمارے نزدیک پہنچ گیا۔

"شہنشاہ ہسکی کی خدمت میں آداب پیش کرنا ہوں۔" اس نے معمول کے مطابق سرخم کرتے ہوئے کہا۔

"آؤ فیرونا۔ تمہارا کیا خیال ہے کیا میں تمہیں بھولی گیا ہوں۔" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"شہنشاہ کی یادداشت اتنی کمزور تو نہ ہونا چاہیے۔"

"نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شہنشاہ غالباً اپنی مملکت کی جانب سفر کر رہے ہیں؟" فیرونا کے انداز سے مکاری کا احساس ہو رہا تھا۔

"ہاں۔ تمہیں کوئی اعتراض ہے؟"

"نہیں۔"

"پھر کہنا کیا چاہتے ہو اور یہاں کیسے آئے؟"

"میں شہنشاہ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں، اگر مناسب سمجھا جائے تو اس وادی میں قیام کر لیا جائے تاکہ چند لمبے ہم ساتھ گزار سکیں۔"

"تم اگر چاہو تو میرے ساتھ سفر کر سکتے ہو۔ میں قیام نہیں کر سکتا۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن کیا شہنشاہ مجھے اپنی معیت کا کچھ وقت عطا فرمائیں گے؟"

"ہاں ہمارے ساتھ چلو۔" میں نے جواب دیا اور فیرونا نے گریں بھکا دی۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور انہوں نے

گھوڑوں کے رخ موڑ لئے۔

"نہیں فیرونا۔ ان سے کہو عقب میں چلے جائیں اور میرے لشکر کے ساتھ سفر کریں۔" میں نے کہا اور فیرونا نے پھر گریں بھکا دی۔

اس نے اپنے ساتھیوں کو ہدایت کی اور وہ سب گھوڑے دوڑاتے ہوئے لشکر کے عقب میں پہنچ گئے جہاں وہ سرن لوگ سفر کر رہے تھے۔

اب صورت حال یہ تھی کہ میری ایک جانب ہانپوں تھا اور دوسری جانب فیرونا۔ ہانپوں کو میں نے اس کی مرضی کے مطابق اس کے اپنے

غلاٹے میں جانے کی اجازت نہیں دی تھی البتہ میں نے یہ ضرور کہا تھا کہ سلطنت میں پہنچنے کے بعد میں اسے کچھ وقت ضرور دوں گا کہ وہ اس دوران

اپنے عزیز واقارب سے مل کر واپس آجائے۔ ہانپوں اس وقت خاموش ہو گیا تھا لیکن اس نے یہی کہا تھا کہ وہ..... اس موضوع پر مجھ سے بعد میں

گفتگو کرے گا لیکن وہ میرے حکم کی خلاف ورزی کی مجال نہیں رکھتا۔ میں نے ہنس کر اس کی بات نال دی تھی چنانچہ ہم بھر پل پڑے۔

پرسی فون کا رتھ لشکر کے بیچ میں تھا اور اس دوران میں اس سے دور ہی رہا تھا۔ البتہ ہم اپنے قیام میں آپس میں مل سکتے تھے۔

ہانپوں مسکراتی نگاہوں سے فیرونا کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے میری جانب جھک کر کہا: "یہ شخص سمجھ میں نہیں آیا۔"

"میں نے تمہیں اس شخص کے بارے میں بتایا تھا نا۔ یعنی وہ شخص جس نے مجھے پیشکش کی تھی کہ میں چاہوں تو اس کے علم کا سہارا لے کر

فاتح بن جاؤں اور پرسی فون کو اس کی ملکہ بنا کر حکومت خود حاصل کروں۔"

"اوہو..... اوہو۔۔۔ مجھے یاد آیا۔ یہی فیرونا ہے؟"

"ہاں۔"

"ٹھیک ہے بالکل ٹھیک۔ اب یہ یہاں کیوں آیا ہے؟"

"یہ تو معلوم ہو جائے گا۔" میں نے جواب دیا۔

میں نے فیرونا کو اس وقت تک گنگٹکو پر مجبور نہ کیا جب تک کہ ہم نے قیام نہ کر لیا۔ ہاں جس وادی میں ہم نے قیام کیا تھا وہ حسن کی وادی تھی۔ ہاں تخت الٹری کی کا تو ہر منظر قابل دید تھا۔ یہاں کی بر چیز دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ چنانچہ اس حسین وادی میں فیرونا کا شہر آباد ہو گیا۔ وہ وادی جو نہانے کب سے سنان پڑی تھی جس نے انسانوں کو بہت کم دیکھا تھا۔ اس وقت انسانوں سے بھری ہوئی تھی۔

لشکر کے تمام لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے، میرا بڑا خیال ایک خوبصورت جگہ ایسا وہ کر دیا گیا تھا جس کے عقب میں ایک ننھی سی پہیل آسان کی جانب نکلیں اٹھائے دیکھ رہی تھی۔ اس کے کنارے ایسا وہ درخت جھیل کے محافظ معلوم دے رہے تھے اور ان محافظوں کے درمیان یہ جھیل بے پناہ خوبصورت محسوس ہو رہی تھی۔ ہم شبے کے عقب سے اس جھیل کا منظر آسانی دیکھ سکتے تھے۔ باپوں نے تموزی دربر کے لئے مجھ سے اجازت طلب کر لی تھی اور اپنے ان ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا تھا جس کے لئے خیمے ایسا وہ کر دیئے گئے تھے۔ تب ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد میں پرسی فون کے پاس جا بیٹھا۔ اس سے کافی دیر گنگٹکو کرتا رہا۔ پرسی فون مجھے بہت چاہتی تھی جس کا اٹنہا اس کی آنکھیں تھیں، وہ اتنی چاہت سے مجھے دیکھتی، اتنی محبت سے بلاتی کہ میں ہسکی کے روپ میں خود پر رشک کرتا تھا۔ پرسی کا خیال میرے خیمے کے ساتھ ہی تھا۔

تب کافی دیر کے بعد میں نے ایک قاصد کے ذریعے فیرونا کو پیغام بھیجا اور فیرونا آ گیا۔ میں نے فیرونا کو جینے کی ہیکش کی اور وہ نکلیں جھکائے میرے سامنے بیٹھ گیا۔

"فیرونا تم جانتے ہو میں نے تمہیں کس لئے طلب کیا ہے۔ میں تم سے وہ ساری باتیں جاننا چاہتا ہوں جن کے لئے تم اب میرے پیچھے آئے ہو۔"

فیرونا نے کسی قدر حسرت زدہ نگاہوں سے میری جانب دیکھا اور پھر اس کے چہرے پر ایک پھیل سی مسکراہٹ پھیل گئی پھر وہ بولا۔

"میں تیری تقدیر پر رشک کرتا ہوں ہسکی۔ چونکہ میں جانتا ہوں کہ تو نے صرف بھیڑوں کے درمیان زندگی گزار دی ہے۔ تو نے پہاڑوں کی وادیوں میں صرف بھیڑوں پر حکم چلایا ہے لیکن کیا تو سوچ سکتا تھا کہ بھیڑوں پر حکمرانی کرنے والا چر داہا انسانوں پر بھی حکمرانی کر سکتا ہے۔"

فیرونا کی گنگٹکو زیادہ دلچسپ اور دلکش نہ تھی اور نہ ہی ایسی تھی کہ میرے لئے زیادہ پسندیدہ ہوتی لیکن میں مستعمل اور بردبار مزاج کا مالک تھا چنانچہ میں نے صبر و سکون سے اس کی یہ ساری باتیں سنیں۔ میں جانتا تھا کہ میرے ایک اشارے پر اس کی گردن اتار کر زمین پر رکھ دی جائے گی۔ تو جو شخص اپنے سامنے اتنا تالچ ہو جس شخص کی اپنے سامنے حیثیت صرف اتنی ہو، بھلا اس شخص کی باتوں کا برانا بھی کوئی جواز رکھتا ہے چنانچہ میں نے فراخ ولی سے اس گنگٹکو کو نظر انداز کیا اور کہنے لگا: "ٹھیک ہے فیرونا، میں تیری ہر بات کا اعتراف کرتا ہوں لیکن کیا تو یہ بتانا پسند کرے گا کہ ان باتوں سے تیرا مقصد کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بس۔ میں تیری تقدیر پر رشک کر رہا ہوں ہسکی کو تو نہ صرف تخت الٹری کی حکومت بلکہ حسن کی پوری سلطنت کا بھی مالک ہے جس کے سامنے ساری سلطنتیں بیچ ہیں۔" فیرونا نے ایک سرو آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"تیرنی مراد پرسی فون سے ہے؟"

"ہاں۔ میری مراد اتنی حسینہ سے ہے۔"

"لیکن اب وہ میری ملکہ ہے، اس حکومت کے شاہ کی بیوی ہے۔ کیا تو اس بات کا خیال نہیں رکھتا؟"

"بالشبہ، اور میں اس کی شان میں کوئی گستاخی نہ کروں گا جو تجھے ناگوار گزرے۔" فیروانے جواب دیا۔

"تو نے تو کوشش کی تھی فیروانہ کہ ہشارا کو میرے مقابلے میں کامیاب کرائے لیکن تو ناکام رہا۔ اور تو نے اس بات کو محسوس کیا کہ تیرا علم

میرے سامنے ناکام رہا۔"

"اس کے بارے میں تجھ سے معلومات حاصل کرنے آیا ہوں یہی۔ مجھے بناوہ کون سا علم تھا جس نے میری تو توں کو زیر کر دیا۔"

"فیروانہ، کیا میرے اوپر تیرے سوال کا جواب ضروری ہے؟" میں نے کہا۔

"ایک انسان کی حیثیت سے ضروری ہے یہی۔ ہاں تو شاہ بھی ہے میں اس بات کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔" فیروانے جواب دیا۔

"لیکن میں اپنے ان علم کے بارے میں تمہیں نہیں بتانا چاہتا جس سے میں نے تجھ پر فتح حاصل کی۔"

"ٹھیک ہے میں کہہ چکا ہوں یہی کہ میرے پاس کوئی جواز نہیں ہے کہ میں تجھے مجبور کر سکوں اور نہ ہی میں تجھے مجبور کروں گا البتہ میں تجھ

سے کچھ درخواست ضرور کروں گا انہیں بھی ماننا یا نہ ماننا تیرا کام ہے۔"

"بول کیا چاہتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میرنی خواہش ہے کہ مجھے میرے ساتھیوں کے سامنے زمین میں دفن کر دیا جائے۔" فیروانے کہا۔

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں۔ پرسی فون کے بغیر میں مر جانا چاہتا ہوں۔"

"تو اس کے لئے میرے پاس ہی کیوں آیا ہے فیروانہ؟" میں نے طنز یہ انداز میں اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"میں یہ چاہتا ہوں کہ... ان حالات سے آگاہ کروں جو میری موت کے بعد تجھے پیش آئیں گے۔"

"اور، کیسے حالات، کیا اب پھر تو اپنے علم سے میرے لئے کوئی گزرا کھودنا چاہتا ہے اور کیا اسی سلسلے کی کوئی کڑی ہے کہ تو چاہتا ہے کہ میں

تجھے زمین کھود کر دفن کر دوں۔" میں نے سوال کیا۔

"نہیں یہی۔ حالات نے تجھے فتح سے ہمکنار کرایا ہے اور فیروانہ ناکام رہا ہے لیکن پرسی فون کی تجھ سے قربت مجھے موت کے بعد بھی سکون

نہیں لینے دے گی۔ میں مرنے کے بعد بھی... رقابت کی آگ میں جلا رہوں گا اور میں نے اس کے لئے بندوبست کر لیا ہے۔"

"کیسا بندوبست؟" میں نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

"میں زندگی میں تجھ سے انتقام نہیں لے سکا لیکن میں نے اپنے علم سے سوال کیا کہ کیا پورنی زندگی کی کوشش بھی مجھے ایسی کوئی چیز نہیں

وے سکتی، جس کے ذریعے میں اپنے دشمن سے انتقام لے سکوں۔“

”پھر تیرے علم نے تجھے کیا جواب دیا۔“

”اس کے لئے ایک کڑی شرط میرے سامنے آئی لیکن وہ کڑی شرط نتھی بلکہ میرے دل کی آواز تھی، میری آرزو تھی۔“

”میں جاننا چاہتا ہوں فیرونا۔“

”میرے علم میں ایک ایسی کڑی نکل آئی جس کے ذریعے میں تجھ سے انتقام لے سکتا تھا لیکن اس کے خزانے کے طور پر مجھے اپنی زندگی

بھینٹ دینا چاہتا تھی۔“

”وہ کڑی کیا تھی۔“ میں نے سوال کیا لیکن فیرونا نے میری بات پر توجہ نہ دی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک شیطانی مسکراہٹ ابھر رہی تھی۔

”دل تو چاہ رہا ہے تجھے نہ بتاؤں اور ساری زندگی تجھے اس اذیت میں گزارنے دوں کہ آخر وہ کیا انتقام ہے جو میں نے تجھ سے لیا لیکن یہ

میں تجھے بتاؤں گا کیونکہ زندگی دے کر میں نے جو کچھ خریدا ہے وہ اتنا کمزور نہیں تھا جتنا تو سمجھ رہا ہے یعنی جو کچھ میں تیرے لئے کر جاؤں گا تو اسے رو

نہیں کر سکے گا۔“

”تو خود تذبذب کا شکار ہے فیرونا۔ تو خود نہیں جانتا کہ تو کیا کہہ رہا ہے اور کیا کہنا چاہتا ہے۔“ میں نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

”تو سن۔ تو اپنے ہی خون کے ہاتھوں موت کا شکار ہو گا اور تیری بیوی پر سی فون تیرے نطفے سے ایک ایسے بچے کو جنم دے گی کہ ساری

ہستیاں تجھ پر نہیں گی۔ پھر تخت العرش میں ایک نئے دور کا آغاز ہو گا۔“

”اور کچھ؟“

”اسے کم نہ سمجھ۔ یہ تیری تقدیر ہے اور تو۔ تو خوش نہ رہ سکے گا۔ وہ حشر ہو گا تیرا کہ دنیا تجھ پر انفس کرے گی اور اس وقت تیری کوئی قوت

تیرا ساتھ نہ دے سکے گی۔“

”عہد بات ہے لیکن تو نے یہ سوچا فیرونا کہ اگر میں اس شخص کو شکست دے سکتا ہوں جو تیرے علم کے سہارے جنگ کر رہا تھا تو کیا تیری

اس بد عا کو میں ناکام نہ بنا سکوں گا۔“

”یہ اتنی مضبوط ہے کہ تو ایسا نہ کر سکے گا۔“ فیرونا نے خوشی سے قبضہ لگاتے ہوئے کہا غصے ہونے کی بجائے مجھے ہنسی آگئی۔

”خوب فیرونا، بہر حال تو کیا جانے کہ یہ سب کچھ بھی میرے لئے ایک دلچسپ تجربے سے زیادہ نہ ہو گا۔“ میں نے آہستہ سے کہا لیکن

اس وقت میں چونک پڑا جب فیرونا نے اچانک نخر نکال کر اپنے پہلو میں گھونپ لیا۔ یہ سب کچھ اس نے اتنی برق رفتاری سے کیا تھا کہ میں اسے روک

بھی نہ سکا۔ فیرونا کی ساری رنگیں پھول گئیں۔ چہرہ سرخ ہو گیا لیکن وہ اذیت کے عالم میں بھی قہقہے لگا رہا تھا۔

”تو۔ تو خوش نہیں رہ سکے گا ہنسی۔ تو۔“ وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا لیکن اب وہ بل نہیں رہا تھا اور پھر اسی طرف ہنستے ہنستے اس نے دم توڑ دیا۔

میں اسے سنجیدہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اور میرے ذہن میں صرف ایک ہی خیال تھا وہ یہ کہ فیرونا پاگل ہو گیا تھا۔ وہ پر سی فون کی جدائی

برداشت نہ کر سکا تھا۔

فیرونا کے ساتھی اس کی لاش دیکھ کر افسردہ ہو گئے تھے۔ خود میرا دوست ہاپون بھی عجیب سی کیفیت کا شکار تھا۔

"یوں تو بے شمار لوگ مرتے ہیں، فنا ہوتے ہیں لیکن وہ جو خود کو کسی مقصد کے تحت ہلاک کرے نہ بھولنے والی افسوسناک چیز ہوتی ہے۔"

ہاپون نے کہا۔ میں نے ہاپون کو فیرونا کی پیشگوئی بتائی لیکن ہاپون نے: "ہی سنجیدگی سے اسے سنا اور میرے ہنسنے کے باوجود وہ نہ ہنسا۔

"کیوں ہاپون۔ کیا تم اس کی بکواس سے خوفزدہ ہو گئے تھے؟" بالآخر میں نے سوال کیا۔

"خود تیرا کیا خیال ہے ہیکلی۔" ہاپون پرانے لہجے میں بولا۔

"وہ لوگ جو کچھ کرنے کے لئے جان کی قربانی دیتے ہیں پاگل نہیں ہوتے۔"

"میرے خیال میں وہ صرف پاگل تھا۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ وہ پری فون کی جدائی برداشت نہیں کر سکا تھا اور اس نے اس دیوانگی میں جان وے دی۔" میں نے جواب دیا۔

"نہیں ہیکلی۔ وہ صاحب علم تھا اور اس کے ساتھی یہی بتاتے ہیں۔"

"تو آپ کے خیال میں جو کچھ اس نے کہا ہے وہ ہوگا۔"

"میرنی دعا ہے کہ نہ ہو۔"

"اور نہیں۔ یہ عائد کرنے والے کی روح کو بے چین نہ کر۔ میں چاہتا ہوں کہ فیرونا کی خواہش پوری ہو اور میں اسے ایک بار پھر ناکام

دیکھوں۔ اسی طرح جیسے میدان جنگ میں وہ اس شخص کی ناکامی دیکھ رہا تھا جس کے اوپر اس کے علم کا سایہ تھا اور جس کی تلوار بہت وزنی ہو گئی تھی لیکن

بالآخر میں نے اسے شکست دی۔"

"ایسا ہی ہو سکتا ہے ایسا ہی ہو۔" ہاپون کے چہرے پر اب ہشاشت نہیں پیدا ہوئی تھی اور وہ بدستور فکر مند نظر آ رہا تھا۔

"خیر ہاپون۔ یہ تو بعد کی باتیں ہیں یعنی وہ جو ابھی نہیں ہوا ہے اور جسے ہونے میں ابھی وقت لگے گا۔ سو ہم آنے والے وقت کے لئے فکر

مند نہ ہو۔ اب تو یہ بتا کہ فیرونا کی لاش کا کیا جائے۔" میں نے ہاپون کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"اس کے ساتھیوں کے ساتھ کی سلوک کیا جائے گا۔" ہاپون نے پوچھا۔

"ہماری ان سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ فیرونا کی لاش ان کے حوالے کر دی جائے اور ان سے کہا جائے کہ یہاں سے دور نکل جائیں۔"

میں نے کہا اور ہاپون نے گروں بلادی۔ پھر اس نے میرے احکامات فیرونا کے ساتھیوں تک پہنچا دیئے اور میرے احکامات کی تعمیل میں تعرض کی

مجال کے ہو سکتی تھی۔

وہ لوگ چلے گئے اور ہم آگے بڑھ گئے۔

تو پروفیسر، تحت العری کی حکومت مجھے مل گئی اور خوب انتخاب کیا تھا میرے دوست مسلمانوں نے۔ یعنی ایک ایسا کردار مجھے دیا جس کے ہمیشہ ہی ہمیشہ تھے لیکن اگر مسلمانوں مجھے مل جاتا تو میں اس سے سوال ضرور کرتا کہ اگر ہمیں صرف ہمیں ہوتا تو کیا وہ ہمارا سے جنگ جیت سکتا تھا، ماضی خود کو دہرا رہا تھا لیکن ماضی کا ہسکی ہمارا سے جنگ کس طرح جیت سکا اور تحت العری کی حکومت میں ہمیشہ ہی ہمیشہ تھے۔ پری فون کی حسین آغوش اور اس کی مدد بھری، اہمیں اور پھر حکومت کے دوسرے تعینات کبھی اپنے طور پر سوچتا..... پروفیسر! تو ہلسی آتی لیکن ہمیں کی حیثیت سے یہ سب کچھ بہت دلکش تھا اور میں اس سے خوش تھا۔

اب میں نے نظام حکومت بہ آسانی سے سنبھال لیا تھا کوئی وقت باقی نہیں رہی تھی میرے لئے اور میں ہمیشہ کر رہا تھا۔ فیرونا میرے ذہن سے نکل گیا تھا۔ لیکن ایک دن تنہائی میں جب پری فون میری آغوش میں تھی۔ ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ہم اپنے محل کے ایک سرسبز گوشے میں دوایمیش دے رہے تھے۔ نزدیکی ہی پانی کا سا زنگ رہا تھا تو پری فون نے میرے سینے میں منہ چھپاتے ہوئے ذرا بادلے ہوئے انداز میں مجھے آواز دی۔ "ہسکی۔"

"کیا بات ہے پری؟" میں نے اس کے سہرے بالوں کو اس کے چہرے سے ہٹا کر غور سے دیکھا تھا۔

"ایک بات کہوں۔" پری کے ہونٹوں پر ایک اجنبی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کہو۔"

"کیا تم۔ کیا تم اپنی عظیم الشان حکومت کے لئے ایک حکمران کے خواہش مند نہیں ہو؟"

"ہوں۔"

"کیا چاہتے ہو؟"

"وہی جو تم۔" میں نے جواب دیا۔ نہ جانے کیوں میں اس کی گفتگو میں دلچسپی لے رہا تھا۔

"یعنی۔"

"تم کیا چاہتی ہو؟"

"ایک بچہ۔ ایک خوبصورت سا بچہ یہاں ہمارے درمیان لیٹ کر انگوٹھا چوسے گا اور پھر جو ہمارے درمیان کھینٹا ہوگا اور پھر جو ہمارے

درمیان ایک خوبصورت ناقص تغیر نو جوان کی حیثیت سے کھڑا ہوگا۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔"

"لیکن ہسکی ہم ابھی تک اس سے محروم کیوں ہیں؟"

"اس۔" میں چونک پڑا۔ مجھے اچانک خیال آیا۔ میں ہمیں کی حیثیت سے نہ جانے۔ کیا بن گیا تھا لیکن اپنی اصل حیثیت میں تو میں پری

فون کی یہ خواہش کبھی پوری نہیں کر سکتا تھا۔

"میرا خیال ہے پری۔ ہم زیادہ دنوں تک محروم نہیں رہیں گے۔"

"واپسی۔" پرسی فون نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"ہاں۔" میں نے اسے خود میں جذب کر لیا اور پرسی فون گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

لیکن طویل عرصہ گزر گیا اور پرسی فون اولاد سے محروم رہی۔ نہ جانے کیوں میں بھی پریشان رہنے لگا تھا۔ حالانکہ بعض اوقات میں اپنی اس پریشانی پر ہنسنے لگتا تھا۔ جہلا میں اولاد کے لئے پریشان کیوں ہوتا۔ مجھے کیا کرنا تھا اولاد کا لیکن کم بخت پرسی فون اب شدت سے اولاد کے جنون میں جہلا ہو گئی تھی وہ ہر وقت اسی بات کا رد و ناروتی رہتی تھی۔ بعض اوقات میں اسے سمجھاتا تھا۔

"پرسی فون۔ آخر تم اس قدر پریشان کیوں رہتی ہو؟"

"میں اولاد چاہتی ہوں۔"

"جو وقت سے پہلے تمہیں نہیں مل سکتی۔"

"وقت کب آئے گا؟"

"کیا اس سے پہلے تمہارے دوسرے لوگ یہ بات جانتے رہے ہیں۔"

"نہیں۔ لیکن۔"

"ہر وقت اولاد کی رٹ مت لگایا کرو۔" اس وقت مجھے غصہ آ گیا اور پرسی فون چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

"تو کیا تمہیں اولاد کی خواہش نہیں ہے؟"

"ہے لیکن تمہاری طرح پاگل نہیں ہوں۔"

"لیکن بسکی۔"

"بیٹا تو تمہارے باپ کے ہاں بھی نہیں تھا۔ اس نے دوسرے کا سہارا لیا۔"

"اولاد تو تھی لیکن ہمارے ہاں۔"

"اپنی فکر کرو۔ اولاد کی رٹ مت لگائے رکھا کرو۔"

"لیکن مجھے اولاد چاہیے۔"

"جاؤ میرے پاس سے بٹ جاؤ۔ اور اب اپنا ذہن صاف کر کے میرے نزدیک آنا میں اب تمہارے منہ سے اولاد کا لفظ نہیں سننا

چاہتا۔" میں نے کہا اور پرسی فون اٹھ گئی۔ پھر وہ خاموشی سے میرے کمرے سے باہر نکل گئی اور پرسی فون سے شادی کے بعد میں نے پہلی تنہائی اس

سے دور گزار دی۔ اس حساب سے آرام کے اوقات میں سمجھی اس سے دوری نہیں ہوئی تھی لیکن یہ تنہائی اس کے بغیر تھی۔ پھر جب میں بے کل ہونے لگا

تو اس کی تلاش میں نکل پڑا۔ میں نے سوچا تھا کہ وہ اپنی آرام گاہ میں ہوگی لیکن۔ جب میں اس کی آرام گاہ میں پہنچا تو وہ کہیں سے آ رہی تھی۔ اس

سے قبل وہ کہاں تھی؟

اور اس سوال کا جواب مجھے کچھ وقتے کے بعد مل گیا۔ طویل عرصہ نہیں گزرا تھا اور پروفیسر اس بار جو کچھ ہو رہا تھا وہ سب غیر متوقع تھا۔ میرے لئے ایک مشکل لمحہ تھا۔ تخت الٹری میں میرا ایک خادم خاص کو زوال تھا۔ ایک بد شکل و ہوتا مت جو گونا گونا تھا اور بول نہیں سکتا تھا لیکن اس کا عضو عضو ہوتا تھا ایسے خوبصورت بدن کا مالک جو تمام تو مردانہ خصوصیات سے سجا ہوا تھا اور میں نے پرسی فون کو، کو زوال کے ہمراہ ایک عیش گاہ سے باہر آتے دیکھا تھا۔

ملویل وقتے تک میں نے سوچا اور پھر پرسی فون سے گفتگو کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ پرسی کا چہرہ اب کافیہ نظر آتا تھا۔

"تم بہت خوش ہو پرسی فون؟"

"ہاں۔"

"اس کی وجہ جان سکتا ہوں؟"

"نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"جو کچھ میں نے کہا میرا مطلب اس سے مختلف نہیں ہے۔" پرسی فون کا لہجہ خشک تھا۔ میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"لیکن تم میری بیوی ہو پرسی فون۔"

"ہاں۔ لیکن تم میری خواہشات پوری کرنے میں ناکام رہے ہو۔"

"کون سی خواہشات؟"

"میں ابھی تک اولاد سے محروم ہوں۔"

"اولاد کے حصول کے لئے تم نے دوسرے راستے اختیار کئے ہیں؟"

"ہاں۔ اپنے حق کے مطابق۔" اس نے بے خوفی سے جواب دیا، تب میں نے اس حق کا جائزہ لیا۔ اور پروفیسر۔ مجھے یہ بات معلوم ہوئی

کہ واقعی وہ حقدار ہے اس زمین کے اصول مختلف تھے اور بھلا میں ان اصولوں سے کس طرح انحراف کر سکتا تھا۔ ایک لمحے کے لئے میرے اندر دلچسپی جاگئی۔ بہر حال یہ ایک تجربہ تھا۔

لیکن جس حیثیت سے مجھے یہ تجربہ ہوا تھا۔ وہ حیثیت اس بات کو قبول نہیں کر رہی تھی۔ پرسی فون اپنے معمولات میں مشغول تھی۔ میں

حکومت کے دوسرے کام دیکھ رہا تھا لیکن وہی بلور میں الجھا ہوا تھا۔ میرا مشیر ہائون گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتا تھا لیکن ابھی تک میں نے اپنا مسئلہ اس کے سامنے پیش نہیں کیا تھا۔

بالآخر ایک دن اس نے مجھ سے سوال کرتی، اہا۔ "ایک خادم کی حیثیت سے میرے حقوق محدود ہیں لیکن تم نے ہمیشہ مجھے دوست کی

حیثیت دی ہے اور اس حیثیت سے میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"پوچھو ہاپیون۔"

"ان دنوں تم کچھ پریشان نظر آ رہے ہو؟"

"ہاں۔ ہاپیون۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ہاپیون کو اس کی وجہ نہیں بتاؤ گے؟"

"وجہ؟" میں نے اسے غور سے دیکھا۔ پھر میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں ہاپیون میرا خیال ہے میں تمہیں اس راز میں شریک کر لوں۔"

"ہاپیون تمہارا خاتم ہی نہیں درست بھی ہے اور درست ہونے کی حیثیت سے وہ تمہارے راز کا امین ہے۔"

"مجھے بھروسہ ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تو بتاؤ کیا راز ہے؟"

"پری فون غلط راستوں پر نکل گئی ہے۔"

"پری فون؟" ہاپیون نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں۔"

"تمہاری بیوی؟" اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

"تمہیں اتنی حیرت کیوں ہو رہی ہے؟"

"اس لئے کہ تم۔ تم دونوں ایک دوسرے کو پیار کرتے ہو۔"

"کرتے تھے۔ اب نہیں کرتے۔"

"کیوں؟"

"پری فون بدل گئی ہے۔"

"اس کی وجہ؟"

"اولاد۔"

"اور۔ تم میں سے کون اولاد کا زباں خراہش مند ہے؟"

"وہ۔"

"لیکن ہنگی۔ کیا تم دونوں میں سے کوئی اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں ہے؟" ہاپیون نے دہکتے ہوئے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا۔"

"پری فون نے کوئی قدم اٹھایا ہے؟"

”ہاں۔“

”کیا؟“ ہاپن نے پوچھا۔

”کو زوال۔ اس کا گونا گوا خاہم، اس کی توجہ کا مرکز ہے۔“

”تجھے یقین ہے؟“

”ہاں۔“ میں نے تجیدگی سے جواب دیا اور ہاپن گہری سوچ میں گم ہو گیا۔ پھر اس نے طویل سانس لے کر کہا۔

”بلاشبہ یہ صورت حال میرے لئے تکلیف دہ ہوگی۔ لیکن پرسی فون اپنی مرضی سے ایسے اقدامات کر سکتی ہے اس کا حق حاصل ہے۔“

”یہ انوکھا حق ہے؟“

”ہاں۔ یہ اس سرزمین کی ریت ہے اور اگر تمہارے ہاں کوئی اولاد پیدا ہو جاتی ہے تو بلاشبہ وہ اس سلطنت کی مالک ہوگی کیونکہ سلطنت

تمہیں پرسی فون کے خاندان سے ملی ہے اور تم خود ایک چرواہے کے بیٹے ہو۔“

”لیکن ہاپن۔ میرے لئے یہ ناقابل برداشت ہے۔“

”یقیناً ہوگا۔“

”میں کیا کروں؟“

”ہاپن کرے گا لیکن تم ایک اور کام ضرور کرو۔۔۔ پرسی فون کو احساسِ ولادہ خود نہیں اس کی زیادہ پرہائیں ہے اور محل سینٹروں کے

ساتھ وابستگی۔۔۔“

”کیا مجھے اس کا حق حاصل ہے؟“

”تمہیں تو اس کا بھی حق حاصل ہے کہ پرسی فون کو قتل کرو۔“

”او۔۔۔ میں نے پر خیال انداز میں گردن جلائی۔ میرا یہ مشیر خوب تھا اور اس نے جو کچھ ٹھہرے بتایا تھا وہ بھی عمدہ تھا۔“

ہاپن رخصت ہو گیا اور میں نے اپنے طور پر اپنی ذہنی کیفیت کا جائزہ لیا۔ میں ان معاملات سے زیادہ متاثر تو نہیں تھا۔ ہاں بسکلی کی

حیثیت سے اس بات کا رنج ضرور تھا کہ میری بیوی نے مجھ سے بے وفائی کی۔

لیکن اندرونی طور پر میں ہلکی نہیں تھا۔ میں نے ایک بات ذہن نشین کر لی یعنی ایسے واقعات جو میرے ذہن کے لئے ناقابل قبول

ہوں۔ مجھے اپنی اصل حیثیت سے قبول کرنا چاہئیں۔ اس طرح میں ذہنی الجھن سے محفوظ رہ سکوں گا اور اس طرح تحت المٹی کے باطنی کی ان

داستانوں سے خود کو نکال سکوں گا۔ اور جب میں نے آواز دی خود کو محسوس کیا کہ ساری کہانی ایک مذاق ہے۔ دلچسپ مذاق۔ خواب کی مانند یا اس

طرح جیسے میں صرف ایک دیکھنے والا ہوں اور خود میرا اس داستان سے کوئی تعلق نہ ہو۔

لیکن میرا دوست ہاپن صرف تماشائی نہ رہ سکا۔ محل میں اونچی نیچی سرگوشیوں سے میں نے معلوم کیا کہ کو زوال کی لاش اس کے کمرے میں

مٹی ہے اور اس کی سرور اس کے شانوں سے بہت دور پائی گئی ہے۔ میں نے لاش دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ نہ ہی یہ معلوم کیا کہ اس لاش کو کہاں لٹکانے لگایا گیا۔

ہاں پرسی فون کی کیفیت کے بارے میں معلوم کرنا میرے لئے زیادہ دلکش تھا۔ اور تنہائی کے لمحات میں وہ میرے پاس آگئی۔ لیکن اس کی آنکھوں کی چمک میں اس کے گاؤں کی شفق میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ اس نے مخصوص انداز میں میرے گردن میں ہاتھیں ڈال دی تھی اور میں نے بھی کسی تغیر کا اظہار نہیں کیا۔

لیکن وہ خود ہی ہنستی ہوئی بولی۔

”بے چارہ کو زائل بھی خوب مارا گیا لیکن کیا برا ہوا۔ اس کی حیثیت اس سے زیادہ کیا تھی کہ وہ صرف ایک غلام تھا لیکن تمہیں یہ جان کر شاید مسرت ہو کہ میں خود اس کی موت کی خواہش مند تھی اور اس بارے میں سوچ رہی تھی کہ کس طرح اسے راستے سے ہٹاؤں۔“ پرسی فون نے کہا اور میں چونک پڑا۔

”کیوں؟“ میں نے اس سے سوال کیا۔ ”وہ تو تمہارا منظر نظر تھا۔“

”نہیں میری روت۔ پیار تو میں تم سے کرتی ہوں۔“

”خوب۔ اب بھی؟“

”اب بھی اور ہمیشہ۔“

”دلچسپ محبوب ہو۔“

”یہ بات نہیں۔ دراصل تم غلامی کے شکار ہوئے تھے۔“

”کیوں؟“

”وہ میری محبت نہیں میری ضرورت تھا۔“

”ضرورت؟“

”ہاں۔ میں چاہتی تھی کہ حکومت میرے خاندان ہی میں رہے اور یہی خواہش میرے باپ اپنی لاش کی تھی۔“

”تو پھر؟“

”میں نے کو زائل سے اپنی ضرورت پوری کرنی اور جب غلاموں سے کوئی ایسی ضرورت پوری کی جائے جو ان کی حیثیت سے بڑھ کر ہو تو

پھر ان کی زندگی مناسب نہیں ہوتی کیونکہ وہ اس قابل نہیں ہوتے کہ ان پر اعتبار کیا جائے اور ناقابل اعتبار لوگوں کا مر جانا ہی بہتر ہوتا ہے۔“ پرسی فون نے کہا۔

”کیا کہنا چاہتی پرسی فون؟“

"کوئی خاص بات نہیں، یہ کہ اس سے میں جو چاہتی تھی وہ پورا ہو گیا اور میں بہت خوش ہوں۔"

"یعنی؟"

"یعنی یہ کہ اب میرے بدن میں اس رباست کا حکمران موجود ہے۔"

"اور۔۔۔" میرا خون کھول گیا۔ "لیکن وہ حکمران کو زال کا بیٹا یا بیٹی ہوگی۔" میں نے طیش کے عالم میں کہا۔

"نہیں کو زال کا نہیں۔ پرسی فون کی بیٹی یا بیٹا ہوگا۔"

"لیکن میرا اس سے کیا تعلق ہوگا؟"

"تم اس کے باپ ہو گے۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ آقاؤں کے غلاموں سے ہر ضرورت پوری کرنے کا حق ہوتا ہے لیکن کیا غلاموں کی یہ مجال کہ وہ کسی چیز پر اپنا دعویٰ کر سکیں۔"

"لیکن پرسی فون۔ میں تو اسے اپنی اولاد تسلیم نہیں کروں گا۔"

"اس طرح تم تخت الٹری سے بغاوت کرو گے۔" پرسی فون نے نہایت سکون سے کہا۔

"تخت الٹری کے قوانین سے بغاوت۔" میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ تم اس قانون کے امین ہو۔ تم تخت الٹری کے شاہ ہو ایسی صورت میں لازم ہے تم پر کہ تم ان قوانین کی پابندی کرو۔"

"اوہ۔۔۔۔۔ اوہ۔۔۔۔۔" میرا خون کھول اٹھا۔ میرے بدن سے چند نگاریاں پھولنے لگیں لیکن دفعتاً میں سنبھل گیا۔ میں نے اپنے کومسوس کیا اور اس طرح اپنی اس کیفیت پر قابو پالیا جو مجھے برا ہیئت کر رہی تھی۔ چنانچہ میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔ "ہاں تم نے ٹھیک تو یاد دلایا پرسی فون تخت الٹری کے قوانین سے بغاوت۔ بلاشبہ ہم میں سے ہر ایک اس بات کا مختار ہے کہ جس طرح چاہے زندگی گزارے۔"

"یقیناً۔" پرسی فون نے جواب دیا۔ وہ نہایت دلکش انداز میں مسکراتی تھی۔ پھر وہ میرے سینے سے چمٹ گئی۔ میں نے بھی اس سے تعرض نہیں کیا تھا۔ ظاہر ہے میں اب جس حیثیت میں تھا وہ مختلف تھی۔ جسے اب وہ احساس نہ رہا تھا جو کچھ دیر قبل تھا چنانچہ میں نے پرسی فون کے ان جذبات کی پذیرائی کی جن کی تکمیل وہ اس وقت مجھ سے چاہتی تھی اور پرسی فون مطمئن ہو کر میرے نزدیک سے اٹھ گئی۔

لیکن اس کے بعد میں نے جو کچھ سوچا تھا اور ہانپوں نے مجھے جو کچھ مشورہ دیا تھا۔ میں نے اس پر عمل کیا۔ محل کی حسین ترین کینز میری خلوت میں آنے لگیں اور میں نے محسوس کیا کہ چند ہی دنوں کے بعد پرسی فون کے چہرے کا رنگ اڑنے لگا ہے۔ اس کے ہونٹوں پر وہ مسکراہٹ باقی نہ رہی جو کبھی اس کے حسن کا خاصا تھی۔ گویا اب وہ ان حالات کا شکار تھی جن کا کچھ وقت پہل میں تھا اور مجھے اس صورت حال سے کافی مسرت محسوس

ہوتی تھی کیونکہ میں دیکھ رہا تھا کہ پری فون کا ہیٹ بڑھتا جا رہا ہے۔ گویا کوزال اس میں موجود تھا اور یہ تصور مجھے پری فون کے اترے ہوئے چہرے سے پوری طرح لطف اندوز ہونے کا موقع دیتا تھا بھلا مجھے اب اس بات کی کیا پروا ہو سکتی تھی۔ میں نے جو کچھ کیا تھا اس کی نشانیوں اس کے سارے وجود سے غائب تھی اور میں جو کچھ کر رہا تھا اسے میں چھپانا نہیں چاہتا تھا۔

چنانچہ کنیزیں آتی رہیں جاتی رہیں۔ ان میں سے چند تو ایسی تھیں جو مجھے بے حد پسند تھیں اور ایک طرح سے وہ مستقل میری ظلمت کی راز دار تھیں۔ پھر وہی ہوا جس کا امکان تھا یعنی پری فون ایک دن آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑی۔

”تم... تم۔“ اسے مٹھلیاں بھینچتے ہوئے خونخوار لہجے میں کہا۔ ”تم نے مجھے بالکل نظر انداز کر دیا ہے یہی۔“

”کیا مطلب پری فون؟“

”تم نے مجھے.. تم نے مجھے ایک کنیز سے بھی بدتر سمجھ لیا ہے۔“

”نہیں۔ نہیں۔ ایسی تو کوئی بات نہیں۔ کنیزیں اپنا مقام رکھتی ہیں اور تم اپنا۔ کیا یہ بات تحت اثری کے قوانین کے خلاف ہے۔ کیا ایک

شہنشاہ کنیزوں سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا؟“ میں نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔ اور پری فون کسی زخمی سانپ کی مانند تھلمے لگے۔

ظاہر ہے وہ اس بات کا کیا جواب دے سکتی تھی لیکن میں بھی خاموش نہ رہ سکا تھا۔ ”تو تم نے جواب نہیں دیا پری فون۔ میں تمہاری رائے

جاننے کا خواہش مند ہوں۔“

”لیکن یہ محبت کے خلاف ہے۔“

”محبت نہیں پری فون تمہارا خیال غلط ہے۔ محبت کا مسئلہ ہمارے تمہارے درمیان کوئی بہت بڑی حیثیت نہیں رکھتا۔ کیا تمہارے خیال

میں، میں کوزال کو بھول سکوں گا جو آج بھی تمہارے پیٹ میں موجود ہے۔“

”اوہ۔ تو تم نے انتقام...“

”انتقام تو نہیں۔ تم نے اپنا حق استعمال کیا اور میں نے اپنا۔ اس میں انتقام کی کیا بات ہے؟“

”لیکن میں۔ میں یہ سب کچھ نہیں ہونے دوں گی۔“

”پری فون۔ تم میرے ایک اشارے پر اپنی زندگی کھو سکتی ہو۔ اس لئے شہنشاہ یہی کے سامنے سوچ سمجھ کر بات کیا کرو۔“ میں نے

درباری لہجے میں کہا اور وہ مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے آہستہ سے گردن ہلائی اور ہونٹ جھینکتی ہوئی باہر نکل گئی۔

میں جانتا تھا کہ عورت کیا کرے گی اور عورت جو کچھ کرے گی اس کے جواب میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کیونکہ میں باخبر تھا اور بات یوں تھی

کہ بلاشبہ محل میں کنیزوں کا اضافہ ہونے لگا تھا۔ میرے دربار اور جاں نثار جو میری خوشیاں چاہتے تھے اس تک وہ وہیں مصروف ہو گئے تھے کہ

حسین ترین لڑکیاں میرے پاس لائیں اور میری کنیزوں میں شامل کریں اور بھلا جب ایک شہنشاہ بھی یہی چاہے تو کون اسے روک سکتا ہے۔ چنانچہ

حسینوں کے جھرمٹ میں، میں پری فون کو تقریباً بھول ہی گیا ہاں ایک دن ہانچوں نے بتایا کہ پری فون اب محل میں نہیں رہتی۔

"تو وہ کہاں گئی؟" میں نے سوال کیا۔

"اور اس کا باپ بھی اس کے ساتھ غائب ہے۔"

"خوب۔ خوب۔ لیکن ہاپیون اس بات سے تم کیا مقصد لیتے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"کچھ نہیں۔ غالباً اس کا خیال ہو گا کہ وہ ایک بچے کو جنم دینے کے بعد دوبارہ تمہارے پاس آنے کی اور پھر تمہیں اس کی پرورش کے لئے

مجبور ہونا پڑے گا۔"

"کیا یہ بھی تختہ انگریزی کا قانون ہے؟"

"ہاں۔ پرسی فون کا بچہ خواہ اس کا ذمہ دار کوئی بھی ہو بہر صورت تمہاری اولاد اور تمہارا جائز وارث کہلائے گا۔"

"ہوں...؟" میں کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ لیکن پھر وہی مسئلہ سامنے آ گیا۔ یعنی یہاں جو کچھ بھی ہوتا ہے۔ میری اپنی شخصیت

لیکن اس کے بعد میں نے خاموشی اختیار کر لینا ہی مناسب سمجھی۔ ہاں البتہ پرسی فون ایک ملکہ میں عرصہ تم میرے نزدیک نہ آئی۔

ان حالات میں، میں زندگی گزار رہا تھا وہ میرے لئے غیر تسلی بخش نہیں تھے۔ ہاپیون میرا ساتھی تھا اور امور حکومت آسانی چل رہے تھے

البتہ جب بھی مجھے اپنی نرس اور پرسی فون کا خیال آتا میں سوچنے لگتا کہ، یکے بعد دیگرے ہوتے ہیں تو کون کون سے ہنگاموں کے ساتھ اور بالآخر

وہ دن بھی آ گیا جب یہ ہنگامہ نکالوں کے سامنے تھا۔ پرسی فون نے ایک بچے کو جنم دیا تھا اور اس کے لئے اس نے امراء کو طلب کر لیا تھا جو حکومت میں

ایک خاص حیثیت رکھتے تھے ہاں جب اس نے امراء کو طلب کیا تو امراء نے مجھ سے بھی اجازت طلب کی تھی اور میں نے انہیں بخوشی اجازت دے

دی تھی۔ ظاہر ہے جب ان حالات کو میں قبول کر چکا تھا تو باقی معاملات میں خواہ مخواہ ناگ اڑانے کی کیا ضرورت تھی لیکن جب وہ سب واپس آئے

اور انہوں نے مجھے بتایا کہ پرسی فون نے ایک ایسے بچے کو جنم دیا ہے جس کے خدو خال جنگ میں رہنے والے اس جانور سے ملتے ہیں جو انسانوں کی

مانند ہوتا ہے لیکن اس کے بدن پر لمبے لمبے بال ہوتے ہیں اور اس کا چہرہ انسانوں سے مختلف ہوتا ہے۔ گویا وہ بن مانس کی بات کر رہے تھے۔ میں یہ

سن کر ششدر رہ گیا۔ یہ کیا تھا، وہ سب کچھ کیا تھا، اس سلسلے کی ایک کڑی تھا جس کے لئے میں پریشان تھا نجانے کیوں اس دن مجھے فیرونا یاد آ گیا۔

فیرونا کی پیش گوئیاں یاد آئیں اور ایک لمحے کے لئے میں واقعی پریشان ہو گیا۔ اگر وہ بن مانس کی شکل ہے تو پھر۔ تو پھر۔ ممکن ہے فیرونا کی بددعاؤں کا

کوئی دخل ہو۔

حالانکہ مجھے ان بددعاؤں سے بدل نہیں ہونا چاہیے تھا۔ یہ بددعائیں میرا کیا ہکا بکسی تھیں۔ اگر وہ بچہ بن مانس کی شکل کا تھا تو اس سے

مجھے کیا فرق پڑتا تھا ہو گا۔ میری اولاد تو تھی نہیں اور یوں بھی پر فیرونا تو مجھے اولاد کی خواہش تھی اور نہ ہی کسی اور چیز کی۔

یوں جب بھی میں اس بارے میں غور کرتا تو ایک چیز مجھے ہمیشہ سکون بخشی تھی کہ بہر صورت میں اس بات کو نہیں بھول سکا تھا کہ میں

سلمانوس کے اس وائس کڈے کے ذریعے ماضی کے اس جزیرے تک پہنچا ہوں اور یہاں کے مناظر دیکھ رہا ہوں اور جب میں یہاں سے واپس

جاؤں گا تو میری وہی حیثیت ہوگی جو پہلے تھی لیکن اس زندگی میں تہذیب کی چاشنی تھی۔

پرسی فون جو شاید اس وقت تک کے لئے ہی غیر حاضر ہوئی تھی جب تک کہ کوزال کے بچے کو جنم نہ دے لے۔ بالآخر میرے پاس پہنچ گئی۔ مجھے اس کی آمد کی اطلاع اپنی بیٹھن گاہ میں ملی تھی۔ اس کے ساتھ اس کا باپ اپنی بس بھی تھا لیکن میں جانا چاہتا تھا کہ خود پرسی فون کا اس بارے میں کیا خیال ہے چنانچہ جب وہ محل میں پہنچے تو میں نے ان کا پرتاک انداز میں استقبال کیا۔ وہ بچہ اس کے ساتھ نہیں تھا جو اس نے جنم دیا تھا۔ میں نے دیکھا پرسی فون کا شباب دھل چکا تھا وہ جوانی، وہ شادابی جو اس کے چہرے کا خاصہ تھی مفقود ہو چکی تھی۔ وہ اجڑی اجڑی نظر آ رہی تھی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھ کر غالباً وہ اور چڑ گئی۔ اس نے مجھ سے کوئی بات نہ کی۔ میں نے شاہ اپنی بس کی جانب دیکھا۔ شاہ اپنی بس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔

”میرے معزز عزیز، میرے بزرگ، میرے مربی۔“ میں نے اپنی بس کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا اور پھر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ”شاہ اپنی بس میں آپ سے تنہائی میں کچھ گفتگو کرنے کا خواہش مند ہوں۔“ اپنی بس نے ٹیپ ٹیپ ٹیپ سے میری جانب دیکھا۔ پھر اپنی بیٹی پرسی فون کی طرف۔ پرسی فون کے چہرے پر کوئی اثر نہیں تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ مجھ سے ہونے والی گفتگو میں دخل دینا نہیں چاہتی تھی۔ سو میں نے کہا۔ ”میں ان تمام کارروائیوں کا مقصد جانا چاہتا ہوں۔“ اپنی بس نے لگا ہی اٹھا کر میری جانب دیکھا اور بولا۔

”مقصد کیا ہو سکتا ہے؟“

”جو کچھ بھی ہے شاہ اپنی بس بے شک یہ حکومت تیری ہے اور میں نے مقامی اصولوں کے مطابق اسے حاصل کیا لیکن اب میں محسوس کرتا ہوں کہ جیسے میں ہمیشہ سے اس علاقے کا حکمران رہا ہوں اور میرے ذہن میں وہ تمام چیزیں سرایت کر چکی ہیں جو کسی شہنشاہ کے ذہن میں ہوا کرتی ہیں۔ اس لحاظ سے میں ہر وہ بات تم سے کر سکتا ہوں جو عام حالات میں نہیں کر سکتا تھا۔“

”بے شک تجھے اس کا اختیار حاصل ہے۔“ اپنی بس نے جواب دیا۔

”تب میں تم سے کہتا ہوں کہ بالکل حقیقت بتاؤ سچ بولو، جو کچھ میں تم سے پوچھتا ہوں سچ بتاؤ۔“

”میں سچ بولوں گا۔“ اپنی بس نے جواب دیا۔

”مجھے بتاؤ کہ جو فوادہ میں نے سنی ہے کیا وہ درست ہے؟“

”بچے والی؟“

”ہاں۔“

”بالکل درست ہے شاہ اپنی بس۔ اور میں حیران ہوں کہ یہ سب کیا ہوا۔ انسانی جسم سے ایک جانور کیوں برآمد ہوا ہے؟“

”ہوں۔ اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے اپنی بس کہ وہ جانور کس کا لطفہ ہے۔“ میں نے سوال کیا۔

”ہاں۔ غلام کوزال کا۔“ اپنی بس نے جواب دیا۔

”گو یا تمہاری بیٹی قابل و اعتبار نہیں ہے اور نہ ہی اس قابل کو وہ میرے بچے کی ماں بنے، لیکن شاہ اپنی بس اب کیا کرے گا، اس بن مانس کو

تحت العریٰ کا حکمران بنا دے گا۔“

"میں نہیں جانتا، میں کچھ نہیں جانتا۔ یہ تمہارے آپس کے معاملات ہیں۔ میں تو ایک طرح سے ان تمام چیزوں سے بری الذمہ ہو چکا ہوں۔ اگر میری بیٹی مجھے اپنی مدد کے لئے مجبور نہ کرنی تو شاید میں اس کے ساتھ جانا بھی پسند نہ کرتا۔"

"تو پھر کان کھول کر سن لو اپنی بس کہ اس بن مانس کو مر جانا ہوگا۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"لیکن یہ میری بیٹی کا بچہ ہے اس کے بدن سے نکلا ہے۔"

"اور میرے نام سے منسوب ہوگا۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔ "گو یا میں ایک بن مانس کا باپ ہوں۔"

"دیکھو یہ سب میرے ذہن میں ایک تجویز ہے اگر تم چاہو تو اس پر عمل کرو۔"

"ہاں ہاں۔ کہو تم شاہ ہو پرانے تاجر بہ کار۔" میں نے کہا۔

"ابھی اس جانور نما انسان کو قتل نہ کرو، اسے پرورش پانے دو اور پرسی فون کی توجہ اور محبت دو بارہ حاصل کرنے کی کوشش کرو، یہ کوشش کرو

کہ اس کے بدن سے دوبارہ تمہاری اولاد پیدا ہو۔ اس کے بعد اس بن مانس کی حیثیت خود بخود ختم ہو جائے گی۔"

"خوب کہا تم نے شاہ اپنی بس۔ کیا میں اس عورت کو قبول کر سکوں گا جس کے بارے میں مجھے اندازہ ہے کہ وہ مجھ سے نفرت کرتی رہی ہے

اور ایک ایسے شخص کو اس نے مجھ پر ترجیح دی جو کسی طرح بھی قابل اعتبار نہ تھا۔ کیا میں یہ سب کچھ کر سکتا ہوں شاہ اپنی بس؟"

"اگر نہیں کرو گے تو اس میں تمہارا نقصان ہے؟"

"بھلا کیا؟"

"یہی کہ وہ بن مانس خواہ وہ جانوروں کی ہی خصوصیات کیوں نہ رکھتا ہو اس علاقے کا حکمران بنے گا۔"

"ہوں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے ہم یہ تماشہ بھی دیکھیں گے شاہ اپنی بس۔ ہم دیکھیں گے کہ ایک جانور کی حکمرانی کیسی ہوتی

ہے اور تم نے ٹھیک ہی کہا۔ ہاں میرے ذہن میں یہ بات بالکل نئے انداز میں آئی ہے کہ اس جانور کی حکمرانی سے تمہارا نام کیسے زندہ رہتا ہے۔" میں

نے کہا اور اپنی بس گردن ہلانے لگا۔

"گو یا تم نے اسے قتل کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا ہے۔"

"ہاں شاہ اپنی بس، یہ سب ایک چرواہے کا بیٹا ہے اس نے اپنے ہارے میں سوچا ہے نہ کہ اپنی پشتوں کے بارے میں اگر میری اولاد بھی

اس طرح بھیڑیں چراتی جس طرح اپنی طویل زندگی میں نے گزار دی ہے تو میرے اوپر اس کا کیا اثر پڑا اور اگر میں ایک طویل عرصے تک حکمرانی کی

زندگی گزارنے کے بعد بھیڑیں چرانے کے لئے واپس چلا جاؤں تب بھی میں یہ نہ سوچوں گا کہ کچھ برا ہوا۔"

"ہوں۔ میں تیرا مطلب سمجھ رہا ہوں لیکن میرا تجربہ کچھ اور کہتا ہے۔"

"میں جان سکتا ہوں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ صدیوں کی طویل زندگی گزارنے کے لئے ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ عمدہ ماحول میں سانس لے۔ شاہ کی گدی سے

اترنے کے بعد جو کیفیت ہوتی ہے وہ تو اپنی ٹس سے پوچھ۔

"اور گویا تم افسردہ ہو؟"

"ہاں۔"

"لیکن میرا خیال ہے مجھیں اور تمام مراعات حاصل ہیں جو پر سکون زندگی کے لئے ضروری ہوتی ہے۔"

"ہیک۔ لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ تو میری بیٹی کے ساتھ برا سلوک بند کر دے۔" اپنی ٹس نے جواب دیا۔

"اور۔ تو اس سلوک سے افسردہ ہے؟"

"ہاں۔ بالآخر باپ ہوں۔"

"لیکن کیا تو اس کے قصور کو تسلیم نہیں کرے گا اپنی ٹس؟"

"مجھے تو یہی نہیں معلوم کہ اس کا قصور کیا ہے؟"

"کیا تمہارے خیال میں یہ قصور کا کافی نہیں ہے کہ وہ میری بیوی ہونے کے باوجود کسی دوسرے بچے کی ماں ہے۔"

"لیکن تم اس کی خواہش پوری نہیں کر سکتے تھے۔"

"یہ الزام بھی اس نے لگایا ہوگا۔"

"الزام کیا، یہ جیتا جاگتا ثبوت نہیں ہے؟" اپنی ٹس نے سوال کیا مجھے اس کی بات پر بہت غصہ آیا تھا لیکن اس غصے کے اظہار کا طریقہ میں

نے کچھ اور سوچا اور پھر میں نے خاموشی اختیار کر لی۔

"تم خاموش کیوں ہو گئے ہیک؟"

"یہی بہتر ہے ٹس۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

"لیکن اس سے قبل میں کچھ اور کہنا چاہتا ہوں۔"

"کیا؟" میں نے اسے دیکھا۔

"بچے کو کنسل کے سامنے پیش کر کے تحت المرنی کی حکومت کا جائز وارث قرار دیا جائے گا۔ اس سے قبل وہ عوام کے سامنے آئے گا اور

جائز وارث کی پرورش کو کنسل کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اس کے بعد ساری اولادیں والدین پرورش کرتے ہیں۔ ایک اور بات بھی من لو سکی۔ حکومت

کے وارث کے قتل کی کوشش کی مرزائی موت ہوتی ہے خواہ حکمران وقت ہی یہ کوشش کیوں نہ کرے۔"

"میں اسے قتل نہیں کروں گا اپنی ٹس۔ بس اب جاؤ۔" میں نے کہا اور اپنی ٹس گردن ہلاتا ہوا باہر چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد میں دیر تک سوچتا رہا۔ ان باپ، بیٹی نے مل کر میرے خلاف سازش تیار کی تھی لیکن میرے خیال میں دونوں بے

دو طرف تھے کیونکہ میں..... ان سے متاثر نہیں تھا۔ وہی دوسری باتیں تو بہر حال میری الگ حیثیت تھی۔ اگر ایک بن مانس اس زمین کا حکمران بن جاتا

تو میرا کیا جاتا اور ہر ماضی ماضی ہے جو گزر چکا ہے۔ احمق لوگ یہ بات نہیں جانتے تھے۔

میری بیوی، میری محبت پر سی فون واہیں آگئی تھی اور اب اسے یقیناً میری ضرورت ہوگی چنانچہ تباہیوں کے وقت میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ ایک خوبصورت بچے کو جنم دینے کے بعد پر سی فون زیادہ حسین ہو گئی تھی۔

اس نے مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا۔ گویا کوئی بات نہیں تھی لیکن بات تو بہت کچھ تھی بس پر سی فون خود کو بہت زیادہ مضبوط اعصاب کی مالک ثابت کرنے پر تلی ہوئی تھی اور میں اس کی اعصابی توت کو بھی شکست دینا چاہتا تھا۔

میں نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور پر سی فون میری بانہوں میں آگئی۔ "آہ میری بیوی، میری محبوبہ۔" میں نے محبت بھرے لہجے میں کہا اور پر سی فون کے ہونٹوں کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی۔ وہ یہی سوچ رہی تھی کہ اتنے دن سے اس کی جدائی نے میرے ذہن پر اثر کیا ہے اور میں اس کی تمام کوتاہیاں بھول گیا ہوں۔ اس نے میرا چہرہ دو دنوں ہاتھوں میں لے لیا اور کہنے لگی۔

"کیسے ہو، ہیکٹی؟"

"بالکل ٹھیک۔ میری زندگی میری روح بس تمہارے بارے میں اکثر سوچتا رہتا تھا۔"

"چلو شکر ہے تم نے سوچنا شروع کیا اور مجھے بلاشبہ اس کے لئے کافی محنت کرنا پڑی ہے۔" وہ مجھے چومتے ہوئے بولی۔

"یقیناً یقیناً۔ لیکن سوچنا تو میں تمہارے بارے میں پہلے بھی تھا پر سی فون۔" میں نے محبت سے کہا۔

"ہاں ہیکٹی، ہمارے اور تمہارے درمیان عجیب و غریب حالات جنم لے رہے ہیں۔ ہماری تمہاری ابتدا، بڑے خوبصورت ماحول میں ہوئی تھی۔ بڑا ہی چمکدار پتھر تھا وہ۔ میں آج بھی اس پتھر کو نہ بھولی جو ہماری زندگی میں بہت بڑی حیثیت لے کر آیا تھا اور جب میں وہاں سے چلی تو میں نے صرف ایک چہرے کو اپنے ذہن میں سجایا اور میرے دل و ذہن کے درپے خانوں میں سجنے والا چہرہ تمہارا تھا۔ میں سوچتی تھی ہیکٹی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں تمہیں حاصل نہ کر سکوں اور تم یقین جانو، اس وقت میری ذہنی کیفیت بہت ہی عجیب تھی۔ اس وقت اگر تمہارے علاوہ اور کوئی جنگ میں فتح حاصل کر لیتا تو میں اپنے اختیارات سے کام لے کر اسے مروا دیتی اور اس کے بعد اعلان کر دیتی کہ میں نے اس شخص کو پسند کر لیا ہے جو میری زندگی اور میری حکومت کا مالک ہے یعنی جس کا نام ہیکٹی ہے۔ گویا وہ ہم تھے صرف تم۔ لیکن ہیکٹی میں نہیں جانتی کہ ہمارے درمیان کون سی چیز رخسہ انداز ہو گئی اور تم مجھ سے دور ہوتے گئے۔ نبھانے کیوں حالانکہ روز اول کی طرح میں آج بھی تمہیں اتنا ہی چاہتی ہوں اور میری اس چاہت میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔" وہ پکا گت نبرے لہجے میں بولی۔

"میرا خیال ہے، وہ صرف تمہاری ضد تھی پر سی فون۔" میں نے کہا۔

"ضد نہیں ہر انسان کی ایک خواہش ہوتی ہے جس طرح اس وقت میں سوچتا تھا۔"

"کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"یہ کہ اگر تم میری زندگی کے مالک نہ بن سکتے تو میں اس شخص کو قتل کرواؤں گی جو میری زندگی کا مالک بن کر تم پر سبقت لے جانے کی

کوشش کرے گا۔ سو میں تمہیں حاصل کر لوں گی۔ اس طرح ہر خواہش ایک شدت رکھتی ہے اور میرے ذہن میں شدت سے یہ خواہش تھی کہ میں جلد از جلد کسی بچے کی ماں بن جاؤں۔ اور تم یقین کرو سہیلی میں ہر وقت یہی سوچتی تھی کہ نبانے کیوں تم اور ہم اس نعمت سے محروم رہے ہیں۔ یہاں بات سلطنت کے وارث کی نہیں بلکہ میری خواہش کی تھی۔ سو سہیلی تمہیں اس بات کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ تم نے میری اس خواہش کو تسلیم نہیں کیا تھا اور تمہارا تسلیم نہ کرنا ہی میری نفرت کا باعث بنا تھا لیکن وہ نفرت نہیں محبت تھی کیونکہ جس وقت میں کوزاں کی آغوش میں ہوتی تھی تو میرے ذہن میں تمہارا ہی تصور رہتا تھا تاہم نبانے کیوں اس بچے کی شخصیت نہ تو کوزاں سے ملتی ہے اور نہ ہی تم سے، ہاں یہ بات میں کہوں گی کہ اس وقت میرے ذہن میں خوف کے تاثرات ہوا کرتے تھے، جب یہ بچہ میرے بدن میں تھا اور ممکن ہے اسی خوف نے یہ بھیانک شکل اختیار کر لی ہو۔ ہم کتنے بد نصیب ہیں سہیلی کہ ہمارا بچہ ایک انسان کا بچہ نہیں بلکہ ایک بن مانس ہے لیکن تمہارا خیال ہے کیا ایک ماں اپنے پیٹ سے پیدا ہونے والے بچے کو خواہ وہ کیسی ہی شکل کا ہوا اپنے ہاتھوں سے لٹی کر سکتی ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ میرا خیال ہے تم باپ ہونے کے باوجود ایسا نہیں کر سکو گے۔"

پرسی فون کی آنکھوں میں آنسو اُڑنا آئے تھے اور میں سہیلی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ عجیب و غریب کردار تھا۔ نبانے کیسے باتیں کر رہی تھی گویا بالکل معصوم ہو گویا ان کے ذہن میں یہ خیال ہی نہ ہو کہ وہ جو کچھ کر چکی ہے وہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اور میں اتنا عجیب و غریب انسان ہوں کہ میں نے اس کی حرکتوں کو معاف کر دیا ہے لیکن وہ یہی سوچ ہی تھی۔ تب میں نے کہا۔ "سو اب تمہارے ذہن میں کیا خیال ہے پرسی فون؟"

"میرے ذہن میں کوئی خیال نہیں ہے لہذا تم سے بہت سی باتیں کرنا چاہتی ہوں۔" پرسی فون نے جواب دیا۔

"کر ضرور کرو۔" میں نے بدستور پیار بھرے لہجے میں کہا۔

"نم یہ بتاؤ سہیلی کہ ہمارا بچہ کے ساتھ کیا سلوک رہے گا؟"

"اور۔ میرا خیال ہے کہ وہ کوزاں کا بیٹا ہے اور تمہارے بدن سے پیدا ہوا ہے اس لئے اس کے بارے میں تم بہتر سوچ سکتی ہو۔"

"نہیں سہیلی۔ کیا تم نے اب بھی اپنے ذہن سے وہ نفرت انگیز خیالات نہیں نکالے جو ہمارے اور تمہارے درمیان تھے؟"

"نفرت انگیز خیالات؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں۔ میرا مقصد یہی ہے کیا تم اب بھی اپنے ذہن سے وہ ساری باتیں فراموش نہیں کر دے جو گزر چکی ہیں کوزاں مر گیا۔ تم نے اسے قتل

کر دیا لیکن میں نے اس پر کسی تاسف کا اظہار نہیں کیا کیونکہ وہ میرا محبوب نہیں تھا۔ میرے محبوب تم تھے لیکن اس کے باوجود جو کچھ ہوا سہیلی وہ بس عدم اعتماد کی بنا پر ہوا تھا۔ میں اب تمہارے اوپر مکمل اعتماد کرنا چاہتی ہوں۔" وہ خلوص سے بولی۔

"ایک بات کا جواب دو گی پرسی؟"

"ہاں۔"

"کیا تم آج بھی مجھے چاہتی ہو؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ روز اول کی مانند۔"

"نہیں پرسی فون۔ یہ ظاہر ہے میں اس بات کو تسلیم نہیں کرنا۔ ہاں اگر تم مجھے چاہتی ہو تو میرے احکامات کی تعمیل بھی کر سکتی ہو۔"

"ہسر چشم۔ تم مجھ سے کہو اور دیکھو کہ میں تمہارے لئے کیا کر سکتی ہوں۔" پرسی فون نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

"تب میری خواہش ہے پرسی فون کہ تم اس بن مانس کو قتل کرو۔" میں نے کہا اور پرسی فون کا پورا بدن لرز گیا اس نے خوفزدہ لگا ہوں سے

میری جانب دیکھا اور سر سراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"گویا آج بھی تم.... اس سے اتنی اتنی نفرت کرتے ہو۔"

"نہ صرف آج پرسی فون بلکہ میں ہمیشہ اس سے نفرت کروں گا۔"

"لیکن کیوں؟"

"اس لئے کہ وہ میرا نہیں کوڑا ل کا بنا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہسکی کیا تم آج بھی اپنے ذہن سے یہ ساری باتیں فراموش نہیں کر سکو گے؟" پرسی فون نے سوال کیا۔

"نہیں یہ بات نہیں۔ میں اس بچے کو خوف کر سکتا ہوں پرسی فون لیکن انہیں معاف نہیں کر سکتا جو اسے لائے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"ہاں پرسی فون میں تم سے انتقام لینا چاہتا ہوں زبردست انتقام۔" اب میرے لہجے میں شدید نفرت امنڈ آئی تھی اور پرسی فون خوفزدہ

انداز میں مجھ سے الگ ہو گئی۔ "گویا۔ گویا؟" وہ چونک کر خاموش ہو گئی۔

"ہاں پرسی فون میں تم سے انتقام لینا چاہتا ہوں۔"

"گویا۔ گویا میں تمہیں متاثر نہیں کر سکی ہوں۔" اس نے سر سراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بات یہ ہے پرسی فون کہ میں تمہیں بے پناہ چاہتا تھا۔ اگر میں تمہاری صورت نہ دیکھتا اور تمہارے بارے میں ذہن میں یہ تصورات نہ

رکھتا تو اپنی اس حسین ہستی سے نکل کر یہاں تم تک نہ آتا۔ حکومت کی کشش مجھے یہاں نہیں لائی تھی پرسی فون۔ ورنہ تو فیرونا نے بھی حکومت کے بدلے

تمہیں مانگا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ فیرونا اپنے کہنے پر عمل نہ کر سکا لیکن بہر صورت میں فتح صرف تمہاری چاہتا تھا حکومت کی نہیں اور میں نے فتح

حاصل کر لی۔ حکومت کی بھی اور تمہاری بھی اور پرسی فون اس کے بعد میں نے تم سے بے پناہ محبت کی لیکن اس کے جواب میں تم نے ایک ایسی ضد کی

خاطر جو فوری طور پر ہونا ممکن نہیں تھی تم نے مجھ سے نفرت مول لے لی اور بالآخر تم اپنی ایک غلام خواہش کی تکمیل کرنے کے بعد واپس آ گئی ہو تو کیا

تمہارا خیال ہے میں تمہارنی ان کوتاہیوں کو تسلیم کر لوں گا۔ ہرگز نہیں پرسی فون میں اس ریاست کا شاہ ہوں اور میرے اختیار میں بہت کچھ ہے اتنا کچھ

کہ اگر میں چاہوں تو اس کونسل کو بھی معطل کر سکتا ہو جو اس بچے کی پرورش کی ذمے دار ہوگی لیکن میری جنگ صرف تم سے ہے۔"

"جنگ.....؟" پرسی فون بدستور خوفزدہ تھی۔

"ہاں جنگ۔"

"لیکن کیوں؟"

"اس لئے کہ پہلا قتل تم کر چکی ہو۔ پہلا وار تم نے کیا ہے۔"

"قتل؟"

"ہاں اعتماد کا قتل۔ اگر تم صرف میری بیوی ہو تیں ایسی عورت جو صرف اس لئے میرے حصے میں آ جاتی کہ میں نے حکومت حاصل کر لی

تھی لیکن تم اس عورت کے بارے میں کیا کہو گی جس کے لئے جنگ کی گئی اور حکومت اس کے بعد ہاتھ آئی۔"

"لیکن ہسکی۔ آخر میں نے ایسا کون سا جرم کیا؟"

"گو یا تم اب بھی خود کو معصوم سمجھتی ہو؟"

"ہاں۔ میں نے صرف اپنی خوشی ہی تو پوری کی تھی اور آخر تم مخالفت نہ کرتے تو میں اس راز میں تمہیں شریک کر لیتی۔"

"گو یا تم مجھے بتاتیں کہ تم کو ذال سے اپنی خواہش پوری کر رہی ہو۔"

"ہاں۔ ہم اگر ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں تو پھر ہمیں یہ احساس نہیں ہونا چاہیے کہ ہم کس کے اعتماد کا قتل کر رہے ہیں۔ یہ چیز

ضرورت کے لئے ہوتی ہے۔ بلا ضرورت کسی چیز کا وجود ہے؟ سوچو کیا ہم ایسی کسی بات کی طرف توجہ دیتے ہیں، ایسی کسی چیز کو دیکھتے ہیں یا اسے اپنے

قریب لانے کی کوشش کرتے ہیں جو ہماری ضرورت نہ ہو۔" پرسی فون فلسفیانہ انداز میں بولی۔

"الو کھی منطقی ہے تمہاری پرسی فون لیکن اس کے لئے میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ تم اپنی اس کی فیلی: ہوشاہ اپنی فس کی بیٹی جس نے طویل عمر سے

تک تحت اثر کی پر حکومت کی ہے اور اس نے تمہیں بھی دلاک سکھا ایے ہو گئے لیکن تمہارا باپ یہ بات تسلیم کرتا ہے کہ میں نے اپنی خصوصیات کی بنا پر

نی حکومت حاصل کی ہے۔"

"وہ آج بھی ان کا قائل ہے۔"

"ہاں لیکن ایک دوست کے انداز میں نہیں۔"

"آخر کیوں؟"

"اس لئے کہ اس نے تمہارے ساتھ شامل ہو کر میرے خلاف سازش میں تمہاری مدد کی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

اور اب پرسی فون باقاعدہ رونے لگی۔ وہ بڑے معصومانہ انداز میں رورہی تھی اور میں اس کی معصومیت کو دیکھ رہا تھا۔ واقعی ریکار عورت تھی۔

خود کو ماحول میں ضم کرنا اور اپنی جگہ بنانا جانتی تھی لیکن میرے دل میں اس کے لئے صرف نفرت تھی۔

"ہسکی۔ ہمارے لئے اتنے بڑے خیالات ذہن میں مت لاؤ۔" اس نے التجائی۔

"میرے ادکامات پر عمل کرو۔" میں نے کہا۔

"لیکن میں ماں ہوں اور بچہ میری خواہش تھا۔ میں اسے کس طرح قتل کروں گی۔"

"تمہارے خیال میں، میں تمہارے قانون سے واقف نہیں ہوں۔"

"کون سے قانون سے؟"

"شاہ اپنی ٹیس کے قانون سے۔"

"لیکن کیا وہ قانون اب تمہارا نہیں ہے اگر تم چاہو تو اس میں ترمیم کر سکتے ہو اگر تم چاہو تو دوسروں کو اپنے دلائل سے متاثر کر سکتے ہو۔"

"میں نہیں چاہتا۔"

"آخر کیوں اور کون سے قانون کی بات کر رہے ہو تم؟" اس نے پوچھا۔

"شہنشاہ ہسکی اپنی قلمرو کے ہر شخص کی جان و مال کا مالک ہے، وہ اپنے کسی بھی حکم کے تحت کسی بھی شخص کو زندگی کے بوجھ سے نجات دلا سکتا ہے لیکن خود اس کی بیوی کے وطن سے ہونے والا بچہ اس کی ملکیت نہیں ہوتا۔"

"ہاں یہ درست ہے کیونکہ وہ ایک امانت ہوتا ہے۔"

"لیکن اس وقت تک وہ بچہ جب تک شیر خوار ہوں کی ملکیت ہوتا ہے اور اگر وہ ماں کے ہاتھوں میں مر جائے تو ماں پر کوئی جرم عائد نہیں ہوتا۔"

"یہ... یہ درست ہے۔" پرسی فون کے لہجے میں پر خوف بھرا آ گیا۔

"اس لئے اسے صرف تم نقل کر سکتی ہو۔"

"لیکن تم اس کی زندگی کے دشمن کیوں ہو گئے ہو؟"

"بتا چکا ہوں کہ وہ کوزال کا بیٹا ہے۔"

"وہ میرا بھی بیٹا ہے ہسکی۔ اس لئے میں اسے کبھی نقل نہیں کروں گی۔ ہاں وعدہ ہے کہ اگر تمہارا بیٹا پیدا ہو گیا تو میں اس پر صدمہ نہ کروں گی

کہ اس جانور کو کوئی ٹوفیت دی جائے۔ اس کے علاوہ تمہاری کوئی شرط مجھے منظور نہیں ہے۔"

"خوب۔ اور اس کا نتیجہ جانتی ہو؟"

"کچھ بھی ہو؟"

"بہت کچھ ہوگا پرسی فون بہت کچھ ہوگا۔"

"تو میں یہ سمجھوں کہ تم مجھ سے تعاون نہیں کرو گے۔"

"عدیم الشال تعاون کروں گا جاں سن۔ تم دیکھو گی۔ میں تمہارے سلسلے میں پہلی بار اپنے اختیارات سے کام لوں گا۔" میں نے کہا اور

پرسی فون کے کمرے سے نکل آیا۔

اور اس کے بعد پروفیسر ایک ہنگامی دودھ شروع ہو گیا۔ پرسی فون کے کمرے سے نکل کر میں نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے ایک مضبوط افسر کو

طلب کیا۔ اس کا نام ہیراز تھا اور میری نظر میں وہ میرا نانا تھا۔

"شاہ اپنی ٹس کی اب کیا حیثیت ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ایک عام انسان سے زیادہ نہیں۔"

"کسی دور میں تم اس کے خادم تھے؟"

"وہ میرا فرض تھا۔"

"تمہارا دوسرا فرض یہ ہے کہ اس وقت تک اپنی ٹس اور اس کی بیٹی کی نگرانی کرو جب تک میں تمہیں کوئی دوسرا حکم نہ دوں۔"

"تعمیل ہوگی۔"

"لیکن ایک ذمہ داری بھی تمہارے اوپر عائد ہوتی ہے۔"

"حکم۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"اپنی ٹس اور پرسی فون کسی طور باہر نہیں نکالنا چاہیے ورنہ میں تمہیں نڈاروں میں شمار کروں گا۔"

"بہتر۔ میں ان پر سختی کر سکتا ہوں۔"

"ہاں۔ اگر وہ باہر جانے کی کوشش کریں۔"

"کچھ اور لوگوں سے مدد لے سکتا ہوں۔"

"اگر ضرورت محسوس کر دو۔" میں نے کہا اور اس نے گرون ہلا دی۔ چنانچہ میں اس طرف سے مطمئن ہو گیا۔ میں اگر چاہتا تو اس کو نسل کو

مطالبے سے روک سکتا تھا جو وہی عہد کو اپنی تعمیل میں لینے کی خواہش مند تھی لیکن میں نے اسے نذر کا تب اپنی ٹس کی ضرورت محسوس ہوئی اور اپنی ٹس نے میرے آدمیوں کی مدد سے وہ بچہ کونسل کے نوالے کر دیا۔

خوب بندر تھا۔ چہرہ سیاہ باقی بدن سفید۔ لمبے لمبے ناخن اور مکمل جانور، میں تو یہ بھی سوچنے لگا تھا کہ اس میں بھی پرسی فون کی کوئی چال نہ ہو

اور یہ بندر سر سے اس سے پیدا ہی نہ ہوا لیکن بہر حال میں یہ باتیں تسلیم کر چکا تھا۔ کونسل کے ممبران خود حیران تھے کہ یہ جانور کس طرح عنان

حکومت سنبھالے گا لیکن وہ سب مجبور تھے۔ اپنی ٹس نے درخواست کی تھی کہ اسے بھی کونسل کا ممبر بنا لیا جائے لیکن میں نے اس درخواست کو روک کر دیا

اور اسے بھی اس کی بیٹی پرسی فون کے پاس قید میں ڈلوادیا۔

سو پرو فیسر۔ بسکی کی حیثیت سے دن گزارتے رہے اور یہاں زندگی اتنی طویل ہوتی تھی کہ انسان دل کی ساری حسرتیں نکال لے، بچپن

اور بڑھاپے کا تو تجربہ نہیں تھا لیکن جوانی خوب تھی اور حسیناؤں کی بھی کمی نہیں تھی۔ ان حالات میں پرسی فون کو کون یاد کرتا۔ وہ نہ ناز زندگی گزار رہی تھی

اور اس کا باپ اس کے ساتھ تھا۔

تب ایک بار اپنی ٹس کی درخواست مجھے ملی۔ وہ مجھ سے ملاقات کا خواہش مند تھا۔ میں نے اسے بلوا بھیجا۔ ان دنوں نے اپنی ٹس

کو ضرورت سے زیادہ بوزھا کر دیا تھا اور وہ نڈ حال نظر آ رہا تھا۔

”کیسے ہوا ہی بس؟“

”تمہاری حکومت میں تکلیف کا شکار ہوں۔“

”اور کیا تکلیف ہے تمہیں؟“

”میرے لئے سب سے بڑا دکھ میری بیٹی ہے۔“

”پرسی فون؟“

”ہاں۔ میری ایک ہی بیٹی تو تھی اور وہ میرے ساتھ ہے۔“

”کیوں اسے کیا تکلیف ہے؟“

”وہ تم سے غفوی درخواست کرتی ہے۔“

”کس بات پر؟“

”جس کے لئے تم نے اسے قید کیا ہے۔“

”کیا چاہتی ہے وہ؟“ میں نے پوچھا۔

”تمہاری محبت، تمہاری قربت۔“

”کیوں۔ کیا اس کے خیال میں وہ اپنا گناہ دہرا چکی ہے؟“

”ہاں۔ وہ اب تمہاری خدمت کر کے اپنی بقیہ زندگی گزارنا چاہتی ہے۔“

”لیکن مجھے اس کی خدمات درکار نہیں ہیں کیونکہ میں پورنی طرح مطمئن ہوں۔ تحت العرنی کی حسینا تمہیں میری قربت سے سرور ہیں۔“

”میں ان کی زندگی میں پرسی فون کی مداخلت نہیں چاہتا۔ وہی پرسی فون تو اسے چاہیے کہ وہ کوزال کو یاد کرتی رہے۔“

میں نے بے رحمی سے شاہ اپہی شس کو داپس قید خانے میں بھیجا، یا اور پروفیسر۔ اس کے بعد میں نے ایک طویل زندگی اسی انداز میں

گزارنی۔ نہ جانے کتنا وقت گزارا کتنی صدیاں بیت گئیں۔ میں بھول گیا تھا کہ پرسی فون نامی کوئی عورت بھی اس محل کے گوشے میں موجود ہے۔

لیکن ایک دن سب کچھ یاد آ گیا۔ کونسل کی طرف سے مجھے ایک درخواست ملی تھی۔ ایک نوجوان مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔

”کون ہے وہ؟“

”ایک انجینی جس کی خواہش ہے کہ وہ آپ سے ملے۔“

”لیکن اس کا مقصد؟“

”وہ آپ ہی کو بتانا چاہتا ہے۔“

”ٹھیک ہے اسے دربار میں پیش کیا جائے۔“

اور جب دربار لگا تو مجھے یاد بھی نہیں رہا تھا کہ مجھ سے کسی نے ایسی درخواست کی ہے۔ ہاں جب دوبارہ اجازت طلب کی گئی تو میں نے اجازت دے دی اور جو جان مجھ سے ملاقات کرنے آیا اسے دیکھ کر نہ جانے کیوں مجھے ایک خوف کا احساس ہوا تھا۔

ایک طویل القامت گویا جس کے پورے بدن پر سفید بال تھے اور جس کی چال میں بے حد وقار تھا۔ اس سے قبل کسی جانور کو اس انداز میں چلنے نہیں دیکھا گیا تھا اور اس جانور کے ہارے میں، میں، بخوبی جانتا تھا۔

لیکن مجھے انسوؤں ہوا کہ اس سے قبل میں نے اسے کیوں نہ دیکھا۔ یہ کوئی بڑی بات نہ تھی اگر میں چاہتا تو کونسل کی پرورش گاہ میں جا کر اسے دیکھ سکتا تھا۔ ہاں پرسی فون کا بیٹا ہی تھا لیکن نو جوان۔ یہ نو جوان ہی تھا سو میں نے کونسل سے کہا۔

”کیا یہ پرسی فون کا بیٹا ہے اور تمہاری سلطنت کا ہونے والا تاجدار ہے میں نے سوال کیا؟“

”ہاں۔“ جواب ملا۔

”لیکن میرے دوستوں کیا تمہارے لئے یہ ایک دلچسپ تجربہ نہ ہوگا کہ ایک جانور تمہارا حکمران ہو۔ بلاشبہ شاہ اپنی نسل کی بہترین پرسی فون اس

محافل میں بیٹانے روزگار ہے اور اس نے تخت العرش کی تاریخ میں ایک ایسے باب کا اضافہ کیا ہے جس کو تم ایک عرصہ دراز تک نہ بھول سکو گے۔“

”میں نے غلط تو نہیں کہا تھا لیکن میری اس بات کا کوئی جواب نہ ملا تب میں نے کونسل کے بوز سے ممبر کو دیکھا جو شاید کونسل کا منتظم تھا اور

تم۔ تم جواب دو کہ یہ نو جوان کیا مجھ سے میری زبان میں گفتگو کرنے گا؟“

”نہیں۔ شاہ ہیگی، بلکہ اس نے اپنے لئے ایک ترجمان مقرر کیا ہے۔“ بوز سے منتظم نے جواب دیا۔

”تو میں اس ترجمان کو چاہتا ہوں۔“ میں نے جواب دیا اور ترجمان کی حیثیت سے جو شخص سامنے آیا وہ میرے لئے اتنا ہی حیران کن تھا

کیونکہ یہ شاہ اپنی نسل تھا۔ بوز شاہ اپنی نسل جواب بہت ہی مذہم نظر آ رہا تھا لیکن پھر بھی اس کی چال میں مردانگی اور وقار سی مانند موجود تھا۔ وہ میرے نزدیک آ کر کار جھک کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ پھر بولا۔

”میں اس کا ترجمان ہوں۔“

”خوب خوب۔ لیکن مجھے یہ بتاؤ اپنی نسل کو تم اپنی رہائش گاہ سے نکل کیسے آئے؟“

”یہ ایک لمبی کہانی ہے معزز ہیگی لیکن اگر تم چاہو تو میں تمہیں مختصر الفاظ میں بتاؤں۔“ اپنی نسل نے کہا۔

”ہاں ضرور، میں سننا پسند کروں گا۔“ میں نے جواب دیا۔

”جب تم اپنی کوششیں کر چکے ہو سکی تو میں نے اپنی کوششوں کا آغاز کیا اور جب ایک شخص ایک سلطنت کو طویل عرصے تک چلا چکا ہو۔ جب

وہ تخت سے اترتا ہے تو اپنے کچھ ہمدرد ایسے ضرور پھرتا ہے جو ہر وقت ضرورت اس کے کام آجائیں چنانچہ میں نے ایسے ہمدرد تلاش کئے اور انہوں

نے مجھے موقع دیا کہ میں خود اپنے نواسے اور آنے والی حکومت کے سربراہ کی تربیت کر سکوں چنانچہ تمہارے قید خانے میں بھی رہ کر میں اپنے فرائض کو

نہیں بھولا اور بالآخر میں نے آنے والی نسل کے نئے حکمران کو اس قابل بنا دیا کہ وہ حکمرانی کا اہل ثابت ہو سکے اور کونسل کے ممبروں اور دربار والوں

میں یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب کوئی شاہ تخت پر بیٹھا ہو اور اس کا بیٹا یہ بات محسوس کرنے کہ اب وہ عنان حکومت سنبھالنے کے قابل ہے اور شاہ کو معزول ہونا چاہئے تو وہ دربار میں شاہ سے ملتا ہے اور اپنی اس خواہش کا اظہار کرتا ہے سو اس وقت شاہ پر یہ فرض عائد ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کے حوالے وہ حکومت کر دے۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ اگر وہ اسے دشمن کی نگاہ سے دیکھے تو پھر اسے ایک اجنبی کی حیثیت سے لاکار دے اور اس سے جنگ کرے۔ سو اس وقت یہ جو ان اس ارادے سے یہاں آیا ہے اور کیا اسے روکنے کا کوئی قانون موجود ہے۔"

اپنی لہجہ نے سوال کیا اور کونسل کے تمام اراکان اور دوسرے لوگ کسی گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ پھر ان میں سے ایک انتہائی بوزھے شخص نے جس کی عمر تقریباً سات صدیاں تھیں اٹھ کر کہا۔

"نہیں۔ پرسی فون کے بیٹے کو یعنی سلطنت کے ولی عہد کو حکومت کرنے سے روکنے کا کوئی قانون موجود نہیں ہے۔ وہ حکومت کر سکتا ہے اور اس قانون میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں ہے۔" چنانچہ شاہ اپنی لہجہ کی ہات پر سبھی نے اتفاق کیا اور میں نے اچانک ہی محسوس کیا جیسے کہ میں تبارہ گیا ہوں۔

"تو بول ہیکی۔ تو کیا چاہتا ہے۔ کیا اس نوجوان کو تو اپنا بیٹا تسلیم کر کے عنان حکومت اس کے حوالے کرنے کو تیار ہے یا پھر اس سے جنگ کرنا چاہتا ہے۔"

"اوکو۔ تم خود غور کرو۔ ایک جانور جو جنگل میں رہتا ہے اور جسے کسی سازش کے تحت حاصل کر کے ایسی تربیت دینی گئی ہے کہ وہ انسانوں کی مانند چل سکے اور شاید جنگ بھی کر سکے لیکن کیا وہ تمہاری سربراہی کے قابل ہے؟"

"ہاں۔ اس لئے کہ اس وقت ہمارے حوالے کیا گیا تھا جب یہ بہت چھوٹا تھا اور اس وقت جبکہ ہم نے خود اپنے قانون سے سنا تھا کہ پرسی فون نے ایک ایسی مخلوق کو جنم دیا ہے جو اس سے پہلے کسی عورت نے نہیں جنا لیکن جب اسے ولی عہد کے لئے تسلیم کر لیا گیا اور اس کے بعد کوئی ولی عہد منظر عام پر نہیں آیا تو پھر سارے حقوق اس کے نام پر منتقل ہو جاتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اگر وہ حکومت نہ سنبھال سکے تو پھر کوئی دوسری شخصیت اسے قتل کر کے اس کی جگہ حاصل کر لے۔" جواب ملا اور اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اس جانور، اس بن مانس کو خود اپنے ہاتھوں سے قتل کروں۔ چنانچہ میں نے کھڑے ہو کر اس بات کا اعلان کیا کہ میں ایک اجنبی کی حیثیت سے اس جانور سے جنگ کروں گا اور خاص طور سے اس لئے بھی کہ وہ میرا نہیں کوڑا ل کا بیٹا ہے اور پرسی فون کے گناہوں کا پھل۔ سو اس بات پر کسی اعتراض ہو سکتا تھا چنانچہ سارے معاملے صاف تھے اور کوئی بیخ نہیں تھی اس لئے بات طے پا گئی۔

لیکن میرے ذہن میں سخت نفرت تھی۔ میں بہت سے لوگوں سے متنفر تھا لیکن غور کیا تو تھوڑی سی غلطی میری بھی نکلی۔ یعنی کہ میں اس دوران پرسی فون اور اپنی لہجہ کو بالکل بھولے رہا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ اپنی لہجہ میرے خلاف کوئی سازش کر رہا ہے۔

بہر حال چونکہ سارے کام مقامی قانون کے مطابق ہو رہے تھے اس لئے کسی خاص کوشش کی گنجائش نہیں تھی۔ اس وقت اپنی لہجہ اور پرسی فون ایک فریق بن گئے تھے اور ان کی آزادی ضروری تھی۔

چونکہ میں نے اپنی شہنشاہیت پر قبضہ رکھنے کے لئے انفرادی جنگ قبول کر لی تھی اس لئے کوئی اور بات نہ ہوئی سوائے اس کے کہ جنگ

کے وقت کا تعین کر لیا جائے۔ اس وقت میرے دوست ہاپٹون نے مجھ سے ملاقات کی اور یہاں ہم دونوں تنہا تھے۔

”تم نے ور بار میں اس گوریلے سے جنگ قبول کر لی۔“ ہاپٹون نے پوچھا۔

”ہاں ہاپٹون۔“

”لیکن کچھ باتیں باقی ہیں۔“

”کیا؟“

”کیا تم اس سے کشتی کرو گے؟“

”کیوں؟“

”وہ ہندو فٹون جنگ کے بارے میں کیا جانتا ہوگا؟“

”یہ بات تو دہی بتا سکتے ہیں جو اسے کھراں بنا نا چاہتے ہیں۔ ویسے میں نے ایک بات ضرور محسوس کی ہے۔“

”کیا؟“

”اس کی حرکات انسانوں کی مانند ہیں۔“

”ممکن ہے وہ فن جنگ سے واقف ہو۔“

”میں بالکل ہراساں نہیں ہوں ہاپٹون۔ جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ ویسے وہ کو زال کا بیٹا ہے اور میں اس بات سے واقف ہوں۔“

”میں اب بھی تمہاری کامیابی کا خواہاں ہوں لیکن تمہاری بتائی ہوئی ایک بات مجھے پریشان کرتی ہے۔“

”وہ کیا؟“

”مجھے فیرونا یاد آ رہا ہے۔ پری فون کا جاہر مگر عاشق۔ اس نے جو پیش گوئی کی تھی وہ درست ثابت ہو رہی ہے۔“

”ہاں ہاپٹون۔ وہ مجھے بھی یاد ہے لیکن اس کے ہاؤ جو میں پریشان نہیں ہوں۔ میں اب بھی فیرونا کو شکست دوں گا۔“ میں نے کہا اور

ہاپٹون گردن بلانے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ چلا گیا۔

بالآخر وہ وقت آ گیا جب ایک بار پھر میں اپنی پسندیدہ جگہ پہنچ گیا یعنی میدان جنگ جس میں خونخوار گوریلوں کا مقابلہ پر موجود تھا لیکن

کسی چاق و چوبندوں جو ان کے کی مانند اور خاص بات یہ تھی کہ اس کے ہاتھ میں ایک وزنی کھانڈا تھا۔ کھانڈا دیکھ کر میرے بدن میں جھرجھری آگئی۔

میں نے دوسرا کھانڈا اطلب کیا لیکن اتنا وزنی کھانڈا دوسرا موجود نہیں تھا اور جنگ کا وقت قریب آ گیا تھا۔ میں نے اپنی قوتوں کو آواز دی

لیکن نہ جانے کیوں میں اپنے بدن میں وہ جستی نہ پاسکا اور میرے مقابلے نے مجھ پر مسلہ کر دیا۔ میری تجربہ کار تلو گھوٹی لیکن گوریلوں سے بنا ہوا تھا

اور بلاشبہ وہ فون جنگ میں ماہر تھا۔ ایک جانب ایچی ٹس اس کی ہمت بندھا رہا تھا اور دوسری طرف اس کی ماں۔ اور ہمارے درمیان گھمسان کی

جنگ ہو رہی تھی۔

اس وقت مجھے احساس ہوا کہ میں ہلکا پڑ رہا ہوں اور اپنی اس کیفیت پر میں سخت تہمتا رہا تھا۔ پھر گوریلے نے کھانڈے کا ایک بھرپور ہاتھ میرے سر پر مارا اور کھانڈا میرے بدن میں نیچے تک اتر گیا۔ میرے دو ٹکڑے ہو گئے تھے اور چاروں طرف شور مچ گیا تھا۔ گوریلے نے فتح حاصل کر لی تھی۔ لیکن نہ جانے کیوں میں زمین پر نہیں گرا۔ میرے دونوں حصے طلحہ و خلیجہ ایک سمت میں چل پڑے۔ تب میں نے در سے ہاتھوں کو دیکھا۔ وہ میری جانب آ رہا تھا اور اس نے میرے بدن کے ایک حصے کو جھکا کر نیچے گرا دیا اور دوسرے حصے کو ڈوسنہال لیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

”ہاتھوں۔“ میں نے اسے آواز دی۔

”آگے بڑھو۔“

”لیکن.....“ میں نے کہا اور اچانک میری آواز بند ہو گئی۔ ایک خوبصورت ہشت پہلو، وہی میری نگاہوں میں آگئی اور تیز ہواؤں کے

شور کے سارے منظر سننے لگے تھے۔ تب میں نے دیکھا بھرا ہاتھ سلاٹوں کے ہاتھ میں ہے۔

”سلاٹوں۔“ میں نے اسے آواز دی۔

”کاس۔“ سلاٹوں مسکرایا۔

”یہ۔ یہ سب۔“ میں نے تعجب سے چاروں طرف دیکھا۔

”کیوں۔ وہاں ہی کا خیال نہیں تھا؟“ اس نے مسکرا کر پوچھا۔

”اور۔ تو کیا ہم۔ ہم۔ لیکن تم کہاں تھے؟“

”کیا مطلب؟“

”کیا ہم باضی کے سفر سے واپس آ گئے؟“

”ہاں۔ اس دور کی کہانی ختم ہو گئی۔ یعنی ہسکی کی کہانی۔ اس کی موت کے بعد گوریلے یا یہاں کا حکمراں بنا اور انوکھی حکومت تھی وہ۔ اگر تم چاہو

تو تمہیں اس دور حکومت کی سیر بھی کرا سکتا ہوں۔“

”اور۔ سلاٹوں۔“ میں نے پیشانی مسلتے ہوئے کہا۔

”کیوں پسند نہیں آئی باضی کی یہ کہانی؟“

”بڑی دلکش تھی۔ آہ۔ میں ان حسیناؤں کو کبھی نہ بھول سکوں گا۔ پرسی لون بھی بری نہیں تھی لیکن سلاٹوں۔“

”ہاں کہو۔“

”تم کہاں تھے؟“

”کیا مطلب؟“

"کیا ماضی کے اس سفر میں تم میرے ساتھ نہیں تھے؟"

"کیوں نہیں۔"

"کہاں تھے؟"

"تمہارے ساتھ۔"

"میرے ساتھ کہاں؟"

"آہ میرے دوست.. ہاپون تو شروع سے ہی تمہارے ساتھ تھا۔ کیا وہ پہلا کردار نہیں تھا جو تمہارے نزدیک تھا۔"

"تو تم ہاپون۔ ارے ہاں۔ تم ہی تو میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے لائے تھے.. کمال ہے میں نے ایک بار بھی اس بارے میں غور نہیں کیا.. واقعی تم تو

قدم قدم پر میرے ساتھ تھے اور خوب تھا تحت الطرائی کا یہ ماضی.. واقعی دلکش ترین لیکن کچھ باتیں میرے ذہن میں اب بھی الجھ رہی ہیں.. میں نے

"مثلاً۔"

"گوریلے سے جنگ کے دوران میں اپنی صحیح تو قتل کو استعمال نہیں کر سکا تھا۔"

"ہاں اچھے انداز ہے۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ ماضی کبھی نہیں بدلتا.. اور کہانی یہیں ختم ہوتی تھی اس لئے کہانی میں کوئی اضافہ ممکن نہیں تھا.."

"اس کا مطلب ہے کہ ماضی میرے اوپر بھاری ہے.."

"ہرگز نہیں کاس۔ تم حال میں تبدیلی کر سکتے ہو۔ ماضی چونکہ گزری ہوئی چیز ہے اس لئے اس میں تحریف بے اثر ہوگی۔"

"اور۔" میں نے گردن ہلائی۔ "یہ تو نمٹیک ہے لیکن نمٹیک کی حیثیت سے بعض اوقات میں خود کو بے بس پاتا تھا.."

"اس کی وجہ بھی ماضی ہی ہے۔ اس کے علاوہ اگر تمہارا ذہن بعض چیزوں کو قبول نہیں کر سکا تو اس کی بھی ایک خاص وجہ ہے.."

"کیا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"مثلاً تم اس بات پر آفریک پریشان رہے کہ پرسی فون نے کوزال سے جسمانی تعلقات کیوں قائم کر لئے؟"

"ہاں.. پوری کہانی کی بنیاد ہی یہی ہے.."

"نہیں۔ اسے تم نے بنیاد سمجھا جبکہ بنیاد دوسری تھی.. تحت الطرائی کے قانون میں یہ کوئی اہم بات نہیں تھی.. اہم بات یہ تھی کہ خود ہمیں کیوں اولاد

پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا اور اس کی یہ صلاحیت نیروانے جینوں کی تھی۔"

"اور تعجب ہے.. ویسے سالوں سے یہ تجربات میرے لئے بے حد دلکش تھے.. ہائی معاملات میں، میں نے اپنی ذہن کو بدستور پایا۔"

"ہاں۔ یہ تمہارے ساتھ رعایت تھی۔" سلاٹس بھی ہنستے ہوئے بولا۔ "بہر حال مجھے خوشی ہے کہ میری یہ کوشش تمہارے لئے پسندیدہ رہی۔ اب کیا ارادہ ہے۔"

"تمہیں چھوڑنے کا کیا سوال سلاٹس اور ابھی تو ہمارے پاس بہت کچھ باقی ہے لیکن میرا خیال ہے اب مستقبل کا کوئی ذریعہ تلاش کیا جائے۔"

"سوچ لو۔" سلاٹس مسکرایا۔

"کیوں؟"

"مستقبل تمہارے لئے اجنبی ہوگا۔ دماغوں وہ وقت جو ابھی تک نہیں آیا۔ اور جان ساری چیزوں سے مختلف ہے۔ مسائل نئے ماحول نیا لیکن تمہاری ماضی میں بہت کچھ دیکھ چکے ہو اور وہ تمہارے لئے ایک ہی انداز کا ہوتا ہے۔"

"میں نہیں کہہ سکتا سلاٹس آئندہ میری زندگی کس انداز کی رہے اس لئے میں مستقبل دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"مجھے اعتراض نہیں ہے لیکن اس کے لئے ہمیں بہت سی تیاریاں کرنا ہوں گی۔ ایک وقت کا تعین کرنا ہوگا۔"

"اس نھیک ہے تیاریاں شروع۔" میں نے کہا سلاٹس گردن ہلانے لگا۔

.....

تحت اثری کا مدبر، ماضی، حال اور مستقبل کا مشہدہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا اور میں اس کی دانش گاہ میں وقت گزارنے لگا۔ یہ دانش گاہ میرے لئے کھلی ہوئی تھی، اور بوز سے مدد کرنے مجھے اس کی تمام تر دلچسپی سے آگاہ کر دیا تھا۔

بلاشبہ ایک ایسے انسان کے لئے اس فلسفی دنیا کی کوئی دلچسپی نہیں تھی جو علم و فن سے متاثر ہونے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اور اسے دنیا کی سطحی باتوں سے دلچسپی ہو۔ لیکن میری نگاہوں میں صدیاں تھیں اور میں نے انسان کی ترقی و تنزل کا بار بار مشاہدہ کیا تھا۔ اس لئے مضبوط اور فنی بارکیوں سے مرصع یہ دانش گاہ میری فطرت کے لئے بے حد سکون بخش تھی اور اسے دیکھ کر ہی میں نے سوچا تھا کہ اگر انسان کچھ چھوڑنا چاہے کچھ بتانا چاہے تو اسے اپنی عکاسی کے لئے ایسا ہی کوئی فن کدہ تعمیر کرنا چاہیے۔

میں نے بوز سے سلاٹس کو اس کے کام کے لئے چھوڑ دیا اور خود اس کی تخلیقات کا مشاہدہ کرنے لگا۔ پھر جب اس کام سے تھوڑی سی طبیعت اکتائی تو میں نے اپنی کتاب انجالی اور اس میں تحت اثری کے بارے میں تحریر کرنے لگا۔

اور پروفیسر جب اس کہانی کا اختتام لکھنے لگا تو اچانک مجھے ایک انوکھا احساس ہوا۔ میں اس کہانی میں ادھر ادھر تھا۔ ہاں پروفیسر صدیوں کی اس عظیم کتاب میں کہیں کوئی ایسا واقعہ نہیں تھا جہاں میں گھست خور و ہو کر ختم ہوا ہوں۔ کتاب کا وہ باب مجھے بہت بد نما معلوم ہوا کہ اس میں میری ذات تشدد تھی اور اس تشدد کا مجھے شدت سے احساس ہونے لگا۔ سو میں نے سوچا کہ یہ باب مکمل ہی ہونا چاہیے۔

تب بوز سے سلاٹس کے وہ الفاظ یاد آئے۔ اس نے کہا تھا اس دور کی کہانی ختم ہوگی۔ گور یا یہاں کا حکمران بنا اور وہ انوکھی حکومت تھی۔ تم اگر چاہتے ہو تو تمہیں اس دور کی حکومت کی بھی سیر کرنا سکتا ہوں۔

اور میں نے اس کی بات پر توجہ نہیں دی تھی بلکہ مستقبل کی سیر کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ آخر کیوں۔ میری مرشت میں یہ تہہ ملی کیوں ہوئی تھی۔ میں تو صدیوں کا امین تھا اور اس طویل تر زندگی میں کوئی واقعہ ایسا نہیں تھا جہاں مجھے شکست ہوئی ہو۔ اداوار مجھے شکست نہیں دے سکتے تھے۔ پھر یہ تبدیلی کیوں۔

اور اچانک مجھے احساس ہوا جیسے میرے خلاف کوئی سازش کی گئی ہو۔ میرے غرور، میری انا پرکھی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ضرب لگائی گئی ہو اور یہ ضرب لگانے والا سلاٹس تھا۔ آخر وہ مجھے اسی وقت واپس کیوں لے آیا جب بہن کی حیثیت سے میری موت واقع ہوئی تھی یقیناً وہ وقت واپسی کے لئے مناسب نہیں تھا۔

بوڑھے سلاٹس کے لئے میرے دل میں ایک داغ آ گیا۔ حالانکہ اس کی علمیت، اس کے فن اور اس کے ظلوں کی طرف سے میں مشتبه نہیں تھا۔ لیکن یہ بات سوچنی جا سکتی تھی۔ خود سلاٹس علم و فن کا شہنشاہ تھا۔ لیکن جو بات میری تھی وہ اس کی نہیں تھی اور ممکن ہے یہاں آ کر اس کی کسی انا کو تسکین ملی ہو۔ لیکن پھر میرے ذہن نے پلٹنا کھایا۔ اس شخص کو قصور وار سمجھ لینا مناسب نہیں ہے۔ ممکن ہے یہ محض اتفاق ہو۔ بات اس کی نیت کی تھی، اور اس سلسلہ میں میرے دوست ستارے میری الجھن دور کر سکتے تھے۔

چنانچہ میں نے ان سے مدد لی اور ستارے میرے اس خیال پر مسکرانے لگے۔ پھر انہوں نے میری رہنمائی کی اور مجھے بتایا کہ سلاٹس ایک سیدھا سچا ظلم انسان ہے۔

”لیکن میری ذات؟“

”ماضی کی ٹھوس حقیقت۔“ ستاروں نے جواب دیا۔

”میری کتاب کا سیاہ باب؟“

”حالات کی تشکی۔“

”گو یا کہانی کی تکمیل کی جائے۔“

”ایک سچے تاریخی داستان کو کہانی ادھوری نہیں چھوڑنا چاہیے۔ کیونکہ یہ کتاب رہنما کتاب ہے اور تمہاری کہانی روشنی کا راستہ ہوگی۔“

سو غلط نہیں کہا تھا میرے دوستوں نے۔ اور چونکہ میرا دل صاف ہو چکا تھا اپنے مددگار سلاٹس کی جانب سے۔ سو میں نے اسے الجھانا مناسب سمجھا اپنے مسئلہ میں اور پہنچ گیا، ایش گاہ میں ان علوم کے لئے جو میرے لئے تعجب خیز تھے اور جو میرے لئے بے پناہ متاثر کن تھے۔

اور انہیں دیکھ کر میں نے سوچا تھا کہ نہ تو وقت محدود ہے اور نہ انسان اور ہر دور میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں جنہوں نے اتنا کچھ کیا ہے جو ان سے پہلے لوگوں نے نہیں کیا تھا۔

سلاٹس شاید ابھی اپنے اس عمل میں کامیاب نہیں ہوا تھا جس میں وہ کوشاں تھا۔ سو اس نے مجھے مسکراتے ہوئے دیکھا اور خوش اخلاقی سے میری جانب دیکھ کر بولا۔

"آدمیرے عظیم دوست آڈی۔ غالباً تم دانش گاہ کے احول سے آتا کر کسی انسان کی تلاش میں چلے آئے ہو۔"

"نہیں سلاؤس، ظاہر ہے تمہارے نزدیک آنے پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ البتہ ایک مسئلہ میرے نزدیک الجھ گیا ہے۔"

"وہ کیا؟" سلاؤس نے پوچھا۔ لیکن میں نے اپنی بات جاری رکھی تھی۔

"جہاں تک بات رہی تمہاری دانش گاہ کی تو میں تم سے بارہا کہہ چکا ہوں کہ یہ آستانے والی جگہ نہیں ہے جس کا اعتراف میں نے بارہا کیا

ہے اور یہاں وہ کروہ تمام علوم و فنون باسانی حاصل کئے جاسکتے تھے۔ چنانچہ اس دانش گاہ سے آکتابت کا تذکرہ کر کے اس کی توہین نہ کرو ہاں ایک مسئلہ مجھے تمہارے پاس لے آیا ہے۔"

"اور ہو۔ کہو میرے دوست کیا مسئلہ ہے۔" سلاؤس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بابا سلاؤس، ماضی کی کتاب میرے ان کارناموں سے بھری پڑی ہے جو میں نے صدیوں میں انجام دیے۔ اس کتاب میں میری

برتری کی توصیف ہے۔ گو یہ کتاب میری تحریر ہے۔ لیکن یقین کرو میں نے ایک سچے اور منصف تاریخ دان کی حیثیت سے اس میں کوئی تحریف نہیں کی ہے میں نے وہ سب کچھ اس میں لکھا ہے جو حقیقت تھا اور اس کتاب میں اودار کے ان بہت سارے واقعوں کو نظر انداز بھی کیا گیا ہے جو میری نگاہوں سے پوشیدہ تو نہ تھے لیکن میں خود ان میں ضم ہوا ہوں، اور میں نے سچی طور پر ان کو دیکھا اور ان سے مس کرتا ہوا گزر گیا۔

لیکن بابا سلاؤس ان سارے واقعات میں کہیں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہے جہاں کہیں بھی میری شکست کا تذکرہ ہوا ہو۔ تو پھر یہ کیوں ہوا کہ

اس انوکھے جانور نے میرے بدن کے دو ٹکڑے کئے اور غم ان ٹکڑوں کو سمیٹ کر واپس حال میں لے آئے۔"

بوزھا غور سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ غالباً اندازہ لگانا چاہتا ہو گا کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔ تو شاید اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا اور وہ کوئی ایسا

منتخب لفظ تلاش کرنے لگا جس سے اپنی کیفیت کی وضاحت کرے لیکن میں نے اس کی یہ الجھن دور کرنا مناسب سمجھا اور اسے زیادہ تشویش میں مبتلا نہ کیا۔ سو میں نے کہا۔

"میرنی مراد ہے کیا اس کے بعد کی کہانی ہم تشویش میں چھوڑ آئے۔ کیا ہم ماضی میں کچھ اور آگے نہیں بڑھ سکتے تھے؟" میں نے سوال کیا۔

"مثلاً کہاں تک؟"

"وہاں جہاں اس گوریلے حکمران کی کہانی ختم ہوتی ہو۔"

"شاید میں نے تم سے پہلے کبھی کہا تھا میرے دوست کہ اگر تم چاہو تو میں تمہیں اس دور کی سیر بھی کرا سکتا ہوں۔"

"ہاں تم نے کہا تھا لیکن میں نے اس نکتے پر غور نہیں کیا تھا اور جب میں اپنی کتاب لکھنے بیٹھا تو میں نے محسوس کیا کہ میری کتاب میں کوئی

ایسا قسم رہ گیا ہے جو اگر میں نے مکمل نہ کیا تو کتاب کا یہ باب ہمیشہ تشویش رہے گا۔ چنانچہ میں اس نکتے کو مٹانے کا خواہشمند ہوں اور اس سلسلے میں تم سے

یہی کہنا چاہتا ہوں کہ کیوں نہ ہم اس دور میں چلیں جہاں میرے دو ٹکڑے کرنے کے بعد اس گوریلے نے اپنی حکمرانی قائم کی تھی۔"

"اور..... گویا تم مستقبل کی سیر کا ارادہ ترک کر چکے ہو؟" بابا سلاؤس نے سوال کیا۔

"نہیں یہ ارادہ ترک کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی.. میری کتاب کی تشنگی مجھے اس بات پر مجبور کر رہی ہے کہ میں اس دور کی کہانی کو مکمل کروں اور بابا سلاؤس میں اس کتاب میں کوئی کمی نہیں چھوڑنا چاہتا۔"

"تب ٹھیک ہے۔ میں جس حد تک کوششیں کر چکا ہوں انہیں پس پشت ڈال دیتا ہوں اور تمہیں ماضی کے اس دور میں لے جانے کا عمل شروع کرو دیتا ہوں جہاں سے تمہاری کہانی ختم ہوئی تھی۔ رہی کہانی کی بات تو میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ ماضی میں کوئی تحریف ممکن نہیں ہے۔ جس طرح تم اپنی کتاب میں کوئی تحریف نہیں چاہتے اس طرح گزرا ہوا وقت کوئی تحریف گوارا نہیں کر سکتا۔ سو جب کو زوال کے بننے نے اپنے اس باپ کو قتل کیا جو اس کی ماں کا شوہر تھا لیکن اس کا باپ نہ تھا تو اس کے بعد ہمیں کی کہانی ختم ہو گئی اور اب ہم ہمیں کو زندہ کر کے اس کے بیٹے جو پرسی لون سے تھا، سے انتقام کے راستے تعمیر نہیں کر سکتے کیونکہ ماضی کے مرد، مسافر جن راستوں پر گامزن ہو جاتے ہیں وہاں سے ان کی واپسی ناممکن ہوتی ہے۔"

"تو پھر اس کتاب کا یہ باب مکمل کیسے ہوگا؟" میں نے سوال کیا۔

"کردار... بے شمار کردار... ہاں اگر تمہارے دل میں انتقام کی آگ ہے تو میں نہیں کہہ سکتا کہ ماضی اس سلسلے میں کیا کہتا ہے۔"

"لیکن یہ تمہاری دنیا کی کہانی ہے، تخت المڑی کی کہانی، کیا تم اس حکمراں کے اس دور سے واقف نہیں ہو؟"

"بہت معمولی طور پر۔ میں نے تم سے یہ پتہ بھی کہہ تھے کہ انوکھی حکومت تھی اس بن مانس کی اور میں نے صرف اس کے بارے میں سنا

تھا۔ ماضی کے اس دور میں، میں نے کبھی نہیں جھانکا۔ لیکن اگر تم چاہو تو ہم خود اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے بابا سلاؤس.. میں راپس اس دور میں جانا چاہتا ہوں.. میں نے کہا..

"اور یہ میرے لئے مشکل نہ ہوگا.. صرف زاویے کی معمولی تبدیلی ہمیں اس ماحول میں پہنچا سکتی ہے۔" سلاؤس پر خیال انداز میں بولا..

"لیکن تم اس کردار کی بات کر رہے تھے جس میں ہمیں اس دور میں پہنچنا ہے.."

"ہاں.. میں نے تمہیں بتایا کہ ہم اسی دور کا کوئی کردار تلاش کر لیں گے اور اس کے بعد خود کو اس میں ضم کر لیں گے۔ لیکن وہ کردار بہت

پہلے سے ہمارے نگاہ میں نہیں ہو سکتے۔ لیکن کا کردار ایک چر دا ہے کے بیٹے کا تھا اور اس نے تخت المڑی پر حکومت کی تھی اور یہ بات میری نگاہوں سے

پوشید نہیں تھی.. چنانچہ ہمیں کا کردار پیش کرنے میں مجھے کوئی وقت پیش نہ آئی لیکن اس دور میں جب اس گوریلے نے تخت المڑی کی زمین پر حکومت

کی تو کوئی اور ایسا کردار ہماری نگاہوں میں نہیں آیا جو اس کی کہانی سے برتر ہوگا.. شاید اسی وجہ سے اس کی کہانی دبی رہ گئی ہے.. بابا سلاؤس بولا..

"ہوں تو گویا ہم کسی مخصوص کردار کو اپنا کر ماضی میں سفر نہیں کر سکتے؟" میں نے سوال کیا۔

"اس کی ضرورت بھی کیا ہے پورنا... اور تم کیوں چاہتے ہو کہ ایک ایسے انسان کی حیثیت سے کسی ایسے دور میں داخل ہو جو اپنے طور پر

ایک اعلیٰ شخصیت کا مالک ہو.. بعض اوقات مشاہدے کے لئے صرف نمائندگی بننا کافی ہوتا ہے اور اس نمائندگی کی حیثیت سے کسی بھی ماحول میں زیادہ

لطف اٹھایا جا سکتا ہے تو کیوں نہ ہم خود کو جب ماضی کے دھارے پر چھوڑیں اور وقت کی ہوائیں ہمیں جس جگہ اکھڑا کر دیں ہم وہیں سے اپنے

مشاہدے کا آغاز کرویں ضروری تو نہیں ہے کہ ماضی یا مستقبل کا سفر کرنے کی صورت میں خود کو کسی اور کارنگ بھی دیا جائے.."

میں سوچ میں ڈوب گیا۔ بات وہیں آ جاتی تھی، یعنی میری اپنی حیثیت اور کتاب کا وہ باب جہاں میں نقل ہو گیا تھا۔ لیکن پروفیسر بلعنا میرے ذہن میں ایک خیال آیا تھا اور بڑا اونگھا ہی خیال تھا یہ۔ جسے بعد میں تم کوئی بھی معنی، کوئی بھی رنگ دے دینا۔ لیکن حقیقت ہے کہ ماضی کی اس کتاب میں تمہیں جو کچھ بھی سنا رہا ہوں کبھی تحریف کا قائل نہیں رہا اور نہ ہی یہ کوئی بدلی ہوئی کہانی ہے۔ یعنی جو کچھ ہوا وہی میں نے تجھ سے اس میں تحریر کر دیا کہیں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

سو ایسی کوئی بات نہیں ہے پروفیسر کہ میں اپنی اس گفت کو مٹانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ تم جہاں میری کتاب میں کوئی کہانی دیکھو گے تو تمہیں اس کے بعد کی کہانی بھی ملے گی۔

گویا میں نے ماضی کی تلاش ضرور کی ہے۔ اس میں کوئی ترمیم نہیں کی، چنانچہ میں نے یہ سوچا کہ کیوں نہ ہوڑھے سلاٹوں کے کہنے کے مطابق اس دور کا سفر کیا جائے اور کوئی ایسا کردار نہ مانا جائے جو کوئی خاص حیثیت رکھتا ہو لیکن اپنے طور پر اس وقت وہ انتقام لینے کی کوشش کی جائے جو میرے ذہن میں پوشیدہ ہے۔

اور یہ فیصلہ کرنے کے بعد میں مطمئن ہو گیا اور میں نے اس کا اظہار سلاٹوں سے بھی نہیں کیا کہ میں اپنے طور پر یہ سب کچھ کرنا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر تک میں سلاٹوں کے پاس رہا اور پھر وہاں سے واپس چلا آیا میں نے اس سے اپنے دل کی بات کہہ دی تھی اور مجھے یقین تھا کہ وہ اپنی سوچ کے دھارے بدل دے گا۔ بلاوجہ میں نے اس شخص پر شک کیا تھا۔

زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ سلاٹوں نے مجھ سے رابطہ قائم کیا اور میں خوش ہو گیا۔ "میں نے تم سے کہا تھا کہ وہ زاویہ میری نگاہوں میں ہے اور اس کے بعد کا وقت تلاش کرنے میں زیادہ وقت نہیں ہوگی۔ چنانچہ وہی ہوا۔ ہاں صرف یہ بتاؤ کہ کیا تم تیار ہو؟"

"ہاں۔ میں تیار ہوں۔"

"اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اس بار ہم نے کسی کردار کا انتخاب نہیں کیا ہے۔ لیکن وقت کی لہریں ہمیں جہاں پھینک دیں گی ہم اس ماحول کو قبول کر لیں گے۔"

"مناسب۔"

"گویا ہم نے خود کو ہواؤں کی تحویل میں دے دیا ہے اور تم اس کے لئے پوری طرح تیار ہو۔"

"تم بار بار یہ سوال کیوں کر رہے ہو سلاٹوں؟"

"اس کی ایک خاص وجہ ہے۔"

"کیا؟"

"ان حالات میں ہمیں اپنے ذہن سے ہر تحفظ کا خیال نکال دینا چاہیے گویا ہمیں اس بار ایسے حالات بھی پیش آ سکتے ہیں جو ناخوشگوار ہوں۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"بس ٹھیک ہے.. یہی مقصد تھا..'' سلاؤس نے کہا اور ہم اپنی سفر گاہ میں آ گئے۔ تب سلاؤس نے صحیح زاویے کا انتخاب کیا اور ماضی کی ہوائیں ہمارے بدن کو چھونے لگیں.. ہمارا اذہن منتشر ہوا اور ہم وقت کی الٹی دھار پر بہنے لگے۔

پھر جب ہمارے قدموں نے زمین چھوئی تو نہ جانے کہاں سے بہت سا بوجھ ہمارے بدن پر آ پڑا اور میں نے اپنے ساتھی سلاؤس کو دیکھا تو اس کی شکل بدلی ہوئی تھی۔ ایک نوجوان آدمی تھا اور بڑا خوبصورت نظر آ رہا تھا۔

"نم.. تم سلاؤس ہوں نا؟" میں نے اس سے پوچھا اور اس نے کھولی کھولی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"نہیں میرا نام نوماں ہے۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"نوماں لیکن میرے نزدیک تو میرا دوست سلاؤس تھا۔"

"اوہ.. راتن تم پھر خوابوں میں بھٹک گئے ہو.. میں نے کتنی بار کہا ہے تم سے کہ یہ ارمناس کی حسین وادیاں نہیں ہیں جہاں تمہارے سازوں سے پھوننے والے نغمے حسین گھنٹوں کی آواز سے ہم آہنگ ہو کر سحر پھیلاتے ہیں اور کنواری حسینائیں راتوں کی نیند کھو بیٹھتی ہیں۔ وہ تمہارے فراق میں کرہ نہیں بدلتی رہتی ہیں اور ان کے دل تمہارے گرد قفس کرتے ہیں۔ یہ سنگاخ چنانوں کا قید خانہ ہے جہاں ہم زندگی کے سارے لمحات گزارنے آئے ہیں۔ سوچو جب ہم ان پتھروں کو ایک حسین شہر میں بدل دیں گے تو ہمارے لئے اس شہر میں کوئی جگہ کوئی گنجائش نہیں ہوگی جسے ہم نے تعمیر کیا ہے۔" سلاؤس کے لہجے میں بے چارگی تھی۔

تب میں نے سوچا اور یہ سوچ میری اپنی تھی.. شاید میں قوی تر تھا اور میری اپنی قوتیں بحال تھیں جبکہ سلاؤس کسی کردار میں گم ہو چکا تھا اور بلاشبہ وہ مقابل نہیں تھا۔ ایک فانی انسان جو اپنی تمام تر قوتوں کو چھوڑ کر رخصت ہو جاتا ہے.. جبکہ میں باقی رہنے والا تھا اور اس طرح مجھے اس کی تمام تر صلاحیتوں کے باوجود اس پر برتری حاصل تھی..

"لیکن میرے دوست.. جب تم ہاتھوں تھے تو تمہیں سب کچھ یاد تھا.. کیا اس وقت تمہاری وہ قوت تمہارے ساتھ نہیں ہے؟"

"راتن.. راتن.. مقدایا کے لئے اپنے خوابوں سے نکل آؤ۔ ان خوابوں نے تمہیں کبھی کچھ نہیں دیا۔ اس کے باوجود تم نے انہیں خود پر مسلط رکھا ہے.. ووریکمو.. زنداں کا نگراں ہماری طرف آ رہا ہے۔ وہ ہمارے جسموں کو کوزوں سے باغداد کر دے گا۔ ایسے حالات سے بچو۔ چلو اپنا کام شروع کرو" اس نے کہا اور پھر اس کے مضبوط ہاتھ وزنی کدال سے پتھر توڑنے لگے..

اس کے ہاتھوں اور پیروں کی زنجیریں ایک عجیب آواز پیدا کر رہی تھیں.. میں نے انہیں لہجہ سے دیکھا اور ہنس پڑا۔

"بھائی سلاؤس اس نے کہا ہے کہ ہواؤں پر کبھی بھروسہ نہ کرو... بعض اوقات یہ ساری تدبیریں الٹی کر دیتی ہیں.. برے پھنس گئے تاہم سوچ بھی نہیں سکتے ہو گے کہ جس ماضی میں تم جا رہے ہو وہاں تمہارے ساتھ یہ بھی بیٹے گی.."

لیکن سلاؤس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے میری طرف دیکھا بھی نہیں تھا اور بدستور پتھر توڑنے میں مصروف تھا۔ لیکن میں نے اس کے چہرے کے خوف کو محسوس کیا تھا۔ شاید وہ خوف کی وجہ سے میرے الفاظ کو سنی ان سنی کر رہا تھا..

تب اچانک میرے بدن پر ایک سرسراہٹ ہوئی اور میں نے پٹت کر دیکھا۔ تو فی بیگل گمراں کے ہاتھوں میں دبے ہوئے ہنرے کے مضبوط کوزے نے میرے بدن کو چھوا تھا اور شاید اس کی آواز بھی ابھری تھی۔ لیکن اس بار میں ہلکی نہیں بنا چاہتا تھا جو اپنے بدن کے دکھڑے لے کر واپس حال میں پہنچ جائے۔ اس بار میں ماضی کا باغی تھا جو اس میں اپنی حیثیت تلاش کرنے آیا تھا اس لئے میں نے ماضی کے کردار میں تبدیلی ہونے کے باوجود اپنی اصلیت کو نہیں چھوڑا تھا۔

"حرام خوردی کر رہے ہو۔" گمراں دبازا۔

"وہ کیا ہوتی ہے؟" میں نے ہنس کر پوچھا اور میرے ارد گرد پھیلے ہوئے میرے جیسے بے شمار لوگوں کے چہرے خوف سے سکڑ گئے۔ کسی گمراں سے مذاق۔ صرف موت کا مذاق ہوتا تھا۔ انہیں اختیار تھا کہ جب چاہیں جس کی چاہیں زندگی چھین لیں۔

"کیا تم گفتگو کر رہے تھے؟"

"یہاں گفتگو کرنے کے لئے کون ہے سوائے ان چٹالوں کے اور چٹانوں سے کوئی گفتگو کر دو جو اب کہاں رہتی ہیں۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔

"میرا نام جانتے ہو؟" گمراں نے ہونٹ بھیج کر کہا۔

"اس کا موقع کہاں ملتا ہے۔ تم تو ہمیشہ اس چابک کی زبان میں گفتگو کرتے ہو۔ ویسے کیا نام ہے تمہارا؟" میں نے کہا اور گمراں نے شائیس سے ایک کوزہ میری کمر پر سیدھا کر دیا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہی نام ہے تمہارا؟" میں نے کہا۔

"ہاں اور اگر تم فوراً کام میں نہ مصروف ہو گئے تو پھر میں اپنا پورا شجرہ نسب بتا دوں گا؟" گمراں نے کہا۔

"آج کام کرنے کو دل نہیں چاہ رہا۔ بہتر ہے کہ تم اپنے بارے میں پورنی تفصیل بتا دو۔" میں نے کہا اور گمراں چاروں طرف دیکھنے لگا۔

شاید پہلی بار کوئی قیدی کسی گمراں سے اتنی بے تکلفی سے گفتگو کر رہا تھا۔ ورنہ قیدی تو ان کی صورت سے خوف کھاتے تھے۔ انہیں قریب دیکھ کر ان کے بدن کا پٹنہ لگتے تھے۔

قرب و جوار کے سارے قیدی گواہنے کاموں میں مصروف تھے لیکن ان کے کان ہماری آوازوں پر ہی لگے ہوئے تھے اور گمراں نے یہ بات صاف محسوس کی۔ چنانچہ اسے اپنی ہنٹ کا احساس ہوا اور اس احساس کو مٹانے کی ایک نئی ترکیب تھی۔ چنانچہ اس نے اپنی ساکھ بحال کرنے کی پورنی پورنی کوشش شروع کر دی۔ کوزے کی شائیس شائیس گونج رہی تھی۔ لیکن میں محاذ کوزہ کر کے دلچسپی محسوس کر رہا تھا اور پھر میری نگاہ اپنے قریب کام کرتے ہوئے نوٹوں پر پڑنی اور میرا دل ایک لمحے کے لئے دکھ گیا۔

نوٹوں کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ دوسرے لمحے میں نے ایک نپتہ لگایا اور میرے بے تکتے قبضے سے گمراں ایک لمحے کے لئے چکرا گیا اس کا ہاتھ رک گیا۔ "دیکھو۔ دیکھو میرا دوست تمہاری اس دردناک کہانی پر رورہ رہا ہے۔"

چند لمحات کے لئے تمام قیدیوں کے ہاتھ رک گئے۔ ان کے خیال میں میرے طلق سے اس قہقہے کی بجائے موت کی آخری چیخ لگنا چاہیے تھی کیونکہ محافظ پینے پینے ہو گیا تھا اس نے رک کر نو ماں یا سلا نوں کی طرف دیکھا۔ اور سلا نوں کے چہرے پر موت کی زردی کھنڈ گئی۔

"یہ... یہ پاگل ہو گیا ہے۔ کئی دنوں سے ہنگی ہنگی باتیں کر رہا ہے۔" نو ماں کا بچتی ہوئی آواز میں بولا۔

"اور تم اس کے پاگل پن پر آنسو بہا رہے ہو۔ کیوں؟" نگران کا رخ بدل گیا تھا۔

بیچارے نو ماں کا بدن نمایاں طور پر کا پھنے لگا تھا۔ "اور تم ہی اس سے باتیں بھی کر رہے تھے۔" نگران دانت چپیتا ہوا بولا اور پھر اس نے میرا ٹھہرے نو ماں پر نکالنے کی کوشش کی۔ اس نے چڑے کا چابک اٹھایا۔ لیکن یہ میرے لئے گوارا نہ تھا۔ بیچارے سلا نوں کا اس میں کیا تصور تھا۔ اگر اس کے درچار چابک پڑ جاتے تو وہ شاید ہی زندہ رہتا، چنانچہ اس بار میں پھرتی سے آگے بڑھا اور نگران کے نزدیک پہنچ گیا۔ میں نے پھرتی سے آگے بڑھ کر نگران کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ادبو ہو۔ تمہاری کہانی سننے کے لئے تو میں ہی کافی ہوں میرے دوست۔ وہ بوڑھا آدمی تمہاری کہانی سے دلچسپی نہیں رکھتا۔" میں نے کہا اور محافظ نے خوفناک غراہٹ کے ساتھ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھڑانے کی کوشش کی لیکن میں نے اپنی گرفت ڈھیلی نہ کی۔ محافظ زور لگاتا رہا۔ پھر میں نے ایک مخصوص انداز میں اس کے ہاتھ کو مرد زکراہیک جانب جھکا دیا اور اس کا بازو اکھڑ گیا۔

قیدیوں نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی۔ انہیں اندازہ ہو چکا تھا کہ کوئی خوفناک واقعہ ظہور پذیر ہونے والا ہے۔ سب ہی کی شامت آ جائے گی۔ چنانچہ وہ اور زیادہ تیزی و تندہی سے اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔

سب کی زبانیں گنگ تھیں۔ خود نو ماں بھی کھڑا ہوا یعنی پھنی لگا ہوں سے محافظ کو دیکھ رہا تھا۔ جب میں نے دیوانہ وار محافظ کو اپنے دونوں بازوؤں میں اٹھایا اور بلند کر دیا۔ محافظ میرے بازوؤں کی گرفت میں تڑپ رہا تھا۔

"کیا کر رہے ہو راجن۔ کیا کر رہے ہو۔ ایلا کے واسطے۔ ایلا کے واسطے۔" نو ماں کا بچتی ہوئی آواز میں بولا۔

"میں اس سارے کھیل کا رخ بدلنا چاہتا ہوں نو ماں۔" میں نے کہا اور محافظ کو اٹھا کر چٹانوں پر دے مارا۔

محافظ کا سر پاش پاش ہو گیا تھا۔ اس کے بدن کی تمام ہڈیاں ٹوٹ گئیں تھیں۔ اس نے آخری چیخ ماری اور اتفاق سے یہ آخری چیخ سن لی گئی۔ کانپتے ہوئے قیدی برسی طرح ابھرا دھڑکے لگے اور ان کے بھاگنے سے دوسرے نگرانوں کو اس بات کا احساس ہو گیا کہ کوئی خاص واقعہ ہو گیا ہے چنانچہ وہ سب دوڑ پڑے۔ اور اب تقریباً بیس کوزے بردار محافظ نگران کی لاش کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے چہرے خون کی طرح سرخ ہو رہے تھے۔ انہوں نے نگران کی لاش دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اسے کس نے قتل کیا ہے۔" اس میں سے ایک نگران نے سرد لہجے میں پوچھا تھا طلب دوسری قیدی سے تھا۔

"میں نے۔" اور تمام نگاہیں میری جانب اٹھ گئیں۔

"کیوں؟" سوال کیا گیا۔

”بس دو مجھے اپنا شجر و نسب سنا دیتا تھا اور وہ اتنا غیر دلچسپ تھا کہ میں نے اسے اٹھا کر چٹانوں پر دے مارا۔“

”یہ۔ یہ۔ پاگل ہو گیا ہے۔“ نو ماس پھر بولا۔ اس کے ہونٹ خشک ہو گئے تھے اور اس محافظ نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

”مارو۔ اس سارے کو مارو۔“ محافظ نے غرا کر کہا۔ اور وہ بیس بچپس آدمی مجھ پر پل پڑے۔ دو مجھے کوزے مارے تھے لیکن مجھے اظف ہی آ

گیا۔ وہ سب حسب توفیق مجھ پر کوزوں کی بارش کر رہے تھے اور مجھے ہلکی ہلکی آٹھ اپنے بدن پر محسوس ہو رہی تھی۔ ایک لذت انگیز ایک سرور انگیز آٹھ، ایسا لگ رہا تھا جیسے ہلکی ہلکی شمعوں کی لپٹیں میرے بدن سے پھوٹ رہی ہوں اور میں نے پر سرور انداز میں آنکھیں بند کر لیں۔ محافظ بھی اب مجھے مارتے مارتے تھک گئے تھے اور سب کے سب بری طرح نڈھال نظر آ رہے تھے۔ تب میں نے مسکرا کر ان کی جانب دیکھا۔

”تم لوگوں کا بھی شجر و نسب کھل نہیں ہے۔“ قیدی میری اس حیرت انگیز قوت پر ششدر رہ گئے۔ وہ تعجب سے دیکھ رہے تھے مجھے لیکن

بہر حال میرے لئے یہ بہت ہی دلچسپ مناظر تھے۔

اس بار میں ایک مقامی کردار میں تھا۔ گو یہ کردار ماضی کا تھا اور میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کردار کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود میں ماضی کا باغی تھا

اور کسی بھی قیمت پر اس کردار کو اپنی شخصیت پر مسلط ہونے نہیں دینا چاہتا تھا میں نے پہلی بار ماضی کے اس کردار کا مزہ چکھا تھا۔ جب میں ہلکی کے روپ میں ایک جردا ہے کا بیجا ہونے کی حیثیت سے تخت الٹائی کے ماضی کی سیر کرنے آیا تھا اور اس کے بعد میرا بدن دھکنے سے ہو گیا تھا۔

مجھے اس واقعے سے آج بھی شدید ندامت تھی اور اب میں خود کو ماضی کے رتم و کرم پر نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ بوزھے سلاٹوں کو اس بات پر

شدید حیرت ہو گی کہ ماضی کے اس کردار میں بھی میری اپنی صلاحیتیں برقرار ہیں لیکن بہر صورت اس بار میں وہ تہدیلی کرنا چاہتا تھا جو تو سلاٹوں کے ذہن میں تھی اور نہ کسی اور کے ذہن میں۔

مجھے مارنے والے نگران دیوانگی کا شکار ہو گئے تھے۔ وہ بری طرح مجھے پینت رہے تھے۔ ان کے ایک ساتھی کی لاش ان کے سامنے پڑی

تھی اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اتنے سارے قیدیوں کو اپنی قوت بازو سے کنٹرول کرنا بڑا مشکل کام تھا۔ وہ صرف اپنی ساکھ رکھتے تھے اور شاید اس بات کا دعویٰ بھی کہ قیدیوں کی اس بے پناہ تعداد کو وہ اپنے ساتھ رکھیں اور ان کی پوری پوری نگرانی کریں کسی قیدی کو بغاوت کی اتنی بھرپور سزا دیں

کہ دوسرے قیدیوں کو اس سے عبرت حاصل ہو۔ چنانچہ ان پر وہی دیوانگی طاری تھی جیسی اس نگران پر، جب اس نے مجھے مارنے کی کوشش کی تھی اور یہ بھول اس کے لئے نقصان دہ ثابت ہوئی تھی اب اس کا سر پاش پاش ہو چکا تھا انھنے والے ہاتھ بے جان پڑے تھے اور یہ منظر نہ صرف میرے لئے دلکش تھا بلکہ بے حد دلچسپ بھی تھا۔

اور پروفیسر نہ جانے کیوں اس بار میری طبیعت میں ایک عجیب سی جولائی تھی۔ میں بے پناہ سرور حاصل کر رہا تھا۔ عجیب سی کیفیات مجھ پر

طاری تھیں۔ شاید یہ سوچ کہ میں ماضی کا باغی ہوں اور ماضی سے بغاوت کر رہا ہوں۔ مجھ پر حاوی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ تخت الٹائی کے ماضی میں شامل ہو کر ایسے دلچسپ کارنامے انجام دوں کہ جنہیں ماضی کی تاریخ میں کوئی مقام حاصل ہو۔ لیکن میں یہ دعویٰ کر سکن کہ میں ماضی میں تبدیلی

کرنے کا باغی ہوں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ جس کردار کو میں نے اپنا بیجا اس کی ماہیت کیا تھی۔ اس میں خوبیاں تھیں دور کیا خامیاں اور نہ ہی میرا دوست

سلانوس اس کردار کے بارے میں کچھ جانتا تھا۔ لیکن بہر صورت مجھے بھی اس کردار کی خوبیوں اور خامیوں سے کوئی زیادہ لگاؤ نہیں تھا۔ میں تو صرف اپنے من کی باتیں کرنا چاہتا تھا۔

اور پروفیسر میں نے محافظوں کو اتنا زچ کیا کہ وہ مرنے مارنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور پروفیسر جب میرے مقابل اس بات پر آمادہ ہو جاتے ہیں تو موت تو انہی کی ہوتی تھی۔ چنانچہ میں نے ان میں سے دو کی گردنیں پکڑ لیں اور ان کے سر آپس میں اتنی زور سے لکرانے کہ ان کے نیچے باہر نکل پڑے۔ محافظ چیخ پڑے تھے۔ اور اب وہ اپنے ہتھیار لینے کے لئے دوڑ پڑے تھے۔ اور چند ساعت کے بعد وہ تلواریں اور کھانڈے لے کر میرے سامنے آ گئے۔

میرے بدن پر چاروں طرف سے تلواروں کے وار ہونے اور یہاں بھی میں نے اپنی انفرادیت برقرار رکھنے کی کوشش کی۔ میں نے ان میں سے دو آدمیوں کو پکڑ لیا اور پھر انہیں اس طرح سے گھمایا کہ جو تلواریں میرے بدن پر پڑنے والی تھیں وہ ان کے اپنے ہی ساتھیوں کے بدن کے نکلے کر گئیں۔ تب مرنے والوں کی تلواریں میرے ہاتھ میں آ گئیں اور میں نے وہ دونوں تلواریں سنبھال لیں۔ قیدی بھی اپنے اپنے کام چھوڑ کر کھڑے ہوئے تھے اور پروفیسر جب میرے ہاتھ میں ہتھیار ہوں اور سامنے صرف تھوڑے سے آدی تو پھر ان میں سے کوئی میرے سامنے نہیں رہتا اور تھوڑی دیر کے بعد اکیس لاشیں میرے سامنے پڑی تھیں۔

ایک عجیب سا بے ہنگم شور تھا۔ تمام قیدی عجیب و غریب نعرے لگا رہے تھے۔ لیکن ابھی تک پہاڑوں میں کام کرنے والے آدمیوں کو یہ جرأت نہ ہوتی تھی کہ وہ دیکھ سکتے کہ محافظوں سے کون مقابلہ کر رہا ہے۔ چنانچہ جو قرب و جوار میں تھے وہ خوشی سے چیخ رہے تھے۔ "ہم آزاد ہیں۔ ہم آزاد ہیں۔ ہمارا انکراں کوئی نہیں ہے سب مارے جا چکے ہیں۔ ہم آزاد ہیں۔" اور سب قیدی دوڑتے ہوئے میری طرف آنے لگے۔ ان کے جسموں میں بجلی سی اور گئی تھی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ سب میرے گرد جمع تھے اور سلانوس حیرت زدہ انداز میں میری جانب دیکھ کر پلکیں جھپکار رہا تھا۔ پھر وہ میرے نزدیک آیا اور کہنے لگا۔

"ارمناس کے برابر انوازیہ تو نے کیا کیا۔ کیا تو نے شاہ اپونوس سے بغاوت کا اعلان نہیں کروایا اور کیا شاہ اپونوس تیری اس جسارت کو معاف کر دے گا؟"

"اور ارمناس ہی کے بزدل ذنکار۔ کیا تجھے زندگی سے اس قدر رغبت ہے کہ تو اپنی ہر سانس کو قید رکھنا چاہتا ہے؟"

"میں نہیں جانتا یہ اہل نواز کہ تیرے اندر یہ قوت کہاں سے آئی۔ لیکن اپنی اس بے مثال قوت سے کام لے کر تو صرف خود کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔ تیری حسین وادی کے ورور یوار تہا رہ جائیں گے۔ چھوٹوں کے..... ہادی کی تہا سچوں پر روئیں گے۔ ہمارے کھیتوں سے دھواں اٹھے گا۔ بول اور اس کے سوا کچھ ہوگا۔ اور کس لئے..... یہ سب کس لئے؟"

"اپونوس۔" میں نے دانت چسپ کر کہا اور میرے ذہن میں وہی بے نور چہرہ ابھر آیا۔ خوناک چمکتی ہوئی آنکھیں۔ بچنے ہوئے خوناک جزے میرا مقابل۔ "اپونوس کی موت کے لئے۔" میری آواز میں غرابت تھی۔

"شکر ہے یہاں کوئی دوسرا موجود نہیں ہے۔" نواس نے بخند سی سانس لے کر کہا۔

"بہت جلد یہ خبر ایسوس کے ہر کاروں تک پہنچ جائے گی۔" ایک قیدی نے کہا۔

"ہاں۔ اس سے قبل ہی کچھ سوچ لینا چاہیے۔" دوسرے نے کہا۔

"بھاگو۔ بھاگ نکلو۔ جہاں سینگ سائیں بھاگ جاؤ۔" چند قیدی بولے۔ لیکن میں نے ہاتھ اٹھا کر انہیں روکا۔

"رک جاؤ بزدل انسانوں دک جاؤ۔ چٹک زندگی بے حد قیمتی ہے لیکن اس سے زیادہ قیمتی ایک اور چیز ہے۔ اپنی عزت اپنی آن۔ کہاں

جاؤ گے اس جاؤ کر گوریلے سے بچ کر۔ وہ تمہیں تلاش کرے گا اور اس کے بعد تمہیں اور تمہارے اہل خاندان کو زندہ جاوے گا۔ کیا تمہیں یہ موت

پسند ہے؟"

"تو پھر ہم کیا کریں۔ بول ہم کیا کریں۔ اس موت سے ہمیں کہیں پناہ مل سکتی ہے؟"

"تو نے ہمارے لئے سب سے کھڑی کردنی ہیں نوجوان قیدی۔ تو اپنی قوت سے کام لے کر ان سے بچ سکتا ہے۔ لیکن بول ہم کیا کریں

گے۔ ہم کس طرح زندگیاں بچائیں۔"

"بزدلوں۔ میں نے صرف اپنے دشمنوں کو قتل کیا ہے۔ تم میں سے جو لوہوس کے وفادار قیدی ہیں، وہ اس کی خدمت میں داہن چلے جائیں

اور اسے اپنی گرفتاری پیش کر دیں۔ نہ صرف گرفتاری پیش کریں بلکہ ہمارے خلاف نشانہ بنی کریں اور ہمیں گرفتار کرانے میں اس کی مدد بھی۔" میں

نے کہا۔

پہاڑی چٹانوں میں سنانا چھا گیا۔ ہر قیدی خاموش کھڑا تھا۔ لوگ ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے پھر ایک بوڑھے قیدی نے آگے

بڑھتے ہوئے کہا۔

"ہمارے مقصد نہیں نوجوان۔ لیکن اب بول ہمیں کیا کرنا چاہیے اگر ہم فرار ہونے کی کوشش کریں گے تو اس کا جاؤ ہمارا تعاقب کرے گا۔

وہ ہمیں زمین کی بلندیوں میں بھی نہیں چھوڑے گا۔"

"گویا موت تمہارا مقدر ہے؟"

"ہاں۔ اس کی دشمنی موت سے کم نہیں ہے۔"

"پھر تم اپنی پسند کی موت کیوں نہیں حاصل کرتے۔"

"کیا مطلب؟"

"بغاوت۔ اس کے خلاف ایک بھرپور بغاوت اور اس کے مظالم کے خلاف ایک بھرپور آواز۔ کیا تمہاری آواز اتنی کمزور ہے؟"

"نہیں۔ ہماری اجتماعی قوت کمزور نہیں رہے گی۔"

"تو پھر سوچنے کی کیا ضرورت ہے۔ فیصلہ کر لو اور اس کے خلاف کھڑے ہو جاؤ۔"

”اور اس بغاوت کی قیوت کون کرنے گا؟“ بوزھے نے پوچھا۔

”میں۔“ میں نے جواب دیا۔

”ہمیں منظور ہے۔“ چند نوجوان بیک وقت بولے۔

”میں جذباتی نعرے نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ تم صرف زندگی بچانے کی خاطر میرے ہموا بن جاؤ۔ بلکہ تمہیں یہ احساس دلا نا چاہتا ہوں کہ ایبوس کے دور حکومت میں لوگوں پر جس طرح عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا ہے کیا تمہیں اس سے اختلاف ہے۔ تم جو کچھ کرو گے وہ میری ذات کے لئے نہیں ہوگا۔ تمہارے ذہن میں یہ خیال بھی ہوگا کہ ایبوس جیسے شیطان دہندے کی سرکردگی میں تمہارے دشمن اور تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرنے والے کافی مضبوط ہیں۔ تمہیں ان کے خلاف جنگ کرنا ہوگی۔ چنانچہ تم خوفزدہ بھی ہو گے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ہر خوف و ذہن سے نکال کر اس بارے میں فیصلہ کرو۔ تم میں سے جو یہ بہتر نہیں سمجھتا وہ واپس جا سکتا ہے اور کہیں بھی تم ہو کر اپنی زندگی بچانے کی کوشش کر سکتا ہے تو میں اسے تمہیں روکوں گا لیکن جو میرا ساتھ دے گا اور ظلوں ول سے ایبوس کے خلاف بغاوت کرے گا میں صرف اتنی دعوت دیتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ مل کر کام کرے یا پھر میں تمہیں کہتا ہوں کہ تم جاؤ۔ تم سب چلے جاؤ۔ میں ایبوس کے خلاف جو قدم اٹھاؤں گا اگر وہ ایک اچھا قدم ہو اور تمہارے ذہنوں میں یہ بات آجائے کہ میری سرکردگی تحت الطرائی میں رہنے والوں کے لئے اور ایبوس کے خلاف ایک بہتر قیادت ہو سکتی ہے تو میں تمہارا انتظار کروں گا اور خوشی سے تمہیں اپنے ساتھ رکھوں گا۔ تمہارا اتحاد ہمیشہ میری نظر میں رہے گا۔“

نوماس تجب سے میرنی شکل دیکھ رہا تھا۔ اس کے ذہن میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ ارمناس کی ایک حسین وادنی میں جو زرخیز تھی، اس کی پر محبت اور دردمان پروردگاروں کا ایک برابراواز جو اپنے عشق کے قصوں میں معروف تھا چاک ایبوس جیسے شیطان صفت شاہ کی بغاوت پر کیوں آمادہ ہو گیا اور یہ بغاوت اس کے ذہن میں اتنی درندگی سے پرواز کیوں کر رہی ہے۔

میں نے دوسرے لوگوں کی جانب دیکھا۔ ان میں سے کسی کو میری اصلیت معلوم نہیں تھی۔ ہاں اگر وہ اندازہ لگا سکتے تھے تو صرف اس بات کا کہ میں نے تمہا ایبوس کے اکیس تو میوں کو قتل کرو یا تھا جو ایبوس کے خیال میں ہزاروں قیدیوں پر بھاری تھے۔

سو میرنی یہ حیثیت انہیں ضرور متاثر کرتی تھی۔ قیدیوں نے چھوٹے چھوٹے گروہ بنائے اور آپس میں تبادلہ خیال کرنے لگے۔ وہ فیصلے کر رہے تھے کہ انہیں کیا کرنا چاہیے کس کا ساتھ دینا چاہیے۔

اور بہر صورت مجھے اس بات پر اعتراض نہیں تھا۔ یہ ان کا حق تھا اور کسی حقدار کے حق کو قسم کر کے غاصب بنا مجھے کسی بھی طرح پسند نہیں تھا۔ اور مجھے اس مسئلہ میں اتنی جلدی بھی نہیں تھی کہ وہ فیصلہ کر لیتے۔ کیونکہ جس جگہ قیدیوں سے کام لیا جا رہا تھا وہ عام آبادی سے اتنی دور تھی کہ اگر کوئی وہاں تک پہنچنے کی کوشش بھی کرتا تو اسے ایک طویل وقت درکار تھا گو باسار اکیلے ان محانظروں کا تھا، جو قیدیوں کو جانور تصور کرتے تھے اور ان پر بھڑوہ تسلط رکھتے تھے۔

قیدی آپس میں صلاح و مشورے کر رہے تھے۔ میں نے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا اور خود ایک چنانچہ پر آ بیٹھا۔

میرا دوست نو ماس میرے نزدیک ہی سر جھکائے بیٹھا تھا۔ وہ بھی کسی گہری سوچ میں تھا۔ سوا چاک اس نے گردن اٹھائی اور عجیب سی نظروں سے میری جانب دیکھنے لگا۔

"نہیں۔ نہیں۔ میں یقین نہیں کر سکتا۔ میں یقین نہیں کر سکتا۔"

"کس بات پر نو ماس؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"تیرے برابہ کے تار تو، کچھ گھرے نغے لاپتے تھے اور کبھی اگر ان سے خوشی کی لے نکلتی تو اس وقت جب تیری محبوبہ تیرے نزدیک ہوتی با وہ حسین لڑکی جو تیری برابہ کے تاروں سے متاثر ہو کر تجھ تک پہنچ جاتا کرتی تھی اور اے بد نام برابہ نواز تو صرف اپنی اسی خوبی کے لئے مشہور تھا کہ تو سبناؤس کے دل تو وہ لینے میں اپنا ٹائی نہیں رکھتا تھا۔ اور اس سے زیادہ تیری حیثیت کسی نے تسلیم نہیں کی تھی۔ لیکن اچانک میں نہیں سمجھتا کہ کون سی چٹان کے سینے سے کوئی قوت ابھری اور تم پر چھا گئی اور جس نے تجھے محاذوں کے خونخوار کوزوں سے محفوظ رکھا اور یہ طاقت دی کہ تو ان کا خاتمہ کر دے۔ مجھے بتا، مجھے بتا میرے دوست میں تیرا ساتھی ہوں۔ تیرا دوست نو ماس ہوں۔ وہ نو ماس جو بچپن سے تیرے ساتھ ہے اور میں نے کبھی نہیں دیکھا تجھے اس حال میں۔ تو بتا تو کسی کہ اچانک بیٹوس کے خلاف تیرے ذہن میں یہ نفرت کیوں ابھری اور تو نے ایسا کیوں سوچا۔" نو ماس نے سوال کیا۔

"نو ماس میرے دوست۔ جب تو مجھے بچپن سے جاننے کا دعویٰ رکھتا ہے تو تیرے ذہن میں یہ بات بھی ہوگی کہ برابہ نواز سینے میں ساس دل رکھتا ہے۔ وہ اپنے تن کی ستائش کے لئے ان جاننے والی حسیناؤں کا دل موہ لینے کی آرزو رکھتا تھا لیکن کیا کبھی کوئی ایسا ایسا بھی ہوا جس سے اس کی ذات دوسروں کے لئے ناپسندیدہ ہو گئی ہو۔

ہاں میں نے اپنے نغے پہاڑوں کو سنائے، میرے برابہ کے سر جھرنوں میں شامل ہو کر لوگوں کے کانوں میں رس اندھیلے رہے اور بس۔ اس سے زیادہ میرنی ذات سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچی۔ اے نو ماس کیا حساس دل رکھنے والے اس ماحول کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھ سکتے ہیں۔ جوان پہاڑی چٹانوں میں بگھرا ہوا تھا۔ خونخوار چٹانوں کے درمیان پہاڑی چڑیوں کی طرح کانپتے ہوئے لوگ جو سب کے سب بے گناہ ہیں اور اس بات کا شکار ہیں کہ انہوں نے بیٹوس کے لئے دل میں محبت نہ رکھی اور ان کی ذات سے نفرت کی اور تجھے یہ بھی معلوم ہے کہ مجھ سے میری دوایاں کیوں چھینی گئیں۔ صرف اس لئے کہ جب بیٹوس کی ملکہ تاروں اور یوں کی میر کرتائی اور اس نے برابہ نواز کے نغے سے تندرہ سکی اور طلب کیا اس نے اس برابہ نواز کو اور کہا کہ وہ سارے نغے جو اس کے برابہ سے نکلتے ہیں اس کے نام وقف کر دے تو کیا نغے کبھی قید ہو سکتے ہیں؟ مگر ہاں برابہ نواز فید کر لیا گیا کیونکہ اس نے ملکہ کے حکم کو ٹھکرا دیا تھا اور اس کا نغہ اس لڑکی کے لئے ابھرا تھا۔ جو اسے سننے کے لئے بے چین تھی۔ کیا اتنی سی بات کی اتنی بڑی سزا مناسب تھی، تو تو اس بات کا گواہ ہے نو ماس، اور کیا تجھے صرف اس لئے قید نہیں کیا گیا کہ تو نے میرے اہل خاندان سے ہمدردی اور محبت کا اظہار کیا تھا۔ سو ایسا ظالم شخص کس طرح قابل محبت ہو سکتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ کوئی اس کے خانہ سرا بھارنے کی قوت نہ رکھتا ہو۔ اور جرأت نہ کر پاتا ہو اس بات کی کہ اس پر احتجاج کرے۔"

"یہ ساری باتیں ٹھیک ہیں راجن۔ مگر تو یہ بتا کہ تو اس بعادت کی قیادت کیسے کرے گا؟ مجھے تو صرف اس بات پر تعجب ہے کہ ایک نغہ نواز

جس کی انگلیوں نے صرف براہ کے تاروں کو چھیڑا ہے اور جس کے ذہن نے صرف محبت کے بارے میں سوچا ہے۔ اس کے ہاتھ تلوار کے دستے پر کتنی گرفت قائم کر سکتے ہیں اور اس کا ذہن جاؤ مگر گوریلے کے خلاف کس حد تک استعمال ہو سکتا ہے۔“

”نوماس تو نے دیکھا کہ جب جذبے سچے ہوتے ہیں تو وہ قوتیں خود بخود ابھرتی ہیں جنہیں عام حالات میں نہیں جگایا جا سکتا اور اس کا ثبوت محافظوں کی وہ اکیس لاشیں ہیں جو تیرے سامنے پڑی ہیں۔ سو جب کوئی قیادت ابھرتی ہے تو اسے وہ لافانی قوتیں حاصل ہو جاتی ہیں جو سچے جذبوں کی امین ہوتی ہیں۔ سو میرے دوست و سوسوں کو ذہن سے نکال دے اگر ہم ان ہی چٹانوں میں رہتے اور یہ نیا شہر آباد کرنے کے لئے پتھروں کو توڑتے رہتے۔ زمین کو ہموار کرتے رہتے تو آخر کب تک؟ ہم میں سے کتنے زندہ بچتے کیا اس پر معہوت کام میں زندگی تھی۔ کیا اس کا انجام موت نہیں تھی۔ اور اگر موت ہی کو اپنایا جائے تو اپنی مرضی کے مطابق کیوں نہ اپنایا جائے۔“

نوماس پہلی پہلی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ لیکن پھر رفتہ رفتہ اس کے چہرے پر بھائی آگئی تھی اور پھر اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے کہا۔

”کے معلوم تھا۔۔۔ کون جانتا تھا۔۔۔ کہ وہ برہنہ نواز۔۔۔ جو ایک برگم کے درخت کے نیچے دھوبی جمائے بیٹھا نئے الٹا رہتا تھا اور جسے علاقے کے لوگ ایک نکمہ اور ناکارہ انسان سمجھتے تھے، ایک دن اس طاقت کے خلاف اٹھ کھڑا ہوگا جو پر اہیت اور پرفرت طاقت ہے اور جس کے لئے لوگوں کے دلوں میں شدید خواہش ہے کہ جلد از جلد اس طاقت کا خاتمہ ہو، سو جو اس کے لئے قدم اٹھانے والا اور اس کے خلاف جدوجہد کرنے والا پسلا شخص ہو تو اس کی عزت کیوں نہ کی جائے اور جو باتیں تو نے کہیں بلاشبہ وہ ایک وزن رکھتی ہیں۔ ایک ایسا جامع وزن جس کے لئے کسی کی بھی مخالفت و طاقت سے زیادہ نہیں ہے۔ بلاشبہ رائے تیرے جذبے سچے ہیں اور میں ان سچے جذبوں کی تائید کرتا ہوں۔ میں سب سے پہلے تیرا ساتھی بننے کا اعزاز حاصل کرتا ہوں۔“

نوماس اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور اس نے اٹھ کر میرے دونوں ہاتھ جو میرے قیدی جوہاری جانب دیکھ رہے تھے اور دورانی سے ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ تھے، نوماس کی یہ حرکت دیکھ کر خود بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر ایک تاننا بندھ گیا۔ وہ اوگ میرا ہاتھ چوم کر مجھے اٹھارہ ہٹا مان رہے تھے۔ اور پر دینس میں دل ہی دل میں بہت کچھ سوچتا رہا۔ میں سوچ رہا تھا کہ کیا پھر ماضی کی ایک کہانی زندہ ہو گئی ہے اور ماضی کا یہ مسافر صدیوں کا بیٹا۔ کیا پھر اپنے رنگ میں جلو دنا ہے۔ اور ماضی کی ہوائیں اس پر وہ اثر نہیں ڈال سکی ہیں جو اس پر ماضی کا ایک کردار ہونے کی وجہ سے پڑ سکتا تھا۔ میں اپنی اصلیت میں ہوں اور درحقیقت اگر غور کیا جائے تو یہ میری فتح تھی۔

میں نے ماضی کو قبول نہیں کیا تھا اور اب ماضی بھی میرے تابع تھا۔ بلاشبہ یہ بات میرے جیسے کے لئے قابل فخر تھی۔

سو بے شمار قیدیوں کی تعداد میرے گرد جمع ہو گئی۔ لیکن ان میں سے کچھ ایسے بھی تھے جنہوں نے خاموشی سے وہاں سے بھاگ جانا پسند کیا وہ بزدل تھے اور موت سے پناہ چاہتے تھے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایک ایسی قوت کے خلاف بغاوت کریں جو ناقابل تسخیر ہے اور ایسی بغاوت کے بارے میں سوچنا ایک حماقت ہے۔

سو بھاگ جانے والوں کو میں نے کچھ نہ کہا اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا اور جب دیکھا میں نے اپنے ساتھیوں کو ان کی تعداد بے شمار تھی۔ یہ سب وہ قیدی تھے جو مشقتوں میں زندگی گزار رہے تھے اور مجھے ان سب کے لئے ایک لائحہ عمل مرتب کرنا تھا۔

اور یہ تو میری زندگی کا خاصہ رہا ہے۔ پروفیسر کہ میں نے جب بھی کسی مسئلہ میں قدم اٹھایا تو اس کے ہر پہلو پر غور کیا کوئی جذباتی کوشش میں نے ایسی نہیں کی جس سے نہ صرف میں خود کو بلکہ اپنے ساتھیوں کو بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کرنا اور مجھے تو بہر حال نقصان پہنچ ہی نہ سکتا تھا میں تو زندہ رہنے والوں میں سے تھا اور میرا بدن ایک ایسی ٹھوس اور مضبوط پٹیاں تھا جس پر کوئی ہوا اثر انداز نہیں ہوتی تھی۔

چنانچہ میں نے اپنے ہموا قیدیوں کو اکٹھا کیا۔ اس جگہ پر جتنی خوراک تھی قبضے میں کی اس کے علاوہ قیدیوں کی بے شمار کدالیں اور پھانسیوں کے بھی ساتھ لے لئے۔ یہ پتھریں ہر طرح مفید تھیں، بہت سے موٹوں پر کام آسکتی تھیں، اس لئے میں نے خصوصی طور پر انہیں ساتھ رکھنے کی ہدایت کی۔

قیدیوں کے اس قافلے کو لے کر میں وہاں سے چل پڑا۔ میں کہہ چکا ہوں کہ اس بار میں ماضی میں اپنے کردار کا تابع نہیں رہنا چاہتا تھا اور وہ سب کچھ کرنا چاہتا تھا جو میری اپنی مرضی ہو۔ یہ ایک تجربہ تھا اور اس تجربے کے بارے میں میں نے سلاٹوں سے بھی مشورہ نہیں کیا تھا لیکن سلاٹوں اس حیثیت میں بھی مجھ سے تعاون کر رہا تھا۔

قیدی بہت سوچ سمجھ کر میرے ساتھ شریک ہوئے تھے اور جو لوگ میرے ساتھ شریک ہوئے تھے وہ واقعی سمجھدار تھے۔ میں اپنی شخصیت کے واقف کار کی حیثیت سے یہ بات بخوبی جانتا تھا کہ ان قیدیوں کے لئے زندگی اور آزادی کا کوئی تصور کوئی امکان نہیں تھا۔ انہیں ساری عمر یا کم از کم اس وقت تک اسی طور زندگی گزارنا تھی جب تک گورنر یا شہنشاہ انہوں سے زندہ تھا۔ اس لحاظ سے ایک جانی پہچانی موت کے انتظار کی بجائے انہوں نے جدوجہد کرنے کا دانشمندانہ فیصلہ کر لیا تھا۔

قیدیوں کا یہ قافلہ صعوبتیں برداشت کرتا ہوا چلتا رہا۔ یہ سب بھوکے پیاسے تھے۔ تخت لٹری کے جنگلوں میں اگر کوئی باغ نظر آ جاتا تو یہ پوچھے بغیر اسے تاراج کر دیتے۔ اس کے کچے کچے سارے پھل تو ذکر کھا لیتے اور اس طرف گزرا ہوا ہوتا تھا۔

”نم آخر کون سی جگہ کی تلاش میں ہو؟“ ایک روز نوٹاس نے مجھ سے پوچھا۔

”وہ جگہ جو ہماری جدوجہد کے لئے مناسب ہو۔“

”پھر بھی۔ میرا خیال ہے تم دور دراز علاقوں کو چھوڑ کر ایسے علاقوں کی طرف نکل آئے ہو جو آباہویوں سے قریب نہ ہوتے جا رہے ہیں۔“

”کیا واقعی؟“ میں نے سوال کیا۔

”ہاں۔ دور دور تمہیں پگڈنڈے باغ نظر آ رہی ہیں یہ شاہی قافلوں کی گزرگاہیں ہیں اور وہاں سے ہمیں ہاسانی دیکھا جاسکتا ہے۔“

”آہ میرے دوست۔ اتفاق ہے کہ تم نے ایسی جگہ یہ سوال کیا مجھے ایسی ہی ایسی جگہ کی تلاش تھی۔“ میں نے خوش ہو کر کہا۔

”کیا مطلب؟“ نوٹاس نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں۔ میں اپنے پیارے شہنشاہ ایتھوس سے زیادہ درد نہیں رہنا چاہتا۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

نوماس "تھیرا نہ انداز میں مجھے دیکھتا رہا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔" رائے۔ دیوتاؤں کی قسم میں سخت حیران ہوں۔ اتا حیران کہ

بیان نہیں کر سکتا۔"

"کیوں نوماس؟"

"ارے ہستی والوں کی نگاہ میں تو ہستی کا سب سے ناکارہ انسان تھا جسے صرف براہِ بجانے اور لڑکیوں سے عشق کرنے کے سوا کچھ نہیں آتا

تھا۔۔۔ جو ذمہ دار یوں کو قریب نہیں پھٹکنے دیتا تھا اور ہر اس کام سے بھاگتا تھا جس میں مشقت ہو۔ کون تھا جو تجھے اچھی نگاہوں سے دیکھتا تھا سوائے

تیرے دوست نوماس کے۔"

"ہاں مجھے یاد ہے۔"

"اور آج تو ایک قیادت بن گیا ہے۔ تو نے وہ کیا ہے جس کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ سچ کہوں تو میں اب بھی شے کا شکار ہوں۔"

"کیسا شہید؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی وقتی جذبہ تیرے اندر بیدار ہو گیا ہے۔ کسی کا جادو تیرے اندر سرایت کر گیا ہے اور تو اس کا شکار ہے جس دن تیرے ہاتھ کوئی ساز

لگ گیا تو سب کچھ بھول جائے گا ان قیدیوں کو بھی جواب تجھے اپنا سب کچھ مانتے ہیں اور اس مشن کو بھی جس کے لئے تو نے انہیں تیار کیا ہے اور اس

کے بعد کیا ہوگا؟"

"یہ بھی تو ہی بتاؤ نوماس۔" میں نے اس کی بات کا برمانے بغیر کہا۔

"یہ بے یار دم و گار لوگ شاہی عتاب کا شکار بن جائیں گے اور پھر زمین کے چہرے پر کوئی انہیں موت سے پناہ دینے والا نہ ہوگا۔"

"تیری تسلی کے لئے میں کیا کہوں نوماس؟" میں نے پوچھا۔

"میرنی بات نہ کر میرے عزیز دوست۔ میں نے تو ہمیشہ تیرا ساتھ چینیے اور تیرے ساتھ مرنے کی تمنا کی ہے۔ میں تو صرف تیری بدلی

ہوئی کیفیت کو جاننا چاہتا ہوں۔"

"میرنی جو کیفیت ہے تیرے سامنے ہے نوماس۔ ہاں تجھ سے یہ وعدہ ضرور کر سکتا ہوں کہ جب تک اپنے مشن کی تکمیل نہ کر لوں براہِ کو

ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔"

"نہیں نہیں۔ میں ایسا کوئی وعدہ تجھ سے نہیں لینا چاہتا۔ بس میں تیری ذات کی اس تہد ملی میں بھدکا ہوا ہوں۔"

"میں اپنے مشن میں تیرا بھرپور تعاون چاہتا ہوں۔"

"یہ کہنے کی بات نہیں ہے۔ کون سا وقت ہے جو میں نے تیرے بغیر سوچا ہے۔"

"ہاں مجھے تیری دوستی پر فخر ہے۔" میں نے جواب دیا اور نوماس کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے گردن اٹھا کر کہا۔

"لیکن تیری یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"کون سی بات؟"

"تو آبادیوں سے قریب رہنا چاہتا ہے۔"

"ہاں نو ماس۔"

"آخر کیوں؟"

"تیرے خیال میں کیا ہونا چاہیے؟"

"میں تو سوچتا ہوں بے گناہی کی تیاری کے لئے آبادیوں سے جس قدر فاصلے ممکن ہوں رکھنے چاہیں۔ تاکہ اس وقت تک کسی کو بھٹک نہ مل

سکے جب تک تیاریاں مکمل نہ ہو جائیں۔"

"کیا ہمارے پاس اتنے وسائل ہیں نو ماس کہ ہم آبادیوں سے دور رہ کر اپنا کام انجام دے سکیں۔ ہاں میرے ذہن میں اس بے گناہی کی

تعمیل کے لئے اور دوسرے منصوبے ہیں جن پر میں نبرد توجہ عمل کروں گا۔"

"اوہ۔ تم تو آبادیوں سے رابطہ رکھو گے۔"

"ضروری ہے۔" میں نے کہا اور نو ماس کسی سوچ میں گم ہو گیا پھر اس نے ہونٹ سکود کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"خطرناک۔ بے حد خطرناک۔ مجھے تو یہ عرصہ مشکل نظر آتا ہے بہر حال تم بہتر سمجھتے ہو گے۔ جو کر کے دکھا چکے ہو اس کے بعد مکمل کر تم سے

اختلاف بھی نہیں کر سکتا۔"

"نہیں نو ماس مجھے تمہارے ان الفاظ سے اختلاف ہے۔"

"کیوں؟"

"تم ہمیشہ مجھ سے ایسی گفتگو کیا کرو۔ تم ہمیشہ ان خطرات کے بارے میں سوچا کرو جو ہمیں پیش آ سکتے ہیں۔ اس طرح میں ان سے آگاہ

ہوتا رہوں گا اور ان سے بچاؤ کرتا رہوں گا۔"

"اب یہی بات لے لو۔ اتنی ذہانت کی بات ہے کہ میں اس کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔" نو ماس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہمیں یہاں کشادہ غارتگاری کرنے چاہئیں نو ماس۔ مجھے پگڈنڈیوں کے جال نظر آ رہے ہیں اور اس کا مقصد ہے کہ یہاں سے قافلے

گزارتے رہتے ہیں۔"

"ہاں۔ یہ تو اس ہے۔ یہاں سے مختلف بستوں کی گزرگاہیں ہیں۔"

"تب اس سے اچھا مقام اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"

"تو آڈیٹار تلاش کریں۔" نو ماس نے کہا۔ "پچھلے ہم جتنی پہاڑیاں چھوڑ آئے تھے ان میں بھی بے شمار غار موجود تھے اور ان پہاڑیوں میں

بھی چھوٹے بڑے غاروں کی کی نہیں تھی۔ میں نے ان میں سے بہت سے غاروں کا انتخاب کیا۔ درحقیقت میرے ذہن میں کچھ ہی پک رہی تھی۔ ایسوس کی بادشاہت کے بارے میں میری معلومات بھی محدود نہیں تھیں اور میں جانتا تھا کہ اس زیرک گوریلے کے خلاف کوئی کھیل شروع کرنا آسان نہیں ہوگا اس لئے پہلے میں بھرپور اور مضبوط انتظامات کرنا چاہتا تھا۔

چنانچہ ان میں سے جن غاروں کا ہم نے انتخاب کیا تھا ان میں یہ تمام لوگ پتہ آسانی سے مل سکتے تھے۔ تاہم حال قیدیوں کی امتلیں جو ان تھیں۔ انہوں نے موت سے فرار کے منصوبے بنائے تھے اور زندگی کے حصول کے لئے وہ سب کچھ کرنے کو تیار تھے جو ممکن ہو۔

خوراک ختم ہو چکی تھی۔ صرف جو باغ انہوں نے تاراج کئے تھے ان کے پھل وغیرہ خاصی مقدار میں موجود تھے۔ جن میں کچھ خشک ہو گئے تھے کچھ تازہ تھے۔ میں نے ان پھلوں کا ایک ذخیرہ کر لیا۔ تاکہ اسے آہستہ آہستہ خرچ کروں اور پھر میں نے اپنے ہاتھوں سے اس کی تقسیم شروع کر دی۔ سب میری ایک ایک جنبش سے تعاون کر رہے تھے اور مجھے اسی بات کی سب سے زیادہ خوشی تھی کہ میرے ساتھی بہر حال تعاون کر رہے تھے۔

چنانچہ پہلے میں ایک کسی قدر دشمن غار کا انتخاب کیا اور پھر اسے کنوؤں کا غار قرار دیا۔ بیٹھا قیدی کنوئیں کھودنے میں مصروف ہو گئے۔ زیادہ تعداد ہونے کی وجہ سے وہ یہ کام آسانی سے کر لیتے تھے۔ تھوڑی ہی عرصہ میں زمین میں لاتعداد گہرے سوراخ بن گئے جن سے پانی رسنے لگا۔ پھر اس پانی کو باہر نکالنے کا بندوبست کیا گیا۔ ایک چوڑے گڑھے کو پانی کا ذخیرہ جمع کرنے کے لئے تیار کیا گیا۔ یوں پہلا بندوبست ہو اور اتنا پانی حاصل ہونے لگا جو ضرورت کے لئے کافی ہو۔

لیکن خوراک کا مسئلہ سنگین ہوتا جا رہا تھا۔ میں نے نو ماس سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ "تم کام دیکھ رہے ہو نو ماس؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں میرے دوست۔"

"کیا خیال ہے؟"

"میں سخت حیران ہوں۔"

"کیوں؟"

"تمہارے اندر تو بے پناہ انتظامی صلاحیتیں موجود ہیں۔"

"بس اب میری تعریف و توصیف کرنا چھوڑ دو۔ بلکہ ان کاموں میں دلچسپی کو جو میں کہہ رہا ہوں۔"

"کہیں شکایت ہوئی ہے مجھ سے؟" نو ماس نے پوچھا۔

"یہ بات نہیں۔ میں ایسے ہی کہہ رہا ہوں۔"

"بات یہ ہے رائن کہ میرا ذہن تمہاری اس حیثیت کو قبول نہیں کر رہا اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں عرصہ سے تمہارا دوست ہوں۔"

"ہاں یہی بات ہے بہر حال اب ان باتوں کو چھوڑ دو۔ اب ایک اہم مسئلہ پر تم سے گفتگو کرنا ہے۔"

"کہو۔" نو ماس نے پوری دلچسپی سے کہا۔

"خوراک کا مسئلہ سب سے اہم ہے۔ دیکھ رہے ہو۔ خوراک نہ ملنے کی وجہ سے ہمارے ساتھی کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔"

"ہاں یہ بات میرے ذہن میں بھی ہے۔"

"پانی کا مسئلہ تو حل ہو گیا ہے۔ لیکن غذا کا مسئلہ اس سے زیادہ اہم ہے۔"

"بیشک۔"

"تو پھر اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"فی الحال ہم غذا پیدا نہیں کر سکتے اس کے لئے ہمیں کچھ اور ہی سوچنا ہوگا۔"

"ٹھیک؟" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ لیکن نو ماس نے کوئی جواب نہیں دیا اور میں اس کی شکل دیکھتا رہا۔

"کوئی نئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اگر ہم نے بستیوں سے خوراک حاصل کرنے کی کوشش کی تو اس کے عوض ہم انہیں کیا دیں گے؟"

"زندگی۔" میں نے جواب دیا اور نو ماس چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب؟ میں نہیں سمجھا۔" نو ماس نے کہا۔

"ہاں۔ اگر انہوں نے ہمیں خوراک نہ دی تو ہم ان پر موت نازل کر دیں گے۔ اس لئے انہیں ہمارے لئے خوراک کا انتظام کرنا ہی ہوگا۔"

"تم قوت استعمال کرو گے؟"

"ہاں نو ماس۔ ہمیں جو کچھ کرنا ہے اس کے لئے قوت کا استعمال سب سے ضروری ہے۔ ہمیں فی الحال صرف اپنے مشن سے ہمدردی اور

دلچسپی ہونا چاہیے۔ اس کے علاوہ ہم کسی سے ہمدردی کرنے کے قابل نہیں ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہاری منطق بھی خوب ہے۔ بہر حال میں تو تم سے تعاون کرنے والوں میں ہوں۔" نو ماس نے جواب دیا۔

"ہمیں فی الوقت کسی ایسی بستی کا انتخاب کرنا ہے جو زیادہ دور نہ ہو۔ کیونکہ ہمارے پاس سواری کا بندوبست نہیں ہے۔"

"تب میرے خیال میں تم مجھے یہ کام سوچو۔"

"کون سا کام؟"

"کسی قریبی بستی کی تلاش۔"

"کتنا وقت صرف کرو گے اس میں؟"

"جس قدر جلد ممکن ہو سکے۔" نو ماس نے کہا۔

"کیا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی جائے گا؟"

"چند ماں ضرورت نہیں۔ لیکن اگر تم چاہو تو کسی کا انتخاب کر دو۔" نو ماس نے جواب دیا اور پھر میں نے چند منٹ بعد پھر تجربے کا رافرو کو نو ماس

کے ساتھ روانہ کر دیا اور انہیں جلدی واپسی کی ہدایت بھی کر دی۔

اس کا خانے کا نظام پورے اصول و عمل کے ساتھ چل رہا تھا گو قیدیوں میں بے چینی پائی جاتی تھی اور بے چینی فی الوقت صرف خوراک کے لئے تھی۔ لیکن اس بے چینی کا کوئی اظہار ابھی تک سامنے نہیں آیا تھا۔ دو لوگ فاقہ کشی کی زندگی گزار رہے تھے۔ لیکن نہ جانے کیوں انہیں میری ذات پر کافی اکتاہٹ ہو گیا تھا اور وہ یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ میں ان کے کسی مفاد کو نظر انداز نہیں کروں گا۔

چنانچہ نو ماں وغیرہ کے جانے کے بعد میں نے سب سے پہلے ایک فیصلہ کیا۔ وہ یہ کہ تنہا میں یا نو ماں ان سارے لوگوں کی مشکلات اور ان کے مزاج کے بارے میں کوئی انداز نہیں لگا سکتے تھے۔ چنانچہ مناسب یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی لکڑیوں میں چند ایسے لوگوں کو مقرر کیا جائے جو زیرک ہوں اور اس بارے میں میرے مددگار ثابت ہوں۔

سو میں نے طلب کیا۔ قیدیوں کے اس عظیم الشان گروہ میں سے چند لوگوں کو۔ میرے انتخاب میں چالیس آدمی شامل تھے اور یہ سب ضعیف العمر اور تجربہ کار تھے۔

میں نے ان لوگوں کو اپنا مافی الضمیر بتایا اور یہ وہ تھے جو مجھ سے بہر طور تعاون کرنے پر تیار تھے۔ چنانچہ انہوں نے بڑی خوشی سے میری اس بات کو قبول کیا اور پھر میں نے ان کی زیر نگرانی یا ان کے تحت تھوڑے تھوڑے قیدیوں کو دے دیا۔

میں نے ان سے کہا کہ وہ فوری طور پر مجھے قیدیوں کی سوچ کے بارے میں تفصیلات مہیا کریں اور پروفیسر جب انہوں نے مجھے اپنی رپورٹ دی تو وہ میرے لئے خاصی تسلی بخش تھی۔

انہوں نے بتایا کہ قیدی بہر صورت اس بات پر بے پناہ خوش ہیں کہ انہیں اس خونخوار قید سے نجات مل گئی جس کا انتقام ان کی موت کے سوا کچھ نہ ہوتا۔

اور میرے نزدیک بیٹھا ہوا نو ماں مسکرایا میں نے اس کی جانب دیکھا اور سوال کیا۔

”کیوں نو ماں ایسی کیا بات ہے جو تمہیں دلچسپ محسوس ہوئی؟“ میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں رائے یہ تو تیری ذات کا کرشمہ ہے۔ میں اس حقیقت سے بخوبی واقف تھا کہ اس جگہ جتنے بھی قیدی موجود ہیں سب کے سب تیرے شکر گزار ہیں تیرے عقیدت مند ہیں۔“

”شکر یہ نو ماں۔“ میں نے جواب دیا۔ اور اس بوزھے شخص کی جانب دیکھا جو مجھ سے ابھی بہت کچھ کہنا چاہتا تھا۔ لیکن بات نو ماں کے مسکرانے کی وجہ سے ختم ہو گئی تھی۔ سو میں نے بوزھے سے سوال کیا۔

”ہاں ارغلاز، تم کیا کہہ رہے تھے؟“

”میں یہ کہہ رہا تھا عظیم رائے کہ قیدی تمہاری مشکلات سے بخوبی واقف ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ تم بھی ان ہی میں سے ایک ہو اور جو کچھ تم ان کے لئے کر رہے ہو وہ صرف خلوص پر مبنی ہے۔ ظاہر ہے تم فوری طور پر ان کے لئے خوراک کا بندوبست کیسے کر سکتے ہو، لیکن اس کے علاوہ وہ یہ جانا چاہتے ہیں کہ اب تمہارا لگاؤ قدم کیا ہوگا؟“

”میری طرف سے انہیں اطلاع دے دو کہ انہیں اس وقت تک کسی سخت کام کے لئے نہیں کہا جائے گا جب تک کہ ان کی خوراک کا مسئلہ

نہ مل ہو جائے۔ رہی خوراک کے حصول کی بات تو اس کے لئے ہمیں چھوٹی چھوٹی بستیوں کو تاراج کرنا ہوگا۔ ہم کوشش کریں گے کہ بستی میں رہنے والے ہمارے ہاتھوں ظلم کا نشانہ نہ بنیں۔ لیکن اگر مدافعت کی گلی تو پھر مجبوراً ہوگی کیونکہ ہمیں غذا کی ضرورت ہے اس وقت خوراک اور غذا ہماری زندگی کی پہلی ضرورت ہے اس کے حصول کے بعد ہی ہماری توجہ جہد کا آغاز ہو سکتا ہے۔“

چنانچہ میرے مشیروں نے یہ بات اپنے تمام ساتھیوں تک پہنچا دی اور قیدیوں نے خود اپنی زبان سے مجھے اپنے اس بھرپور تعاون کا یقین دلایا میں ان لوگوں سے بے حد خوش تھا، کم از کم احسان ماننے والوں میں سے تھے اور میرے لئے یہ بہت بڑی بات تھی۔ ایسے لوگوں کے لئے جو کچھ بھی کر دیا جاتا مناسب تھا۔

چنانچہ زیادہ وقت نہ لگا۔ نو ماں اور اس کے ساتھی واپس آنے تو کافی خوش نظر آ رہے تھے۔ یعنی ان کے پاس خوبصورت اور دراز قامت گھوڑے تھے اور ان گھوڑوں پر کچھ سامان بھی لدا ہوا تھا۔

ہمیں غار کے اندر اطلاع مل گئی تھی کہ نو ماں اور اس کے ساتھی واپس آ گئے ہیں۔ چنانچہ میں نے غار سے باہر جا کر اس کا استقبال کیا اور نو ماں مسکراتا ہوا میرے نزدیک آ گیا۔

میں نے مسکراتی نگاہوں سے اس کے گھوڑے کو دیکھا تھا تب نو ماں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

”تمہارا مشورہ مشعل راہ بنا کر میں نے سب سے پہلے زندگی کے اس دور کو اپنا لیا ہے راتن جسے تم اپنانے جا رہے ہو۔“

”ہاں میں دیکھ رہا ہوں نو ماں۔ تم میں کافی نمایاں تبدیلیاں ہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”نہ صرف نمایاں تبدیلیاں راتن بلکہ ایک بہت اچھی خوشخبری بھی اگر یوں کہوں کہ ہماری سوچ ہمارے اچھے مستقبل کے راستے کی راہ رہی ہے“

گئی ہے تو ملے نہ ہوگا۔“

”اندراؤ نو ماں اور اپنے ان گھوڑوں کو بھی اندر لے آؤ۔ میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ ہمیں بہر صورت سوار یوں کی ضرورت ہوگی اور

اس کے لئے میں نے مناسب بندوبست کے بارے میں سوچا تھا جو تمہارے علم میں ہے۔“

”ہاں۔ میں نے بھی اسی لئے سواری کے بارے میں غور کیا تھا کیونکہ تمہارا بندوبست میری نگاہ میں تھا۔“

”دوست مجھے بھی یقین تھا کہ جب تم اپنے تمام کام کے لئے روانہ ہو گے تو اس بارے میں غافل نہ ہو گے۔“

”غافل رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا راتن۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم سب مشترک ہیں اور مشترک طور پر ایک دوسرے کے لئے کچھ کرنا

چاہتے ہیں۔“ نو ماں نے جواب دیا۔

”بالکل ٹھیک کہا تم نے نو ماں، ہمیں ہر اس پہلو کو مضبوط کرنا ہوگا جو ہماری نگاہوں میں ہے۔“

”بے شک۔“ نو ماں نے کہا اور پھر وہ میرے ساتھ غار کے اندر داخل ہو گیا۔ اس کے تمام ساتھی میرے ساتھ ہی تھے۔

تب میں ان لوگوں کو لئے ہوئے اس جگہ تک پہنچ گیا جو میری قیام گاہ تھی یعنی جہاں میں آرام کرتا تھا۔

نو ماں نے ایک طویل سانس لی اور کہنے لگا۔ ”ہم یہاں سے گھر پیدل کا راستہ چھڈنے والوں کے ذریعے طے کرتے ہوئے ابھی زیادہ دور

نہیں پہنچتے تھے کہ ہمیں سامنے دو گھڑ سوار آتے نظر آئے۔ یہ شاہی دستے کے لوگ تھے اور شاہی کہیں جا رہے تھے۔ میں نے سوچا کہ کیوں نہ ابتدا کرتی دی جائے۔ چنانچہ ہم چنانوں کے پیچھے چھپ گئے اور ہم نے ایسے گول پتھر اٹھائے جو نوکدار بھی تھے۔ پھر جونہی وہ ہمارے نزدیک سے گزرے تو ہم نے ان گول اور نوکدار پتھروں سے گھوڑوں کے اگلے پیروں پر نشانہ لگایا اور دونوں گھوڑے اور سوار اوندھے منہ گر پڑے۔ ہم نے کوشش کی تھی کہ گھوڑوں کو زیادہ چوٹ نہ لگے صرف اتنا کہ وہ ہل جائیں اور ان کے سوار منہ کے بل نیچے آئیں۔ چنانچہ یہی ہوا۔

تب ہم نے ان دونوں سواروں کو چنانوں کے عقب میں کھینچ لیا اور ان کی گردنیں دبا کر وہیں چنان کے پیچھے چھپا دیا۔ گھوڑوں پر زور اور موجود تھا۔ یعنی خوراک اور دوسرا سامان۔

چنانچہ ہم نے انہیں قبضے میں کر لیا اور ان کے لباس پہن لئے یہ لباس جو غم دیکھ رہے ہو شاہی دستوں کے سپاہیوں کے لباس ہیں اور مجھے یقین ہے کہ یہ لباس ہمارے لئے کافی حد تک معاون ثابت ہوں گے۔ اس کے بعد ہم نے تھوڑا سا سفر کیا اور ایک بستی میں پہنچ گئے۔

یہ بستی لوگیا کہلاتی ہے اور اس کی آبادی تقریباً ڈیڑھ دو ہزار فنوں پر مشتمل ہے۔ چاروں طرف کھیت ہیں جو غلے سے لدے ہوئے ہیں اور غلہ کافی حد تک پک چکا ہے اور کافی سے زیادہ غلے کے انبار کھلے میدان میں پڑے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسری چیزوں کی بھی بہتات ہے۔ گویا ہزیاں اور ایسی تہی خوراک کی دوسری اشیاء۔ مویشی کثرت سے نظر آ رہے ہیں۔ اس لئے ان کی چراگاہیں بھی کافی ہیں۔ اگر ہم کھل کر صرف اسی ایک بستی پر قیامت کریں اور اس میں سے ایک ایسا حصہ حاصل کر لیں کہ بستی والوں کی زندگی خطرے میں نہ پڑ جائے تب بھی ہم کافی وقت مناسب طور پر گزار سکتے ہیں لیکن جو خوشخبری تمہیں دینے والا ہوں راتیں وہ بستی کی خوشخبری سے زیادہ اہم ہے۔

"اوہ..... اوہ.. میں جو اس بستی کے بارے میں تفصیلات سن کر بہت خوش ہو رہا تھا نو ماں کی یہ بات سن کر اچھل پڑا۔"

"گویا اس سے بڑی بھی کوئی خوشخبری ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں.."

"وہ کیا؟"

"تقریباً چار سو گھوڑے اور بے شمار ساز و سامان.."

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ایک قافلہ اس بستی کے ایک کنارے پر پڑاؤ کئے ہوئے ہے اور بستی کے دوسرے علاقے کی جانب روانہ ہونے والا ہے۔ یہ قافلہ اب سے کچھ اہت کے بعد روانہ ہوگا۔ چونکہ میں نے قافلے والوں میں روانگی کی تیاریوں کو محسوس کیا ہے اور رائے اگر ہم ان پگھلنے والوں کو تھوڑے کر رانا ماں کے علاقے کی جانب روانہ ہوں تو ہم اس قافلے تک جا پہنچیں گے۔ جو رانا ماں کی بستی اور لوگیا کے درمیان میں ہے۔ گویا لوگیا اور رانا ماں کے درمیان تک پہنچ کر ہم انہیں جانیں گے۔"

"نو ماں تم بڑی ذہانت کی باتیں کر رہے ہو۔ لیکن تمہیں اس قافلے کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟"

"جب مجھے قافلے کے بارے میں پتہ چلا راتوں تو میں نے یہی سوچا کہ تم اس سلسلے میں ضرور دلچسپی لو گے چنانچہ میں نے اور میرے

ساتھیوں نے ان تمام جگہوں کے نام پتے معلوم کئے اور ہم ان کا پتہ لگانے کے بعد تپو وہیں آئے۔"

"وہاں باتیں نہایت خوشگوار ہیں نو ماس اور ہمارے کاموں میں بے حد معاون۔" میں نے کہا اور نو ماس نے خوشی سے گردن ہلا دی۔ گویا جو کارنامہ وہ انجام دے کر آیا تھا اس پر وہ بے حد نازاں تھا۔ بہر حال نو ماس کی اطلاعات کے بعد ہم نے تیار یاں کیں اور چل پڑے۔

میرے تمام ساتھی ہامت تھے اور میری سرکردگی میں خوش خوش سفر کر رہے تھے۔ جن لوگوں کو میں نے ساتھ لیا تھا ان کی تعداد بہت کافی تھی۔ نو ماس نے قافلے والوں کے بارے میں جو اندازہ لگایا تھا اس کے تحت چار سو گھوڑے... سوار تھے۔ ان کے ساتھ مزید گھوڑے تھے جن پر ساز و سامان لدا ہوا تھا۔ میں نے بھوکے اور تھکے ماندے قیدیوں میں سے آٹھ سو افراد لئے تاکہ وہ آوی مل کر قافلے کے ایک آوی سے نہٹ سکیں۔

گو ہمیں تنگ اور ناہموار راستوں سے سفر کرنا پڑا تھا لیکن یہ سفر اسی انداز میں ضروری تھا کیونکہ اس طرح راستہ مختصر اور محفوظ تھا۔ نو ماس نے مجھے گھوڑا پیش کیا تھا اور ہراسرا کیا تھا کہ میں ان کے رہنما کی حیثیت سے گھوڑے پر سفر کروں لیکن میں نے انکار کر دیا۔

"آخر کیوں؟" نو ماس نے پوچھا۔

"یہ مناسب نہ ہوگا نو ماس۔" میں نے نرمی سے جواب دیا۔

"مگر تو پوچھ رہا ہوں کہ کیوں مناسب نہ ہوگا؟"

"جب تک میرے تمام ساتھیوں کے پاس گھوڑے نہ ہوں گے میں اپنے لئے کوئی گھوڑا نہیں لوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ صرف جذباتیت ہے۔"

"کیوں آخر کیوں؟" میں نے کہا۔

"اس لئے کہ تم راہبر ہو اور سب سے زیادہ با عمل ہو۔ تمہیں ہر حال میں چاق و چوبند رہنا چاہیے۔" نو ماس نے جواب دیا۔

"میں جس وقت تمہیں تنگ نظر آؤں گا اپنا گھوڑا مجھے دے دیتا۔"

"اپنا گھوڑا۔ گویا تمہارے خیال میں چونکہ یہ گھوڑا میں نے حاصل کیا اس لئے یہ میرا ہے۔"

"نہیں۔ یہاں کوئی چیز تمہاری نہیں ہے۔ کوئی چیز میری نہیں ہے ہم سب یکساں حقوق رکھتے ہیں۔"

"پر تم نے یہ بات کیوں کہی؟"

"تمہارے سپروائزر اور ہمارے اب تم دونوں اس پگڈنڈی پر سفر کرو گے اور قافلے کا پتہ چلاؤ گے۔ تمہارے پاس شاہی دستاویزات تو

موجود ہیں ہی ان کی مدد سے تم خود کو قاصد کہہ سکتے ہو اور کوئی تم پر شک نہ کر سکے گا۔"

"اود۔ یہ بات ہے۔" نو ماس نے گردن ہلائی۔

"ہاں۔ اب جواب دو۔"

"ٹھیک ہے تمہارا ہی کہنا درست ہے۔" نو ماس نے بارمان لی۔

"ارے ہاں نو ماس۔ وہ شاہی دستاویزات کہاں ہیں اور ان میں کیا تحریر ہے تمہیں اس بات کا علم ہے؟"

"نہیں۔"

"نہ ہی تم نے انہیں دیکھنے کی کوشش کی؟"

"نہیں۔ اس کی فرصت ہی نہیں مل سکی۔ میں دوسرے معاملات میں بہت پر جوش تھا اس لئے انہیں نہ دیکھ سکا۔"

"تب تم وہ دستاویزات مجھے دے دو۔" میں نے کہا اور نو ماس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ میں نے وہ دستاویزات لے لی تھیں۔ لیکن چونکہ سفر کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں اور پہلے قافلے کی خبر لینا ضروری تھا اس لئے میں نے خود بھی ان دستاویزات کو نہیں دیکھا اور انہیں اپنے ساتھ رکھ لیا۔ لیکن، دوران سفر انہیں دیکھنے کی فرصت مل گئی۔ میں نے دستاویز کھولی۔ کسی بان گزار لینا ہی کے نام پر ہوس کی تحریر تھی اور یہ تحریر بھی میرے لئے بے حد دلچسپ تھی۔ اس نے لکھا تھا کہ وہ دو قاصدوں کو روانہ کر رہا ہے ان کے ساتھ لینا شی اپنے آدمیوں کو اجناس اور موٹی لے کر روانہ کروے کیونکہ ہستی تریکا کو اس کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایشیا کی تعداد تحریر کی گئی تھی۔

میں خوشی سے اچھل پڑا۔ اگر تفریق کا کوئی وجود ہے تو وہ اس وقت بھر پور طور پر ہمارا ساتھ دے رہی تھی۔ چاروں طرف سے کامیابیاں حاصل ہو رہی تھیں۔

جیسا کہ میرا خیال تھا۔ نو ماس میرا زیرک ساتھی اور ایسا قابل اعتماد دوست تھا جو جب تک کچھ نہ تھا، ایک بیکار شخصیت کا مالک تھا لیکن جب کچھ بن گیا تو پھر ایک انتہائی کارآمد شخص۔ وہ ہمیں صحیح راستوں سے لے کر بالآخر ایک ایسی پہاڑی پر پہنچ گیا جس کے دوسری سمت کے ڈھلان زیادہ دشوار گزار نہیں تھے اور اسی پہاڑی کے دامن میں وہ پگڈنڈی تھی جو قافلے کی گزرگاہ تھی۔

"وہ قافلہ ہمیں سے گزرے گا۔" نو ماس نے مجھے بتایا۔

"مہرہ جگہ ہے نو ماس۔" میں نے خوشی سے کہا۔

"ہاں یہاں سے تمہارے آہنی بے آسانی نیچے اتر سکیں گے۔" نو ماس نے کہا۔

"ہیک۔ اب تم اسی ساتھی کے ساتھ روانہ ہو جاؤ اور خبر لاؤ کہ قافلہ کتنی دور ہے کس رفتار سے چل رہا ہے تاکہ ہم تیار رہیں۔"

"بہتر ہے۔" نو ماس نے جواب دیا اور پھر دور روانہ ہو گیا۔ میرا ذہن گہری سوچ میں تھا۔ پہاڑی، چاروں طرف چٹانیں بکھری ہوئی تھیں

اور اگر اس وقت اوپر سے چند چٹانیں لڑھکاوی جاتیں تو پورا قافلہ ہلاک ہو سکتا تھا۔ اس طرح میرے ساتھیوں میں سے کسی کو ذک بھی نہ پہنچتی اور قافلے والے مارے جاتے۔

☆☆☆☆☆

(اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات پانچویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں)